لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

اسوۃ الرسول ص

جلد سوم

سوانح حیات مقدس حضرت سید المرسلین خاتم النبیین رسول اکرم محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از

از آغاز واقعات ششم سال ہجرت تا حالات وفات حسرت آیات

مؤلفہ

خان بہادر سید اولاد حیدر بلگرامی

مؤلف سوانح حضرات چہاردہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین

باہتمام احقر العباد محمد جواد مالک و مہتمم مطبع

نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپی

اللہ اکبر

دیباچہ کتاب اسوۃ الرسول جلد سوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین و خاتم النبیین و علی آلہ الطیبین الطاہرین الی یوم الدین

خدا کی مہربانی اور قوم کی قدردانی سے۔ کل دو برس کے قلیل عرصہ مین اسوۃ الرسول کی دو جلدین شایع ہو کر بزرگان قوم و وطن اور ماہران علم و فن کے ملاحظہ سے مشرف ہو چکین۔ تیسرا سال آغاز ہے۔ اور تیسری کتاب بھی حاضر ہے۔

یہ بھی خدا کی شان کبریائی۔ اور قدردانان قوم کی ہمت افزائی۔ کہ مؤلف کے قلیل الحاصل و کثیر المشاغل ہونے کی موجودہ حالتون مین بھی۔ اتنی بڑی ضخیم جلدون کی طباعت و اشاعت کے سامان فراہم ہو گئے۔ اور دو ہزار صفحات سے زاید کی ضخامت رکھنے والی کتابین۔ اندرون و بیرون ملک۔ نہایت آسانی سے۔ ہاتھون ہاتھ پہونچ گئین۔

الحمد للہ لآلائہ والشکر لنعمائہ

دوسری جلد۔ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے لیکر ہجرت کے پانچ برس تک کے حالات و واقعات کا تفصیلی دفتر ہے۔ تیسری جلد ہجرت کے باقی پانچ برس دو مہینون کے حالات کا تتمہ ہے۔ اس جلد مین جناب ختمی مرتبت علیہ وآلہ السلام والتحیۃ کے مفصل و مسلسل حالات و واقعات صلح حدیبیہ (ذی قعدہ سنہ ۶ھ) سے لیکر وفات (۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ) تک قلمبند ہین۔ آخر مین آپ کی اولاد امجاد اور ازواج مطہرات کے مختصر حالات بھی ضمیمہ کے طور پر اضافہ کر دیے گئے ہین۔

"تاریخ و سیر سے دلچسپی رکھنے والے حضرات جانتے ہین کہ تاریخ اسلام مین سال یکم ہجرت سے لیکر سال ہشتم ہجرت (فتح مکہ) تک اسلام کا ہشت سالہ زمانہ پر آشوبی خطرات مالی و جانی اور دیگر اقسام کے مصائب و پریشانی مین گذرا ہے۔ فتح مکہ کے وقت سے کسی قدر اطمینان و سکون حاصل ہوا جس مین تعلیم دین اور تنظیم قوم و آئین کے سیاسی انتظامات عمل مین لائے گئے۔ فرامین تبلیغ و ہدایت کے ساتھ سلاطین ممالک و رئیسان قبائل کے نام سیاسی فوائد کے نقطۂ خیال سے

باہمی مراسم وروابط اور قیام امن عام کے خطوط جاری فرمائے گئے لیکن تاہم۔ واقعات پر تعمق کی نظر ڈالنے والے حضرات واقف ہیں کہ جناب ختمی مرتبت علیہ وآلہ الصلواۃ والتحیۃ کا یہ زمانہ بھی اندرونی مشکلات اور خانہ داری کی صعوبات سے خالی نہیں گذرا ہے چونکہ ابتلا ومصائب بھی انبیاء اللہ سلام اللہ علیہم کے جزو سیرت قائم ہو چکے ہیں اسلیے حضرت خاتم النبیینؐ والمرسلین کی ذات قدسی صفات ان سے کیسے مستثنےٰ رہ سکتی تھی۔

ترتیب کتاب مین کوئی نوعیت ہے اور نہ ترکیب بیان مین کوئی جدت۔ تحریر مضامین۔ طرز بیان اور ادائے مطالب مین عموماً وہی تفصیل وتشریح کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو قبل کی جلدون مین افہام وتفہیم کی سہولیت کی غرض خاص سے قائم ہو چکا ہے۔

انکشافات تنقیدی کا بھی وہی عنوان ہے اور طرز بیان۔ واقعات ایلاء۔ نزول سورہ تحریم کے اسباب۔ واقعات حجۃ الوداع۔ نزول آیات۔ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک۔ والیوم اکملت لکم دینکم۔ کامل تفصیل وتشریح کے ساتھ لکھے گئے ہین۔ واقعات عقبہ متعلق غزوۂ تبوک۔ جنکو شبلی صاحب نے قطعاً مرفوع القلم فرما دیا ہے تفصیلی حقیقت کے ساتھ مندرج کر دیے گئے ہین۔ ان مقامات خاص کے علاوہ۔ اس جلد مین بھی۔ جہان جہان شبلی صاحب کا قلم انحرافات پر جھکا ہے اور انکشافات سے رکا ہے۔ وہان وہان حقیقت کی جلوہ نمائی کر دی گئی ہے۔ فہرست دیباچہ سے پورے حالات معلوم ہونگے۔

اخلاقیات وسیاسیات رسالت جلد چہارم مین مذکور ہین۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین والہ المیامین۔

حقیر

سید اولاد حیدر عفی عنہ

کواتھ۔ ضلع آرہ۔ شریعت العمارت

۲۵ صفر ۱۳۴۷ھ

فہرست مضامین اُسوۃ الرسولؐ جلد سوم

اُسوۃ الرسول جلد سوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی المرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین

صلح حدیبیہ

ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری

اقیموا الحج والعمرۃ للہ

صلح حدیبیہ۔ ذیقعدہ سنہ ۶ ہجری

سنہ ۶ ہجری مین اقامت حج وعمرہ کا حکم آیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنظر سہولت وآسانی پہلے عمرہ کے ارکان مختصرہ سے اس حکم خداوندی کی تعمیل کا قصد فرمایا اس لیے کہ ارکان حج وسیع وطویل تھے۔ اون کی اداکاری کے لیے مکہ مین کامل تین چار دن تک قیام کی ضرورت تھی۔ حج سے عمرہ کی ترکیب تعمیل مختصر تھی اور آسان۔ اور دن بھر کی مدت قلیل مین بخوبی انجام ہوسکتی تھی۔

اس تجویز مین جناب سولخدا صلعم کی نظر کفار قریش کی عداوت اور مشرکین مکہ کی خصومت پر زیادہ تر تھی جن سے حج کیا عمرہ کے ارکان مختصرہ کے بجالانیکی بھی اجازت ملنے کی اُمید نہین تھی۔ اس وجہ سے آپنے قریش کے پاس صاف لفظون مین کہلا بھیجا کہ ہم خلاف موسم حج صرف عمرہ کے قصد سے مکہ آئینگے اور بلا قصد وخیال محاربت ومقاتلت بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوکر مدینہ واپس جائینگے۔

یون تو عموماً تمام عرب کو نسل ابراہیمی مین داخل ہونے کا دعویٰ تھا۔ اور اونکے موطن ومسکن مین اس معبد

ابراہیمی کا موجود ہونا۔ گویا اونکے دعوی کی تصدیق کے لیے کافی تھا۔ یہہ ایک ایسا عام استحقاق تھا جسمین قبائل عدنانی کے ساتھ عرب قحطانی بھی شامل تھے جنکا سلسلۂ ابراہیمی سے وابستہ ہونا ابتک مشکوک ہے۔ بہرحال تمام عرب مین تو یہہ استحقاق تعمیم کی صورت رکھتا تھا لیکن قریش۔ بنو اسمعیل ہونیکے اعتبار سے۔ اسکو اپنی تخصیص خاص کا معیار قرار دیتے تھے۔ اور اس معبد ابراہیمی کی مجاورت کو عرب کے تمام قبائل و اقوام پر اپنی مفاخرت کا اصلی اور حقیقی باعث یقین کرتے تھے۔ قریش کے اس استحقاق مخصوص مین بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو اون پر ترجیح حاصل تھی اور اسی ترتیب و سلسلہ سے۔ بنی ہاشم و عبد المطلب کے موجودہ طبقہ مین اس معبد براہیمی اور مذبح اسمعیلی کی مجاورت و تولیت کا اصلی حقدار اور حقیقی دعویدار اسوقت وہ بزرگوار تھا۔ جو ابراہیم و اسمعیل کا مایہ افتخار اور تمام انبیاء و مرسلین کا سید و سردار تھا۔ صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ اسی استحقاق اصلی اور دعوی حقیقی کی بنا پر اوسکی شریعت ملت ابراہیمی (مِلَّةَ اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيْمَ) کے مخصوص نام سے موسوم کی گئی۔ اور اوسکی اُمت (كَانَ اِبْرَاهِيْمُ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا) کی مناسبت سے خاص طور پر مسلم کہلائی۔ ان دعاوی حقیقی رکھنے پر ذریت ابراہیمی کا وہ مایہ افتخار اور شریعت خلیل اللہی کا حقیقی دعویدار اپنے خاندانی شعائر۔ مآثر اور مفاخر کو اغیار عرب اور کفار مکہ کے ہاتھون تباہ و برباد ہوتے ہوئے کامل تیرہ برس تک دیکھ چکا تھا۔ اتنے دنون تک وقتی مصلحت اور خدا کی اجازت کا منتظر بنکر خموش رہنے اور صبر کرنے پر مجبور تھا لیکن منعم حقیقی نے اب حالت بدل دی تھی۔ داعی اسلام کے معاملات مین ضعف و اضمحلال کی جگہہ قوت و استقلال آچلا تھا۔ اور خود حریف مقابل متعدد معرکون مین اوسکے موجودہ قوت و اقتدار سے متواتر شکست اوٹھا کر اوسکی طاقت و استقامت کا اعتراف کر چکا تھا۔ اب کوئی وجہ نہین تھی کہ وہ اتنی قوت و استطاعت کی موجودگی مین بھی اپنے شعائر و مآثر خاندانی کی زیارت سے محروم رکھا جاوے۔ اس بنا پر مصلحت ایزدی نے اَقِيْمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ نازل فرماکر اوسکو حج و زیارت حرم محترم کے لیے ماذون فرمادیا۔ اور اوس مُصلح عالم نے بھی مصلحت وقتی پر نظر فرماکر اس فریضہ الٰہی کی ادا کاری۔ پہلے ارکان عمرہ کی سہل و آسان ترکیب تعمیل سے شروع فرمائی۔

شیدایان وطن کے جذبات تیرہ برس کامل کی خموشی اور صبر و سکوت کے بعد زیارت کعبہ کا حکم بالنفس النفیس جناب خیر الانام اور مہاجرین اسلام کو کتنا غنیمت اور عزیز معلوم ہوا ہوگا۔ اوسکا صحیح اندازہ مشکل ہے۔ یہہ صحیح ہے کہ مہاجرین اسلام کا موطن مسکن اونکے لیے مقتل تھا۔ اور اُنکے اعزہ و اقارب اُنکے قاتل لیکن تاہم حب وطن۔ فضاے دیار و مسکن۔ یاد احباب و اقارب کے جذبات اونکے قلوب مہجور مین نشتر زن تھے۔ اور ان تمنا و حسرت کے لاانتہا شوق برابر دامن کش دل بیتاب تھے حالانکہ برادران وطن کے ہاتھون سے جتنے مظالم و مصائب یہہ اوٹھا چکے تھے وہ ان جذبات کے زائل کرنیکے لیے کافی تھے لیکن یہہ حب وطن کے دلدادہ ہمیشہ مہربانان وطن کی لذت ایذا اور لطف جفا اوٹھاتے کے لیے سر بکف طیار رہتے۔

ان شیدایان وطن کے طبقہ مین ممتازین کے جذبات و شوق کے اظہار سے قطع نظر کرکے۔ بلال حبشی۔ جو نہ اصلاً عربی تھے اور نہ نسباً قریشی۔ صرف مکہ مین پرورش پانے اور مدت تک رہجانے کی وجہ سے۔ شیدایان وطن مین داخل

ہو گئے تھے۔ اس شدت سے شوق وطن مین بیتاب بیقرار تھے کہ اپنے موجودہ جذبات شوق مین اپنی گزشتہ ایذا و جفا کا جو اہل وطن کے ہاتھوں پانچ برس پہلے اوٹھا چکے تھے۔ کبھی خیال بھی نہین کرتے تھے مدینہ مین مکہ کو یاد کرکے بے اختیار روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

اَلَا لَیْتَ شِعْرِیْ هَلْ اَبِیْتَنَّ لَیْلَةً	آہ۔ کیا وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ مین وادی مکہ مین ایک رات
لِوَادٍ وَحَوْلِیْ اِذْخِرٌ وَجَلِیْلُ	بسر کرون اور میرے گرد وپیش اذخر اور جلیل کے خوشبودار
وَهَلْ اَرِدَنَّ یَوْمًا مِیَاهَ مَجَنَّةٍ	درخت روئیدہ ہون آہ۔ کیا وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ مین مجنہ کے
وَهَلْ یَبْدُوَنْ شَامَةٌ وَطَفِیْلُ	چشمہ پر اُوتردن اور شامہ و طفیل کو دیکھ سکون۔

ان جذبات کے علاوہ تعمیل حج و عمرہ کے لا انتہا خلوص عقاید اہل اسلام کی پرجوشی اور مسرت کے لیے کیا کم تھے۔ اور وہ اس حکم خداوندی کے بعد تمنائان زیارت کعبہ کو مدینہ مین چین نہین لینے دیتے تھے۔ اونکے خلوص عقیدت کے اندازہ کیلیے اتنا ہی کافی ہے۔ جیسا کہ علمائے محققین و محدثین نے لکھا ہے کہ اس حکم ایزدی سے حج و عمرہ کی صرف اہمیت مراد تھی نہ فرضیت۔ کیونکہ اگر فرضیت مراد ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اسی سال فرائض حج بجالاتے۔ حالانکہ فرضیت حج کا حکم ۹ھ ہجری مین نازل ہوا۔ اور اوسی سال آیات عشرہ کا اعلان عام فرماکر تمام اہل اسلام کو حج کرایا گیا اور سال آیندہ خود بھی حج فرمایا گیا۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۳۲۹۔

عمرہ ہو یا حج۔ اہل اسلام کو حکم خداوندی کی تعمیل کا شوق۔ زیارت حرم۔ طواف کعبہ کی تمنا۔ اس حد تک پہونچ چکی تھی کہ وہ ابھی سے اسکی اہمیت کو فرضیت سمجھے تھے۔ اسی خاص عالم اخلاص و اعتقاد مین۔ بروایت۔ زرقانی جناب رسول خدا صلعم نے رویاے صادقہ کے خاص مناظر مین مشاہدہ فرمایا۔

اِنَّهُ دَخَلَ الْبَیْتَ هُوَ وَاَصْحَابُهُ	آپ بیت اللہ مین داخل ہوئے ہین اور آپ اور آپ کے
اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُؤُسِهِمْ وَمُقَصِّرِیْنَ ص جلد دوم	صحابہ۔ بال منڈاے یا کترواے ہوئے صحیح و سالم ہین۔

آپ نے اس بشارت ایزدی سے تمام اہل اسلام کو خبر دی تو اونکے جذبات مسرت و فرحت کی حد نہین تھی۔ اوسی وقت سے آپنے عمرہ بجالانے کا قصد فرمالیا۔

سفر حدیبیہ بالکل دوستانہ تھا مدبر رسالت نے اداے عمرہ کے عزم بالجزم کے ساتھ انتہا درجہ کے حزم و احتیاط کو بھی ابتدا ہی سے مدنظر رکھا۔ یہہ صحیح ہے کہ اسلام نے مختلف معرکون مین قریش کا زور بالکل توڑ دیا تھا۔ قوت گھٹ گئی تھی۔ حوصلے پست ہو گئے تھے۔ یہہ سب کچھ تھا۔ مگر تاہم۔ اسلام سے نفرت۔ اہل اسلام سے قلبی عداوت مین ذرا بھی خم نہین آیا تھا۔ اور ابھی تک وہ استیصال اسلام کی فکر دن سے غافل نہین تھے۔ اس بنا پر جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بدے محتاط

اہل اسلام کی جمعیت کثیر لیکر مکہ میں چلا جانا خلاف مصلحت سمجھا۔ زرقانی لکھتے ہیں

قال الزهري لا يريد قتالا قال ابن اسحق و	امام زہری کا قول ہے کہ آپکا اس سفر میں مطلق ارادہ جنگ نہیں تھا اور
استنفر العرب من البوادي ومن حوله من الاعراب	ابن اسحاق کہتے ہیں کہ چاروں طرف سے اور گرد و نواح سے اہل عرب بغرض
ليخرجوا معه وهو يخشى من قريش ان يعرضوا له	رفاقت حاضر ہوئے تھے لیکن آپ کو قریش کی طرف سے اندیشہ لگا تھا کہ وہ
بحرب او يصدوه عن البيت وابطاء عليه	ارادہ پیکار نہوں اور زیارت حرم محترم سے باز رکھنے کیلیے سد راہ نہوں بہت سے
كثير من الاعراب فخرج بمن معه من المهاجرين	اہل عرب آپ کے ہمراہ ہوگئے۔ پس آپ مہاجرین و انصار اور ان اعراب کے
والانصار ومن لحق من العرب وساق معه الهدى	ہمراہ جو آپ سے ملحق ہوگئے تھے۔ مدینہ منورہ سے باہر نکلے۔ قربانی کے اونٹ ہمراہ لیے
واحرم بالعمرة ليامن الناس حربه وليعلموا انه	عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ اس لیے کہ اس سامان و لباس سے دیکھکر لوگ سمجھ جائیں کہ
انما خرج زائرا للبيت ومعظما له (صفحہ ۲۰۰ جلد ۲)	آپ صرف حرم محترم کی زیارت و تعظیم بیت اللہ کے قصد سے تشریف لائے ہیں۔

شبلی صاحب اس میں اتنا اور اضافہ فرماتے ہیں۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ کا ارادہ کیا اور اس غرض سے کہ قریش کو کوئی احتمال نہ ہو۔ عمرہ کا احرام باندھا۔ قربانی کے اونٹ ساتھ لیے۔ یہ بھی حکم دیا کہ کوئی شخص ہتیار باندھ کر نہ آئے۔ صرف تلوار۔ جو عرب میں سفر کا ضروری آلہ سمجھی جاتی ہے۔ پاس رکھ لی جائے۔ اس میں بھی یہ شرط ہے کہ نیام میں بند ہو۔ سیرۃ النبی ص ۴۲۹ ج ۱۔

اس حزم و احتیاط کے ساتھ موکب رسالت یکم ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی زیارت کو روانہ ہوا۔ چودہ سو (۱۴۰۰) معتقدین کی جماعت رکاب میں حاضر تھی۔ ذوالحلیفہ میں پہونچکر۔ جو مدینہ کی منزل میقات تھی۔ تمام اونٹوں کی گردنوں میں قربانی کی نشانیاں لٹکا دی گئیں۔ یہ نشانیاں کیا تھیں؟ چھوٹے چھوٹے لوہے کے ٹکڑے تھے۔ جو تاگوں میں باندھ کر اونٹوں کے گلوں میں لٹکا دیئے گیے۔ اور یہی ہدی کے اونٹ ہونے کی علامت خاص تھی یہ اونٹ اگر گم ہو جاتا تھا۔ یہانتک کہ اگر کسی دوسری جگہہ یا کسی دوسرے شخص کے پاس چلا جاتا تھا۔ تو وہ شخص علامت قربانی دیکھکر اوسکو اپنے کسی مصرف میں نہیں لاتا تھا۔ نہ کھاتا تھا۔ نہ سواری میں لاتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید احتیاط کے خیال سے قبیلہ خزاعہ کے ایک جاسوس کو قریش کے قصد و ارادہ کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ ذوالحلیفہ سے اوٹھکر لشکر اسلام چشمہ اشتقاط پر۔ جو حدیبیہ سے قریب اور مقابل میں۔ واقع تھا۔ خیمہ زن ہوا۔ بنی خزاعہ کا جاسوس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ قریش نے تمام قبائل عرب کو سازش میں لا کر اس امر پر اتفاق کر لیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کو مکہ میں نہ آنے دیں۔

یہہ خبر بالکل صحیح تھی اور فی الواقع۔ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ کی خبر پاتے ہی جمعیت عظیم

کے ساتھ جنگ وپیکار پر طیار بیٹھے تھے۔ اور ایک جمعیت کو خالد ابن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کی ماتحتی مین مقدمۃ الجیش بنا کر طلیعہ کے طور پر لشکر اسلام کی سُراغ رسانی کی غرض سے بھیج چکے تھے۔ قریش کی یہہ جمعیت غمیم تک پہونچ چکی تھی۔ اور خاص لشکر قریش کی چھاؤنی مقام بلاح مین قائم تھی۔

مقام حدیبیہ مین نزول رسالت اور صحابہ سے مشورت

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کی طیاریون کی خبر ملی تو آپ ایک غیر متعارف راہ سے کترا کر مقام حدیبیہ مین پہونچ گئے۔ یہان صرف ایک کنوان تھا جو چودہ سو آدمیون کی جمعیت کو صرف ایکبار سے زیادہ پانی نپلا سکا۔ خالد بن ولید نے۔ مقام غمیم سے پوشیدہ آکر قریش کو مکہ مین آنحضرت صلعم کے حدیبیہ مین اوترنے کی خبر پہونچا دی۔ کمال عاقبت بینی اور مآل اندیشی کے خیال سے آپنے حدیبیہ سے آگے بڑھنے کا قصد نفرمایا۔ صحابہ سے مشورت فرمائی۔ مواہب لدنیہ کی عبارت سے الفاظ استفسار یہہ تھے۔

اشیروا علی۔ ایہا الناس اترون ان امیل الی عیالهم وذراری هولاء الذین یریدون ان یصدونا عن البیت وغیرہ

لوگو اب تمھاری کیا رائے ہوتی ہے۔ کیا تم لوگ اپنے اہل بچون کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہو۔ اسلیے کہ یہہ لوگ تمھین بیت محترم مین جانے سے ضرور روکین گے۔

مجمع مین حضرت ابوبکر بول اوٹھے۔

یا رسول اللہ خرجت عامدا لهذا البیت لا ترید قتل احد ولا حرب احد فتوجه له فمن صدناه

یا رسول اللہ صلعم۔ ہم تو زیارت بیت محترم کے قصد سے باہر نکلے ہیں نہ کسی کو قتل کرنے کا ارادہ ہے اور نہ کسی سے لڑنے کا قصد ہے۔ آپ خانہ کعبہ کی طرف چلے چلین۔ جو ہماری راہ روکیگا ہم اوس سے لڑین گے۔

اُنکے بعد جماعت انصار کی طرف سے۔ مقداد بن عمر۔ جو ابو الاسود کی کنیت سے زیادہ مشہور ہین اوٹھکر اظہار عقیدت کرنے لگے۔ انھون نے اس موقع پر بھی اپنی اوسی تقریر کا اعادہ کیا جس کو وہ جنگ بدر کے موقع پر عرض کر چکے تھے جسکو ہم جلد دوم مین پوری تفصیل سے لکھ چکے ہین۔

بدیل بن ورقا۔ رئیس خزاعہ کی معرفت قریش کے پاس پیغام صلح

جان نثاران اسلام کی موجودہ شان جان نثاری و وفاداری دیکھکر بھی کمال احتیاط کے خیال سے فوری پیشقدمی کا قصد نفرمایا گیا اور حدیبیہ سے آگے قدم نہ بڑھایا گیا۔ قبیلہ خزاعہ جو اسوقت تک اسلام نہین لایا تھا لیکن قدیم الایام سے یہہ قبیلہ مکہ کے نواح مین آباد تھا اور اپنی آبادی کے وقت سے قبیلہ بنی ہاشم کا حلیف تھا۔ (زرقانی ص ۲۱۵) وہی مراسم و روابط ابھی تک قائم تھے اور اسی بنا پر برابر قریش کی حرکات و سکنات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین پہونچایا کرتے تھے حسن اتفاق سے اونکا رئیس القبیلہ۔ بدیل بن ورقا۔ یہہ خبر پاکر کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آبادی سے

قریب مین مقیم ہین۔ بقصد زیارت خدمت مین حاضر ہوا۔ اور آپ کا قصد و ارادہ سُنکر عرض کرنے لگا کہ کفار قریش کا لشکر عظیم مخالفت پر تُلیا رہے۔ وہ آپ کو مکہ جانے نہین دیگا۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ تم میری طرف سے بطور سفارت قریش کے پاس جاؤ اور کہدو کہ ہم صرف زیارت کعبہ کے قصد سے آئے ہین۔ ہمکو تم سے جنگ و پیکار کرنا ذرا بھی منظور نہین ہے۔ اگر تم لوگ اپنی موجودہ حالتون کے متعلق۔ جنگ و پیکار کے موجودہ سامان و ارادہ سے قطع نظر کرکے میری تجویز و صلاح سے کام لینا چاہو۔ تو مین تمکو یہی راے دونگا۔ کہ مختلف معرکہاے جنگ مین متواتر شکست کھانے اور ہزیمت اوٹھانے سے تمھاری حالتین اس قابل نہین رہی ہین کہ تم کسی فوری جنگ کا ارادہ کرسکو۔ اس لیئے بہتر یہہ ہے کہ تم ایک مُدت مقررہ تک میرے ساتھ مصالحت قائم کرلو۔ اور عرب کے دیگر قوم و قبائل کو چھوڑ دو۔ ہم اور وہ آپس مین تصفیہ کرلین گے۔ اگر قریش میری اس صلاح سے اتفاق نکرین گے اور ان شرایط پر راضی نہون گے۔ تو خدا کی قسم۔ جس کے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے۔ وہ جان لین اور سمجھ رکھین کہ جبتک میری گردن پر میرا سر باقی رہے گا۔ مین اون سے لڑتا رہونگا۔ یہانتک کہ خداوند عالم کو ہمارے اونکے جو فیصلہ کرنا منظور ہوگا وہ کردے گا۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ۔ پروردگارا۔ تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان کشود کار فرما کیونکہ تو ہی سب سے بہتر کشود کار فرمانے والا ہے۔

بدیل خدمت رسالت سے یہہ پیغام مصالحت لیکر قریش کے پاس آیا۔ اتفاق سے تمام عماید و اکابر قریش حرم مین جلسہ جماے بیٹھے تھے۔ بدیل نے اونکو مخاطب کرکے کہا کہ مین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پیغام لیکر آیا ہون اگر آپ لوگ سُننا چاہین تو مین سنا دون۔ یہہ سنکر چند شریر الطبع اور فتنہ جو بول اوٹھے کہ ہمکو اونکے کسی نامہ و پیام سُننے کی کوئی ضرورت نہین ہے۔ لیکن اکثر معتدل مزاج مشرکین کہنے لگے۔ کچھ مضائقہ نہین۔ بدیل کہو۔ کیا پیام لائے ہو۔ بدیل نے لفظاً لفظاً آنحضرت صلعم کا پیام کہہ سُنایا۔ **عروہ ابن مسعود ثقفی**۔ جو اُمراے قریش مین اسوقت سب سے زیادہ کبیر السن اور تجربہ کار تھا۔ پیام مبارک اور شرایط صلح کو سُنکر اوٹھکھڑا ہوا۔ اور قریش کے تمام مجمع کو مخاطب کرکے کہنے لگا کہ کیا تم لوگ سن و سال اور تجربہ و کمال کے لحاظ سے میرے بچّون کے برابر نہین ہو۔ اور مین تمھارے باپ کے ہمسن نہین ہون سب نے کہا ہان۔ ہم مین سے کسی کو تمھاری عظمت و بزرگی اور عقل و دانشمندی مین عذر نہین۔ عُروہ بولا۔ تمکو میری طرف سے کسی سازش یا کسی قسم کی اثر پذیری وغیرہ کا گمان تو نہین۔ سب نے کہا۔ کبھی نہین۔ عُروہ نے کہا۔ تو مین تم سے کہتا ہون کہ محمد نے جو شرطین پیش کی ہین وہ سب معقول ہین۔ اچھا تو بدیل کی طرح اپنا پیامبر بناکر تم لوگ مجھکو اُن کے پاس بھیجدو مین جاتا ہون اور محمد سے ملکر بالمشافہ تمام امور طے کراتا ہون۔ تمام قریش نے اسکی سفارت کو قبول کرلیا۔

بارگاہ رسالت مین عروہ سفیر قریش کی گفتگو۔

عُروہ ابن مسعود ثقفی مکہ سے حدیبیہ مین آیا۔ اور بارگاہ رسالت مین باریاب ہوکر عرض کرنیلگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھوڑی دیر کے لیے ہم اسکو مان لیتے ہین کہ تم نے تمام افراد قریش کا کامل استیصال کردیا۔ لیکن یاد رکھو۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ۔ یہہ مثال بھی تمھارے ساتھ ہمیشہ کے لیے قائم ہوجائیگی کہ تم نے اپنی قوم وقبیلہ کو اپنے ہی ہاتھون سے تباہ وبرباد کرڈالا۔ اور اگر جنگ دوسرا رُخ بدلے۔ اسکے خلاف نتیجہ معرض ظہور مین آیا تو یہہ چند اوُباش جو تمھارے گردوپیش جمع ہین آناً فاناً۔ ذرہاے ریگ کی طرح ہوامین اوڑ جائین گے۔ زرقانی کی زبانی عُروہ کے یہہ آخرا لفاظ تھے۔

وانی لاری اشوابا یعنی اخلاط من الناس۔ خلیقا ان یفروا عنك ویدعوك۔ ویروی اوباشا بتقدیم الواو علی الباء الموحدۃ۔ اشوابا الاخلاط من انواع شتی والاوباش الاخلاط من السفلۃ (صفحہ ۲۱۰ جلد دوم مصر)

مین آپکے اشواب یعنی ہرقسم کے آدمیون کا مخلوط گروہ وانبوہ دیکھتا ہون یہہ آپکو چھوڑکر بھاگ جائینگے اور آپ اُنھین بلاتے رہجائینگے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ اشواب کی جگہہ وباش کہا تھا حرف بے پر واؤ کی تقدیم کے ساتھ) اشواب قسم قسم کے لوگون کے خلط ملط کو کہتے ہین اور اوباش چھوٹے درجہ کے لوگون کی جماعت کو کہتے ہین۔

عُروہ کا یہہ کلام سنکر حضرت ابوبکر کو سخت غصہ آگیا۔ یہان تک کہ عروہ کو بہت بے نقط سُنائی۔ شبلی صاحب لکھتے ہین:

عروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یہہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ابوبکر۔ عروہ نے کہا مین انکی سخت کلامی کا جواب دیتا۔ لیکن انکا ایک احسان میری گردن پر ہے۔ جسکا بدلہ۔ مین ابھی تک ادا نہین کرسکا۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۳۱ [۱]

عروہ پوری آزادی اور بے تکلفی سے مقابل بیٹھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باتین کررہا تھا اور عرب کے

---

[۱] حضرت ابوبکر نے عروہ سے جو سخت کلامی کی تھی اوسکے الفاظ باتفاق مورخین ومحدثین یہہ تھے امصص بظر اللات اس کلمہ کی شرح مین زرقانی لکھتے ہین۔ قال العلماء ھذا مبالغۃ من ابی بکر فی سب عروۃ فانہ اقام معبود عروۃ وھو صنمہ مقام امہ علما کہتے ہین کہ ابوبکر نے عروہ کے گالی دینے مین بہت مبالغہ کیا۔ اور اوسکی مان کی بجاے عروہ کے معبود کا نام لیا۔ پھر زرقانی امام قسطلانی کے اس قول کی شرح مین لکھتے ہین۔ لان عادۃ العرب بذلك للفظ الام فاراد لہ الصدیق باللات فنزلہ منزلۃ امرأۃ تحقیرا لمعبودہ عرب کی عادت تھی کہ اس کلمہ سب وشتم کو مان کی طرف مخاطب کرتے تھے۔ ابوبکر نے مانکی جگہہ اوسکے معبود کی طرف اوسکو منسوب کیا کہ اوس کے معبود کی تحقیر ہو الفاظ سب وشتم تو معلوم ہوے۔ اوسکے معنی کیا ہوے۔ اوسکے اُردو ترجمہ مین اگرچہ تہذیب مانع ہے۔ لیکن قدیم مورخین ومحدثین ہونیکی طرح ہم کو بھی مؤلف ہونیکے فرائض سے مجبوری ہے۔ اسلیے محدث شیرازی حافظ جمال الدین صاحب روضۃ الاحباب نے اس کلمہ دشنام کے جو معنی بتلائے ہین اور اپنی عبارت خاص مین لکھتے ہین ہم اوسکو ذیل مین نقل کیے دیتے ہین۔ کلمہ دشنامی است وامصص بظر اللات مصص رلیدن است ونظر قطعہ ایست کہ بعد از ختنہ کردن زن در فرج او باقی می ماند۔

روضۃ الاحباب ص ۳۵۱ مطبوعہ لکھنؤ قریب قریب یہی عبارت شرح زرقانی جلد دوم ص ۲۱۹ مطبوعہ مصر مین بھی مرقوم ہے۔ ہم نے فارسی ہی عبارت پر اکتفا کردی۔ اُردو ترجمہ سے ناظرین خود معنی لگاکر اندازہ کرلین کہ حضرت صدیق اکبر کی زبان سے یہہ کلمہ کس قدر پُرلطف اور خوش ذائقہ معلوم ہوا ہوگا مؤلف عفی عنہ۔

قدیم دستور کے مطابق کہ متکلم باتین کرتے وقت مخاطب کی ڈاڑھی پکڑ لیا کرتا ہے۔ ریش مبارک پر بار بار ہاتھ ڈالتا تھا مغیرہ ابن شعبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر ہتیار باندنے کھڑا تھا۔ اور وہ ان حرکات کو داب رسالت کے خلاف سمجھکر کہنے لگا۔ عُروہ۔ اپنا ہاتھ ریش مبارک سے ہٹالے۔ ورنہ۔ ابکی بار تیرا ہاتھ ٹوٹ کر بجائیگا۔ عُروہ نے مغیرہ کی طرف دیکھکر کہا۔ اے مکار۔ کیا تیری موجودہ مکاری کی حالت مین بھی۔ مین تیرا کام نہین چلا رہا ہون لہ

عُروہ۔ سفیر قریش کی واپسی ورقریش سے گفتگو

حضرت ابوبکر اور مغیرہ کے اظہار عقیدت کے علاوہ۔ عُروہ۔ اثنائے گفتگو مین تمام صحابہ کی شان وفاداری اور انداز جان نثاری کو اپنی آنکھون سے دیکھتا رہا۔ اور آداب رسالت اور محاسن عقیدت کے تعجب انگیز اور حیرت خیز اثر لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت اور مسلمانون کی جماعت سے رخصت ہوا۔ مکہ مین قریش کے پاس آیا۔ اور بڑی آزادی سے صاف صاف لفظون مین تمام صنادید قریش کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

تم لوگون کو معلوم ہے کہ مین نے شاہان روم۔ کجکلاہان فارس اور ملوک حبشہ کے بڑے بڑے دربار دیکھے ہین۔ اونکی تہذیب۔ تمدن۔ اخلاق۔ معاشرت۔ اور عقیدت کو متعدد اور متواتر بار مشاہدہ کیا ہے۔ لیکن تم یقین جانو۔ مین اسوقت اوس صحبت اور اوس بارگاہ سے چلا آرہا ہون۔ جسکی تہذیب۔ شائستگی اور حُسن عقیدت کی مثال سے سلاطین کے دربار بالکل خالی ہین۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باتین کرنے لگتے ہین۔ توسب کے سب ہمہ تن تصویر بنکر چپ چپ سُنا کرتے ہین۔ کچھ عرض کرنے لگتے ہین توافراط ادب سے سلسلۂ کلام مین کبھی اپنی صدا کو آنحضرت کی آواز سے بلند ہونے نہین دیتے۔ کوئی شخص اون سے نظر اوٹھا کر یا آنکھین ملا کر باتین کرنیکی جرأت نہین کرسکتا۔ ایک کو حکم دیتے ہین تو تعمیل کے لیے سو ٹوٹ پڑتے ہین۔ وضو کرتے ہین تو پانی کا قطرہ قطرہ تبرک بنکر رفقا مین تقسیم ہوجاتا ہے۔ بلغم یا تھوک گرتا ہے تو عقیدتمند ہاتھون ہاتھ لیکر روی و محاسن کا غازہ بنا لیتے ہین۔ اس لیے میری صلاح یہی ہے کہ جو شرائطوہ پیش کرین۔ اون سے مصالحت کرلیجائے۔ ملک و قوم کی اسی مین بھلائی ہے ورنہ

لہ عروہ کے اس قول وخطاب کی شرح کیلیے طویل تفصیل کی ضرورت ہے جو مفصل طور پر تمام محدثین ومورخین نے اپنے اپنے تالیفات وتصنیفات مین درج فرمائی ہے۔ جسکا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔ مختصراً عروہ کے دونو اقوال کی شرح یہ ہے حضرت ابوبکر کے حسن احسان کی طرف عُروہ نے اشارہ کیا اوسکی تفصیل یہہ ہے کہ ایام جہالت مین عُروہ پر کسی کا قرض تھا اوسکی ضمانت وذمہ داری حضرت ابوبکر نے اپنے ذمے لے لی تھی۔ اور عُروہ ابھی تک ادا وسکو ادا نکرسکا تھا۔ زرقانی جلد دوم ص ۲۲۲ مصر۔ مغیرہ کے متعلق یہہ قصہ ہے کہ ایام جہالت مین مغیرہ نے محض دغا سے تیرہ ۱۳ آدمیون کو قتل کرڈالا تھا جنکی دیت عُروہ کو مغیرہ کی طرف سے دینی ہوئی تھی۔ وہ رقم مغیرہ نے آجتک عروہ کو واپس نہین دی تھی۔ اس سے زیادہ تفصیل روضۃ الاحباب ص ۳۵۳ مطبوعہ لکھنؤ مین قلمبند ہے۔ المولف احقر اولاد حیدر عفی عنہ

جس لشکر کو مین اون کے ساتھ دیکھ آیا ہون وہ ایسا ہی ہے کہ جنگ و مقابلہ سے کبھی موتھ نہ پھیرین گے۔ تاوقتیکہ سب کے سب اپنے گلے نہ کٹوالین۔ یا تمھارے گلے کاٹ کر تم پر غالب آئین۔ زرقانی جلد دوم ص ۲۲۲ مطبوعہ مصر روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنؤ ۳۵۳۔

عروہ کی تقریر کا جلیس۔ رئیس قبیلہ حبشہ پر اثر اور اوسکی دربار رسالت مین سفارت

عُروہ بن مسعود ثقفی کی یہہ تقریر سنکر قریش کے مجمع مین سناٹا ہو گیا۔ عُروہ کے مشاہدات کے خلاف کسی کی زبان نہ کُھلی۔ عُروہ کی تقریر نے **جلیس**۔ جو قبیلہ احابیش[۵] (حبشیون) کا رئیس تھا۔ اور اُسوقت قریش کی طلبی پر اپنی فوج کثیر لیکر مکہ مین مقیم تھا۔ بڑی تاثیر کی۔ وہ ایکبار اوٹھکھڑا ہوا اور تمام مجمع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ عُروہ تو دیکھ آئے۔ اب آپ لوگ ہمین بھی دیکھ آنے دین۔ سب نے جلیس کو اجازت دیدی۔ جلیس وہان سے چلا۔ جب قافلہ اسلام کے پاس پہونچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکو دُور سے آتے دیکھکر صحابہ سے ارشاد کیا کہ اسوقت ہماری طرف اوس قوم کا آدمی آرہا ہے جو مراسم قربانی کو بڑی تعظیم کی نگاہون سے دیکھتے ہین۔ امام قسطلانی لکھتے ہین۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذا فلان وھو من قوم یعظمون البدن فابعثوھا لہ فبعثوھا لیعتبر بروۂ ویتحقق انھم لم یریدوا حربا فیعیبھم علی دخول مکۃ لنسکھم واستقبلہ الناس یلبون

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ یہہ فلان شخص ہے (نام لیکر) اور اوس قوم کا آدمی ہے جو اشیاے قربانی کی بڑی تعظیم کرتے ہین پس ان پر اثر ڈالو۔ یہہ سنکر تمام لوگون نے قربانی کے اونٹون کو یکجا کھڑا کر دیا تاکہ وہ دیکھ لے اور تحقیق کر لے کہ جماعت اسلام کا ارادہ مکہ کے داخلہ سے سوائے مناسکات قربانی بجالانے کی کچھ اور نہین ہے۔ پھر سب نے ملکر اوسکا استقبال کیا اور لبیک کہی۔

جماعت مسلمان کے یہہ سامان اور عنوان دیکھکر وہ متحیر ہو گیا۔ اور مسلمانون کی سلیقہ شعاری اور دینداری سے موثر ہوکر آبدیدہ ہوا اور بیساختہ پکار اوٹھا۔ ھلکت قریش برب الکعبۃ خداے کعبہ کی قسم۔ قوم قریش ہلاک ہو گئی۔

جلیس کی واپسی اور قریش پر اوس کی تقریر کا اثر

یہہ کہکر اوس نے اپنی رائے کا یون اظہار کیا کہ یہہ لوگ (مسلمان) تو سوائے عمرہ و زیارت کعبہ کے اور کسی قصد و ارادہ سے نہین آئے ہین۔ یہہ کہا اور اولٹے پاؤن پھرا اور اکابر و عمائد قریش کے

---

۵ قبائل حبشہ کے نام سے اکثر ناظرین کو یہہ غلط فہمی واقع ہوتی ہے کہ حبشہ کے لوگ (حبشی) مکہ مین کہان سے آگئے؟ انکی اطلاع و اطمینان کیلیے روضۃ الاحباب کی یہہ تشریح کافی ہے۔

الاحابیش جمع احبوش وھم بنو الحرث بن خزیمۃ بن مدرکۃ وبنو الحارث بن عبد مناف بن کنانۃ وبنو المصطلق من خزاعۃ کانوا حلفاء بنی قریش تحت جبل یقال لہ الحبشی فی اسفل مکۃ وقیل سموا بذلک لتحبشھم والتحبش التجمع والحباشۃ الجماعۃ (کما فی شرح ابن حجر)

احابیش احبوش کی جمع ہے اور احبوش قبائل بنو خزیمہ بن مدرکہ اور بنو الحارث بن عبد مناف بن کنانہ اور بنو المصطلق جو خزاعہ کی شاخ ہین نام ہین اور انکی وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ یہہ لوگ اپنی جماعت کیساتھ قوم قریش سے معاہدہ کرنیکے لیے اوس پہاڑ کے نیچے جمع ہوئے تھے جسکا نام حبشی تھا اور جو پائین مکہ کی طرف واقع ہے۔ بعضون نے وجہ تسمیہ بتلائی ہے کہ یہہ اپنی جماعت کثیر ہونیکی وجہ سے احابیش کہلائے کیونکہ لغت عرب مین تحبش کے معنی جمع کثیر کے اور حباشہ کے معنی جماعت کے لئے ہین۔ روضہ ص ۳۴۹

مجمع میں واپس آکر کہنے لگا۔

امام قسطلانی نے اوسکی تقریر کے یہہ الفاظ لکھے ہیں۔

رأیت البدن قد قلدت واسعرت بما اری ان تصدوا عن البیت	میں تو اون لوگوں کی قربانی کے جانور اور اون میں علامات قربانی لٹکی ہوئی دیکھ آیا۔ ایسی حالت میں تم انہیں بیت اللہ میں داخل ہونے کیلئے روک سکتے ہو

قریش نے اوسے مغرورانہ لہجہ میں ڈانٹ کر کہا۔

اجلس فانما انت اعرابی لا علم لہ	بیٹھ جا۔ تو صحرائی عرب ہے۔ تو کیا جانے۔

جلیس بھی آخر عرب تھا۔ یہہ تحقیرانہ ڈانٹ سُنکر چراغ پا ہوگیا۔ قریش کے بھرے مجمع کو مخاطب کر کے باآواز بلند کہنے لگا۔

یا معشر قریش واللہ ما علی حالفنا کم ولا علی ھذا عاھدنا کم ایصد عن بیت اللہ من جاء معظما لہ والذی نفس الحلیس بیدہ لتخلن بین محمد وبین ما جاء لہ او لانفرن بالاحابیش نفرۃ رجل واحد فقالوا لہ اکفف عنا یا جلیس حتی تاخذ لانفسنا ما ترضی بہ	اے گروہ قریش ہم نے اس امر پر تم سے عہد و پیمان نہیں کیا ہے اور نہ اسلیے تمہارا ساتھ دیا ہے کہ جو شخص زیارت خانہ کعبہ کے قصد سے آئے اوسے آنے سے منع کیا جاوے۔ اوس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں جلیس کی جان ہے۔ اگر تم لوگوں نے محمدؐ کو اون کے رفقا کے ساتھ اجازت نہیں دی کہ وہ زیارت کعبہ سے مشرف ہوں تو میں ابھی ابھی ایک ایک کر کے تمام افراد قوم احابیش کو لیکر چلا جاؤنگا۔

زرقانی شرح مواہب لدنیہ ۲۳۲ ج ۲

یہہ سنکر قریش سمجھ گیے بُرا ہُوا۔ منت و سماجت کر کے اوسکی کسی نہ کسی طرح تشفی و تسکین کر دی اور سمجھا دیا کہ اس معاملہ کو ہمارے استصواب رآے پر چھوڑ دو۔ ہم خود اپنی تجویز و صلاح سے اون کے (محمد صلعم) ساتھ صلح کر لینگے۔

تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے یہہ واقعہ کا واقعہ چھوڑ دیا۔ نہیں معلوم کیا مصلحت سمجھی گئی۔

قریش کے پاس اسلام کا بارِ دیگر پیام صلح

چونکہ عروہ کی رسالت کا کوئی نتیجہ ابتک معلوم نہیں ہوا تھا۔ اس لیے جناب سالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے **خراش بن اُمیہ** کو اپنا خاص اونٹ ثعلب نامی دیکر اپنی طرف سے بغرض استفسار قریش کے پاس بھیجا۔ کوئی حالت۔ کوئی طریقہ اور انداز نہ اختیار کیا جاوے۔ قریش کی شقاوت اسلام کی طرف سے کم ہونے والی نہیں تھی۔ خراش کے پہونچتے ہی قریش اکیبار اوس پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے اوسکے اونٹ کو ٹکڑے بوٹی کر ڈالا اور قریب تھا کہ خراش کے بھی پُرزے پرزے اوڑا دیے جائیں لیکن قوم احابیش نے بیچ بچاؤ کر کے بچا لیا اور یہہ غریب اپنی جان لیکر بھاگ آیا۔

کفر و اسلام کے اخلاق کی بینظیر مثال

قریش نے ان ظالمانہ حرکتوں سے اہل اسلام کو مرعوب کرنا چاہا تھا۔ مدعا یہہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپکے رفقا خائف ہوکر ناکامیاب واپس جائیں لیکن اب یہہ حال تھا۔ اہل اسلام کو

قریش پر غلبہ حاصل ہوچکا تھا۔ وہ قریش کو شکست دیکر متعدد معرکون مین اونکی تاب و طاقت کو آزما چکے تھے۔ پھر اُن سے کیا ڈرتے اور کب دبتے۔

مزید شقاوت اور دہشت انگیزی کے قصد سے قریش نے خفیہ طور پر پچاس تیر انداز جوانون کا ایک دستہ قافلہ اسلام پر تیر باری کیلیے بھیجدیا لیکن اتفاقاً سب کے سب گرفتار کریئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر کئے گئے۔ اگرچہ ان خطاکارون کی خطاؤ جرم بالکل کُھلے تھے اور صاف اور ایسے تھے کہ کسی طرح عفو کے قابل نہین تھے لیکن رحمت عالم اور خلق مجسم نے قبل از ارتکاب جرم مجرمین کی سزا دہی کو انصاف رسالت کے خلاف اور مصلحت وقت کے منافی سمجھا اور سب کو چھوڑدیا۔ خدا کی قدرت۔ جو لوگ خائف کرنے آئے تھے وہ خود خائف ہوکر جدہر سے آئے تھے اودہر واپس گیے۔ قرآن مجید مین اسی واقعہ کی طرف اشارت کی گئی ہے۔

هُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم	وہ وہی خدا ہے جس نے مکہ مین دنوکون کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ
بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ	اون سے روک دیئے بعد اسکے کہ تم کو اون پر قابو دیدیا تھا۔

قریش کے پاس تیسری بار پیام صلح حضرت عمرؓ کے اعماض پر حضرت عثمانؓ کا ارسال

نہ عُروہ کے معاملہ کا نتیجہ نکلا اور نہ حلیس کے مشاہدہ کا فایدہ۔ خراش ابن اُمیہ کا ارسال بھی مفید کار نہُوا۔ بالآخر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو قریش کے پاس تنقیح حالات کی غرض سے بھیجنا چاہا مگر اونھون نے صاف انکار کردیا۔ ابن ہشام لکھتے ہین:۔

دعا عمر ابن الخطاب لیبعثہ الی مکۃ فیبلغ عنہ	جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب کو اسلیے
اشراف قریش ما جاء لہ فقال یا رسول اللہ انی	بلایا کہ اونکو اشراف قریش کے پاس بھیجین اور پیام صلح دین حضرت عمر
اخاف قریشا علی نفسی ولیس بمکۃ من بنی عدی	بولے۔ یا رسول اللہ مجھکو قریش کی طرف سے اپنی جان کا خوف ہے اور
بن کعب احد یعنی وقد عرفت قریش عداوتی	اسوقت میرے قبیلہ عدی بن کعب کا کوئی آدمی مکہ مین نہین ہے جو میری
ایاھا وغلظتی علیھا ولکنی ادلک علی رجل اعز بھا	اعانت کرے۔ قریش کے ساتھ میری سختی و عداوت بھی ظاہر ہے لیکن ایسے
منی عثمان بن عفان صـ ۱۸۲ مصر دوم	زیادہ معزز آدمی اس کام کیلیے آپکو بتلائے دیتا ہون جو عثمان بن عفان ہین۔

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنکے اغماض کا کیا جواب دیتے خموش رہگیے۔ اُنکے کہنے کے مطابق حضرت عثمان بلائے گیے۔ سب امور کہکر وہ بھیجے گیے۔ یہہ بھی اپنے ایک عزیز خاندان ابان بن سعید کی حمایت و ضمانت مین ہوکر مکہ پہونچے اور ابوسفیان وغیرہم اکابر و عمائد قریش سے ملکر جناب سرور کائنات صلعم کا پیام پہونچایا۔

حضرت عثمانؓ اور قریش سے گفتگو تاریخ ابن الوردی مین ہے

ثم دعا رسول اللہ عمر بن الخطاب لیبعثہ الی قریش	پیغمبر صاحب نے حضرت عمر سے فرمایا کہ تم جاکر قریش کو مطلع کردو کہ ہملوگ

یعلمهم انه لم یات بحرب وانما جاء زائرا فخاف هم عمر فبعث صلعم عثمان بن عفان الی ابوسفیان واشراف قریش فعرفهم ذلك فقالوا ان احببت ان تطوف فطف فقال ما كنت لافعله حتی یطوف رسول الله صلعم فحبسوه وبلغ رسول الله صلعم ان عثمان قتل فقال لا نبرح حتی نناجز القوم ودعا صلعم الی بیعة الرضوان تحت الشجرة۔

لڑنیکے قصد سے نہین آئے ہین۔ بلکہ زیارت کعبہ کے قصد سے آئے ہین حضرت عمر قریش سے خائف ہوئے پیغمبر صاحب نے حضرت عثمان کو ابوسفیان وغیرہ کے پاس بھیجا چنانچہ حضرت عثمان نے جاکر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہونچایا اونھون نے کہا کہ اگر تم خود طواف کرنا چاہتے ہو تو کرو حضرت عثمان نے کہا مین بغیر رسول اللہ صلعم کے ایسا نہین کرسکتا۔ یہ سنکر کفار قریش نے اونکو قید کرلیا۔ یہان رسول مقبول صلعم کو یہ خبر پہونچی کہ عثمان قتل کردئے گئے پیغمبر صاحب نے کہا کہ اب ہم اس قوم سے بغیر مقابلہ کیے نہین رہ سکتے پس آنحضرت صلعم نے سب لوگون کو زیر درخت بیعت رضوان کیلیے طلب فرمایا[۱]

بیعت رضوان!　　تاریخ طبری مین ہے

بیعت تحت الشجرۃ　　عن سلمۃ ابن الاکوع

قال نادی بمنادی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایها الناس البیعة البیعة نزل روح القدس فاتنا الی رسول اللہ صلعم وهو تحت شجرة سمرة فبایعناه

سلمہ ابن الاکوع کہتے ہین کہ منادی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ندا کی کہ ایہا الناس حکم خدا آیا ہے کہ بیعت کے لیے حاضر آؤ یہ سنکر ہم لوگ آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلعم درخت سمرہ کے نیچے تشریف فرما تھے۔ ہم سب نے بیعت نبوی کا شرف حاصل کیا۔

تاریخ ابن ہشام مین ہے:۔

حدثنی عبد اللہ بن ابوبکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال حین بلغہ ان عثمان قد قتل

عبد اللہ بن ابی بکر سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عثمان کے قتل ہونیکی خبر پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ مین عثمان کے خون کا بدلہ

---

[۱] شبلی صاحب کی موقع شناسی کا کیا کہنا اس واقعہ (ارسال حضرت عثمان) کی ابتدا یون فرمائی گئی ہے۔ بالآخر آپ نے گفتگوے صلح کیلیے حضرت عمر کو انتخاب ۔۔۔ مذکورہ بالا دونون عربی ماخذون کی عبارتون سے ثابت ہوگیا ہے کہ بدیل کے بعد جتنے لوگ بھیجے گئے وہ صرف تحقیق حال کی غرض سے اس بنا پر رسول اللہ صلعم کی ان سفارتونکو آپ زیادہ سے زیادہ پیام صلح سے تعبیر فرماسکتے ہین تعیین صلح ۔ یا تصفیہ و تقرر شرائط مصالحت نہین کہہ سکتے اور یہ جناب کی گفتگوے مصالحت کی غرض سے تجویز کی گئی تھی لیکن آپ نے حضرت عمر کی اہمیت اور شخصیت بڑھانیکی خاص ضرورت سے اتنی قلم آرائی فرمائی ہے۔ جو بالکل خلاف واقع اور مخالف عبارت ماخذ تاریخی ہے! افسوس ہے کہ جس منصب سے آپنے حضرت عمر کی اہمیت بڑھانی چاہی وہ خود حضرت عمر کو پسند نہ آئی۔ اور جناب موصوف نے اوس منصب کی قبولیت سے خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے انکار صاف کردیا۔ تو پھر آپکی اس تحصیل حاصل سے کیا فائدہ ہوا حضرت عمر شرائط صلح طے کرتے جاتے ہون یا کفار اسلام کی تحقیق حال کیلیے بھیجے جاتے ہون۔ اس سے بحث نہین جب یہ تاریخون سے مسلم ہے کہ انھون نے اس منصب کی قبولیت سے انکار کردیا اور آپ بھی اپنے ان لفظون مین تسلیم کرچکے ہین کہ انھون نے معذرت کی۔ تو جب گفتگوے صلح کے منصب کو نہ انھون نے قبول کیا اور نہ وہان تشریف لے گیے۔ تو پھر اسکا اظہار ہی محض بیکار ہے۔

بہر رنگیکہ خواہی جامہ می پوش　　من انداز قدت را می شناسم

المولف عفی عنہ

لا نبرح حتی ساجر القوم ودعا رسول اللہ صلعم الی البیعۃ فکانت بیعۃ الرضوان تحت الشجرۃ فکان الناس یقولون بایعھم رسول اللہ صلعم علی الموت وکان جابر بن عبد اللہ یقول ان رسول اللہ صلعم لم یبایعنا علی الموت لکن بایعنا علی ان لا نفر فبایع رسول اللہ صلعم الناس ولم یتخلف عنہ احد من المسلمین حضرھا الا الجد بن القیس اخو بنی سلمۃ فکان جابر بن عبد اللہ یقول واللہ لکانی انظر الیہ لاصقا بابط ناقتہ قد ضبا الیھا یستتر بھا من الناس ثم اتی رسول اللہ صلعم ان الذی ذکر من امر عثمان باطل

لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسکے بعد آپنے تمام لوگوں کو بیعت کیلیے ایک درخت کے نیچے بلایا اور لوگوں نے آپ سے مرجانیکی شرط پر بیعت نہیں کی تھی۔ بلکہ اس شرط پر بیعت کی تھی کہ لڑائی سے نہیں بھاگیں گے۔ چنانچہ سوائے جد بن قیس کے موجودہ مسلمانوں میں سے کوئی فرد واحد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شرط بیعت سے روگردان نہیں ہوا۔ جابر ابن عبد اللہ کہتے ہیں کہ گویا میں اسکو دیکھ رہا ہوں کہ وہ (جد بن قیس) اپنی بغل میں لیے اپنے اونٹ سے اوترا۔ جسکے دونو لب لٹکے ہوئے تھے۔ لوگوں سے چھپکر آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کی کہ قتل عثمان کی خبر غلط ہے۔ ص ۱۷۹ جلد دوم مصر۔

شبلی صاحب۔ بیعت رضوان کے متعلق یہہ تفصیل فرماتے ہیں۔

آپنے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھکر صحابہ سے جان نثاری کی بیعت لی تمام صحابہ نے جنمیں زن و مرد سب شامل تھے۔ ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دست مبارک پر جان نثاری کا عہد کیا۔ یہہ تاریخ اسلام کا ایک مہتم بالشان واقعہ ہے اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہے سورہ فتح میں اس بیعت اور واقعہ کا ذکر ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا

خدا مسلمانوں (کی قوموں) سے راضی تھا جبکہ وہ تیرے ہاتھوں درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ سو خدا نے جان لیا جو انلوگوں کے دلوں میں تھا تو خدا نے ان پر تسلّی نازل فرمائی اور عاجلانہ فتح دی۔

لیکن بعد کو معلوم ہوا وہ خبر (قتل عثمان) صحیح نہیں تھی۔ ص ۳۲۲ سیرۃ النبی۔

شبلی صاحب نے اسواقعہ کو مہتم بالشان واقعہ اسلام بتلایا ہے۔ اور حقیقتاً ہے بھی ایسا ہی لیکن اسوقت کے ایسا ولولہ انگیز جوش مسلمانوں میں ہمیشہ بنا رہتا تو البتہ اسکی مستقبل اہمیت پر ہمیشہ افتخار کیا جاسکتا تھا۔ واقعات تو بتلا رہے ہیں کہ یہہ جوش وخروش بالکل وقتی تھا۔ صحیح بخاری کی مفصلہ ذیل حدیث سے اس پر پوری روشنی پڑتی ہے۔

عن العلاء بن المسیب عن ابیہ قال لقیت البراء بن عازب رضی اللہ عنھما فقلت طوبی لک صحبت النبی صلعم وبایعتہ تحت الشجرۃ فقال یا ابن اخی انک لا تدری ما احدثناہ بعدہ

علاء بن مسیب اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور کہا کہ خوشا حال تمہارا کہ تم نے رسول مقبول کی صحبت اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا۔ براء نے کہا۔ اے بھتیجے یہہ بھی جانتے ہو کہ ہم لوگوں نے آنحضرت صلعم کے بعد کیا احداث کیا۔ بحوالہ تاریخ احمدی مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۳

بارگاہ رسالت میں سہیل بن عمر سفیر قریش کی آمد اور گفتگوئے صلح

بیعت رضوان بھی ہو چکی۔ اور مسلمانوں کے خلوص وعقیدت کا امتحان بھی۔ جب اس بیعت کی خبر مکہ میں پھیلی تو قریش کو بھی تشویش دامنگیر ہوئی مکرز بن حفص۔ ایک خلقی

شریر الطبع اور مفسد شخص بیعت رضوان کی حقیقت دریافت کرنیکی غرض سے جمعیت اسلام کی طرف چلا مواہب اللدنیہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسے دیکھکر فرمایا ھذا مکرز وھو رجل فاجر یہہ مکرز مرد فاجر ہے اور روضۃ الاحباب مین ہے کہ آپنے اپنے اصحاب سے کہدیا کہ یہہ دغاباز شخص ہے۔ اس سے کوئی بات نہ کرے مین خود اس سے گفتگو کرونگا لیکن قبل اسکے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچکر ہمکلام ہو کہ سہیل بن عمر آگیا اور جناب سرور محمد صلعم اوس سے مخاطب ہوگئے۔

قریش نے سہیل بن عمر کو خاص طور پر منتخب کرکے سفارت کیلیے بھیجا تھا۔ اور احتیاطاً حویطب بن عبدالعزیٰ کو اوسکے ہمراہ کردیا تھا سہیل بڑا فصیح و بلیغ مشہور تھا۔ اور زرقانی کے قول کے مطابق خطیب عرب کہا جاتا تھا ص ۲۲۳۔ قریش نے رخصت کرتے وقت کہدیا تھا کہ شرائط صلح اسی امر پر منظور کیے جائینگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر عمرہ کیے واپس جائین۔

سہیل بن عمر کو آتا دیکھکر ارشاد فرمایا کہ اس شخص کے بھیجنے سے مجھے یقین ہوگیا کہ قریش کو ہمارے ساتھ صلح منظور ہے اور روضۃ الاحباب مین ہے کہ آپنے سہیل کو آتے ہی پہچان لیا اور فرمایا سہل امرنا ہمارے کام سہل ہوگئے۔ زرقانی نے بھی ان کلمات کو ابن ابی شیبہ اور طبرانی کے اسناد سے لکھا ہے۔

قریش کے پیش کردہ شرائط صلح اور آنحضرت صلعم کی منظوری

سہیل حاضر خدمت ہوا۔ آنحضرت صلعم کی پشت مبارک پر اوسوقت سعد بن عبادہ اور بشر بن عبادہ انصاری بنظر استحفاظ ہتیار باندھے کھڑے تھے سہیل نے قریش کی طرف سے گفتگو صلح شروع کی۔ اور بیان کیا کہ آپ دس مہینون تک (یا بقولے دو برسون تک) حج و عمرہ کا قصد نکرین۔ تو فیما بین مصالحت ممکن ہے۔ ورنہ نہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے منظور کرلیا۔

اسکے بعد سہیل بن عمر اور آنحضرت صلعم کے درمیان دیر تک شرائط صلح پر گفتگو ہوتی رہی۔ یہانتک کہ جملہ شرائط فیمابین طے ہوگئے صرف کتابت رہگئی۔ مسلمانون مین حضرت عمر اس صلح کے سخت مخالف نکلے تفصیل یہہ ہے۔

حضرت عمر اور صلح حدیبیہ سے مخالفت

ابن ہشام لکھتے ہین۔

فلما انتھی سھیل بن عمر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلم فاطال الکلام وتراجعا ثم جری بینھما الصلح فلما التام الامر ولم یبق الا الکتاب وثب عمر بن الخطاب فاتی ابوبکر فقال یا ابابکر الیس برسول اللہ قال بلی قال اولسنا بالمسلمین قال بلی قال اولیسوا بالمشرکین قال بلی قال فعلام نعطی الدنیۃ فی دیننا قال ابوبکر یا عمر الزم غرزہ فانی اشھد انہ

سہیل بن عمر آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہونچگیا اور باتین شروع کین اور فیمابین دیر تک باتین رہین۔ یہان تک کہ آپس مین اتفاق رائے اور شرائط صلح بھی تجویز ہوگیے اور جملہ امور طے ہوگئے صرف اونکا قلمبند ہوتا باقی رہگیا۔ اس اثنا مین حضرت عمر بن الخطاب حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے اے ابوبکر کیا یہہ رسول اللہ نہین ہین حضرت ابوبکر نے کہا ہان ہین حضرت عمر نے پوچھا ہم لوگ مسلمان نہین ہین؟ حضرت ابوبکر نے کہا ہان ہین حضرت عمر بولے کہ وہ لوگ (قریش) مشرک نہین ہین۔ حضرت ابوبکر بولے ہان ہین حضرت عمر نے کہا ہم کیون اسوقت اپنے دین مین خست اور نقص گوارا کرین حضرت ابوبکر نے کہا۔ یہہ اعتراض نکرو مین شہادت دیتا ہون

رسول اللہ قال عمر وانا اشہد انہ رسول اللہ ثم اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یا رسول اللہ الست برسول اللہ قال بلی قال اولسنا بالمسلمین قال بلی قال اولیسوا بالمشرکین قال بلی قال فعلام نعطی الدنیۃ فی دیننا قال انا عبد اللہ ورسولہ لن اخالف امرہ ولن یضیعنی قال فکان عمر یقول ما زلت اتصدق واصوم واصلی واعتق من الذی صنعت یومئذ عن مخافۃ کلامی الذی تکلمت بہ حتی رجوت ان یکون خیرا ص ۹ ۱۷ مصر جلد دوم

کہ وہ خدا کے رسول ہیں حضرت عمر بولے میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کے رسول ہیں پھر حضرت عمر خود جناب رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ رسولخدا نہیں ہیں ارشاد ہوا۔ ہاں حضرت عمر بولے کیا ہم مسلمان نہیں ہیں ارشاد ہوا ہاں ہو حضرت عمر نے پوچھا اور یہ لوگ (قریش) مشرکین نہیں ہیں ارشاد ہوا۔ ہاں ہیں حضرت عمر نے کہا تو پھر کیوں اپنے دین میں خست و نقص گوارا کریں۔ آپنے ارشاد فرمایا سنو عمر میں خدا کا رسول بھی ہوں اور اوسکا بندہ بھی اگر میں اوسکے خلاف کروں تو وہ مجھپر عذاب نازل کریگا حضرت عمر کا بیان ہے کہ آپ اس گستاخانہ کلام کے کفارہ میں میں ہمیشہ صدقہ دیتا رہا۔ زکوٰۃ دیتا رہا روزے رکھتا رہا۔ نمازیں پڑھتا رہا۔ اور غلام آزاد کرتا رہا۔ یہانتک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ امر خیر تھا۔"

صحیح بخاری میں بھی حضرت عمر کی یہہ گفتگو درج ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر سے استفسار کا ذکر نہیں ہے بخاری کی عبارت یہہ ہے:"

قال عمر بن الخطاب فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقلت الست نبی اللہ حقا قال بلی قال قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا قال انی رسول اللہ ولست اعصیہ وھو ناصری

حضرت عمر نے فرمایا کہ روز صلح حدیبیہ میں پیغمبر صاحب سے کہا کہ آپ نبی برحق نہیں ہیں آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ ٹھیک ہے میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن ناحق پر نہیں ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ بیشک ہیں۔ تو میں نے کہا تو پھر ہم کیوں اسوقت اپنے دین میں خست و نقص گوارا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سنو میں خدا کا رسول ہوں۔ اوسکے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ وہی میرا مددگار ہے۔ بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۵۴

حدیبیہ کے مسئلہ صلح میں حضرت عمر کی مخالفت۔ شک فی النبوۃ کے درجہ تک پہونچگئی تھی جسکا اعتراف خود حضرت عمر ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

واللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ فاتیت النبی صلعم فقلت الست نبی اللہ حقا قال بلی قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت الیس قتلانا فی الجنۃ وقتلاھم فی النار قال بلی قلت فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا قال انی رسول اللہ ولست اعصیہ وھو ناصری

آج کے دن کے سوا۔ اسلام لانے کے دن سے آجتک مجھے کبھی ایسا شک نہیں ہوا تھا میں آنحضرت کی خدمت میں گیا اور کہا کیا آپ نبی برحق نہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہاں پھر میں نے کہا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں اور کیا ہمارے مقتول جنت اور اونکے مقتول دوزخ میں نہیں ہیں آپنے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا کہ پھر دین میں نقص و خست کیا معنی (یعنی آپ کیوں صلح کرتے ہیں) آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اوسکی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہ میرا معین و مددگار ہے۔ بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۵۵

ملہ ظاہر ہے کہ جب حضرت عمر یہ ین تقارب شان رسول کو ابتک نہ سمجھے تو شبلی صاحب باین تفاصل کیا سمجھتے سمجھ سمجھکے نہ سمجھیں تو پھر۔۔۔ سمجھے المولف عفی عنہ

شبلی صاحب نے خدا جانے کس مصلحت سے حضرت عمر کے اختلاف رائے کے واقعہ کو تحریر صلحنامہ کے بعد لکھا ہے۔ حالانکہ تاریخ وسیرت کیا تمام کتب حدیث کی ترتیب بیان کے بھی خلاف ہے۔

حضرت عمر کی اس بیوقت مخالفت اور بیجا تعریض نے صحابہ پر بہت بُرا اثر ڈالا جیسا کہ جلد معلوم ہوتا ہے۔

ابن ہشام اور طبری لکھتے ہین کہ حضرت عمر کی اس تقریر کے بعد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰؑ کو بلاکر صلحنامہ لکھوایا۔ تحریر صلحنامہ کے حالات تاریخ کامل ابن اثیر کی مفصلہ ذیل عبارت مین ملاحظہ ہون۔

تحریر صلحنامہ از حضرت علیؑ کا کمال ادب

فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی بن ابی طالب فقال اکتب بسم اللہ الرحمن الرحیم قال سہیل لا نعرف ہذا ولکن اکتب باسمک اللھم فاکتبھا ثم قال اکتب ہذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ فقال سہیل لو نعلم انک لرسول اللہ لم نقاتلک ولکن اکتب اسمک واسم ابیک فقال لعلی امح رسول اللہ فقال لا امحی ابدا فاخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکتب موضع رسول اللہ محمد بن عبد اللہ وقال لعلی لتبلین بمثلہا (ابن اثیر احمدی)

رسول مقبول صلعم نے حضرت علی کو بلاکر ارشاد کیا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل نے کہا کہ یہ ہم نہین جانتے۔ لکھو باسمک اللھم۔ چنانچہ یہی لکھا گیا پھر جناب رسالتمآب صلعم نے حضرت علیؑ سے کہا کہ لکھو یہہ صلحنامہ وہ ہے جسکی بنا پر محمد رسول اللہ نے سہل بن عمر سے صلح کی سہیل نے کہا کہ اگر ہم تمہین رسول اللہ جانتے تو قتال پر آمادہ کیون ہوتے۔ لہذا بجائے رسول اللہ اپنا اور اپنے والد کا نام لکھوا دو۔ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اچھا رسول اللہ کے لفظ کو نکالدو۔ اونھون نے عرض کی میری مجال نہین کہ مین رسول اللہ کے لفظ کو محو کرسکون۔ یہہ سُنکر آنحضرت صلعم نے وہ کاغذ لیلیا اور لفظ رسول اللہ کی جگہہ محمد بن عبد اللہ لکھ کر حضرت علیؑ سے فرمایا کہ ایک دن تمہین بھی ایسا ہی معاملہ پیش آئیگا[۵۱]

خصائص امام نسائی مین ہے:۔

قال صلعم اما ان لک مثلہا ستاتیہا مضطھدا

آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ عنقریب تمکو بھی ایسا ہی کرنا پڑیگا[۵۲]

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ اُمّی تھے اور لکھنے پڑھنے سے فارغ تھے۔ اس لیے ابن اثیر مؤرخ اور امام مسلم محدث وغیرہ کے اس قول کے متعلق کہ آپنے خود محمد بن عبد اللہ لکھدیا۔ علما مین بڑی بڑی بحثین ہوئی ہین اور شرح زرقانی مین مفصل مرقوم ہین۔ شبلی صاحب نے اسکے متعلق جو رائے قائم کی ہے ہمکو اوس سے اتفاق ہے وہ لکھتے ہین۔

---

[۵۱] اسی ایک واقعہ سے حضرت عمر کی معرفت رسولؐ اور حضرت علیؑ کی تصدیق رسالت کی حقیقت کا اندازہ کرلیا جاے۔ مولف عفی عنہ

[۵۲] جس معاملہ کی طرف جناب مخبر صادقؐ نے حضرت علیؑ سے پیشین گوئی فرمائی وہ جنگ صفین کا صلحنامہ ہے۔ جو خوارج کے دباؤ سے معاویہ اور حضرت علی کے فیمابین لکھا جاتا تھا اوسوقت بھی آپکی امامت کے اقرار کی نسبت ایسا ہی عذر پیش کیا گیا تھا تاریخ ابو الفدا مین ہے وقال عمرو عاص ہو امیرکم واما امیرنا فلا عمرو عاص بولا علی تمھارے امیر مین ہمارے امیر نہین فاجاب علی وحماہ وقال علی اللہ اکبر مثلہ فی السنۃ واللہ انی لکاتب رسول اللہ یوم الحدیبیۃ فکتب محمد رسول اللہ م فقالوا الست برسول اللہ فامرنی رسول اللہ بمحوہ حضرت علی نے کتابت لیکر اپنے ہاتھ سے امیر المومنین کا لفظ کاٹدیا۔ اور کہا اللہ اکبر یہہ وہی حالت ہے مطابق سنت نبوی جسکی خبر مخبر صادقؐ نے دی تھی جب بروز حدیبیہ صلحنامہ مین مین نے محمد رسول اللہ لکھا تو کفار قریش نے لفظ رسول اللہ کے متعلق ایسا ہی قیل وقال کیا اور آپنے خود کاغذ لیکر لفظ رسول اللہ کو محو کردیا۔ تفصیل کیلیے دیکھو تاریخ احمدی ص ۱۰۵ وغیرہم۔

آنحضرت صلعم کو لکھنا نہیں آتا تھا۔ اس بنا پر آپکو اُمّی کہتے تھے۔ یہہ واقعہ جہاں مسلم مین منقول ہے وہاں لکھا ہے کہ آپنے رسول اللہ ص کا لفظ مٹا کر ابن عبد اللہ لکھدیا بخاری مین یہہ واقعہ چونکہ عام روایت کے خلاف ہے، اسلیے ایک معرکۃ الآرا مباحثہ بن گیا۔ لیکن حقیقت یہہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کا کام روزمرّہ جبسا نظر سے گزرتا رہتا ہے تو ناخواندہ شخص بھی اپنے نام سے حرف آشنا ہوجاتا ہے اس سے اوسکی اُمیّت مین فرق نہین آتا۔ بے شبھہ اُمّی ہونا آپکا فخر ہے اور خود قرآن مجید مین یہہ وصف شرف و عزت کے موقع پر استعمال ہوا ہے اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ وہ لوگ جو نبی اُمّی کی پیروی کرتے ہین۔

شرایط صلح | صلح کی یہہ شرطین قائم ہوئین۔ ابن ہشام لکھتے ہین۔

اصطلحا على وضع الحرب عن الناس عشر سنين يأمن فيهن الناس ويكف بعضهم عن بعض (۲) على من اتى محمدا من قريش بغير اذن وليه ردّه عليهم و من جاء قريشا ممن مع محمد لم يردّوه عليه (۳) و ان بيننا عيبة مكفوفة وانه لا اسلال ولا اغلال (۴) وانه من احب ان يدخل في عقد محمد وعهده فدخل فيه وانه من احب ان يدخل في عقد قريش وعهدهم دخل فيه (۵) فانك ترجع عنا عامك فلا تدخل علينا مكة (۶) اذا كان عام قابل خرجنا عنك فدخلتها باصحابك فاقمت بها ثلاثا معك سلاح الراكب السيوف في القرب لا تدخلها بغيرها ہشام ص ۱۸۰ ج ۲ طبری ۱۵۴۷

(۱) جانبین سے دس برس تک جنگ و قتال نہو۔ اور طرفین امن و امان مین رہین۔ اور ایک دوسرے پر ہاتھ نہ اوٹھایا جاوے (۲) قریش کا جو شخص اپنے ولی کی بلا اجازت محمد صلعم سے جاکر مل جاوے تو وہ واپس کیا جاویگا لیکن اگر محمد صلعم کا آدمی (مسلمان) مکہ مین آکر قریش کے پاس چلا آوے تو وہ واپس نہین کیا جاویگا (۳) جانبین سے کوئی اپنی مطلب برآری کیلیے چوری اور رشوت ستانی کے عیوب عمل مین نہین لائیگا (۴) قبائل عرب کو اختیار ہے۔ جو چاہے محمد صلعم کی بیعت مین آکر اونکا ہم معاہد ہو اور جو چاہے قریش کا تابع اور شریک حال ہو۔ طرفین کو اسمین کلام نہ ہوگا (۵) مسلمان امسال بغیر زیارت کعبہ بجالائے واپس جائین (۶) سال آیندہ آئین لیکن تین دن سے زیادہ مکہ مین قیام نکرین ہتیار لگاکر نہ آئین صرف تلوارین لائین وہ بھی نیام کے اندر۔

معاہدہ صلح سے مسلمانونکی ناراضی | صلح لکھکر مرتب ہوگئی۔ لیکن اکثر مسلمان اس سے راضی نہوے وہ اس صلح کو اسلام کی توہین سمجھتے تھے ابن ہشام لکھتے ہین

وقد كان اصحاب رسول الله حين خرجوا وهم لا يشكون في الفتح لرؤيا اراها رسول الله صلعم في نفسه دخل على الناس من ذلك امر عظيم حتى كادوا يهلكون

مسلمان جب مدینہ سے مکہ کی طرف چلے تھے تو اونکو جناب رسول خدا صلعم کی خواب کے مطابق ایک فتح کا پورا یقین تھا لیکن ان معاملات کی وجہہ (امر صلح) سے ایک امر (شک) عظیم مین مبتلا ہوگئے تھے اور قریب ہلاکت پہونچ گئے تھے۔

اس امر عظیم کی ابتدا حضرت عمر سے ہوئی تھی۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

ہر کس از قریش بے اذن ولی خویش پیش محمدؐ بیاید او را بایشان باز بفرستند ہر مسلمان کہ بنزد قریش رود ایشان باز نفرستند

اگر قریش کا کوئی آدمی اپنے ولی کی اجازت بغیر محمد صلعم کے پاس آوے تو واپس کردیا جاوے اور اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس چلا آوے تو واپس

مسلمانان ازین شرط تعجب کردند وگفتند سبحان اللہ چگونہ باز فرستیم کسے را کہ مسلمان آمدہ باشد و در روایتے آنکہ چون سہیل ذکر این شرط نمود حضرت صلعم فرمود چنین باشد۔ حضرت عمر گفت یا رسول اللہ صلعم آیا بر این شرط راضی می شوی۔ آن سرور تبسمے نمود و گفت ہر کہ از ایشان نزد ما مسلمان آید ما او را باز بگردانیم خداوند تعالی او را فرجے و مخرجے روزی گرداند و ہر کہ از ما اعراض نماید و بسوے کفار رود ما را با او کارے نیست بلکہ وے بمصاحبت کفار سزاوار است۔

ص ۳۵۷ - لکھنؤ

مکیا جاوے۔ مسلمانوں کو اس شرط پر سخت تعجب ہوا اور کہنے لگے سبحان اللہ ہم کیونکر اوس شخص کو واپس کرینگے جو بدات خاص مسلمان ہو چکا ہے ایک روایت میں وارد ہے کہ جب اس شرط کو سہیل نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ ہان یہہ شرط رکھی جائے حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم کیا آپ اس شرط پر راضی ہو گئے آپنے تبسم فرمایا اور کہا جو شخص اونکا ہماری طرف آجائیگا اور ہم اوسکو پھر اونھین واپس دینگے تو خدائے سبحانہ تعالی اوس کیلیے کشایش و مخلصی کے سامان و اسباب عطا فرمائیگا اور جو شخص کہ ہم سے جدا ہو کر اونکے پاس جائیگا ہمکو اوس سے کوئی کام نہین ہے اسلیے کہ وہ کفار ہی کی صحبت کے قابل ہے۔

اسلام کی عدالت اور کفار کی شقاوت کی بنظیر مثال

ابھی یہہ گفتگو ہو رہی تھی کہ باتفاق جمہور محدثین و مورخین ابو جندل کا۔ (جو اسی سہیل بن عمرو موجودہ سفیر قریش کا بیٹا تھا) دردناک واقعہ پیش آیا ہم اسکے پورے واقعہ کو شبلی صاحب کے الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

یہہ شرطین بظاہر مسلمانون کے سخت خلاف تھین۔ اتفاق یہہ کہ عین اوسیوقت جسوقت معاہدہ لکھا جا رہا تھا سہیل کے صاحبزادے ابو جندل جو اسلام لا چکے تھے اور مکہ مین کافرون نے اونھین قید کر رکھا تھا اور طرح طرح کی اذیتین دیتے تھے کسی طرح بھاگ کر پاؤن مین بیڑیان پہنے ہوے آئے اور آپکے پاؤن پر گر پڑے سہیل نے کہا محمد صلعم صلح کی تعمیل کا یہہ پہلا موقع ہے اس (ابو جندل) کو شرایط صلح کے موافق مجھکو واپس دیدو۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ابھی معاہدہ قلمبند نہین ہو چکا سہیل نے کہا تو صلح ہمکو منظور نہین۔ آنحضرت صلعم نے کہا تو اچھا انکو یہین رہنے دو۔ سہیل نے نامنظور کیا۔ آپنے چند دفعہ اصرار فرمایا۔ لیکن سہیل کسی طرح راضی نہوا مجبوراً آنحضرت صلعم کو تسلیم کرنا پڑا۔ ابو جندل کو کافرون نے اسقدر مارا تھا کہ اوسکے جسم پر نشان تھے مجمع کے سامنے تمام زخم دکھائے اور کہا۔ برادران اسلام۔ کیا پھر مجھکو اسی حالت مین دیکھنا چاہتے ہو مین اسلام لا چکا ہون۔ کیا پھر مجھکو کافرون کے ہاتھ مین دیتے ہو۔ تمام مسلمان تڑپ اوٹھے۔ حضرت عمر ضبط نکر سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آئے اور کہا یا رسول اللہ آپ پیغمبر برحق نہین ہین۔ آپنے فرمایا۔ ہان ہون۔ حضرت عمر نے کہا کیا ہم حق پر نہین ہین۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ ہان حق پر ہو۔ حضرت عمر نے کہا تو پھر دین مین یہہ ذلت کیون گوارا کرین۔ آپنے فرمایا مین خدا کا پیغمبر ہون اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہین کر سکتا۔ خدا میری مدد کریگا۔ حضرت عمر نے کہا کیا آپنے یہہ نہین فرمایا تھا کہ ہم لوگ

کعبہ کا طواف کرین گے۔ آپ نے فرمایا لیکن یہہ تو نہین کہا تھا کہ اسی سال کرین گے۔ حضرت عمر اوٹھکر حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور وہی گفتگو ہوئی۔ حضرت ابوبکر نے کہا وہ پیغمبر خدا ہین۔ جو کرتے ہین وہ خدا کے حکم سے کرتے ہین۔ حضرت عمر کو اپنے ان گستاخانہ معروضات کا جو بے اختیاری مین اون سے سرزد ہوئین۔ تمام عمر سخت رنج رہا اور اوسکے کفارہ کے لیے اونھون نے نمازین پڑہین روزے رکھے۔ خیرات کی۔ غلام آزاد کیے۔ بخاری مین اگرچہ ان اعمال کا ذکر اجمالاً ہے۔ لیکن ابن اسحق نے تفصیل سے یہہ تمام باتین گنائی ہین۔ اس حالت کا گوارا کرنا صحابی کی اطاعت شعاری کا سخت خطرناک امتحان تھا۔ ایک طرف (ظاہر مین) اسلام کی توہین ہے۔ ابوجندل بیڑیان پہنے ہم اسو جانثاران اسلام سے استغاثہ کرتے ہین۔ سب کے دل جوش سے لبریز ہین اور اگر ذرا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایما ہو جائے تو تلوار فیصلہ قاطع کے لیے موجود ہے۔ دوسری طرف معاہدہ پر تخط ہو چکے ہین اور ایفاے عہد کی ذمہ داری ہے۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۳۶۔

شبلی صاحب نے ابوجندل کے معاملہ مین جان نثاران اسلام کی پرجوشی مگر تدبیر و تجویز رسالت کی وجہ سے ضبط و خاموشی جو کچھ لکھی ہے وہ صحیح اور فی الواقع ہے لیکن بخلاف تمام مسلمانون کے حضرت عمر اسوقت بھی ضبط نکر سکے اور ابل پڑے۔ جس طرح شرائط صلحنامہ کی تجویز کے وقت جامہ سے باہر ہوگئے تھے۔ ہم خود متعجب تھے کہ شبلی صاحب نے حدیث و تاریخ کے تمام ماخذون کے خلاف حضرت عمر کے اختلاف راے کے واقعہ کو شرائط صلح کے تجویز کیے جانیکے موقع پر کیون نہ لکھا۔ اب اوس کا سبب معلوم ہوا۔ آپنے گویا وہان کا جوڑ یہان لگایا ہے اور دو پیوندون کا ایک پیوند بنایا ہے اسلیے کہ اختلاف کا واقعہ جہان تک ہوسکے تکرار سے بچے اور کمی وقوع کی طرف جھکے۔ مگر افسوس شبلی صاحب تاریخ وحدیث کے ماخذون کو کیسے دہوڑالین گے۔ جو ہر ہر واقعہ کو اپنے وقت و مقام وقوع پر لکھکر بتلاتے ہین۔ دیکھیے آپ حضرت عمر کی مخالفانہ تقریر و گفتگو کو ابوجندل کے استغاثہ کے بعد کھینچ لاتے ہین۔ حالانکہ اس موقع پر حضرت عمر نے کوئی تقریر ہی نہین فرمائی بلکہ ایک دوسری ترکیب سے نظم صلح کو درہم و برہم کر دینا چاہا۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

عمر خطاب رضی اللہ عنہ از جاے خویش برجست و با ابوجندل می رفت و میگفت صبر کن و ایشان مشرکانند و خون ایشان خون سگ است و قبضہ شمشیر خود را پیش او فرا می داشت و اورا بسہیل تعریض و کنایت تحریص میکرد بر آنکہ پدر را بکشد و آن صلح را درہم بر زند چنانکہ از عمر رضی اللہ عنہ منقول است کہ گفت امیدوار بودم و توقع آن می داشتم کہ ابوجندل شمشیر از من بگیرد و گردن پدر بزند و لکن وے بکشتن پدر خویش

عمر خطاب رضی اللہ عنہ (استغاثہ ابوجندل کے وقت) اپنے مقام سے جست کرکے ابوجندل کے پاس گئے اور اوس کے ساتھ ٹہل کر باتین کرنے لگے اور کہنے لگے صبر کرو۔ یہہ سب مشرک ہین اور ان سب کا خون کتے کے خون کے برابر ہے یہہ کہتے جاتے تھے اور اپنی تلوار کا قبضہ ابوجندل کے سامنے بڑہاتے جاتے تھے۔ یہہ حرکات آپکی بغرض تعریض اور بارادہ تحریص اس امر کی تھی کہ ابوجندل اپنے باپ کو قتل کردے اور یہہ صلح درہم و برہم

تجلی نمود۔ و روایتے آنکہ ابوجندل گفت اے عمر تو چرا این کار نمی کنی و چرا نمی کشی سہیل را۔ عمر جواب داد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مرا از قتل نہی کردہ است ابوجندل گفت یا عمر تو احق نیستی بطاعت پیغمبر صلعم از من ص ۳۵۸۔	ہو جائے۔ چنانچہ عمرؓ سے منقول ہے کہ مجھے امید تھی اور اس امر کی توقع تھی کہ ابوجندل مجھسے میری تلوار لے اور اپنے باپ کو مار ڈالے لیکن اوس نے اپنے باپ کے مارنے مین بخل کیا اور ایک روایت مین یون ہے کہ ابوجندل نے حضرت عمر سے (جواباً) کہا کہ آپ خود کیون سہیل کو قتل نہین کر ڈالتے۔ حضرت عمر نے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اوسکے قتل سے منع فرمایا ہے۔

ابوجندل نے جوابدیا۔ آپ اس امر مین مجھسے زیادہ اطاعت رسولؐ کے مستحق نہین ہین۔

قریب قریب یہی واقعہ ابن ہشام جلد دوم ص ۱۸۰ مطبوعہ مصر مین بھی درج ہے۔

آغاز ہی سے معاملات حدیبیہ مین حضرت عمر کی مخالفت اتنی بڑھ گئی تھی کہ کسی طرح سے کم نہین ہوتی تھی حالانکہ حضرت ابوبکر اور خاص جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے قریب قریب پنے تمام ظنیات و قیاسات کو استفسار کر چکے تھے لیکن تاہم ابھی تک برہم مزاجی وہی تھی۔ سبب یہ تھا کہ حکم رسالت کی موجودہ مصالح۔ جو مآل و عاقبت کار کے فواید و منافع پر کُلیتاً مبنی تھے۔ وہ ابھی تک آپکی سمجھ مین نہین آئے تھے اسلیے کہ پیش نظر نہین تھے۔ اور جو کچھ پیش نظر تھا وہ بظاہر بالکل مخالف معلوم ہوتا تھا اسی بناپر۔ ظاہری ناموزونیت اور غیر مناسبت دخل قیاس پر جراءت دلاتی تھی۔ اعتراض کراتی تھی اور اختلاف کی راہین بتلاتی تھی اور حضرت عمر بھی اپنی غایت خوش فہمی سے اپنی مقدار عقل و ربساط فہم کو اسرار قدرت کا ہمراز سمجھتے تھے حالانکہ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (جن چیزون کو تم نہین جان سکتے خدا اونکو پورے طور سے جانتا ہے) کی نص صریح پیش نظر تھی۔

جناب رسولخدا اور ابوجندل کو صبر و تحمل کی ہدایت

حضرت عمر کی مخالفت والے جملہ معترضہ کو تمام کرکے پھر ہم اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین اتنا معلوم ہو چکا ہے کہ ابوجندل کے معاملہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو ترمیمین پیش کین ان مین سے ایک کو بھی سہیل نے منظور نہین کیا۔ باپکا بیٹے کی طرف سے ایسا دل پتھر کر لینا صرف مخالفت اسلام کی وجہہ سے تھا۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ کفار قریش کے دل مین کس عصبیت اور شقاوت کیساتھ اسلام کی مخالفت جاگزین تھی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بالآخر مجبور ہوکر نگاہ حسرت آلود سے ابوجندل کی طرف دیکھا اور راضی برضاے الٰہی رہنے کیلیے اوسکو ذیل کے الفاظ مین تعلیم و ہدایت فرمائی۔

یا اباجندل اصبر واحتسب فان اللہ جاعل لك ولمن معك من المستضعفین فرجا و مخرجا انا قد عقدنا صلحا وانا لا نغدر بھم (ابن ہشام ص ۱۸۰)	اے اباجندل ضبط و صبر سے کام لو خدا تمہارے لیے اور نیز اون مظلومون کیلیے جو تمہارے ہمراہ ہین سہولیت اور مخلصی کی راہ ضرور نکالےگا ہم چونکہ اُن لوگون سے صلح کر چکے اسلیے خلاف ورزی نہین کر سکتے۔

صلحنامہ پر جانبین سے دستخط ہو گئے اور سہیل صلحنامہ لیکر مکہ کی طرف واپس گیا۔

حضرت عمر کی مخالفت رائے کا اثر حکم رسول ص سے صحابہ کی سرتابی

ان تمام امور سے فراغت ہو چکی تو جناب سالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اہل اسلام کو مخاطب کرکے حکم عام دیا۔

قوموا فانحروا ثم احلقوا قال (الراوی) فوالله ما قام منهم رجل حتی قال ذلك ثلاث مرات فلما لم یقم منهم احد دخل علی ام سلمة فذکر لها ما لقی من الناس فقالت له ام سلمة یا نبی الله ص اتحب ذلك اخرج لا تکلم احدا منهم کلمة حتی تنحر بدنك وتدعو حالقك فیحلقك فقام فخرج فلم تکلم احدا منهم کلمة حتی فعل ذلك نحر بدنته ودعا حالقه فحلقه فلما راء و ذلك قاموا فنحروا وجعل بعضهم یحلق حتی کاد بعضهم یقتل بعضا غما (طبری ص ۱۵۵۰)

سب کھڑے ہو جاؤ۔ اپنی اپنی قربانیاں کرو۔ پھر سر مُنڈواؤ۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ مسلمانوں سے ایک شخص بھی باہر نہ نکلا۔ یہانتک کہ آپنے اس حکم کو تین مرتبہ دُہرایا لیکن تاہم کوئی شخص تعمیل حکم کیلیے باہر نہ نکلا۔ یہہ دیکھکر آپ حضرت ام سلمہؓ کے خیمہ مین تشریف لے گئے۔ اور صحابہ سے جو کچھ پیش آیا تھا دُہرا دیا حضرت ام سلمہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ص اگر آپ یہہ امور بجا لایا جانا چاہتے ہین تو باہر تشریف لیجائیں ان لوگوں سے ایک لفظ بھی ان سے متعلق نہ کہین۔ یہانتک کہ آپ خود اپنی قربانی کے اونٹ کو نحر نکریں سر نہ منڈائیں۔ یہہ سنکر جناب سو نخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً باہر تشریف لائے اور اپنے شتران قربانی کو ذبح فرمایا۔ حجام کو بلاکر آپ صلاح فرمائی۔ جب مسلمانوں نے آپکو قربانی کرتے دیکھ لیا تو اپنی قربانیاں بھی کین اور بعض نے سر بھی منڈوائے۔

صحابہ کی یہہ سرتابی آنحضرت صلعم کو بہت بُری معلوم ہوئی۔ اور آپ بہت رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہوے۔ ملا معین لاہوری معارج النبوۃ مین لکھتے ہین۔

حضرت عمر سے عتاب آمیز خطاب

بعد ازان رو بعمر آورد و گفت شما را فراموش شد کہ در روز احد راہ گریز پیش گرفتہ بودید و من شما را میخواندم و ہیچ یک را از شما مجال التفات نبود فراموش کردید روز احزاب را کہ دشمنان از اعلی و اسفل متوجہ بودند و آنچہ وعدۂ حق تعالی بود بایجاز پیوستہ و بعد ازان یک یک اقعہ الطاف الٰہی و ایجاز وعد بود۔ بیاد یاران آورد و ہمہ را در مقام انصاف گفتند ہرچہ خدا و رسول ص فرمایند راست است ص ۱۹۶۔

(سلسلہ گفتگو مین پھر) آنحضرت صلعم نے حضرت عمر سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ کیا تملوگ وہ دن بھول گئے کہ جنگ احد مین تم سب بھاگے جاتے تھے اور مین تمکو اپنے پاس بُلاتا تھا اور تم مین سے کوئی میرے پاس نہین آتا تھا۔ اسیطرح تم جنگ خندق کے دن کو بھی بھول گئے کہ دشمن مدینہ کے بالائی اور زیرین حصہ سے تم پر ٹوٹ پڑے تھے اور خدا تعالی نے اوسدن بھی اپنے اون عدونکو جو تم سے کیا تھا پورا کر دیا اسیطرح آپنے ایک ایک کرکے اون تمام واقعات کو یاد دلایا جنمین خدا عالم نے مسلمانوں کے ساتھ عطایاے الطاف اور ایفائے وعد فرمائے تھے۔ تمام صحابہ نے حقیقت حال سنکر بطریق انصاف جواب دیا کہ جو کچھ خدا و رسول ص نے ارشاد کیا وہ سب صحیح و درست ہے۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضی اور رنجیدگی کی یہی حالت روانگی کے وقت تک قائم رہی

طبری میں ہے۔

عن ابن عباس قال حلق رجال یوم الحدیبیہ وقصر اخرون فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین یا رسول اللہ م قال یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین یارسول اللہ م قال یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین یارسول اللہ م قال والمقصرین قالوا یارسول اللہ فلم ظاہرت الترحم للمحلقین دون المقصرین قال لانھم لم یشکوا ص ۱۵۵۰	ابن عباس سے منقول ہے کہ حدیبیہ میں پہلے لوگوں نے سر منڈوایا پیچھے لوگوں نے بال کتروائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پروردگار تو سر منڈوانے والوں پر رحم فرما لوگوں نے پوچھا اور بال کتروانیوالوں پر آپنے فرمایا سر منڈوانیوالوں پر خدا رحم فرما۔ لوگوں نے پوچھا اور بال کتروانے والوں پر آپنے فرمایا سر منڈوانیوالوں پر خدا رحم فرما لوگوں نے پوچھا اور بال کتروانیوالوں پر۔ آپنے فرمایا بال کتروانیوالوں پر بھی پھر لوگوں نے پوچھا یارسول اللہؐ آپنے سر منڈوانیوالوں کو بال کتروانے والوں پر ترجیح دی فرمایا اسلیے کہ اونھوں نے شک نہیں کیا۔

اس کے بعد آپ نے حدیبیہ سے جمعیت مسلمین کے ہمراہ مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

نزول آیہ انا فتحنا لک فتحا مبینا

شبلی صاحب رقمطراز ہین۔

صلح کے بعد تین دن تک آپنے حدیبیہ مین قیام فرمایا۔ پھر روانہ ہوئے تو راہ مین یہہ سورت اوتری اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحٗا مُّبِينٗا ہم نے تجھکو کھلی ہوئی فتح عنایت کی۔ تمام مسلمان جس چیز کو شکست سمجھے ہوئے تھے خدا نے اوسکو فتح کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بلا کر فرمایا کہ یہہ آیت نازل ہوئی ہے تعجب سے پوچھا کہ یہہ کیا فتح ہے ارشاد ہوا کہ ہان۔ صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت عمر کو تسکین ہوگئی۔ اور مطمئن ہوگئے نتائج مابعد نے اس راز سربستہ کی عقدہ کشائی کی ۳۳۶۔

شبلی صاحب نے اپنے خاص طریقہ اختصار کی شان مین مناسبت موضع کے اعتبار سے اسواقعہ کو زیب قلم فرمایا ہے لیکن اکثر محدثین نے اسکی حقیقت کو پوری تفصیل سے نقل کیا ہے۔ اونمین سے ہم محدث شیرازی کی عبارت ذیل مین پیش کرتے ہین

بصحت پیوستہ کہ چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حدیبیہ مراجعت نمود شبے از شبہا در راہ منزل ضجنان عمر خطاب رضی اللہ عنہ با حضرت رسالت پناہ	روایت صحیحہ مین ہے کہ جب پیغمبر خدا صلعم حدیبیہ سے واپس ہوے تو واپسی مین منزل ضجنان مین شب کے وقت حضرت عمر آپکے ہمراہ ہولیے تین بار متواتر اونھون نے کسی شے کی نسبت جناب سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار کیا

لہ دوران بیان مین ہم برابر متواتر اسانید سے دکھلاتے آئے ہین کہ تعلیم و تنبیہ اور تبلیغ و تاکید کے تمام موقعون پر حضرت عمر سے خطاب فرمایا گیا ہے چنانچہ شبلی صاحب نے آخر خطاب کا خود لکھکر اعتراف فرما لیا اور تا نزول آیہ انا فتحنا حضرت عمر کو اپنے شکوک پر مصر رہنے کا اقرار کر لیا۔

علیہ افضل الصلواۃ والسلام ہمراہ شد واز وے
سہ نوبت چیزے پرسید وہیچ جواب نشنید۔
مرویست از عمرؓ کہ گفت باخود خطاب کردم کہ
ثکلتک الامّک۔ مبالغہ نمودی سہ بار در رسول اللہؐ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب تو نداد۔ پس شتر خودرا
تیز راندم وپیش پیش لشکری رفتم وترسان بودم کہ
مبادا در شان من قرآن نازل شود بعد از لحظہ شنیدم
کہ شخصے فریاد میکرد ومرا میخواند کہ ترا رسول خداؐ
میطلبد۔ آن ترس برمن زیادہ شد پس بتزد آنسرور
رفتم وسلام کردم جواب من داد وگفت با من سخن
کردی وجوابت ندادم زیرا کہ بسمع وحی مشغول بودم
انیست برمن سورۂ نازل شدہ کہ دوستر میدارم
از آنچہ آفتاب بر آن طالع میشود۔ بعد ازان
سورۂ کریمہ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً بخواند ویاران را
تہنیت گفت واصحاب نیز اورا مبارک باد گفتند
ونزد مفسران مراد از فتح مبین صلح حدیبیہ است صـ۳۶۱

لیکن تینون بار کوئی جواب نپایا۔ حضرت عمر خود بیان کرتے ہین کہ مجھکو
جواب نملنے سے اسقدر صدمہ ہوا کہ مین نے اپنے نفس کو۔ یون مخاطب کرکے
کہ تیری مان تیرے سوگ مین بیٹھے۔ کہا کہ مین نے بمبالغہ تمام رسول اللہ
صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حضور مین عرض مدعا کیا اور کوئی جواب نپایا۔
یہہ کہکر حضرت عمر بیان کرتے ہین کہ مین نے اپنے اونٹ کو تازیانہ مارکر تیز کیا
اور تمام لشکر کے آگے کرلیا۔ اور سب سے آگے آگے چلا۔ اور اپنے دلمین برابر یہی خوف
کرتا جاتا تھا کہ مبادا کوئی حکم قرآن میرے خلاف مین نازل ہوگا اس اثنا مین کسی
شخص نے پیچھے سے مجھے یہہ کہکر پکارا کہ عمر تمھین جناب رسولخداؐ صلعم بلاتے ہین
یہہ آواز سنکر مین فوراً لوٹا۔ اور میرا خوف زیادہ ہوگیا آنحضرت صلعم کی خدمت
مین پہونچا سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب سلام دیکر مجھسے ارشاد فرمایا کہ اے
عمر تم نے تین بار ایک بات مجھسے پوچھی لیکن مین نے تمھین کوئی جواب نہ دیا اسلیے
کہ مین وحی آلہی کی سماعت مین ہمہ تن مصروف تھا آج رات کو ایک ایسی سورہ نازل
ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی ان تمام چیزون سے جن پر آفتاب روشن ہوتا ہے۔
عزیز تر ہے اس کے بعد آپ نے آیہ کریمہ انا فتحنا لک فتحا مبینا تلاوت فرمایا اور
تمام صحابہ کو بلاکر تہنیت دی اور صحابہ نے بھی آپکی خدمت مین مبارکباد عرض کی اور
مفسرین کے نزدیک فتح مبین سے صلح حدیبیہ مراد ہے۔

ہم نے ان تمام واقعات کو اس تفصیل سے اسلیے لکھدیا ہے کہ انھین واقعات وحالات سے تدبیر ربانی اور تجویز وقیاس انسانی کے امتیاز معلوم ہوتے ہین جمعیت اسلام مین۔ جیساکہ واقعات بتلا رہے ہین۔ سب سے پہلے حضرت عمر ہی نے صرف معاملات کی صورت ظاہری پر اعتبار کرکے اپنی سوء قیاسی اور حقیقت ناشناسی سے مُدّعائے مشیّت اور منشاء رسالت کے خلاف تصوّر فرمایا۔ خود جناب رسالتمآب صلعم اور حضرت ابوبکر سے استفسار بھی فرما چکے۔ اور جواب بھی پاچکے۔ لیکن تاہم آپکے شکوک وشبہات کا ازالہ نہین ہوا۔ ان کے ایک شبہ نے جیساکہ ہم واقعات مرقومہ بالا سے اوپر ثابت کرائے ہین۔ قریب قریب تمام لشکر اسلام کی عقیدت کو متزلزل کردیا۔ اور اس شدت کے ساتھ کہ صدور حکم قربانی وغیرہ کے وقت تقریباً سب لوگ سرتابی اور عدول حکمی پر آمادہ ہوگئے۔ اور بالآخر جناب ام سلمہؓ کی صلاح سے حضرت رسولخداؐ کو۔ کمال غیظ وغضب مین تنہا اپنے قربانی کے اونٹون کو نحر فرمانے۔ اپنے سر مبارک کی اصلاح بنوانے کی مثال قائم فرمانی ہوئی۔ خدا خدا کرکے جب جاکر

مسلمانون کو اتنی توفیق ہوئی کہ اونھون نے رسول اللہ صلعم کو قربانی کرتا ہوا دیکھکر اپنی اپنی قربانیان تو کر دین مگر منڈوانیکے وقت کتنون نے سر منڈا لیے اور کتنون نے صرف بال کتروا لیے۔ یہہ تخفیف حکم بھی طبع رسالت کے ناگوار ہوئی۔ اور بار بار کے اصرار پر بھی آپنے دعائے رحمت مین مقصرین کو شامل نفرمایا۔ اور تیسری بار کی الحاح وزاری کے بعد اوا المقصرین کو دعاے مبارک مین شامل فرمایا بھی تو یہہ یاد دلاکر اور بتلاکر کہ محلقین (سر منڈوانے والے) الزام شک سے بری ہین اور مقصرین (بال کتروانے والے) شک و شبہہ کے ارتکاب جرم مین داخل ہین۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اہل اسلام کو عموماً اور حضرت عمر کو خصوصاً مخاطب کر کے۔ خداے سبحانہٗ تعالی کے وہ تمام احسانات و تفضلات یاد دلائے جو اون پر سخت سے سخت آفت و مصیبت کے مختلف اور متواتر موقعون پر خاصکر مبذول فرمائے گئے تھے۔ اور پھر اون احسانات و تفضلات کے مقابلہ مین انکی احسان فراموشی اور ناسپاسگذاری کے موجودہ طریقہ و انداز کو دکھلاکر اونکو سخت عبرت و غیرت دلائی گئی جس پر تمام اہل سلام کے مجمع نے آپکی خدمت بابرکت مین اپنے قصور کا اعتراف کر کے اپنی طرف سے ندامت و معذرت کا اقرار کیا۔ جیسا کہ معارج النبوۃ کی مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوا۔ ان واقعات سے علوم رسالت کے یقینیات اور عقول صحابیت کے قیاسات و ظنیات کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے جسکی ابتدا حضرت عمر کے ایسے تیز طبع اور سریع الفہم صحابہ سے ہوتی ہے۔

عورتین شرائط معاہدہ سے مستثنیٰ فرمائی گئین۔ شرائط صلحنامہ مین بیان ہو چکا ہے کہ جو شخص قریش مین سے مسلمانون کے پاس چلا جائے وہ واپس دیدیا جاے بخلاف اسکے جو شخص قریش کے پاس مسلمانون کا چلا جائے وہ واپس ندیا جائے عورتین اس شرط سے بالکل مستثنیٰ تھین۔ اس صنف نازک کی نسبت جو حکم منصوص مخصوص طور پر نازل ہوا وہ یہہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ

مسلمانو! جب تمھارے پاس عورتین ہجرت کر کے آئین تو تم اُن کو جانچ لو۔ خدا اون کے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اب اگر تمکو معلوم ہو کہ وہ یقیناً مسلمان ہین تو اونکو کافرون کے ہان واپس ندو۔ نہ وہ عورتین کافرون کے قابل ہین اور نہ کافر اِن عورتون کے قابل ہین۔ اور ان عورتون پر اون لوگون نے جو خرچ کیا ہے وہ تم اونکو دیدو۔ اور تم اون سے خود شادی کر سکتے ہو۔ بشرطیکہ اون کے مہر ادا کر دو اور کافرہ عورتون کو اپنے عقد نکاح مین کبھی نرکھو۔

سیرۃ النبی جلد اول صـــ

چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد۔ ام کلثوم بنت عقبہ ابن معیط کا واقعہ پیش آیا۔ یہہ قبل سے اسلام لاچکی تھین صلح کے بعد

مکہ سے مدینہ چلی آئین۔ اُن کے دونو بھائی عمارہ اور ولید۔ اُن کی واپسی کی غرض سے مدینہ پہونچے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے شرط صلحنامہ کے مطابق واپس ندیا۔ اسی طرح جن صحابہ کی عورتین ابھی تک مکہ مین مقیم تھین اور وہ اسلام سے محروم تھین صحابہ نے اونھین طلاق دیکر ان سے دائمی مفارقت اختیار کرلی۔

صلح حدیبیہ کے مفیدانہ اور فاتحانہ نتائج

سنہ ۶ ھ خدا کی بات خدا کی قسم خدا جانے۔ ابھی صلحنامہ کی تحریر کے کئی دن ہوے تھے تحریر صلحنامہ تعیین شرائط کے وقت۔ کفار قریش کی مخالفانہ شدت۔ مخاصمانہ عصبیت۔ اسلام سے قطعی نفرت۔ تحکمانہ اظہار زور و قوت نے کیسے خوفناک اور دہشت انگیز منظر پیش کیے تھے۔ اور اونکی اوسوقت کے انداز سے کوئی ظاہر بین یہہ رائے قائم نہین کرسکتا تھا کہ یہہ سرکش اور مغرور قوم اسلام کے آگے کبھی اپنا سر نیچا کرے گی۔ یا ایسے اور اتنے سخت شرائط صلح لکھوا لینے کے بعد بھی کسی وقت و موقع پر مشرکین مکہ اور متمردین قریش کو اہل اسلام کے پاس ملتجی بنکر جانیکی ضرورت اور مجبوری ہوگی۔ ان حق فراموشون نے تو اپنے انسانی غور و خوض۔ تفکر و تامل اور تفہم و تعقل کی امکانی قوت کے مطابق ایسی شرطین لکھوائی تھین کہ ان تمام معاملات مین اونکو مسلمانون پر قابو اور دسترس حاصل رہے اور اون کے مقابلہ مین اہل اسلام مغلوب ضعیف اور اُن کے زیر اثر و دست نگر بنے رہین۔

لیکن بالآخر تھین تو یہہ تمام انسانی تدبیرین۔ جو زیادہ سے زیادہ انسانی تخیلات و تصورات کے دائرہ تک محدود تھین۔ پھر اُنکے استقرار و استمرار کا اعتبار کیا۔ ان کوتہ بینون کو تقدیر ربانی اور اسرار روحانی کی کیا خبر تھی کہ خدا کا نظام جبروت اس مین کیا انقلابات پیدا کرے گا۔ صلحنامہ کے چند ہی روز دن کے بعد مغروران قریش کی سرکوبی۔ تنبیہہ۔ خجالت اور پشیمانی کے جو اسباب بارگاہ مسبب الاسباب سے فراہم ہوے اونکی تفصیل ذیل مین قلمبند ہے۔

ابو جندل کی مصیبتناک داستان اوپر بیان ہوچکی ہے۔ محدث شیرازی اوس مین اتنا اور اضافہ فرماتے ہین کہ جب جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے معاہدہ صلح سے مجبور ہوکر اور ہدایت ضبط و صبر فرماکر اوسکو بیدرد باپ کے حوالے کردیا تو وہ شقیق القلب اسکو لیکر اوٹھا۔ سامنے والے ببول کی ایک شاخ توڑ لی اور اوسی خاردار شاخ سے بیٹے کو مارتا ہوا مکہ لے گیا۔ روضۃ الاحباب ص ۳۵۸۔

ابو جندل کی تبلیغ دین اور مخلصی

مدبر قدرت نے اس مظلوم اور مجبور مسلمان قیدی (ابو جندل) سے تبلیغ و تعلیم اسلام کا جس آسانی سے کام لیا اور جس سہولیت سے اُسکی (ابو جندل) کی نجات و مخلصی کا سامان فراہم فرمایا۔ وہ اُسکی تدبیر قدرت کی خاص مثال ثابت ہوتا ہے۔ صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین۔

ابو جندل نے قید خانہ مکہ مین پہونچکر دین حق کی تبلیغ شروع کردی۔ جو کوئی اوسکی نگرانی پر مامور ہوتا وہ

اوسے توحید کی خوبیان سُناتا۔ اللہ کی عظمت وجلال بیان کرکے ایمان کی ہدایت کرتا۔ خدا کی قدرت کہ ابوجندل اپنے سچے ارادے اور عزم مین کامیاب ہوجاتا تھا اور وہ شخص (نگران محبس) مسلمان ہوجاتا تھا۔ قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کردیتے اب یہہ دونون ملکر تبلیغ کا کام اوسی قیدخانہ مین کرتے۔ الغرض اسی طرح پر ایک ابوجندل کے قید ہوکر مکّہ پہونچ جانے کا نتیجہ یہہ ہوُا کہ ایک سال کے اندر تین سَو اشخاص ایمان لاے۔ رحمۃ العلمین ص ۲۴۰۔

عتبہ ابن اسید کا واقعہ ابوجندل کے ایسے اکثر بے یار و مددگار مسلمان مکّہ مین گرفتار تھے۔ اور شب و روز ظالمان قریش کے ہاتھون ناقابل برداشت مصائب اوٹھا رہے تھے۔ آخر صبر وتحمّل کی تاب وطاقت کہان تک۔ وقت اور موقع پاکر اُن مین اکثر ادہر ادہر نکلجاتے تھے۔ اُن مین عتبہ ابن اسید جن کی کنیت ابوبصیر تھی۔ مکّہ سے بھاگ کر مدینہ مین چلے آئے۔ قریش کو خبر ہوئی دو آدمی اُن کے پکڑنے کو آئے۔ ابوبصیر بلائے گئے اور بارگاہ رسالت سے فوراً واپس جانے کا حکم ہوا۔ (ان ہذا رسولؐ صادقؐ امینؐ) عتبہ نے عرض کی حضور ہمین پھر کافرون مین بھیجے دیتے مین کہ وہ ہمین کافر بنالین۔ ارشاد ہُوا۔ خدائے مسبب الاسباب تمھاری نجات ومخلصی کی راستہ نکال دیگا۔ ابوبصیر مجبور ہوکر اپنے دونو کافر رفیقون کے ساتھ مدینہ سے مکّہ واپس ہوُے۔ منزل ذوالحلیفہ مین پہونچکر اپنے دونو محافظون سے ایک کو موقع پاکر مارڈالا۔ دوسرا شخص جو بچ رہا تھا۔ اوس نے مدینہ مین جاکر جناب رسالتمآب صلعم کی خدمت مین روئداد عرض کردی۔ اوسکے پیچھے ابوبصیر بھی خدمت مبارک مین حاضر ہوے اور عرض کی کہ حضُور نے اپنے عہد کو پورا کردیا۔ آپ بریُ الذمۃ ہین۔ اب جو الزام ہے وہ مجھپر۔ مین مدینہ مین بھی نہین رہنے کا۔ یہہ کہا اور اوسی وقت مدینہ سے چلے گئے۔ اور مقام عیص مین۔ جو سمندر کے ساحل پر ذومرّہ کے قریب ہے۔ سکونت اختیار کی۔

اب سُنئے۔ جب عیص مین ابوبصیر کی سکونت کی خبر معلوم ہوئی تو باقیماندہ مقیدین اسلام جو مکّہ مین پڑے کفار قریش کی مصیبتین جھیل رہے تھے۔ ایک ایک کرکے موقع اور وقت سے بھاگ کر انکے پاس پناہ گزین ہونے لگے۔ یہان تک کہ اون کے پاس تھوڑے ہی دنون مین ایک معتدبہ جماعت ہوگئی۔ اور پھر تو رفتہ رفتہ اونمین اتنی قوت آگئی کہ مکّہ سے آنے والے قافلہاے تجارت کو سرراہ روک لینے لگے۔ اور اس روک مین اسباب قافلہ بھی اونکو جوکچھ دستیاب ہوجاتا تھا وہی اونکے آذوقہ اور مدد معاش کے لیے کافی ہوتا تھا۔ قریش ساحل کے مقامات وحالات سے واقف بھی نہین تھے جواُن کے معاملات کی کوئی انسداد و اصلاح کی فکر کرتے۔

بالآخر قریش نے عاجز اور تنگ ہوکر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین اپنے آدمی بھیجے

اور بڑی منت و عاجزی سے گزارش کی کہ صلحنامہ کے شرائط سے یہہ شرط خارج کردیجاے اور اب جو مسلمان چاہے مکّہ سے بلاخوف وہراس اور بغیر عذر و کلام مدینہ مین جاکر مقیم ہو۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا عذر تھا۔ فوراً منظور ہوگیا۔

مسلم مقیدین قریش اور محصورین مکّہ کی رہائی ابوبصیر کی آخری سرگزشت

اوسی وقت تمام مسلم مقیدین کو مدینہ مین واپسی کا حکم عام لکھکر بھیجدیا گیا۔ ابوبصیر کو بھی اطلاع دیدی گئی۔ محدث شیرازی لکھتے ہین کہ جسوقت یہہ نامہ مبارک عیص مین پہونچا۔ غریب ابوبصیر پر عالم نزع طاری تھا۔ ابوجندل جو مکّہ سے آکر انکے پاس مقیم تھے۔ سرہانے تیمارداری کررہے تھے۔ ابوبصیر کے کان مین چلّاکر نامۂ مقدس کی آمد کی بشارت دی ابوبصیر نے یہہ مژدہ جانفزا سنکر آنکھین کھولدین اور ابوجندل کے ہاتھ سے نامۂ مبارک لیکر اپنے سینہ پر رکھ لیا اور روح عالم قدس کی طرف پرواز کرگئی ابوجندل کا بیان ہے کہ ہم سب نے ملکر ابوبصیر کو دفن کردیا اور ایک مسجد وہان تعمیر کردی۔ پھر وہان سے ہملوگ مدینہ منورہ مین چلے آے۔ روضۃ الاحباب ص ۳۶۳۔

جب اتنے مشاہدات متواتر مسلمانون کی چشم ظاہر سے گزرچکے تب جاکر اونکو صلح حدیبیہ کے فواید مخفیہ کی حقیقت کا یقین ہوا۔ اور اوسوقت یہہ سمجھے کہ حقیقت مین وہ جس صلح کو اپنی شکست سمجھے تھے۔ وہ حقیقت مین اونکی وہی فتح مبین تھی جسکو خود خداے سبحانہ تعالی وحی بھیجکر بتلاچکا تھا۔ صدق اللہ ورسولہ۔

وعسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم	جو چیزین تم مکروہ سمجھتے ہو وہ تمھارے حق مین بہتر نکلتی ہین اور
واللہ اعلم ان کنتم لا تعلمون	خدا اون چیزون کو جنکو تم نہین جانتے تم سے بہتر جانتا ہے۔

فتح مبین کی تفسیر مین محدث شیرازی لکھتے ہین۔

مراد از صلح حدیبیہ است وآنچہ در بعضی از اخبار وارد شدہ کہ اصحاب از حضرت پرسیدند افتح ھو (حضرت عمر کا کلمہ مستفسرہ ہے) فرمود نعم۔ مویّد این سخن است و صلح حدیبیہ را فتح خواندہ۔ زیرا کہ مقدمہ فتوح بسیار بود بواسطہ این صلح جمعے از مومنان کہ در مکّہ بودند وایمان خود را مخفی می داشتند سرگزار شدند و مسلمانان با کفار بر سبیل مجاہرہ و مناظرہ	فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ بعض اخبار مین وارد ہوا ہے کہ صحابہ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کیا یہہ واقعی فتح ہے (حضرت عمر کا کلمہ مستفسرہ ہے) فرمایا۔ ہان۔ آپکا قول مبارک اسکا مویّد ہے۔ آپ نے صلح حدیبیہ کو اس لیے فتح کہا کہ یہہ صلح بہت سے فتوحات کی مقدمہ تھی اور اسکے ذریعہ سے بہت سے مسلمان جو اسوقت مکّہ مین مقید تھے اور اپنے ایمان کو چھپاتے تھے بالکل آزاد ہوگیے اور مسلمان کفار کے ساتھ مجاہرہ اور مناظرہ کرنے پر پورطور سے آزاد ہوگیے۔ اور قرآن مجید

لہ کیا اس سے حکم تقیہ پر عمل صحابہ ثابت نہین ہے۔ مولف عفی عنہ

می نمودند و قرآن برایشان می خواندند و بآن سبب بسیارے از کفار مسلمان شدند۔	اونکو سنانے لگے۔ اور اس سبب سے بہت سے کفار مسلمان ہو گئے۔

آخر مین محدث شیرازی تحریر فرماتے ہین

در بعضے از تفاسیر و کتب اہل سیر ہست کہ در آن دو سال کہ صلح میان ایشان باقی بود چندان از کفار مسلمان گشتند کہ موازی بود برآنکہ قبل از صلح باسلام آمدہ بودند۔	بعض کتب تفسیر و سیرت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو سال صلح کے زمانہ مین اس تعداد مین قریش (کفار) اتنے مسلمان ہوئے جتنے ایکس صلح سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔

شبلی صاحب بھی انھین مضامین کو ان الفاظ مین تحریر فرماتے ہین۔

اب تک مسلمان اور کفار باہم ملتے جلتے نہ تھے۔ اب صلح کی وجہ سے آمد و رفت شروع ہوئی۔ خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ مین آتے۔ مہینون قیام کرتے اور مسلمانون سے ملتے جلتے تھے۔ باتون باتون مین اسلامی مسائل کا تذکرہ آتا تھا۔ اسیکے ساتھ ہر مسلمان۔ اخلاص حسن عمل نیکوکاری۔ پاکیزہ اخلاقی کی ایک زندہ تصویر تھا۔ جو مسلمان مکہ جاتے تھے اونکی صورتین یہی مناظر پیش کرتی تھین۔ اس سے خود بخود کفار کے دل اسلام کی طرف کھنچے آتے تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس معاہدۂ صلح سے لیکر فتح مکہ تک اسقدر لوگ کثرت سے اسلام لائے کہ کبھی نہ لائے تھے حضرت خالد (فاتح شام) اور عمر ابن عاص (فاتح مصر) کا اسلام بھی اسی زمانہ کا یادگار ہے۔ سیرۃ النبی ۳۳۷۔

صاحب رحمۃ اللعلمین اسکو زیادہ دلیل و تفصیل کے ساتھ یون بیان کرتے ہین۔

صلح کا حقیقی فائدہ۔ امام زہری نے معاہدہ کی دفعہ اول کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جانبین سے آمد و رفت کی روک ٹوک اوٹھ جانے سے یہہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانون سے ملنے جلنے لگے۔ اور اس طرح اونکو اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کے ذریعے ملے اور اسی وجہ سے اوس سال اتنے زیادہ لوگون نے اسلام قبول کیا کہ اس سے پیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہین ہوے تھے معاہدۂ حدیبیہ کی شرط دوم کے رو سے مسلمان اس سال مکہ پہونچکر عمرہ کرنے کا حق رکھتے تھے۔ اسی لیے اللہ کا رسول دو ہزار صحابہ کو لیے مکہ مین پہونچا۔ مکہ والون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مین آنے سے تو نہ روکا لیکن خود گھرون مین قفل لگا کر کوہ بوقبیس کی چوٹی پر۔ جس کے نیچے مکہ آباد ہے۔ چلے گیے۔ پہاڑ پر سے مسلمانون کے حال کو دیکھتے رہے۔ خدا کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن تک عمرہ کے لیے مکہ مین ٹھرا رہا۔ اور پھر ساری جمعیت کے ساتھ مدینہ کو واپس گیا۔ ان منکرون پر مسلمانون کے سچے جوش۔ سادہ اور سچے موثر طریق عبادت کا اور اونکی اعلا دیانت و امانت کا (کہ خالی شدہ شہر مین کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہین ہوا) عجیب اثر ہوا جس نے سیکڑون کو اسلام کی طرف مائل کر دیا ص ۲۴۱۔

ان مفید اور خوشگوار نتائج صلح کو دیکھکر اب تمام اہل اسلام کو یقین ہوگیا کہ وہ تدبیر قدرت اور تجویز رسالت کی تفہیم سے کتنے دُور تھے۔ معاملہ صُلح کی صرف صورت ظاہری پر اعتبار کرکے جو شکوک اُن کے دلون مین خطور کر رہے تھے اور جن پر وہ کسی قدر عمل پیرا بھی ہوگئے تھے۔ وہ حالت حاضرہ مین اُن کے لیے کسقدر ندامت و خجالت کے باعث ثابت ہوئے اور آیہ وافی ہدایہ۔

عَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ	اکثر ایسی چیزین جنھین تم ناپسند کرتے ہو تمھارے حق مین اچھی نکل آتی ہین
وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ	اور اکثر ایسی ہوتی ہین جنھین تم پسند کرتے ہو مگر وہ تمھارے لیے بُری ہوجاتی
وَاللَّهُ أَعْلَمُ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ	ہین اور خدا ان چیزون کو جنھین تم نہین جانتے تم سے بہتر جانتا ہے۔

کے خطاب سے اصلی مخاطب بھی قرار پاگیے۔

سلاطین ممالک اور رئیسان قبائل کے نام تبلیغ اسلام کے خطوط

سلاطین ممالک اور رئیسان قبائل کے نام تبلیغ اسلام کے خطوط

صلح حدیبیہ کے اون تمام منافع و فواید کے علاوہ جو کامل تفصیل و تشریح سے اوپر بیان ہوچکے ہین۔ ایک بہت بڑا فائدہ یہہ ہُوا کہ اس مصالحت کے ہوتے ہی اشاعت اسلام کے لیے جس طرح ملک کے اندرونی مقامات مین فتح الباب ہوگیا۔ اوسی طرح تمام بیرونی ممالک مین اسکی اشاعت و اعلان کے راستے کھُل گئے۔

قریش کی مخالفت، خفیہ سازشین اور پوشیدہ ریشہ دوانیان ابتک توسیع اسلام کی سدّ راہ ہورہی تھین لیکن اب اسلام بالکل آزاد تھا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ (اے رسول ہم نے تمکو تمام دنیا کے لوگون کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا ہے) کے حکم برحق کے موافق بیرونی ممالک کے غیر مسلم سلاطین اور غیر مسلم امیران قبائل کے نام دعوت اسلام کے خطوط لکھے اور صحابہ معتمدین میں حسب ذیل بزرگوارون کو خطوط دیکر غیر اسلامی سلاطین و امرا قبائل کے دربار مین عہدۂ سفارت پر روانہ فرمایا

۱۔ دحیہ کلبی	قیصر روم	۴۔ عمرو بن اُمیۃ الضمیری	نجاشی بادشاہ حبش
۲۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی	خسرو پرویز (کجکلاہ ایران)	۵۔ سلیط بن عمرو بن عبد شمس	رؤسائے یمامہ
۳۔ حاطب بن بلتعہ	عزیز مصر	۶۔ شجاع بن وہب الاسدی	رئیس حدود شام

صحابہ موصوفین تعمیل حکم کے لیے بسر و چشم حاضر تھے۔ ان تمام سُفرائے اسلام کو رخصت کرتے وقت جو ہدایت فرمائی گئی۔ وہ شبلی صاحب کے الفاظ مین یہہ تھی۔

ایُّہا النّاس۔ خدا نے مجھکو تمام دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ دیکھو حواریون عیسیٰ کی طرح اختلافات

نکرنا۔ جاؤ۔ اور میری طرف سے پیغام حق ادا کرو۔

شبلی صاحب پھر اشارون مین بات کرگئے۔ آپ کی کتاب دیکھنے والون کو یہہ نہ معلوم ہُوا کہ حوارِیان عیسیٰؑ نے کیا اختلاف کیا تھا جس سے بچنے اور احتیاط کرنے کے لیے آپ اپنے اصحاب کو خاص طور پر ہدایت فرماتے ہین نہین معلوم معلوم اسکے بیان کردینے مین کیا دشواری تھی۔ حالانکہ آپ طبری کی جس عبارت سے اس مضمون کو نقل کر رہے ہین اوسی عبارت کے سلسلہ مین اسکی توجیہہ بھی لکھی ہوئی ہے۔ اگر آپ چاہتے تو اوسے لکھ کر اپنے کلام کے موجودہ ابہام کو بہت آسانی سے رفع کرسکتے تھے۔ مگر آپ نے نہین کیا۔ اور یہہ کام مجھسے لیا۔

طبری اسی سلسلہ بیان مین لکھتے ہین۔

قالوا یا رسول اللہ صلعم وکیف کان اختلافھم قال دعا الی مثل ما دعوتکم الیہ فاما من قرب بہ فاحب وسلم واما من بعد بہ فکرہ وابی فشکا ذلک منھم عیسی الی اللہ عز وجل فصبحوا من لیلتھم تلک وکل رجل منھم یلغۃ القوم الذین بعث الیھم فقال عیسی ھذا امر قد عزم اللہ لکم علیہ فامضوا

صحابہ نے عرض کی کہ وہ کیا اختلاف تھا جو اون سے سرزد ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسی نے اونکو بھی ویسی ہی دعوت دینی دی تھی جیسی مین نے تملوگون کو دی ہے۔ لیکن جب تک وہ لوگ حضرت عیسی کے پاس رہے اوسکے ساتھ خلوص و محبّت بھی رکھا کیے اور اطاعت بھی کی۔ لیکن جب اون سے عیسیٰؑ سے دور چلے گئے۔ تو اوس سے نفرت کرنے لگے۔ اور انکار کرنے لگے۔ اون کے امور کی شکایت حضرت عیسیٰؑ نے خدا سے کی۔ پھر اوسی رات کی صبح کو اون مین سے ہر شخص اوس قوم کی زبان مین حضرت عیسی کے متعلق کلام کرنے لگا جس قوم کی طرف وہ بھیجے گئے تھے۔ حضرت عیسی نے کہا یہ امر جیسا اون کے لیے منجانب اللہ مقدر ہوچکا تھا بالآخر ویسا ہی ہوکر رہا۔

ص ۱۵۶۰

اس عبارت نے حوارِیون عیسیٰؑ کے اختلاف کا انکشاف کردیا اور بتلادیا کہ حوارِیّون کے اس اختلاف کی مثال دکھلاکر آنحضرت صلعم نے صحابہ کو ثبات دینی اور غیر قومون کی اثر پذیری سے بچنے اور احتیاط قائم رکھنے کی تعلیم دی تھی اور تاکید کی تھی۔

دعوت اسلام کا خط قیصر روم کے نام

شاہان روم و فارس کی موجودہ اقتدار و عظمت کے اعتبار سے تمہیدًا اتنا لکھدینا ضرور ہے کہ چندسال پیشتر ایرانیون نے رومیون کو شکست سخت پہونچائی تھی جسکا اشارہ قرآن مجید مین اذ غلبت الرّوم مین موجود ہے۔ ہرقل موجودہ قیصر روم نے بعد چندے ایرانیون کو ہزیمت کامل پہونچاکر اپنے تمام نقصانات کا پورا معاوضہ لے لیا۔ ان ایّام مین کہ فرمان مبارک ہرقل کے نام صادر ہُوا وہ اپنے اس موجودہ فتح کی

ادا ے شکرانہ کے لیے بیت المقدس مین جا کر مقیم تھا کہ دحیہ کلبیؓ نامہ مقدس لیکر حارث غسانی کے پاس جو قیصر کی طرف سے علاقہ شام کا گورنر تھا اور بصرے مین جو آج کل حوران کے نام سے مشہور ہے۔ اور اوسوقت علاقہ شام کا دار السلطنت تھا مقیم تھا حارث نے وہ نامہ مبارک۔ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے لیکر اپنے ایک معتمد خاص کی معرفت ہرقل قیصر روم کے پاس بیت المقدس مین بھجوا دیا۔ ہرقل کو جب نامہ مقدس ملا تو اوس نے بڑا شاندار دربار کیا۔ اور اپنے ہر طبقہ کے ملازمین و رعایا کو جمع کیا۔ خود لباس شاہی پہنکر تخت پر جلوس کیا۔ اور تمام مسیحی پیشوایان مذہب اور عالمان دین کو حاضر رہنے کا حکم دیا۔ جب تمام لوگ جمع ہو چکے تو اوس نے حکم دیا کہ اگر کوئی عرب بیت المقدس مین موجود ہو تو اوسکو خدمت ترجمانی کے لیے حاضر کرو۔ حسن اتفاق سے ابو سفیان تجار قریش کے ساتھ اون دنون بیت المقدس مین مقیم تھا۔ لوگ ابو سفیان کو دربار مین بُلا لاے۔ نامہ مُبارک کھولا گیا تو اوسکی عبارت یہہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم
من محمد رسول اللہ الی ھرقل	محمد رسول اللہؐ کی طرف سے ہرقل بادشاہ روم کے نام سلامتی
عظیم الروم السلام علی من اتبع الھدی	اون لوگون کے لیے ہے جو ہدایت کی پیروی کرتے ہین۔ تم اسلام
اما بعد اسلم تسلم و اسلم لربك	قبول کرو اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو تمہارا پروردگار تمھین دو چڑے
اللہ اجرك مرتان وان تتول فان اثم	ثواب عطا فرمائے گا اور اگر تم نے نا توجہی کی تو تم عذاب منکر کا مواخذہ
الاکارین علیك	لیا جائیگا۔

صحیح بخاری مین نامہ مقدس کی آخر عبارت کے بعد یہہ آیہ قرآنی تحریر تھی۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا	اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم مین اور تم مین یکسان
وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا	ہے وہ یہہ کہ خدا کے سوا کسی کو نہ پوجین اور ہم مین سے کوئی خدا کو
يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا	چھوڑ کر کسی کو خدا نہ بنائے۔ اور اگر تم نہین مانتے تو گواہ رہو کہ ہم ماننے
فَاشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ	والے ہین۔

قیصر کے دربار مین نامہ مقدس

اس نامہ مبارک کی صاف اور بیلوث عبارت موعظت کو سنکر تمام مجمع حیرت مین آگیا عیسائی پیشوایان مذہب و عالمان دین نے طیش مین آکر سخت اظہار نفرت کیا۔ لیکن قیصر پر اونکی متعصبانہ مخالفت کا کوئی اثر نہوا۔ اوس نے خط مبارک کو تخت پر رکھ لیا اور ابو سفیانؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات دریافت کرنے لگا فیما بین یون گفتگو شروع ہوئی۔

قیصر – مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے۔

ابوسفیان۔ شریف ہے۔

قیصر۔ محمدؐ سے پہلے بھی کسی نے اُنکے خاندان مین نبوت کا دعوے کیا ہے۔

ابوسفیان۔ نہین۔

قیصر۔ اُنکے خاندان مین کوئی بادشاہ گزرا ہے۔

ابوسفیان۔ نہین۔

قیصر۔ جن لوگون نے اُنکا دین اختیار کیا ہے وہ غریب و مسکین ہین یا صاحب اثر و مقتدر۔

ابوسفیان۔ وہ سب مساکین و غربائے قوم ہین۔

قیصر۔ اُسکے پیرو بڑہتے جاتے ہین یا گھٹتے جاتے ہین۔

ابوسفیان۔ بڑہتے جاتے ہین۔

قیصر۔ کبھی تملوگون کو اُس مدعی نبوت پر جھوٹ بولنے کا بھی علم و تجربہ ہُوا ہے۔

ابوسفیان۔ کبھی نہین۔

قیصر۔ کبھی انھون نے تم سے بدعہدی اور پیمان شکنی کی ہے۔

ابوسفیان۔ نہین کبھی نہین۔ لیکن اب جو نیا معاہدہ صلح (حدیبیہ) ہوا ہے۔ اسمین دیکھین وہ قائم رہتا ہے یا نہین

قیصر۔ تملوگون نے کبھی اُن سے جنگ کی ہے۔

ابوسفیان۔ ہان کی ہے۔

قیصر۔ نتیجہ جنگ کیا رہا ہے۔

ابوسفیان۔ کبھی ہم غالب آئے کبھی وہ۔

قیصر۔ اُسکی تعلیم کیا ہے۔

ابوسفیان۔ کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ کسی اور کو خدا کا شریک نہ بناؤ۔ نماز پڑہو۔ پاکدامنی اختیار کرو

سچ بولو صلہ رحم ادا کرو" سیرۃ النبیؐ

شبلی صاحب۔ اس مکالمہ کی شرح و تفصیل مین لکھتے ہین۔

اس گفتگو کے بعد قیصر نے مترجم کے ذریعہ سے کہا کہ تم نے اُسکو شریف النسب بتلایا پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندانون سے ہوتے ہین تم نے کہا کہ اسکے خاندان مین کسی اور نے نبوت کا دعویٰ نہین کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو مین سمجھتا کہ یہہ خاندانی خیال کا اثر ہے۔ تم تسلیم کرتے ہو کہ اس خاندان مین کوئی بادشاہ نہین تھا۔ اگر ہوتا تو مین سمجھتا اسکو بادشاہت کی

ہوس ہے۔ تم مانتے ہو اُس نے کبھی جھوٹ نہین بولا۔ جو شخص کسی آدمی سے جھوٹ نہین بولتا وہ خدا پر کیونکر جھوٹ باندھ سکتا ہے تم کہتے ہو کہ کمزورون نے اُسکی پیروی کی ہے۔ پیغمبرون کے ابتدائی پیرو غریب ہی لوگ ہوتے ہین۔ تم نے تسلیم کیا ہے کہ اُس کا مذہب بڑھتا جاتا ہے۔ سچے مذہب کا یہی حال ہے کہ بڑھتا جاتا ہے۔ تم تسلیم کرتے ہو کہ اُس نے کبھی فریب نہین کیا پیغمبر لوگ فریب نہین کرتے۔ تم کہتے ہو کہ وہ نماز تقوی اور عفاف کی ہدایت کرتا ہے۔ اگر یہہ سچ ہے تو میری قدم گاہ تک اُسکا قبضہ ہو جائے گا۔ مجھکو یہہ خیال تھا کہ ایک پیغمبر صلعم آنے والا ہے۔ لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب مین پیدا ہوگا۔ مین اگر وہان جاتا تو خود اوسکے پاؤن دھوتا۔

قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی تھی اوس سے بطارقہ اور اہل دربار سخت برہم ہوئے تھے۔ یہہ دیکھ کر قیصر نے اہل عرب کو دربار سے ہٹوا دیا اور گو اوس کے دل مین نور اسلام آچکا تھا لیکن تاج و تخت کی تاریکی مین وہ روشنی جھکر رہگئی۔ سیرۃ النبی صـ۲۴۳۔

ابوسفیان کا بیان ہے کہ اُسی روز سے میرے دل مین اپنی ذلت کا نقش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت کا یقین ہوگیا۔ رحمۃ ۱۷۰۔

خسرو پرویز شاہ ایران کے نام خط مبارک

عبد اللہ بن حذافہ ؓ سہمی خسرو پرویز کے نام جو نامہ مقدس لے گئے تھے اوسکی عبارت یہہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم
من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس	محمد پیغمبر خدا کی طرف سے۔ کسریٰ شاہ فارس کے نام۔ سلامتی ہے
السلام علی من اتبع الھدیٰ و امن باللہ و رسولہ و اشھد ان	اوس شخص کے لیے جو ہدایت کا پیرو اور خدا و پیغمبر خدا پر ایمان
لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من	لائے اور یہہ گواہی دے کہ خدا صرف ایک خدا ہے اور یہہ کہ خدا نے
کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس	مجھے تمام لوگون کا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ ہر زندہ شخص کو خوف دلائے۔
	تو اسلام قبول کر تو سلامت رہیگا ورنہ مجوسیون کا وبال تیری گردن پر رہیگا

خسرو پرویز۔ موجودہ فرمانروائے فارس نہایت عظمت و شان کا تاجدار تھا۔ عجم کا ہمیشہ سے دستور تھا کہ ہر خط کے عنوان پر نام بادشاہ وقت کا عظمت کے خیال سے لکھا کرتے تھے۔ نامہ مقدس مین اونکے دستور کا فرا شکے خلاف عنوان خدا اور خدا کے رسول صلعم کے نام سے شروع کیا گیا تھا۔ اور خسرو کا نام سب سے آخر مین رکھا گیا تھا فرمان رسالت مین اسی ایک بات کو دیکھکر خسرو غیظ و غضب کی شدت مین آگ کا پتلا بنگیا اور نامہ مبارک کو چاک چاک کر ڈالا اور اپنے غرور شاہی مین آکر کہنے لگا کہ میرا رعایا اور میرا غلام اپنی تحریر مین میرے مراتب خاندانی اور مدارج سلطانی کی

یون تحقیر کرے۔

آنحضرتؐ کی گرفتاری کا حکم اور اوس کا نتیجہ

پھر اوس نے باذان کو جو اوسکی طرف سے علاقہ یمن کا عامل تھا لکھا کہ محمد صلعم کو (نعوذ باللہ) پابزنجیر کرکے میرے پاس بھیجدو۔ باذان نے دو آدمیون کو اس خدمت پر تعنات کیا۔ ایک کا نام بانویہ تھا۔ دوسرے کا خرخسرو۔ اُن دو نون نے مدینہ مین آکر شہنشاہ رسالت کی خدمت مین عرض کی کہ کسریٰ خسرو پرویز نے آپ کو طلب کیا ہے۔ اگر آپ اوسکے حکم کو نمانین گے تو وہ آپکے تمام ملک و انتظام کو تباہ وسیاہ کردیگا۔ آپ نے جواب دیا کہ کل اس کے متعلق کہون گا۔ دوسرے دن۔ وہ جواب لینے آئے تو آپنے ارشاد فرمایا کہ خسرو تو خود چلا گیا۔ اب کس کے پاس جاؤن۔ کل رات کو اوسکے بیٹے شیرویہ نے اوسے قتل کرڈالا۔ یہہ دونون ایرانی افسر یمن مین واپس آئے تو وہان اُن کے آنے سے پہلے خسرو کے قتل کی خبر پہونچ چکی تھی۔

عبداللہ بن حذافۃ السہمی نے مدینہ منورہ مین واپس آکر اپنی سفارت کی جب ساری روئداد بیان کی اور نامۂ مبارک کے چاک کردیے جانے کا حال عرض کیا تو اوسیوقت ارشاد کیا گیا تھا کہ یونہین سلطنت عجم کے پرزے پرزے اوڑجائینگے۔

حاطب ابن بلتعہ اور عزیز مصر کے دربار مین سفارت

حاطب ابن بلتعہ عزیز مصر کے دربار مین سفارت کے عہدے پر مامور ہوکر بھیجے گئے تھے۔ اسکندریہ ملک مصر کا دارالسلطنتہ تھا۔ جریج ابن متیٰ جس کا لقب مقوقس تھا مصر کا موجودہ فرمانروا تھا۔ حاطب نے عزیز مصر کو فرمان رسالت سُنانے سے پہلے ان الفاظ مین موعظت فرمائی۔ اور اسلام کی حقیقت تبلائی۔

ایُّھا الملک۔ آپ سے پہلے تخت مصر پر۔ ایک فرمانروا ایسا بھی گزرا ہے جو انا ربکم الاعلیٰ کا جھوٹا دعوی کرتا تھا۔ نتیجہ یہہ ہوا کہ دنیا و آخرت کی ذلت ورسوائی کے سوا اوسکو کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ دریا کی تہہ مین ایسا سمایا کہ پھر نہ اوبھرا نزول عذاب کے وقت نہ اوسکی دولت اوسکے کام آسکی نہ فوج وسلطنت اوسے بچاسکی مناسب ہے کہ موجودہ فرمانروا بھی اوسکی مثال سے عبرت کا سبق لے اور ایسا نکرے کہ دوسرے اوسکے حال ومثال سے عبرت پذیری اختیار کرین۔

مقوقس نے جوابدیا۔ یہہ صحیح ہے لیکن فرعون تو کافر تھا۔ اور کوئی مذہب و ملت نہین رکھتا تھا۔ مین تو ایک مذہب کا پیرو ہون اور مین اوس سے علٰحدہ نہین ہوسکتا جبتک بہتر کوئی دوسرا مذہب مجھے تحقیق نہوے۔

حاطب نے کہا اسی لیے تو مین آپکو دین اسلام کی طرف دعوت دیتا ہون۔ جو تمام دنیا کے مذہب پر حاوی اور اون کیلیے

کافی ہے۔ ہمارے پیغمبر خاتم المرسلین صلعم نے اکیلے قریش ہی کو تھوڑے اسلام کی دعوت دی ہے وہ تمام دنیا کو اس دین کی دعوت دیتے آئے ہین۔ قریش نے اون سے مخالفت کی اور اسی طرح یہود بھی اون کے دشمن بن گئے۔ مگر مین آپکو یقین دلاتا ہون کہ بخلاف ان مذاہب و اقوام کے مذہب مسیحی اور قوم نصاریٰ اسلام سے قریب تر ہے خدا کی قسم جس طرح موسیٰ نے عیسیٰ کی بشارت دی ہے اوسیطرح حضرت عیسیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بھی خوشخبری دی ہے قرآن مجید کی طرف ہم آپکو بھی اسوقت ویسے ہی دعوت دیتے ہین۔ جیسے قوم یہود اور توریت والون کو انجیل مقدس والون کی دعوت دیتے ہین۔

انبیائے سابقین اور امم ماضیہ کے احوال پر غور کیجیے۔ دستور ہمیشہ سے چلا آتا ہے کہ نبی جس قوم کے زمانہ مین مبعوث ہوتا ہے وہی اب قوم اوسکی اُمّت کہلاتے ہین۔ اس دستور قدیم کے مطابق آپنے ہمارے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے اسلیے آپ اوسکے ضرور حقدار ہین کہ آپ اوسکے پیرو اور اوسکی شریعت کے معین و مددگار بنجائین اور یہہ بھی سمجھ لین کہ ہم آپکو حضرت مسیح ہی کے دین کی طرف گویا دعوت دیتے ہین۔

مقوقس نے کہا مین نے ابھی تمہارے پیغمبر آخر الزمان کی طرف غور نہین کیا ہے اسلیے اونکے دین کی طرف ابھی میرا میلان خاطر نہین ہے۔ اگرچہ جہان تک مجھے علم و اطلاع ہے اونکا مذہب مجھے کسی شے مطلوب و محبوب سے نہین روکتا اور یہہ بھی مجھے پورا یقین ہے کہ تمہارا پیغمبر آخر الزمان نہ ساحر ضرر رسان ہے نہ کاہن کذب البیان۔ اور اون مین جو علامتین اور تعریفین ہین وہ سب صفات نبوت ہی کے متعلق ہین۔ مگر بات یہہ ہے کہ مین اس مسئلہ خاص مین مزید غور کرنا چاہتا ہون۔

مقوقس کی طرف سے آنحضرت صلعم کے خط کا جواب

یہہ کہکر مقوقس نے ایک فیل دندان کی نفیس و بیش بہا ڈبیہ مین نامہ مبارک کو رکھوایا اور اوس پر اپنی مُہر لگاکر خزانہ شاہی مین رکھوادیا۔ اسکے بعد ان الفاظ مین نامہ مقدس کا جواب لکھا۔

لمحمد بن عبد الله من المقوقس عظيم القبط	محمد بن عبد اللہ کے نام مقوقس رئیس قوم قبط کی طرف سے۔ سلام علیک کے بعد
سلام عليك اما بعد فقد قرأت كتابك وفهمت ما	مین نے آپکا خط پڑھا اور اوسکے مضمون و مطلب کو سمجھا مجھکو اسقدر
ذكرت وما تدعو اليه وقد علمت ان نبيّا بقي وكنت	معلوم تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے لیکن مین یہہ سمجھا تھا کہ وہ ملک شام مین
اظن انه يخرج بالشام وقد اكرمت رسولك وبعثت	ظہور فرمائین گے۔ مین نے آپکے قاصد کی عزت کی۔ اور دو لڑکیا ن
اليك بجاريتين لهما مكان في القبط عظيم	بھیجتا ہون جن مین قبطیون (مصر کی قوم) مین بڑی عزت کی جاتی ہے۔
وبكسوة واهديت اليك بغلة لتركبها و	اور مین آپ کیلیے ملبوس بھی بھیجتا ہون اور ایک خچر بھی روانہ کرتا ہون
السلام عليك	کہ آپ اوس پر سوار ہون۔ آپ پر میرا اسلام ہو۔

شبلی صاحب لکھتے ہین۔ باانہمہ عزیز مصر اسلام نہین لایا۔ دو لڑکیان بھیجی تھین۔ اون مین ایک ماریہ قبطیہ تھین۔ جو حرم نبوی مین داخل ہوئین۔ دوسری سیرین تھین۔ جو حضرت حسان کے ملک مین آئین۔ خچر کا نام

دُلدُل تھا جس کا ذکر اکثر حدیث کی کتابون مین آیا ہے۔ جنگ حنین مین آپ اسی پر سوار تھے۔ طبری نے لکھا ہے کہ ماریہ اور سیرین حقیقی بہنین تھین۔ اور حاطب بن بلتعہ جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مقوقس کے پاس خط دیکر بھیجا تھا۔ اونکی تعلیم سے دو نو خاتونین خدمت نبوی مین پہونچنے سے پہلے اسلام قبول کر چکی تھین اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ماریہ سے نکاح کیا ہوگا نہ کہ لونڈی کی حیثیت سے وہ آپ کے حرم مین آئین

پھر حاشیہ کی عبارت مین لفظ جاریہ کے متعلق شبلی صاحب نے لکھکر یہہ ہدایت فرمائی ہے کہ ہم نے جاریہ کا ترجمہ لڑکی کیا ہے۔ اس لیے کہ عربی مین جاریہ لڑکی کو کہتے ہین اور لونڈی کو بھی۔ ارباب سیرۃ ماریہ قبطیہ کو لونڈی کہتے ہین۔ لیکن مقوقس نے جو لفظ اُن کی نسبت لکھا ہے۔ یعنی کہ مصریون مین اُنکی بڑی عزت ہے۔ یہہ لونڈیون کی شان مین استعمال نہین کیے جاسکتے۔ ص۳۴۶۔

مجھکو شبلی صاحب کی اس راے سے پورا اتفاق ہے۔ لیکن صرف اتنی گزارش ہے کہ اس معاملہ مین بھی آپنے صرف سیرت والون ہی کو مجرم قرار دیا۔ اور محدثین کو صاف نکالدیا۔ حالانکہ صحاح و مسانید سے لیکر سُنن و تفاسیر کی چھوٹی بڑی کتاب ایسی نہین چھوٹی ہے۔ جن مین علماے محدثین نے ماریہ قبطیہ کو کنیز لکھکر اقرار نکیا ہو۔ ان حضرات کے خلاف آپ نے خود بھی اس مسئلہ خاص کے متعلق جو کچھ اطلاع و حقیقت پائی ہے وہ صرف طبری ہی کی مرویات سے۔ جو اگر سیرت نگار نہین تو تاریخ نویس ضرور ہے۔ نہ محدث مشہور ہے - اور نہ مفسر۔ دنیا اور آپ بھی اوسکو امام المورخین ہی لکھتے ہین۔ پھر فرد جرم مین تنہا سیرت و تاریخ والون کے نام لکھنا۔ حقیقت سے کتنا دُور ہے۔

عمر ابن امیۃ الضمیری اور نجاشی۔ شاہ حبشہ کے نام نامۂ مقدس

عمر ابن امیۃ الضمیری کو جو نامہ مقدس۔ نجاشی۔ بادشاہ حبشہ کے نام دیا گیا تھا اوسکے یہہ الفاظ تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
من محمد رسول اللہ الی النجاشی اصحم ملک الحبشۃ۔ سلام۔ انت وانی احمد الیک اللہ الملک القدوس السلام المومن المھیمن واشھد ان عیسی بن مریم روح اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم البتول الطیبۃ الحصینۃ فحملت بعیسی	محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی اصحم۔ بادشاہ حبشہ کے نام تجھے سلامتی ہو۔ سُن پہلے اللہ کی تیری طرف سے اور اپنی جانب سے تعریف کرتا ہون۔ جو مالک ہے۔ قدوس ہے - مومن ہے اور مہیمن ہے اور گواہی دیتا ہون کہ عیسی ابن مریم خدا کی روح اور کلمہ ہین جو مریم۔ دوشیزہ۔ طیبہ اور عفیفہ کی جانب بھیجے گیے اور او نھین عیسی کا حمل ہوگیا۔

فحملته الله من روحه ونفخه كما خلق آدم بيده ونفخه واني ادعوك الى الله وحده لا شريك له والموالاة على طاعته وان تتبعني وتؤمن بالذي جاءني فاني رسول الله وقد بعثت اليك ابن عمي جعفرا ونفرا معه من المسلمين فاذا جاءوك فاقرهم ودع التجبر واني ادعوك وجنودك الى الله فقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصحي والسلام على من اتبع الهدى

خدا نے عیسیٰؑ کو اپنی روح اور نفخ سے اوسی طرح پیدا کیا جیسا کہ آدمؑ کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا اب میری دعوت یہ ہے کہ تو خدا پر جو اکیلا اور بالکل لاشریک ہے ایمان لے آ۔ اور ہمیشہ اوسی کی فرمان برداری مین رہا کر اور میری اتباع کر۔ اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر۔ کیونکہ مین اللہ کا رسولؐ ہون مین قبل ازین اپنے برادر عم حضرت جعفر کو مسلمانون کی ایک جماعت سے بھیج چکا ہون۔ تم اوسے بہ آرام ٹھہرانا۔ تکبر چھوڑ دو۔ کیونکہ مین تمکو اور تمھارے اہل دربار کو خدا کی طرف بلاتا ہون۔ دیکھو مین نے اللہ کا حکم پہونچا دیا اور تمھین بخوبی سمجھا دیا۔ اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو سلام ہو اوس پر جو سیدھی راہ چلتا ہے طبری ص ۱۵۶۹

نجاشی کا اسلام اور بارگاہ رسالت مین اوسکا عقیدت نامہ

تمام مورخین عرب کا اسپر اتفاق ہے کہ اس نامہ مقدس کی عبارت پڑھتے ہی نجاشی مسلمان ہو گیا نامۂ مبارک کے جواب مین جو عقیدت نامہ اوس نے بارگاہ رسالت مین لکھا اوسکے الفاظ یہ تھے

بسم الله الرحمن الرحيم

الى محمد رسول الله صلعم من النجاشي الاصحم بن الابجر سلام عليك يا نبي الله ورحمة الله وبركاته من الله الذي لا اله الا هو الذي هداني الى الاسلام اما بعد فقد بلغني كتابك يا رسول الله فيما ذكرت من امر عيسى فورب السماء والارض ان عيسى ما يزيد على ما ذكرت وقد عرفنا ما بعثت به الينا وقد قربنا ابن عمك واصحابه فاشهد انك رسول الله صادقا مصدقا وقد بايعتك وبايعت ابن عمك واسلمت على يديه لله رب العالمين وقد بعثت اليك ابني ارها بن الاصحم بن الابجر فاني

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمدؐ رسول اللہ کی خدمت مین نجاشی۔ اصحم بن ابجر کی طرف سے۔ اے نبی اللہ آپ پر اللہ کی سلامتی۔ رحمت اور برکت ہو۔ اوس خدا کے سوا کوئی معبود نہین ہے جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔ اب عرض یہ ہے کہ حضور کا فرمان میرے پاس پہونچا عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ آپنے تحریر فرمایا ہے۔ خدائے آسمان و زمین کی قسم۔ وہ اس سے ذرہ برابر بڑھکر نہین ہے۔ اونکی حیثیت اوتنی ہی ہے جو آپنے تحریر فرمائی ہے۔ مین نے آپکی تعلیم سیکھ لی ہے اور آپکے ابن عم اور مسلمان میرے پاس بآرام تمام ہین۔ مین اقرار کرتا ہون کہ آپ اللہ کے رسول ہین۔ سچے ہین۔ راست بازون کی سچائی ظاہر کرنے والے ہین مین آپ سے (مزید) بیعت کرتا ہون۔ مین نے آپکے ابن عم کے ہاتھ پر آپکی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کیا ہے اور مین حضور کی خدمت مین اپنے فرزند ارحا کو روانہ کرتا ہون مین تو

لا املک الا نفسی وان شئت ان اتیک فعلت یا رسول اللہ صلعم فانی اشھد ان ما تقول حق السلام علیک یا رسول اللہ م

اپنے نفس کا مالک ہون۔ اگر حضور کا منشا یہہ ہو کہ مین حاضر خدمت ہو جاؤن تو مین ضرور حاضر ہون گا۔ کیونکہ مین شہادت دیتا ہون کہ آپ جو کچھ فرماتے ہین وہ سب سچ ہے۔ آپ پر یا رسول اللہ میرا اسلام ہو۔

نجاشی نے حسب الوعدہ اپنے بیٹے کو مع اوسکے رفقا کے بھیجا۔ لیکن افسوس ہے کہ قضائے آلہی سے وہ باریاب خدمت نہو سکا۔ طبری مین اوسکی یہہ کیفیت لکھی ہے۔

قال ابن اسحاق ان النجاشی بعث ابنہ فی ستین من الحبشۃ فی سفینۃ فاذا کانوا فی وسط من البحر غرقت لھم سفینتھم فھلکوا ص ۱۵۷۰

ابن اسحاق کہتے ہین کہ نجاشی نے اپنے لڑکے کو ساٹھ اہل حبش کی جماعت ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین روانہ کیا۔ لیکن حکم آلہی سے کشتی بیچ سمندر مین ہو نچکر ڈوب گئی اور سب کے سب مر گئے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ سے عقد

مہاجرین حبشہ مین اکثر لوگ ابھی تک حبشہ ہی مین مقیم تھے۔ انھین مین ام حبیبہ بنت ابوسفیان معاویہ کی بہن بھی تھین جو اپنے شوہر کے ساتھ وہین سکونت پذیر تھین۔ قضائے آلہی سے اُنکے شوہر وہین انتقال کر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کو لکھ بھیجا کہ میری طرف سے ام حبیبہ کی خواستگاری کرو۔ نجاشی نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور سعید بن العاص کی وساطت سے آنحضرت صلعم کا پیام بھیجا۔ ام حبیبہ کو کوئی عذر نہین تھا۔ نجاشی نے چار سو اشرفیون کے مہر پر آنحضرت صلعم کا عقد کر دیا اور رقم مہر ادا کرکے ام المومنین ام حبیبہ کو آپ کی خدمت بابرکت مین بار آم تمام بھیجدیا۔ طبری ص ۱۵۷۱

سردار قبائل کے نام خطوط حاکم بحرین کے نام نامہ مبارک

ملوک سلاطین کے علاوہ سرداران قبائل کے نام بھی لکھے گئے تھے۔ انہین سے۔ حاکم بحرین۔ منذر بن ساوی۔ کے نام بھی نامہ مقدس لکھا گیا۔ اور علاء بن الحضرمی صحابی فرمان رسالت لیکر اسکے پاس گئے۔ منذر شاہان فارس کا ماتحت تھا۔ اوس نے آپکے فرمان کو پڑھا۔ اور فوراً مسلمان ہو گیا اور اُسکی رعایا کے اکثر طبقات بھی مسلمان ہو گئے۔ اوس نے جو عریضہ فرمان نبوت کے جواب مین ارسال خدمت کیا اوسمین عرض کی کہ میری رعایا کے بعض طبقے نے تو اسلام کو بہت ہی پسند کیا ہے لیکن بعض لوگ کراہت کرتے ہین۔ اور بعض ایسے محروم القسمت بھی ہین جو مخالفت کا ارادہ رکھتے ہین۔ میرے علاقے مین یہودی اور مجوسی بھی کثرت سے آباد ہین۔ اِن کے لیے کیا حکم ہوتا ہے۔

منذر کی عرضی کا جواب

جناب سرور خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب مین تحریر فرمایا۔

من ینصح انما ینصح لنفسہ من اقام علی یھودیتہ او مجوسیتہ فعلیہ الجزیۃ

جو نصیحت پذیر ہوتا ہے وہ صرف اپنی ذات واحد کے لیے۔ جو مذہب یہود و مجوس پر قائم رہے اوسکو جزیہ[1] دینا ہوگا۔

---

[1] جزیہ فارسی لفظ گزیت کا معرب ہے۔ اور اصطلاح مین اوس محصول کو کہتے ہین جو ملوک فارس غیر اقوام و مذاہب سے اونکے امن و امان اور حفاظت مال و جان کے معاوضہ مین لیتے تھے۔ المولف عفی عنہ

رئیس یمامہ کے نام خط ہوذہ بن علی کو بھی شقہ نبوّت لکھا گیا تھا۔ جو سلیط بن عمر کی معرفت بھیجا گیا تھا۔ ہوذہ بن علیؓ نے جواباً لکھا۔ آپ نے جو باتین لکھی ہین۔ وہ نہایت اچھی ہین۔ اگر حکومت مین کچھ میرا بھی حصہ ہو تو مین بھی تمھاری اقتدا کے لیے طیار ہون" اسلام ہوس ملک کے لیے نہین آیا تھا۔ آپنے فرمایا۔ زمین کا ایک ٹکڑا بھی ہو تو مین ندون گا" ص ۳۴۶ سیرۃ النبی۔

حاکم عمان کے نام فرمان حاکم عمان کے نام کا خط عمر عاص لیکر گئے تھے۔ حاکم عمان۔ دو بھائی تھے جیفر۔ عبد طبری عباد لکھتے ہین۔ اُنکے باپ کا جلندی لکھا ہے۔ عمر عاص عمان پہونچے تو پہلے اُنکو عبد ملا یہی اصلاً سردار ملک تھا۔ اور اخلاق وسیرت مین اپنے بھائی سے بھی زیادہ خلیق وکریم مشہور تھا۔ عمر عاص نے اپنی آپ معرفی کرائی۔ اور بتلایا کہ مین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفیر ہون۔ رسول اللہ صلعم کی طرف سے دعوت اسلام کا تحفہ تمھارے اور تمھارے بھائی کیلیے لایا ہون پھر فیما بین یون مکالمت ہوئی

عبد۔ میرا بھائی جیفر۔ مجھسے عمر مین بڑا ہے اور ملک کا وہی مالک ہے مین تمھین اوسکی خدمت مین پہونچا دون گا لیکن یہہ تو بتلاؤ۔ تمھاری دعوت کیا ہے۔

عمر عاص اوس خداے واحد کی معرفت اور پرستش کرنا جسکا کوئی شریک نہین اور ہمارے رسول **محمد بن عبد اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرنا۔

عبد تم تو عمائد قریش مین خود ایک رئیس قوم کے بیٹے ہو۔ پہلے یہہ تو کہو کہ اس معاملہ مین تمھارے باپنے کیا روش اختیار کی ہے۔ ہم چاہتے ہین اس امر مین ہم اونھین کی تقلید کرین۔

عمر عاص۔ میرا باپ تو ہمارے رسولؐ کی شہادت دینے اور اونکی نبوّت قبول کرنے سے پہلے مرگیا میری دلی تمنا تھی کہ وہ آنحضرت صلعم پر ایمان لاتا۔ اس سے پہلے مین بھی اپنے باپ کی راے پر تھا۔ یہان تک کہ خدا کی توفیق میری رفیق ہوئی اور مین اسلام سے مشرف ہوا

عبد۔ تم کب سے اسلام لاے۔

عمر عاص۔ تھوڑے دن سے۔

عبد۔ کہان۔

عمر عاص۔ نجاشی کے دربار مین اور نجاشی بھی مسلمان ہوگیا۔

---

۵۱ افسوس رسول صلعم کے بعد ہوس ملک اور طمع زر اسلام کا اصلی مدعا قرار پاگیا **۵۲** العادۃ طبیعۃ الثانیۃ عادت انسان کی طبیعت ثانی ہوجاتی ہے جس سے چھٹنا دشوار ہے۔ عمر عاص اپنی عادت کی وجہ سے اسوقت بھی غلط گوئی اور حرفت یاری سے نہ چوکے۔ عبد پر اثر ڈالنے کی غرض سے اپنا اسلام لانا نجاشی کے دربار مین اوچھالے گئے۔ ان سے کون پوچھے کہ آپ لانے گئے تھے یا کفار قریش کی طرف سے سفیر بنکر ملک حبشہ سے مسلم مہاجرین کو نکلوانے گئے تھے۔ آپکو وہان گئے ہوے تقریباً ۸ برس ہی ہوے اور اسلام لاے ہوے ابھی دو تین مہینون سے بھی زیادہ عرصہ نہین گزرا جسکا اعتراف آپ خود اپنی تقریر مین کرچکے ہین۔ نجاشی کے اسلام لانے کا واقعہ بھی آپکی موجودگی کا نہین ہے۔ کیونکہ جو سفیر نجاشی کے پاس بارگاہ رسالت سے بھیجا گیا تھا اور جسکے سامنے وہ حضرت جیفرؓ کے دست مبارک پر ایمان لایا وہ عمر ابن امیۃ الضمیری تھے۔ نہ آپ۔ پھر آپ نے جو یہہ جھوٹی داستان کی داستان اور لچھے کے لچھے تراشے وہ سب آپکی حرفت آمیز یاوہ گوئی ہے۔ جو کسی غرض مدعا سے ہو اسلام کی راست گوئی اور صدق بیانی کے سخت خلاف ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ اسلام لانے پر بھی آپ نے صرف اوسکے زبانی اقرار سے واسطہ رکھا اوسکی تعلیم آداب و اخلاق سے آپ کورے رہے

المولف عفی عنہ

عبد ۔ نجاشی کی رعایا نجاشی کے ساتھ اوسکے اسلام لانیکے بعد کیسے پیش آئی ۔

عمر عاص ۔ نجاشی نے سابق دستور اپنا حاکم اور فرمانروا برقرار رکھا ۔ اور طبقہ رعایا مین بھی اکثرون نے اسلام قبول کیا ۔

عبد ۔ (تعجب سے) کیا بیشاپ اور پادریون نے بھی ۔

عمر عاص ۔ ہانؐ

عبد ۔ عمرا ۔ خوب غور کرلو ۔ سوچ لو ۔ سمجھلو ۔ جو کچھ کہہ رہے ہو یاد رکھو ۔ جھوٹ بولنے سے زیادہ کوئی شے آدمی کو رسوا کرنے والی نہین ہے ۔

عمر عاص ۔ مین نے ایک حرف بھی جھوٹ نہین کہا اور نہ جھوٹ بولنا اسلام مین درست ہے ۔

عبد ۔ ہرقل نے کیا کیا ۔ کیا اوسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے ۔

عمر عاص ۔ ہان معلوم ہے ۔

عبد ۔ تم کیسے ایسا کہتے ہو ۔

عمر عاص ۔ اسلام لانے سے پہلے نجاشی ہرقل کو خراج دیتا تھا لیکن اب اوس نے صاف صاف کہدیا کہ آج سے ایک درم بھی ہرقل کو نہ دونگا ۔

تمھین حقیقت معلوم نہین ۔ ہرقل تک یہ خبر پہونچ بھی گئی ۔ اوسکے بھائی نیاق نے پہونچائی کہ نجاشی سلطنت روم کا باجگذار ۔ غلام اور تابعدار ہوکر اتنا شوخ گستاخ اور خودمختار ہوگیا کہ خراج دینے سے انکار کرتا ہے اور قیصر کے دین وملت کو چھوڑکر اوس نے اپنے لیے نیا مذہب اختیار کرلیا ہے ۔ ہرقل نے بھائی کو جوابدیا ۔ تو پھر مین کیا کرون اوسے اختیار ہے ۔ جو مذہب چاہے اختیار کرے ۔ بھائی اگر مجھے اپنے تخت وتاج کی ہوس گلوگیر نہوتی تو نجاشی سے قبل مین نے وہ دین قبول کرلیا ہوتا ۔

عبد ۔ (پھر تعجب سے) عمر عاص یہ کیا یاوہ گوئی کر رہے ہو ۔

عمر عاص ۔ خدا کی قسم ۔ بالکل سچ کہہ رہا ہون ۔

عبد ۔ اچھا بتلاو ۔ تمھارا نبیؐ کن کن چیزون کے کرنے کا حکم دیتا ہے ۔ اور کن کن چیزون کے ارتکاب سے منع کرتا ہے ۔

عمر عاص ۔ خدائے واحد کی عبادت واطاعت کا حکم دیتا ہے معصیت الٰہی سے منع کرتا ہے ۔ ارتکاب زنا استعمال

---

۵۱ کسقدر غلط واقع ہے ۔ نجاشی کے دربار مین مسیحی علما کا صرف آبدیدہ ہونے کا ذکر قرآن مجید مین بھی ہے ۔ لیکن اونکا مسلمان ہونا نہ قرآن مین ہے نہ حدیث وتاریخ مین ۔ المولف عفی عنہ

شراب پتھر اور صلیب کی پرستش سے قطعاً ممانعت فرماتا ہے۔

عبد۔ کیسے اچھے کام ہین جسکی تعلیم و دعوت وہ دیتا ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ میرا بھائی بھی اُنکی دعوت کو قبول کرلے اور ہم دونون بھائی رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر اسلام سے مشرّف ہون۔ میرا اپنا خیال ہے کہ اسکے برعکس اگر میرا بھائی دنیا طلبی مین مبتلا رہا اور اسلام کی موجودہ دعوت کو اوس نے رد کردیا تو یہہ امر اوسکی سلطنت کے لئے بھی مُضر ہوگا

عمر عاص۔ اگر تمھارے بھائی نے اسلام قبول کرلیا تو آنحضرت صلعم بھی اوسے اس ملک کا فرمانروا تسلیم کرلین گے ہان صرف اتنا کرینگے کہ یہان کے مالدار اور دولتمند لوگون سے رقم صدقہ وصول کرینگے اور یہین کے غربا کو تقسیم کردینگے

عبد۔ بات تو اچھی ہے۔ مگر صدقہ سے مُراد کیا ہے۔

عمر عاص (زکواۃ وصدقات کے مسائل بتلاکر) اونٹ مین بھی زکوٰۃ دینی ہوگی۔

عبد۔ تو پھر ہمکو اپنی مویشیون مین سے بھی زکوٰۃ دینی ہوگی۔ اونکی زکوٰۃ کیسی۔ وہ تو خود جنگل کی گھاس۔ درختون کی پتّی اور دریا کا پانی پی لیتے ہین۔

عمر عاص۔ جو کچھ بھی ہو۔ اونٹون کی بھی زکوٰۃ دینی ہوگی۔

عبد۔ مجھے نہین معلوم ہوتا کہ میری قوم کے کثیر التعداد لوگ جو دور دراز مقامات مین پھیلے ہوے کیسے اس حکم کی تعمیل کرسکین گے

عمر عاص عبد کے پاس انتظار جواب مین مقیم رہے۔ عبد روز کی خبر اپنے بھائی جیفر کو لکھکر بھیجدیا کرتا تھا ایک دن بادشاہ (جیفر) نے عمر عاص کو اپنے دربار مین طلب کیا۔ یہہ چلے۔ دربار کے دروازے پر پہونچے تو چوبدارون نے اُن کے بازو تھامکر بادشاہ کے سامنے کھڑا کردیا۔ بادشاہ نے کہا اسے چھوڑدو۔ اونھون نے چھوڑدیا۔ جب یہہ چھوٹ گئے تو بیٹھنے لگے۔ چوبدارون نے ڈانٹا۔ اونھون نے بادشاہ کی طرف دیکھا۔ بادشاہ نے پوچھا تمھارا کیا کام ہے۔ عمر عاص نے نامہ مبارک پیش کیا اور جیفر سے یہہ گفتگو ہوئی۔

جیفر۔ قریش کا کیا حال ہے۔

عمر عاص۔ تمام قریش نے طوعاً وکرہاً اسلام کو قبول کرلیا ہے۔

جیفر نے مُہر توڑکر نامۂ مقدس کو پڑہا۔ پھر عبد کو دیا۔ اوس نے بھی پڑہا۔ عمر عاص نے انداز سے اوسی وقت سمجھ لیا کہ بھائی سے زیادہ نرم دل ہے۔ پھر عمر عاص اور جیفر سے یہہ گفتگو ہوئی۔

جیفر۔ قریش کا کیا حال ہے۔

عمر عاص۔ تمام قریش نے طوعاً وکرہاً اسلام قبول کرلیا ہے۔

جیفر۔ اُسکے رفقا کون لوگ ہین۔

عمر عاص ۔ وہی لوگ ہین جو اوسپر ایمان لاچکے ہین۔ گھربار اور تمام کاروبار سے دست بردار ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین ہمہ وقت حاضر ہین۔ اور کامل خوض وغور۔ فکر و تعمق اور تحقیق و تفتیش حالات کے بعد آپکی متابعت کو اختیار کرچکے ہین۔

جیفر۔ اچھا۔ تم کل پھر ہمسے ملنا۔

عمر عاص عبد سے ملا۔ وہ کہنے لگا میری رائے یہہ ہے کہ اگر ہمارے ملک کو کوئی صدمہ نہ پہونچے تو بادشاہ مسلمان ہوجائیگا

عمر عاص جب دوسرے دن بادشاہ سے ملا تو جیفر نے کہا کہ تم نے ہماری دعوت کے معاملہ پر غور نہین کیا جیفر نے کہا مین نے تمھارے معاملہ پر غور کیا۔ مین اونکی اگر اطاعت قبول کرتا ہون تو وہ ہم سے اتنی مسافت بعید پر ہین کہ اونکی فوج وقت پر مجھے مدد نہین پہونچا سکتی۔ اس لیے مجھے تمام عرب مین کمزور ہوکر رہنا پڑے گا۔ حالانکہ اگر اونکی فوج اس ملک مین آئے تو مین ایسی سخت لڑائی لڑونگا کہ کبھی تمھین سابقہ نہ پڑا ہو۔ عمر عاص نے کہا کہ اچھا تو مین پھر کل واپس جاؤن۔ جیفر نے کہا کل بھر اور ٹھہر جاؤ۔

دوسرے دن جیفر نے پھر عمر عاص کو آدمی بھیجکر بلایا اور دونون بھائی بغیر کسی عذر و کلام کے مسلمان ہوگئے۔ اور ملکی رعایا کا بھی اکثر حصہ مسلمان ہوگیا۔ بحوالہ زاد المعاد ابن القیم ص۲۳ [۵۱]

سردار قبیلہ غسان کے نام خط

حارث نامی۔ قبیلہ غسان کا سردار ہے جو حدود شام کا رئیس تھا اور قیصر روم کا باجگذار۔ اوسکو جب نامہ مقدس پہونچا تو بخلاف ہرقل قیصر روم کے نامہ مبارک پڑھکر بگڑ کھڑا ہوا اور پھر ایسا کہ فوج کو فوراً طیاری کا حکم دے ہی دیا اور سال ڈیڑھ سال ترتیب فوج اور سامان جنگ کرتا رہا مسلمان یہہ خبر پاکر ہمیشہ اوسکے حملہ کے منتظر تھے جنگ موتہ اور غزوہ تبوک اسی مبتدی کی خبرین تھین۔

---

[۵۱] حافظ ابن القیم نے یہہ روایت اپنے اسناد سے لکھی ہے۔ جو کسی تاریخ و سیر مین مروی نہین ہے۔ علاوہ نقل کے عقل و واقعہ کے خلاف بھی ہے۔ اس لیے کہ ۸ھ ہجری کے قبل عمر عاص کا اسلام لانا ہی ثابت نہین ہے۔ جیسا کہ عنقریب بیان کیا جاتا ہے۔ تو سفارت کیسی؟ اس تفصیلی بیان اور طویل داستان مین چونکہ حقیقت اسلام کے اکثر جزئیات قابل الذکر تھے۔ اور غالباً اسی ضرورت سے صاحب رحمۃ العالمین نے بھی نقل کیا ہے اس بنا پر مین نے بھی اسکا چھوڑ دینا پسند نہین کیا۔ ممکن ہے کہ یہہ گفتگو جس سفیر دربار رسالت سے پیش آئی اونکا نام بھی عمر ہو۔ جو رواۃ نے اپنے قیاس سے عمر عاص سمجھ لیا ہو۔ اور پھر اوسی طرح نقل ہوتا ہوا حافظ ابن القیم تک چلا آیا ہو۔ عمر عاص کے فاتح مصر ہونے کی تخصیص نے اونکی اس غلط فہمی کو اور قوی کردیا ہو۔ لیکن واقعیت اور اصلیت عمر عاص کی اس سفارت کے بالکل خلاف ہے اور حافظ ابن القیم کا حدیث و تاریخ مین اتنا پایہ بھی نہین جو انکے منفردات بھی قابل استناد سمجھے جائین۔ المولف عفی عنہ

خالدبن ولیداور عمر عاص کا اسلام

اسلام کی قدرت نما تاثیر کا خاص انداز ہے کہ اوسکا احساس زیادہ تر اونھین لوگون پر بہت جلد اور گہرا ہوتا ہے۔ جو اُس کے شدید مخالف بلکہ دشمن جان ہوتے ہین۔ خالد ابن ولید اور عمر عاص کی مخالفت اسلام ابتدا سے لیکر اس وقت تک اتنی عام اور علی الاعلان ہین کہ محتاج بیان نہین۔ صلح حدیبیہ کے محاسن نتائج کا بہت بڑا اثر تازیانہ بنکر تمام کفار قریش مین سب سے پہلے انھین دو شخصون پر پڑا۔ اور پھر اس شدت سے کہ اوسکے جذبات کو پھر ایکدم کے لیے بھی یہہ لوگ روک نہ سکے۔

قدرت کے عجیب تیرنگ ہین۔ کُلَّ یومٍ ھوفی شان۔ یہی حضرات ہین جو آج چھ برس بار بار سخت جذبات کے ساتھ مدینہ مین استیصال اسلام کے لیے مضطربانہ طور پر جایا کرتے تھے۔ آج بھی یہہ وہی لوگ ہین جو محسوسات و جذبات قلبی کے ساتھ اوسی اسلام کے قدمون پر اپنی متابعت و فرمان برداری کے سر جھکانے کے لیے دوڑے جاتے ہین شبلی صاحب قمطراز ہین۔

حدیبیہ کی صلح کو خدا نے فتح کہا ہے لیکن اجسام کی نہین۔ قلوب کی۔ اسلام کو اپنی اشاعت کے لیے امن درکار تھا اور وہ اسی صلح سے حاصل ہوگیا۔ اس صلح کو دشمن بھی فتح سمجھتے تھے[1]۔ قریش اور مسلمانون مین جو معرکے ہوئے۔ فوجی حیثیت سے قریش کی صف مین ہر جگہہ خالد ابن ولید کا نام ممتاز نظر آتا ہے۔ جاہلیت مین رسالہ کی افسری انھین کی سپرد تھی۔ احد مین مشرکین کے اوکھڑے ہوئے پاؤن انھین کی کوشش سے سنبھلے تھے حدیبیہ کے موقع پر بھی قریش کا طلایہ انھین کی زیر افسری نظر آتا تھا لیکن قریش کا یہہ سپہ سالار اعظم بھی آخر اسلام کے حملہ کاری سے نہین بچا صلح حدیبیہ کے بعد حضرت خالد نے مکہ سے نکلکر مدینہ کا رُخ کیا۔ راستہ مین حضرت عمر عاص ملے پوچھا کدھر کا قصد ہے۔ بولے اسلام لانے جاتا ہون۔ عمر عاص نے کہا ہمارا بھی یہی ارادہ ہے۔ دو نو صاحب ایکبار بارگاہ نبویؐ مین حاضر ہوکر اسلام سے مشرف ہوئے۔ اور اب وہ جوہر جو اسلام کی مخالفت مین صرف ہو رہا تھا۔ اسلام کی محبت مین صرف ہونے لگا۔ سیرۃ النبی صہ ۲۴۷

لیکن آپکے مختار اور ابن حجر کے قول کے خلاف جسکی سند پر آپ نے خالد کا اسلام صلح حدیبیہ کے بعد بتلایا ہے امام عبد البر۔ ابن اثیر اور علامہ ابن وردی کے مختار و اقوال سے بالکل غلط ثابت ہوتا ہے ملاحظہ ہو ذیل کی عبارت:۔

قال ابن الوردی ثم دخلت سنۃ ثمان	علامہ ابن (اپنی تاریخ مین) وردی کہتے ہین کہ پھر سنہ ۸ ہجری
فیھا قدم خالد بن ولید وعمر بن عاص عثمان بن طلحہ	شروع ہوا اور خالد بن ولید۔ عمر بن عاص اور عثمان بن طلحہ

[1] مگر افسوس حضرت عمر نہین سمجھتے تھے اور حضرت ابوبکر کے سمجھانے سے بھی نہین سمجھتے تھے۔

فاسلموا ولكن قال ابن عبد البر في الاستيعاب وابن اثير في الاسد الغابه لا يصح لخالد ابن الوليد مشهد مع رسول الله صلعم قبل الفتح

حضور نبوی مین آکر اسلام لائے ۔لیکن حافظ ابن عبد البر نے استیعاب مین اور ابن اثیر نے اسد الغابہ مین لکھا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے خالد بن ولید کا شرف صحبت ہونا صحیح نہین ہے۔

بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۶۵

آغاز سال سنہ ۷ ہجری

غزوہ خیبر

غزوہ خیبر محرم سنہ ۷ ہجری

خیبر، عبرانی لفظ خبر سے ماخوذ ہے ۔جو اصلاً قلعون کے معنیون مین آیا ہے مدینہ منورہ سے آٹھ منزل کی مسافت پر واقع ہے ۔سیاحین یوروپ مسٹر ڈاوٹی (Mr Doutie) نے ۱۸۷۷ء مین مہینون خیبر کی سیر کی ہے ۔اور نگاہ تحقیق سے خیبر کے تمام مقامات کا کامل مشاہدہ کیا ہے ۔ڈاوٹی کا بیان ہے کہ نخلستان خیبر کی زمین بڑی زرخیز ہے ۔قوم یہود کے یہان بڑے بڑے مضبوط اور مستحکم قلعہ بنے ہوے تھے ۔او نمین سے چند قلعون کے آثار ابتک زندہ ہین ؛؛

جلد دوم مین یہودیون کی جلا وطنی اور مقام خیبر مین اونکی سکونت پذیری کے مفصل حالات بیان ہو چکے ہین سمجھ لینے کے لیے مجملاً یہی کافی ہے کہ مدینہ منورہ اور اوسکے گردو نواح سے یہودیون کے قبائل اوکھڑتے گئے اور گردو پیش لیتے گئے ۔مال و دولت کی کثرت سے یہان بھی اونکی عالی شان عمارتین سنگین اور مضبوط و مستحکم قلعے تیار ہو گئے ۔کاروبار کی بڑی بڑی منڈیان کھل گئین اور اطراف وجوانب مین دور دور تک اونکی ثروت و اقتدار کے سکے جم گئے ۔واقعات مین توصّل و تسلسل قائم رکھنے کی ضرورت سے ہمکو پھر بالاختصار یہودان مدینہ کی جلا وطنی سے لیکر خیبر مین سکونت اختیار کرنیکے موجودہ وقت تک حالات دُہرانے کی ضرورت و مجبوری ہے ۔

جلد دوم مین یہان تک معلوم ہو چکا ہے کہ بنی نضیر کے یہودی مدینہ سے اوکھڑے تو خیبر مین جمگئے ۔اور اپنی فطرتی خونخواری اور غداری کے تقاضون سے یہان بھی مخالفت اسلام کی نیش زنی سے باز نہ آئے ۔اطراف وجوانب کے تمام قبائل کو استیصال اسلام پر آمادہ و طیار کرکے مدینہ پر چڑھا لائے اور جنگ احزاب برپا کی پھر جنگ قریظہ کی بنا ڈالی ۔لیکن یہودیون کا سردار حُیّی ابن اخطب خود ہی قتل ہو گیا ۔حُیّی ابن اخطب کے بعد ابورافع اوس کا جانشین ہوا ۔اُس کا پورا نام سلام بن الحقیق تھا ۔یہہ عرب کا ملک التجار تھا ۔اور بڑا عظیم الشان صاحب کاروبار ۔قبیلہ غطفان کی آبادی کی آبادی خیبر سے بالکل ملی ہوئی تھی ۔ یہہ لوگ یہودان خیبر کے ساتھ قدیم الایام سے معاہدہ مین شریک تھے ۔اور ہر صورت سے اونکے معین و رفیق

۶ سنہ ہجری مین سلام ابن الحقیق نے جسکی کنیت ابو رافع ہے۔ خود اُنکے پاس جاکر سب لوگون کو اسلام کے استیصال پر برانگیختہ کیا۔ ابن سعد طبقات جلد دوم مین لکھتے ہین۔

ان ابو رافع بن ابی الحقیق قد اجلب فی غطفان ومن حوله من مشرکی العرب وجعل لهم الحفل لعظیم الحرب رسول الله صلعم۔[۵۱]

ابو رافع نے غطفان اور آس پاس کے مشرکین عرب کو جنگ پر ترغیب دیکر اور آنحضرت صلعم سے جنگ کرنے کی ضرورت دکھلا کر اُن لوگون کی ایک بڑی بھیڑ جمع کی تھی۔

جب مدینہ پر اِس حملہ کی طیاریان معلوم ہوئین تو عبداللہ بن عتیک انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذن سے سلام بن ابی الحقیق کو اوسکے قلعہ کے اندر ہی مار ڈالا۔ سلام کے بعد۔ یہودیون نے اسیر بن زرام کو اپنا امیر بنایا۔ اسکی فتنہ انگیزی کی کیفیت شبلی صاحب ان الفاظ مین بیان فرماتے ہین۔

یہود کی غداری

اسیر نے قبائل یہود کو جمع کرکے تقریر کی اور کہا کہ میرے پیشرون نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مقابلہ مین جو تدبیرین کین وہ غلط تھین۔ صحیح تدبیر یہ ہے کہ خود محمد صلعم کے دارالریاست پر حملہ کیا جاوے اور مین یہی طریقہ اختیار کرونگا۔" اس غرض سے اسیر نے غطفان اور دیگر قبائل مین دورہ کیا۔ اور ایک فوج گران طیار کی۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہہ خبرین پہونچین تو آپ نے اس افواہ پر اعتبار نہین کیا بلکہ عبداللہ بن رواحہ کو بھیجا کہ خود خیبر جاکر اصل واقعہ کی تحقیق کرین۔ چنانچہ وہ چند آدمیون کو لیکر گئے۔ اور چھپکر خود اسیر کی زبانی اوسکی تدبیرین اور مشورے سُن لئے۔ یہہ حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کیے۔ آپ نے عبداللہ بن رواحہ کو تیس آدمی دیکر خیبر روانہ کیا۔ ان لوگون نے اسیر سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمکو اسلیے بھیجا ہے کہ تم اگر حاضر ہوجاؤ تو خیبر کی حکومت تمکو دیدیجائیگی۔ چنانچہ وہ تیس آدمی لیکر خیبر سے نکلا اور احتیاط کی بنا پر یہہ مخلوط قافلہ اسطرح چلا کہ دو دو شخص ہمرکاب چلتے تھے جن مین ایک یہودی ایک مسلمان ہوتا تھا۔ قرقرہ پہونچکر اسیر کے دل مین بدگمانی پیدا ہوگئی۔ اوس نے ہاتھ بڑھا کر عبداللہ ابن انیس کی تلوار چھیننی چاہی۔ انھون نے کہا او دشمن خدا بدعہدی کرنا چاہتا ہے۔ یہہ کہکر سواری بڑھائی اور جب اسیر زد پر آگیا تو تلوار ماری کہ اوسکی ران کٹ گئی۔ گرتے گرتے عبداللہ کو بھی زخمی کیا۔ اب مسلمان پیشدستی کرکے یہود پر ٹوٹ پڑے نتیجہ جنگ یہہ تھا کہ یہود ایک کے سوا کوئی نہین بچا۔ یہہ آخر ۶ سنہ ہجری یا محرم ۷ سنہ ہجری کا واقعہ[۵۲] ہے۔

---

۵۱ ابو رافع کے قتل کے تعیین وقت مین بہت اختلاف ہے۔ جیسا کہ جلد دوم مین مذکور ہوچکا ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب نے باسناد صحیح ۵ سنہ ہجری سے پہلے تبلایا ہے اور ارباب سیر و تاریخ ۶ سنہ ہجری کا خاص واقعہ ٹھہراتے ہین۔ المؤلف عفی عنہ

۵۲ شبلی صاحب رقمطراز ہین۔ یہہ تمام واقعات ابن سعد سے منقول ہین۔ بہت سی کتابون مین لکھا ہے کہ عبداللہ ابن انیس نے خود ابتدا کی اور سلام کو قتل کر ڈالا۔ لیکن صحیح واقعہ وہی ہے جو ابن سعد سے منقول ہے اور وہی ایسے معرکہ کی وجہ ہوسکتا ہے۔" شبلی صاحب کو اس نظریہ مین پورا تسامح ہوگیا ہے۔

قوم یہود کی تمام فتنہ انگیزیان ایک ایک کرکے جلد دوم مین بیان ہوچکی ہین۔ یہی یہود تھے۔ جو قریش کے ہمزبان ہوکر قبائل عرب کو مخالفت اسلام پر آمادہ اور طیار کرتے تھے۔ ان مخالفانہ تدبیرون اور معاندانہ ترکیبون کا نتیجہ۔ جنگ احزاب تھی جس مین شکست کامل اوٹھاکر اونکے دل بیٹھ گئے۔ لیکن اب بھی اونکی غدارانہ فطرت چین سے نہ بیٹھی۔ کفار قریش سے بھی معاملات بنی قریظہ مین ان بن ہوگئی۔ اور ایسی کہ آیندہ رفاقت وحمایت کی کوئی امید باقی نہین رہی طبعی ناہمواری اور خلقی خونخواری سے فتنہ انگیز طبیعت والون کا بچنا محال ہے۔ کوئی حالت بھی ہو۔ وہ اپنی نیش زنی اور بیچکنی سے باز نہین آتے۔

قبائل گرد وپیش کے ساتھ یہود کی سازش

جب قریش اور اہل حجاز سے کوئی امید باقی نہین رہی۔ تو یہودیون نے خیبر اور اوسکے آس پاس کے تمام قبائل واقوام کو اسلام کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ ابن ابی الحقیق۔ یہودان بنی نضیر کا رئیس۔ مدینہ سے اگر خیبر مین آباد ہوا تھا۔ اوس نے یہان کے مشہور ومعروف قلعہ القموص پر قبضہ کرلیا تھا۔ سلام ابن ابی الحقیق جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔ اس قلعہ کا سردار تھا۔ اوس کے قتل کے بعد اوس کا بھتیجا کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق سردار قبیلہ نامزد ہوا۔ مخالفت اسلام یہودیون کی خاندانی وصیت تھی جسکی تعمیل باپ کے بعد بیٹے پر واجب جاتی تھی۔ سلام بن ابی الحقیق کی سازشون کے بعد کنانہ نے بھی۔ باپ دادا کی طرح مخالفت اسلام مین بڑی سرگرمی دکھلائی۔ غطفان سے لیکر بنو فزارہ تک کی تمام قومون کو اسلام کا دشمن بنا دیا۔ کنانہ کی اس تجویز وتدبیر مین خیبر کے تمام یہود شریک تھے۔ اسلیے کہ وہ اُسکو اپنے قومی ہستی کا اصل ذریعہ قرار دیتے تھے۔ یہود ادھر یہہ سامان کرتے تھے ادھر منافقین مدینہ دربار رسالت کی روزانہ خبرین پہونچاتے تھے اور مسلمانون کی قلت اعداد وعسرت اوقات کی بناپر یہودیونکو اُنکی کامیابیکا یقین دلاتے تھے۔

منافقین کی فتنہ انگیز تحریر

جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان شورشون کی خبر پہونچتی تھی لیکن آپ برابر سکوت فرماتے تھے۔ سبب خاموشی یہہ تھا کہ آپ معاملات کو صلح وآشتی کے ساتھ طے فرمادینا چاہتے تھے چنانچہ آپ نے ایکبار پھر آپ نے اوسی طرح کوشش فرمائی جس طرح اسیر بن زرام کے وقت مین تجویز فرمائی تھی اسی تجویز کی بناپر پھر عبد اللہ بن رواحہ کو آپ نے اہل خیبر کے پاس پیام صلح دیکر بھیجا۔ سفیر رسالت نے نامہ مقدس دیا۔ جواب کا منتظر تھا کہ دفعتًا راس المنافقین عبد اللہ بن ابی سلول کا قاصد یہہ خبر لایا کہ آنحضرت صلعم خیبر پر عنقریب

بقیہ عبارت صفحہ گزشتہ ؎ اسیر، لکھنے کو لکھ گئے "سلام" واقعات مین اسیر بن زرام کی روانگی مدینہ کے حالات لکھ رہے ہین اور عبد اللہ بن انیس کے ساتھ اوسکی غداری اور عیاری کے واقعات خود بیان کررہے ہین اور حاشیہ کی عبارت مین تحریر فرماتے ہین کہ عبد اللہ بن انیس نے خود ابتدا کی اور سلام کو قتل کرڈالا یہہ کیا؟ سلسلہ بیان مین آپ اوپر لکھ آئے ہین کہ سلام کے بعد یہود نے اسیر بن زرام کو مسند ریاست پر بٹھلایا۔ پھر اُسوقت سلام زندہ کہان تھا جو تیا کے ساتھ ملالیا گیا جیساکہ عبد اللہ بن انیس کی سبقت والا واقعہ غلط ہے اوسیطرح سلام کی موجودگی بھی جھوٹی ہے۔ اگر آپنے اسیر کی جگہہ سلام کا نام خود نہین لکھا اور صرف سبقت والی روایت کے راویون کا قول نقل کردیا ہے تب بھی غلطی کی۔ پہلے آپکو اس امر کی صحت کردینی تھی۔ بعدہ سبقت کی حقیقت لکھنی تھی۔ المولف عفی عنہ

لشکر گران لیکر حملہ کرنے والے ہین۔ ہوشیار ہوجاؤ۔ لیکن اسی کے ساتھ کوئی خوف وہراس دل مین نہ لاؤ۔ مسلمانون کی قلیل جماعت تمھاری کثیر جمعیت کا کچھ بھی بگاڑ نہین سکتی تمھارے مقابلہ مین اونکو سوائے نقصان کے نفع کی کوئی امید نہین ہے۔"

یہود ایک تو فطرتاً یونہین غدار اور خونخوار تھے۔ اب عبداللہ بن ابی سلول کا یہ اشتعال آمیز اور فساد انگیز خط پاکر اور بھی آمادۂ فساد ہوگئے۔ عبداللہ بن رواحہ رنگ بیرنگ دیکھکر مدینہ واپس آئے۔ خط پاتے ہی کنانہ بن ابی الربیع اور ہود بن قیس قبیلہ غطفان کے امیر کے پاس چلے گئے۔

بنی غطفان سے سازش رئیس غطفان سے سب حالات کہہ سنکر اوسکو نخلستان خیبر کی نصف پیداوار دیئے جانیکی شرط پر اپنے ساتھ معاہدہ مین شریک کرلیا۔ غطفان کا ایک قوت دار اور نمودار قبیلہ بنو فرازہ بھی تھا۔ اوسکے سردار بھی خیبر مین بلائے گئے کہ شریک ہوکر مسلمانون سے لڑین۔

بنو فرازہ کے پاس آنحضرت کا پیام صلح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے بنو فرازہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ اگر تم یہود کی اعانت سے باز رہو تو ہم وہی شرط تمھارے ساتھ کرنے پر آمادہ ہین۔

معجم البلدان مین باسناد مغازی موسیٰ بن عقبہ تحریر ہے۔

عن ابن شہاب قال کانت بنو فزارۃ ممن قدم علی اھل خیبر لیعینوھم فارسلھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان لا تعینوا ھم وسألھم ان یخرجوا ھم

ابن شہاب سے منقول ہے کہ جب بنی فرازہ اہل خیبر کے پاس اونکی حمایت مین آئے تو آنحضرت صلعم نے اونکو لکھ بھیجا کہ تم اون لوگون کی حمایت نہ کرو بلکہ اون سے درخواست کی کہ اہل خیبر کے معاہدہ وشرائط سے نکل آؤ۔"

لیکن بنو فرازہ۔ بنی غطفان کے اغوا اور اہل خیبر کے سطوت وثروت کی وجہ سے اسلام کے پیام کی طرف شنوا نہین ہوئے۔

ذی قرد۔ محرم ۷ہجری واقعہ ذی قرد۔ جنگ خیبر کا دیباچہ یا بنی غطفان کی شرکت جنگ کا عنوان ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک خاص چراگاہ ذی قرد مین واقع تھی جس مین آپ کی اونٹنیان ہمیشہ سے چرا کرتی تھین۔ بنی غطفان کے ایک دستہ فوج نے اپنے سردار عبدالرحمٰن بن عیینہ کی ماتحتی مین حملہ کیا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اونٹنیون کے محافظ تھے۔ اونکی والدہ گرامی قدر بھی ہمراہ تھین۔ قزاقان غطفان سے مزاحم ہوئے۔ خونخوار دشمنون نے انھین وہین قتل کرڈالا گلہ سے ۲۰ اونٹنیان ہانک لے گئے۔ اور اونھین کے ساتھ حضرت ابوذر غفاریؓ کی داغ رسیدہ زوجہ محترمہ کو بھی گرفتار کرلے گئے۔ قریب مین مسلمانون کا بھی ایک دستہ فوج تھا۔ اوسکو خبر ہوئی تو

فوراً لٹیرون کے تعاقب مین پہونچ گیا۔ وہ لوگ ڈر کر پہاڑ کے ایک درہ مین چھپ گئے۔ چونکہ پہلے سے انتظام کر چکے تھے اسلیئے عینیہ بن حصین جو قبیلہ عطفان کا سردار تھا۔ اونکی کمک کو پہلے سے طیار تھا۔ اہل اسلام کی موجودہ جمعیت مین سلمہ بن الاکوع بہت بڑے تیر انداز تھے۔ وہ واصباہ کا نعرہ مار کر ایک معتد بہ جمعیت اسلامی کے ساتھ مقابل ہوے۔ اور دشمن کی جماعت کو عین اوسی حالت مین کہ وہ اپنے اونٹون کو پانی پلا رہے تھے اپنے تیرون کے نیچے رکھ لیا۔ دشمنون نے تھوڑی دیر تک مقابلہ مین استقامت دکھلائی۔ لیکن پھر سب کے سب بھاگ نکلے مسلمانون نے اپنی سب اونٹنیان چھڑا لین اور جناب ابوذرؓ کی بی بی کو بھی متخلص کرا لیا۔ اور مدینہ مین آکر جناب سولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سارا واقعہ بیان کر کے عرض کی کہ عطفان سے انتقام کا یہی تو پورا موقع ہے۔ اجازت دیجائے تو دم کے دم مین سب کے سب ہین ڈھیر کر دیئے جائین۔

رحمت عالم نے ارشاد فرمایا اذا ملکت فاسجح۔ جب دشمن پر قابو پا جاؤ تو عفو سے کام لو۔

طبری نے اس واقعہ کو خیبر سے کل تین دن پہلے تبلایا ہے۔ جنگ خیبر کے یہی اسباب وقوع تھے۔ جو تفصیل سے بیان کر دیئے گئے۔ اور اسمین کوئی کلام نہین کہ غزوات اسلامی مین غزوہ خیبر اپنی اہمیت کے اعتبار سے امتیاز خاص رکھتا ہے۔ اسلیئے کہ اس سے پہلے جو معارک اسلامی پیش آئے وہ بھی گو اپنی اپنی مقدار اہمیت سے خاص خاص امتیاز ضرور رکھتے تھے۔ مگر غور سے دیکھا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ اون مین صرف جنگی اور دفاعی نظم امتیاز تھے اور اسمین دفاعی نظام کے ساتھ اسلام کے نظام تسلط و تصرف کے امتیازی اقتدار قائم ہوتے ہین جنکی مثال سے اور غزوات و فتوحات کے کارنامے خالی ہین۔

شبلی صاحب ان الفاظ مین اسکی امتیازی خصوصیت کو دکھلاتے ہین:۔

اب تک جو لڑائیاں وقوع مین آئین وہ محض دفاعی تھین۔ یہہ پہلا غزوہ ہے جس مین غیر مسلم رعایا بنائے گئے اور طرز حکومت کی بنیاد قائم ہوئی۔ اسلام کا اصلی مقصد تبلیغ و دعوت ہے۔ اب اگر کوئی قوم اس دعوت کی سد راہ نہو تو اسلام کو نہ تو اوس سے جنگ ہے نہ اوسکی رعایا بنانے کی ضرورت ہے صرف معاہدہ صلح کافی ہے جسکی بہت سی مثالین اسلام مین موجود ہین لیکن جب کوئی قوم خود اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہو اور اوسکو مٹا دینا چاہے تو اسلام کو مدافعت کے لیے تلوار ہاتھوں مین لینا پڑتی ہے۔ اور اوسکو اپنے زیر اثر رکھنا پڑتا ہے خیبر اس قاعدہ کے موافق اسلام کا پہلا غزوہ ہے۔ سیرۃ النبی ص ۳۵۲

غزوہ خیبر جنگ دفاعی تھی

شبلی صاحب نے اس غزوہ کی آخری صورت حال تو بالکل سچی اور صحیح بیان کی ہے لیکن افسوس ہے کہ عنوان بیان اور آغاز داستان ہی مین ابہام پیدا کر دیا ہے۔ آپکے تمہیدی الفاظ یہہ ہین "اب تک جو لڑائیاں وقوع مین آئین وہ محض دفاعی تھین۔ یہہ پہلا غزوہ جس مین غیر مسلم رعایا بنائے گئے۔ اور طرز حکومت کی بنیاد قائم ہوئی"

اس سے پہلے تو یہہ معلوم ہوا کہ سابق غزوات اسلامی کی طرح یہہ غزوہ دفاعی نہین تھا۔ دوم یہہ کہ ضرورت مدافعت کے برخلاف ملک گیری کی خواہش اور حکمرانی کی داغ بیل قائم کرنے کی غرض وغایت سے یہہ غزوہ اختیار کیا گیا تھا۔

جہانتک۔ تاریخ وسیر۔ احادیث وتفاسیر سے تلاش واقعات کی گئی ہے معلوم ہوا ہے کہ یہہ صرف شبلی صاحب کی طباعی کا نمونہ ہے۔ جو اصول مسلمہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ اسلام مین جو جنگ بلا ضرورت مدافعت اور حکم شریعت اختیار کیجائیگی۔ وہ جہاد نہ کہلائیگی۔ بلکہ عام ملک گیری سمجھی جائیگی۔ اسی بنا پر معتقدات کا یہہ مسلمہ ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام غزوات اصول مدافعت کے موافق جہاد دفاعی کی صورت عینی رکھتے تھے اور اسی خصوصیت سے جہاد کہلاتے تھے۔ اور اسی لیے غزوہ خیبر سب سے پہلے جہاد دفاعی کہلائیگا۔ اور اسکے بعد اسلام کے نظم املاک کا مقدمہ شبلی صاحب نے غضب کیا۔ غزوہ خیبر کو پہلے جہاد کی تعریف پھر دفاعی ہونیکی خصوصیت امتیازی سے نکال ڈالا حالانکہ اسباب وقوع کی تفصیل مین یہود اور اونکے حلیف بنی غطفان کے خونخوارانہ مظالم جو مسلمانون کی جانون اور مالون پر ٹوٹے خود بیان فرما چکے ہین۔ اور یہہ بھی آپ ہی تحریر کر چکے ہین کہ اونکے اقدام حملات سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکے پاس صلح وآشتی کے خود پیغام بھیجے تھے اور اونکے قطعی انکاری جواب پانے پر بھی آپ نے سوائے سکوت وخاموشی کے اور کچھ نہین کیا۔ اور اسکے بعد۔ تاوقتیکہ وہ لوگ خود سبقت کر کے مسلمانون پر حملہ آور ہوے اور اونکی جان ومال کا نقصان نہ کر چکے۔ آپ نے پیشدستی نہین کی۔ ربیعہ بن کنانہ اور ابورافع وغیرہ کی فتنہ انگیزیون سے۔ جیسے آپ خود لکھ چکے ہین۔ قطع نظر کر کے۔ ذی قرد کا پورا واقعہ جسکو آپ اسانید ودلائل معتبرہ سے۔ خیبر سے کل تین دن پہلے کا واقعہ ثابت فرما چکے ہین۔ آپ کی کتاب مین پوری تفصیل سے قلمبند ہے کیا اس واقعہ مین حضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے کا خون ناحق۔ اونکی والدہ ماجدہ کی گرفتاری۔ ناقہاے رسول اللہ صلعم کا سرقہ یہود اور اونکے حلیف بنی غطفان کا پیشدستانہ اور جارحانہ حملہ نہین تھا۔ کیا ان مظالم ومفاسد کی حیثیت ومقدار آپ کے نزدیک نصاب قصاص ونظام دفاع قائم کرنے کیلیے کافی نہین تھی؟ اور کیا آپ کے نزدیک یہود کی اتنی بڑی عظیم الشان طیاری غطفان اور بنو فزارہ کی مشارکت۔ حمایت ومددگاری کے کثیر التعداد سامان کی مدافعت ومقابلت اسلام کیلیے ضروری نہین تھی! کیا اونکی اتنی اور ایسی طیاریان کارروائیون کے حدود تک ہو نکر ضرورت دفاع پیدا کرنیکے قابل نہین تھین؟ جب ان تمام مظالم مین یہود اور شرکاے یہود کی سبقت خود آپ کی تفصیل وتحریر سے ثابت ہے تو پھر غزوہ خیبر کو جنگ دفاعی کی تعریف تخصیص سے مرفوع القلم فرمانا آپکی خوش فہمی کے سوا اور کیا سمجھا جاے۔

حالانکہ ارباب سیر وتاریخ پر وقوع اسباب لکھنے پر تبصرہ فرماتے ہوے خود لکھتے ہین۔ خیبر کا آغاز۔ اور غزوات کی نسبت ایک امتیاز خاص رکھتا ہے اور اگرچہ ارباب سیر کی نظر اس نکتہ پر نہین پڑی کہ اس امتیاز کے اسباب کیا تھے۔ تاہم اس واقعہ کی حیثیت سے امتیازی امور اونکی زبان سے بلا قصد نکل گئے ہین سب سے مقدم یہہ ہے کہ جب آپ نے خیبر کا قصد کیا تو اعلان عام کر دیا لایخرجن معنا الا راغب فی الجہاد (ابن سعد) ہمارے ساتھ صرف وہ لوگ آئین جو طالب جہاد ہون۔ سیرۃ النبی صفحہ ۳۵۲

جنگ خیبر کے جہاد ہونیکا اس سے بہتر اور کون ثبوت ہو سکتا ہے جو خاص قول رسالت سے ثابت ہے۔ اب اسکے ساتھ مظالم

یہود کے واقعات جو سابق جو اوپر بیان ہو چکے ہیں ملا لیے جاویں تو پھر اس غزوہ کے جہاد دفاعی ثابت ہونے مین کوئی شبہ باقی نہین رہتا۔
شبلی صاحب کے اس بیان تمہید کی تنقید اس وجہ سے مجھکو ضروری معلوم ہوئی کہ آپ کے اس مبہم بیان سے مخالفین اسلام کو اس تعریض کا موقع مل جاتا ہے کہ خیبر کی جنگ مملوکات و مقبوضات یہود پر قابض ہونے کی غرض خاص سے اختیار فرمائی گئی تھی اور آئین تبلیغ دین اور حفاظت خود اختیاری کی کوئی وجہہ قائم نہین کی جا سکتی۔ اسلام نے بلا ضرورت سبقت کر کے یہود کو اُن کے مقبوضات سے بیدخل کر دیا اور مملوکات سے نکال دیا۔ کوتہ بین مخالفین کی عیب جو نگاہین آپ کے اس ابہام فی البیان سے منتفع ہو کر غزوۂ خیبر کے اصلی مقاصد کو مختلف تعریضات و تشنیعات کا اسی طرح ہدف بنا لیتین شبلی صاحب کے محتاط قلم سے ایسی بیاحتیاطی سخت افسوسناک ہے اسی طرح شبلی صاحب کا یہ لکھنا۔ سن قاعدے (تبلیغ اسلام) کے مطابق خیبر اسلام کا پہلا ملک تھا۔ صحیح نہین معلوم ہوتا۔ باعتبار اراضی۔ آبادی۔ پیداوار اور آمدنی کے علاقہ خیبر کو ملک کی مبالغہ آمیز تعریف کے اندر لائین۔ تو کسی قدر جائز ہو سکتا ہے۔ اسلیے پہلا ملک ہونیکی جگہہ یہہ کسی طرح اسلام کی پہلی ملک نہین قرار پا سکتا! اس لئے کہ اس سے پہلے یہود ان بنی قینقاع۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ کے مقبوضات مثل اراضیات زراعت و نخلستان و مکانات مسکونہ اسلام کی تملیک و تصرف مین آ چکے تھے اور بحکم رسالت و بقاعدۂ شریعت عام مسلمانون مین تقسیم ہو چکے تھے۔

مضامین تمہید کے آخر مین لکھا گیا ہے کہ غزوات کے خاتمہ کے بعد یہہ بحث بتفصیل آئیگی کہ ایک مدت تک لوگ جہاد کو عرب کے قدیم طریقہ کے مطابق معاش کا ذریعہ سمجھتے رہے۔ اس لڑائی (خیبر) تک یہی غلط فہمی قائم رہی۔ یہہ پہلا غزوہ ہے جسمین یہہ پردہ اُٹھا دیا گیا اور اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس لڑائی مین صرف وہ لوگ شریک ہون جنکا مقصد محض جہاد اور اعلاے کلمۃ اللہ ہو۔ سیرۃ النبی صفحہ ۳۵۲۔
آپ کے اس مختصرہ سے صحابہ دنیا پسندی سے بری نہین ہوتے۔ بلکہ اس مظاہرہ سے تو شروع اسلام سے لیکر خیبر کے موجودہ زمانہ تک تو طمع دنیاوی مین اونکا انہماک ثابت ہوتا ہے۔ یہہ بالکل صحیح ہے اور اسی بنا پر آنحضرت صلعم نے بار بار کے تجربے اور مشاہدے کے بعد صحابہ کو ایکی باد اس قصد و خیال سے باز رہنے کے لیے نہایت سختی کے ساتھ ہدایت و موعظت فرمائی۔ مگر افسوس کہ اتنی تاکید و تہدید کے بعد بھی صحابہ مین خالص مجاہدین بہت ہی کم نکلے۔ چنانچہ مسند امام احمد ابن حنبل کی یہہ روایت شاہد ہے۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال لما کان	حضرت عمر سے مروی ہے کہ بروز جنگ خیبر چند اصحاب رسولؐ نے آکر ذکر کیا کہ
یوم خیبر اقبل نفر من اصحاب رسول اللہ صلعم فقالوا فلان	فلان شخص شہید ہوا۔ اسی طرح پھر دوسرے شخص کی نسبت کہا کہ فلان شخص
شھید حتی مروا علی رجل فقالوا فلان شھید فقال	شہید ہوا۔ یہہ سنکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
رسول اللہ صلعم کلا انی رأیتہ فی النار ثم قال رسول اللہ	فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کہو۔ مین نے اوس شخص کو نار جہنم مین دیکھا ہے
صلعم یا ابن الخطاب اذھب فنادی فی الناس انہ	بعد ازان حضرت عمر سے فرمایا کہ جاکر لوگون مین منادی کردو کہ سوا مومنین کے

لایدخل الجنۃ الا المومنون قال فخرج فنادیت کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا حضرت عمر فرماتے ہیں پس میں نے جاکر آنحضرت صلعم

انہ لایدخل الجنۃ الا المومنون۔ حکم کے موافق اس بات کا اعلان کر دیا کہ مومنین کے سوا جنت میں کوئی نہ داخل

ہوگا بحوالہ تاریخ احمدی ۱۱ بحوالہ مدارج

اگر اس ہدایت کا اثر تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جاوے۔ تو وہ صحابہ کے طبقہ میں ہرگز دیرپا نہ رہا۔ اس لیے کہ دولت اندوزی کی بنا پر یہی جہاد۔ وفات رسول کے بعد، تمام عرب میں تنہا ذریعہ معاش بنا لیا گیا اور تمام مشاغل قدیم تجارت و فلاحت موقوف و متروک کر دیئے گئے۔ اور ان تمام جہادوں کے مقاصد تبلیغ دینی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے اصول حقیقی سے علیحدہ ہو کر صاف صاف ملک گیری اور کھلی کھلی کشورستانی و جہانبانی کے دستور قدیم پر قائم ہو گئے۔ جیسا کہ ہم جلد اول کے تبصرہ میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر آئے ہیں۔

اپنے موجودہ مضامین تنقیدی کو ختم کر کے ہم پھر اپنے سلسلۂ بیان پر آ جاتے ہیں۔

مذکورۂ بالا واقعات غزوۂ خیبر کے اصلی اسباب وقوع ثابت ہوتے ہیں۔ اور اسلام کی طرف سے اس کی دفاعی صورت قائم کرتے ہیں مذکورۂ بالا اسباب وقوع کے سلسلہ میں یہودیوں کی قدیم مخالفت اور معاندت ثابت ہوتی ہے جس کا خونین منظر پہلے ذی قرد میں مسلمانوں کے خون ناحق کا محضر پیش کر چکا ہے۔ خیبر کی جنگ اسلام کی انھیں مخالفانہ حملات کی مدافعت تھی جسکے سامان وہ سالہا سال سے فراہم کر رہے تھے۔ اور خود تو خود غیر جانبدارانہ قوموں کو بھی اپنی طرف سے اسلام کی مخالفت پر آمادہ اور طیار کر رہے تھے۔

واقعات مندرجہ بالا سے ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان تمام مفسدوں کی خبر پاکر بھی اپنی طرف سے کسی مخالفانہ کارروائی کا قصد نہ فرمایا۔ بلکہ ایک بار نہیں کئی بار خود اپنی طرف سے قاصد بھیجکر اور صلح و آشتی کے خطوط لکھ لکھ کر انکے معاملات کو بمصالحت و مساہلت طے فرما دینا چاہا۔ لیکن یہود کی ناشنوا قوم شنوا نہ ہوئی اور اوسنے تجویز رسالت کی اخلاقی خوبیوں کو قدر کی نگاہوں سے نہ دیکھا۔ اور صاف صاف لفظوں میں انکار کر دیا۔ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مایوس ہو کر خیبر کی جنگ مدافعانہ کا اعلان فرما دیا۔

یہاں ایک امر ضرور ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ بخلاف جنگ احد و خندق وغیرہ کے اس جنگ میں مخالف کی حملہ آوری معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ خود آنحضرت صلعم کا مدینہ سے آٹھ میل خیبر تک لشکر لیجانا ظاہر ہوتا ہے۔ اس بنا پر یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ پھر یہ جنگ دفاعی کیسے کہی جائیگی۔ اسی شبہے نے غالبًا شبلی صاحب کے قلم کو بھی دہوکا دیکر روک دیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ جنگ احد و خندق کی مشکلات نے بتلا دیا تھا کہ دار الاسلام مدینہ میں پہونچکر دشمنوں کے حملات کتنے شدید تکلیف دہ اور ضرر رساں ہو جاتے ہیں۔ اسلیے جناب سرور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پہلے ہی سے آیندہ ایسے موقعوں پر مخالف کو اپنے قریب آنے کی مہلت دینی بالکل نامناسب و خلاف مصلحت سمجھ لیا تھا۔ ذی قرد کے خونخوارانہ حملے نے جو جنگ خیبر سے کل تین روز پہلے واقع ہوا تھا۔ آپ کی اس تجویز کو حقیقت اور مصلحت کے بالکل مطابق ثابت کر دیا یوں تو یہودیوں کے حملہ کی خبر مدت سے گرم تھی۔

لیکن ذی قرد کے خونین مناظر نے اونکا مشاہدۂ عینی کرا دیا تھا۔ اسی وجہہ سے جنگ خیبر مین آپ نے غنیم کو اتنا وقت نہین دیا کہ وہ مدینہ منورہ پر چڑھ آئین اور شہر کا محاصرہ کرکے اہل اسلام کو محصور و مجبور کرلین۔ بلکہ غزوہ بدر کی طرح ابوجہل کے لشکر کی آمد سنتے ہی آپ نے مدینہ سے ۸۰ میل آگے بڑھکر چشمہ بدر پر روکدیا اور بڑی ہمت و استقلال سے اوسکو ہزیمت کامل پہونچائی۔ بالکل یہی صورت جنگ خیبر کی تھی۔ وہ غزوہ (بدر) مشرکان مکہ کے حملات مخالفانہ کی مدافعت کی غرض سے قائم ہوا تھا۔ اور یہہ یہودان خیبر کی غدارانہ مفسدہ انگیزی کی تنبیہہ و تادیب کی ضرورت سے اختیار فرمایا گیا۔ مدّعاے دفاع دونون مین مشترک تھا۔ اس لیے خیبر کی جنگ بھی جہاد دفاعی ضرور تھی۔

خیبر کی طرف روانگی

جناب سولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محرم ۷ھ ہجری مین چودہ سو مسلمانون کی جمعیت کے ساتھ خیبر کا قصد فرمایا منزل صہبا مین پہونچکر راہ بہت ہی پرپیچ اور کج مج پائی گئی۔ زمین تو ناہموار تھی ہی۔ اور صحرائی درختون سے اور جنگلی جھاڑیون سے بالکل پُرخار۔ اگرچہ متفرق جادے معلوم ہوتے تھے۔ مگر یہہ معلوم ہونا دشوار تھا کہ براہ راست خیبر کو کس جادے سے جانا چاہیے۔ اسلیے دلیل کی ضرورت ہوئی۔

دوسری ضرورت یہہ تھی کہ تدبیر قدرت اور تجویز رسالت یہہ تھی کہ لشکر اسلام ایک ایسے قریب و سہل اور جلد پہونچا دینے والے رستہ سے خیبر مین پہونچ جائے کہ غطفان کا قبیلہ یہودان خیبر کے پاس جمع نہ ہونے پاے اور فوج اسلام پہلے پہونچ جانیکی وجہہ سے جانبین کی سدّراہ ہوجائے۔ انھین ضرورتون کی وجہہ سے دلیل بُلایا گیا۔ حسیل نامی ایک دلیل پیش کیا گیا اور وہ اجرت پر ہمراہ لیا گیا۔ وہ ایک ایسے مقام پر لے آیا جہان سے مختلف راہین مختلف مقامات پر جاتی تھین۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ان راستون کے نام مجھکو بتلاؤ۔ مین جس راستہ کو پسند کرون تم اوسی راستہ سے مجھے لیچلو۔ اوس نے کہا کہ ایک راہ کا نام حیران ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے یہہ راہ نہ پسند ہے اور نہ مین اس راہ سے جانا چاہتا ہون۔ پھر اوس نے بتلایا دوسرے راستہ کا نام شاش ہے۔ ارشاد ہوا یہہ بھی نہین۔ پھر اوس نے کہا تیسری راہ کا نام حاطب ہے۔ آپنے فرمایا یہہ بھی میری راہ نہین ہے اور نہ اس راہ سے جانا مجھے منظور ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہین کہ مجھے تعجّب ہوتا تھا کہ وہ شخص (دلیل) جو نام لیتا تھا۔ وہ حضور کے نزدیک قبیح نکلتا تھا۔ اور آنحضرت صلعم اوس راہ کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اب ایک ہی راہ باقی تھی۔ دلیل نے عرض کی اس راہ کا نام مرحب ہے۔ آپنے فرمایا مجھے اسی راہ سے لیچلو۔ کہ مجھے اسی سے کام ہے۔ حضرت عمر نے خفا ہوکر دلیل سے کہا کہ تو نے پہلے ہی کیون نہ اس راہ کا نام لے لیا اور اتنی دیر تک الجھا رہا۔

منزل صہبا سے کوچ

موکب رسالت منزل صہبا سے اوٹھکر اسی راستہ سے خیبر کی طرف چلا۔ رات کو سفر کیا جاتا تھا اور دن کے وقت لشکر کو آرام لینے کے لیے ٹھہرا دیا جاتا تھا۔ راہ کٹنے کے لیے صحابہ مجاہدین اور تمام اسلامی مبارزین بلکہ اون کے شتربان تک حُدی خوانیان (رجز خوانیان) کرتے جاتے تھے۔ جو سُننے والون کی لطافت اور نیز سہولیت مسافت کے

ومسافرت کا باعث ہوتا تھا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان اشعار سے محظوظ خاطر ہوتے تھے ہدی خوانون مین عامر بن الاکوع بہت مشہور تھا۔ اوسکے اشعار یہہ تھے۔

اللھم لو انت ما اھتدینا	اے خدا اگر تو ہدایت نہین فرماتا تو ہم ہدایت نہ پاتے
ولا تصدقنا ولا صلینا	نہ خیرات کرتے اور نہ روزہ نماز ادا کرتے
فاغفر فداء لک ما اقتفینا	ہم تجھ پر فدا ہون۔ ہم جو تیرے احکام بجا نہین لاتے
والقین سکینۃ علینا	تو اون کو معاف فرمادے اور ہمپر تسلی نازل فرما
انا اذا صیح بنا اتینا	ہم جب فریاد مین پکارے جاتے ہین۔ تو پہونچ جاتے ہین
وثبت الاقدام ان لاقینا	اور جب مقابلہ ہو تو ہمکو ثابت قدم رکھ۔ لوگون نے
وبالصیاح عولوا علینا	پکار کر ہم سے استغاثہ چاہا ہے۔

یہہ اشعار صحیح بخاری مین نقل کئے ہین۔ مسند بن حنبل مین یہہ اشعار زیادہ ہین۔

ان الذین قد بغوا علینا	جن لوگون نے ہم پر دست درازی کی ہے۔ جب وہ کوئی
اذا ارادوا فتنۃ ابینا	فتنہ برپا کرنا چاہتے ہین تو ہم اون سے دبتے نہین ہین
ونحن عن فضلک ما استغنینا	اور اے خدا ہم تیری عنایت سے بے نیاز نہین۔ سیرۃ النبی صفحہ ۲۵۳

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عباد بن بشر انصاری کو طلیعہ فوج اسلامی بنا کر روانہ کیا۔ اور مخالف کی خبر رسانی کیلیے تاکید فرمادی۔ حسن اتفاق سے بشر بن عباد کو آگے جاکر تھوڑے ہی دور پر خیبریون کا ایک جاسوس مل گیا۔ جسے عباد نے فوراً گرفتار کرلیا۔ اوس سے استفسار حال کیا تو اوس مکار نے پہلے حقیقت حال پر پردہ ڈالا۔ اور کہا۔ میرا اونٹ گم ہوگیا ہے۔ اوسکو تلاش کررہا ہون۔ بشر بن عباد نے بہت سی ایسی حرکتین دیکھی تھین۔ اوسکی حیلۃ الوقتی پر کوئی اعتنا نہ کی۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تنبیہہ و تادیب پر مستعدی دکھلائی اور اوس سے پوچھا کہ خیبریون کی کیا خبر ہے اوس نے کہا کہ مین صرف اتنا جانتا ہون کہ یہود ابن قیس نے کنانہ بن ابی الحقیق کو بنی غطفان کے پاس بھیجکر حمایت کے لیے بلایا ہے۔ وعیینہ بن بدر سلاح پوش جوانون کی معتدبہ جماعت کے ساتھ خیبر مین پہونچ گیا ہے۔ سب ملا کر خیبر مین اسوقت دس ہزار فوج مسلمانون سے مقابلہ کے لیے طیار ہے۔

عباد تو پہلے ہی جان گئے تھے کہ یہہ خیبریون کا جاسوس ہے۔ مگر وہ خوف جان سے اظہار حال نکرسکا۔ عباد نے چشم نمائی کی تو اوس نے صاف صاف لفظون مین پھر کہا کہ میری جان بخشی کردیجاے تو مین حقیقت حال عرض کرون عباد بن بشر نے اوسکی استدعا قبول کرلی۔ اوس نے سب سے پہلے اپنے جاسوس ہونے کا اقرار کیا۔ پھر کہا کہ باوجود دس ہزار

سلاح پوش جوانون کے موجود ہونے کے بھی۔ یہودان خیبر بنی نضیر و بنی قریظہ کے معاملات کو پیش نظر رکھ کر اہل اسلام سے سخت ہراسان ہو رہے ہین۔ اگرچہ مدینہ کے منافقین نے اونکے پاس کہلا بھیجا ہے اور بہت کچھ اطمینان دلایا ہے کہ تم کو مسلمانون سے ذرا بھی ڈرنا نہین چاہیے۔ تمھاری جمعیت کثیر کے سامنے اونکے مٹھی بھر آدمی کچھ کام نہین کر سکتے۔ تمھارے پاس لشکر اور سامان جنگ بھی افراط سے ہے۔ اونکے پاس تو لڑنے کو ہتیار بھی کافی نہین ہین۔ پھر تم کیون دبنے لگے؟ اس اطمینان و سامان سے بھی خیبر والون کو تسکین نہین۔ سب کے سب ویسے ہی مخوف ہین۔ دلون مین مارے خوف کے بیٹھے لگے ہین۔ اب خیبر والون نے مجھے خاصکر مسلمانون کی تعداد لشکر دریافت کرنے کو بھیجا ہے۔ یہہ حال سنکر بشر ابن عباد مجھکو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین لے آئے۔

بارگاہ رسالت مین غنیم کا جاسوس

جاسوس بارگاہ رسالت مین حاضر ہوا۔ بشر ابن عباد نے روئداد عرض کی حضرت عمر نے واقعہ سنکر عرض کی کہ اسکی گردن اوتار لی جائے بشر ابن عباد بولے یہہ نہین ہو سکتا مین اسے امان دیکر لایا ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشر ابن عباد سے ارشاد فرمایا کہ اسکو بآرام تمام اوسوقت تک اپنی حراست و حفاظت مین رکھو۔ جبتک کہ اسکے بیان کی صداقت نہ ہو جائے۔ چنانچہ جب آپ خیبر مین پہونچگئے تو وہ خود مسلمان ہو گیا۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۳۔ افسوس ہے کہ حضرت عمر کی عجلت و مداخلت علی الاکثر قبل از وقت کام کرنا چاہتے تھے اور آیہ وافی ہدایہ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کے مفاد پر جناب کی توجہ بہت کم رہتی تھی۔

میدان جنگ کی تبدیلی حباب ابن منذر کا مفید مشورہ

موکب رسالت وادی حرضہ کی راہ سے خیبر کی طرف بڑہا اور قریب خیبر پہونچکر ایک مقام پر خیمہ زن ہُوا۔ تو حباب بن منذر جو معارک جنگ کے بڑے تجربہ کار بزرگ تھے۔ خدمت اقدس مین حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اگر حکم خدا کے رُو سے یہان قیام فرمایا گیا ہے تو مجھے کوئی عذر نہین اور اگر یونہین قیام کیا گیا ہے تو مجھے کچھ عرض کرنیکی اجازت دی جائے۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ نہین۔ مین نے خدا کے حکم سے یہان قیام نہین کیا ہے۔ بلکہ یونہین اوتر پڑا ہون۔ حباب نے عرض کی کہ یہہ مقام یہود کے قلعہ نطاۃ سے اتنا قریب ہے کہ ہماری آوازین اونکی سماعت تک پہونچ سکتی ہین۔ لیکن ہم اونکی باتون کو نہین سُن سکتے۔ اسی طرح اون کے پتھر بلا مزاحمت ہم تک آسکتے ہین لیکن ہمارے پتھر اون تک نہین پہونچ سکتے۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ ہم پر اونکا قابو ہر طرح حاصل ہو سکتا ہے اور ہمارا اون پر نہین۔ اُسکے علاوہ یہہ غدار اور خونخوار قوم جس طرح شبخون کی عادی اور مشتاق ہے وہ معلوم ہے۔ اس لیے اونکی اس خونخواری کی طرف سے بھی خاص اندیشے لگے ہین۔ ان تمام باتون سے بھی قطع نظر کی جائے تاہم یہہ مقام بالکل نشیب مین واقع نظر آتا ہے۔ اور چارونطرف

سالہا سال کی غلاظت اور عفونت سے بھرا پڑا ہے۔ ممکن نہین کہ مجاہدین اسلام یہان قیام کرین اور اونکی صحت قائم رہ جائے۔ حباب کی اس مفید تجویز سے آنحضرت صلعم نے اتفاق فرمایا۔ اور محمد بن مسلمہؓ نے حباب ابن منذر کی ہدایت کے مطابق مقام رجیع کو جو وہان سے قریب تھا۔ پسند کیا۔ چنانچہ لشکر اسلام وہان سے اوٹھکر مقام رجیع مین خیمہ زن ہوا۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۳۴۲۔

شبلی صاحب سیرۃ النبیؐ مین لکھتے ہین۔

چونکہ معلوم تھا کہ بنی غطفان خیبریون کی مدد کو ضرور آئین گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام رجیع مین فوجین اوتارین جو غطفان اور خیبر کے بیچ مین ہے۔ اسباب باربرداری خیمہ خرگاہ اور مستورات یہین چھوڑ دی گئین اور فوجین خیبر کی طرف بڑہین غطفان یہہ سنکر کہ اسلامی فوجین خیبر کی طرف بڑھ رہی ہین ہتیار سجکر نکلے لیکن آگے بڑہکر جب اون کو معلوم ہوا کہ خود انکا گھر خطرہ مین ہے تو واپس چلے گئے۔ طبری مین ہے۔

ان غطفان لما سمعت بمنزل رسول الله صلعم من خیبر جمعوا له ثم خرجوا لیظاهروا یهود علیه حتی اذا ساروا منقلة خلفهم فی اموالهم واهالیهم حسا ظنوا ان القوم قد خالفوا الیهم فرجعوا الی عقابهم فقاموا فی اهالیهم واموالهم وخلوا بین رسول الله وبین خیبر ۱۵۷۵

جب جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کی خبر غطفان کو پہونچی تو سلاح جنگ پہنکر یہودیون کی حمایت مین نکلے لیکن پھر اونکو اپنے مال اور اہل وعیال کی تباہی وبربادی کا خیال آیا اور یہہ بھی سوچے کہ قوم یہود ان سے خلاف معاہدہ نہ کرے۔ اس بنا پر وہ واپس جاکر اپنے بال بچون مین بیٹھ رہے اور جناب رسولخدا صلعم اور اہل خیبر کے باہم مقابلہ کے لیے راہ خالی کردی۔

رایت خیبر مین حضرت عائشہ کی چادر کا پھریرا

عرب مین اظہار مفاخرت ومسابقت ہمیشہ سے ہر قبیلہ اور عشیرہ کا نصب العین تھا اور مذہبی۔ قومی اور سیاسی امور مین اسکا اجرا وذکر ضروری سمجھا جاتا تھا۔ قدیم الایام سے عرب کے تمام اقوام وقبائل نے ان امور کے اظہار کے لیے ایک خاص شعار اور نشان مقرر کرلیا تھا۔ اونکی انھین تخصیصی علامات مین علم ورایات بھی تھے۔ جو تجمیع قبائل واقوام کے ضروری موقعون مین آراستہ کئے جاتے تھے۔ اس کا دستور سفر کے وقتون مین بھی سب سے زیادہ ضروری تھا۔ جلد دوم مین اسکی اہمیت تفصیل سے بیان ہوچکی ہے۔ عرب کے جلیل القدر مناصب مین لواء کا بھی ایک خاص امتیازی منصب تھا۔ اور صاحب اللواء قافلہ مین معزز اور ممتاز عہدہ دار شمار ہوتا تھا۔ لواء قومی کی ترتیب بھی سردار قوم کے مخصوص ہاتھون سے ہوتی تھی۔ اور لوائے قومی ایک خاص عزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ قبیلہ قریش کے لوائے قوم کی ترتیب سوائے بنی ہاشم کے کوئی دوسرا نہین کرسکتا تھا ہم اس منصب خاص کی تفصیل قصی کے زمانہ سے لیکر حضرت عبد المطلب کے وقت تک جلد دوم مین بیان کرچکے ہین۔

اس منصب کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ واقعہ احد مین ۔ علمداران کفار مین ایک ایک کر کے جب سب کا خاتمہ ہو گیا تو آخر خاندان بنی عبد الدار کے ایک غلام نے صرف اوس خاندان کے غلام ہونے کی عزت کے باعث قریش کی علمداری کا منصب پایا لیکن جب حضرت علی مرتضیٰؑ کی تیغ ابدار نے اوسکو بھی قتل کر ڈالا تو علقمہ نامی خاندان بنی عبد الدار کی ایک عورت نے وہ علم اوٹھا لیا ۔ اور اس صنف نازک کی یہہ قوت دلیری داری دیکھکر جوانان قریش کی پُر جوشیون مین ایک نیا ہیجان پیدا ہو گیا ۔

ان واقعات سے ہر شخص سمجھ لے سکتا ہے کہ عرب مین علم و رایت ایک قومی علامت امتیاز ہے اور اوسکا علمبردار افراد قوم کا ممتاز ممبر ہے لیکن تحقیق سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ یہہ عظمت و اقتدار اوسی علم و لواء کے ساتھ مخصوص ہے جو معرکہاے جنگ مین آراستہ کیا جاتا ہے ۔ عام تجارتی کاروان یا دیگر قومی اور ملکی قافلون کے ساتھ جو علم ہوتے تھے وہ نہ اسقدر معزز خیال کئے جاتے تھے اور نہ اون کے علمدار اتنے ممتاز ۔ عرب کے خاص محاورے مین ایسے علمون کو رایات کہتے تھے لیکن وہ علم جو غنیم سے مقابلہ و مقاتلہ کے وقت اعزاز قوم کا نشان امتیاز بناکر ساتھ لیا جاتا تھا وہ لواء کہلاتا تھا ۔ اور مجازاً رایت بھی بولا جاتا تھا ۔ چنانچہ زرقانی لکھتے ہین ۔

قد صرح جماعۃ من اللغویین بترادف الرایۃ	اہل لغت رایت و لواء کو باہم مترادف ٹھراتے ہین ۔ اور اوس علم کا
واللواء وھو العلم الذی یحمل فی الحرب لکن	نام تبلاتے ہین جو موقع جنگ پر آراستہ کیا جاتا ہے ۔ لیکن امام احمد ۔
روی احمد والترمذی عن ابن عباس والطبرانی	ترمذی حضرت ابن عباس سے اور طبرانی بریدہ سے اور ابن عدی
عن بریدۃ وابن عدی عن ابی ھریرۃ قالوا کانت	ابو ہریرہ کے اسناد سے بیان کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم کے رایت کا
رایۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سوداء	رنگ سیاہ تھا اور لواء کا سفید ۔
ولواء ابیض صفحہ ۲۵۶	

شبلی صاحب کی موقع شناسی اور دقت رسی البتہ قابل تعریف ہے ۔ اپنے مطلب کا ایک شوشہ ملنا چاہیئے دم کے دم مین مسلسل مضمون طیار ۔ چونکہ اس غزوہ مین منصب علمداری کی تفویض ایک شرف خاص اور امتیاز تخصیص رکھتی ہے ۔ اور وہ حسن اتفاق سے ایک ایسے ذی قسمت بزرگوار کی خوش تقدیری کا حصہ ٹھری ہے ۔ جو آپ کی طبع نفیس کے نزدیک مطبوع و ممدوح نہین ۔ اس لئے ابتدا ہی سے اس تخصیص کو بھی محض معمولی واقعات کے نقل کا پردہ ڈالکر تعمیم و معمول کے عام تمثیلی صورت مین دکھلانیکی کوشش فرمائی گئی ہے ۔ اگر ان نقش و نگار مصنوعی پر تقیصات قیاس بھی کر لیا جاے ۔ تاہم آپکے مفید مطلب نہین ہوتا ۔ اسلیے کہ جس علم مخصوص کو امتیاز خاص حاصل تھا وہ آپ ہی کے اقراری الفاظ سے ایک فرد جداگانہ ثابت ہوتا ہے ۔ آپکے الفاظ یہہ ہین ۔

غرض آپ غطفان اور یہود کے حملہ کی مدافعت کے لیے مدینہ سے محرم ۷؁ھ مین سباع بن عرفطہ انصاری کو مدینہ کا افسر مقرر کر کے مدینہ سے روانہ ہوے۔ ازواج مطہرات مین حضرت ام سلمہ ساتھ تھین۔ فوج کی تعداد ۱۶۰۰ تھی ۲۰۰ سوار اور باقی پیدل تھے۔ اس وقت تک لڑائیون مین علم کا رواج نہ تھا چھوٹی چھوٹی جھنڈیان ہوتی تھین۔ یہ پہلا مرتبہ تھا کہ آپ نے تین علم طیار کرائے۔ دو حباب بن منذر اور سعد بن عبادہ کو عنایت ہوے اور خاص علم نبویؐ جس کا پھریرا حضرت عائشہ کی چادر سے طیار ہوا تھا۔ جناب امیرؑ کو مرحمت ہوا۔ سیرۃ ص ۳۵۲۔

شبلی صاحب کے مندرجہ بالا طلسم الفاظی کی پہلے قلعہ کشائی کر لی جائے تو اس کے بعد حقیقت کی جلوہ نمائی کیجائے گی آپ فرماتے ہین اسوقت تک لڑائیون مین علم کا دستور نہین تھا۔ چھوٹی چھوٹی جھنڈیان ہوتی تھین " چھوٹے بڑے سے بحث نہین۔ آپکے پہلے فقرہ عبارت کے بعد دوسرے ہی فقرہ سے ثابت ہے کہ لڑائیون مین علم کا رواج و دستور قدیم تھا۔ افسوس ہے کہ آپ نے غلط دعوی کی شان بیان مین واقعیت کی طرف ذرا بھی متوجہ نہین ہوتے۔

اگر آپکا یہ دعوی صحیح ہے کہ اوسوقت تک لڑائیون مین علم کا رواج نہ تھا۔ تو تبلایا جائے کہ امارت مکہ اور خدمات کعبہ کے ذکر مین منصب لواء۔ جو قریش کے منصبہائے عظیم وقدیم کی فہرست مین ایک خاص جدول کے اندر سیرۃ النبی جلد اوّل ص ۱۵۵ پر لگایا گیا ہے اور اوسکو خاندان امیہ کا عموماً اور ابوسفیان کا خصوصاً التمغا بنایا گیا ہے۔ کیا شے بتلایا جائیگا۔ شاید ان سے وہی چھوٹی چھوٹی جھنڈیان مراد ہون۔ تب بھی تو قوم و ملک مین علم کا دستور ثابت ہوتا ہے۔ عام اس سے کہ ایک بڑے نشان کی صورت مین ہو۔ یا ہاتھ بھر کی جھنڈی کی قد و قامت مین۔

اگر معرکہائے جنگ مین اسکی عدم موجودگی مخصوص ہے تو آپ خود ظہور اسلام سے سابق زمانہ مین حرب الفجار کے سلسلہ بیان مین لکھتے ہین۔

یہ لڑائی قریش اور قیس کے قبیلہ مین ہوئی قریش کے تمام خاندانون نے اس معرکہ مین اپنی اپنی الگ فوجین طیار کی تھین۔ آل ہاشم کے لیے علمبردار زبیر ابن عبد المطلب تھے۔ جب لڑائیون مین علم کا دستور ہی نہین تھا تو یہہ علم اور علمدار کہان سے نکل آئے (سیرۃ النبی ص ۱۲۲۔

پھر ظہور اسلام کے خاص ایام مین اور مخصوص غزوات مین۔ غزوہ خیبر سے پہلے جناب سولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا اپنے دست مبارک سے متعدد علم آراستہ فرما کر مختلف ممتازین اسلام کو عنایت کرنا تمام حدیث و تاریخ کی کتابون مین لکھا ہے۔ جنگ احد کے اسلامی علمدارون کے نام امام قسطلانی نے یہ تبلائے ہین۔

وعقد علیہ الصلوۃ والسلام ثلاثۃ الویۃ لواء للاوس (جنگ احد مین) آنحضرت صلعم نے تین علم طیار فرمائے۔ قبیلہ بید اسید بن الحضیر ولواء للمهاجرین بید علی ابن ابیطالب اوس کا علم اسید بن حضیر کو۔ اور مہاجرین کا علم حضرت علی ابن ابیطالب

وقیل بید مصعب ابن عمیر ولواء الخزرج بید الحباب بن منذر وقیل بید سعد بن عبادہ (زرقانی جلد دوم صـ۲۵)

اور بعض کہتے ہین مصعب ابن عمیر کو- اور قبیلہ خزرج کا علم جناب بن منذر کو اور بعض کہتے ہین کہ سعد بن عبادہ کو عنایت فرمایا۔

اب تو شبلی صاحب کو معلوم ہو گیا کہ انعقاد علم کا رواج عرب مین- ایام جہالت سے لیکر اسلام کی اشاعت تک برابر جاری رہا۔ تو پھر آپکے یہ دو نو دعوی کہ اسوقت تک لڑائیون مین علم کا رواج نہ تھا اور یہ (خیبر) پہلا مرتبہ ہے کہ آپنے تین علم طیار کرائے"۔ کسقدر روا قعیت اور حقیقت کے خلاف ہو کر لغو ثابت ہوتا ہے۔

اب یہ دیکھنا اور دکھلانا باقی رہگیا ہے کہ شبلی صاحب کو ایسی لغو خامہ فرسائی کی کیا ضرورت واقع ہوئی۔ ضرورت تو وہی ثابت ہوتی ہے جسکی طرف ہم اوپر اشارہ کر آئے ہین۔ اور وہ یہ ہے کہ خیبر کے علم مین بمقابلہ دیگر علمہائے معارک اسلامی کے ایک خاص شرف اعزاز اور شان امتیاز تھی۔ اور وہ حقیقت و واقعیت کے اعتبار سے ایک ایسے بزرگوار کا خاص طور پر معیار فضیلت ثابت ہوتی ہے جسکو آپ کسی امتیازی اور اختصاصی نگاہ نہ خود دیکھنا چاہتے ہین اور نہ کسی کو دکھلانا چاہتے ہین۔ اسی وجہہ خاص سے پہلے منصب لواء کو انکاری پھر استخفافی الفاظ مین مٹانا اور گھٹانا چاہا۔ اوّل تو معارک جنگ مین سرے سے اسکے وجود ہی سے یہ کہکر انکار فرمایا کہ اسوقت تک لڑائیون مین اسکا دستور ہی نہ تھا لیکن فورًا اسکی قدامت اور مرویات مین اسکے ذکر متواتر و متکاثر کا خیال ثانی آگیا تو اوسکی عظمت اور اہمیت کو استخفاف کے درجہ تک گھٹا کر ان لفظون مین بیان کیا کہ چھوٹی چھوٹی جھنڈیان ہوتی تھین" ان تمام لفظی قلعہ بندیون کا مدعائے خاص یہ تھا کہ لوائے جنگ اور صاحب لواء (خصوصًا صاحب لوائے خیبر) کے اعزاز خاص کا اثر ناواقف مسلمانون کے دل پر نہ پڑنے پائے۔ اور وہ لوائے خیبر کے روحانی عظمت و اقتدار کو تعمیم کے اصول معمول سے بڑہا کر خصوصیت کے مرتبہ تک نہ لیجائین۔ کیونکہ ایسا یقین و اعتقاد آپ کے اوس مدعائے حقیقی اور منشاء اصلی کے بالکل خلاف ثابت ہوگا جس کی بنا پر مجلدات سیرۃ النبی کی تصنیف کی ضرورت آپکو واقع ہوئی ہے۔

شبلی صاحب کے دونون بیان دعویون کی لغویت ثابت کر دی گئی۔ اب آپ کی ایک نئی قلمکاری ملاحظہ کی جائے۔ سابق عبارت کے آگے لکھتے ہین۔ "دو علم حباب بن منذر اور سعد بن عبادہ کو عنایت ہوئے اور خاص علم نبوی جس کا پھریرا حضرت عایشہ کی چادر کا طیار کیا ہوا تھا۔ جناب امیرؑ کو مرحمت ہوا"

چونکہ اس غزوہ مین تفویض علم سے جناب امیر علیہ السلام کا خاص اعزاز و امتیاز ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے شبلی صاحب کی طبع نازک پر اونکی یہ شان اعزاز ناگوار گذری۔ لیکن چونکہ یہ واقعات اعزاز و امتیاز خاص متواترات کے درجون سے بڑھکر یقینیات تک پہونچے ہوئے تھے۔ اس لئے ان سے انکار تو ہو ہی نہین سکتا تھا۔ ہان قلمکاری

ہوسکتی تھی اور وہ اسطرح کی گئی کہ جناب امیر علیہ السلام کے اس نشان اعزاز داختصاص مین بہ داے حضرت عائشہ کی شرکت کا پیوند لگا دیا گیا۔ مُدعا یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے دامن فضائل مخصوصہ پر شرکت و تعمیم کا ہلکا سا رنگ آجائے۔ ع
بہر رنگیکہ خواہی جامہ می پوش ؛ من انداز قدت را می شناسم پہلے تو اس روایت کی حقیقت اور شبلی صاحب کے اصول نقل و استنباط کے نیرنگ ملاحظہ ہون۔ یہ روایت مواہب لدنیہ مین امام قسطلانی نے علامہ دمیاطی کی سیرۃ دمیاطی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ امام قسطلانی کا شمار محدثین مین ہے اور دمیاطی کا صاحبان سیرۃ مین سوائے اس ایک محدث اور اس ایک اہل سیرۃ کے۔ نہ کسی اور محدث نے روا ے حضرت عائشہ کی تصریح کی ہے نہ کسی اور اہل سیرۃ نے۔ طبری۔ ابن ہشام ابن سعد۔ ابن اثیر۔ ابو الفدا وغیرہم سیرت و تاریخ کی اتنی کتابین۔ بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ مسند امام ابن حنبل۔ مشکوات وغیرہم احادیث کی اتنی کتابین موجود ہین۔ کسی مین تو اس تصریح کا نشان نہین۔ نہین معلوم دمیاطی کو یہ تصریح کس حوالہ سے پہونچی۔ ضرور ہے کہ یہ خبر منفرد و موضوع عہد معویہ کی موضوعات کے حواشی مین داخل ہو۔ ورنہ کیا معنی کہ تفاسیر۔ احادیث۔ سیرت اور تاریخ اسلامی کے اتنے بڑے بڑے خوش عقیدہ مولفین و مصنفین حضرت ام المومنین کی ایسی فضیلت خاص کے استظہار و استشہار سے سعادت اندوز نہوتے۔

اسی لیے شبلی صاحب کے مقرر کردہ معیار و اصول نقل و استنباط کے مواقف تو یہ روایت کبھی نقل و ذکر کے قابل ہی نہین تھی۔ کیونکہ صاحبان صحاح مین سے اسکو کسی نے نہین لکھا۔ سیرت کے نقول آپکو قبول نہین۔ کیونکہ درجہ استناد مین سیرت کا پایہ صاحبان حدیث سے فروتر رکھا گیا ہے۔ پھر شبلی صاحب نے اپنے اصول مقررہ کے خلاف اس روایت کی نقل و استنباط پر کیسے جرأت کی۔ جو نہ کسی صحیح مین ہے نہ کسی مسند مین۔ مواہب لدنیہ مین سیرۃ دمیاطی سے نقل کی گئی ہے اور آپ خود ان دونو کتابون کی مجہولیت ان الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

مواہب لدنیہ مشہور کتاب ہے اور متاخرین کا یہی ماخذ ہے۔ اسکے مصنف قسطلانی ہین جو بخاری کے مشہور شارح ہین۔ حافظ ابن حجر کے شاگرد تھے۔ یہ کتاب اگرچہ نہایت مفصل ہے لیکن ہزارون موضوع اور غلط روایتین بھی موجود ہین۔ دیباچہ ص ۲۷۔ کیا عجب کہ یہ تصریح بھی ادنہین موضوعات مین ہو۔

سیرۃ دمیاطی کے متعلق تحریر ہے۔ کہ مصنفین سیرت مین سے بعض لوگون نے اس نکتہ کو سمجھا اور جب احادیث کی چھان بین کی تو اونکو تسلیم کرنا پڑا کہ اون کی (دمیاطی) کتابون مین بہت سی روایتین صحیح حدیث کے خلاف درج ہوگئی ہین لیکن چونکہ انکی تصنیف پھیل چکی تھی اس لیے اصلاح نہ ہوسکی۔ حافظ ابن حجر ایک موقع پر دمیاطی کا ایک قول نقل کرکے لکھتے ہین۔

وحل ھذا اعلی انہ کان یعتقد الرجوع عن یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اکثر واقعات جن مین دمیاطی نے

كتابه مما وافق فيه اهل السيرة وخالفت الاحاديث الصحيحة وان ذلك كان منه قبل تضعيفه منها ولخروج نسخ كتابه وانتشاره لم يتمكن من تغييره

اہل سیر کی موافقت اور صحیح حدیثون کی مخالفت کی تھی۔ اپنی سے رجوع کیا۔ لیکن چونکہ اونکی کتاب کے نسخے تمام پھیل گئے تھے اس لیے اون کی اصلاح نہ کرسکے۔ سیرۃ النبی۔ دیباچہ صلا۔

باوجود اتنی مذکورہ بالا خامہ فرسائی کے پھر آپنے انھین دونون ناقابل استناد کتابون کے حوالون پر اعتبار کیا طرفہ یہ ہے کہ آپ کو انکے حوالے دیتے وقت صحیحین بخاری و مسلم کی ساتھ خوش اعتقادی اور ذی اعتمادی کا بھی خیال نہ آیا۔ آخر کیون؟ صرف اسلیے کہ استخفاف فضیلت علیؑ اور اظہار فضیلت عائشہ کی ضرورت پیش تھی اور یہ دونون ضرورتین ایسی شدید و ناگزیر تھین کہ انکی نقل و تحریر کے آگے۔ اگرچہ اپنے معیار مقررہ سے اختلاف ہو۔ اقرار رقم کردہ سے انحراف ہو۔ کچھ بھی ہوا اغراض و تغافل اور تسامح و تساہل ممکن نہین تھا۔ سبق آموزی بخاری کا یہ پہلا قاعدہ ہے۔

بہرحال۔ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ آپ کی یہ قلمکاری بھی آپکے مفید مطلب نہین ہوی۔ کیونکہ جس علم کو آپنے علم نبویؐ لکھکر تمام مسلمانون کو خیبر کے لواے بشیرہ پر گمان کرنے کا دھوکا دیا ہے وہ اصل مین وہی رایت تھا جو قافلہ اور لشکر کی جمعیت عام مین امتیاز قوم و قبائل کی ضرورت سے ہمراہ لیا جاتا ہے۔ نہ حقیقتاً وہ علم مبارک اور وہ لواے مقدس تھا۔ خیبر مین جسکے اشتیاق حصول مین تمام ممتاز صحابہ کو شب بھر سخت اضطراب و بیقراری اور اختر شماری مین کٹ گئی۔ علامہ زرقانی کی مرقومہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

روى احمد والترمذى عن ابن عباس والطبرانى عن بريدة وابن عدى عن ابى هريرة قالوا كانت راية رسول الله صلعم سوداء ولواءه ابيض وزاد ابو هريرة مكتوب فيه لا اله الا الله محمد رسول الله وهو ظاهر فى المغايرة فلعل التفرقة بينهما عرفية قال الحافظ وفى المصباح لواء الجيش علمه وهو دون الراية وقال الدمياطى وكانت متأنف فى جواب سوال نشأ من ذكر الرايات هو ما كانت رايته فقال كانت راية النبى صلعم السوداء من برد العائشة رض والاولى سوداء بالتنكير

امام احمد اور ترمذی نے ابن عباس سے اور طبرانی نے بریدہ سے اور ابن عدی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم کے رایات سیاہ تھے۔ اور لواے فوج آپ کا سفید تھا۔ اور ابوہریرہ نے اس مین یہہ اضافہ کیا ہے کہ اسپر لا الہ الا اللہ و محمدا رسول اللہ لکھا تھا۔ یہ قول ابن حجر کا ہے۔ اور مصباح مین منقول ہے کہ لواے فوج آپ کا علم کہلاتا تھا اور وہ آپکے رایات سے علیحدہ تھا۔ دمیاطی نے اون لوگون کے سوال کے جواب مین کہا ہے جو آنحضرت صلعم کے رایات کے بارے مین پوچھتے ہین کہ وہ (رایت) سیاہ تھا اور حضرت عائشہ کی چادر سے بنا تھا۔ زرقانی لکھتے ہین کہ سیاہ رنگ کا ہونا بالتنکیر

کما قالہ الصحابۃ الثلاثۃ لانہ لم یتقدم	یعنی بالعموم ہے اسلیئے کہ آپ کے تمام رایات سیاہ ہوا کرتے تھے
ذکرھا وکان یسمی العقاب	جیسا کہ تین صحابہ کے اقوال سے پہلے بیان ہو چکا ہے اور
زرقانی جلد دوم	اُن مین سے کسی ایک نے بھی اس آیت کو مقدم نہین کیا۔
صفحہ ۲۵۶ مصر	اور وہ علم وہ تھا جس کا نام عقاب تھا۔
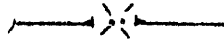
مگر شبلی صاحب ہین کہ بخلاف اتباع صحابۂ کرام ذکر رایات کو مقدم کرتے ہین صرف اس لئے کہ فضیلت حضرت عائشہ۔ الم نشرح ہو اور آپ کی چادر کے نیچے علمبردار خیبرؑ کے فضائل مخصوصہ چھپ جائین۔ یا کم سے کم حضرت علیؑ کی فضیلت مخصوصہ مین جناب عائشہ بھی شریک ہو جائین۔ اوّل تو علامہ زرقانی کی شرح ومعانی سے جس علم کی تفویض نے جناب امیر علیہ السلام کو شرف مخصوص بخشا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان سیاہ علمون سے بالکل جدا تھا اور وہ سفید تھا۔ اور وہ معارک جنگ کیلیے مخصوص تھا۔ اور اوس کا نام عقاب تھا اس علم خاص کے علاوہ جو سیاہ رنگ والے علم تھے وہ رایات کہے جاتے تھے اور قوم وقبیلہ کی تمیز وشناخت کے لیے ہمراہ لیے جاتے تھے۔ انھین رایات مین سے جو جمعیت خیبر کے موقع پر ساتھ لیگئے تھے ممکن ہے کہ ایک مین حضرت عائشہ کی ردا پھریرہ کی جگہہ لگادی گئی ہو۔ اگرچہ بالکل خلاف قیاس وخلاف واقع ہے اسلیئے کہ زرقانی نے اسکو بھی لکھ کر صاف کر دیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے رایات بالعموم سیاہ ہوتے تھے۔ تو اگر صرف سیاہ رنگ کی وجہ سے روائے حضرت عائشہ کا قیاس کیا جاتا ہے تو پھر یہ مان لینا ہوگا کہ آپ کے تمام رایات سیاہ مین حضرت عائشہ کی چادرین لگی تھین اور یہ محال ہے کہ اتنی ردائین حضرت عائشہ کے پاس موجود ہون۔ کیونکہ آپ خود فرماتی ہین کہ ازواج پیغمبر مین کسی کے پاس کبھی ایک جوڑے سے زیادہ پہنے کو نہین رہتا تھا۔ اس بناپر حضرت عائشہ کی چادر سے رایات کی آراستگی موضوعات کے حواشی ہین اور کچھ بھی نہین۔

اگر بفرض محال ہم اسکو تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لین تب بھی تو شبلی صاحب کا مطلب نہین نکلتا۔ کیونکہ ان رایات مین جو کچھ عظمت وبرکت تھی وہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس نسبت سے تھی نہ اسوجہہ سے کہ یہ حضرت عائشہ کی ردا کا بنا تھا یا کسی صحابہ کے دامان عبا کا۔ نہ اس رعایت سے کہ سعد ابن عبادہ کے ہاتھ مین تھا یا حباب ابن منذر کے کاندھے پر۔ ان وجوہ واسباب کی بنا پر یہ یقین کرلینا چاہیے کہ رایات یا لوایات جنگ کی عظمت واہمیت جناب رسولخدا صلعم کی نسبت اور یمن وبرکت کی بدولت تھی نہ کسی دوسرے کی نسبت ورعایت مخصوص سے۔

اسی طرح اگر شبلی صاحب کا یہ بیان کہ مدینہ سے روانگی لشکر کے وقت رایات بناکر دو سعد وحباب کو اور ایک جناب امیر علیہ السلام کو مرحمت ہوا صحیح بھی مان لیا جاوے۔ تو حقیقت اور واقعیت صرف اتنی ثابت ہوگی کہ جناب امیرکے

دست اقدس میں جناب سرورِ عالم صلعم کا رایت مبارک تھا۔ جو آپ کے امیر المومنین اور رئیس المہاجرین ہونے کا معیار کامل تھا۔ پھر چند دنوں کے بعد جب غزوہ خیبر کا لوائے موعود مخصوص زینت دوش مطہر ہوا تو اس رایت برداری و علمداری کی شان والا دوبالا ہو گئی۔ جیسا کہ عنقریب مفصل طور پر معلوم ہو گی۔

تعجب ہوتا ہے کہ شبلی صاحب کا ایسا محقق۔ مورخ اور محدث ہو کر ایسی ایسی موضوع اور غیر مفید مرویات سے استدلال فضائل کی بنیاد قائم کرے اور خاصکر ایسی حالت میں وہ ذاتی طور پر خود جانتا ہو کہ جناب امیر علیہ السلام کا ایسا بزرگوار جو بالنفس النفیس اصحاب کساء میں داخل۔ آل عبا میں شامل ہو۔ اور جسکی تصدیق فضائل میں آیہ تطہیر نازل ہو چکا ہو وہ کسی کی چادر کا کیونکر منت کش ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

خیبر میں داخلہ شبلی صاحب کی تمہید غیر مفید کی مرقومہ بالا تنقید کو ختم کر کے ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ منزل صہبا سے رجیع میں قیام کی جگہہ بدل دی گئی۔ یہاں ٹھہر کر فوج میں رسد تقسیم کی گئی۔ جو صرف پسے ہوئے ستو تھے۔ یہی خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی آگے رکھا گیا۔ آپنے بطیب خاطر پانی میں گھول کر اوسے نوش فرمالیا اور شکر خدا ادا کیا۔ خیبر وہاں سے متصل تھا۔ رجیع سے کوچ فرما کر مغرب کے بعد موکب رسالت خیبر میں داخل ہو گیا۔ ہمیشہ سے شہنشاہ رسالتؐ کا دستور تھا۔ کہ جب کسی نئے مقام شہر قریہ یا آبادی میں داخل ہوتے تھے تو حرتومندرجہ ذیل دعائے داخلہ پڑھ لیتے تھے۔

اللھم انا نسئلك خیر ھذہ القریۃ و	اے خدا ہم تجھ سے اس قصبہ۔ اور اس قصبہ کے رہنے والوں اور قصبہ کی تمام داخلی
خیر اھلھا وخیر ما فیھا ونعوذ بك من شرھا	چیزوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور اس قصبہ اور قصبہ والوں اور قصبہ کی داخلی چیزوں کی
وشر اھلھا وشر ما فیھا۔	برائی کے لیے تجھسے پناہ مانگتے ہیں۔ زرقانی جلد دوم واس ہشام جلد دوم ۱۵۸

خیبر کے قلعوں کی تفصیل یہ دعا فرما کر تمام لشکر کو حکم ہوا کہ بسم اللہ کہکر آگے بڑھو۔ خیبر میں رات بھر کامل خوشی اور سکوت سے قیام کیا گیا۔ چونکہ رات کو غنیم پر حملہ کرنا فرمان نبوت کے مطابق بالکل ممنوع ہو چکا تھا اسلیئے لشکر اسلام نے رات بھر پورے اطمینان سے آرام کیا۔

خیبر میں چھوٹے بڑے ملا کر چھ قلعے تھے۔ جو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر یکے بادیگرے واقع تھے مورخ الیعقوبی نے ان قلعوں کے یہ نام بتلائے ہیں۔ سالم۔ نطاۃ۔ قصارہ۔ شق۔ حریطہ۔ اور القموص ان قلعوں میں یہود کی مجموعاً بیس ہزار فوج موجود تھی۔ ان تمام قلعوں میں قموص نہایت مستحکم محفوظ اور مضبوط مشہور تھا۔ مرحب جسکو یعقوبی یہود کا رستم دستان اور ہزار جوانوں کے برابر ایک جوان تسلیم کرتا ہے۔ اسی قلعہ کا قلعہ دار اور یہاں کی فوج کا سردار تھا۔ ابن ابی الحقیق کا خاندان۔ جو مدینہ منورہ سے جلاء وطنی کے بعد خیبر پر قابض ہو گیا تھا۔ اسی قلعہ میں رہتا تھا۔ یہود پہلے ہی سے ہوشیار تھے۔ استحفاظ و مدافعت کے انتظام قبل ہی سے درست کر چکے تھے۔ اپنی مستورات کو ان قلعوں سے ہٹا کر ایک محفوظ و مستور جگہہ میں بھجوا دیا۔ اور رسد و غلہ کا ذخیرہ قلعہ ناعم میں رکھوا دیا۔ اور فوجیں قلعہائے نطاۃ و قموص میں جمع کرا دیں۔

اس انتظام کے اعتبار سے صرف قلعہ قموص اور نطاۃ مقابلہ جنگ کی ضرورت کے لیے منتخب کر لیا گیا تھا اور باقی قلعوں کو دوسرے سامانوں کے لیے۔

مقابلہ و مقاتلہ پر یہود کی طیاری اور اسلام کی احتیاط

اسلام کی مخالفت اور مسلمانوں کے استیصال پر وہ اسقدر آمادہ تھے کہ باوجود سخت بیمار۔ لاغر و ناتوان ہونے کے بھی سلام بن مشکم نصیری نے قلعہ نطاۃ کی قلعہ داری اپنے ذمہ لی اور وہان کی فوجین اوسکی ماتحتی مین جنود اسلامی کے مقابلہ کا انتظار کرنے لگین۔ اتنے متواتر اور عینی واقعات کی موجودگی مین بھی جو ہمہ دم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر تھے ابتک آپ کا ارادہ کشت و خون کا نہین تھا۔ اور جیسا کہ ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین۔ آغاز معاملات سے لیکر اسوقت تک آپ کی خواہش دلی یہی تھی کہ صلح و آشتی کے شرایط پر جانبین سے معاملات طے ہو جائین۔ لیکن یہود کی طرف سے یہ خونخوارانہ طیاریان دیکھکر آپ کو اونکے معاملات کی طرف سے مایوسی ہو گئی تو چار و ناچار جناب رسول خدا صلعم نے لشکر اسلامی کو طیاری کا حکم دیا۔

علامہ حسین دیاربکری تاریخ الخمیس مین لکھتے ہین۔

ولما تیقن النبی صلعم ان الیہود تحارب وعظ اصحابہ ونصحہم وحرضہم علی الجہاد

آنحضرت صلعم کو جب اسکا یقین ہو گیا کہ یہود ہم سے ضرور لڑین گے تو آپنے تمام مسلمانوں کو وعظ و نصیحت کی۔ شرائط و نصاب جہاد بتلاے اور جہاد پر آمادہ کیا۔

چند عورتین بھی اس غزوہ مین خدمت مجاہدین کرتی تھین۔

جائزہ لشکر کے وقت چند خواتین اسلامی کو ہمراہ لشکر دیکھکر فرمایا گیا کہ تمہارا آنا کس غرض سے ہے۔ محترمات نے عرض کی مجاہدین کی خدمت کے لیے ہم نے اپنی امکانی قوتوں کی نذر کر لی ہے۔ ایام سکون مین ہم لشکر کے ساتھ چرخہ کاتین گے اوس سے جو کچھ مال دنیا نصیب ہوگا وہ لشکر کے مصارف مین نذر کرین گے۔ دوران قتال مین مبارزان مجروحین کی خدمت کرین گے اونکے زخموں کی مرہم پٹی کرینگے۔ ہمارے ساتھ دوائین بھی ہمراہ ہین۔ اون سے علاج کرینگے۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پرہمت خواتین کے مردانہ وار جواب سنکر بیحد متاثر ہوے اور اونکو ہمراہی لشکر کی اجازت دیدی۔ چنانچہ فتح خیبر کے بعد تقسیم غنیمت مین ان عورتوں کو مردوں کے برابر حصہ دیا گیا۔ یہ مال غنیمت نہ روپے تھے۔ نہ اشرفیان۔ نہ موتی تھے نہ جواہر۔ بلکہ صرف خشک کھجورین تھین جو سرفروش و وفادار مبارزین کو بھی ملین اور ان خدمت گزار خواتین کو بھی۔

احکام و آداب لشکر

ہم اس سے قبل تمام غزوات اسلامی کی خصوصیات مین لکھکر دکھلاتے آئے ہین کہ آداب و تہذیب فوج کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ خاص توجہ رکھتے تھے اور عرب کے عام دستور جنگ کے

مطابق شور و غوغا کے خلاف سکوت و خاموشی اختیار کرنے کی لشکر اسلامی کو سخت تاکید فرمائی گئی۔ غزوہ مین ایک موقع پر مبارزین اسلام نے ملکر زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اصول خاموشی کے اعتبار سے ہدایتًا ارشاد ہوا کہ آہستہ آہستہ تکبیر کہو سمجھ لو۔ جیسے تم پکارتے ہو وہ گران گوش نہین۔ اور نہ تمھاری نگاہون سے اتنا دور ہے کہ تمھین چلا کر پکارنے کی ضرورت ہو۔ وہ تو تم سے بالکل قریب ہے پھر اتنے زور سے پکارنا کیا۔

قلعہ ناعم (سالم) کا محاصرہ محمود بن مسلمہ کی شہادت

شبلی صاحب نے بھی یہ دونون واقعے بخاری باب غزوہ خیبر اور سنن ابوداؤد کے اسناد سے۔ سیرۃ النبی جلد اول صـ۳۵۳ـ مین تحریر فرمائے ہین۔ ترتیب فوج سے فراغت پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مخالف کی طرف سے آغاز جنگ کا انتظار کرنے لگے۔ اس اثناء مین یہود کی طرف سے قلعہ ناعم کی فوج نے لشکر اسلام پر تیر بارانی شروع کی۔ محمود بن مسلمہ نے لشکر اسلام سے بڑھکر مخالف کے حملات کو روکا اور بڑی ہمت و دلیری سے اونکے خونخوار محاربات کا کلہ بکلہ جواب دیا۔ یہانتک کہ تکان جنگ سے تھک کر دیوار قلعہ کے نیچے دم لینے کے لیے بیٹھ گئے۔ مکاری اور غداری یہودیون کی فطرت تھی۔ وہ ایسا موقع کب چوکنے والے تھے۔ کنانہ بن الربیع نے موقع پاکر اور نامردانگی دکھا کر فصیل قلعہ سے چکی کا پاٹ ایسا تاک کر گرایا جو محمود بن مسلمہ کے وسط سر پر گرا اور وہ غریب نادانستہ اوسکے نیچے دب کر شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ لیکن اہل اسلام نے قلعہ کو بھی بہت جلد خالی کرا لیا۔

شبلی صاحب لکھنے کو تو تاریخ لکھتے ہین اور سیرت نبوی کی ترتیب دیتے ہین۔ لیکن نہین معلوم کہ نقل و تحریر واقعات مین اتنی عجلت کو کس مصلحت سے اختیار فرماتے ہین کہ واقعات کے واقعات۔ حالات کے حالات جن سے اسلام کے محاسن تاثیر اور اوسکی تبلیغ و تعلیم کے روحانی فیوض ثابت ہوتے تھے۔ قلم انداز فرماتے جاتے ہین۔ حالانکہ حدیث و سیرت کے بحث عنوان مین مسلّم ہو چکا ہے کہ سیرت و تاریخ واقعات و حالات کے ذخائر کا نام ہے۔ اور احادیث و فقہ احکام و نصابات شرعیہ کے مرتب و فاتر ہین۔ باوجود ان اعتراضات کے واقعات ضروری کے بیان سے تاریخ و سیرت مین تغافل و تساہل کرنا مؤلف کی شان اور تالیف کے طریق و عنوان سے بالکل مخالف ہے۔

اکثر علماے محدثین قلعہ نطاۃ کو اسلام کے اوّل فتوحات مین شمار کرتے ہین۔ لیکن امام المغازی ابن اسحق قلعہ ناعم کو فتح اسلام کا دروازہ قرار دیتے ہین۔ اہل سیر و تاریخ نے زیادہ تر قول ابن اسحاق کو اپنا مختار قرار دیا ہے اور اسی لئے ہم نے حصون خیبر کے فتوحات کا فتح ناعم ہی سے فتح الباب کیا ہے۔

قلعہ نطاۃ کی فتح

قلعہ ناعم کو فتح کر کے لشکر اسلام نے قلعہ نطاۃ و شوق جو بالکل ایک دوسرے سے ملحق تھے۔ محاصرہ کیا۔ عامر یہودی ان دو قلعون کا سردار تھا۔ عامر کا ایک حبشی غلام تھا۔ جو اوسکے گوسفندون کی گلہ بانی کرتا تھا۔ لشکر اسلام کے محاصرہ کی خبر گرم تھی۔ وہ سویرے سے بھیڑون کے گلون کو لیکر صحرا مین نکل گیا تھا۔ شام کو حسب المعمول

جب واپس آیا تو تمام اہل قلعہ کو مسلح اور آمادہ جنگ دیکھا۔ اسنے آقا عامر سے پوچھا کہ آج یہ کیسی طیاری ہے۔ عامر نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ اس شخص سے جس نے چند دلون سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جنگ کرین۔

حروف نگہبان کا قبول ایمان

اوس غلام حبشی پر یہ کہ سنکر ایک خاص حالت طاری ہوگئی۔ لیکن وہ خموش رہگیا جب لشکر اسلام قلعہ کے مقابل آگیا تو وہ حسب المعمول اپنے بھیڑون کے گلے کو لیکر باہر نکلا۔ اور اپنی بھیڑون سمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا۔ بلا تکلف آپکے سامنے زمین پر دوزانو بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہین۔ ارشاد ہوا اسلام کی اور وہ خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی تصدیق ہے۔ اوس نے کہا کہ اگر مین آپ کی دعوت کی تصدیق کرون تو اسکے معاوضہ مین مجھے کیا ملے گا۔ ارشاد ہوا بہشت بشرطیکہ بہ قبول اسلام پر تم مستقل رہسکو۔ یہ سنتے ہی وہ غلام حبشی فوراً مسلمان ہوگیا۔ اور عرض کرنے لگا میرے پاس یہ بھیڑیاں امانت ہین انکو مین واپس دیکر فوراً حاضر ہوتا ہون۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر حصار کے اندر جاؤ گے۔ تو یہود تمھارا مسلمان ہو جانا سنکر تمھین فوراً قتل کر دالینگے۔ مصلحت وقت یہ ہے کہ حصار کے قریب جاکر اپنے مالک کو آواز دو کہ اپنی بھیڑیاں آن کر لیجاوے۔ تم بھیڑیان دیکر چلے آؤ۔

حسب الحکم اوس غلام حبشی نے ایسا ہی کیا۔ قلعہ کے نیچے جاکر آواز دی اور کہا کہ ان بھیڑیان اندر کرلو۔ عامر فوراً پہچان گیا حبشی بھیڑیان واپس دیکر مبارزین اسلام کی صف مین چلا آیا۔ اور شبان سے آنا فاناً شیر میدان بن گیا اور شریک جنگ ہوکر یہودیون سے خوب لڑا۔ یہانتک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ لوگ اوسکو میدان جنگ سے اوٹھالاے اور ایک خیمہ مین رکھدیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوسکے خاتمہ احوال کی اطلاع کی تو آپنے ارشاد فرمایا عَمِلَ قَلِیْلًا وَّ اُجِرَ کَثِیْرًا کام تو کم ہین لیکن اوسکے اجر بہت زیادہ ہین۔

ایک روایت سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب اوسکے خاتمہ کی خبر آپ کو پہونچائی گئی تو آپ اوس خیمہ مین تشریف لاے جہان اوسکی لاش رکھی تھی۔ اوسکی لاش کو دیکھکر فرمایا۔ خداے سبحانہ تعالی نے یقیناً اپنے اس بندہ پر عنایت و رحمت فرمائی اور اوسکو بہشت مین درجات عالی عطا فرماے۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۳۸۳

جاسوس یہودی کی گرفتاری

دستور جنگ کے موافق۔ ایام محاصرہ مین۔ دن بھر لڑائی ہوتی تھی۔ رات کو جانبین کے لشکر اپنے اپنے مقامات پر واپس جاتے تھے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ہر روز شب کے وقت ایک شخص محافظت لشکر کی خدمت پر خاص طور پر مقرر ہوتا تھا اور وہ اپنے رفقا کے ساتھ لشکرگاہ کی حفاظت کرتا تھا۔ ایکبار حضرت عمر کی باری کی رات تھی۔ یہ پہرہ داری مین مشغول تھے انکے رفقا ایک مرد یہود کو پکڑ کر انکے پاس لے آے۔ اونھون نے اوسکے قتل کا حکم دیا۔ یہودی نے حکم سنکر عرض کی کہ مجھے قتل نکیا جاوے بلکہ پیغمبر اسلام کی خدمت مین لیجایا جاوے

مجھے خدمت رسالت میں کچھ باتیں عرض کرنی ہیں - اور میں اسی غرض سے شب کے وقت قلعہ سے چھپکر نکل آیا ہوں حضرت عمر نے اوسکی استدعا قبول کی اور اوسکو خدمت رسول صلعم میں حاضر کیا - یہودی نے آتے ہی سلام عرض کیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا خبر لائے ہو - عرض کی کہ اگر میری جان بخشی ہو - تو صحیح خبریں عرض کروں - ارشاد ہوا تمہاری امان کا حکم ہے - اُس نے عرض کی کہ میں یہودان قلعہ کو ابھی ابھی اس حالت میں چھوڑ کے آتا ہوں کہ اسوقت تک اُن میں کسی قسم کا نظم درست نہیں ہوا ہے - اسلیے کہ لشکر اسلام کی ہیبت سے سب کے ہوش و حواس زائل ہوگئے ہیں اور اس شدت سے خوف و ہراس طاری ہے کہ مجھے یقین ہے کہ وہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ جائینگے - اور نطاۃ سے نکل کر قلعہ شق میں کیونکہ شق میں نطاۃ سے زیادہ فوج بھی ہے اور سامان و اسلحات جنگ بھی - صبح کو آپ قلعہ نطاۃ میں بےخوف و ہراس چلینگے تو میں آپ کو وہاں کے ذرہ ذرہ سے آگاہ کر دونگا - حضرت عمر نے فرمایا انشاء اللہ - اُس یہودی نے بھی کہا انشاء اللہ چنانچہ صبح کو ایک خفیف سی لڑائی کے بعد قلعہ نطاۃ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا -

قلعہ شق کی فتح

نطاۃ کے بعد لشکر اسلامی قلعہ شق پر جا پڑا - اور دم کے دم میں وہ بھی فتح ہوگیا - اور مسلمانوں نے اُس پر بھی قبضہ کر لیا -

قلعہ صعب کی فتح

یونہی اور چھوٹے چھوٹے قلعے فتح ہوتے گئے - اور اہل اسلام اُنپر متصرف ہوتے گئے یہانتک کہ قلعہ صعب کا محاصرہ ہوا - یہ قلعہ مضبوطی اور استحکامی میں اور قلعوں سے زیادہ مضبوط و مستحکم تھا - یہود نے لشکر اسلام میں رسد قبل ہی سے روک دی تھی - مسلمانوں کے پاس جو کچھ ذخیرہ تھا وہ بھی ختم ہو چکا تھا - اس وجہ سے فوج اسلامی میں فاقوں کی نوبت تھی - معتب بن قشیر اسلمی کا بیان ہے کہ ہم نے ان تکلیفوں سے تنگ آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض حال کی تو آپنے فرمایا تھوڑا صبر و تحمل اور کرو - انشاء اللہ تمھارے رزق میں بہت جلد وسعت عطا کی جاتی ہے -

دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حباب ابن منذر کو فوج دے کر اہل قلعہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور اُن کو ہدایت کر دی کہ ایکبار تمام جمعیت سے حملہ کر دو - اُس دن قبیلہ اسلم کے تمام لوگ حباب بن منذر کی ماتحتی میں خدمت جہاد میں مصروف تھے - آنحضرت صلعم کی ہدایت کے موافق سب نے ایکبار حملہ کر کے قلعہ صعب کو نہایت آسانی سے فتح کر لیا - قلعہ میں داخل ہوئے تو امید سے زیادہ زر و مال اور کھانے پینے کی چیزیں دستیاب ہوئیں -

ایک صحابی کی شرابخواری

لطیف تر یہ ہے کہ ان تمام چیزوں سے زیادہ شراب کا ذخیرہ ہاتھ آیا - راوی حدیث کا بیان ہے کہ وہ منظر میری آنکھوں سے نہیں ہٹتا کہ شرابوں کی مشکوں پر مشکیں قلعہ سے باہر لاکر زمین پر پانی کی طرح بہائی جاتی ہیں - یہانتک کہ یہود کا یہ سالہا سال کا ذخیرہ دم کے دم میں تباہ و برباد ہو گیا - عبد اللہ حمار مسلمان ہو چکا تھا لیکن اُسکو ابھی تک اسکا چسکا پڑا تھا کبھی کبھی مفت کی مل جاتی تھی تو پی لیا کرتا تھا - یوں تو پیتا نہیں پی لیتا ہوں گاہے ماہے

وہ بھی تھوڑی سی مزہ منھ کا بدلنے کے لئے۔ اس حرکت ناشائستہ کے لئے اُسکی دو ایک مرتبہ تادیب وتنبیہ بھی ہو چکی تھی۔
عبداللہ خمار اس سیلاب مے کو دیکھ کر خون رونے لگا۔ اور ضبط نہ کرسکا۔ تھوڑی سی اُٹھا کر پی لی۔ یاروں نے دیکھ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین پکڑ لائے۔ آپ کو بھی اُسکی یہ حرکت نہایت بُری معلوم ہوئی نعلین مبارک سے اُس شرابخوار صحابی کی خود بھی تنبیہ کی اور حاضرین صحابہ کو بھی اسی طریقہ سے اُس کی تادیب کا حکم فرمایا اور صحابۂ کرام نے بھی حسب الحکم اُنکی پوری مرمت فرمائی۔ حضرت عمر کی زہ غضبی تاب نہ لاسکی فرمانے لگے۔ اللھم العنہ خدا اس پر لعنت کرے۔ بار بار اس شخص سے کہا جاتا ہے۔ تاہم یہ اپنی عادت سے باز نہین آتا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اے عمر اسے بُرا نہ کہو۔ بااینہمہ۔ یہ شخص خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ روضۃ الاحباب ص ۳۸۵

قلعہ القموص کا محاصرہ علمبردارانِ خیبر کا فرار

اسی طرح ایک ایک کرکے یہود کے تمام قلعے فتح ہوتے گئے۔ صرف قلعہ القموص رہ گیا۔ اور اسی پر یہود کی قسمت کا آخر فیصلہ موقوف تھا۔ اور اس مین کوئی کلام نہین کہ مورخین ومحدثین کی متفقہ بیان کے مطابق قلعہ قموص۔ یہود کے تمام قلعون سے زیادہ مضبوط اور مستحکم تھا۔ زرقانی لکھتے ہین وھو اعظم حصون۔ سب قلعوں سے عظیم ترین تھا ص ۲۲۶ ج ۲

شبلی صاحب۔ قموص کی قلعہ کشائی کے متعلق رقمطراز ہین۔

ناعم کے بعد اور قلعے آسانی فتح ہوگئے۔ لیکن قلعہ قموص مرحب کا تختگاہ تھا۔ اس مہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو بھیجا۔ لیکن دونو ناکام واپس آئے۔ طبری مین روایت ہے کہ جب خیبری قلعہ سے نکلے تو حضرت عمر کے پاؤں نہ جم سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کی کہ فوج نے نامردی کی۔ لیکن فوج نے اُن کی نسبت بھی یہی شکایت کی۔

اس روایت کو طبری نے جس سلسلہ سے نقل کیا ہے۔ اُسکے راوی عوف ہین۔ اُن کو بہت سے لوگون نے ثقہ لکھا ہے لیکن بندار جب ان کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے وہ رافضی اور شیطان تھا۔ یہ لفظ نہایت سخت ہے۔ لیکن انکی شیعیت سب کو تسلیم ہے۔ اور گو شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہین۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس روایت مین حضرت عمر کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے۔ شیعہ کی زبان سے اُس کا رتبہ گیارہ جاتا ہے۔ اسکے علاوہ اوپر کے راوی عبداللہ بن بریدہ ہین جو اپنے والد سے روایت کرتے ہین۔ لیکن محدثین کو اس بات مین شبہ ہے کہ انکی جو روایتین باپ کے سلسلہ سے منقول ہین صحیح بھی ہین یا نہین۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۵۶

شبلی صاحب کی خدمت مین گذارش

شبلی صاحب کی مرقومہ بالا عبارت مین۔ پہلے تو ہم کو آپ کا وہی انداز اختصار دکھلاتا ہے جو ایسے خاص مقامات پر آپ کی تحریر کا معیار خاص ثابت ہوتا ہے۔ اس بنا پر آپنے

صرف اتنا لکھ کر کہ اس مہم پر آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو بھیجا لیکن دونوں ناکام واپس آئے گویا تمام واقعہ کو ختم کر دیا۔ حالانکہ آپ کے اس مختصر اور مبہم بیان نے اصل واقعیت ہی کو خبط و بے ربط کر دیا مطلق علم و اطلاع رکھنے والے مسلمان یہ سمجھیں گے کہ گویا یہ واقعہ بیک روز وبیک وقت گذر گیا پہلے حضرت ابوبکر گئے پھر حضرت عمر گئے لوٹ آئے اور تھوڑی تھوڑی سی لڑائیوں کے بعد محض اتفاقی طور پر ان دونوں صاحبوں کو کامیابی نہ ہوئی۔"

شبلی صاحب۔ آپ نے اپنے مفہوم میں جو مطلب پیدا کرنا چاہا ہے وہ تو واقعیت نہیں ہے اور نہ آپ کی یہ تحریر صحیح واقعہ کی اطلاع دیتی ہے۔ واقعیت یہ ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر قلعہ کشائی کے لیے بھیجے گئے۔ اور دن بھر انہوں نے حتی الامکان کوشش کی۔ مگر کشود کار نہ ہوئی۔ ہزیمت اٹھا کر واپس آئے۔ دوسرے دن حضرت عمر خیبر کشا بن کر قلعہ خیبر کے نیچے آئے اور آپ نے بھی دن بھر ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن کچھ مفید کار نہ ہوا۔ سوا ان کے زیادہ آج کے روز مسلمانوں کو بلا و مصیبت اٹھانی ہوئی۔ ملاحظہ ہو امام نسائی خصائص میں لکھتے ہیں

عن ابی بریدۃ قال حاصرنا خیبر فاخذ	ابو بریدہ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگوں نے قلعہ خیبر کا محاصرہ کیا۔
الرایۃ ابوبکر ولم یفتح لہ فاخذ من الغد عمر	آنحضرت ابوبکر علم لے کر نکلے مگر بغیر فتح کیے واپس آئے دوسرے دن
فانصرف ولم یفتح لہ و اصاب الناس شدۃ و جھد	حضرت عمر علم لیکر گئے وہ بھی بے نیل مرام واپس آئے اور نہ صرف یہ کہ شکست اٹھائی بلکہ

ہم خوب جانتے ہیں شبلی صاحب کے ٹھہرنے کا یہ میدان نہیں ہے۔ آپ ان مقامات سے بہت جلد نکل جایا کرتے ہیں اور اپنی اختصار نویسی کے پردے میں اصل حقیقت اور نفس واقعیت کو چھپا ڈالتے ہیں کیوں؟ اس لیے کہ آپ کے ممدوحین کی لغزشیں طشت از بام اور مشہور عام نہ ہوں۔

علمبرداران خیبر کی گریز کا انکشاف

شبلی صاحب کو طبری کے اس لکھ دینے پر کہ یجبنہ اصحابہ و یجبنہم۔ ہمراہیان حضرت عمر۔ حضرت عمر پر بزدلی کا الزام لگاتے تھے اور حضرت عمر ان پر سخت طیش آگیا ہے۔ اور اس کے عقلی و نقلی دونوں طریقہ تنقید پر تیار ہو گئے ہیں لیکن حقیقت یہ بتلا رہی ہے کہ آپ اپنے دونوں طریقہ تنقیدی میں سے کسی ایک میں بھی کامیاب نہ ہوئے تفصیل یہ ہے۔

اول اعتراض یہ ہے کہ اس روایت طبری کا ایک راوی شیعہ ہے۔ اس وجہ سے گویا قابل اعتبار نہیں لیکن یہ دلیل تنقیدی جیسی ضعیف تھی وہ شبلی صاحب کو خود معلوم تھی۔ اس لیے ایک طرف اسکی مجہولیت کا اظہار بھی مقصود تھا اور دوسری طرف اسکی تائید بھی منظور تھی۔ اس لیے گویا اجتماع ضدین کے غیر امکان بناء و عنوان پر یہ لکھی گئی اُسکی مجہولیت اور جہلیت کے لیے خود آپ کے الفاظ عبارت شاہد ہیں اور وہ یہ ہیں۔

اس روایت کو طبری نے جس سلسلہ سے نقل کیا ہے۔ اُسکے راوی معروف ہیں۔ اُن کو بہت سے لوگوں نے

ثقہ کہا ہے۔ لیکن بندار جب اُن کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ وہ رافضی اور شیطان تھا

یہ لفظ نہایت سخت ہے۔ لیکن اُن کی شیعیت سب کو تسلیم ہے اور گویا شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل

نہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس روایت میں حضرت عمر کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے شیعہ کی

زبان سے اُس کا رتبہ کیا رہ جاتا ہے۔

شبلی صاحب کی یہ عبارت اجتماع ضدین اور مؤلف کی ذوجہتی کے مزے دے رہی ہے۔ یعنی شیعہ ہونا آپ کے نزدیک دلیل بے اعتباری بھی نہیں۔ پھر آپ اُسی بے اعتباری کی بنا پر عوف کی روایت کو مانتے بھی نہیں اور بندار کے قول منفرد اور رائے واحد کے مطابق لکھتے ہیں کہ جس روایت میں حضرت عمر کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے۔ شیعہ کی زبان سے اُس کا رتبہ کیا رہ جاتا ہے یعنی وہ بیان قابل اعتبار نہیں رہتا۔

اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے ان دونوں متناقض اور متخالف بیان نے آپ کے موجودہ استدلال کا کیا رتبہ باقی رکھا جو کسی کے آگے قابل تسلیم مانا جاوے۔ آپ خود لکھ کر اعتراف کر چکے ہیں کہ عوف کو بہت سے لوگوں نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن بندار جب ان کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے وہ رافضی تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عوف کو غیر ثقہ سوائے بندار کے کسی اور نے نہیں کہا۔ ورنہ بندار کے ساتھ آپ اُسکا نام بھی ضرور لکھ دیتے۔ آپ کی دلیل کے اس ضعف کو، گویا اہل تحقیق و انصاف خود یقین کر لینگے کہ آپ ایک گروہ کثیر کے قول متفقہ کو چھوڑ کر۔ جو عوف کو ثقہ ہونے کے بارے میں منقول ہیں۔ صرف بندار کے قول احاد پر اعتبار کرتے ہیں۔ اور قول منفرد سے قول کثیر کی تکذیب کرنا چاہتے ہیں۔ جو عقلاً و نقلاً ممنوع ہے۔ اور اصول تنقید و تحقیق کے بالکل منافی ہے۔ اس لیے کوئی بھی اسے قبول نہیں کرسکتا۔

اب بندار کی حیثیت خاص بھی ملاحظہ فرمائی جاے کہ وہ کس پایہ و مایہ اور کس اہلیت و صلاحیت کے بزرگ ثابت ہوتے ہیں جن کے قول کو آپ اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ انکے قول واحد کے مقابلہ میں اپنے علماے کثیر کے اقوال متفقہ کو فضول و بیکار اور ساقط از اعتبار کیے دیتے ہیں　　انکی تفصیل شخصیت یہ ہے۔

آپ کا اصلی نام محمد بن بشار ہے اور بندار کے لقب سے مشہور ہیں۔ میزان الاعتدال میں علامہ ذہبی انکی نسبت لکھتے ہیں کذبہ الفلاس۔ فلاس نے ان کی تکذیب کی ہے۔ پھر اُسی میزان الاعتدال کی جلد دوم ص ۳۵۲ میں انکی نسبت تحریر ہے۔

قال عبد اللہ بن الدورقی کنا عند یحیی بن معین	عبداللہ بن الدورقی کا بیان ہے کہ ہم لوگ یحیی بن معین
یجری ذکر بندار فرأیت یحیی لا یعبأ به	کی صحبت میں تھے کہ بندار کا ذکر آیا تو میں نے دیکھا کہ انھوں نے

ولیستصعہ اُسکی طرف کوئی توجہ نہین کی بلکہ تضعیف کی

یہ تو میزان الاعتدال کی عبارت سے بندار کی حقیقت معلوم ہوئی - اب تہذیب التہذیب کے الفاظ مین اُنکی تفصیلی حقیقت ملاحظہ ہو۔

قال اسحاق بن ابراھیم القرازی کنا عند بندار فقال فی حدیث عن عائشۃ قال قالت رسول اللہ فقال لہ رجل یسخر منہ اعندک باللہ ما افضحک فقال اذ خرجنا من عند روح دخلنا الی ابی عبیدۃ فقال قد بان ذلک علیک وقال عبد اللہ بن اسمعیل بن سیار سمعت عمر بن علی یحلف ان بندار یکذب فیما یروی عن یحیی وقال علی بن مدینی سمعت ابی وسالہ عن حدیث رواہ بندار قال یسحروا فان فی السحور برکۃ فقال ھذا کذب وانکرہ اشد الانکار وقال حدثنی ابو داود موقوفا وقال رایت القواریری لا یرضاہ وقال کان صاحب الحمام۔ صفحہ ۷۰ جلد ۹	اسحق ابن ابراہیم القرازی کہتے ہیں کہ ہم بندار کے پاس تھے تو اس نے کہا کہ عائشہ نے کہا کہ نعوذ باللہ رسول اللہ فرماتی تھین - تو ایک شخص نے فوراً ٹوک کر کہا کہ حدیث مین تو رسول سے تمسخر کرنا ہے خدا کی پناہ۔ دیکھو کیا فضیحت لیا تمکو - وہ کہتا تھا جب ہم روح کے پاس سے ابو عبیدہ کے پاس جانے تھے۔ تو وہ کہتا تھا تیری بات فاش ہوگئی - اور عبداللہ بن اسمعیل بن سیار کہتے تھے کہ ہم نے عمر بن علی کو حلفاً کہتے ہوئے سُنا ہے کہ بندار جھوٹا ہے اُن حدیثون مین جو یحیی سے روایت کرتا ہے علی بن مدینی - (اُستاد امام بخاری) کہتے ہین کہ ہم نے ابن ابی وصالہ سے یہ حدیث بندار یسحروا فان فی السحور برکۃ کے متعلق پوچھا تو اُسنے کہا کہ یہ بالکل جھوٹ اور غلط ہے اور اس سے انکار شدید کیا ابو داؤد نے اُنکو موقوف بتلایا اسی طرح قواریری بھی بندار کو پسند نہین کرتا بلکہ کہتا تھا کہ وہ کبوتر باز تھا

بندار پر شبلی صاحب کی دلیل تنقیدی کا دارو مدار تھا - وہ خود ہی ناقدین فن حدیث کے نزدیک ناقابل اعتماد اور ساقط الاستناد ثابت ہوئے - یحیی بن معین اُنھین نا قابل توجہ سمجھ کر اُن کی تضعیف کرتے ہین - دوراشی اُسے سرے سے کاذب بتلاتے ہین - عمر بن علی ضعیف الاسناد ٹھہراتے ہین - ابن سیار عمر بن علی کا قول حلفی لکھ کر اُنکی تائید مزید فرماتے ہین - ابن مدینی اُستاد امام بخاری کاذب اور منکر الحدیث دونون بتاتے ہین ابو داؤد اُس سے روایت کرنے مین احتیاط فرماتے ہین - قواریری اسکو خفیف الحرکات اور کبوتر بازی کے لہو لعب مین مبتلا تبلاتے ہین - تو پھر ایسے مجہول الحال شخص کے قول منفرد سے استدلال کرنا کسقدر مضحکہ انگیز ہے - حقیقت یہ ہے کہ آپ کو بندار کے تلاش حال کی کوئی ضرورت نہ تھی - اسلیے کہ آپ کا مدعا تو اس روایت کی تضعیف تھی - خواہ وہ کیسی ہی ضعیف طریقہ سے نہ وارد ہوئی ہو - وہ آپ نے پوری کردی لیکن خوش فہمی سے آپ یہ نہ سمجھے کہ بندار کے جاننے والے اُنکی حیثیت

وصلاحیت کے پہچاننے والے اور بھی بہت سے ہیں جو اُنکی بے اعتباری اور آپ کی قلمکاری کی حقیقت کھول دے سکتے ہیں۔
اس بنا پر آپ کا ثبوت استدلال جو اس روایت مندرجہ کی تنقید میں آپنے پیش کیا ہے بالکل لغو ثابت ہوا۔ اور عوف کی
نااعتباری ثابت ہونے کی جگہ خود نبداری ہی کی تکذیب ثابت ہو گی۔

باقی رہا آپ کا یہ فقرہ کہ عوف کی تشیعیت سب کو تسلیم ہے۔ ایک مغویانہ چٹکلہ سے زیادہ نہیں۔ سب کو۔ یہ لفظ
عام کس جماعت کی طرف راجع ہے۔ اگر اس سے سواد اعظم اہلسنت مقصود ہے۔ جیسا کہ ظن غالب تبلاتا ہے۔ تو یہ شیعون کے
لئے کیسے قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ آپ کے تابعی تدین کا مقتضٰی تو یہ ہونا چاہتا تھا کہ آپ شیعون کے اعترافات سے اُس کا شیعہ
ہونا ثابت کر دیتے۔ تب البتہ آپکے استدلال میں کچھ قُوت آتی۔ شیعون کے اقرار سے عوف کا شیعہ ہونا کہان تک ثابت کیا جائیگا
آپ تو اپنے فرقہ کے قول و آراء سے بھی اُس کے شیعہ ہونے کا اظہار نہ فرما سکے۔ عام مسلمانوں کے بدظن بنانے اور اپنے محقق ہونے
کی سطوت جمانے کی غرض خاص سے لکھدیا کہ عوف کی شیعیت سبکو تسلیم ہے۔ جب دعوے کے شہود موجود نہوں وہ صریح یاوہ گوئی ہے۔

لیکن ہم آپ کی اس ترکیب کو بھی آپ کی ایجاد و طبعزاد خاص نہیں کہینگے۔ بلکہ یہ تو آپکے سلف صالحین کا قدیم طریقہ
چلا آتا ہے کہ جب کسی بحث میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں دیکھی گئی اُسکے راوی کو شیعہ کہدیا گیا۔ آپ کے علم کلام کی
کتابین اسکی مثالوں سے بھری پڑی ہیں خصوصاً آپ کے امام المتکلمین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اس ترکیب
خاص کے بہت بڑے باکمال مشاق گذرے ہیں۔

اگر بفرض محال عوف شیعہ ہی تھا۔ جیسا آپ لکھکر تبلانا چاہتے ہیں تو آپ ہی کے اقراری قول کے موافق
اُسکی شیعیت اُسکی بے اعتباری کی کیونکر دلیل ہو سکتی ہے چنانچہ اس اصول کو آپ خود متعدد جگہوں پر لکھ چکے ہیں۔
اور تبلا چکے ہیں کہ رواۃ شیعہ قابل الاستناد ہیں۔ چنانچہ دیباچہ صفحہ ۴۴ میں بذکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری
المتوفی ۲۱۲ھ ہجری مرقوم ہے۔

> ثقات محدثین میں انکا شمار ہے۔ مزاج میں کسیقدر تشیّع تھا۔ ابن معین کہتے ہیں کہ عبدالرزاق
> اگر مرتد بھی ہو جائے۔ تب بھی ہم ان سے حدیث ترک نہیں کر سکتے۔

آپ خود اس عبارت سے شیعہ رواۃ کی ذی اعتمادی اور قوی الاسنادی کا اسقدر پایہ بلند کر چکے۔ اب اُنکو گرانا تو
گویا خود گرنا ہے۔ پھر اُسی دیباچہ کے صفحہ ۱۹ میں انھیں امام طبری کی تصدیق و توثیق میں۔ جن کی روایت کی
یہان ضرورتاً تنقید کی جاتی ہے۔ یہ عبارت لکھی گئی ہے۔

> تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے۔ طبری اس درجہ
> کے شخص ہیں کہ تمام محدثین انکے فضل و کمال تفقہ (ثقاہت) اور وسعت علم کے معترف ہیں

ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابن جزیمہ کا قول ہے کہ دنیا مین
مین کسی کو ان سے بڑھکر عالم نہین جانتا۔ ۳۱۰ھ مین وفات پائی
نے اُن کی نسبت لکھا ہے کہ یہ شیعون کے لئے حدیثین وضع کیا کرتے تھے لیکن علامہ ذہبی نے
میزان الاعتدال مین لکھا ہے۔

ھذا رجم بالظن الکاذب بل ابن		یہ جھوٹی بد گمانی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابن جریر امام
جریر من کبار ائمۃ الاسلام المعتمدین		کے معتمد امامون مین سے ایک بڑے امام ہین۔

علامہ ذہبی نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ان مین فی الجملہ تشیع تھا۔ لیکن مُضر نہین۔ تمام مستند
اور مفصل تاریخین مثلاً تاریخ کامل ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ ابو الفدا وغیرہ انھین کی کتاب کے
مختصرات ہین۔ یہ کتاب بھی ناپید تھی۔ یورپ کی بدولت شائع ہوئی۔

اب اہل تحقیق خود انصاف کرلین۔ کہ شبلی صاحب کو ان اقرار و اعترافات کے مقابلہ مین شیعہ رواۃ کی بے اعتباری عموماً اور امام طبری کی روایت کی خصوصاً بے اعتمادی کیسے ثابت ہوسکتی ہے۔ امام طبری کی تاریخ و تفسیر پر کیا موقوف و منحصر ہے صحیحین مسلم و بخاری کے رواۃ پر نظر غور فرمائیے تو جسطرح بخاری مین خوارج رواۃ کا ذخیرہ پایا جائے گا اُسی طرح مسلم مین شیعہ رواۃ کی کثرت دکھلائی دے گی۔ اگر شیعہ رواۃ کی تکذیب و تغلیظ پر آئندہ جرأت کی جائے گی تو صحیح مسلم کی صحت سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اس بنا پر یہ لکھ کر بتلا دینا بہت ضروری ہے کہ شبلی صاحب پر اُن کے اس اعتراض سے پہلے تناقض فی الکلام اور انحراف عن الاعتراف کے دو چارج بیک وقت قائم ہوجاتے ہین۔

اب شبلی صاحب کا آخری الفقرہ کہ "یہ ظاہر ہے کہ جس روایت مین حضرت عمر کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے شیعہ کی زبان سے اس روایت کا کیا رتبہ رہ جاتا ہے"

بالکل خلاف اصول اور فضول اعتراض ہے۔ اور ایسا مضحکہ خیز کہ شبلی صاحب کی اس طفلانہ ضد پر بچے بھی ہنس پڑین گے۔ جناب والا۔ اگر یہی وجہ اعتراض ہے تو ہر شیعہ اس کہنے کا مستحق ہے کہ فضائل خلفا مین جتنی روایتین اہلسنت کی زبان و قلم سے نکلی ہین اُنکی کیا وقعت باقی رہ جائے گی۔ اسی کے ساتھ نحن معاشر الانبیا والی روایت احاد و منفرد کی کیا حقیقت رہ جائے گی۔ اسکو ابھی سے سوچ لیا جاوے فافہم فتدبر

شبلی صاحب اپنی خود غرضی کی پُر جوشی مین ایسے وارفتہ ہوگئے کہ عوف اور طبری کو تو جانے دیجیے۔ صحابہ اور تابعین کی بھی بے اعتباری ثابت کرنے لگے۔ چنانچہ اسی بحث کے آخر عبد اللہ بن بریدہ پر بھی بے اعتباری کا

چیرکہ دے گئے ۔ ۵ ایک نچھری اور لگاتے گئے جاتے جاتے ۔ تحریر فرماتے ہیں ۔

اس کے علاوہ عبداللہ بن بریدہ ہیں ۔ جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ۔ لیکن محدثین کو اس بات میں شبہ ہے کہ ان کی جو روایتیں باپ کے سلسلہ سے منقول ہیں صحیح بھی ہیں یا نہیں ۔

حالانکہ خود امام بخاری اپنی صحیح میں اور اُنکے شیخ امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں ۔ انھیں عبداللہ بن بریدہ سے بلا عذر و تامل روایت کرتے ہیں ۔ چنانچہ صحیح بخاری وسط مغازی میں ۔ بذیل ذکر محاصرۂ یمن و قصۂ کنیز سلسلہ رواۃ یہ ہے ۔

حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا روح ابن	محمد بن بشار کہتے ہیں کہ مجھ سے روح ابن عبادہ نے حدیث کی
عبادہ قال حدثنا علی بن سوید بن منجوف عن	اُس سے علی بن سوید ابن منجوف نے حدیث کی اُسے عبداللہ بن
عبداللہ ابن بریدہ عن ابیہ	بریدہ نے اپنے باپ کی زبانی حدیث کی

اس روایت کی سند میں عبداللہ بن بریدہ داخل ہیں اور اپنے باپ بریدہ سے روایت کرتے ہیں ۔ اور یہی وہ سلسلہ ہے جسکو شبلی صاحب محدثین کے نزدیک مشتبہ بتلاتے ہیں ۔ محدثین کے نام بھی نہیں لکھتے اور اگر لکھتے بھی تو اُنکے حکم و مختار کا امام بخاری کے آگے کیا اعتبار ہوتا ۔

اب اسمیں یہ نکتہ بھی خاص طور پر لحاظ و غور کے قابل ہے کہ بخاری نے اس روایت کو پہلے محمد بن بشار ملقب بہ بندار ہی سے نقل کیا ہے ۔ جو شبلی صاحب کے نزدیک نہایت معتبر اور معتمد ثابت ہوئے ہیں اور انھیں کے قول سے طبری کی روایت کی تردید فرمائی گئی ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بندار اور امام بخاری دونوں کے نزدیک عبداللہ بن بریدہ کی وہ مرویات جو وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں صحیح الاسناد اور قابل الاستناد ہیں ۔ پھر شبلی صاحب کے گمنام محدثین کے قیاس سے عبداللہ بن بریدہ کی تضعیف کیسے قابل تسلیم ہو سکتی ہے ۔

تو امام بخاری کی سلسلہ رواۃ کی سند نقل تھی اب امام احمد بن حنبل کا سلسلہ ملاحظہ ہو ۔

حدثنا یحییٰ بن سعید حدثنا عبدالجلیل قال	یحییٰ بن سعید نے ہم لوگوں سے حدیث کی ۔ اُنسے عبدالجلیل اور عبدالجلیل
انتھیت الی حلقۃ فیھا ابو مجلز و ابنا بریدہ فقال	نے (سلسلہ رواۃ) ایک حلقہ پر تمام کیا جسمیں ابو مجلز اور بریدہ کے
عبداللہ بن بریدہ	دونوں بیٹے داخل ہیں ۔ عبداللہ بن بریدہ نے کہا :۔

اسمیں بھی وہی عبداللہ بن بریدہ داخل ہیں اور امام احمد بن حنبل نے بلا تامل اُن سے روایت کی ہے ۔ آخر حدیث میں عبداللہ بن بریدہ کے خاص الفاظ اس حدیث کی تصدیق و صحت میں یوں مرقوم ہیں ۔

قال عبداللہ فوالذی لا الٰہ الا غیرہ ما بینی و بین	قسم اُس خدا کی جسکے سوا کوئی خدا نہیں ہے کہ اس حدیث میں میرے اور
رسول اللہ صلعم فی ھذا الحدیث غیر ابی بریدہ	رسول اللہ صلعم کے درمیان سوائے میرے باپ کے اور کوئی دوسرا واسطہ نہیں ہے

اگر اتنے مشاہد کے بعد بھی شبلی صاحب کو عبداللہ بن بریدہ کی تضعیف پر اصرار قائم رہے تو نہایت حیرت انگیز ہے

شبلی صاحب نے اپنی حیاۃ القلمی سے اصل واقعات پر جو پردہ ڈالا تھا۔ اسکو چاک کرکے باقی حالات خیبر کی مفصلہ ذیل بیان میں شیرازہ بندی کی جاتی ہے۔

علم خیبر کی گرانمایہ عطا

ہم برابر لکھتے آتے ہیں کہ حقیقت کسی حال سے نہ چھپی ہے اور نہ چھپ سکتی ہے۔ شبلی صاحب نے حضرت علی مرتضی کے فضائل مخصوص چھپانے اور گھٹانے میں تو ابتدا ہی سے کوشش بلیغ فرمائی تھی اور مرقومہ بالا مقام پر تو گویا حضرت عمر کی جنبہ داری پر آستین چڑھا کر تل گئے تھے جیسا کہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہو چکا ہے۔ مگر یہ تیزی تا ٹہری کہ چند ہی سطور کے بعد وہ پُرجوشی بالکل دھیمی پڑ گئی۔ اسلیے صرف کہ حقیقت تھی چھپ نہ سکی۔ چنانچہ مرقومہ بالا عبارت کے آگے تحریر فرماتے ہیں

"تاہم اسقدر صحیح ہے کہ اس مہم پر پہلے اور بڑے بڑے صحابہ بھیجے گئے تھے۔ لیکن فتح کا فخر کسی اور کی قسمت میں تھا۔

جب مہم میں دیر ہوئی تو ایک دن شام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل میں علم اُس شخص کو دونگا جسکے ہاتھ پر خدا فتح دیگا۔ اور جو خدا اور خدا کے رسولؐ کو چاہتا ہے اور خدا اور خدا کا رسولؐ بھی اُسے چاہتے ہیں۔

یہ رات نہایت امید اور انتظار کی رات تھی صحابہ نے تمام رات اسی بیقراری میں کاٹی کہ دیکھیے یہ تاج فخر کسکے سر پر آتا ہے۔ حضرت عمرؓ قناعت پسندی اور بلند نظری کی بناپر کبھی حکومت اور سرداری کی تمنا نہیں کی لیکن جیسا کہ صحیح مسلم باب فضائل علیؓ میں مذکور ہے۔ انکو خود اعتراف ہے کہ اس موقع کی تمنا میں انکی خودداری بھی قائم نہ رہ سکی"

شبلی صاحب نے اس واقعہ میں عطاء علم کے متعلق جو حدیث لکھی ہے اسمیں سے تین لفظوں والا کلمہ بالکل نکال ڈالا۔ اسلیے کہ ان کلمات رسالت سے آپ کے ان مرقومہ واقعات کا پورا انکشاف ہو جاتا تھا جسکو آپنے چھپایا ہی نہیں تھا بلکہ اس کی حقیقت کی بڑی زوروں سے تضعیف و تردید فرمائی تھی۔ ہم آپ کے ترجمہ حدیث کی اصل عبارت کو امام احمد بن حنبل و امام نسائی کے خاص الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن ابیه انه قال لعلیؑ وکان یسیر معه ان الناس قد تکروا منك انك تخرج فی البرد فی الملاء وتخرج فی الحر فی الحشو والثوب الغلیظ قال او لم تکن معنا بخیبر قال فان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بعث ابوبکر وعقد له الرایة فخرج فبعث عمرا وعقد له الرایة فرجع بالناس فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لاعطین الرایة غدا رجلا

عبد الرحمن بن ابی لیلی اپنے باپ سے ناقل ہیں کہ وہ سفر میں جناب امیر علیہ السلام کے ہمرکاب تھے جناب امیر سے کہنے لگے کہ لوگ آپ کی اس بات کو برا جانتے ہیں کہ آپ جاڑے میں باریک کپڑا اور گرمی کے دنوں میں گندہ اور موٹا کپڑا پہنتے ہیں جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کیا تم ہم لوگوں کے ساتھ خیبر میں نہیں تھے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بھیجا اور علم انکے ہاتھ میں دیا اور وہ لوٹ آئے۔ پھر حضرت عمر کو بھیجا اور علم انکے ہمراہ کیا وہ بھی لوگوں کے ساتھ واپس آئے۔ پھر حضرت نے فرمایا البتہ کل ہم علم ایسے آدمی کو دینگے جو اللہ اور اللہ کے

يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله كرارا غير فرار

رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسول اُس سے محبت کرتا ہے ۔ حملوں پہ حملے لگانے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں ۔

امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو بہ تغیر الفاظ ابورافع اور ابوسعید خدری سے بھی نقل کیا ہے ۔ چنانچہ شیخ الاسلام قسطنطنیہ امام سلیمان البلخی القندوزی اپنی کتاب ینابیع المودۃ فی القربیٰ میں لکھتے ہیں ۔

عن ابورافع وابوسعید خدری ان النبی صلعم اخذ الرایة وهزها ثم قال من ياخذها بحقها فجاء فلان فقال انا فقال النبی صلی الله عليه واله وسلم والذی كرم وجه محمد لاعطينها رجلا لا يفر هاك يا علی خذ هذه فانطلق بها حتى فتح الله خيبر (اخرجه احمد)

ینابیع المودہ صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ بمبئی

ابورافع اور ابوسعید خدری ناقل ہیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم آراستہ کیا جسکو تین آدمیوں نے اُٹھایا ۔ پھر آپ نے کہا کون شخص ہے جو اس علم کو اسکے حق کی ادائیگی کی شرط کے ساتھ اُٹھائے ۔ فلاں شخص (راوی حدیث نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا) اُٹھا اور کہنے لگا میں اُٹھاؤں گا ۔ آپ نے کہا خدا کی قسم جس نے حال محمدؐ کو انوار ہدایت عطا فرمایا ہے ۔ یہ علم ایسے شخص کو دوں گا جو کبھی ایسا بھاگ نہ آئیگا ۔ یہ فرماکر آپ نے ارشاد کیا ۔ اے علیؑ آؤ اور اسکو لو اور چلے جاؤ ۔ نتیجہ حضرت علیؑ اُسکو لیکر چلے اور خداوند عالم نے خیبر کو آپکے دست مبارک سے فتح کرایا

امام المغازی ابن اسحٰق اپنی سیرۃ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

عن سلمه (بن الاكوع) قال بعث رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ابابكر الصديق بالراية الى بعض حصون خيبر فقاتل ولم تكن فتح له وقد جهد ثم بعث الغد عمر بن الخطاب فقاتل ثم رجع ولم تكن له فتح وقد جهد فقال رسول الله صلعم لاعطين الراية غدا رجلا يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله يفتح الله على يديه كرارا ليس بفرار

سلمہ سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے ابوبکر الصدیق کو خیبر کے بعض قلعوں کی طرف روانہ کیا وہ لڑے ۔ بہت کوشش کی مگر فتح نہوئی دوسرے دن حضرت عمرؓ بھیجے گئے وہ بھی لڑے ۔ بڑی کوشش کی مگر فتح نہوئی تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ کل میں علم ایسے شخص کو دونگا جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں اور اُس کے ہاتھ سے اللہ فتح دیوائے گا وہ حملہ کرنے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں ہے (منقول اندرج المطالب جلد اول ص ۵۶۰ ۔ مطبوعہ لاہور)

نوٹ :۔ شبلی صاحب پر منحصر نہیں ۔ یہ الفاظ تمامتہ موجودہ کے تمام علماء سواد اعظم کی آنکھوں میں کھٹکتے ہیں ۔ شبلی صاحب تو وہ حدیث ہی نہیں لکھی جسمیں یہ الفاظ تھے ۔ خواجہ صاحب امرتسری نے تو قیامت کی کہ متن میں تو یہ الفاظ لکھے مگر ترجمہ میں غائب کردیے ۔ اسکا کیا علاج (المؤلف)

محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں مرقوم فرماتے ہیں

در احادیث صحیحه به ثبوت پیوسته که یک روز ابوبکر علم رسول را برداشت و بپای قلعه آمد و قتال شدید نمود و فتح ناکرده باز گشت - روز دیگر عمر علم برداشت و مقابله کرد اشد از مقابله روز سابق در او را نیز فتح نشد و در روایتی آنکه روز اول عمر جنگ کرد و روز دیگر ابوبکر رضی الله عنه و روز سوم باز عمر بجنگ رفت و هیچ کس بفتح نگشت هنگام شب حضرت رسالت صلی الله علیه وآله وسلم فرمود لاعطین الرایة غدا رجلا کرارا غیر فرار یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله یفتح الله علی یدیه ص ۳۸

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر علم رسول صلعم لیکر قلعہ کے پاس آئے سخت جنگ کرتے رہے اور بغیر فتح واپس گئے۔ دوسرے دن حضرت عمر علم لیکر نکلے۔ پہلے دن کی بہ نسبت زیادہ سختی کے ساتھ لڑے لیکن کامیابی نصیب نہیں ہوئی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اول روز حضرت عمر جنگ کیلئے نکلے اور دوسرے روز حضرت ابوبکر لڑنے کو نکلے اور تیسرے دن پھر حضرت عمر مقابلہ کو گئے لیکن فتح نہ ہوا تو رات کے وقت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل صبح کو علم میں ایک ایسے شخص کو دونگا جو بار بار حملہ کرنے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں ہے اور خدائے سبحانہ تعالیٰ اور اسکا رسول اُس سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا اور رسول سے محبت کرتا ہے

محبت علی کی حقیقت اور اُس کی تاکید شدید

چنانچہ علامہ زرقانی بھی ان الفاظ کو باسناد ابن اسحق داخل حدیث لوا قرار دیتے ہیں اور محبت علیؑ کی تاکید کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

قال الحافظ فی المناقب المراد بوجود حقیقة المحبة والا فکل مسلم یشترک مع علی فی مطلق هذه الصفة وفیه تلمیح بقوله تعالی ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله فکانه اشار الی ان تمام الاتباع له صلعم حتی اتصف بصفة محبة الله له ولهذا کانت محبته علامة الایمان وبغضه علامة النفاق کما فی مسلم عن علی والذی فلق الحبة وبرأ النسمة انه لعهد النبی صلعم ان لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق وله شاهد من حدیث ام سلمة عند احمد مطبوعہ مصر ص ۲۵۷ جلد دوم

حافظ ابن حجر مناقب میں لکھتے ہیں کہ اس قول میں وجود محبت مراد ہے ورنہ تمام اہل اسلام حضرت علیؑ کے ساتھ اس صفت میں شریک ہو جاتے اور اس قول رسول صلعم میں اشارہ ہے آیہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کیطرف۔ اور یہ اشارہ ہے اس امر کیطرف کہ حضرت علیؑ کو اتباع رسولؐ میں کمال تام حاصل تھا۔ اسلئے جناب رسولؐ نے حضرت علیؑ کو حبیب اللہ کی صفت خاص سے موصوف فرمایا اور اسی صفت خاص کے باعث حضرت علیؑ کی محبت ایمان کی علامت اور اُنکے ساتھ بغض نفاق کی علامت قرار دیگئی ہے اور صحیح مسلم میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ قسم ہے اُس خالق کی جو دانہ کو شگافتہ کرتا ہے اور جو جان کو جلاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے میرے لیے یہ عہد کیا ہے کہ مجھ سے نہیں محبت کریگا سوائے مومن کے اور نہیں بغض رکھیگا سوائے منافق کے اور اسپر روایت حضرت ام سلمہ بھی شاہد ہے جسکو امام احمد حنبل نے لکھا ہے۔

اتنی متعدد و اور متواتر حدیثون سے معلوم ہوگیا کہ اس ارشاد نبویؐ مین کرار غیر فرار کے الفاظ بھی ضرور تھے جن سے سابقین مجاہدین کی پست ہمتی اور کمی جرات کی حقیقت فاش ہوتی تھی اور حضرت علیؑ کی شجاعت و دلیری کے کمال ظاہر ہوتے تھے۔ اگرچہ شبلی صاحب نے اسکا اقرار کیا ہے۔ مگر اقرار مین ایسے الفاظ استعمال کیے ہین جن سے سابقین مبارزین کی گریز پائی کی واقعیت ظاہر نہونے پائے۔ یہ اہتمام صرف اسلیے تھا کہ صحابہ کبار کی سبکی نہو۔ ہم بار بار اور خاصکر غزوہ خندق کے ذکر مین لکھ کر بتلا آئے ہین کہ یہ حضرات میر ساماں ضرور تھے۔ مرد میدان ہرگز نہین۔ پھر اپنے ذاتی مدعا کے لیے خودغرضانہ طور سے حقیقت حال کو پوشیدہ کرنا۔ نہ محققانہ طرز تالیف کہا جاسکتا ہے اور نہ منصفانہ طریقہ تحریر۔

اس کے آگے تحریر ہے۔

حضرت علیؑ اور لوائے خیبر کی عطا

صبح کو یہ آواز کانون مین آئی۔ علی کہان ہین؟ یہ بالکل غیر متوقع آواز تھی۔ کیونکہ جناب موصوف کی آنکھون مین آشوب تھا۔ اور سب کو معلوم تھا کہ وہ جنگ سے معذور ہین۔ غرض حسب طلب وہ حاضر ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُنکی آنکھون مین لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی۔ جب انکو علم عنایت ہوا تو انھون نے عرض کی کہ کیا یہود کو مار کر مسلمان بناؤن۔ ارشاد ہوا کہ بہ نرمی اُنپر اسلام پیش کرو۔ اگر ایک شخص بھی تمھاری ہدایت سے اسلام لایا تو سو سرخ اونٹون سے بہتر ہے۔ سیرۃ النبی ص ۷۵ ۳ بحوالہ بخاری۔

شبلی صاحب۔ بہت بڑے موقع شناس ہین۔ آپنے موجودہ زمانہ کی اسپی افسانہ نویسی کی شان مین اس عظیم الشان اور معرکۃ الآراء واقعہ کے بیان کو کُل تین چار سطرون مین تمام کردیا۔ کیون؟ اسلیے کہ یہ حضرت علی مرتضیٰ کے اظہار فضائل و مناقب کے خاص مقامات تھے۔ اور آپ کو بخاری صاحب کی طرح اس راہ دشوار گذار سے بہت جلد گذر جانا منظور ہے بہر حال اب ہم اس واقعہ کی تفصیل شرح زرقانی سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔ اور دکھلاتے ہین کہ آپکے اور آپکے محدثین کے بیانات مین کتنا فرق ہے۔

وفي البخاري عن سلمة كان علي بن ابي طالب رضي الله عنه تخلّف عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم في خيبر وكان رمد ولابن ابي شيبة عن علي ارمد والطبراني عن جابر ارمد شديد الرمد وابو نعيم عن ابن عمر ارمد لا يبصر فقال انا اتخلف عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال الحافظ كانه انكر

بخاری مین سلمہ سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ خیبر مین آنحضرت صلعم کی ہمراہی سے پیچھے رہگئے تھے اسلیے کہ آپ کو آشوب چشم لاحق تھا۔ اور ابن ابی شیبہ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہین کہ مجھکو آشوب چشم تھا۔ اور طبرانی مین جابر کے یہ الفاظ ہین کہ آپ کو نہایت سخت آشوب چشم عارض تھا اور ابو نعیم ابن عمر کا یہ قول نقل کرتے ہین کہ اُسدن آپ کو ایسا آشوب چشم تھا کہ آپ دیکھ نہین سکتے تھے۔ اُسوقت حضرت علیؑ کہتے تھے کہ مین آنحضرت صلعم سے کیون پیچھے رہ گیا۔ حافظ ابن حجر اسکی شرح مین لکھتے ہین کہ آپ کا یہ فرمانا شرکت جنگ کی محرومی پر مبنی تھا اور اپنی نفس سے خطاب خاص تھا۔ یہ کہکر آپ

علی بنفسه تأخر بعد فقال ذلك فلحق زاد الكشميهني به يحتمل قبل وصوله الى خيبر ويحتمل بعد وصوله اليها

اٹھے اور لشکر سے مل گئے کشمیہنی کہتے ہیں کہ اس سے دونوں باتوں کا احتمال ہوتا ہے یہ بھی کہ آپ اسیوقت مدینہ سے خیبر میں آئے اور یہ بھی کہ آپ پہلے سے خیبر میں آگئے تھے لیکن بوجہ درد شریک جنگ نہیں ہوتے تھے۔

اس کے آگے زرقانی اپنے سلسلۂ بیان میں لکھتے ہیں۔

فلما اصبح الناس غدوا على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كلهم يرجون ان يعطاها اى الراية وفى مسلم عن ابى هريرة ان عمر قال ما احببت الامارة الا يومئذ وفى حديث بريدة فما منا رجل له منزلة عند رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الا وهو يرجوا ان يكون ذلك الرجل حتى تطاولت انا لها فقال عليه السلام ابن على بن ابيطالب فقالوا يا رسول الله صلعم هو يشتكى عينيه قال ارسلوا اليه قال سهل اى الصحابة الى على وهو بخيبر لم يقدر على مباشرة القتال لرمده ولمسلم عن سلمه فارسلنى الى على فجئت به اقوده ارمد ص ۲۵۷ جلد دوم

جب صبح ہوئی تو تمام لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حصول علم موعودہ کی امید لگا کر حاضر ہوئے اور مسلم میں حضرت عمر کا یہ قول ابوہریرہ کی زبانی لکھا ہے کہ مجھ کو کبھی ایسا شوق امارت نہیں ہوا تھا جیسا آج کے دن۔ بریدہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا کہ جسکو آنحضرت صلعم کی خدمت میں رسوخ و منزلت ہو اور وہ یہ نہ چاہتا ہو کہ وہ شخص (صاحب علم) میں ہی بنایا جاؤں یہانتک کہ لوگوں کی امیدوں کو طول ہو گیا۔ تو اسی اثنا میں جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کی انکو آنکھوں کی شکایت ہے۔ آپنے فرمایا انکو بلا بھیجو۔ سہل (بن سعد انصاری) کا بیان ہے کہ اس حکم سے یہ مراد تھی کہ کوئی صحابی انکو جا کر بلا لائے کیونکہ وہ خیبر میں آچکے تھے لیکن آشوب چشم کی وجہ سے شریک جنگ نہیں ہو سکتے تھے۔ اور صحیح مسلم میں سلمہ سے منقول ہے کہ میں حضرت علی مرتضی علیہ السلام کے بلانے کے لیے گیا تھا اور میں آپ کو درد چشم کی شدت کی وجہ سے ہاتھ پکڑ کر خدمت رسالت میں لے آیا تھا۔

علیؑ کی آنکھوں کا علاج اور اسکی معجزنما تاثیر

زرقانی اس کے آگے بیان کرتے ہیں:-

فبصق صلى الله عليه وآله وسلم فى عينيه عند الحاكم عن على فوضع رأسى فى حجره ثم بزق فى الية راحته فدلك لها عينى ودعا له فقال اللهم اذهب عنه الحر والقر فبرأ حتى كان لم يكن به وجع ص ۲۵۸

اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے انکی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ اور امام حاکم حضرت علیؑ کی زبانی اس علاج کی یہ صورت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے میرا سر اپنی گود میں لے لیا اور اپنا لعاب دہن اپنی ہتھیلی پہ لیکر میری آنکھوں میں لگا دیا اور میرے لیے یہ دعا فرمائی کہ بارالہا علیؑ سے حرارت اور برودت کی مضرت کو دور فرما دے اسیوقت سے میرا درد چشم زائل ہو گیا۔

اب اس اجمال کا خلاصہ محدث شیرازی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

سہیل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ گوید چون حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم این سخن بزبان راندان شب یاران بشورش اوفتادند کہ آیا فردا رایت بکدام یک از ایشان خواہد داد و بریدہ بن الحصیب گوید کہ ہیچ کس از مایان نبود کہ نزد رسول منزلتے داشت الاّ کہ امیدوار بودیم کہ آن مرد وے باشد و در روایتے آنکہ جمعے از قریش با یکدیگر میگفتند کہ مراد علی ابن ابیطالب نخواہد بود. زیرا کہ وے را آشوب چشم درد میکند بمرتبہ کہ پیش پاے خود نمی بیند و منقول است کہ چون امیر المومنین این خبر شنید کہ آنحضرت صلعم آن سخن فرمودہ گفت۔

اللّٰھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت

و گویند جناب ولایت مآب بواسطہ درد چشم از آن سفر تخلف نمودہ در مدینہ ماندہ بود و درد وے بغایت صعب داشت چنانچہ ہیچ چیز نمی دید۔ با خویشتن گفت تخلف کردن من از رسول اللہ خوب نیست۔ کار سازی کردہ از مدینہ بیرون آمد و در اثنا راہ یا بعد از وصول بخیبر بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ملحق گشت ایاس بن سلمہ بن الاکوع از پدر خویش سلمہ روایت می کند کہ چون بامداد شد یاران ہمہ بر خیمہ حضرت آمدند و متوقع ہر یکے آن بود کہ بآن دولت فائز آید۔ از سعد بن وقاص منقول است کہ گفت در برابر چشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم برآمدم و برخاستم و بایستادم بامید آنکہ مرا نکس من باشم و ابوہریرہ از عمر بن خطاب نقل میکند کہ گفت ہرگز امارت را دوست نداشتم الاّ آن روز۔ القصہ حضرت از خیمہ بیرون آمد و فرمود علی ابن ابی طالب کجا است گفتند چشمش درد می کند فرمود وے را بیارید سلمہ بن الاکوع رفت و دست وے را می کشیدہ می آورد تا بنزد پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رسانید

سہل بن ساعدی کہتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے یہ کلمات بشارت ارشاد فرمائے تو صحابہ مین اُس رات کو عام طور سے یہ چمیگوئی پھیل گئی کہ دیکھین علَم موعودہ کل کس شخص کو عنایت ہوتا ہے۔ بریدہ ابن الحصیب کہتے ہین کہ ہم میں سے کوئی ایسا شخص جسکی منزلت آنحضرتؐ کے نزدیک تھی نہین باقی رہا تھا جسکو یہ تمنا نہوئی ہو کہ وہ شخص (صاحب علَم) مین ہوتا۔ اور ایک روایت مین یون وارد ہوا ہے کہ قریش کی ایک جماعت کہنے لگی کہ اس اشارت سے ہرگز نہون علی ابن ابیطالب مراد ہین۔ مگر وہ تو درد چشم مین ایسے مبتلا ہین کہ آگے کی کوئی چیز بھی نہین دیکھ سکتے منقول ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کو اسکی خبر ہوئی اور آپ نے آنحضرت صلعم کے قول کو سُنا تو فرمایا۔ پروردگار۔ تو جس کو کوئی چیز عطا فرمائے کوئی شخص اُسے منع نہین کر سکتا اور جو چیز کہ تو کسی کو نہ عطا فرمائے کوئی شخص اُسے دے نہین سکتا۔ منقول ہے کہ جناب ولایت مآبؑ درد چشم کی وجہ سے مدینہ مین پیچھے رہ گئے تھے۔ اور آپ کو ایسا سخت آشوب چشم لاحق تھا کہ آپ کسی چیز کو دیکھ نہین سکتے تھے۔ اس حالت مین آپ نے دل مین سوچا کہ ایسے وقت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ترک رفاقت میرے لیے بہتر نہین ہے یہ سوچکر آپ کسی تدبیر سے مدینہ سے روانہ ہوے۔ اثنا ے راہ مین تھے یا خیبر مین پہونچ گئے تھے کہ آپ کو اس ارشاد رسولؐ (حدیث لوا) کی خبر ملی۔ اس کے بعد آپ لشکر سے ملحق ہوگئے

ایاس سلمہ بن الاکوع۔ اپنے باپ سلمہ کی زبانی بیان کرتے ہین کہ جب صبح ہوئی تمام صحابہ خیمۂ رسولؐ مین حاضر

واز امیرؑ منقول است کہ چون بخدمت آنحضرت رسیدم سرم را در کنار خویش نہاد و آب دہن در چشمان من ریخت و بروایتے آب دہن خود را در کف خویش انداخت و در چشمان من مالید ببرکت لعاب دہن آنحضرتؐ فی الحال درد از چشم من زائل گشت و شفائے کلی یافتم۔ و از ان روز بار دیگر درد چشم و درد سر نکشیدیم و بروایتے آنکہ علیؑ گفت حضرتؐ در شان من دعائے خیر تقدیم رسانید و فرمود اللھم اذھب عنہ الحر والقر امیرؑ گوید بعد از ان دیگر بار ہرگز سرما و گرما نیافتم روضۃ الاحباب ص ۳۶۸

ہوئے۔ ہر شخص اسکا متوقع تھا کہ حصول دولت علم یہ وہی ہاتھ ہوگا۔ سعد بن ابی وقاص خود اپنی حالت یوں بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آکر دو زانو زمین پر بیٹھ گیا اور پھر بیٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کھڑے ہو کر بیٹھ گیا اس امید میں کہ وہ شخص (صاحب علم) میں ہی ثابت ہوں اور ابوہریرہ حضرت عمر کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو اتنا شوق امارت کسی دن نہیں ہوا تھا جتنا آج کے دن۔

القصہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمہ سے برآمد ہوئے اور فرمایا علی ابن ابیطالب کہاں ہیں۔ لوگوں نے عرض کی کہ انکی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ نے فرمایا انکو میرے پاس بلا لاؤ۔ سلمہ بن الاکوع گئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر خدمت مبارک میں لے آئے۔ جناب امیرؑ سے منقول ہے کہ میں جب آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میرا سر گود میں لے لیا۔ اور اپنا لعاب دہن میری آنکھوں میں لگایا اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اپنی ہتھیلی پر لیا اور میری آنکھوں میں لگا دیا۔ اسیوقت میری آنکھوں کا درد زائل ہو گیا اور مجھ کو شفائے کلی حاصل ہو گئی۔ پھر مجھے کبھی نہ درد چشم عارض ہوا اور نہ کبھی درد سر لاحق ہوا اور ایک روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم نے پھر میرے لیے یہ دعا فرمائی کہ پروردگار تو ان سے سردی اور گرمی کی مضرت کو دور فرما دے۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپ کی اس دعا فرمانے کے بعد مجھکو گرمی اور سردی کی شدت کبھی نہ معلوم ہوئی۔

عطائے رایۂ خیبر کے تفصیلی واقعات ہیں جنکو شبلی صاحب نے اپنی مجبوری کی خاص رعایت سے قلم انداز فرما دیا آپ کو جو مجبوری عارض تھی وہ صرف فضائل علی کے اظہار کی وجہ سے تھی۔ جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

اب اس سلسلہ میں شبلی صاحب آگے بیان فرماتے ہیں:۔

مرحب سے مقابلہ

مرحب قلعہ سے یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا ؎

شاکی السلاح بطل مجرب۔ دلیر ہوں۔ تجربہ کار ہوں۔ سلاح پوش ہوں" مرحب کے سر پر یمنی زرد رنگ کا مغفر اور اس پر سنگی خود تھا۔ قدیم زمانہ میں گول پتھر خالی کر لیتے تھے یہی خود کہلاتا تھا۔ مرحب کے جواب میں حضرت علیؑ نے یہ رجز پڑھا۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ — میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے

کلیث غابات کریہ المنظرۃ میں شیر بیشان کی طرح کریہ المنظر ہون سیرۃ النبی ص ۴۵۷

مندرجۂ بالا مضامین مین لوائے خیبر کے عطا ہونے کے واقعہ سے لیکر حضرت علی کے روانہ ہونے تک کے حالات شبلی صاحب کی عبارت کتاب سے نقل ہوچکے ہین۔ اسکے بعد شبلی صاحب نے مندرجۂ بالا اشعار رجز لکھکر جانبین کے مقابلہ کی کیفیت شروع کردی ہے۔ اور حضرت علی کی آمد اور آپ کی ہیبت و جلالت کا اثر جو یہودیون پر پڑا۔ وہ بالکل قلم انداز فرما دیا گیا۔ اسلیے کہ اسمین وہی فضائل علیؑ کے اظہار کا نقص واقع تھا۔ اب دیکھیے کہ آپکے علما اسکے متعلق کیا لکھتے ہین:۔ علامہ زرقانی اور ابن ہشام تحریر فرماتے ہین۔

قال سلمہ فخرج علیؑ واللہ یھرول وانا یخلفہ نتبع اثرہ حتی رکز رایتہ فی رضم من حجارۃ تحت الحصن فاطلع علیہ یھودی من راس الحصن فقال من انت قال علی بن ابی طالب قال غلبتم وما انزل علی موسیٰ۔

زرقانی صفحہ ۲۵۰ مصر ابن ہشام ص ۱۸۰ جلد دوم مصر

سلمہ (ابن اکوع) کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ علم خیبر لیکر بطریق ہراول لشکر کے آگے آگے چلے اور ہم لوگ اُنکے پیچھے پیچھے روانہ ہوے یہانتک کہ قلعہ کے پاس پہونچے تو حضرت علیؑ نے اُس علم کو پتھر کی ایک چٹان پر قلعہ کے نیچے گاڑدیا۔ قلعہ کے اوپر سے ایک یہودی نے آپ کی اس بنظیر قوت کو دیکھکر پوچھا تم کون ہو۔ آپنے جواباً ارشاد فرمایا مین علی ابن ابیطالب ہون۔ یہ جواب سُن کر وہ اپنی قوم کو چلایا اور کہنے لگا کہ قسم موسیٰ کی اور جو کچھ اُن پر نازل ہوا ہے کہ تم سب کے سب مغلوب ہوگئے۔

محدث شیرازی بھی۔ بلفظہ و بحرفہ اس واقعہ کو روضۃ الاحباب مین اس عبارت کے ساتھ نقل فرماتے ہین:۔

پس علی مرتضی کرم اللہ وجہہ علم برگرفتہ روان شد تا بپائے حصار قموص در آمد۔ علم را بر کودے از سنگریزہ کہ درانجا بود بزد۔ یہودی از بالائے حصار خود را نمود و از وے پرسید تو کیستی۔ جواب داد منم علی ابن ابیطالبؑ۔ یہودی فریاد برآورد کہ اے اہل خیبر مغلوب شدید و در روایتے آنکہ یہودی گفت بحق آن خدائے کہ تورات بموسیٰؑ فرستادہ کہ این مرد فتح ناکردہ باز نخواہد گشت۔

ص ۳۸۵

حضرت علی کرم اللہ وجہہ علم لیکر روانہ ہوے۔ جب قلعہ قموص کے نزدیک پہونچے تو علم کو ایک پتھر کی چٹان پر جو وہان پڑا تھا گاڑدیا۔ ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے سر نکال کر پوچھا تم کون ہو۔ ارشاد ہوا علی ابن ابیطالبؑ یہ سُنکر اُسنے فریاد بلند کی اور یہودیون سے چلا کر کہا کہ اے اہل خیبر تم سب کے سب مغلوب ہوگئے۔ اور ایک روایت کے مطابق اُسنے کہا کہ اُس خدا کی قسم جس نے موسیٰ پر توریت کو نازل فرمایا ہے کہ یہ شخص بغیر قلعہ فتح کیے کبھی واپس نہ جائے گا۔

شبلی صاحب نے مقابلہ سے پہلے کے اس واقعہ کو اگر اظہار فضائل علیؑ کے سبب سے متروک فرمادیا تھا تو لشکر اسلام کی فوج یہود پر ہیبت و جلالت کے غیر متحمل اثر پیدا کرنے کے ثبوت مین تو اسکو لکھکر دکھلا دیا ہوتا۔ اسمین تو حضرت علیؑ کے اظہار فضائل کا نہ خوف تھا نہ دہشت۔

شبلی صاحب اور اُنکے اکثر محدثین نے۔ جنہین اصحاب صحاح بھی شامل ہین۔ مرحب کے مقابلہ سے خیبر کے جنگ کا آغاز کیا ہے اور اس کے خاتمہ پر اس عظیم الشان غزوہ کا خاتمہ کر دیا ہے جس سے ہر شخص عموماً یہ سمجھ سکتا ہے کہ مرحب کے تنہا مقابلہ اور اُسکے قتل ہوجانے کے بعد ہی خیبر کی مہم سر ہوگئی۔ اور یہودیون کا اتنا بڑا مستحکم اور مشہور و معروف قلعہ قموص فتح ہوگیا۔ حالانکہ یہ واقعیت کی تفصیل کے خلاف ہے۔ اگر تفصیل واقعیت مد نظر رکھی جائے اور تحقیق سے کام لیا جائے تو ثابت ہوجائے گا کہ مرحب کے مقابلہ سے قبل اور اُسکے قتل کے بعد بھی معرکۂ کارزار اور میدان گیرودار بڑی دیر تک گرم رہا۔ اور یہودنے مرحب کے مارے جانے کے بعد بھی قلعہ پر مسلمانون کا قبضہ نہونے دیا۔ جبتک کہ اُنکے تمام نبرد آزما اور شجاع روزگار سردار ایک ایک کرکے ذوالفقار آبدار سے مقتول نہو چکے۔ محدثین نے عموماً اور مؤلفین صحاح نے خصوصاً اسکی تفصیل و تصریح کو کیون قلم انداز فرمایا۔ اسلیے کہ اُنکے موضوع تالیف سے زائد تھا۔ بخلاف انکے ارباب سیر و تاریخ نے اسکی تفصیل کو قلمبند کیا۔ اسلیے کہ وہ اُن کا عین موضوع تھا۔ اس بنا پر محدثین نے کم اور تاریخ و سیر نے علے الاکثر ان واقعات کو مسلسل اور مفصل طریقہ سے قلمبند فرمایا ہے۔ کیا شبلی صاحب اب بھی حدیث و تاریخ کے فرق مابہ الامتیاز کو نہ سمجھیں گے۔ کیا اب بھی آپ کو اسلامی سیرتون کی تدوین تاریخ و سیر کی جگہ مرویات نقل کرنے پر اصرار قائم رہے گا۔

ان واقعات کے قلم انداز کرنے کی ایک دوسری وجہ یہ بھی خاص طور پر معلوم ہوتی ہے کہ انکی تفصیل سے حضرت علی مرتضیٰ کی خدمات تفصیل ثابت ہوتی تھی اور یہ اُن حضرات کے بالکل ناگوار خاطر تھا۔ اور اُنکے اثبات عقائد کیلیے بالکل مضر۔ اسوجہ سے ان واقعات کی تفصیل کا قلم انداز ہی کردینا بہتر اور مناسب تھا۔ ارباب سیر و تاریخ کو استحفاظ عقاید سے زیادہ استحفاظ وقائع کی ضرورت مد نظر رہتی ہے۔ وہ ہر واقعہ کو اُسکی واقعیت اور اصلیت کی پوری تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہین جس انداز و طریقہ سے وہ عملی طور پر وقوع پذیر ہوئے ہین۔ یہی اصلی اسباب ہین جنکی بنا پر ارباب سیر نے لکھا اور اصحاب حدیث نے نہ لکھا۔

تمہیداً اتنا عرض کرکے ہم میدان کارزار مین حضرت علیؑ کی آمد سے لیکر خاتمۂ جنگ تک کے تمام حالات و واقعات اُسی تفصیل و تشریح سے لکھتے ہین جس طرح ارباب تاریخ و سیر نے لکھا ہے۔ بلکہ اُنکے علاوہ اکثر علماے محدثین نے بھی قلمبند فرمایا ہے۔ محدث شیرازی۔ روضۃ الاحباب مین۔ محدث دہلوی مدارج النبوۃ مین۔ واقدی اپنی تاریخ مین۔ ابن اثیر اپنی کامل التواریخ مین۔ علامہ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس مین۔ حبیب السیر اور روضۃ الصفا مین مرقوم ہے۔

اُس عالم یہود کے مندرجۂ بالا اعلان اور فریاد و فغان کے بعد اول شخص جو حضرت علی مرتضیٰ کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ وہ حارث۔ مرحب کا بھائی تھا۔ اسکے نام مین اختلاف ہے بعض اسکو حارث لکھتے ہین بعض یاسر اور بعض

عنتر کہتے ہین - یہ شخص یہود کا وہی چابکدست اور دلیر پہلوان ہے - جسنے تین دن متواتر لشکر اسلامی کو شکست پہنچائی تھی - اور اپنے متواتر حملات سے اُنکو پسپا کر رکھا تھا - اسوقت بھی وہ اپنی کامیابیون کی پُرجوشیون مین آمادۂ پیکار ہوکر قلعہ سے نکل پڑا - محدث دہلوی لکھتے ہین -

عنتر کا قتل

اول کسے کہ از حصار بیرون آمد - حارث یہودی بود برادر مرحب کہ سنان نیزۂ وے سہ من[۵۱] بود - و بجنگ پیوست - و چند نفر را از اہل اسلام شہید ساخت پس علی مرتضیٰ بر سر او راند و بیک ضرب و یرا بدوزخ فرستاد -

پہلا شخص جو قلعہ سے باہر آیا وہ حارث یہودی مرحب کا بھائی تھا اُسکے نیزے کی انی تین من کی وزنی تھی - وہ میدان مین آکر مشغول کارزار ہوا - اور اہل اسلام کے چند نفر مسلمانون کو فوراً شہید کر ڈالا - یہ دیکھکر حضرت علی مرتضیٰ نے اُسپر حملہ کرکے اُسکو واصل جہنم فرمایا -

محدث شیرازی کے بھی یہی الفاظ ہین - لیکن شہداے اسلام مین وہ صرف دو شہدا کی تصریح خاص کرتے ہین -

مرحب کا قتل

بھائی کا خون دیکھکر مرحب لال ہوگیا - بیتاب ہوکر قلعہ سے باہر نکل پڑا - محدث دہلوی تفصیلاً لکھتے ہین -

مرحب چون بقتل برادر واقف شد با جماعت از شجاعان خیبر اسلحہ پوشیدہ در صدد انتقام بیرون آمد و گویند کہ وے در میان خیبریان مبارزے بود بغایت دلاور - بلند بالا و تناور در شجاعت و مبارزت از میان ابطال این اہل بطلان ہمتا نداشت و آنروز دو زرہ پوشیدہ - دو شمشیر حمائل کردہ و دو عمامہ بر سر بستہ و خودے بر بالاے آن نہادہ و رجز گویان در معرکۂ جنگ در آمد - و ہیچ کس را از اہل اسلام طاقت نشد کہ باوے معارضہ نماید و در میدان قتال بہ آید

مرحب کو اپنے بھائی کے قتل کی اطلاع ہوئی تو وہ مع سپاہ خیبر مسلح ہوکر بھائی کا انتقام لینے کو قلعہ سے باہر آیا - کہتے ہین کہ مرحب تمام خیبریون مین ایک ایسا بلند قامت - قد آور مرد بہادر تھا کہ تمام دلیرون مین اپنا جواب نہین رکھتا تھا - اُس وہ دو زرہین پہنے ہوے تھا - دو تلوارین لٹکائے ہوئے تھا دو عمامے سر پر باندھے تھا - اُن عمامون پر خود رکھے تھا - رجز پڑھتا ہوا معرکۂ جنگ مین آیا - اہل اسلام مین سے کسی کو ہمت نہوئی کہ اُس سے جنگ کو نکلے حضرت علی رجز پڑھتے ہوئے اُس سے مقابل ہوے - مرحب نے

---

[۵۱] نئی روشنی کے ناظرین تین من کی نوک سنان پر متعجبانہ تبسم فرمائین گے اور اُسکو مہابھارت والے ارجن کی بان سے تمثیل دینے پر تیار ہوجائینگے - اُنکو حقیقت حال سمجھا دینی ضرور ہے - یہ اصلاً من کا اختلاف وزن ہے - ہندوستان مین غلہ کی افراط اور پیداوار کی کثرت نے چالیس سیر کا - اور کہین کہین اس سے بھی زیادہ وزن من کے قرار دے رکھے ہین - اوزان کی تعیین مین حکومت کا بھی اثر کثیر تھا - سلاطین مغلیہ کے وقت مین ۱۱۲ روپیہ کلدار کا من - سلاطین اودھ کے علاقہ مین چھیانوے ۹۶ روپیہ اور دولت انگلشیہ مین فی الحال ۴۰ سیر کا من رائج ہے لیکن ہندوستان کے خلاف عرب اور فارس وغیرہ ممالک مین جہان غلہ کی پیداوار کم ہے وہان تحقیق کی جاے تو ڈھائی سیر ۲½ سے زیادہ کا من نہین پایا جائیگا - اسلیے عربی کے مروجہ وزن کے حساب سے حارث کے نیزے کی انی ساڑھے سات سیر سے زیادہ نہین ثابت ہوتی اور یہ کسی طریقہ سے مستبعد نہین ہے (المولف)

پس علی مرتضیٰؑ رضوان اللہ علیہ نیز رجزے خواندہ مقابل او شد۔ مرحب پیش دستی نمودہ خواست کہ تیغے بر سر علیؑ بزند پس امیر کبیر سبقت جستہ ذوالفقار بر سر آن ملعون غدّار فرود آوردہ۔ چنانکہ از سر و خود و دستارش گذشتہ تا بہ حلق و بروایتے آنکہ تا برانہا و بروایتے تا قربوس زین او رسید و دو نیم ساخت پس اہل اسلام با حضرت امیرؑ در میدان آمدہ بقتل جہودان دست دراز کردند و حضرت امیرؑ ہفت کس از رؤسا و شجاعان یہود را بقتل آوردہ و باقی ایشان ہزیمت نمودہ رو بقلعہ آوردند۔ وے رضی اللہ عنہ در عقب ایشان می رفت۔ درین حالت یکے از مخالفان ضربے بر دست مبارک وے زد۔ چنانکہ سپر از دست بر زمین افتاد یہودی دیگر سپر را ربودہ بگریخت۔ حضرت امیرؑ در غضب درآمد و یک حالتے از عالم قدرت ربانی بقوت روحانی وارد شد کہ از خندق جستے نمودہ بر دروازہ حصار افتاد و یک در آہنی حصار را بر کند و سپر خود ساخت و بجنگ پیوست۔

پیش دستی کرکے چاہا کہ تلوار کا وار کرے مگر حضرت علی نے اُس کو موقع نہ دیا۔ اور ذوالفقار کی ایسی ضرب اُس ملعون غدار کے سر پر لگائی کہ اُسکے خود اور عمامون کو کاٹتی ہوئی حلق تک اور بروایتے رانون تک اور بروایتے قابوس زین تک اُتر آئی۔ اور مرحب دو ٹکڑے ہوکر واصل جہنم ہوگیا۔ اہل اسلام نے برفاقت حضرت علی مرتضیٰؑ میدان جنگ مین پہونچکر یہود کو قتل کرنا شروع کیا اور حضرت علی نے یہودیون کے سات[1] فوجی سردارون کو جو بہادر اور رئیس سمجھے جاتے تھے قتل کیا جنکے قتل ہوتے ہی باقیماندہ اشخاص قلعہ کی طرف بھاگ گئے۔ اور حضرت علیؑ نے اُنکا تعاقب کیا۔ اسی حالت مین ایک یہودی نے آپ کے ہاتھ پر ایسی ضرب لگائی کہ سپر ہاتھ سے زمین پر گر پڑی اور ایک دوسرا یہودی سپر اُٹھا کر بھاگ گیا۔ حضرت امیرؑ غصہ مین آئے اور ایک حالت قدرت ربانی اور قوت روحانی کی آپ پر طاری ہوگئی کہ آپ ایکبارجست فرماکر باب قلعہ پر پہونچ گئے۔ اور اُسی حالت مین آپنے اُسکے آہنی پھاٹک کا ایک پلہ نکال کر بجائے سپر ہاتھ مین لے لیا اور بدستور جنگ مین مصروف ہوگئے۔

محدث شیرازی نے بھی روضۃ الاحباب ص ۳۸۳ مین یہی مضامین لکھے ہین۔

قوت روحانی اور طاقت انسانی کی آزمائش

تاریخ کامل ابن اثیر اور تاریخ ابو الفدا مین مرقوم ہے :-

عن ابی رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال خرجنا مع علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حین بعثہ رسول اللہ صلعم برایتہ فلما دنا من الحصن خرج الیہ اہلہ فقاتلھم فضربہ رجل من یہود فطرح ترسہ من یدہ فتناول علی علیہ السلام بابا کان

ابو رافع غلام رسول اللہ سے مروی ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے حضرت علیؑ کو علم دیکر خیبریون سے جنگ کے لیے بھیجا تو ہم بھی اُنکی معیت مین تھے پس جب حضرت علیؑ قتال کرتے ہوئے قریب قلعہ پہونچے تو ایک یہودی نے حضرت علیؑ کے دست مبارک پر ایسی ضرب لگائی کہ ڈھال ہاتھ سے گر گئی۔ آپ نے فوراً ایک دروازہ باب خیبر کا کھینچ لیا۔

[1] نامون کی تفصیل تواریخ حبیبی کی اسناد سے آگے آتی ہے۔ المولف عفی عنہ

عند الحصن فترس بہ عن نفسہ فلم یزل فی یدہ وھو یقاتل حتی فتح اللہ علیہ ثم القاہ من یدہ حتی فرغ فلقد رائیتنی فی نفر سبعۃ معی انا ثامنھم تجھد علی ان تقلب ذلک الباب فما تقلبۃ

اور اُسی کو بجائے سپر ہاتھ مین لے لیا۔ اور قتال کرنے لگے۔ یہانتک کہ خدا نے آپ کو فتح نمایان عطا فرمائی۔ پھر جنگ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دروازہ قلعہ کو ہاتھ سے ڈال دیا۔ اور وہ اسقدر بھاری تھا کہ ہم آٹھ آدمی مل کر بھی اُسکو نہ اُلٹ سکے۔

| در خیبر کا اُکھاڑنا غلط ہے |

اب دیکھئے شبلی صاحب کی قلمکاریان اسکی حاشیہ نگاریون مین کیا زہر اُگلتی ہین۔ تحریر ہوتا ہے:

مرحب بڑے طمطراق سے آیا لیکن حضرت علیؑ نے اس زور سے تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئی دانتون تک اُترآئی۔ اور ضرب کی آواز فوج تک پہونچی (بحوالہ طبری ۱۵۷۹) معالم التنزیل مین ہے کہ حضرت علیؑ کی تلوار سر کو کاٹتی ہوئی دانتون تک اُترآئی۔ مرحب کے مارے جانے پر یہود نے جب عام حملہ کیا تو اتفاق سے حضرت علیؑ کے ہاتھ سے سپر چھوٹ گئی۔ آپنے قلعہ کا در جو سرتاپا سنگ تھا اُکھاڑ کر اُس سے سپر کا کام لیا۔ اس واقعہ کے بعد ابورافع نے سات آدمیون کے ساتھ مل کر اُسکو اُٹھانا چاہا تو جگہ سے بھی نہ ہل سکا۔ یہ روایتین ابن اسحٰق اور حاکم نے روایت کی ہین۔ علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ مین تصریح کی ہے کہ کلہا واھیہ۔ سب نغو روایتین ہین۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں علی ابن احمد فروج کے حال مین اس روایت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ یہ روایت منکر ہے۔ ابن ہشام نے جن سلسلون سے یہ روایتین نقل کی ہیں اُن مین سے ایک روایت مین تو بیچ کے ایک راوی کا نام سرے سے چھوٹ گیا ہے اور دوسری مین اس مشترک نقص کے ساتھ۔ بریدہ بن سفیان بھی ایک راوی ہے جسکو امام بخاری اور ابوداؤد اور دارقطنی قابل اعتبار نہین سمجھتے (بحوالہ میزان الاعتدال۔ ترجمہ بریدہ بن سفیان) سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۳۵۸

| غلط بتلانا ہی غلط ہے |

ہم نے تو اسی لیے اپنی تمہید مین پہلے ہی لکھدیا ہے کہ ان واقعات کی تصریح۔ اول تو محدثین کی تالیفات کا موضوع ہی نہین۔ دوسرے فضائل علی کی تفضیل ہونے کے باعث اُنکو مطبوع بھی نہین ہے۔ اسلیے ہم نے اسکو محدثین کے اقوال و اسناد سے لکھا ہی نہین۔ صرف اصحاب سیر و تواریخ کی اسناد سے اسکو قلمبند کیا اس لیے کہ اُن کا خاص موضوع تھا۔ لیکن خدا بھلا کرے شبلی صاحب کا کہ انھون نے ان تفصیلات کو امام حاکم صاحب المستدرک۔ امام بیہقی۔ صاحب سنن کا بھی مختار ثابت کردیا۔ مزید تحقیقات سے علی بن برہان الدین شافعی محدث۔ صاحب سیرۃ لسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون۔ صاحب سیرۃ الحلبیۃ محدث۔ حافظ جمال الدین شیرازی محدث۔ صاحب روضۃ الاحباب اور شاہ عبدالحق صاحب دہلوی محدث۔ صاحب مدارج النبوۃ۔ علامہ ابن اثیر جزری اور علامہ طبری کا بھی یہی مختار متفقہ ثابت ہوتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ شبلی صاحب اپنے طرز بیان مین اپنے قول کی آپ رد فرماتے ہین اور انحراف عن الاعتراف کے نقص و عیب سے ذرا بھی نہین شرماتے۔

یہ ذوجہتی کی شان اچھی نہین - اور تدین مولفانہ کے بالکل خلاف ہے۔

یہی مرویات جنکو لکھکر آپ غلط بتلاتے ہین اگر حقیقتاً آپ کے نزدیک سخاوی اور ذہبی کے اقوال سے غلط ثابت ہوئی تھین تو ان کے لکھنے ہی کی کیا ضرورت تھی - مگر نہین آپ تو اسلاف کی تقلید اور بخاری کی تائید کے دلدادہ ہین - استخفاف ممکن نہین تھا تو خیر - ان کا استرداد ہی سہی - اور حقیقت یہ ہے کہ نہ آپ کے قلم مین اتنی قوت ہے اور نہ اتنی طاقت کہ ان واقعات کو آپ بالکل مرفوع القلم فرمادین اور نہ آپ کے استدلال مین اتنا زور ہے کہ اسکو قوی دلیلون سے رد و باطل اور قطعی طور پر مستاصل کردین - اس لیے مجبوراً ذوجہتی کی وہی قدیم لکیر پیٹی گئی - لکھا بھی گیا اور گویا مٹا بھی دیا گیا -

بہرحال - آپ کے استدلال کا دارومدار سخاوی کے قول منفرد پر ہے - جو ان تفصیلات کو واہی بتلاتے ہین - لیکن خیریت ہے کہ آپ سوائے سخاوی کے کسی اور محدث کا قول انکے واہی ہونے کے ثبوت مین پیش نہین کرتے تو اب ارباب تحقیق خود سمجھ لینگے کہ آپ کے اس طریقۂ استدلال اور اسکی اسناد مین - محض ایک ایسے شخص کے قول سے جو محدثین کے طبقہ متقدمین مین بھی نہین ہے - امام حاکم - امام بیہقی - محدث ابن جرری - علامہ حلبی - محدث شیرازی اور محدث دہلوی جیسے اتنے محدثین کی - پھر امام المغازی ابن اسحق - ابن جریر طبری - ابن اثیر اور ابوالفدا وغیرہم - اتنے مورخین - کی تردید و تغلیط فرماتے ہین - کوئی سمجھ والا اسے قبول کرے گا -

دوسرا طریقہ استدلال تنقیدی آپ کا یہ ہے کہ علامہ ذہبی نے اسکو روایت منکر بتلایا ہے - آپ تو صرف اپنے مطلب کی لکھکر رہ گئے - اور سمجھ گئے کہ ذہبی کی تفصیلی عبارت کون دیکھتا ہے - یہ آپ کی صریح مغالطہ دہی - علامہ ذہبی نے اسکے اُس حصہ روایت کو صرف منکر بتلایا ہے جسمین یہ بتلایا گیا ہے کہ اس دروازے کو گرا دینے کے بعد چالیس آدمی نہ اُٹھا سکے - علامہ زرقانی نے اس واقعہ کو پوری تصریح کے ساتھ لکھا ہے - - ملاحظہ ہو انکی مفصلہ ذیل عبارت -

کالحافظ الذہبی فانہ بعد ان ذکر روایۃ الاربعین قال ہذا منکر ص ۲۶۵ جلد دوم

مثل حافظ ذہبی کے جو چالیس آدمیون والی روایت کو کہتے ہین کہ یہ منکر ہے۔

زرقانی کی اس تصریح قول ذہبی سے ثابت ہو گیا کہ صرف چالیس آدمیون کے ناکامیاب رہ جانے والی روایت ذہبی کے نزدیک نامعتبر ہے اس قول سے ذہبی کے نہ اصل واقعہ مین کوئی نقص واقع ہوا اور نہ سات یا آٹھ آدمیون والی روایت غلط ٹھہری - جسکو محدثین کے علاوہ مورخین - ابن اسحق - طبری اور ابن اثیر نے حضرت ابو رافع کی اسناد سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص صحابی - واقعہ کے خاص شریک ہین نقل کی ہے اور جسکو ہم اپنے سلسلۂ بیان مین اوپر لکھ آئے ہین - جب ذہبی کے انکار کی یہ صورت حقیقت سے معلوم ہوئی - تو اصل واقعہ اور سات یا آٹھ آدمیون والی روایت کی تردید کہان ہوئی - بلکہ ایک دوسرے طریقہ سے اُنکی توثیق ہو گئی - کیونکہ جب ذہبی کا انکار

روایت اربعین تک محدود ہوچکا اور روایت سبعہ کا کوئی ذکر نہین کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ذہبی کو اُنکی صحت مین کوئی کلام نہین۔ ہان اگر سخاوی کی طرح ذہبی کلّھا منکرۃ لکھدیتے تو البتہ آپ ذہبی کا یہ قول اپنے استدلال مین پیش کرتے۔ لیکن وہ صاف صاف ھذا منکر۔ لکھکر جیسا زرقانی تبلاتے ہین۔ صرف روایت اربعین کی تخصیص کردیتے ہین۔ یہی تو شبلی صاحب کا طریقہ استدلال ہے اور اسی پر تمام دُنیا سے داد طلبی کا سوال ہے۔

اب آپ کے دوسرے طریقہ استدلال کی حقیقت حال ملاحظہ ہو۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ مؤرخ ابن ہشام نے اس روایت کے دونو طریقون مین بیچ کا ایک راوی چھوڑ دیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اسکا ایک راوی بریدہ بن سفیان ہے جسکو امام بخاری، ابوداؤد اور دارقطنی قابل اعتبار نہین سمجھتے۔

افسوس ہے شبلی صاحب کا کوئی طریقہ استدلال ایسا نہین پایا جاتا جسمین کچھ نہ کچھ غلط بیانی نہو۔ یہ اُنکی مؤلف ومحقق ہونے کی شان سے بالکل خلاف ہے۔ آپ استدلالاً لکھتے ہین:۔

ابن ہشام نے جن سلسلون سے یہ روایتین لکھی ہین۔ اُن مین سے ایک روایت مین تو بیچ کے ایک راوی کا نام سرے سے چھوڑ دیا ہے اور دوسرے میں اس مشترک نقص کے ساتھ بریدہ بن سفیان ایک راوی ہے۔ جن کو امام بخاری وغیرہم قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔

آپ کا یہ حصہ عبارت اور دوسرے حصہ مین وہ اس مشترک نقص کے ساتھ ہے کے الفاظ تبلا رہے ہین کہ ان دونون سلسلہ رواۃ مین بیچ کا ایک راوی چھوٹ گیا ہے۔ مگر جب اصل کتاب کی عبارت سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو آپ کا دعوی مشترک محض غلط ثابت ہوتا ہے۔ تاریخ ابن ہشام مین جسکے صفحہ کا نشان شاید عمداً چھوڑ دیا گیا ہے ان دونون روایتون کے مفصلہ ذیل سلسلہ رواۃ درج ہین۔ پہلی رواۃ کا سلسلہ یہ ہے۔

حدثنی بریدہ بن سفیان بن فروۃ الاسلمی عن ابیہ سفیان عن سلمہ بن عمر بن الاکوع

بریدہ بن سفیان بن فروۃ الاسلمی اپنے باپ سفیان سے اور سفیان سلمہ بن عمر بن اکوع سے روایت کرتے ہین

اب آنکھ والے تبلا دین کہ اس سلسلے مین کون راوی بیچ کا چھوٹ گیا ہے۔ صاف صاف بریدہ اپنے باپ سفیان سے روایت کرتا ہے۔ اور سفیان سلمہ کی زبانی بیان کرتا ہے اور سلمہ وہ بزرگ صحابی ہین۔ جو خود شریک واقعہ ہین۔ افسوس شبلی صاحب کے ایسا محقق اور ایسا مغالطہ دہ طریقہ استدلال۔

ابن ہشام کا دوسرا سلسلہ ملاحظہ ہو۔

حدثنی عبد اللہ بن الحسن عن بعض اھلہ عن ابو رافع

عبد بن حسنؑ نے اپنے لوگون مین سے بعض کی زبانی اور اُس نے ابو رافع کی زبانی

اس روایت مین عبداللہ بن حسن نے اپنے اُس عزیز کا نام جس سے اُنھون نے یہ بیان سُنا تھا سہو فرمایا ہے۔ لیکن اس سہو سے سلسلہ رواۃ مین کوئی فرق نہین آتا۔ یہ روایت اُس وقت منقطع البنہ کہلاتی جب عبداللہ بن حسن بیچ کے راوی کا ذکر نہ فرماتے حقیقتاً نہ یہ انقطاع روایت ہے نہ اسقاط نام راوی۔ بلکہ ایک سہو ذہنی ہے جس سے کوئی انسان خالی نہین۔ اور یہ ایک ایسا عام امر ہے کہ دفاتر صحاح بھی اس سے خالی نہین ہین۔ ہم دیباچہ مین اس مسئلہ پر پوری بحث کر چکے ہین اور خود امام بخاری کی منقطع الاسنادی لکھکر دکھلا چکے ہین۔ بخاری مین لیلۃ القدر والی روایت موجود ہے۔ جسکو امام صاحب نے بغیر کسی سند کے عن سفیان بن عینیہ کے عنوان سے شروع کیا ہے۔ بھلا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ بخاری نے کبھی سفیان بن عینیہ کو دیکھا بھی تھا۔ کہان آپ کا وقت کہان سفیان کا زمانہ۔ پھر یہ عن کیسا؟ ملاحظہ ہو دیباچہ جلد اوّل

جب خود امام بخاری کی منقطع الاسنادی کی یہ کیفیت ہے تب حدیث مین کسی راوی کی نسبت اُن کی بے اعتمادی کب قابل اعتماد و اعتبار ہو سکتی ہے۔ اسکے علاوہ۔ انھین بخاری صاحب نے راہب بحیرہ کے واقعات مین اسمٰعیل بن اویس ایسے منکر الحدیث شخص سے خود روایت کی ہے۔ اور اسیطرح آغاز نزول وحی مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخوف ہو جانا۔ بخاری صاحب نے امام زہری کے بلاغات (اسنادہ منفردہ) سے نقل فرمایا ہے جبکا سلسلہ رواۃ صرف امام زہری تک پہونچکر تمام ہو جاتا ہے۔ اور پھر رسول اللہؐ تک ایک راوی کا نام نہین۔ طرفہ تر تو یہ ہے کہ شبلی صاحب نے ان مقامات پر بخاری کی تردید کی ہے اور اُنکے مختار مرویات کی تنقید لکھی ہے اور اب خدا کی شان۔ وہی شبلی صاحب اُنھین بخاری صاحب کے اسناد سے دوسرون کی بے اعتمادی پر استدلال کرتے ہین جو جمیع الفاسد علے الفاسد کے اصول سے خود واہی ہے اور سراپا غلط۔

ہم ان افترایات کو شبلی صاحب کے طبعزاد بھی نہین کہہ سکتے اس لیے کہ مخالفت علیؑ کا مواد بہت قدیم ہے جو پہلے استحکام اصول عقاید کا ضروری عنصر اور پھر استقرار سلطنت و حکومت کا قوی جوہر بن کر پیکر اسلام کے رگ و پے میں داخل کیا گیا تھا۔ اور اس بنا پر مخالفین علیؑ نے آپ کی تخصیص کو تعمیم کی صورت میں بدل دینے کے لیے انواع اقسام کے موضوعات و مصنوعات سے کام لیا۔ اگرچہ مخالفت علی کی بنا زمانہ رسولؐ ہی مین پڑ چکی تھی (دیکھو بریدہ اسلمی اور معاملہ کنیز متعلقہ فتح یمن) لیکن پوشیدہ رہی۔ زمانۂ خلافت مین کھُل پڑی اور دورہ معویہ یا خلافت پنجم مین تو یہ اپنے تمام اقسام کے ساتھ عام ہو گئی اور معویہ کے ایک خاص تاکیدی فرمان شاہی کے مطابق اس کا عام دستور تمام ممالک اسلامی مین قائم ہو گیا۔ معویہ کا فرمان شاہی اور اُس کے تاکیدی الفاظ یہ ہین۔

ثم كتب الى عماله ان الحديث فى عثمان قد كثر وفشا فى كل مصر وفى كل وجه وناحية فاذا جاءكم كتابى هذا فادعوا الناس الى الرواية فى فضائل الصحابة والخلفاء الاولين ولا تتركوا خبرا يرويه احد من المسلمين فى ابى تراب الا واتونى بمناقض له فى الصحابة فان هذا احب الى واقر لعينى

عبقات الانوار جلد ۵

معاویہ نے اپنے عمال کو لکھ بھیجا کہ حدیثیں فضائل (عثمان) میں کثرت سے ہوگئیں اور وہ تمام شہر و اطراف مین شائع بھی ہوگئیں پس جب تم لوگون کو میرا یہ فرمان پہونچے تو تم حدیثین اخبار کو فضائل صحابہ و خلفائے راشدین کی ترتیب کی طرف دعوت دو اور ان سے کہدو کہ وہ لوگ کوئی حدیث فضیلت علیؑ کی ایسی باقی نہ چھوڑیں جسکی نقیض صحابہ کے لیے نہ تیار کرلیں۔ کیونکہ یہ امر میرے لیے محبوب ترین ہے اور اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچتی ہے۔ عبقات الانوار جلد پنجم

بحوالہ کتاب الاحداث امام مدائنی ص ۲۲ مطبوعہ لکھنؤ۔

اسی فرمان کی ہدایت اور اسکے جلد و مین حکومت کے وظیفے اور مالی اعانت نے حضرت علیؑ کے مخصوص اوصاف و خدمات کے مقابل و مماثل مرویات طیار کرالین اور پھر اس ترتیب و تفصیل سے کہ آپ کی تخصیص کسی زمانہ مین باقی نہین چھوڑی گئی جسکی مماثل و مقابل شکل کا ہیولانہ قائم کر لیا گیا۔ تحقیق سے کام لینے والے اور ہر امر کا تفحص فرمانے والے جانتے ہین کہ اس صنف خاص مین ولادت کعبہ سے حضرت علیؑ کی خصوصیات کا آغاز ہوتا ہے۔ اسمین مصعب بن زبیر نے غالباً حکومت کی فرمائش یا باشتغال طبع خاص حکیم بن حزام کو کعبہ کا مولود اول قرار دیا بالآخر امام حاکم کو باین الفاظ مصعب کی تکذیب کرنی پڑی۔

وهم مصعب ابن عبد الله فى الحرف الاخير فقد تواترت الاخبار ان فاطمة بنت اسد ولدت امير المومنين على بن ابيطالب كرم الله وجهه ۛ

مصعب ابن عبد اللہ کو اس حدیث آخر مین وہم ہوگیا ہے۔ اسلیے کہ اخبار متواترہ مین وارد ہوا ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کو کعبے کے اندر پیدا کیا

چونکہ قلعہ خیبر کی فتح بھی حضرت علی مرتضیٰؑ کی خدمات مخصوص مین داخل ہے۔ اس لیے۔ اس مین نکتہ لگایا گیا۔ ہم اسکو شبلی صاحب ہی کی زبانی سنوانا اور سننا چاہتے ہین۔ تحریر فرماتے ہین۔

ابن اسحاق۔ موسی بن عقبہ اور واقدی کا بیان ہے کہ مرحب کو محمد بن مسلمہ نے مارا تھا۔ مسند امام حنبل اور صحیح مسلم مین بھی ایک روایت ہے لیکن صحیح بخاری مین حضرت علی ہی کو مرحب کا قاتل اور فاتح خیبر تبلایا ہے اور یہی اصح الروایات ہے۔

خیریت ہوگئی کہ بخاری صاحب نے لکھدیا۔ نہین تو شبلی صاحب شیخین بخاری و مسلم کے آگے کب کسی کی سنتے اور وہ ضرور ابن اسحق اور موسیٰ ابن عقبہ کی تقلید کرتے۔ مگر اب بخاری نے لکھدیا تو پھر آپ سے اب انکار

کہان ممکن ہو سکتا ہے۔ لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ مسلم کی توثیق رخصت ہوگئی۔ اسلیے کہ وہ موسیٰ ابن عقبہ کی روایت کی تصدیق کرتے ہین۔ حالانکہ شبلی صاحب خود دیباچہ مین صحیحین بخاری و مسلم کی باین الفاظ تصدیق کر چکے ہین کہ حدیث مین متعدد کتابین ایسی موجود ہین جنمین ایک حدیث بھی ضعیف نہین مثلاً صحیح بخاری و مسلم۔ اب اُسی مسلم کی اس روایت کے متعلق جسکی آپ خود اس موقع پر تکذیب فرما رہے ہین کیا ارشاد فرمائین گے۔ بینوا توجروا۔ اس تنقید کے بعد بھی کیا آپ کو صحیح مسلم کی نسبت یہ اعتقاد اور اصرار قائم رہے گا کہ مسلم مین ایک حدیث بھی ضعیف نہین؟ اگر نہین ہے تو ضعیف کیسی بالکل غلط حدیث یہ کہان سے نکل آئی؟ اسکا جواب شبلی صاحب کے ذمہ قیامت تک باقی رہ گیا۔

شبلی صاحب تو ہمیشہ اشارات سے کام لیتے ہین۔ اور تاریخی مضامین مین شاعرانہ استعارات سے عمل پیرا ہوتے ہین آپ نے اہل سیر کے چند نام لکھکر ان موضوعات کا الزام صرف اُنھین کے سر لگا کر ختم کر دیا ہے اور محدثین کو بال بال بچا لیا تحقیق کی جاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ ان تمام مفاسد کے باعث تو اُستاد المحدثین حضرت امام احمد بن حنبل ہین جنھون نے اس حدیث مین اپنی غلط تاویلون کے بے تُکے جوڑ لگائے ہین۔ جو بالآخر نقادان فن کو ٹانکے تک اُدھیڑنے پڑے ملاحظہ ہو شرح زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت۔

وخالف فی ذلک اهل السیر فجزم ابن اسحاق و ابن عقبه والواقدی بانّ الّذی قتل مرحبا هو محمّد بن مسلمه وکذا روی احمد باسناد حسن عن جابر وقیل انّ مسلمه کان بارزه قطع رجلیه فاجهز علیٌ علیه وقیل انّ الّذی قتله هوالحرث اخو مرحب فاشتبه علی بعض الرّواة فان یکن کذ لک والّا فما فی الصحیح مقدّم علی ماسواه ولاسیّما قد جاء عن بریدة ایضا عند احمد والنسائی وابن حبان والحاکم وقال ابن عبد البر انه الصّحیح وابن الاثیر الصّحیح الذی علیه اهل السّیر والحدیث ان علیا قاتله وقال الشامی ما فی مسلم مقدّم علیه من وجهین احدهما انّه اصح الاسناد الثانی انّ جابرؓ لم یشهد

واقعہ قتل مرحب باستثناء علی میں اہل سیر نے اختلاف کیا ہے اور ابن اسحٰق اور موسیٰ بن عقبہ اور واقدی نے اپنی اسنادسے لکھا ہے کہ جس شخص نے مرحب کو قتل کیا وہ محمد بن مسلمہ ہین اور امام احمد بن حنبل نے بھی اسناد حسن کے ساتھ جابر کی سند سے لکھا ہے اور تفصیل بیان کی ہے کہ محمد بن مسلمہ نے مرحب سے مقابلہ کرکے اُسکے دونون پاؤن کاٹ ڈالے بعد حضرت علیؓ نے اسکے بعد اُسپر حملہ کرکے اُسکو مار ڈالا اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے تو حارث مرحب کے بھائی کو قتل کیا تھا بعض راویون کو اس واقعہ کو اسطرح سمجھنے مین شبہ ہوگیا ہے ورنہ جو صحیح مین ہے وہ مقدم ہے اُن تمام روایات پر جو صحیح کے خلاف بیان ہوئے ہین خصوصاً وہ روایات صحیحہ جو بریدہ کی زبانی انھین امام احمد امام نسائی۔ ابن حبان اور امام حاکم نے مرقوم کی ہین۔ اور انھین کی نسبت امام عبد البر کہتے ہین کہ یہی صحیح ہین اور ابن اثیر کہتے ہین کہ صحیح وہی واقعات ہین جنکو ارباب سیر و احادیث دونون نے لکھا ہے اور وہی ہے کہ مرحب کو علیؓ نے قتل کیا اور ابن کثیر شامی کہتے ہین کہ جو روایت مسلم نے پہلے لکھی ہے وہی صحیح تر ہے۔ دو وجہ سے

خیبر کما ذکر ابن اسحق والواقدی وغیرھما وقد شھدھا سلمہ وبریدہ والورافع فھم اعلم ممن لم یشھدھا وماقیل ان ابن سلمہ قطع ساق مرحب و لم یجھز علیہ ومر بہ علیؑ فاجھز علیہ فاباہ حدیث سلمہ والبورافع

زرقانی جلد دوم ص ۲۵۹ مطبوعہ مصر

اُنھین سے ایک صفہ تو یہ ہے کہ اُسکے اسناد زیادہ تر صحیح ہیں اور دوسری یہ ہے کہ جابر جو ان روایات اختلافی کے راوی ہین خیبر میں شریک ہی نہین تھے جیسا کہ خود ابن اسحق اور واقدی وغیرہما نے ذکر کیا ہے اور جن لوگون نے خیبر کی جنگ مین شرکت کی وہ سلمہ بریدہ اور ابی رافع تھے۔ اسلیے یہ لوگ بمقابلہ اُنکے (جابرؓ) جو شریک جنگ نہوے ان واقعات کے زیادہ جاننے والے تھے۔ اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے مرحب کے دونون پاؤن کاٹ ڈالے تھے۔ اُسکو مارا نہین تھا علیؑ نے حملہ کرکے اُسکو مار ڈالا صحیح نہین ہو سکتا اسلیے کہ سلمہ اور ابو رافع دونون (حاضرین واقعہ) اس بیان سے انکار کرتے ہین۔

تنقیص خصائص حضرت علیؑ کی بنا پر اس موضوع ومصنوع واقعہ کی یہ حقیقت حال تھی جسکی توضیح وتصحیح موجودہ استدلال تنقیدی مین کردی گئی۔ اسکے ایسے موضوعات ومصنوعات کے بیشمار انبار لگے ہین لیکن تاہم یہ بہت بڑی شکرگذاری کا موقع ہے کہ جن حضرات نے ان مفتریات کی تدوین کی اُنھین کے محققین ومتقدمین نے اُنکے ان برسون کے ریاض پر سیاہی کا قلم پھیر دیا۔ یہ اُنکی دیانت وصداقت کہی جاوے۔ یا اصل واقعہ کی حقیقت۔ جو آخر نہ چھپ سکی۔

مرحب کے بعد رئیسان یہود سے مقابلہ ومقاتلہ

شبلی صاحب کو کیا پڑی ہے کہ حضرت علیؑ کی خدمات کی تفصیل کرین۔ مرحب قتل ہوا۔ خیبر فتح ہوگیا۔ قصہ تمام شد۔ کیونکہ خیبر کشائی وغیرہ کے حالات مالعدکو تو کلھا واھیۃ کہکر غلط بتلا ہی دیا گیا ہے۔ پھر تفصیل کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مگر آپ ایک لکھنے والے تو ہین نہین آپ سے پہلے متعدد لکھنے والے ان واقعات کے لکھنے والے گذر گئے ہین۔ ان حضرات مین ایک تو آپ کے علامہ حسین میبذی۔ صاحب فواتح میبذی ہین جنکے فیوض سے آپ درسیات ہی کے وقت سے بہرہ مند ہونے لگتے ہین۔ اُنھون نے اپنی کتاب فواتح مین۔ مرحب کے قتل کے بعد سات رئیسان یہود سے حضرت علیؑ کا مقابلہ کرنا اور انکو قتل کرنا پوری تفصیل کے ساتھ نام بنام تحریر فرمایا ہے۔ محدث شیرازی بھی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

امیر المومنینؑ آنروز ہفت کس از رؤسای شجاعان را بقتل آورد۔ ص ۳۸۷

امیر المومنینؑ نے اُسدن یہودیون کے سات رئیسون اور دلیرون کو قتل فرمایا۔

ہم نے ان واقعات کی پوری تفصیل حضرت علی علیہ السلام کی خاص کتاب سیرۃ سراج المبین جلد اول مین (ص ۱۰۶ سے لیکر صفحہ ۱۱۱ تک) کردی ہے۔ ہم بخوف طوالت اُس تفصیل کو یہان بار دیگر بیان کرنا نہین چاہتے صرف اُن دلیران ورئیسان یہود کے نام لکھدینے پر اکتفا کرتے ہین جو مرحب کے قتل کے بعد سے کر آخر وقت فتح تک یکے بادیگرے

قلعہ سے نکل نکل کر حضرت علی مرتضیٰ سے مقابل ہوتے گئے اور ضرب ذوالفقار سے مقتول ہوتے گئے فواتح میبذی کے اسناد سے مفصلہ ذیل یہودان مقتول کے نام معلوم کر لیے جائیں۔

(۱) داؤد بن قابوس (فواتح ص ۲۱۷) (۲) ربیع ابن ابی الحقیق (فواتح ص ۲۱۸) (۳) عنتر خیبری (فواتح ص ۲۴۰)
(۴) مرۃ بن مروان (فواتح ص ۱۱۹) (۵) یاسر خیبری (فواتح ص ۲۴۰) (۶) ضجیج خیبری (فواتح میبذی صفحہ ۲۴۰)

درگاہ رسالت سے فتح خیبر کے صلہ میں حضرت علی کو بشارت

انھین واقعات کے ایسا شبلی صاحب نے یہ بھی نہین لکھا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس اہتمام و عظمت سے فاتح خیبر کو لوائے خیبر دیکر جہاد کے لیے روانہ کیا تھا اُن کی اس بے نظیر اور عدیم المثال خدمات جہاد کی بجاآوری پر اُنکی واپسی کے وقت زبان رسالت سے اظہار قبولیت و خوشنودی کے متعلق زبان رسالت سے کیا الفاظ نکلے۔ شبلی صاحب کی خموشی بجا ہے۔ اور اسکا یہی خاص موقع ہے۔ کیونکہ فضیلت علی کا ذکر آجائے گا لیکن حقیقت حال تبلا رہی ہے کہ شبلی صاحب کی خموشی کے خلاف۔ زبان رسالت قبولیت کے اعلان اور حسن خدمات کے اظہار و بیان سے آپ کی طرح ساکت نہین رہی۔ اور کیونکر رہ سکتی تھی۔ اخلاق نبوت کے سراسر خلاف تھا۔ چنانچہ واپسی پر حضرت علی مرتضیٰ سے جو الفاظ ارشاد فرمائے گئے وہ محدث شیرازی کی زبانی یہ ہین۔

خبر بحضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسانیدند کہ قلاع خیبر بدست علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بکیفیت مذکورہ مفتوح گشت۔ آن سرور بسے شادی نمود چون امیر متوجہ ملازمت نبی صلعم شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باستقبال وے از خیمہ بیرون آمد و ویرا در بر گرفت و درمیان ہر دو چشمش بوسید و فرمود وقد بلغنی نباؤک المشکور وصنیعک المذکور و در روایتے آنکہ حضرت فرمود من از تو راضی ام علیؑ را رقت آمد و بگریست حضرت فرمود اے علیؑ این گریہ فرح است یا گریۂ اندوہ۔ جواب داد کہ یارسول اللہ گریہ فرح است وچگونہ شادمان نگردم کہ تو از من راضی باشی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود نہ تنہا من از تو راضی ام بلکہ خداوند تعالیٰ و ملائکہ و جبرئیل و میکائیل نیز از تو راضی اند۔ ص ۳۸۸ روضۃ الاحباب

جب جناب رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیبر کے فتح ہونے کی مندرجہ بالا کیفیت معلوم ہوئی تو آپ نہایت مسرور الحال ہوے اور جب جناب امیر آپ کی خدمت مین حاضر ہوے تو آپ نے خیمہ سے نکل کر اُنکا استقبال کیا۔ اور جب قریب آئے تو اُنسے بغلگیر ہوئے اور حضرت علی مرتضیٰ کی آنکھون کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا کہ تمھاری سعی مشکور اور کارہائے نمایان کی خبر مجھکو پہونچ چکی ہے۔ اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ اے علیؑ مین تم سے رضامند ہوا۔ یہ سُن کر حضرت علی کو رقت آئی اور وہ رونے لگے۔ یہ دیکھکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ اے علیؑ یہ گریہ مسرت ہے یا گریۂ اندوہ و حسرت ہے۔ حضرت علیؑ نے عرض کی کہ گریۂ مسرت ہے اور مین کیونکر مسرور نہ ہون جب آپ مجھ سے راضی ہون۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے علیؑ تنہا مین ہی تمسے راضی نہین ہوا بلکہ خدا کے ملائکہ۔ جبرئیل اور میکائیل سب کے سب تم سے راضی و خوشنود ہین۔

شہدائے خیبر اور انکی جنگی خدمتین

شبلی صاحب کو خیبر سے بھاگا بھاگ پڑی ہے۔ قلم سرعت رقم سے تحریر فرماتے ہین۔
غرض یہ قلعہ (قموص) ۲۰ دن کے محاصرے کے بعد فتح ہوگیا۔ ان معرکون مین ۹۳
یہود مارے گئے۔ جنہین حارث۔ مرحب۔ اسیر (کوئی نام نہیں۔ شاید عنتر ہو یا یاسر) یاسر۔ عامر۔ زیادہ مشہور ہین صحابہ
مین سے ۱۵ بزرگون نے شہادت حاصل کی جنکے نام ابن سعد نے بتفصیل لکھے ہین۔ ۵۸ ۲ سیرۃ النبیؐ جلد اول۔

افسوس شبلی صاحب نے مقتولین یہود کے ساتھ تو اتنی ہمدردی دکھلائی کہ تین چار مقتولین یہود کے نام بھی
لکھدیے لیکن آپ کی ناقوفہمی اور بے التفاتی مستشہدین خیبر مین سے ایک کا نام لینا بھی گوارا نہ کر سکی۔ ابن سعد کے صرف حوالے
تو عام اطلاع و واقفیت کا فرض تالیفی پورا ہو نہین سکتا جب ہر شخص ابن سعد کی کتاب کو پڑھ سکتا اور سمجھ سکتا تو پھر اردو مین
سیرۃ النبیؐ کے طیار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ غزوۂ خیبر پر موقوف نہین۔ ہم قریب قریب تمام غزوات مین آپکی فروگذاشت کی اس
شان خاص کو دکھلاتے آئے ہین۔ گویا آپ انھین حضرات کے تذکرے تک اپنی تفصیلات کو محدود کرنا چاہتے ہین۔ جنکے حالات
سے آپکو دلچسپی ہے یا جنکو آپ عقیدت کی نگاہون سے دیکھتے ہیں۔ یہ آپکے معیار تعمیم اور اشعار مساوات کے بالکل خلاف ہے

بہر حال ابن سعد کے علاوہ۔ تاریخ ابن ہشام مین شہدائے خیبر کے حسب ذیل نام بتلائے گئے ہین:

قبیلہ بنو اُمیہ۔ (۱) ربیعہ بن اکثم (۲) ثقیف بن عمرو (۳) رفاعہ بن مسروح

قبیلہ بنی اسد۔ (۴) بشر بن البراء (۵) عبداللہ بن الحصیب (۶) فضیل بن النعمان

دیگر قبائل مختلفہ (۷) مسعود بن قیس (۸) محمود بن مسلمہ۔ (۹) ابوضیاح (۱۰) حرث بن حاطب (۱۱) عروہ بن مرّہ
(۱۲) اوس بن القاید (۱۳) انیف بن حبیب (۱۴) ثابت بن واثلہ (۱۵) طلحہ بن عقبہ (۱۶) عامر بن الاکوع۔
یہ تمام شہدا قبائل انصار کی مختلف شاخون سے تھے۔

امام زہری کی بلاغات سے دو شہدا کے اور نام بتلائے گئے ہین۔ مسعود بن ربیعہ (بنی زہرہ) اور اوس
بن قتادہ بنی عوف قبیلہ انصار کی ایک شاخ خاص ہے۔ ابن ہشام جلد دوم ۱۹۱ مطبوعہ مصر

محمود بن مسلمہ کی شہادت

محمود بن مسلمہ تو وہی بزرگ ہین جنکو کنانہ بن ابی الحقیق نے قلعہ ناعم کے محاصرے مین
دغا بازی سے مار ڈالا تھا۔ تفصیل یہ ہے۔

قلعہ ناعم پر محمود بن مسلمہ فوج لیگئے اور بڑی شجاعت کے ساتھ ایک عرصہ تک مبارزت کرتے رہے۔ اسدن سخت
گرمی پڑ رہی تھی۔ اور آفتاب بھی اپنی پوری حرارت دکھلا رہا تھا محمود لڑتے لڑتے تھک گئے۔ تو دم لینے کے لیے دیوار قلعہ سے
لگ کر بیٹھ گئے۔ کنانہ بن الربیع نے انھین تنہا بیٹھا پا کر قلعہ کی فصیل سے ایک چکّی کا پاٹ انکے سر پر دے مارا۔ اور یہ
اسلامی مجاہد اسکے نیچے کچل کر رہ گیا۔ اِنّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

عامر بن الاکوع کی شہادت

عامر بن الاکوع بھی انھین شہدا مین ہین۔ یہ بزرگ قلعہ قموص کے محاصرے مین ایکدن مرحب سے اُلجھے۔ مرحب کی تلوار انکے جسم کے پائین حصہ پر پڑی۔ اور انکی تلوار مرحب کے بالائی حصۂ جسم پر۔ اسی کشمکش مین اپنی تلوار سے اُنکی رگ اکحل کُھل پڑی اور اسقدر خون بہا کہ غریب جانبر نہوسکے۔ مجروح ہونے کے بعد یارون نے مزاحاً کہنا شروع کیا کہ اگر تم مر بھی جاؤگے تو درجۂ شہادت نپاؤگے۔ اس لیے کہ تم تو اپنے زخم سے ختم ہوگے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمہارے سب اعمال حبط کرلیے۔ یہ سُننا تھا کہ یہ خالص مسلمان اور جان نثار بیقرار ہوگیا۔ چھوٹا بھائی سلمہ دوڑتا ہوا خدمت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مین پہونچا۔ سلمہ بیان کرتے ہین۔

قلت یارسول اللہ فداك ابی وامی زعموا ان عامرا حبط عملہ فقال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کذب من قالہ وان لہ اجرین وجمع بین اصبعیہ انہ لجاھد و مجاھد زرقانی طبع مصر

مین نے عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے مان باپ آپ پر فدا ہون لوگ کہتے ہین کہ عامر کے اعمال حبط ہوگئے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا وہ لوگ جھوٹ کہتے ہین۔ اُسکو تو دو ثواب ملے ہین۔ یہ کہکر آپ نے اپنی دونو انگلیان ملالین اور فرمایا کہ جاہد بھی ہے اور مجاہد بھی

علامہ ابن التین کہتے ہین کہ جاہد وہ ہے جو خدا کی راہ مین تکلیف اختیار کرے اور مجاہد وہ ہے جو حکم خدا کے موافق دشمنان خدا سے مقابلہ ومقاتلہ کرے۔ زرقانی ص ایضاً

تمام مقتولین درجۂ شہادت پر فائز نہین ہوتے

مسند امام حنبل مین ہے

عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ قال لما کان یوم خیبر اقبل نفر من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم فقالوا فلان شھید حتی مروا علی رجل فقالوا فلان شھید فقال رسول اللہ صلعم کلا انی رایتہ فی النار ثم قال رسول صلعم یا ابن الخطاب اذھب فناد فی الناس انہ لا یدخل الجنۃ الا المومنون قال فخرجت فنادیت انہ لا یدخل الجنۃ الا المؤمنون

زرقانی جلد دوم ص ۲۶۰ تاریخ احمدی ص ۶۱

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روی ہے کہ بروز جنگ خیبر چند اصحاب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا کہ فلان شخص شہید ہوگیا اسی طرح پھر دوسرے شخص کی نسبت کہا کہ فلان شخص شہید ہوگیا یہ سُنکر جناب سالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کہو کیونکہ مین نے اُس شخص کو جہنم مین دیکھا ہے۔ بعد ازان حضرت عمر سے فرمایا کہ جاکر لوگون مین منادی کردو کہ سوا مومنین کے کوئی شخص جنت مین داخل نہوگا حضرت عمر فرماتے ہین کہ مین نے جاکر آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق اس امر کا اعلان کردیا کہ مومنین کے سوا کوئی شخص جنت مین داخل نہوگا۔[1]

اراضیات مفتوحہ خیبر کا بندوبست

خیبر اور اُسکے توابع کو چونکہ اسلام نے فتح سے حاصل کیا تھا۔ اسلیے خیبر اور اُسکے متعلقہ اراضیات پر اسلام کا قبضہ ہوگیا۔ لیکن چونکہ یہود مقتول ومفتوح ہونے کے بعد بھی اپنی اراضیات سے

[1] یہ حدیث اُس بدبخت مقتول کی طرف ہے جسنے مال غنیمت مین خیانت کی تھی تفصیل کیلیے دیکھو شرح زرقانی ص ۲۵۲ ج ۲ و روضۃ الاحباب ص ۳۸۹

جدا ہونا نہین چاہتے تھے۔ اور معاملات مین اسلام کی طرف سے اُنھون نے کوئی خلاف ورزی بھی نہین دیکھی تھی اس بنا پر اُن لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر آکر درخواست کی کہ یہ قطعات زمین اُنھین کے ساتھ بندوبست مین قائم رکھے جائین۔ جناب رسولخدا صلعم کے محاسن اخلاق کا بھی یہی تقاضہ تھا کہ جبتک دشمن سے کسی بدمعاملگی کا ظہار نہوئے اُسکے معروضیات مسترد نہ فرمائے جائین۔ اسلیے یہودیون کی درخواست منظور کرلی گئی۔ اور وہ تمام اراضیات اُسی طرح یہود کے قبضہ اور بندوبست مین اس شرط اور اقرار کے ساتھ کہ اُنکی نصف پیداوار دربار رسالت مین ہمیشہ پہونچا یا کرین۔ اور نصف اپنے تصرف مین لائین۔ قائم رکھی گئین۔

یہود کے یقین کے موافق اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام نے بھی اُنکے ساتھ معاملات مین ایسی عدالت وصفائی دکھلائی کہ آخر کار بقول شبلی صاحب۔ یہود کو اقرار کرنا پڑا کہ زمین اور آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہین۔ بحوالہ فتوح البلدان بلاذری وتاریخ طبری ص ۱۵۸۹

عہد رسالت مین عبد اللہ بن رواحہ صحابی یہودان خیبر سے نصف پیداوار وصول کرنے کے لیے جاتے تھے علامہ طبری اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ فصل طیار ہوجانے پر عبد اللہ جاتے تھے۔ اراضیات خیبر کے تمام غلّون کو اکٹھا کرواکے دو مساوی حصون مین جمع کردیتے تھے۔ پھر یہود سے کہتے تھے کہ ان مین سے جو حصہ تمھارا جی چاہے لے لو اور دوسرا میرے لیے چھوڑدو۔ وہ اپنا حصہ اُٹھا لیتے تھے اور عبد اللہ اپنا حصہ لے کر مدینہ واپس آتے تھے۔

حضرت صفیہ کا قصہ

حضرت صفیہ کے قصہ کے متعلق شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

حضرت صفیہ کی نسبت بعض کتب حدیث وسیر مین یہ واقعہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اُن کو دحیہ کلبی کو دیا تھا۔ پھر کسی نے اُنکے حُسن وجمال کی تعریف کی تو اُن سے مانگ لیا اور اسکے معاوضہ مین اُن کو سات لونڈیان بھی دین۔ مخالفین نے اس روایت کو نہایت بدنما پیرایہ مین ادا کیا ہے اور جب اصلی روایت مین اتنی بات موجود ہے تو ظاہر ہے کہ مخالف اس سے کہان تک کام لے سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت صفیہ کا یہ واقعہ حضرت انس سے منقول ہے۔ لیکن خود حضرت انس سے متعدد روایتین ہین اور وہ باہم مختلف ہین۔ بخاری کی جو روایت خیبر کے ذکر مین ہے اُسمین یہ تصریح ہے کہ جب قلعہ خیبر فتح ہوا تو لوگون نے آپکے سامنے حضرت صفیہ کے حُسن کا ذکر کیا۔ آپ نے اُن کو اپنے لیے لے لیا۔ اصلی الفاظ یہ ہین۔

فلما فتح اللہ علیہ الحصن ذکر لہ جمال	جب خدا نے قلعہ فتح کرادیا تو لوگون نے آپ سے حی بن
صفیۃ بنت حیی بن اخطب وقد قتل زوجہا	اخطب کی لڑکی صفیہ کے حُسن وجمال کی تعریف کی۔ اسکا
وکانت عروسًا فاصطفاہا النبی صلی اللہ	شوہر جنگ مین مارا گیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

علیہ و الہ وسلم لنفسہ — اُسے اپنے لیے پسند کرلیا۔

لیکن بخاری کتاب الصلوٰۃ (باب ما یذکر فی الفخذ) و صحیح مسلم (باب فضل عتق الامۃ) مین خود انس کی پھر روایت اس طریقہ سے منقول ہے کہ جب لڑائی کے بعد قیدی جمع کیے گئے تو حضرت دحیہ کلبی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے درخواست کی کہ ان مین سے ایک لونڈی مجھے عنایت ہو۔ آپ نے اُنکو اختیار دیا کہ خود جا کر کوئی لونڈی لے لو۔ اُنھون نے حضرت صفیہ کو انتخاب کیا۔ لیکن لوگون کو اعتراض ہوا۔ ایک شخص نے آکر آنحضرت صلعم سے کہا

یا نبی اللہ اعطیت دحیہ صفیۃ بنت حیی ابن اخطب سیدۃ قریظۃ و النضیر لا تصلح الا لک	اے پیغمبر خدا آپ نے صفیہ بنت حیی کو دحیہ کے حوالے کر دیا وہ قریظہ اور بنی نضیر کی رئیسہ ہین اور آپ کے سوا اور کوئی اُن کے لائق نہیں۔

اس کے بعد آپ نے صفیہ کو آزاد کرکے اُن سے نکاح کرلیا۔ ابوداؤد مین یہ دونون روایتین ہین۔ اور دونون حضرت انس سے مروی ہین۔ ابوداؤد کی شرح مین ماوردی (مشہور محدث) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صفیہ کو دحیہ سے اس لیے واپس لے کر اُن سے عقد کرلیا کہ ما فیہ من انتہاکہا مع مرتبتہا و کونہا بنت سیدہم۔ چونکہ وہ عالی مرتبہ اور رئیس یہود کی صاحبزادی تھین اسلیے اور کسی کے پاس جانا اُنکی توہین تھی۔ حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری مین اسی کے قریب لکھا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرت صفیہ خاندان کے تباہ ہو جانے کے بعد خاندان سے باہر بیوی یا کنیز بنکر رہتین۔ وہ رئیس خیبر کی بیٹی تھین۔ اُن کا شوہر بھی قبیلہ بنی نضیر کا رئیس تھا۔ باپ اور شوہر دونون قتل کیے جا چکے تھے اس حالت مین اُن کے پاس خاطر حفظ مراتب اور رفع غم کے لیے اسکے سوا کوئی اور تدبیر نہین تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اُنکو اپنے عقد مین لے لین۔ وہ کنیز ہوکر بھی رہ سکتی تھین۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُنکی خاندانی عزت کے لحاظ سے اُنکو آزاد کر دیا۔ اور پھر نکاح پڑھایا حسن خلق۔ رحم اور مصیبت زدہ کی چارہ نوازی[1] کے علاوہ۔ سیاسی اور مذہبی حیثیت سے بھی یہ کارروائی نہایت موزون اور بجا تھی۔ اور اس قسم کے طرز عمل سے عرب کو اسلام کی طرف رغبت اور کشش ہوتی تھی کہ اسلام اپنے دشمنون کے ورثہ کے ساتھ بھی اس قسم کا محسنانہ اور ہمدردانہ

---

[1] اس لفظ کی ترکیب میری سمجھ مین نہین آتی۔ شاید شبلی صاحب سا فاضل ادیب اسکی کوئی خاص ترکیب جانتا ہو کہین چارہ سازی تو نہین؟ ہم تو چارہ ساختن کے محاورۂ فارسی سے چارہ سازی کی ترکیب کو صحیح جانتے ہین۔ اور اسیطرح بندہ نوازی۔ غربا نوازی۔ مہمان نوازی وغیرہ کی ترکیب کو بھی درست جانتے ہین۔ اور ہر شخص اس مشہور شعر فارسی کو بھی جانتا ہے ؎ کار احباب ساختن رسم است ؎ دوستان را نواختن رسم است

سلوک کرتا ہے۔ سیرۃ النبیؐ جلد اوّل ۔ ۵۸ - ۳۶۰ ص۔

غزوۂ بنی المصطلق میں حضرت جویریہ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا تھا۔ اور اس سلوک کا جو اثر ہوا تھا وہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

شبلی صاحب نے جس صفائی سے اصل حقیقت کی چہرہ کشائی کی ہے وہ قابل تعریف ضرور ہے اور حقیقت حال بھی یہی ہے جو لکھکر بتلائی گئی ہے۔ لیکن اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ ان تمام مفاسد کے اصلی باعث سوائے اصحاب صحاح اور انکے رُواۃ کے آپکے نزدیک کیا کوئی اور لوگ بھی ثابت ہوتے ہیں؟ اور کیا شبلی صاحب اب بھی اسکے ماننے پر تیار نہوں گے کہ دفاتر صحاح بھی ابھی تک مخالف و معارض مرویات سے بھرے پڑے ہیں۔ اور مسانید و سنن کی طرح اچھا بُرا ہر قسم کا مواد اُن میں بھی موجود ہے؟ امام المحدثین بخاری ہی کی مثال ہلے لیجائے۔ آپ خود اُنھیں کی صحیح سے اس واقعہ میں دو معارض روایتوں کو لکھ کر بتلا چکے ہیں کہ یہ فضول بحث ہے اور وہ غیر مفید۔ اور پھر بھی آپ کے نزدیک عموماً صحاح اور خصوصاً صحیح بخاری سے بڑھکر کوئی کتاب قابل اعتبار و استناد نہیں ہے جنمیں بقول آپکے کوئی غلط کیا ضعیف روایت تک نہیں ہے۔ پھر آپ ہی بتلائیں کہ آپ کے ان منقدانہ اعترافات کے سامنے تصدیق و توثیق بخاری کا دعویٰ کیسا بے دلیل ثابت ہو جاتا ہے۔

جیسے جیسے تحقیق کیجاتی ہے ویسے ویسے یہ امر ثابت ہوتا جاتا ہے کہ مخالفین اسلام کی تمام تعریضات کے اصلی باعث یہی صحاح کی مرویات ہیں۔ بقول شبلی صاحب کے "جب اصل روایت میں اتنا موجود ہے تو ظاہر ہے کہ مخالف اس سے کہاں تک کام لے سکتا ہے" حقیقت آپ خود لکھ چکے تو ہم کو اب اور لکھنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی مگر تعجب ہے تو بخاری صاحب پر۔ اور خاصکر اُنکی نظر فی الحدیث پر کہ باوجود اس علمیّت اور تبحر کے بھی وہ اپنی مرویات کتاب میں حُسن و قبح۔ مفید غیر مفید اور مستند و غیر مستند کی خود تمیز نہ کرسکے۔ اور ہر قسم کے مواد فاسد سے کتاب کی کتاب بھر دی جو معترضین اور مخالفین کی تعریضات کے لیے سرمایۂ نازشگی ہے تا وقتیکہ یہ تمام مفسدہ انگیز مرویات کتب صحاح سے نکالکر صحاح کی کتابیں صاف و پاک نہ کردی جائینگی مخالفین کے اعتراضوں کے دروازے بند نہونگے۔ فافہم فتدبر

زینب یہودیہ کا آنحضرت صلعم کو زہر دینا آپ کا عفو و کرم فرمانا

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے انتظامات میں کچھ دنوں تک قیام فرمایا چونکہ معاملات صلح و آشتی کے طریقہ سے طے ہونے والے تھے اسلیے آپ کو یہودیوں کی طرف سے پورا اطمینان تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ اس شعر کے اعتبار ترکیب سے چارہ سازی ہونا چاہیے ۔ نہ چارہ نوازی ۔ جو بالکل بے قاعدہ ہے۔ شاید اصل میں بیچارہ نوازی ہو۔ چھپنے میں "بے" رہگیا ہو۔ اگرچہ یہ بھی ہوتا ہم ثقیل اور غیر مستعمل ہوگا　　المؤلف عفی عنہ

کوئی اندیشہ نہین تھا۔ اور رسول اللہ صلعم کے اُسوۂ حسنہ کا تقاضہ بھی یہی تھا۔ لیکن یہود کی غدار اور مکار قوم اپنی
فطرتی مفسدہ انگیزیون سے کب چوکنے والی تھی۔ دو تین ہی روز کے بعد یہود نے اپنی طرف سے بدی کے اظہار شروع
کردیے۔ اسکی پہلی مثال زینب یہودیہ کی مکاری اور خونخواری سے شروع ہوتی ہے تاریخ وحدیث کی کتابون مین اس کا
طول وطویل قصہ تمام اختلافات اقوال وآراکے ساتھ لکھا ہوا ہے اور زرقانی نے اپنی شرح مطبوعہ مصر مین صفحہ ۲۷۰
سے لے کر صفحہ ۲۷۹ تک بڑی شرح وبسط سے لکھا ہے۔ لیکن شبلی صاحب نے جسقدر خلاصہ کرکے لکھا ہے۔ ہم اُسی
کی نقل کو اپنے مدعا کے لیے کافی سمجھ کر ذیل مین تحریر کرتے ہین۔

اگرچہ یہود کو کامل امن وامان دیا گیا اور اُنکے ساتھ ہر قسم کی مراعات کی گئی تاہم انکا طرز عمل ہمیشہ مفسدانہ اور
باغیانہ رہا۔ پہلا دیباچہ یہ تھا کہ ایک دن زینب نے جو سلام بن مشکم کی بیوی اور مرحب کی بھاوج تھی۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی چند صحابہ کے ساتھ دعوت کی۔ آپ نے فرط کرم سے قبول فرمایا۔ زینب نے کھانے مین زہر ملادیا تھا۔
آپنے ایک لقمہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن بشر بن براء نے پیٹ بھر کھایا۔ اور زہر کے اثر سے بالآخر ہلاک ہوگئے آنحضرت
صلعم نے زینب کو بلا کر پوچھا۔ اُس نے جرم کا اقبال کیا۔ یہودیہ نے کہا ہم نے اس لیے اسمین زہر دیا کہ اگر آپ
پیغمبر ہین تو زہر خود اثر نہ کرے گا۔ اور پیغمبر نہین ہین تو ہم کو آپ کے ہاتھ سے نجات مل جائے گی۔ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہین لیتے تھے۔ اس بنا پر آپ نے زینب سے کچھ تعرض نہ فرمایا۔
لیکن جب دو تین دن کے بعد بشر بن براء زہر کے اثر سے انتقال کر گئے تو وہ قصاص مین قتل کر دی گئی۔ سیرۃ النبی
جلد اول ص ۳۶۱

زینب کا قتل

زرقانی نے صورت قتل یون لکھی ہے۔

انہ صلعم دفعہا الی ولاۃ بشر فقتلوہا ص ۲۷۹　　آپنے زینب کو وارثان بشر کے حوالہ کردیا اور اُنھوں نے قصاص مین اسے قتل کردیا۔

دوسری مثال یہود کی غداری کی یہ ہے۔

عبداللہ بن سہیل کا بیرحمانہ قتل اور رسول کی عفو

اسلام نے یہود کے ساتھ جن رعایات وخوش اسلوبی سے معاملات طے کیے تھے وہ بتلا رہے ہین
کہ فتح کے بعد بھی اُنکی املاک اُنکے قبضہ مین چھوڑ دی گئی۔ گویا مفتوح ہو جانے کے بعد بھی
یہ اپنی املاک پر ویسے ہی مالک ومتصرف رہے جیسے سابق مین تھے۔ مگر افسوس اُنکی کج فطرتی نے اسلام کی اس محسنانہ
مراعات کی کوئی قدر نہین کی۔ چند دنون کے بعد مدینہ مین قحط پڑا اور غلہ کی گرانی ہوئی تو عبداللہ بن سہیل صحابی
عیال کے آذوقہ کے لیے خیبر سے غلہ خریدلانے کی غرض سے گئے۔ یہود نے صرف اس مخاصمت پر کہ یہ مسلمان ہین
ان کا خون انکی جان حلال ہے۔ انکو دھوکے سے نہر مین ڈبو دیا۔ محیصہ اُنکے ہمراہی کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ

تنہا ہونے کی وجہ سے یہود سے کوئی باز پرس نہ کرسکے۔ مدینہ لوٹ آئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روئداد عرض کی اور یہودانِ خیبر سے عبداللہ کی دیت دلوادی جانے کی استدعا کی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس بیان کی صداقت پر حلف شرعی لے سکتے ہو۔ محیصہ نے عرض کی مین تو ضرور حلفاً بیان کردونگا لیکن یہود تو ایک کیا پچاس مسلمانون کو بھی قتل کرڈالین تاہم جھوٹی قسمین کھانے سے باز نہ آئینگے۔ رحمت عالم نے ایکی بار بھی یہود کی اس خونخوارانہ حرکت سے چشم پوشی اختیار فرمائی۔ اور معاملہ کو زیادہ طول دینا نہ چاہا۔ بیت المال سے عبداللہ کی دیت دلوادی اور قصہ رفت و گذشت ہوگیا۔

خزانہ نہ بتلانے کے جرم کو کنانہ کے قتل کا باعث ٹھہرانا بالکل غلط ہے

خیبر کے متعلق۔ حضرت صفیہ کے ایسے غلط وقعہ کی ایک اور غلط خبر حدیث وسیر کی کتابون مین منقول ہوکر مشہور ہوگئی ہے اور معترضین اسلام کی مغویانہ قلمکاریون کا ذریعہ بنگئی ہے شبلی صاحب نے اسکی کافی تنقید تفصیل سے کردی ہے۔ مگر افسوس اپنی قدیم عادت کے موافق اہل سیرت ہی کو صرف اس کا خاص مجرم قرار دیا ہے اور اہل حدیث کا نام بھی نہین لیا۔ چنانچہ آپ کا عنوان عبارت یہ ہے۔

خیبر کے واقعات مین ارباب سیرت نے ایک سخت غلط روایت نقل کی ہے اور وہ اکثر کتابون مین منقول ہوکر متداول ہوگئی ہے سیرۃ النبی ص ۳۶۱

تحقیق کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے۔ امام قسطلانی۔ امام بیہقی۔ علامہ بلاذری اور علامہ زرقانی بھی اس غلط بیانی مین اہل سیرت کے ہمزبان ہین۔ ملاحظہ ہو زرقانی جلد دوم مطبوعہ مصر ص ۲۶۳-۶۴۔ انکے علاوہ آپ خود بھی اہل صحاح مین سے ابوداؤد اور اہل حدیث مین سے حافظ ابن القیم کو بھی اسی فہرست مین داخل کرتے ہین۔ جیساکہ عنقریب آپ ہی کی عبارت تنقیدی سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر حق ناحق اہل سیرت کو تنہا اس غلطی کا قصوروار ٹھہرانا تدین موتفانہ کے سراسر خلاف ہے۔ اتنا تمہیداً عرض کرکے ہم اصل مدعا کی طرف رجوع کرتے ہین۔

شبلی صاحب نے سیرت وحدیث کی اس غلط روایت کی تنقید مین مفصلہ ذیل انکشافات فرمائے ہین اور اسمین کوئی کلام نہین کہ حقیقت حال اتنی ہی تھی جتنی ذیعلم مولف نے اپنے انکشافات ذیل مین دکھلائی ہے۔

غلطی یہ ہے کہ اول آپ (آنحضرت صلعم) نے یہود کو اس شرط پر امن عام دیا تھا کہ کوئی چیز نہ چھپائینگے لیکن جب کنانہ بن ابی الربیع نے خزانہ بتانے سے انکار کیا تو آپ نے زبیر کو حکم دیا کہ سختی کرکے اُس سے خزانہ کا پتا لگائین۔ حضرت زبیر چقماق جلاکر اُس کے سینہ کو داغتے تھے۔ یہانتک کہ اُسکی جان نکلنے کے قریب ہوگئی (یہ تفصیل تاریخ طبری مین مذکور ہے اور ابن ہشام مین بھی اسی کے قریب ہے)

بالآخر آپ نے کنانہ کو قتل کرادیا اور تمام یہودی غلام بنالیے گئے۔ فتوح البلاد بلاذری

اس روایت کا اسقدر حصہ صحیح ہے کہ کنانہ قتل کرادیا گیا لیکن اسکی یہ وجہ نہین کہ وہ خزانہ کے بتانے سے انکار کرتا تھا بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ کنانہ نے محمود بن مسلمہ کو قتل کیا تھا۔ طبری مین تصریح ہے ثم دفعہ رسول اللہ صلعم الی محمد بن مسلمہ فضرب عنقہ باخیہ محمود بن مسلمہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے حوالہ کردیا انھون نے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے قصاص مین اُسے قتل کردیا۔ ص ۱۵۸۲ مطبوعہ یورپ

باقی روایت کا یہ حال ہے کہ یہ روایت طبری اور ابن ہشام کی ہے اور دونون نے ابن اسحٰق سے روایت کی ہے لیکن ابن اسحٰق نے اوپر کے کسی راوی کا نام نہین بتایا ہے۔ محدثین نے رجال کی کتابون مین تصریح کی ہے کہ ابن اسحٰق یہودیون سے مغازی نبوی کے واقعات روایت کرتے تھے۔ اس روایت کو بھی انھین روایتون مین سمجھنا چاہیے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ابن اسحٰق ان راویون کا نام نہین لیتے کسی شخص پر خزانہ بتانے کے لیے اسقدر سختی کرنا کہ اسکے سینہ پر چقماق سے آگ جھاڑی جائے۔ رحمۃ للعالمین کی شان اس سے بہت ارفع ہے۔ وہی شخص جو اپنے زہر دینے والے سے مطلق تعرض نہین کرتا کیا چند سکون کے لیے کسی کو آگ سے جلانے کا حکم دیسکتا ہے؟ اصل واقعہ اسقدر تھا کہ کنانہ بن ابی الربیع کو اس شرط پر امان دیگئی تھی کہ کسی قسم کی بدعہدی اور خلاف بیانی نہین کریگا۔ اُسنے منظور بھی کرلیا تھا کہ اگر وہ اسکے خلاف کچھ کریگا تو قتل کا مستحق ہوگا (ابوداؤد باب حکم ارض خیبر و طبقات ابن سعد غزوۂ خیبر ص ۷۷ سطر ۲۳) کنانہ نے بدعہدی کی اور جو امن اُسکو دیا گیا تھا ٹوٹ گیا۔ کنانہ نے محمود بن مسلمہ کو قتل کیا تھا۔ اب اُسکے قصاص مین وہ قتل کردیا گیا جیسا کہ ابھی ہم نے طبری کی روایت سے نقل کیا ہے۔

اب دیکھو اس روایت مین کیا کیا واقعات اضافہ ہوگئے (۱) قتل کا واقعہ کنانہ کے ساتھ خاص تھا خزانہ کے چھپانے کا وہی مجرم تھا محمود بن مسلمہ کو اُسی نے قتل کیا تھا اس لیے وہی قتل کیا جاسکتا تھا۔ اضافہ کا پہلا قدم یہ ہے کہ ابن سعد نے بکر بن عبدالرحمٰن سے جو روایت متصل نقل کی ہے اُسمین کنانہ کے ساتھ اُسکے بھائی کا بھی نام بڑھادیا ہے یعنی دونون قتل کیے گئے۔ فضرب اعناقھما وسبی اھلیھما دونون کو قتل کرادیا اور انکی عورتون اور بچون کو لونڈی غلام (۲) بنا لیا گیا۔ یہان تک بھی خیریت تھی لیکن ابن سعد نے عفان بن مسلم سے جو روایت نقل کی ہے وہ اس سے بھی زیادہ وسیع ہوگئی ہے یعنی دونون بھائیون کے ساتھ تمام یہودی بھی گرفتار اور لونڈی غلام بنالیے گئے۔ فلما وجد المال الذی غیبوہ فی مسک الجمل سبی نساءھم جب وہ خزانہ مل گیا جسکو انھون نے اونٹ کی کھال مین چھپا رکھا تھا تو اُنکی عورتین گرفتار کین اور لونڈیان بنالین (دیکھو ابن سعد ص ۷۸ و ۸۱)

لیکن جب یہ روایتین معقولانہ اصول تنقید سے جانچی جاتی ہین تو چھلکے اُتر جاتے ہین اور اصل حقیقت رہ جاتی ہے تمام یہود کا قتل اور زن و بچہ کا گرفتار ہونا ایک طرف۔ خود صحیح بخاری سے ثابت ہے کہ کنانہ کا بھائی تک قتل نہین کیا گیا اور حضرت عمر کے زمانہ خلافت تک زندہ تھا صحیح بخاری مین ہے

فلما اجمع عمر على ذلك اتاه احد بني ابي الحقيق قال يا امير المومنين اتخرجنا وقد اقرنا محمد وعاملنا على الاموال۔

پھر جب حضرت عمرؓ نے یہ (اخراج یہود) ارادہ کر لیا تو ابوالحقیق کا ایک بیٹا اُنکے پاس آیا اور کہا کہ امیرالمومنین آپ ہم کو نکالتے ہیں حالانکہ ہم کو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہنے دیا تھا۔

حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ یہ وہی کنانہ بن ابی الحقیق کا بھائی تھا۔

حافظ ابن القیم نے عام روایتوں کی وسعت کو گھٹا کر۔ زاد المعاد میں اس حد تک پہونچایا ہے۔

ولم يقتل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بعد الصلح الا ابني ابي الحقيق

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کے بعد ابی الحقیق کے دونوں بیٹوں کے سوا اور کسی کو قتل نہیں کیا۔

لیکن حافظ موصوف کو اگر صحیح بخاری کی عبارت مذکورہ پیش نظر ہوتی تو غالباً یہ مقدار اور بھی گھٹ جاتی۔

ابوداؤد میں جہاں ارض خیبر کا عنوان باندھا ہے وہاں صرف ابن ابی الحقیق کے مارے جانے کا ذکر کیا ہے۔

یہ نکتہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ابوداؤد میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے سعیہ (حی ابن اخطب کے چچا) سے پوچھا تھا کہ وہ خزانہ کیا ہو گیا۔ اُس نے کہا لڑائیوں میں صرف ہو گیا۔ باوجود اسکے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف کنانہ کے قتل کا حکم کیا۔ یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ کنانہ کا قتل محمود بن مسلمہ کے قصاص میں ہوا تھا ورنہ اگر خزانے کے چھپانے کا جرم قتل کا باعث ہوتا تو اس جرم کے مجرم اور بھی تھے۔ مورخین نے پہلے غلطی یہ کی کہ کنانہ کے قتل کا سبب اخفائے خزانہ سمجھے اور چونکہ اس جرم میں اور لوگ بھی انہیں شریک تھے۔ اس لیے تعمیم کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کنانہ کا تمام خاندان قتل کر دیا گیا　سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۶۳-۳۶۴

حضرت جعفر کا مہاجرین حبشہ کے ساتھ خیبر میں حاضر ہونا

شبلی صاحب نے خیبر کے متعلق اتنے ہی واقعات لکھے ہیں تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے متعلق ابھی اور قابل الذکر واقعات ہیں جن کو آپ نے نہیں لکھا ہے۔ انہیں میں حضرت جعفر کا مہاجرین حبشہ کی جماعت لے کر ملک حبشہ سے مدت کے بعد واپس آنا ہے۔ قبیلہ اشعریین کے وفد کا حاضر خدمت ہونا جن میں ابوموسیٰ الاشعری بھی داخل تھے اور سب کا اسلام لانا۔ خیبر کے خاص مقامی واقعات ثابت ہوتے ہیں۔

جناب جعفر ابن ابیطالب کی معاودت کی مفصل کیفیت زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو

روى البيهقي عن جابر ان جعفر لما قدم عليه صلى الله عليه وآله وسلم تلقاه فقبل جبهته ثم قال ما ادري بايهما افرح بفتح خيبر ام بقدوم جعفر

بیہقی نے جابر سے روایت کی ہے جب حضرت جعفر خیبر میں آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ نے فرط محبت سے اُنکی پیشانی کا بوسہ لیا اور ارشاد فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا کہ میں اپنی ان دو خوشیوں میں سے کس پر اظہار مسرت کروں۔ فتح خیبر پر یا آمد جعفر پر

اسکے بعد غنائم خیبر کی تقسیم کے ذیل مین زرقانی ابو موسیٰ الاشعری کی زبانی لکھتے ہین۔

حتی قدمنا معه (جعفر) جمیعا فوافقنا النبی صلعم حین افتتح خیبر فاسهم لنا ولم یسهم لاحد غاب من فتح خیبر منها شیئا الا لمن شهد هامعه الا اصحاب سفینتنا مع جعفر و اصحابه فانه قسم لهم معنا

جلد دوم صـ۲۸۳ مصر

(ابو موسیٰ کہتے ہین) تا اینکہ ہم لوگ ہمراہی حضرت جعفر روانہ ہوئے اور فتح خیبر کے موقع پر خدمت نبوی مین حاضر ہوئے آنحضرت صلعم نے ہم لوگون کو غنیمت خیبر مین حصہ دیا اور کسی شخص واحد کو جو فتح خیبر مین شریک یا حاضر نہین تھا حصہ نہین دیا۔ سوائے اُنکے جو حضرت کے ساتھ جنگ مین شریک تھے یا ہم لوگ اہل سفینہ (مہاجرین حبشہ) کے جو ہمراہی حضرت جعفر آئے تھے انھین البتہ غنیمت مین حصہ دیا۔

انھین واقعات کے ذیل مین حضرت عمر کی بحث فضیلت کا جملہ معترضہ بھی داخل ہے جسکی کیفیت حسب ذیل زرقانی کی عبارت مین نقل کی جاتی ہے۔

ان عمر قال لاسماء بنت عمیس سبقناکم بالهجرة فنحن احق برسول الله منکم فغضبت وذکرته له صلی الله علیه واله وسلم فلیس باحق لی منکم له ولاصحابه هجرته واحدة ولکم انتم اهل السفینة هجرتان صـ۲۸۳

حضرت عمر نے حضرت اسماء بنت عمیس (زوجہ حضرت جعفر) سے کہا کہ ہم لوگ تم لوگون سے مرتبہ ہجرت مین بڑھے ہوئے ہین اور ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ تم لوگون سے زیادہ مستحق ہین۔ یہ سنکر اسماء بنت عمیس کو سخت طیش آیا۔ اور آنحضرت صلعم سے جاکر اسکا ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ میرے مستحق نہین ہین۔ اُنکے (عمر کے) اور اُنکے اصحاب کی صرف ایک ہجرت ہوئی ہے اور تم لوگ اہل سفینہ کی دو ہجرتین ہوئی ہین۔

وفد اشعریین اشعریین کے اسلام لانے کے متعلق خود جلد دوم مین تحریر فرمایا گیا ہے۔

خیبر مین اشعریین سنہ ہجری مین۔ یمن کا ایک نہایت معزز قافلہ اشعری تھا۔ ابو موسیٰ الاشعری اسی قبیلہ سے ہین۔ ان لوگون نے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خبر سُنی تو ترپن شخصون نے مدینہ کی ہجرت کا قصد کیا۔ اس قافلہ مین حضرت موسیٰ الاشعری بھی تھے۔ یہ لوگ جہاز مین سوار ہوکر چلے لیکن ہوائے مخالف نے جہاز کو حبش مین پہونچا دیا وہان حضرت جعفر طیار بھی موجود تھے۔ وہ اپنے ساتھ لے کر عرب کو روانہ ہوئے۔ یہی زمانہ مین خیبر فتح ہوا تھا اور آنحضرت صلعم یہین تشریف فرما تھے۔ چنانچہ یہین ان لوگون نے شرف باریابی حاصل کیا۔ سیرۃ النبی جلد دوم

معاودت حضرت جعفر کے حالات نہ لکھنے کی تو یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ اسکے ذکر سے ایک بنی ہاشم کی فضیلت اور حضرت عمر کی بیجا معارضت کا اظہار ہوتا ہے لیکن وفد اشعریین کے اس مقام خاص سے مرفوع القلم فرما دیے جانے کی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی۔ حالانکہ آپکی عبارت مندرجۂ بالا سے بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ اشعریین کا وفد خاص خیبر ہی کے دوران قیام مین مشرف بہ زیارت ہوا ہے۔

تقسیم خمس خیبر میں بنی ہاشم کی ترجیح دو واقعہ ۷ھ ہجری

شبلی صاحب نے ایک اور واقعہ چھوڑ دیا ہے۔ وہ خمس خیبر کی تقسیم کے متعلق ہے چونکہ اس واقعہ میں بنی اُمیہ پر بنی ہاشم کی فضیلت ظاہر ہوتی تھی اور اُنکی مساوات فی الاصل والنسل کے دلائل تو ہمیشہ باطل ہوتے تھے۔ اسلیے شبلی صاحب کو کف لسان ضرور تھا لیکن استخراج خمس کا عنوان تو آپ خود دیئے لکھکر قائم کر چکے ہیں کہ خیبر کی زمین تمام مجاہدین پر جو اس جنگ میں شریک تھے تقسیم کر دی گئی۔ اسی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خمس بھی تھا۔ ص ۴۵۸ اب اس رقم خاص کی تقسیم میں کیا واقعات پیش آئے وہ محدث شیرازی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

و نصیب کامل از خمس بہ بنی ہاشم و بنی المطلب ارزانی داشت چنانچہ از جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ مرویست کہ چون پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سہم ذوی القربیٰ را از غنائم خیبر بہ بنی ہاشم و بنی مطلب داد۔ من و عثمان بن عفان بنزد حضرت رفتیم و گفتیم ما انکار فضل برادران خویش از بنی ہاشم نمیکنیم زیراکہ وجود شریف تو از ایشان است فاما مراتب ما و بنو مطلب بہ نسبت تو یکیست چون است کہ ایشان را سہم ذوی القربیٰ دادی و مارا محروم گذاشتی۔ در جواب فرمود کہ بنو ہاشم و بنو مطلب نیستند مگر شے واحد۔ پیچید بین اصابع مبارک را تشبیک فرمود و در روایتے آنکہ فرمود ما و بنو مطلب از ہم جدا نہ گشتند۔ نہ در جاہلیت و نہ در اسلام ص ۳۹۰ روضۃ الاحباب۔

آپ نے خمس کی کل رقم بنی ہاشم و بنو مطلب کو عنایت کر دی چنانچہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ نے خمس کی رقم ذوالقربیٰ میں بنی ہاشم و بنی مطلب کو دیدی تو ہم اور عثمان بن عفان آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوے اور عرض کی کہ ہم لوگوں کو اپنے برادران بنی ہاشم کی فضیلت کا انکار نہیں ہے کیونکہ حضور کا وجود اقدس اُنھیں سے ہے لیکن حضور کے ساتھ قرابت رکھنے کے اعتبار سے ہم اور بنو مطلب ایک ہیں۔ پھر یہ کیسے ہوا کہ اُن لوگوں کو ذوی القربیٰ کے حصہ دیدیے گئے۔ اور ہم لوگ اُس سے بالکل محروم رکھے گئے۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ بنی ہاشم و بنی مطلب جدا نہیں ہیں بلکہ ایک ہی چیز ہیں جیسی کہ یہ انگلیاں۔ اسکے ساتھ ہی آپنے اپنی انگلیاں جدا کرکے پھر ملالیں اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ہم اور بنو مطلب کبھی جدا نہیں ہوے نہ جہالت کے ایام میں اور نہ اسلام میں۔

تقسیم غنیمت خیبر

تقسیم غنائم کی نسبت تو شبلی صاحب نے گویا کچھ بھی نہیں لکھا اور نہ اُن خاص احکام نبوی کا ذکر کیا ہے جو حصول غنائم کے متعلق نافذ فرمائے گئے تھے۔ اور نہ ارض خیبر کی نسبت کوئی تفصیلی حالت معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ انہیں سے اکثر واقعات کو مبہم چھوڑ دیا ہے۔ جن کا انکشاف حقیقت عام واقفیت کی ضرورت سے ہمارا فرض ہے۔ اس بنا پر ہم اُسکو پوری تفصیل کے ساتھ محدث شیرازی کی عبارت سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

فروہ بن عمر بیاضی را امر فرمود تا غنائم خیبر را در حصار نطاۃ جمع کند۔ فروہ حسب فرمودہ بدان جمع قیام نمودہ و امتعہ و اسلحہ و اطعمہ بسیار و نعم بیشمار جمع کردہ و در آن

فروہ بن بیاضی کو حکم ہوا کہ خیبر کے تمام غنیمت کو قلعہ نطاۃ میں جمع کرو۔ فروہ نے حسب الحکم تمام اموال غنیمت جمع کر دیا۔ ہر قسم کے لباس اور اسباب جنگی اسلحات اور کھانے پینے کی کثرت سے چیزیں اکٹھا ہو گئیں۔

میان صحائف متعدد از توریت بود یہود بطلب آنہا
آمدند حضرت امر فرمود کہ صحائف باز گردانید و منادی
رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در ایام جمع غنائم ندا میکرد
ادّوا الخیط والمخیط فانّ الغلول عار و شنار و نار یوم
القیامۃ یعنی اگر ریسمانے و سوزنے از غنیمت بامیر غنیمت
برسانید و پوشیدہ و پنہان مدارید بدرستیکہ خیانت در
غنیمت موجب عار و نار دوزخ است در روز قیامت و
بصحت رسیدہ کہ غلامے سیاہے بودہ کہ رحل و متاع
سفر پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بعہدہ او بود و در روایتے
آنکہ عنان دابہ حضرت نگاہ می داشت در وقت مقابلہ او را
کرکرہ می گفتند۔ دران ایام بمرد حضرت فرمود کہ وے
در آتش دوزخ است اصحاب بتفحص بار او مشغول شدند
ودران میان گلیمے پشمینہ یافتند کہ از غنائم پیش از قسمت
گرفتہ بود و مروی است کہ در روزے خیبر مردے از صحابہ
وفات یافت حضرت را اعلام کردند فرمودند بر صاحب
خود نماز گذارید برنگ روئے مردم متغیر شد ازین
سخن۔ فرمود کہ این یار شما خیانت کردہ در غنیمت۔
راوی گوید کہ متاع او را تفتیش کردیم۔ مہرہ چند از
مہرہاے یہود یافتیم کہ بدو درہم نمی ارزید

و در روز جمع غنائم و اخذ سبایا حضرت فرمود کہ ہر کہ
ایمان بخدا و بروز جزا دارد باید کہ آب خود را بزراعت
دیگرے ندہد و باید کہ از زنان سبایا ہیچ زن را وطی
نکند تا عدۃ او منقضی نشود۔ باید کہ ہیچ چیز از
غنیمت قبل از قسمت نفروشد چون تمام غنائم جمع شد

انہیں اشیاء میں توریت کے متعدد نسخے بھی تھے۔ یہود نے انکو واپس
مانگا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا کہ انکی کتابیں انکو واپس
دیدو پھر آپ نے جمع غنائم کی نسبت یہ عام منادی کرادی کہ اگر کسی کے پاس
بقدر ایک سوئی یا ایک رسی کے ٹکڑے کے بھی کوئی چیز غنیمت کے مال میں سے
ہو وہ اپنے امیر کے پاس جمع کردے کیونکہ غنیمت میں خیانت ذلت اور
معصیت اور آتش دوزخ کا قیامت میں باعث ہے اور روایات صحیحہ سے
ثابت ہے کہ ایک حبشی آپ کا غلام تھا کہ آپ کی سواری اور اسباب سفر ہی
کے متعلق رہا کرتا تھا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مقابلہ کے وقت آپکی
سواری کی لگام پکڑے رہتا تھا۔ اسکا نام کرکرہ تھا۔ وہ اتفاقاً رستہ
مر گیا آپنے فرمایا کہ وہ جہنم میں ہے لوگ متعجب ہو کر اسکی تفتیش حال کرنے لگے
تو اسکے پاس ایک اونی کمل پایا گیا جسکو اسنے تقسیم غنیمت سے قبل لیکے
چھپا رکھا تھا اور یہ بھی منقول ہے کہ اسی دن ایک صحابی نے انتقال
فرمایا آنحضرت صلعم کو خبر کی گئی آپنے ارشاد فرمایا تم لوگ اپنے رفیق
کی نماز پڑھ لو۔ یہ ارشاد سنکر سب کے چہرے متغیر ہو گئے یہ حالت دیکھکر
آپنے فرمایا کہ تمہارے رفیق نے غنیمت میں خیانت کی ہے۔ لوگ تلاش
کرنے لگے تو اسکے اسباب میں یہود کی چند انگوٹھیاں پائی گئیں۔
جو دو درہم کی قیمت کی بھی نہیں۔

جمع غنائم اور گرفتاری اسرا کے متعلق آپنے اپنی زبان مبارک سے
اعلان فرمایا تھا کہ جو شخص خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہو اسکو چاہیے کہ اپنا
پانی دوسروں کی زراعت پر نہ نقصان کرے اسکو چاہیے کہ اسیر عورتوں
میں سے کسی کے ساتھ مقاربت نہ کرے جبتک کہ ایام عدت اسکے پورے
نہولیں اور غنیمت کی کوئی چیز قبل از تقسیم نہ فروخت کرے۔ جب تمام
مال غنیمت جمع ہو گیا تو آپنے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ اہل لشکر کی تعداد
کو شمار کرو۔ شمار کیا گیا تو چودہ سو آدمی نکلے پس آپنے تمام و کمال اموال

زید بن ثابت را امر فرمود - مردے را ایک سہم و اسپے را دو سہم و زنان را کہ بجہت خدمت اہل لشکر و تداوی مرضے و جرحے ہمراہ شدہ بودند چیزے عطا فرمود - لیکن سہم بایشان نداد و در بعض کتب سیر است کہ ایشان را نیز داخل سہام گردانید ۳۸۹ لکھنؤ	غنیمت جملہ اہل لشکر پر اس طرح تقسیم فرمادی کہ پیدل کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصہ عنایت کیے - عورتون کو جو اہل لشکر کی خدمت اور علاج مرض و جراحت کی ضرورت سے ہمراہ آئین تھین کچھ معاوضہ کے طور پر عنایت ہوا لیکن انکو حصہ نہین دیا گیا - اور بعض اہل سیر کہتے ہین کہ انکو بھی سہم غنیمت مین داخل کیا -

تمام روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ غنیمت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے ایک ہی حصہ ایک معمولی پیدل سپاہی کے برابر یہ رسالت کی عادلانہ مساوات تھی - شبلی صاحب بلاذری کی سند سے لکھتے ہین -

ولرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہم احدہم — آنحضرت صلعم کا حصہ بھی عام لوگون کی طرح ایک حصہ تھا -

سنن ابوداؤد کے حکم ارض خیبر کے ذکر مین بھی مرقوم ہے -

النبی صلعم معہم لہ سہم کسہم احدہم — آنحضرت صلعم بھی مجاہدین کے ساتھ تھے - اور آپ کا سہم بھی ایک آدمی کے سہم کے برابر تھا

خیبر مین بعض احکام فقہیہ کا نزول

شبلی صاحب نے موقع خیبر کو بعضے احکام فقہیہ کے نزول کا خاص موقع بھی تبلایا ہے - آپ کی عبارت یہ ہے -

(۱) ارباب سیر نے غزوہ خیبر کے تذکرہ مین عموماً ذکر کیا ہے کہ اس موقع پر متعدد جدید فقہی احکام نازل ہوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی تبلیغ کی انکی تفصیل یہ ہے -

(۱) پنجہ دار[1] جانور حرام ہو گئے -

(۲) درندہ جانور حرام ہو گئے -

(۳) گدھا اور خچر حرام ہو گیا -

(۴) ابتک معمول تھا کہ لونڈیون سے فوراً تمتع جائز تھا - اب استبرا کی قید ہو گئی یعنی اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل تک - ورنہ تین مہینون تک تمتع جائز نہین -

(۵) سونے چاندی کا بتفاضل خرید نا حرام ہوا -

(۶) بعض روایتون مین ہے کہ متعہ بھی اسی غزوہ مین حرام ہوا -

---

[1] پنجہ دار و دار لفظ صحیح المعنی اور قریب المفہوم نہین - اسلیے کہ ہر جانور پنجہ دار ہے اسلیے کہ اسکے پنجہ ہوتے ہین - پنجہ کش ہونا چاہیئے تھا - جو پنجہ سے شکار کرنے والے جانور کی تخصیص تبلاتا ہے - المولف عفی عنہ

ہم کو شبلی صاحب کی اس فہرست میں کسی کی حرمت کی نسبت تصریح و تشریح کی ضرورت نہیں۔ صرف آخر نمبر ۶ حرمت متعہ کی حقیقت کا انکشاف کرنا ہے۔ شبلی صاحب تو اپنی عادت کے مطابق اس مختلف فیہ مسئلہ کی حرمت لکھ کر اپنی کتاب میں گویا قائم کر گئے۔ حالانکہ بعض روایتوں میں ہر صاف صاف بتلا رہا ہے کہ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور اسکی حرمت ویسی قطعی ثابت نہیں جسطرح اور محرمات کی۔ لیکن آپ کو تائید عقاید اور تقلید اسلاف منظور ہے۔ اسلیے باوجود اعتراف اختلاف کے آپنے مثل اور محرمات کے اسکو بھی داخل کتاب کر ہی دیا۔ اب دیکھیے خیبر میں متعۃ النساء کی حرمت کا نازل ہونا۔ آپ ہی کے علما کی اسناد سے کہاں تک ثابت ہے۔ جسکو آپ اس دلیری سے بغیر کسی حوالے کے لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ذیل کی عبارت۔

فی صحیح البخاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نھی عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن اکل الحمار الانسیہ

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر میں متعۃ النساء اور خر اہلی کا گوشت کھانے سے ممانعت فرمائی۔

علامہ عینی شارح صحیح بخاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قال ابن عبد البر ذکر النھی عن المتعۃ یوم خیبر غلط وقال السھیلی النھی عن المتعۃ یوم خیبر لا یعرفہ احد من اھل السیرۃ ورواۃ الاثر وقد روی الشافعی عن مالک باسنادہ عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نھی یوم خیبر عن اکل لحوم الحمر الاھلیۃ لم یزد علی ذلک وسکت عن قصۃ المتعۃ وفی زاد المعاد لابن القیم قال قاسم ابن اصبغ قال سفیان بن عیینہ یعنی انہ نھی عن لحوم الحمر الاھلیۃ زمن خیبر لا عن نکاح المتعۃ ذکرہ ابو عمر فی التمھید　تاریخ احمدی ص ۶۳

حافظ ابن عبد البر کا قول ہے کہ بروز خیبر متعۃ النساء سے ممانعت ہونیکا قول غلط ہے۔ علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ اہل سیر و تاریخ اور رواۃ اثر میں سے کوئی بھی اس بات کو نہیں جانتا کہ بروز خیبر متعۃ النساء سے ممانعت کی گئی ہو۔ اور امام شافعی نے اپنے اسناد کے ساتھ مالک سے حضرت علیؑ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن صرف گوشت خر کے استعمال سے ممانعت فرمائی اور اس حدیث میں متعۃ النساء کی ممانعت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور زاد المعاد ابن قیم میں ہے کہ سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جنگ خیبر کے زمانہ میں گوشت خر کے استعمال سے ممانعت فرمائی ہے۔ نکاح متعۃ النساء سے ممانعت نہیں کی۔ جیسا کہ ابو عمر (ابن عبد البر) نے تمہید میں ذکر کیا ہے

جنگ خیبر بالکل دفاعی تھی

شبلی صاحب نے خیبر کے عنوان ہی میں غزوۂ خیبر پر سیاسی جنگ کا ہلکا سا رنگ چڑھا دیا ہے مگر پھر جیسے جیسے واقعات لکھتے گئے ہیں اور سمجھتے گئے ہیں۔ انپر اسکی دفاعی اور حفاظت خود اختیاری کی حقیقت روشن ہوتی گئی ہے ہم نے تمہید ہی میں آپ کے اس خیال و قیاس کی تنقید کر دی ہے۔ لیکن آپ کو خود اپنی اس غلط فہمی کا خیال لگا تھا۔ چنانچہ حالات خیبر کے خاتمہ پر۔ جب آپ نے اس کو ایام محرمات میں واقع ہونے پر بحث کی ہے۔ تو آپ کو اسکی دفاعی

ہونے کی حقیقت کا اقرار کرنا پڑا ہے۔ ملاحظہ ہو انہی حسب ذیل عبارت۔

ایک اور نکتہ۔ اس قدر عموماً مسلّم ہے کہ بڑا واقعہ محرم میں پیش آیا یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ سے نکلے تو محرم کی اخیر تاریخیں تھیں۔ محرم میں لڑائی شرعاً ممنوع ہے۔ اس لیے محدثین اور فقہا میں اسکی توجیہ کے متعلق اختلاف پیدا ہوا بہت سے فقہا کا یہ مذہب ہے کہ اوائل میں البتہ ان مہینوں میں لڑائی ممنوع تھی لیکن پھر وہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ابن القیم نے لکھا ہے کہ حرمت کا پہلا حکم جو نازل ہوا تھا وہ اس آیت کے رو سے تھا۔

قل قتال فیہ کبیر و صدٌ عن سبیل اللہ — کہدو کہ اس مہینہ میں لڑائی گناہ ہے اور خدا کی راہ سے روکنا ہے

پھر سورۂ مائدہ میں یہ آیت اُتری

یا ایّھا الذین اٰمنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشھر الحرام — مسلمانو۔ خدا کی حدبندیوں اور ماہ ہائے حرام کی بیحرمتی نہ کرو۔

یہ پچھلی آیت پہلی آیت کے آٹھ برس بعد نازل ہوئی۔ اس وسیع زمانہ تک تو حرمت کا حکم باقی رہا۔ اب وہ کونسی آیت یا حدیث ہے جس سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ولیس فی کتاب اللہ ولا سنۃ رسولہ ناسخ لحکمھا اور خدا کی کتاب اور حدیث میں ان آیتوں کے حکم کا کوئی ناسخ نہیں ہے

مجوزین نے یہ استدلال کیا ہے کہ فتح حرم۔ طائف کا محاصرہ۔ بیعت الرضوان سب ماہ حرام میں ہوے تھے۔ اس لیے اگر ماہ حرام میں لڑائی جائز نہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکو کیونکر جائز رکھتے۔ حافظ ابن القیم نے جواب دیا ہے کہ ماہ حرام میں ابتداءً جنگ کرنا حرام ہے لیکن اگر دشمن کا مدافعہ مقصود ہے تو بالاتفاق جائز ہے۔ وہ سب واقعات دفاعی تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشدستی نہیں کی تھی۔ بلکہ دفاع کیا تھا۔ بیعت رضوان اسی لیے لی گئی تھی کہ یہ خبر مشہور ہو گئی تھی کہ کفار نے حضرت عثمان کو جو سفیر ہو کر گئے تھے۔ قتل کر دیا تھا۔ طائف کا محاصرہ کوئی مستقل جنگ نہ تھی۔ بلکہ غزوہ حنین کا بقیہ تھا جسمیں خود کفار ہر طرف سے جمع ہو کر حملہ آور ہوے تھے۔ فتح حرم کا واقعہ حدیبیہ کی شکست صلح کا نتیجہ تھا جس کی ابتدا کفار نے کی تھی۔

حافظ ابن القیم نے نہایت صحیح جوابدیا۔ لیکن خاص خیبر کے معاملہ میں اس گرہ کو نہ کھول سکے اور بحث نامفصل رہگئی۔ حافظ ابن القیم کے استاد علامہ ابن تیمیہ کو بھی اس موقع پر اشتباہ ہوا۔ اُنھوں نے الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسقدر لڑائیاں کیں سب دفاعی تھیں صرف بدر اور خیبر اس سے مستثنیٰ ہیں لیکن اگر علامہ موصوف زیادہ استقصا کرتے تو ثابت ہوتا کہ بدر اور خیبر بھی مستثنیٰ نہیں۔ بدر کا بیان اوپر گذر چکا ہے خیبر کے ماسبق واقعات کو ترتیب دے کر دیکھو تو صاف نظر آجائیگا کہ یہود اور غطفان مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر چکے تھے[1]

[1] شبلی صاحب کے اس نکتہ پر ہمکو یہ نکتہ لگانا ہے کہ شبلی صاحب دیباچہ میں اہل سیرت پر واقعات کے معلل نہ لکھنے کا الزام لگاتے ہیں۔ اور اسکے عدم اندراج

وادی القریٰ اور فدک کے معاملات

وادی القریٰ اور فدک کے معاملات

غزوۂ خیبر کے بعد۔ وادی القریٰ۔ تیما اور فدک کے واقعات یکے بعد دیگرے پیش آئے اور حقیقتاً یہ تمام واقعات خیبر کے سلسلۂ وقائع کے ساتھ منسلک ہیں۔ لیکن چونکہ ان میں فدک کے واقعات بھی داخل ہیں۔ جسکا تفصیلی بیان شبلی صاحب کے مُدّعائے تالیف کے لیے حسبقدر ضرر رسان ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ اسلیے آپ اس وادی کو بڑی سرعت کے ساتھ طے کرجاتے ہیں۔ چونکہ تاریخ لکھ رہے ہیں انکار تو ممکن نہیں تھا اس لیے وادی القریٰ کے ساتھ فدک کا نام تو ضرور لکھ دیا گیا۔ مگر بیان کچھ بھی نہیں۔ ملاحظہ ہو آپ کا حسب ذیل عنوان اور اُسکا طرز بیان۔

وادی القریٰ اور فدک

تیما اور خیبر کے درمیان ایک وادی ہے۔ جسمین بہت سی بستیان آباد ہین انکو وادی القریٰ کہتے ہین۔ قدیم زمانے مین یہان عاد و ثمود آباد تھے۔ یاقوت نے معجم البلدان مین لکھا ہے کہ ثمود و عاد کے آثار اب بھی باقی ہین۔ اسلام سے پہلے ان بستیون مین آکر یہود آباد ہوے اور زراعت و آبرسانی کو بہت ترقی دی۔ اور اب یہ یہود کا خاص مرکز بن گیا تھا۔ (بحوالہ معجم البلدان لفظ قریٰ)

خیبر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی القریٰ کا رخ کیا۔ لیکن لڑنا مقصود نہین تھا۔ مگر یہود پہلے سے تیار تھے۔ انھون نے فوراً تیراندازی شروع کردی۔ آنحضرت صلعم کا ذکی محمل آپ کا غلام (مدعم) اُتار رہا تھا کہ ایک تیر آیا اور وہ جان بحق ہوئے۔ مورخین نے یہود کی تیاری کا ذکر نہین کیا ہے۔ لیکن امام بیہقی نے صاف تصریح کی۔ وقد استقبلتنا یهود بالرمی ولم نكن على تعبية۔ یہود ہمارے مقابلہ کو تیر چلانے لگے اور ہم تیار نہ تھے۔

بہرحال جنگ شروع ہوگئی۔ لیکن تھوڑے سے مقابلہ کے بعد یہود نے سپر ڈال دی اور خیبر کے شرائط کے موافق صلح ہوگئی۔ سیرۃ النبی جلد اوّل ص ۲۶۸

فدک کے خاص معاملات

تیما مین کیا ہوا۔ فدک مین کیا گذری۔ کچھ بھی نہین۔ صرف اتنا معلوم ہوا کہ خیبر کی شرائط کے موافق اہل فدک سے بھی صلح ہوگئی۔ شبلی صاحب کی موقع شناسی پیش بینی قابل داد ہے۔ آپنے فدک کے معاملات مین صرف مصالحت کی ظاہری صورت امتثالی قائم کرکے اسکو خیبر کے معاملات کے موافق بتلادیا۔ اسلیے کہ اس ظاہری تمثیل کا پردہ حقیقت حال پر پڑجائے اور اصل واقعیت نہ معلوم ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱) انکی بے اعتباری کا باعث بتلاتے ہین۔ ہم تبصرہ دیباچہ مین عرض کرچکے ہین۔ پھر یہان اُسی کی ذراسی یاددہانی کردیجاتی ہے کہ ان تمام اہم ترین وجوہات مین تو آپ ہی کی تحریر سے آپکے معقول نہ بتلانے کا الزام خاصکر آپکے محدثین اور فقہائے متبحرین کے سر جاتا ہے۔ پھر اکیلے سیرت والون کو ملزم کرنا کیا معنی۔ المولف عفی عنہ

اسمین کلام نہیں کہ صلح خیبر مین بھی ہوئی تھی اور فدک مین بھی۔ لیکن اُن دونون مین جو فرق امتیازی تھا وہ نکھر کر بتلایا گیا۔ اسلیے کہ آپکے مقاصد و مطالب کے مخالف تھا۔ حالانکہ تمام عربی تاریخ و حدیث کی کتابین اس فرق کو بالاتفاق بتلا رہی ہین۔ تاریخ ابن ہشام مین ہے۔

قال ابن اسحٰق فلمّا فرغ رسول الله صلی الله علیه و اٰله وسلم من خیبر قذف الله الرعب فی قلوب اهل فدك حین بلغهم ما اوقع الله تعالیٰ باهل خیبر فبعثوا الی رسول الله صلعم یصالحونه علی النصف من فدك فقدمت علیه رسلهم بخیبر او بالطریق او بعد ما قدم المدینه فقبل ذلك منهم فکانت فدك لرسول الله صلی الله علیه و اٰله وسلم خالصة لانّه لم یوجف علیها بخیل ولا رکاب

ابن ہشام جلد دوم ص ۱۹۵

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملات خیبر سے فراغت پائی تو خداوند عالم نے اہل فدک کے قلوب میں ایسا رعب پیدا کر دیا کہ اُنھون نے خود نصف حاصل فدک پر مصالحت کرنیکے لئے آنحضرت صلعم کیخدمت میں کہلا بھیجا۔ چنانچہ اُن لوگوں کا قاصد حاضر خدمت ہوا بعض کہتے ہیں کہ قیام خیبر ہی کے زمانہ مین آیا۔ اور بعض کہتے ہین کہ راستہ مین شرفیاب خدمت ہوا اور بعض کہتے ہین کہ مدینہ مین آپکے داخلہ کے بعد شرف حضوری سے بہرہ اندوز ہوا بہرحال آنحضرت صلعم نے اُنکی درخواست کو قبول فرما لیا لیکن فدک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خالصہ قرار پایا۔ اس لیے کہ اسمین جنگ و جہاد اور سوار و پیادہ سے کام لینے کی ضرورت نہین ہوئی۔

زرقانی بھی شرح مواہب لدنیّہ مین ابن اسحٰق کا یہی قول نقل کرتے ہین۔ طبری مین بھی بجنسہ یہی الفاظ ہین۔

فکانت فدك لرسول الله خالصة لانّه لم یوجف علیها بخیل ولا رکاب　　طبری ص ۱۵۸۹ جرمن

فدک جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خالصہ قرار پایا اسلیے کہ بغیر لشکر کشی کے حاصل ہوا تھا۔

تاریخ ابو الفدا مین ہے۔

کان فتح خیبر فی صفر سنة سبع للهجرة وسئل اهل خیبر رسول الله صلعم الصلح علی ان یساقیهم علی النصف من ثمارهم و یخرجهم متی شاء ففعل ذلك وفعل ذلك اهل فدك وکانت خیبر للمسلمین وکانت فدك خالصة لرسول الله لانها فتحت بغیر ایجاف خیل　　بحوالہ تاریخ احمدی ص ۲۴۶ لکھنؤ

خیبر ماہ صفر ۷ھ مین فتح ہوا اور اہل خیبر نے پیغمبر صاحب سے اس شرط پر صلح کر لی چاہی کہ اُنکو اُنکے باغات کے پھل نصف ملا کرین اور آنحضرت صلعم جب چاہین اُنکو خارج البلد کر دین چنانچہ اُنکی درخواست منظور کر لی گئی اور ایسا ہی معاملہ اہل فدک کے ساتھ بھی طے پایا۔ خیبر کی آمدنی مسلمانوں کے لیے تھی۔ اور فدک کی خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔ اسلیے کہ وہ بغیر حرب و ضرب فتح ہوا تھا۔

ان تاریخی مشاہدات کی جلوہ نمائیون سے شبلی صاحب کے استخفاف حقیقت کا پورا انکشاف ہو گیا۔ اور مورخ ابو الفدا کی

عبارت سے جو فرق امتیازی صلح خیبر اور مصالحہ فدک کے درمیان واقع ہے وہ پورے طور سے ظاہر ہوگیا۔ اور ثابت ہوگیا کہ صلح تزوو فون معاملات مین ہوئی۔ لیکن خیبر کی مصالحت سے جو جائداد حاصل ہوئی وہ عام اسلامی املاک قائم ہوئی اور فدک کے مصالحہ سے جو محاصل قبضہ مین آئی وہ خاص رسول اللہ صلعم کی جائداد قرار پائی۔

چونکہ عموماً معاملہ فدک سے اور خصوصاً استنفہا، و منفرد خالصہ رسول اللہ سے شبلی صاحب کے ایک اعظم ترین اصول عقائد کی بیخکنی ہوتی تھی۔ اس لیے آپ نے خالصہ کے لفظ کو کیا اُسکے ذکر ہی کو مرفوع القلم فرمادیا۔ اور یہ آپ کی موقع شناسی پیش بینی۔ مآل اندیشی۔ تقلید اسلاف اور تعلیم اخلاف کے اعتبار سے بہت ہی ضروری تھا۔ اسلیے فدک کے معاملات کو مختصر لفظون مین خیبر کے واقعات کا مماثل تبلاکر قصّہ ختم اور تحقیق کا دروازہ بند کردیا گیا۔ لیکن ؎ کجا ماند نہان رازے کزو سازند محفلہا۔

آخر شبلی صاحب خود ہی کھُل پڑے۔ اس موقع پر تو نہین۔ جلد دوم مین ہوتے ہوئے **متروکات رسول** صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر مین پہونچکر اس مبتدا کی خبر نکالی گئی۔ جسکو ہم بہت جلد اپنے سلسلۂ بیان مین آگے نقل کرتے ہین۔ ابھی ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان کو قائم رکھنا ضروری سمجھتے ہین۔

ہبہ فدک سنہ ہجری

ہبہ فدک کے واقعات حسب ذیل ہین۔ امام جلال الدین السیوطی تفسیر در منثور مین لکھتے ہین۔

اخرج البزار وابو یعلی وابن ابی حاتم عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت ھذہ الآیۃ وآت ذی القربی حقہ اقطع رسول اللہ صلعم فاطمۃ فدکا	بزار۔ ابو یعلی اور ابن ابو حاتم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب آئیہ وآتِ ذا القربی حقہ نازل ہوا تو پیغمبر صاحب نے فدک کی جائداد حضرت فاطمہؑ کو عطا کی تاریخ احمدی ص ۶۴

تنہا امام سیوطی ہی نے اس واقعہ کو نہین لکھا ہے۔ بلکہ اور محدثین نے بھی مثل امام حاکم اور مُلّا علی متقی وغیرہم نے بھی اسکو قلمبند کیا ہے۔ چنانچہ مُلّا علی مُتقی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

فی کنز العمال للشیخ علی متقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم	شیخ علی متقی نے کنز العمال کی کتاب الاخلاق کی فصل صلۂ رحم مین لکھا ہے کہ ابو سعید خدری نے روایت کی ہے کہ جب آئیہ وات ذا القربی حقہ نازل ہوا تو جناب رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہؑ سے ارشاد کیا کہ اے فاطمہؑ فدک مین نے تجھے دیدیا۔

اگرچہ امام حاکم نے محض مختصر الفاظ مین بالکل سرسری طور پر اس واقعہ کا اعتراف کیا ہے۔ مگر اتنا بھی نہین جتنا امام سیوطی نے انھین ابو سعید کی زبانی بزار۔ ابو یعلی اور ابن ابی حاتم کی اسناد سے مندرج فرمایا ہے لیکن

ہم اس مختصر ہی کو بہت غنیمت سمجھتے ہیں۔

اب اس واقعہ کی اصل تفصیل۔ کتاب معارج النبوۃ۔ ملا معین ہروی ثم اللاہوری کے ذکر وقائع ۷ھ ہجری سے حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

در مقصد اقصیٰ باین عبارت مذکور است بعضی گویند کہ حضرت رسول خدا صلعم بسوے خیبر امیر المومنین علیؑ را فرستاد و مصالحہ بر دست حضرت امیرؑ واقع شد بر آن نہج کہ حضرت امیرؑ قصد خون ایشان نکند و حوائط و خواص ازان رسولؐ باشد پس جبرئیل نازل شد و گفت کہ حقتعالیٰ میفرماید کہ حق خویشان بدہ۔ رسولؐ اللہ گفت خویشان من کیستند و حق ایشان چیست۔ جبرئیلؑ گفت فاطمہؑ است حوائط فدک را بادہ و آنچہ از خدا و رسولؐ او ست در فدک ہم باو بدہ۔ پیغمبرؐ فاطمہ را بخواند و برائے وے حجت نوشت و آن وثیقہ کہ فاطمہؑ بعد از وفات رسولؐ پیش ابوبکر صدیق آورد و گفت این کتاب رسول خداؐ ست کہ برائے من و حسنؑ و حسینؑ نوشتہ است۔

مقصد اقصیٰ میں مرقوم ہے کہ بعضوں کا قول ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت امیر المومنین علیؑ کو حوالی خیبر میں بھیجا اور وہاں مصالحت آپ ہی کے توسط سے ہوئی۔ اس شرط و اقرار سے کہ حضرت امیرؑ انکے قتل کا ارادہ نکریں اور وہ علاقہ خالصہ رسولؐ قرار پائے پس حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا کہ حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اپنے قرابتداروں کا حق دے دو۔ رسول اللہ صلعم نے پوچھا کہ میرے قرابتدار کون ہیں اور انکا حق کیا ہے حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ فاطمہ ہیں حوائط فدک انکو دے دو اور جو کچھ خدا و رسولؐ کا حق اسمیں ہے وہ بھی انھیں کو دیدو پس آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو بلایا اور انکے لیے ایک وثیقہ لکھدیا۔ یہ وہی وثیقہ تھا جسکو حضرت رسول خداؐ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے پیش کیا تھا اور بیان کیا تھا کہ یہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وثیقہ ہے جسکو آپ نے میرے اور حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کے لیے تحریر فرمایا ہے۔"

بالکل یہی عبارت۔ تاریخ حبیب السیر اور تاریخ روضۃ الصفا میں بھی مرقوم ہے (ملخص از کتاب تشئید المطاعن مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۴۳) ہبہ فدک کی یہ حقیقت حال تھی جو اتنے متواتر اور معتبر اسناد سے لکھی گئی۔ اب شبلی صاحب نے اسکے متعلق جلد دوم میں جو گلفشانی فرمائی ہے وہ یہ ہے۔ جلد دوم صفحہ ۱۶۴ میں مرقوم ہے۔

بہر حال اگر متروکات میں تھیں تو یہی تین چیزیں ہیں۔ کچھ زمین۔ سواری کے جانور۔ اور ہتیار۔ زمین حضرت عمر بن حارث نے جس زمین کا ذکر کیا ہے۔ وہ مدینہ۔ خیبر۔ اور فدک کے چند باغ تھے۔ مدینہ کی جائداد سے بنو نضیر کی جائداد مراد ہے۔ یا مخیریق نام ایک یہودی نے ۳ھ ہجری میں (غزوۂ احد کے موقع پر) آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چند باغ وصیتہ ہبہ کر دیے۔ مراد ہیں لیکن صحیح روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ باغ اسیوقت مستحقین کو تقسیم کر دیے تھے (بحوالہ بخاری و فتح الباری جلد ۶ ص ۱۴۱۔ و کھیہ نیز بخاری میں کتاب المغازی ذکر نضیر

فدک اور خیبر کی نسبت ابتدا ہی سے شیعہ اور اہل سنت میں اختلاف ہے۔ شیعہ کہتے ہیں یہ آپ کی ذاتی جائداد تھی اور وراثت کے طور پر اہل بیت پر تقسیم ہونی چاہیے اور چاہتی تھی۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ بطور ولایت اس لئے آپ کے قبضہ میں تھی۔ اور ذاتی ہو بھی تو آپ نے خود اقرار فرمایا تھا کہ ہمارا جو ترکہ ہو وہ صدقہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ اختلاف خود صحابہ کے زمانہ میں پیدا ہو چکا تھا۔ حضرت عباس آپ کے چچا۔ حضرت فاطمۃؑ صاحبزادی اور اکثر ازواج مطہرات مدعی تھیں کہ اس جائداد کو بطور وراثت تقسیم ہونا چاہیے۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور دیگر اکابر صحابہ نے کہا کہ یہ وقف عام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے زمانہ حیات میں ان تینوں جائداد کی آمدنی مختلف مدوں پر متعین کر دی تھی۔ بنو نضیر کی آمدنی ناگہانی ضرورت کے لیے مخصوص تھی۔ فدک کی آمدنی مسافروں کے لیے وقف تھی۔ خیبر کی آمدنی کو آپ تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ دو حصے عام مسلمانوں کے لیے تھے اور ایک حصہ ازواج مطہرات کو سالانہ مصارف کے لیے ملتا تھا۔ اس میں سے جو بچ جاتا تھا وہ غریب مہاجرین کے کام آتا تھا۔

آخر میں حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے اصرار پر مدینہ کی جائداد اُن دونوں کی تولیت میں دے دی تھی۔ لیکن حضرت علیؓ نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ خیبر اور فدک بدستور حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے زمانہ تک خلفا کے ہاتھ میں رہے۔ بحوالہ سنن ابوداؤد۔

پھر اسی صفحہ کے حاشیہ میں ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے باغ فدک سادات کو دیا تھا۔ سیرۃ النبی جلد دوم ص ۱۴

حقیقت تو چھپ ہی نہیں سکتی۔ لیکن اُسکے ساتھ اُسکے چھپانے کے انداز بھی نہیں چھپ سکتے۔ شبلی صاحب کی مرقومہ بالا عبارت کو پڑھئے۔ ایسے تو ثابت ہو جائے گا کہ آپکے دعوے کو نہ اُسکی دلیل سے کوئی واسطہ ہے اور نہ آپ کے سلسلہ بیان کے ایک سلسلہ کو دوسرے سلسلہ سے کوئی مناسبت۔ یہی بے ربطی اس مسئلہ کی لاجوابی کی قطعی دلیل ہے۔ حقیقت کا بے حقیقت وجود کا لاوجود اور واقع کا غیر واقع ثابت کرنا محال ہے۔ آپ نے جس عنوان سے اس بحث کی ابتدا کی ہے وہ آپ کے اضطراب اور پیچ و تاب کو صاف بتلا رہا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

" اگر متروکات میں تھیں تو یہی تین چیزیں تھیں۔ کچھ زمین۔ سواری کے جانور۔ اور ہتھیار" اگر کے حرف شرط سے آپ کا عنوان بیان ظاہر کر رہا ہے کہ آپ متروکات رسولؐ کا ذکر کرنا نہیں چاہتے۔ اور ان کو قطعی لاوجود سمجھتے ہیں۔ لیکن تمام کتابوں میں منقول و مذکور ہونے کی وجہ سے مجبور ہیں۔ دیکھیے حقیقت تھی۔ چھپ نہ سکی۔ آپ نے چھپانے کا قصد کیا۔ وہ بھی نہ ہوا۔ اسطرح کہ آپ ہی نے اپنے ہی دست قلم سے ڈھائی صفحوں کے روئے پشت میں متروکات رسول صلعم کی تفصیلی فہرست قلمبند فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو جلد دوم از صفحہ ۱۴۷ تا صفحہ ۱۵۱۔ تو اگر تھیں "کا جملہ شرطیہ پہلے لگانے سے کیا حاصل ہوا۔ بہر حال۔ آگے چلیے۔

گویا آپ کی طومار تفصیل فہرست متروکات مندرجۂ جلد دوم سے ظاہر ہوگیا کہ آپ کے نزدیک اتنی چیزین متروکات رسُول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) مین ثابت ہین اب آپ کی یہ پیش کردہ فہرست ایک طرف رکھی جاے اور حضرت عائشہ کی وہ خاص روایت جسکو آپ نے سنن ابوداؤد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

ما ترك رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم دینارا ولا درهما ولا بعیرا ولا شاتا | آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وقت وفات کوئی چیز از قسم دینار و درہم اور اونٹ اور بکری کے نہین چھوڑی

ایک طرف رکھی جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ تصریح صدیقہ کے خلاف نبی صلعم کی وفات کے بعد گھر مین عقبا کے ایسی مشہور و معروف اونٹنی موجود تھی۔ ایک خچر بھی تھا جس کا نام عفیر تھا ایک استر بھی تھا جس نام دُلدُل تھا۔ اور غالباً آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سے لیکر معرکۂ کربلا تک زندہ تھا۔ ایک گھوڑا بھی اصطبل مین تھا جس کا نام لحیف تھا اور وہ بقول آپ کے ابی ابن عباس کے باغ مین بندھا تھا اور جسکا ذکر امام بخاری نے کتاب الجہاد مین کیا ہے۔ ان کے علاوہ اسلحات بھی تھے۔ اور متعدد۔ جنکے جدا جدا نام آپنے اپنی فہرست مندرجہ مین گنوائے ہین۔ تو اب آپ کی طویل فہرست حضرت عائشہ کی مختصر حدیث سے مقابل کیجا دے تو معلوم ہوجائے گا کہ آپ کی پیش کردہ فہرست ام المومنین کی حدیث کی مخالف ہے اور ام المومنین کی حدیث آپ کی فہرست کی معارض۔ تو اب دونون مین سے کس پر اعتبار کیا جاوے۔ تدوین کتاب کے وقت یا تو ام المومنین کی حدیث کی نقل کافی سمجھی جاتی۔ اپنی فہرست رکھدی جاتی۔ یا اپنی فہرست لکھی جاتی اور ام المومنین والی حدیث تہ کردی جاتی۔

شاید یہ تاویل کیجائے کہ حدیث مین بعیر (اونٹ) کا لفظ ہے۔ ناقہ (اونٹنی) کا لفظ نہین ہے۔ اور یہان اونٹنی (عصبا) پائی جاتی ہے اسی طرح گدھے۔ خچر۔ اور گھوڑے کی موجودگی کے لیے یون بات بنائی جائے کہ حدیث عائشہ مین تو صرف اونٹ اور بکری کا نہونا لکھا ہے۔ دوسرے جانور کا ذکر نہین۔ تو آپ خود سمجھ سکتے ہین اور ایک بچہ بھی آپ کو سمجھا سکتا ہے کہ یہ تاویلات بالکل لغویات ہین اور سراپا مہملات بقول غالب مرحوم ؎

کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے۔

؎ باتفاق فریقین منقول ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد دلدل اسطرف اُسطرف دوڑنے لگا تو عمر سعد نے یہ دیکھکر لوگون سے کہا کہ اسکو احتیاط سے پکڑو اور آرام سے رکھو اس لیے کہ مرکب رسول اللہ صلعم ہے۔ خیر یہ ہے کوئی صاحب حق گو بھی وہین موجود تھے کہنے لگے تعجب ہے کہ تو نے رسول اللہ کے نواسے کو تو ذبح کردیا۔ کوئی تعظیم نہین کی اور نہ اُنکا کوئی درد تجھکو آیا۔ اب اس خچر کی تجھے اسقدر تکریم و منزلت ادب واحترام اور آرام و حفاظت منظور ہے،، فاعتبروا المؤلف عفی عنہ

حدیث عائشہ کے خلاف جو حدیث آپنے بخاری کی کتاب الجہاد سے بحوالہ عمر بن حریث لکھی ہے وہی آپکے مطلب کے لیے بالکل مفید تھی کیونکہ اُسمین جعلها صدقة کا فقرہ موجود تھا۔ اور یہی آپ کی تمام قلمکاریون کا اصل مدّعا تھا۔ حدیث عائشہ مین تو یہ فقرہ موجود بھی نہین۔ اور اُسمین اتنے مناقضات واختلافات موجود تھے تو پھر اس حدیث عائشہ کو عمر بن حریث کی حدیث کی موجودگی مین لکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آپکے اس خلط بحث اور اجتماع اختلافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلسلۂ بیان و استدلال مین ضعف و بے ربطی پیدا ہوگئی۔ وہان کوئی اونٹ یا کوئی جانور نہین تھا۔ یہان اصطبل مین مختلف جنس وقسم کے اتنے جانور نکل آئے۔

اسلحات کے متروکات مین تو ام المومنین ایک نام بھی نہین لیتین۔ لیکن آپ اپنی فہرست مین ۹ عدد تلوارین چھ عدد کمانین ایک ترکش جسکا نام کافور تھا۔ ایک کمر سے لگانے کی چمڑے کی پیٹی جسمین چاندی کے حلقے لگے تھے۔ ایک ڈھال جسکا نام زلوق تھا۔ پانچ عدد برچھیان۔ دو عدد لوہے کی مغفر۔ ایک کا نام موشح دوسرے کا سبوغ۔ انکے علاوہ تین جبّے جنکو آپ لڑائی مین پہنتے تھے۔ اُنمین سے ایک دیباے سبز کا تھا ایک سیاہ علم جسکا نام عقاب تھا۔ اور بھی سفید و سیاہ علم تھے۔ لکھکر بتلاتے ہین اور یہ سب چیزین متروکات رسول صلعم مین ملکر مجموعًا انتیس[۲۹] ثابت ہوتی ہین۔ مگر حضرت عائشہ صدیقہ ان مین سے ایک کا ذکر کیسا نام بھی نہین لیتین

شبلی صاحب نے متروکات کی فہرست ابھی تمام نہین کی۔ دو چیزین اور نکال لائے ایک خاتم اور ایک عصاے مبارک جنکی نسبت یہ تفصیل کی گئی ہے۔

استحقاق خلافت کی بنا پر خاتم (مہر) اور عصاے مبارک جنکا احادیث مین ذکر آیا ہے۔ پہلے حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان (اصل تو اس کا لکھنا اور ترتیب خلافت کی بنیاد قائم کرنا تھا۔ مولف) کے قبضے مین آئے لیکن پھر عثمان کے عہد مین یہ دونون چیزین ضائع ہوگئین۔ انگوٹھی تو حضرت عثمان کے ہاتھ سے ایک کنوین مین گر گئی اور عصاے مبارک کو جہجاہ غفاری نے توڑ ڈالا　　　سیرۃ النبی جلد دوم ص ۱۵۱

اب یہ دونون چیزین ملاکر مجموعًا اکتیس[۳۱] چیزین متروکات رسول مین آپکے نزدیک ثابت ہوئین اب اس تفصیل کے بعد مساکن مبارک کے متعلق ذیل مین تحریر ہے

ملہ آپ کے استحقاق خلافت والے فقرے نے ایک ٹپ سے راز کا عقدہ کھولدیا اور وہ یہ ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہین خاتم وعصاے مبارک کی موجودگی استحقاق خلافت کا ثبوت تھی اور دنیاوی سلطنتون مین آجتک یہ دونون چیزین (رنگ اینڈ سیپٹر) علامات شاہی مین داخل بھی ہین لیکن اسی کے ساتھ ہی آپ کی اس دلیل نے خلافت راشدہ اور آپکے خلیفہ رابع کی حقیت خلافت اور انکے استحقاق خلافت کا خاتمہ کردیا کیونکہ نہ انکے ہاتھ مین انگوٹھی تھی اور نہ عصا معلوم کہ انکی خلافت کے وقت اسکا کسی نے خیال کیا۔ یہانتک کہ متوسلین بھی کبھی اس نقص کو عدم استحقاق کی دلیل مین انکے سامنے پیش کیا۔ مگر شبلی صاحب کا ذہن رسا یہانتک پہونچگیا۔ بہرحال خلافت کے لیے جو اشیا ضروری ہون انسے ہمکو بحث نہین مگر ارشاد الٰہی ہے کہ بلند رسالت کو دنیاوی سلطنت کے رنگ مین لاکر غارت کیجیے موقع عشق

مدینہ مین تشریف آوری کے بعد چھ مہینے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر قیام فرما رہے اس اثنا مین آپ تنہا تھے اہل وعیال مکہ مین تھے جب آپ نے مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی تو اسی کے اطراف مین چھوٹے چھوٹے حجرے تیار فرمالئے اور اوسوقت آدمی بھیجکر آپنے اہل وعیال کو مکے سے بلوالیا اور ان ہی حجرون مین آثار آخر ایام مین آنحضرت صلعم کی نو بیویان تھین اور الگ الگ حجرون مین رہتی تھین جنمین نہ صحن تھے نہ دالان نہ ضرورت کے الگ الگ کمرے تھے۔ ہر حجرہ کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ کی نہتھی۔ دیوارین مٹی کی تھین جو اسقدر کمزور تھین کہ انمین شگاف ہوگیا تھا اور ان سے اندر دھوپ آتی تھی چھت کھجور کی شاخون اور پتیون سے چھائی تھی بارش سے بچنے کے لیے بال کے کمل لپیٹ دیے جاتے تھے بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہوکر چھت کو ہاتھ سے چھو سکتا تھا گھر کے دروازون پر پردہ یا ایک پٹ کا کنواڑ ہوتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمیشہ باری باری سے ایک ایک شب ایک ایک حجرے مین بسر فرماتے تھے۔ دن کو عموماً اصحاب کی مجلس مین مسجد مین تشریف رکھتے جو گویا ان حجرون کا صحن یا گھر کی مردانہ نشستگاہ تھی۔

ان حجرون کے علاوہ ایک بالاخانہ بھی تھا جسکو احادیث مین شربہ کہتے ہین سنہ ۹ ہجری مین جب آپ نے ایلا کیا تھا اور تیز گھوڑے پر سے گر کر چوٹ کھائی تھی تو ایک مہینہ اسی پر اقامت فرمائی تھی۔ اس بالاخانہ پر سامان آرائش کیا تھا۔ ایک چٹائی کا بستر۔ چمڑے کا ایک تکیہ جسمین کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ادھر ادھر چند کھالین لٹکی ہوئی تھین"۔

شبلی صاحب نے یہ کیا کیا! متروکات کی ذیل مین انکو بھی لکھدیا مصلحت اور ضرورت تو یہ تھی کہ انکا ذکر ہی نہین فرماتے۔ اور انکو نہ رسول کا بنوایا قرار دیتے اور نہ تیار کرایا بتلاتے جب لکھدیا تو وہی حضرت عبد اللہ بن عباس والی تعریضی شعر کی بحث چھڑ جاے گی۔

ولها التسع من الثمن وعلى كل تصرفت

یعنے انکا حصہ تو آٹھویں کا نواں تھا لیکن انھوں نے کل پر قبضہ کرلیا

آپ کے سلسلۂ بیان سے یہ مکانات ازواج مطہرات بھی متروکات و تملیکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین داخل تھے۔ بحمد اللہ آپ نے ایک بہت بڑے مسئلہ کی حقیقت پر روشنی ڈالی۔ یہ آپ کی عدالت ہویا وہی حقیقت جو نہ چھپائے چھپے الحق یعلوا ولا یعلی۔

اسلیے آپ کی شہادت و تصدیق کی بنا پر یہ قطعیات خانہاے ازواج مطہرات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُن تملیکی اراضیات مین شامل ہونا چاہیے۔ جو مدینہ مین آپکے

قبضہ و تصرف مین قائم تھین جنکو آپ ان مختصرات مین بیان فرماتے ہین۔

زمین حضرت عمر بن حارث نے جس زمین کا ذکر کیا ہے۔ وہ مدینہ خیبر اور فدک کے چند باغ تھے۔ مدینہ کی جائداد سے بنو نضیر کی جائداد کی مراد ہے یا مخریق نام ایک یہودی نے سنہ ہجری میں (غزوہ احد کے موقع پر) آنحضرت صلعم کو چند باغ وصیۃً ہبہ کر دیے تھے وہ مراد ہین لیکن صحیح روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ باغ اُسی وقت مستحقین کو تقسیم کر دیے۔ جلد دوم ص ۱۴۷

پھر چار سطرون کے بعد اسی صفحہ مین لکھا جاتا ہے کہ۔ "بنو نضیر کی جائداد کی آمدنی ناگہانی ضروریات کے لیے مخصوص تھی"

ابھی ابھی آپ لکھ چکے ہین کہ مدینہ کی جائداد سے بنو نضیر کی جائداد مراد ہے اور صحیح روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ باغ اُسیوقت مستحقین کو تقسیم کر دیے" تو پھر بنو نضیر کی وہ اور کون سی جائداد نکل آئی جسکی آمدنی ناگہانی ضروریات کے لیے مخصوص کی گئی تھی۔ وہ جائداد تو بنو نضیر کے وہی نخلستان تھے۔ جو بقول آپ کے اُسی وقت مستحقین پر تقسیم کر دیے گئے۔

آپ نے بھی اسکو بے دیکھے نہین لکھا ہے بلکہ بخاری باب فرض الخمس اور نیز بخاری۔ باب المغازی ذکر نضیر سے نقل فرمایا ہے۔ پھر بخاری کے اس اجمال بیان انکشاف کی غرض سے لکھا ہے کہ ان باغون کی تفصیل کے لیے فتح الباری جلد ۶ ص ۱۴۰ دیکھو"

معلوم ہوا کہ یہ سب املاک رسولؐ باغات ہی تھے۔ تو اس بنا پر جائداد بنی نضیر بھی باغات ہی ہونگے خیر بہر حال ثمرہ ہون یا غیر ثمرہ باغات۔ اس سے بحث نہین۔ وہ تو بقول آپ کے اور نیز بقول بخاری اور ابن حجر صاحب کے سب کے سب صدقہ ہو گئے۔ اور اُسیوقت مستحقین کو تقسیم بھی ہو گئے۔ تو پھر رسول اللہ صلعم کے پاس آمدنی کس کی آتی تھی جو ناگہانی مصارف مین اُٹھائی جاتی تھی۔ آپنے ان دونون متناقض و متضاد بیان کو ایک ساتھ لکھدیا ہے مشکل ہے کسکو صحیح مانا جائے اور کسکو غلط۔ تا وقتیکہ آپ اپنی اس غلط نگاری کی یون تاویل نفرمائین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ہی چند باغ صدقے مین مستحقین کو تقسیم کیے تھے۔ جو بقول آپ کے مخریق نام ایک یہودی نے سنہ ہجری مین (غزوہ احد کے موقع پر) آنحضرت صلعم کو وصیۃً ہبہ کر دیے تھے۔ واقعیت اور اصلیت معلوم ہو نہین سکتی۔

لیکن افسوس ہے کہ آپ ایسی تاویل کر ہی نہین سکتے۔ اسلیے کہ آپ کا مقصود لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کو ثابت اور بنیاد خلافت کو قائم کرنا ہے۔ پھر آپ کا قلم حقیقت نگاری کی طرف کیسے چل سکتا ہے۔ لیکن پھر ہم آپ کو بتلائے دیتے ہین کہ آپ سے حقیقت چھپ بھی نہ سکی۔ آخر قدرت کے دست جبروت نے آپ سے لکھوا ہی چھوڑا کہ بنی نضیر کی جائداد کی آمدنی (قبضہ رسول مین رہکر) ناگہانی مصارف مین اُٹھائی جاتی تھی۔ یعنی نہ صدقہ ہوئی تھی اور نہ مستحقین پر تقسیم کی گئی تھی۔

اب اس بحث کو دوسرے پہلو سے بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔ آپ کی اس عبارت سے کہ

مدینہ کی جائداد سے بنو نضیر کی جائداد مراد ہے۔ یا مخیریق نام ایک یہودی نے ۳ھ ہجری مین (غزوۂ اُحد کے موقع پر) آنحضرت صلعم کو چند باغ وصیۃً ہبہ کر دیے تھے وہ مراد ہین لیکن صحیح روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ باغ اُسیوقت مستحقین کو تقسیم کر دیے تھے۔

صاف ظاہر ہے کہ جو باغات کہ اُسیوقت مستحقین پر تقسیم کر دیے گئے وہ وہی تھے جو اُس یہودی نے آپ کے نام سے وصیت کر کے ہبہ کر دیے تھے۔ جیسا کہ آپ کے آخر حصہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ مشرک کا ہدیہ قبول کرنا استغنائے رسالت کے خلاف ہے جیسا کہ آپ خود حکیم بن حزام کے جبہ والے واقعہ مین لکھکر اقرار کر چکے ہین (سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۲۴۲) لیکن چونکہ یہ ہبہ وصیت کے ذریعہ سے کی گئی تھی اور کافر ملک کی اداے وصیت لازم و واجب ہے۔ اسلیے یہ ہبہ قبول تو کر لی گئی مگر شئے موہوبہ اُسیوقت مستحقین پر تقسیم کر دی گئی۔ جیسا کہ آپ اپنی صحیح روایتون کی اسناد سے لکھتے ہین۔

اسمین بنو نضیر کی جائداد کا تو اشارتاً و کنایۃً بھی کہین ذکر نہین ہے شبلی صاحب خواہ مخواہ "یا" کا حرف شترک فیہ۔ بڑھا کر۔ یہودی کے اُن باغات موہوبہ کے ساتھ۔ بنی نضیر کی جائداد کو بھی تقسیم علی المستحقین کے واقعہ مین شامل کیے دیتے ہین حالانکہ اس قیاس و اشتباہ کا تصفیہ علامہ زرقانی کامل طور سے کر چکے ہین شرح زرقانی ص ۱۰۰ مطبوعہ مصر کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

قال الغنوی کان یزرع تحت النخیل فی ارضہم فیدخر من ذلک قوت اھلہ وازواجہ سنۃ وما فضل جعلہ فی الکراع والسلاح انتہی فھذا اصرح فی انہ لم یقسم الارض والنخل بین المھاجرین بل الدور والاموال

علامہ غنوی کہتے ہین کہ ان باغات (بنو نضیر) مین کھیتی ہوتی تھی اُسکی آمدنی سے آپ کی اہلبیت اور ازواج کے سال بھر کھانے پینے کا سامان ہوتا تھا جو فاضل ہوتا تھا وہ لشکر کشی اور سلاح کے مصارف مین لایا جاتا تھا زرقانی کہتے ہین کہ اس سے صریح طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نضیر کی زمین (مستحقین پر)

مہاجرین پر تقسیم نہین فرمائی تھی۔ صرف اُن کے مال اور گھر جو دستیاب ہوئے تھے۔ وہی تقسیم ہوے تھے"

تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے زرقانی کے اس صریح فیصلہ کے بعد بھی جائداد بنی نضیر کو بھی جائداد تقسیم شدہ کی فہرست مین داخل کردیا۔ حالانکہ شرح زرقانی جیسا کہ معلوم ہوتا ہے سیرۃ النبی کی تالیف کے وقت ہر وقت پیش نظر تھی مگر ہم آپکے تغافل مولفانہ کو تجاہل عارفانہ کے معنون مین لینگے۔ اسلیے کہ ممکن نہین کہ زرقانی کی مرقومہ بالا عبارت آپ کی نظر سے نہ گذری ہو ادر حقیقت حال آپ کو نہ معلوم ہوئی ہو لیکن مَاثرکناہُ صَدَقَۃ کی تقلید اسلاف اور تعلیم اخلاف کی تاکیدون نے آپ کو مجبور کردیا اور آپ کسی طرح اُسکے لکھنے پر قادر نہو سکے۔

صرف یہی نہین کہ آپنے اسکو نہین لکھا۔ بلکہ بڑی دلیری سے اسکے مصارف کو بھی بدل دیا۔ زرقانی کی عبارت سے ثابت ہوتا ہی کہ اس (بنی نضیر کی) جائداد کی آمدنی سے پہلے ازواج و اہلبیت کا سالانہ خرچ نکالا جاتا تھا اور جو اُس سے بچتا تھا وہ ترتیب لشکر کی ضرورت اور خرید اسلحہ جات کے مصارف مین اُٹھایا جاتا تھا۔ آپ کہتے ہین بنو نضیر کی جائداد آمدنی ناگہانی ضروریات کے لیے مخصوص تھی ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ کہان اہل و عیال اور اسکے بعد ترتیب لشکر کی ضرورت۔ کہان امور اتفاقیہ اور غیر متوقع ضرورتون کی صورت۔ کوئی صحیح الدماغ بتلا سکتا ہے کہ دونون مصارف ایک ہی تعریف کے اندر آتے ہین۔ لطف تو یہ ہی کہ آپنے اپنے اس بیان تحریری پر کسی حوالہ ثبوت کا نمبر بھی نہین لگایا ہی (ملاحظہ ہو جلد دوم ص ۲۸) اس سے تو یہ مضمون طبع زاد خاص معلوم ہوتا ہی۔ الغرض بنی نضیر کی جائداد کا کسی عنوان سے تقسیم ہونا ثابت نہین ہوتا۔ وہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خاص قبضہ و تصرف مین رہی اور آپ اُسکو اپنی تجویز سے حسب ضرورت صرف فرماتے رہے۔

خیبر کی آمدنی کے مصارف مین بھی آپنے تنہا ابوداؤد کی روایت پر اعتبار کیا ہے اور اُسکی آمدنی مین جو خاص بیت المال کی رقم تھی۔ مصارف اہلبیت کو اس غرض خاص سے شامل کردیا ہی کہ عامۂ اُمت کے ساتھ اُنکی مساوات اور تعمیم ظاہر ہو۔ اور اُنکے لیے کسی رقم مخصوصہ کی تعیین قائم نہونے پائے۔ یہ سب فدک کی ضبطی کا دیباچہ ہے۔

بہرحال جب ابوداؤد کے اس قول پر جسکو آپنے اپنا مختار بنایا ہے تحقیق کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہی کہ خیبر کی جائداد اسیوقت عام مسلمین پر تقسیم ہوگئی۔ چنانچہ آپ خود جلد اول صفحہ ۸ ۵ ۳ مین بعد ذکر فتح خیبر لکھتے ہین۔

خیبر کی زمین تمام مجاہدین پر تقسیم کردی گئی۔ اسی مین آنحضرت صلعم کا خمس بھی تھا۔

باقی رہین وہ زمینین جو یہودون کی خاص کاشت مین تھین انکی نسبت یہ قرار پایا۔ جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہین

فتح مکہ کے بعد زمین مفتوحہ پر قبضہ کرلیا گیا۔ لیکن یہود نے درخواست کی کہ زمین ہمارے قبضہ مین رہنے دی جائے

ہم بید اوار کا نصف حصہ ادا کیا کرینگے یہ درخواست منظور ہوئی۔ بٹائی کا وقت آتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عبداللہ بن رواحہ کو بھیجتے تھے وہ غلہ کو دو حصوں مین تقسیم کرکے یہود سے کہتے تھے کہ اسمین سے جو حصہ چاہو لے لو ص ۲۵۸

خیبر کی جائداد مین نصف آمدنی تو قائم ہوگئی۔ اب اسکا خرچ دیکھنا ہی۔ جلد اوّل مین خرچ کی کوئی تفصیل نہین۔ جلد دوم مین ابوداؤد کے حوالے سے یون تفصیل کی گئی ہے۔

خیبر کی آمدنی کو آپ تین حصوں مین تقسیم کرتے تھے۔ دو حصے مسلمانون کے لیے تھے۔ اور ایک حصہ ازواج مطہرات کو سالانہ مصارف کے لیے ملتا تھا۔ اسمین سے جو بچ جاتا تھا وہ غربا مہاجرین کے کام آتا تھا۔ ص ۱۴۷

مگر افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہی کہ آپ کی یہ رقم کردہ تفصیل حدیث و تاریخ کی کسی کتاب مین پائی نہین جاتی زرقانی کی ایسی جامع اور بسیط شرح بھی آپ کی تفصیل مرقومہ سے خالی ہی۔ وہ بھی انھین ابوداؤد کے قول سے صرف تنصیف کی صورت حال لکھتے ہین اور کچھ نہین۔

اخرجه ابوداؤد ان النبیؐ صلعم لما قسم خیبر عزل نصفها لنوائبه و قسم نصفها للمسلمین	آنحضرت صلعم نے نصف زمین خیبر اُن کے مالکون کو چھوڑ دی اور مسلمانون پر تقسیم کردی۔ زرقانی ص ۲۳۰ مصر

محدث شیرازی لکھتے ہین

منقول است کہ چون غدر یہود خیبر ظاہر شد و پیغمبر صلعم بترک قتل منت نہاد بر ایشان۔ حکم فرمود از زمین خیبر بیرون روید۔ ایشان تضرع و زاری بسیار کردند و گفتند مسلمانان را بضرورت جاعتی سے باید کہ درین باغات کار کنند و غمخواری آنہا نمایند۔ ما را باجرت بگیرند تا باین خدمت قیام نمایم و در اصل ملک ہیچ دخل نداشتہ باشیم حضرت منت نہادہ بر ایشان۔ بران کار تعیین نمودہ فرمود کہ ما دام ما خواہیم این کار می کنید و از ہر چہ حاصل شود نصفے با جرۃ العمل خویش بگیرید و نصف دیگر بہ بیت المال بسپارید و ہر سال عبداللہ بن رواحہ را میفرستاد تا حاصل باغات ایشان بنگرد و نصفے	جب یہود کی غداری ظاہر ہوئی تو جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکی جان بخشی فرماکر حکم دیا کہ خیبر سے نکل جائین۔ تمام یہود گریہ و زاری کرنے لگے اور بہ ہزار منت کہنے لگے کہ آخر مسلمانون کو مزدورون کی ضرورت ہوگی کہ اُنکے باغات مین کام کیا کرین توہمکو یہان رہنے دیا جائے ہم اُنکی مزدوری کیا کرین گے اور ہمکو ملک خاص مین کوئی دخل نہوگا۔ آنحضرت صلعم نے بطور احسان خاص اُن کی استدعا کو قبول فرمالیا اور حکم کیا کہ جب تک ہمکو منظور رہے گا تم لوگ یہ کام کیا کرنا اور ان اراضیات کا نصف محاصل اپنی اُجرت مین لے لینا اور نصف محاصل بیت الاسلامی کے لیے ادا کرتے رہنا۔ چنانچہ ہر سال عبداللہ بن رواحہ آتے تھے اُن کے محاصل باغات کا اندازہ کرتے

کہ تعلق بہ بیت المال داشت از ایشان میگرفت — تھے اور بیت المال کا آدھا حصّہ وصول کر لیتے تھے

روضۃ الاحباب ۳۹۲

اس عبارت سے بھی آپ کی رقم کردہ تفصیل خرچ نہ معلوم ہوئی۔

زرقانی نے ص ۲۸۳ مین محدثین کی ایک جماعت کثیر کے اقوال جمع کیے ہین۔ مگر کسی قول سے آپ کی تفصیل نہین ظاہر ہوتی۔ آپنے بھی سوا سے ابوداؤد کے اور کسی محدث کا اصحاب صحاح سے قول لکھا ہے نہ ارباب سنن سے۔ اس بنا پر آپ ہی کے مقرر کردہ اصول نقد روایات و نقل مرویات کے مطابق تو ابو داؤد کی اس روایت کو لکھنا ہی نہین چاہیے تھا۔ اس لیے کہ اسکی تفصیل کو نہ بخاری ہی نے لکھا ہے اور نہ مسلم نے۔

اصحاب حدیث کی تحقیق ہو چکی۔ اب ارباب تاریخ کی تصریح ملاحظہ فرمایئے۔ ابن ہشام اور طبری کے قدیم ماخذ بھی اس تفصیل سے خالی ہین لیکن ابو الفدا نے اس تمام بحث کا حسب ذیل فیصلہ کامل کر دیا ہے۔

کان فتح خیبر فی صفر سنۃ سبع للھجرۃ و سأل	خیبر ماہ صفر سنہ ہجری مین فتح ہوا اور اہل خیبر نے پیغمبر صاحب
اھل خیبر رسول اللہ صلعم الصلح علی ان	سے اس شرط پر صلح کرنی چاہی کہ اُنکو اُن کے باغات کے نصف
یساقیھم علی النصف من ثمارھم ویخرجھم	پھل ملا کرین اور آنحضرت صلعم جب چاہین اُن کو خارج البلد کر دین
متی شآء ففعل ذلك و فعل مثل ذلك اھل	چنانچہ اُنکی درخواست منظور کر لی گئی اور ایسا ہی معاملہ اہل فدک کے ساتھ
فدك و كانت خیبر للمسلمین و كانت فدك	بھی طے پایا۔ خیبر کی آمدنی عام مسلمانون کے لیے تھی اور فدک
خاصۃ لرسول اللہ صلعم لانھا فتحت بغیر ایجاف الخیل	کی خاص رسول اللہ صلعم کے لیے۔ اسلیے کہ وہ (فدک)

بغیر حرب و ضرب کے فتح ہوا تھا۔ تاریخ احمدی ص ۶۴

مرقومۂ بالا عبارت مین کسی محدث و مورخ کے قول سے یہ تفصیل ظاہر نہین ہوتی۔ جو آپنے تحریر فرمائی ہے اسلیے ابوداؤد کی یہ روایت یا تو متروک ہے یا بالکل منفرد۔ مشکل تو یہ ہے کہ آپ ایسی جھوٹی اور وضعی مرویات بخوف و خطر لکھتے چلے جاتے ہین اور اُسکی صحت پر اصرار بھی فرماتے ہین چنانچہ اسی جھوٹی روایت کے سلسلہ مین دوسری وضعی قصہ اور جھوٹے افسانہ کی کڑی ملاتے ہین۔ اور لکھتے ہین۔

آخر مین حضرت عمر نے اپنے زمانۂ خلافت مین حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے اصرار پر۔ مدینہ کی جائداد اُن دونون کی تولیت مین دیدی تھی۔ لیکن حضرت علیؓ نے اُسپر قبضہ کر لیا تھا ص ۲۸۰

اوّل تو آپنے اس واقعہ ہی کو مبہم طریقہ سے لکھا ہے تفصیل کچھ نہین۔ اسلیے کہ اصل واقعہ کی حقیقت نہ معلوم ہو

اس واقعہ کی حقیقت ہی یہی ہے کہ یہ واقعہ کا قصہ ہی بے اصل ہے اور اسکو آپ خود لکھکر تسلیم فرما چکے ہین
حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت علیؑ اور حضرت عباس کے درمیان مشاجرت ثابت کرنے کی غرض
خاص سے وضع کیا گیا ہے اور خاص کر معاویہ شاہی دار المصنفین کی صناعت ہے۔ اسکے ثبوت مین کہ حضرت علی سے
مسلمانون مین ایسی عام ناراضی اور نفرت پھیلی ہوئی تھی کہ اُنکے گھر والے تک اُن سے راضی و خوشنود نہین تھے
مسلم نے غضب کیا کہ اسکو اپنی صحیح مین لکھدیا۔ لیکن اُنکے شارحین نے فوراً اس روایت کی رد و قدح
کردی۔ چنانچہ خود اُسکی نسبت دیباچہ ص ۴۵ مین لکھتے ہین۔

صحیح مسلم کتاب الجہاد۔ باب الفئی مین روایت ہے کہ حضرت عباس اور حضرت علی۔ حضرت عمر کے پاس آئے۔
حضرت عباس نے حضرت عمر سے کہا اقض بینی وبین ھذا الکاذب الاثم الغادر الخائن میرے اور
اس جھوٹے مجرم دھوکے باز اور خائن کے درمیان فیصلہ کردیجیے۔" چونکہ حضرت علی کی شان مین یہ
الفاظ کسی مسلمان کی زبان سے "نہ" نکل سکتے۔ اسلیے بعض محدثین نے اپنے نسخے مین سے
یہ الفاظ نکال ڈالے (بحوالہ نووی شرح صحیح مسلم۔ ذکر حدیث مذکور)
علامہ مازری اس حدیث کی نسبت لکھتے ہین اذا انسدت طرق تاویلھا نسبنا الکذب الی رواتھا
جب اس حدیث کے تاویل کے سب ستے بند ہو جائین گے تو ہم اسکے راویون کو جھوٹا کہینگے۔
(بحوالہ نووی شرح صحیح مسلم کتاب الجہاد باب الفئی) دیباچہ سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۴۵

افسوس ہے کہ شبلی صاحب یہ سب طومار لکھکر۔ اور ان مفتریات کی تنقید و تردید فرما کر بھی۔ ان موضوعات کی طرف
بطور تصدیق تلمیح و اشارت فرماتے ہین۔ گویا اپنے مسترد فیصلہ کو پھر اپنے ثبوت مین پیش کرتے ہین۔ یہ کسقدر
مؤلف کی دیانت کے خلاف ہے۔

فدک کی آمدنی

فدک کی آمدنی مسافرون کے لیے وقف تھی۔" آمدم برسر مطلب۔ اس تفصیل و طویل تصریح
کی غرض یہی تھی کہ لانورث ما ترکناہ صدقۃ کی بنیاد قائم ہوجائے سے داریم رواج او دوامی داد۔
آبادی دیگران ز بربادی ما۔

اچھا تھوڑی دیر کے لیے یون ہی سہی۔ فدک کی آمدنی مسافرون کے لیے وقف تھی لیکن شبلی صاحب سے اتنی
عرض ہے کہ یہ کس حوالہ اور کس سند سے لکھا جاتا ہے۔ آپنے تو اس عبارت پر کسی حوالہ کا نشان بھی نہین لگایا ہے اور اسیطرح
بنی نضیر کی جائداد کی تفصیل خرچ کو بھی بلاسند و حوالہ چھوڑدیا ہے۔ تو ایسی حالت مین تحقیق کے متلاشی
آپکے اس قول کو طبعزاد خاص نہ سمجھین تو کیا کرین۔ اگر کوئی سند ہوتی۔ کوئی حوالہ دیا گیا ہوتا تو اُسکے معتمد

غیر معتمد، مستند غیر مستند ہونے کی حقیقت معلوم کی جاتی۔ آپنے تو عام مسلمانون کو مرعوب بنانے کے لیے اپنا تحکما نہ قول لکھکر تحقیق کا دروازہ ہی بند کردیا۔ حالانکہ اسوقت حدیث و تاریخ کی جتنی کتابین میرے پیش نظر ہین اُنمین سے کسی ایک مین بھی یہ نہین لکھا ہو کہ فدک کی آمدنی خاص مسافرون کے لیے وقف تھی۔" علی الاتفاق سبنے یہ لکھا ہو کہ خیبر کی فدک کے یہود سے بھی شرط تنصیف پر مصالحت کرلی گئی یعنی نصف محاصل یہود ان فدک لیتے تھے اور نصف خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پاتے تھے۔ اسلیے کہ فدک بغیر لڑے حاصل ہوا تھا۔ جیسا کہ ابن ہشام اور طبری اور ابو الفدا وغیرہم کے اسناد سے اوپر لکھا گیا ہو۔

آپ خود اسکے مخالف لکھ چکے ہین سلاحظہ ہو۔ جلد دوم صفحہ ۲۶۴ کی حسب ذیل عبارت۔

رئیس فدک نے ایک دفعہ چار اونٹ پر غلہ بار کرکے خدمت نبوی مین بھیجا حضرت بلال نے بازار مین غلہ فروخت کر کے ایک یہودی کا قرض تھا وہ ادا کردیا۔ پھر آنحضرت صلعم کی خدمت آکر اطلاع کی آپنے پوچھا کچھ بچ تو نہیں رہا۔ بولے ہان کچھ بچ رہا ہو۔ فرمایا جب تک کچھ باقی رہے گا۔ مین گھر نہین جاسکتا۔ حضرت بلال نے عرض کیا۔ دکی) مین کیا کرون۔ کوئی سائل نہین ہو آنحضرت صلعم نے مسجد مین رات بسر کی۔ دوسرے دن بلال نے آکر کہا یا رسول اللہ مو خدانے آپ کو سبکدوش کردیا۔ یعنی جو کچھ تھا وہ بھی تقسیم کردیا گیا۔

حالانکہ یہ روایت بھی موضوع ہو لیکن شبلی صاحب کی تصریح کی بھی مخالف ہو اسلیے ہم صرف مخالفت مدعا کے ثبوت مین اسکو استدلالاً پیش کرتے ہین۔ آپ کہتے ہین کہ فدک کی آمدنی مخصوص مسافرون کے لیے وقف تھی۔ اور یہان اس روایت مین ہو کہ رسول اللہ کے ذاتی قرض کی ادا کاری مین اُٹھائی گئی۔ جو بچ رہی وہ بلال نے اپنی تجویز درائے سے بلا امتیاز مسافرین عام فقرا و محتاجین مین تقسیم کرکے رسول اللہ کو سبکدوش کردیا۔ اس روایت نے ثابت کردیا کہ محاصل فدک مسافرون کے لیے مخصوص نہین تھی بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذاتی مصارف مین لائی جاتی تھی اور عام فقرا و محتاجین کو بھی دیجاتی تھی۔ شبلی صاحب۔ ذرا لکھتے وقت آگے پیچھے کا بھی خیال رکھا کیجیے ہم کو بحث فدک لکھنا منظور نہین۔ کیونکہ اس بحث کا یہ مقام نہین ہو۔ ہمکو تو صرف آپ ہی کے بیان سے اس واقعہ کی حقیقت دکھلانی ہے۔

یہ امر تو گویا مسلم ہو چکا ہو کہ نظم خلافت کی ابتدا ہی سے فدک کی جائداد خاندان رسالت کے خالصہ سے نکل کر خلافت کے اموال اجمال مین مل گئی تھی۔ بہتر یون ہی سہی۔ اب دیکھنا یہ ہو کہ اس قرار داد وقف اجمال اور صدقہ عام کی حیثیت سے نکلکر پھر یہ جائداد خالصہ کی صورت مین کبھی آئی یا نہین؟ اور کسی خلیفہ رسول نے اسپر سے اپنا متولیا نہ قبضہ و تصرف کسی غیر خلیفہ شخص کو دیا یا نہین؟

جب کبھی تحقیق کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کل دو ڈھائی برسون کے بعد تو جسطرح طریقۂ انتخاب بالاجماع کا اصول تعین خلیفہ کے لیئے استخلاف کے قاعدے پر بدل دیا گیا اسی طرح تھوڑے ہی دنون کے بعد خلیفہ نے ان جائداد کے متولیانہ قبض و تصرف مین تغیر و تبدل پیدا کر دیا۔ جیسا کہ جائداد بنی نضیر کو جو فدک ہی کی طرح ناگہانی ضرورتون کے لیے مخصوص تھی بقول آپکے حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت مین حضرت علیؑ اور حضرت عباسؓ کو دیدی سنت رسولؐ کی اتباع سے خلیفۂ رسول کا یہ اختلاف کیسا؟

شبلی صاحب خود اس بحث کے عنوان مین (ص ۱۷۳ ج ۲) بڑے شد و مد سے لکھ چکے ہین۔

یہ اختلاف خود صحابہ کے وقت مین پیدا ہو چکا تھا حضرت عباسؓ آپ کے چچا۔ حضرت فاطمہؑ (آپ کی صاحبزادی) اور اکثر ازواج مطہرات مدعی تھین کہ اس جائداد کو بطور وراثت تقسیم ہونا چاہیے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور دیگر اکابر صحابہ نے کہا کہ یہ وقف عام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود اپنی زندگی مین جسطرح اور جن مصارف مین انکی آمدنی صرف کرتے تھے۔ اُس مین تغیر نہو گا۔

تو جناب والا۔ عرض ہے کہ یہ تغیر کیسا ہے؟ رسول اللہ صلعم نے تو اپنی مقدس حیات کے زمانہ مین اسکی تولیت نہ حضرت عباسؓ ہی کو دی تھی نہ حضرت علیؑ کو عنایت فرمائی تھی۔ بلکہ بقول آپکے متولیانہ حیثیت سے اپنی ہی ذات مبارک تک محدود و مخصوص رکھی۔ آپکے بعد حضرت ابوبکرؓ بطور متولی قابض رہے۔ لیکن اُنکے بعد بقول آپکے حضرت عمرؓ نے خلیفہ ہو کر۔ خلاف اتباع رسولؐ و تقلید حضرت صدیقؓ۔ غیر خلیفہ اشخاص کو ان جائداد موقوفۂ مسلمین کا متولی کر دیا۔ پھر اس صورت مین خود بدولت کیا رہے؟ اور رہے بھی تو کس مصرف کے؟ تعجب ہے کہ صحابہ نے حضرت عمرؓ کے اس فعل کو مستحسن سمجھکر کیسے قبول کر لیا۔

بہر حال۔ چونکہ ہم عباسؓ اور علیؑ کی اس تولیت کے واقعہ کو افترائے محض ثابت کر چکے ہین اسلیے ہم اسکی بحث مین زیادہ اُلجھنا نہین چاہتے۔ شبلی صاحب اور اُنکے موئدین جو اس موضوع روایت کے قائل ہین وہ حضرت عمرؓ کے اس عمل خلاف سنت رسولؐ و عمل صدیقؓ کے لیے جواب دہ ہین وہ جانین اور حضرت عمرؓ۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ مین تو اسکی تولیت کی تبدیلی کی یہ حالت دکھلائی گئی۔ حضرت عثمانؓ کے دوران خلافت مین تو یہ تولیت بالکل خالصہ شخصی کیا۔ ملکیت ذاتی کی صورت مین تبدیل ہو گئی اور برابر تین پشت تک بطور وراثت منتقل ہوتی رہی۔ حضرت عثمانؓ نے بڑی فیاضی اور کشادہ دلی سے فدک کو مروان کو عطا فرمایا۔ ابن ابی شحنہ روضۃ المناظرین مین لکھتے ہین

وفی سنة اربع وثلثین اقطع عثمان بن عفان مروان بن الحکم فدک

۳۴ھ ہجری مین عثمان بن عفان نے فدک کی جائداد مروان بن حکم کو عطا فرمادی۔

علامہ ابن عبد ربہ عقد الفرید میں تحریر فرماتے ہیں

ومما نقم الناس علی عثمان انه آوی طرید رسول الله صلعم الحکم بن ابی العاص ولم یؤوه ابوبکر ولا عمر وسیّر اباذر الی الربذة (الی ان قال) وتصدق رسول الله صلعم بمهزور موضع سوق المدینة علی المسلمین واقطعها الحارث بن الحکم اخا مروان واقطع فدك مروان

جن باتوں نے مسلمانوں کے دلوں میں حضرت عثمان کی جانب سے کدورت پیدا کر دیا اُن سے بعض یہ ہیں کہ حضرت عثمان نے حکم بن عاص راندۂ بارگاہ نبوی کو اپنے ظل عاطفت میں پناہ دی جسکو حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے بھی اپنے عہد میں پناہ نہیں دی تھی۔ اور ابوذر غفاری کو صحرائے ربذہ میں ملک بدر کیا نیز موضع مہزور (مدینہ میں ایک بازار تھا جسے رسول مقبولؐ نے مسلمانوں پر صدقہ کیا تھا)۔ حارث بن حکم برادر مروان کو عطا فرمادیا۔ اور مروان کو فدک عطا کیا۔

مورخ ابو الفدا لکھتے ہیں۔

ومما نقم الناس علیه ردّه الحکم بن العاص طرید رسول الله وطرید ابوبکر وعمر ایضاً واعطاه مروان بن الحکم خمس غنائم افریقیه وهو خمس مائة الف دینار (الی ان قال) واقطع مروان بن الحکم فدك

جن باتوں نے لوگوں کو حضرت عثمان پر برانگیختہ کیا وہ یہ ہیں کہ اُنھوں نے حکم بن عاص کو بلالیا جسے حضرت رسول اللہ نے ردد کرکے نکال دیا اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے زمانہ میں بھی وہ مردود رہا پھر حضرت عثمان نے مروان کو خمس غنائم افریقیہ عطا کیا جسکی آمدنی پانچ لاکھ دینار تھی اور اسی (مروان) کو فدک بھی عنایت کیا۔ بحوالۂ تاریخ احمدی ص ۱۴۴

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خالصہ کے بعد فدک پھر مروان کا خالصہ قرار پایا گویا ۲۰۰ برسوں کے بعد یہ پھر اپنی اصلی حالت پر بظاہر آیا۔ اس بنا پر شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ فدک حضرت عمر بن عبد العزیز کے وقت تک خلفاء کے قبضہ میں رہا۔ بالکل خلاف واقع ہے۔ اسلیے کہ حضرت عثمان کے وقت ہی سے یہ مروان کی ملک قرار پاگیا پھر مروانی خلفا کے سلسلہ میں عمر ابن عبد العزیز تک خلافت کی رعایت سے نہیں پہونچا بلکہ وراثت کے طریقہ سے۔ اتنے تغیرات کے بعد خلفائے سابقین کی تقلید رسولؐ میں وہ گرماگرمی اور پُرجوشی جو آپنے عنوان بحث میں تحریر فرمائی ہے اُن کے مابعد کے طرز عمل سے آپ کہاں تک صحیح اور سچی ثابت کرسکینگے اس کا جواب شبلی صاحب کے ذمہ ہے

اگر حقیقتاً یہ جائداد یہ املاک خالصہ رسول اللہ صلعم نہیں تھی اور بقول آپ کے وقف تھی۔ صدقہ تھی۔ یا عام مسلمین کی حقوق قرار پاچکی تھی اور بقول آپکے جناب رسولخدا صلعم بھی اسکے محاصل کو انھیں مصارف میں اُٹھاتے تھے تو پھر آپکے خلفا کو باین ادعای اتباع سنت رسولؐ اسمیں ذاتی تصرف و تغیر کا کون حق حاصل تھا

اب رہا یہ امر کہ حضرت عمر نے جائداد مدینہ بقول آپکے حضرت عباس و حضرت علی کو دیدی۔ یا عمر بن عبد العزیز نے سادات کو واپس دیدی تو اسکو یوں سمجھیے کہ یہ وہی حقیقت تھی جو نہ کسی سے چھپی ہے اور نہ چھپ سکتی ہے

حضرت عمر بن الخطاب ہون یا حضرت عمر بن عبد العزیز حقیقت کو جان جان کر سب چھپاتے تھے لیکن یہ اُسی حقیقت کا اثر تھا کہ وہ انھین کے عملیات واعترافات سے ظاہر ہوجاتی تھی ---- اور کرشمہ قدرت پتھر سے روشنی نکالکر دنیا کی غافل نگاہون مین انوارحقیقت کی جلوہ نمائی کرادیتا تھا۔

شبلی صاحب نے یہان بھی ذکر اہلبیت سے باز رہنے کے لیے اپنی حد درجہ کی قلبی احتیاط دکھلائی ہے۔ لکھا ہے

(حضرت عمر بن عبد العزیز نے باغ فدک سادات کو دیدیا تھا۔ حاشیہ ص ۱۴۰)

نہین معلوم آپنے باغ فدک کو فدک کے عُرف نے سمجھا ہے یا کیا۔ کہ ٹوکرا اُٹھایا اور سادات کو ٹادیا جناب۔ وہ اراضیات تھین جنمین نخلستان تھے جنکی کافی محاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آتی تھی جسے آپ خود لال والی روایت مین بیان کر چکے ہین۔ وہ جائداد اگرچہ عموماً سادات ہی کے مصارف کے لیے واگذاشت کی گئی تھی۔ مگر اُن مین سے کسی بزرگوار کے انتظام واہتمام مین دی گئی ہوگی۔ آپ اپنی سنن ابی داؤد کھولکر دیکھین جنکو فدک کی جائداد واپس دی گئی تھی وہ راس الرئیس سادات واہلبیت طاہر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تھے۔

ردشمس کا مشہور ومعروف واقعہ

فدک کے حالات کو تمام کرکے ہم پھر اپنے سلسلۂ بیان کو آگے بڑھاتے ہین۔ خیبر اور مضافات وادی القریٰ کے معاملات کو بروایتے ایک مہینے کی مدت مین باطمینان تمام ختم فرماکر موکب رسالت نے عاودت فرمائے سمت مدینہ ہوا۔ منزل صہبا مین پہونچکر ردشمس کا مشہور ومعروف واقعہ مشاہدہ مین آیا۔

شبلی صاحب ایسے کیا تھے جو اس واقعہ کو قابل ذکر سمجھتے۔ اور اپنی کتاب مین درج فرماتے۔ حالانکہ اس مشاہدہ قدیم سے اعلام نبوت کے آثار عظیم نمایان ہوتے تھے۔ جو سیرت نبویؐ کے لکھنے والے کے لیے خاصکر قابل الذکر تھا لیکن چونکہ آپنے اپنی سیر کو تاریخ کی فلسفانہ اصول کے مطابق لکھنے کا انداز اختیار فرمایا ہے۔ اسلیے نبوت کے تصرفات روحانیہ اور تجلیات نورانیہ کی بحث وبیان کو آغاز ہی سے قلمزد فرمادیا ہے۔

یا تو اس وجہ خاص سے اس واقعہ کو نہین لکھا۔ یا اس ضرورت خاص سے کہ اس واقعہ سے فضیلت ومنزلت علی کی ایک شان خاص نمایان ہوتی تھی جو ابتدا ہی سے آپکے ناگوار طبع ہے۔ اسکو مرفوع القلم فرمادیا واللہ اعلم مگر میری عرض یہ ہے کہ جا ہے جس سبب سے آپنے اسکی نقل وبیان کو متروک فرمایا ہو وہ آپ جانین لیکن اسکے ترک کردینے سے آپنے اپنے بڑے اصول مقررکردہ کو ترک کردیا ہے وہ یہ ہے کہ

آپنے اپنے دیباچہ مین ایک جگہ نہین متواترا ومتعدد مقامات پر لکھکر ہدایت فرمائی ہے کہ مرویات حدیث کے مقابلہ مین مرویات سیر وتاریخ قابل استناد نہین۔ اسلیے کہ انکے ذریعہ اسناد ضعیف ہوتے ہین اور

فروتر، اس بنا پر جہاں تک تحقیق کیجاتی ہے۔ اس واقعہ کو زیادہ تر ارباب حدیث ہی نے بیان کیا ہے۔ ارباب سیر و تاریخ نے کم۔ اسلیے شبلی صاحب کو اپنے معیار و مختار مرقومہ بالا کے مطابق اس واقعہ کو ضرور قابل الذکر قرار دیکر نقل کرنا تھا۔ لیکن افسوس ایک اظہار فضیلت علیؑ کے خوف نے آپکے تمام اصول مقررہ کو نسیًا منسیا کرادیا ہے اللہ کرے اور بھی توفیق زیادہ۔

بہرحال ہم سب سے پہلے اس واقعہ قدیم و عظیم کو کتاب مشکل الآثار امام طحاوی کی اصل عبارت ذیل میں نقل کرتے ہیں

عن اسماء بنت عميس انّ النّبيّ صلّى الله عليه واله وسلم صلى الظهر بالصهباء ثم ارسل عليّا في حاجته فرجع وقد صلّى النّبيّ صلّى الله عليه واله وسلم العصر فوضع النّبيّ صلعم راسه في حجر علي فلم يحركه حتى غابت الشمس فقال اللّهم ان عبدك عليّا احتبس بنفسه على نبيّك فردّ عليه شرقها قالت اسماء فطلعت الشمس حتى وقعت على الجبال وعلى الارض ثم قام علي فتوضّأ و صلى العصر ثم غابت۔

اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مقام صہبا میں پہونچکر نماز ظہر ادا فرمائی اُسوقت حضرت علی کو ایک ضرورت کے لیے بھیجا تھا جب وہ واپس آئے آنحضرت نماز عصر پڑھ چکے تھے اور حضرت علی کے آتے ہی اُن کے زانو پر سر رکھکر آرام فرمانے لگے۔ تا اینکہ آفتاب غروب ہو گیا جب رسول اللہ صلعم بیدار ہوئے اور اُن کو معلوم ہوا کہ حضرت علی نے نماز نہیں پڑھی تو دعا کی کہ الٰہی تیرے عبد خاص علی نے تیرے نبیؐ کے لیے ایثار نفس کیا اُسکے لیے آفتاب کو بار دیگر طالع فرما۔ اسماء کہتی ہیں کہ ناگہاں آفتاب نکلا اور اُسکی شعاع پہاڑوں اور زمین پر ضیا فگن ہوئی اور حضرت علیؑ نے وضو کرکے نماز عصر پڑھی اسکے بعد پھر آفتاب غروب ہو گیا۔

قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں۔

عن اسماء بنت عميس انّ النّبيّ صلعم كان يوحى اليه وراسه في حجر عليؑ فلم يصلي العصر حتى غربت الشمس فقال النّبيّ اصلّيت يا عليؑ قال لا فقال اللّهم انه كان في طاعتك وطاعة رسولك فاردد عليه الشمس قالت اسماء فرأيتها طلعت بعد ما غربت و وقفت على الجبال والارض وذلك بالصهباء من خيبر تاریخ احمدی ص۱۶۲

اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سر مبارک حضرت علی کے زانو پر تھا۔ اسی حالت میں رسول مقبول پر وحی کا نزول ہوا جسکی وجہ سے حضرت علی نماز عصر نہ پڑھ سکے پس جب وہ حالت نزول وحی رفع ہوگئی تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی سے پوچھا کہ تم نے نماز عصر پڑھی ہے آنھوں نے کہا کہ نہیں پڑھ سکا آنحضرت صلعم نے مناجات کی کہ خداوندا علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا

اُس کے لیے آفتاب کو بار دیگر طالع فرما۔ اسماء کہتی ہین کہ ناگہان دیکھا مین نے کہ آفتاب نکل آیا جسکی شعاعین زمین اور پہاڑون پر پڑین اور یہ واقعہ مقام صہبا کا ہی جو خیبر کی راہ مین ہی۔

اس واقعہ کو صرف امام طحاوی اور قاضی عیاض ہی نے لکھا ہی۔ بلکہ علامہ ابن مغازلی۔ علامہ حموینی اور موفق ابن احمد خوارزمی نے بھی یونہی لکھا ہی اور کتاب الارشاد مین یہ واقعہ حضرت ام سلمہ۔ اسماء بنت عمیس۔ جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید خدری وغیرہم اکثر صحابہ کی زبانی منقول ہی۔ بلکہ صاحب کتاب الارشاد نے تو حسان بن ثابت کی زبانی یہ اشعار بھی اس واقعہ کے متعلق نقل کیے ہین

یا قوم من مثل علیؑ وقد	ردّت علیہ الشمس من غائب
کون شخص علی کے مثل ہو سکتا ہے	جسکے لیے آفتاب غروب ہوکر پھر طالع ہوا
اخو رسول اللہ وصہرہ	والاخ لایعدل بالصاحب
وہ رسول اللہ کے بھائی بھی ہین اور داماد بھی	بھائی کا موازنہ دوستون کے ساتھ نہین ہو سکتا

آخر مین صاحب کتاب الارشاد امام طحاوی کی اس روایت کی تصدیق مین یہ قول لکھتے ہین

وھذا الحدیثان ای شق القمر وردّ الشمس ثابتان ورواتھما ثقاۃ	یہ دونون حدیثین شق القمر اور ردالشمس ثابت ہین اور انکے رواۃ ثقاۃ ہین۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ مین لکھتے ہین۔

ومن کراماتہ الباھرۃ ان الشمس ردت الیہ	جناب علی مرتضیٰ کی کرامات باہرہ مین سے آفتاب کی رجعت ہی اور
لما کان راس النبی صلعم فی حجرہ والوحی ینزل	اُسکا واقعہ یون ہی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ کا سر مبارک انکی گود
علیہ وعلی لم یصل العصر وغربت الشمس	مین تھا اور آپ پر نزول وحی کی حالت طاری تھی۔ اور حضرت علیؑ نے
فلما سری الوحی عنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	نماز عصر نہین پڑھی تھی اور آفتاب غروب ہو چکا تھا جب آنحضرت صلعم حالت
قال اللھم ان علیا فی طاعتک وطاعۃ نبیک	وحی سے فارغ ہوے تو آپنے خدا سے دعا فرمائی کہ الٰہی علی تیری
فاردد علیہ الشمس فطلعت بعد ما غربت	اور تیرے نبیؐ کی طاعت مین تھا تو اُسکے لیے آفتاب کو پھیر لا۔ تو
صححہ الطحاوی والقاضی فی الشفاء وحسنہ	آفتاب غروب ہونے کے بعد پھر طالع ہوگیا۔ اس حدیث کو طحاوی
شیخ الاسلام ابو ذرعہ وتبعہ غیرہ	نے صحیح بتلایا ہی اور قاضی نے شفاء مین بھی نقل کیا ہی اور شیخ الاسلام

ابو ذرعہ نے بھی اسکو حسن لکھا ہی اور بہت لوگون نے شیخ الاسلام کی اتباع مین اسکو صحیح تسلیم کیا ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھو ینابیع المودۃ فی القربیٰ مطبوعہ بمبئی ص ۱۴۱)

محدث دہلوی شاہ عبد الحق صاحب نے بھی مدارج النبوۃ مین مرقومۂ بالا تصریح و تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو لکھا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ احمدی ص ۱۱ لکھنؤ)

محدث شیرازی۔ حافظ جمال الدین فضل اللہ شیرازی نے روضۃ الاحباب مین بھی اس واقعہ کو اسی تفصیل کے ساتھ لکھا ہو اور نقل روایت کے بعد اسکی تصدیق و توثیق کی نسبت یہ محاکمہ فرمایا ہے۔

طحاوی کہ از اکابر علمای حنفیہ است در شرح آثار خویش گفتہ رواۃ این حدیث ثقاۃ اند و از احمد بن صالح نقل کردہ اہل علم را سزاوار نیست کہ تغافل کنند از حفظ این حدیث زیرا کہ از علامات نبوت است قاضی عیاض حصیبی مالکی در شفاے خویش این سخن از طحاوی نقل کردہ و شیخ ابو سعید گازرونی کہ از علماے شافعیہ است نیز در منتقی خود آوردہ لیکن ذہبی در کتاب میزان الاعتدال تضعیف این حدیث نمودہ۔ بنا بر آنکہ بعضے از اہل حدیث عمارہ بن مطر راوی را کہ یکے از رواۃ اینحدیث است تضعیف کردہ اند بنا بر آنکہ مرویست از ابو ہریرہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود لم ترد الشمس الا علی یوشع بن نون این فقیر حقیر عفی عنہ گوید عمارہ بن مطر را بعض دیگر از اہل حدیث توثیق کردہ اند و بعضے وصف حفظ او کردہ اند چنانچہ از کلام ذہبی نیز معلوم مے شود۔ پس ضعف او دران مرتبہ نباشد کہ موجب رد حدیث او مطلقاً گردد۔ با آنکہ ائمہ مذکورین ایراد ان در کتاب خویش کردہ اند و اما حدیث ابو ہریرہ احتمال دارد کہ مراد حضرت از ان این باشد کہ از جملہ انبیای ما تقدم برای غیر یوشع علیہ السلام آفتاب مردود نگشتہ باشد و در حدیث ان چہ از انسر و قبیل از واقعۂ رد شمس بجہت علی بودہ باشد مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۹۵

طحاوی نے کہ اکابر علماے حنفیہ مین سے ہین اپنی کتاب شرح آثار مین لکھا ہو کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہین اور احمد بن صالح کا یہ قول نقل کیا ہو کہ تمام علما کو یہ حدیث خاص طور پر یاد کر لینا چاہیے اسلیے کہ یہ حدیث علامات نبوت مین داخل ہو اور قاضی عیاض حصیبی مالکی اپنی کتاب شفا ر مین طحاوی کے یہ تمام اقوال لکھتے ہین اور تضعیف نہین کرتے اور شیخ سعید گازرونی نے بھی جو علماے شافعیہ مین ہین۔ اس حدیث کو اپنی کتاب منتقی مین لکھا ہے۔ لیکن ذہبی نے میزان الاعتدال مین اس حدیث کی تضعیف کی ہے اسوجہ سے کہ اس روایت کے ایک راوی عمارہ بن مطر راوی کو بعض علماے حدیث نے ضعیف لکھا ہے اور نیز اسوجہ سے کہ ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ فرمایا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ رجعت شمس کسی کے لیے سواے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے واقع نہین ہوئی نقیر حقیر (محدث شیرازی) خدا اُسکو معاف کرے کہتا ہے کہ عمارہ بن مطر کی بعض دوسرے ارباب حدیث نے توثیق بھی کی ہے اور بعض نے اسکو وصف حفظ حدیث کے ساتھ موصوف بتلایا ہے۔ جیسا کہ ذہبی کے قول سے بھی معلوم ہوتا ہی اسلیے اسکا ضعف اس درجہ کا

نہین ہے کہ اوس سے روایت نہ لیجاے۔ حالانکہ اوسکی مرویات مذکورۂ بالا کو اماما ن حدیث نے اپنی کتابون مین نقل کیا ہے۔ اب رہی ابوہریرہ کی حدیث۔ اوسمین یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ہو کہ مخصوص طبقہ انبیا مین سواے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے اور کسی کے لیے رجعت شمس نہین ہوئی۔ یا آپ نے یہ حدیث اس مشاہدہ کے وقوع سے پہلے بیان فرمائی ہو۔

عمرۃ القضا (سنہ ہجری)

صلح حدیبیہ کے شرایط مین ایک شرط یہ بھی تھی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ حج نہ بجالائین سال آیندہ اداے حج فرمائین

چونکہ صلح کو سال بھر ہوچکا تھا اس لیے آپ نے اداے حج عمرہ کا قصد فرمایا اور حکم دیا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ کے موقع پر شریک تھے یہ سب مناسک عمرہ بجالائین حکم کی دیر تھی تمام لوگ موکب رسالت کے ہمرکاب تھے۔ مدینہ کے انتظام حضرت ابوذر غفاریؓ کو سپرد ہوئے اور ۲۵ ذیقعدہ سنہ ہجری کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانگی ہوئی۔ ناجیۃ اسلمی کو قربانی کے اونٹ جو شمار مین ۶۰ تھے یا شتر اور باربرداری کے جانور۔ سواری کے گھوڑے محمد بن مسلمہ کی محافظت مین اور اسلحہ جات وغیرہ بشر بن سعد کی سپردگی مین ایک وزقبل روانہ فرمادیئے گئے۔ کم وبیش چھ سو مہاجرو انصار کی جمعیت آنحضرت صلعم کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ منزل ذوالحلیفہ مین پہونچکر احرام باندھا گیا۔ اور وہین سے مسلمانون کا قافلہ لبیک گویان آگے بڑھا۔

خدا کے خالص بندون اور عقیدتمندون کی قلبی مسرت وجذبات کی کوئی حد نہ تھی۔ قلب پُرنور رسالت بھی ان محسوسات سے خالی نہین تھا۔ فیضان قدرت کے مشاہد پیش نظر تھے۔ جس آبائی مسکن وموطن سے ہجرت فرمانیکی مجبوری ہوئی تھی۔ اور جس شہر ومقام کی طرف ظلمہ وقت کی شدت مخالفت کی وجہ سے معاودت ومراجعت فرمانا تو کہان صرف قصد وارادہ کرنا بھی خطرہ سے خالی نہین تھا۔ اوسی مقام اور اوسی شہر خاص مین آپ اسوقت بخوف وہراس اور بلا تامل ووسواس اس شوکت واہتمام اور اطمینان وآرام سے اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ تشریف لیے جارہے ہین۔ اگر السفر مفتاح الظفر (سفر کامیابی کی کنجی ہے) کا قدیم اور مشہور قول اسی مبارک سفر پر پورے طور سے صادق آتا ہے۔ جسکی ایک ایک منزل کیا ایک ایک قدم اسلام کی فتح عظیم کا نقش کا لحجر تھا۔

قریش سے راہ مین ملاقات محمد بن مسلمہ کے ہمراہی جب منزل مرالظہران مین پہونچے۔ تو وہان کفار قریش کے چند لوگ ملے۔ اونھون نے محمد بن مسلمہ کے ساتھ یہ سامان دیکھکر دریافت کیا اور حقیقت حال معلوم کرکے سیل بیا! ان کی طرح دوڑے اور قریش کو خبر کردی۔ مشرکین مین اب جان تو باقی نہین تھی۔ جو کچھ تھی وہ جہالت کی

اینچ تان تھی۔ سب کے سب سطوت اسلام سے مرعوب ہو کر پہاڑون پر چلے گئے۔ لیکن خلاف شرط معاہدہ اسلحہ جات کا ہمراہ لانا سنکر اونھون نے مکرز بن حفص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین بغرض استفسار بھیجا۔ مکرز بن حفص راستہ پر کھڑا ہو گیا۔ جب مو کب رسالت اودھر سے گزرا تو مکرز نے حاضر ہو کر عرض کی ہتھیارون کا لانا خلاف شرط ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم تمام شرائط معاہدہ پر ثابت قدم ہین۔ اور انشاء اللہ سر مو اوس سے تجاوز نکرینگے ہم نے ہتھیار صرف راستہ کی محافظت کے خیال سے ہمراہ لیا ہے۔ ان مین سے ایک حربہ بھی مکہ مین نہین جائیگا اور شہر سے منزل دو منزل آگے چھوڑ دیا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مکرز بن حفص نے واپس آکر قریش سے حضرتؐ کا جواب کہدیا۔ وہ بھی سنکر مطمئن ہو گئے۔

بطن یاجج مین سب اسلحات چھوڑ دیے گئے۔ اور دو سو مسلمانون کا دستہ اونکی حفاظت پر مقرر کر دیا گیا اور قربانی کے اونٹ مقام ذوی طوی مین بھیجدیئے گئے۔ صرف ایک ایک تلوار وہ بھی نیام کے اندر حمائل کر کے مہاجرو انصار کا قافلہ جناب رسولخدا صلعم کے ہمراہ آگے بڑھا۔ مقام حجون مین پہونچ کر آپ اپنے ناقہ قصوا پر سوار ہو کر لبیک گویان بکمال شوکت و جلال داخل مکہ ہوے۔ عبد اللہ بن رواحہ ناقہ کی مہار تھامے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

مکہ مین موکب رسالت کا داخلہ

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ — الیوم نضربکم علی تنزیلہ

کافرو، سامنے سے ہٹ جاؤ — آج جو تم نے اوترنے سے روکا تو ہم تلوار کا وار کرینگے

ضربا یزیل الھام عن مقیلہ — و یذھل الخلیل عن خلیلہ

وہ وار جو سر کو خوابگاہ سر سے الگ کر دے — اور دوست کے دل سے دوست کا دل بھلا دے

یا رب انی مومن بقیلہ — انی رایت الحق فی قبولہ

خدایا۔ ہم تحویل حکم قبلہ پر ایمان لائے ہین — اور قول رسولؐ کو عین حق تسلیم کر چکے ہین

ان اشعار پڑھنے سے حضرت عمرؓ کی ممانعت

امام قسطلانی لکھتے ہین کہ حضرت عمرؓ نے عبد اللہ بن رواحہ کو اس رجز کے پڑھنے سے منع کرنا چاہا۔ یہ کہکر کہ خدمت رسولؐ مین اشعار پڑھنا مناسب نہین ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن لیا۔ ارشاد فرمایا۔ اے عمرؓ مین خود سنتا ہون۔ یہ ارشاد سنکر حضرت عمرؓ چپ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپنے عبد اللہ بن رواحہ کو حکم دیا کہ یہ اشعار پڑھو۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہ — نصر عبدہ و اعز جندہ

خدائے واحد کے سوا کوئی خدا نہین ہے — اوسی نے اپنے بندہ کی مدد کی اور اوسکے لشکر کو عزت دی۔

و ھزم الاحزاب وحدہ — اور اوسکی وحدت نے جماعت کفار کو مار بھگا یا (زرقانی صفحہ ۲۹۶ جلد ۲)

جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام ہمراہیون کے ساتھ باطمینان و آرام تمام مناسکات حج ادا فرمائے۔

سُنت رمل — مکّہ والے مدینہ والون کو عموماً کمزور اور ضعیف سمجھتے تھے۔ اور اسی کے ساتھ تمام مہاجرین کو بھی مدینہ کی بود و باش کی وجہ سے لاغر و ناتوان تعین کرنے لگے تھے۔ آنحضرت صلعم نے اونکے ان توہمات کی اصلاح کے خیال سے تمام مہاجرین و انصار کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین شوطون (گشت) مین وہ اکڑتے ہوئے چلین کہ تنگدل مخالفین کو اون کی کشادہ ہمی کے مشاہدے ہو جائین۔ عربی مین اس طریق سے چلنے کو رَمل کہتے ہین۔ مسلمانون نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور بقول شبلی صاحب آج تک یہ سُنت باقی ہے۔

کفّار اس منظر کو کیا ٹھنڈے دل سے دیکھتے تھے۔ کبھی نہین۔ وہ دل ہی دل مین اس فتح عظیم اسلام اور تکمیل بشارت حضرت خیر الانام علیہ وآلہ السلام کو دیکھ دیکھ کر جلے جاتے تھے۔ لیکن کر ہی کیا سکتے تھے۔ معاہدہ لکھ چکے تھے شرط کر چکے تھے۔ اقرار سے انکار۔ اعتراف سے انحراف ممکن نہین تھا۔ خون کے گھونٹ پی پی کر رہ گئے۔ جیون ہی تیسرا دن تمام ہوا۔ چند عمائد قریش حضرت علی مرتضی کے پاس آئے اور کہا کہ ایام شرط پورے ہوگئے۔ آپ آنحضرت صلعم سے کہدین کہ شہر خالی کر دین اور شرط معاہدہ کے موافق مدینہ واپس جائین۔ حضرت علیؑ نے اونکا پیام خدمت رسالت مین پہونچایا۔ آپ نے اوسی وقت مراجعت کا قصد کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ بدعہدی اسلام کا شعار نہین ہے۔

امامہ بنت حضرت حمزہ علیہ السلام — مکّہ سے روانگی کے وقت حضرت حمزہؑ کی صغیر السن صاحبزادی۔ جن کا نام امامہ تھا اور وہ ابتک مکّہ ہی مین تھین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چچا چچا کہتی ہوئی دوڑی آئین اور عرض کرنے لگین ہمین بھی ساتھ لیتے چلیے۔ حضرت علی مرتضیٰؑ نے فرط محبت سے گود مین اوٹھا لیا اور بروایت قسطلانی وزرقانی۔ جناب سیدہ حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی محمل کے پاس لاکر بچی کو اونکے سپرد فرما دیا جب مدینہ مین پہونچے تو آنحضرت صلعم کی خدمت مین امامہ کی ولایت و کفالت کے تین برابر کے دعویدار حاضر ہوئے اونمین ایک زید بن حارثہ تھے۔ دوسرے جعفر ابن ابیطالب۔ تیسرے علی ابن ابیطالب۔ زید کا دعوی تھا کہ عقد مواخاۃ کے رُو سے حضرت حمزہؑ ہمارے بھائی تھے۔ چنانچہ شہادت کے وقت وہ مجھی کو اپنا وصی قرار دے چکے ہین۔ اس بنا پر امامہ کی ولایت کا مجھسے زیادہ مستحق کوئی نہین ہوسکتا۔ حضرت جعفرؑ کا بیان تھا کہ "یہ میرے چچا کی لڑکی ہے۔ لہذا مجھسے بڑھکر نہ اس کا کوئی ولی ہوسکتا ہے اور نہ قریب تر خیر خواہ۔ حضرت علی فرماتے تھے کہ آپ سب حضرات تو وہین موجود تھے۔ لیکن یہ بچی سب کو چھوڑ کر سب سے پہلے میری گود مین چلی آئی گویا اسکے نزدیک مجھسے بڑھکر کوئی اور اسکا ولی نہین تھا۔ چنانچہ وہ اسوقت تک میرے پاس ہے۔ اس سے زیادہ اثبات استحقاق اور کیا ہوگا۔ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کے دعوے سُنکر امامہ بنت حضرت حمزہ کو

اسماء بنت عمیس کو نہین دیدیا کہ وہ حقیقی خالہ تھین - اور ارشاد فرمایا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے - اسماء اوس وقت حضرت جعفر کے نکاح مین تھین - (زرقانی از صفحہ ۱۹۹ - ۲۱)

عمر عاص اور خالد بن ولید کا اسلام

زرقانی اور روضتہ الاحباب مین اندونون حضرات کے اسلام لانیکی کیفیت خود انکی زبانی یون مرقوم ہے -

عمر عاص بیان کرتے ہین کہ غزوۂ خندق کی شکست کے بعد سے مجھے یقین ہوگیا کہ آنحضرت صلعم کے امور ضرور بلند ہوتے جائینگے اور آپ اب کسی قوم و قبیلہ کی طاقت سے مغلوب نہین ہونگے - یہ سوچکر مین نے اپنے احباب سے مشورت کی - اور اون سے اپنی یہ تجویز بیان کی کہ مناسب یہ ہے کہ ہم نجاشی کے پاس چلے جائین - اور طرفین کے امور کا انتظار کرین - اگر ہماری قوم غالب ہوجائے تو ہم باطمینان تمام مکہ واپس آئین - اور اگر مسلمان غالب آئین تو ہم وہین پناہ گزین ہوجائین - میرے احباب نے میری تجویز کو بہت پسند کیا اور مین نجاشی بادشاہ حبشہ کے لیے بہت سے نفیس اور گرانبہا تحفے لیکر نجاشی کے پاس پہونچا - میرے پہونچنے سے پہلے عمر بن امیہ الضمیری نامۂ رسالت لیکر نجاشی کے پاس پہونچ چکے تھے - اور بادشاہ نے بڑے اعزاز و اکرام سے نامۂ مقدس لیکر اونکو اپنا مہمان کیا تھا - مین نے نجاشی سے خلوت مین ملاقات کر کے کہا کہ عمر بن امیہ کو مجھے حوالہ کر دیجئے کہ مین اوسے قتل کر ڈالون - اوسکے قتل کر دینے سے قریش مین میری آبرو رہجائے گی - اور عزت بڑھ جائیگی - یہ سنکر نجاشی نے مارے غیرت کے اپنے مونہہ پر طمانچے مارلیے اور کہا یہ مجھسے کیسے ہوسکتا ہے کہ مین کسی شخص کے ایلچی کو دشمن کے ہاتھ مین قتل کر دینے کے لیے دیدون اور اپنے لیے ابد الآباد تک یہ ننگ و عار قائم کرلون - اور پھر کس مقدس بزرگ کا ایلچی اور فرستادہ جس پر ناموس اکبر (جبرئیل ؑ) کا نزول ہوتا ہے - مین نے کہا - اے بادشاہ - کیا واقعی ایسا ہوتا ہے اور آپ بھی اسپر اعتقاد رکھتے ہین - نجاشی بولا - حیف ہے - عمر عاص - تم قریب رہکر اتنا بھی نہین جانتے - مین تمھین آگاہ کیے دیتا ہون کہ وہ ضرور نبی برحق ہے - اوسکی اطاعت اختیار کرو - اوسکی باتون کو سنو اور مانو - اور جان لو کہ اوس پر کوئی غالب نہین آسکتا - بلکہ وہی اپنے سب مخالفین پر غالب ہوکر رہے گا - جیساکہ موسیٰ ؑ فرعون اور اوسکی تمام قوم پر غالب آیے یہ سنکر مین نجاشی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا - اور ملک حبش سے واپس آیا -

یہان تک لکھکر زرقانی بطور مطایبہ لکھتے ہین

وفی اسلام عمر عاص علی ید النجاشی لطیفۃ ھی صحابی اسلم علی ید تابعی ولا یعرف مثلہ ص ۲۰۶ مصر

نجاشی کے ہاتھ پر عمر عاص کے مسلمان ہونے مین ایک خاص لطیفہ ہے وہ یہ کہ صحابی تابعی کے ہاتھ پر اسلام لاتا ہے اور اسواقعہ کی کوئی اور مثال مجھے معلوم نہین ہے - (مصر صفحہ ۲۰۶)

عمر عاص اپنی کیفیت آگے یون بیان کرتے ہین۔

مین حبش سے لوٹ کر مکہ آیا اور اپنے مذہب اسلام کو تمام احباب سے چھپایا۔ اور مدینہ کے قصد سے روانہ ہوا۔ راستہ مین خالد ابن ولید ملے۔ پوچھا کہان جاتے ہو۔ بولے۔ مدینہ جاتے ہین۔ اسلیے کہ خدا کی قسم اب مجھے یقین ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی برحق ہین۔ اب مجھپر صراط مستقیم ہویدا اور آشکارا ہو گئی۔ اور اب مین رکنے کا نہین۔ جاؤن گا اور اون پر ایمان لاؤن گا۔ مین نے کہا۔ سبحان اللہ۔ مین بھی تو اسی قصد سے جاتا ہون۔ غرضکہ ہم اور خالد دونون مدینہ ہوکر خدمت رسالت مین حاضر ہوے اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ زرقانی ص ۳۰۰ روضۃ الاحباب ص۳۷۴

اسلام خالد بن ولید

خالد بن ولید اپنے ایمان لانیکی کیفیت یون بیان کرتے ہین۔

واقعہ حدیبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز خوف پڑھ رہے تھے مین کمین گاہ مین تھا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھکر مین نے اپنے ہمراہی دستہ فوج کے ساتھ حملہ کرکے آپ کا وہین خاتمہ کر دینا چاہا۔ مگر مین کامیاب نہو سکا۔ اور آپ تک دسترس نہ پاسکا۔ اوسی وقت سے مجھے یقین ہو گیا کہ خداے برحق آپ کا نگہبان ہے۔ اور آپ ضرور ہماری قوم پر غالب آئین گے۔ اسکے بعد معاملات فیمابین مصالحت سے طے پاگئے۔ اسکے ساتھ ہی مجھے یقین ہو گیا کہ قوم قریش مین نہ اب کوئی جلادت وقوت باقی ہے نہ شان وشوکت۔ بہتر ہے کہ ہجرت وطن اختیار کرکے کسی اور ملک مین نکل جاؤن نجاشی کے پاس مجھے منظور نہین۔ اسلیے کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ ہرقل رومی کے پاس چلا جاون اور یہودی یا نصرانی ہو جاؤن۔ لیکن پھر اس ارادے کو بھی فسخ کر دیا۔

مین اسی حالت مین تھا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مین بغرض ادا ے عمرہ آمد آمد مشہور ہوئی مجھے اسکے سننے کی تاب نہ آئی۔ مین عمداً مکہ سے باہر چلا گیا۔ آپ تشریف لاکر مکہ مین تین دن تک مقیم رہے۔ اسی اثنا مین میرا بھائی ولید بن ولید مشرف باسلام ہو گیا۔ آنحضرت صلعم نے اوس سے میری نسبت دریافت کیا۔ بھائی نے حقیقت عرض کر دی۔ جب آپ تشریف لے گئے تو بھائی نے مجھے خط مین لکھ بھیجا کہ آنحضرت صلعم تمھین پوچھتے تھے اور فرماتے تھے کہ خالد ایسا شخص نہین ہے کہ اوس سے اسلام کی حقیقت ابھی تک چھپی ہو۔ اگر وہ مسلمان ہو کر مہاجرین وانصار کے ساتھ ہو کر جوہر شجاعت دکھلاے تو اوسکے لیے ہر طرح بہتر ہوگا۔ مین تو خدا کے فضل وکرم سے مسلمان ہو گیا تعجب ہے کہ تم ابتک مسلمان نہین ہوے۔

خالد کا بیان ہے کہ بھائی کا یہ خط پاکر مین کمال مسرور ہوا۔ اور مکہ مین واپس آکر مدینہ جانے کا سامان کرنے لگا اور عثمان بن طلحہ عبدری کو جو میرا قدیم رفیق تھا اپنے ساتھ لیکر مدینہ روانہ ہو گیا۔ جب منزل ہدی پر پہونچا تو عمر عاص سے ملاقات ہوئی۔ ہم دونون مین اظہار خیالات ہوے اور اب یہان سے ہم تینون ملکر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوے مدینہ

پہونچکر ہلوگون نے غسل کیا۔ نئے کپڑے پہنے۔ خدمت نبویؐ مین حاضر ہوئے۔ جمال مبارک کو دیکھتے ہی عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ واشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔ آپ نے تبسم ہوکر ارشاد فرمایا۔

الحمد للہ الذی ھداک الی الاسلام — اوس خدا کا شکر ہے جس نے تمکو اسلام کی طرف ہدایت فرمائی

غزوۂ موتہ

(آغاز سال ۸ ہجری)

علاقہ شام مین شہر جابلقا سے پورب کی طرف ایک مقام کا نام موتہ ہے۔ جہان کی تلوارین عرب مین بہت مشہور تھین اسکے ثبوت مین عرب کے قدیم شاعر کثیر کا یہ مصرعہ موجود ہے۔

صوادم یجلوھا بموتۃ صیقل — وہ تلوارین جنکو موتہ مین صیقل گر جلا دیتا ہے۔

جلد دوم مین ارسال نامجات کے باب مین بیان ہوچکا ہے کہ تبلیغ اسلام کی غرض خاص سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطین ملکی اور امراء رؤسا قبائل کے نام خط لکھے تھے۔ انھین مین شرحبیل بن عمر کے نام بھی نامۂ رسالت حارث بن عمیر کی معرفت بھیجا گیا تھا۔ شرحبیل علاقہ حوران کا حکمران تھا بشہر بصرہ اوسکا دار الحکومت تھا شرحبیل قیصر کا باجگزار اور زیر اقتدار تھا۔ شرحبیل نے نامۂ رسالت کے ساتھ بے ادبی کی اور عمیر کے ساتھ یہ قساوت قلبی کہ انکو فوراً قتل کر ڈالا۔

جناب رسولخدا صلعم نے ان کے خون ناحق کے قصاص و معاوضہ کی غرض خاص سے تین ہزار فوج طیار کی اور زید بن حارثہ کو اس لشکر کا امیر بنایا۔ اور تمام اکابر صحابہ کو سوائے حضرت علی مرتضی کے انکی ماتحتی مین روانگی کا حکم دیا اور ہدایت فرمادی کہ اگر زید شہید ہوجائین تو حضرت جعفر بن ابیطالب امیر لشکر ہون۔ وہ بھی فائز بشہادت ہون تو عبد اللہ بن رواحہ سردار لشکر بنائے جائین۔

زید بن الحارثہ۔ آنحضرت صلعم کے غلام تھے۔ حالانکہ آزاد ہوچکے تھے۔ اور مساوات اسلامی اور صحبت نبوی کے فیوض سے ہرطرح ممدوح تھے۔ لیکن تاہم بقول شبلی صاحب:-

حضرت جعفر طیار۔ حضرت علی کے حقیقی بھائی تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرب خاص تھے عبد اللہ ابن رواحہ معزز انصاری اور مشہور شاعر تھے۔ اس بنا پر لوگون کو تعجب ہوا کہ جعفر و عبد اللہ کے ہوتے زید کو افسر کرنا کس بنا پر ہے۔ چنانچہ لوگون مین چرچے ہونے لیکن اسلام جس مساوات عام کے قائم کرنے کے لیے آیا تھا اوس کے لیے اسی قسم کا ایثار درکار تھا۔ اسامہ کی مہم مین جبین تمام مہاجرین کو شرکت کا حکم ہوا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں زید کے صاحبزادے حضرت اسامہ کو فوج کا افسر مقرر کیا تھا وقت
بھی لوگوں میں چرچے ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُنا تو خطبہ دیا اور فرمایا کہ تم لوگوں نے
انکے باپ کی افسری پر بھی اعتراض کیا تھا حالانکہ یقیناً وہ افسری کے قابل تھے۔ چنانچہ صحیح البخاری باب المغازی
میں بہ تفصیل یہ واقعہ مذکور ہے۔ سیرۃ النبی ؐ جلد اول ص۳۱۷

بہرحال، لشکر اسلام آراستہ ہو کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثنیۃ الوداع
کے مقام تک بالنفس النفیس لشکر اسلامی کی مشایعت فرمائی۔ اور شام کی طرف انکو رخصت فرما کر واپس آئے۔ یہ ظاہر ہے
کہ اس لشکر کشی سے سوائے قصاص حارث کے اسلام کی اور کوئی غرض نہیں تھی۔ لیکن چونکہ تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان اسکے
ہر جزوی اور کلی امور میں داخل تھی اس لیے لشکر کو رخصت کرتے وقت امراء لشکر کو حسب ذیل احکام خاص طور پر
نافذ فرمائے گئے۔

امراء لشکر کو خاص احکام

(۱) مقابلہ سے پہلے مخالف کو اسلام کی دعوت دینا۔ اگر خوش قسمتی سے وہ قبول کر لیں تو
پھر مقابلہ و مقاتلہ کی مطلق ضرورت باقی نہیں۔ (۲) اخوت اسلامی اور محبت انسانی کا مقتضا یہی ہے کہ اوس
مقام پر ضرور جانا جہاں حارث ابن عمیر کا خون ناحق بہایا گیا ہے۔

شرحبیل کے جاسوس تمام لگے ہوئے تھے لشکر اسلام کی منزل منزل کی خبر برابر پہونچاتے رہتے تھے۔ لشکر اسلامی کی شوکت
وسطوت نے شرحبیل کو اتنا مرعوب بنا دیا تھا کہ بالآخر وہ قلعہ بند ہو گیا اور اوس نے ہرقل رومی (قیصر) سے مدد مانگی۔
قیصر بیشمار فوج لیکر چلا۔ اور مقام مآب میں۔ جو اضلاع حا بلقاء میں واقع ہے مقیم ہوا۔

زید بن حارثہ کو بھی غنیم کی خبر برابر ملتی رہتی تھی۔ مخالف کی طیاری اور کثرت تعداد معلوم کر کے زید نے دربار
رسالت میں خبر دینا اور حکم ثانی تک انتظار کرنا چاہا۔ لیکن عبد اللہ بن رواحہ نے انکی تجویز سے اختلاف کر کے کہا کہ
ہمارا مقصود نہ ملک گیری ہے اور نہ عیسائیوں پر فتحیابی۔ بلکہ قصاص حارث کی کوششوں میں شرف شہادت سے
بہرہ اندوزی ہمارا نصب العین ہے اور وہ ہمکو ہر وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ عبد اللہ کی اس پُر جوش اور مردانہ صلاح سے
سب نے اتفاق کیا۔ اور اسلام کا یہ لشکر قلیل آگے بڑھا۔

غنیم سے مقابلہ زید کی شہادت

غنیم بھی اپنا ٹڈی دل۔ لشکر عظیم لیے بڑھتا ہوا چلا آیا۔ اور شہر موتہ کے میدان میں طرفین کی
فوجیں مقابلہ پر طیار ہو گئیں۔ غنیم اپنی ایک لاکھ فوج طیار لیکر اسلام کی مٹھی بھر جمعیت پر
حملہ آور ہوا۔ پہلے ہی حملہ میں زید بن حارثہ زخم سنان سے مجروح شہید ہو گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

حضرت جعفر کی شہادت

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق۔ زید کی شہادت کے بعد

حضرت جعفرؓ علم لیکر آگے بڑھے۔ اور اظہار شجاعت مین مبارزان عرب کے قدیم دستور کے مطابق میدان مین پہونچتے ہی اپنے گھوڑے کی کونچین کاٹ ڈالین۔ گویا یہ اپنی ثابت قدمی کا ثبوت تھا کہ کوئی ذریعۂ فرار بطور ظاہر باقی نرہے اسکے بعد پیدل ہوکر غنیم سے دیر تک بڑی جگر داری اور پامردی کے ساتھ لڑتے رہے۔ کسی کا ہاتھ انکے سیدھے ہاتھ پر پڑ گیا اور پورا پڑ گیا۔ فوراً ہاتھ کٹ کر زمین پر آ رہا۔ حضرت جعفر بکمال استقلال علم کو بائین ہاتھ کی بغل مین دابکر لڑتے رہے۔ اس اثنا مین بائین ہاتھ پر بھی ویسی ہی ضرب پڑی اور وہ ہاتھ بھی شانہ سے جدا ہو گیا پھر غنیم نے انکو بے قابو پاکر ہتیارون سے چور چور کر دیا۔

صحیح بخاری مین حضرت عبد اللہ بن عمر کا چشم دید بیان لکھا ہے کہ مین نے اوسدن جعفرؓ کی لاش کو دیکھا تو تلوارون اور برچھیون کے نوّے زخم لگے تھے۔ لیکن سب کے سب سامنے کے جانب تھے۔ پشت نے یہ داغ نہین اوٹھایا تھا۔ سیرۃ النبیؐ ص ۳۷۱۔

عبد اللہ بن رواحہ کی شہادت

حضرت جعفر کے شہید ہو جانیکے بعد حسب الحکم رسالت عبد اللہ ابن رواحۃ الانصاری علم فوج لیکر آگے بڑھے۔ روضۃ الاحباب مین مرقوم ہے کہ عبد اللہ بن رواحہ نے طلب شہادت کے شوق مین تین روزے نذر کے رکھے تھے۔ اوس روز روزے پورے ہو چکے تھے۔ گویا بہ روز عید اور یوم افطار تھا۔ دستر خوان پر بیٹھکر کھانا کھانا ہی چاہتے تھے۔ کہ میدان جنگ سے حضرت جعفر کی شہادت کی خبر آئی۔ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا کہ اب جعفر کے بعد نعمت دنیا سے لذت پذیر ہونا بیکار ہے۔ بھائی سامنے کھڑے تھے ہر چند اونھون نے کھانا کھا لینے کے لیے اصرار کیا لیکن یہ ویسے ہی اوٹھکھڑے ہوئے۔ اور میدان جنگ مین آکر مشغول حرب و ضرب ہوے۔ اس اثنا مین اون کی اونگلی مین ضرب آئی اور وہ تیغ زنی مین حارج ہونے لگی۔ عبد اللہ گھوڑے سے نیچے اوتر پڑے اور مجروح اونگلی کو پاؤن کے نیچے دابکر مقام جراحت سے فوراً جدا کر دیا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر باستقلال تمام لڑتے رہے۔ شہادت مین جیون جیون دیر ہوتی تھی یہ اپنے دل مین کہتے جاتے تھے۔ کہ اگر میری روح اہل و عیال کے تعلّقات کی وجہ سے جدا ہونا نہین چاہتی تو مین نے اسی وقت بی بی کو طلاق دی اور بچون سے افتراق اختیار کیا۔ اگر غلامون کی محبت سے دنیا چھوڑی نہین جاتی تو مین نے اون سب کو اسی وقت فی سبیل اللہ آزاد کر دیا۔ اور اگر دولت و ملکیت کے سبب سے میری اجل نہین آتی تو مین نے اپنی تمام دولت و ملکیت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین نذر کر دی۔ روضۃ الاحباب ص ۴۰۸۔

شہادت کا یہ خالص طلب گار۔ اسلام کا سچا جان نثار۔ دیر تک بکمال شجاعت و دلیری مصروف کارزار رہا بالآخر اپنی تمنا و آرزو کے موافق شاہد شہادت سے ہمکنار ہوا۔

خالد کی امارت غیر منصوص

چونکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقرر کردہ امیران لشکر سب کے سب شہید ہو چکے تھے اس لئے ثابت ابن قرم نے عبد اللہ بن رواحہ کے بعد علم فوج تو لے لیا۔ لیکن لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ لوگ جلد ایک امیر مقرر کر لیں ورنہ مخالف ہماری بد نظمی سے فائدہ اوٹھا کر ہم پر غالب آجائے گا۔ لوگون نے کہا ہم تمہین کو امیر بناتے ہین۔ ثابت نے کہا مجھین اسکی صلاحیت ہی نہین۔ تب لوگون نے خالد بن ولید کو جلدی سے علمدار فوج بنا کر بھیجا اور ثابت نے علم فوج اونکے حوالے کر دیا۔ چنانچہ زرقانی جلد دوم مین ہے۔

ثم اخذ اللواء خالد بن ولید ولم پھر خالد ابن ولید نے علم لیا۔ وہ امیر (مقرر شدہ) ہین تھے۔

تکن من الامراء وھو امیر نفسہ ص ۲۷۱ بلکہ اونھون نے اپنے جی سے امارت قبول کر لی تھی۔

تینون امرا کے یکے با دیگرے شہید ہو جانیکے باعث لشکر اسلامی مین انتشار پیدا ہو گیا تھا اور ہر شخص فرار کرنے پر طیار ہو گیا تھا خالد نے میدان جنگ کا رنگ بیرنگ دیکھکر اُکھڑی ہوی فوج کو جما لینا چاہا اور قطبیہ بن عامر نے جیسا کہ محدث شیرازی لکھتے ہین۔ مبارزان اسلام کو بہت متنبہ کیا اور کہا کہ تملوگون کے ارادے کے خلاف مین تو گریز پائی کے شرم و عار اختیار کرنے سے میدان جنگ مین تہارا پارہ پارہ ہو کر دشمنون کے ہاتھ سے مارا جانا کہین بہتر سمجھتا ہون۔ خدا کی قسم میرے لیے تیغ و سنان کے زخم اہل مدینہ کی طعن زبان سے زیادہ خوشگوار ہین جو گھر بھاگ کر مجھکو اور تمکو سُننے پڑینگے۔

اس کلمہ و کلام مین شام ہو گئی۔ اور رات کی وجہہ سے جانبین کی لڑائی موقوف کر کے اپنے اپنے فرودگاہ پر واپس گئے۔ اہل اسلام کی شجاعت و دلیری کا پردہ رہگیا۔ خالد بن ولید کو فوج کی بیدلی کا اصلی سبب اونکی قلت معلوم ہوئی۔ اور اس مین کوئی کلام نہین کہ مخالف کی کثرت کے مقابلہ مین مسلمانون کی تعداد کچھ بھی نہین تھی۔ خالد اس اصلی راز کو سمجھ گئے۔ دوسرے دن صبح کو اونھون نے ایک خاص حیلہ سے کام لیا۔ فوج اسلامی کی قلیل تعداد کو معرکہ آرائی کے اصول پر۔ مقدمہ۔ ساقہ۔ میمنہ اور میسرہ مین تقسیم کر کے غنیم کی نگاہ مین تھوڑی تعداد کو بہت دکھلایا۔ اس تدبیر کا یہ اثر ہُوا کہ عیسائیون نے سمجھ لیا کہ مسلمانون کی امدادی فوج آگئی اس لیے روز گذشتہ کی ایسی ہمت اون مین نہین رہی۔ اور مسلمانون کی فوج بھی خالد کی ماتحتی مین بڑی جگرداری سے لڑی۔ خالد کا بیان ہے کہ اوس روز یکے با دیگرے نو تلوارین میرے ہاتھ مین ٹوٹ گئین۔

یہہ سب کچھ تو ہوا۔ لیکن اسکا علاج کیا تھا کہ باوجود اسکے کہ مسلمانون نے عیسائیون کی جمعیت کثیر کو مقتول کیا۔ لیکن اونکی کثرت اتنی تھی کہ اونکی طرف کی افراد ذرا بھی معلوم نہین ہوتی تھی۔ بخلاف انکے۔ اگرچہ مسلمان بہت کم شہید ہوئے تھے لیکن قلت تعداد کی وجہہ سے اون مین صاف صاف کمی ظاہر ہوتی تھی۔ ان امور پر

نظر کر کے خالد بن ولید نے عام مجاہدان اسلام کی استصواب رائے ست۔ دشمنون کے محاصرے سے فوج کا نکال لیجانا اور بخیر و خوبی باقیماندہ لوگون کو واپس لیجانا مصلحت سمجھا۔ شبلی صاحب لکھتے ہین۔

حضرت خالد سردار فوج تھے۔ نہایت بہادری سے لڑے صحیح بخاری مین ہے کہ آٹھ تلوارین اُنکے ہاتھ سے ٹوٹ کر گر پڑین۔ لیکن ایک لاکھ سے تین ہزار کا کیا مقابلہ۔ بڑی کامیابی یہی تھی کہ فوجون کو دشمن کی رو سے بچالائے جب یہ شکست خوردہ فوج مدینہ کے قریب پہونچی اور اہل شہر اونکی مشایعت کو نکلے تو لوگ غمخواری کے بجائے اون کے چہرون پر خاک پھینکتے تھے۔ کہ او فرار یو۔ تم خدا کی راہ سے بھاگ آئے۔ سیرۃ النبی صـ۳۷۲ جلد ۲

تھی تو حقیقت مین شکست۔ لیکن خالد بن ولید کے مویدین نے اسکو اسلام کی فتح تبلایا ہے اور زمانہ حال کے محققین معتقد لانہ طریقہ سے اسکو اسلام کی شاندار واپسی لکھتے ہین خیر جو کچھ ہو لشکر اسلام بے نیل مرام واپس آیا۔

حضرت جعفر (ذو الجناحین) طیار کی شہادت پر آنحضرتؐ کا ملال۔

اس مین کوئی کلام نہین کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا۔ شہیدان معرکہ مین سب سے زیادہ حضرت جعفر کی مفارقت کا صدمہ آپکو ہوا۔ جب آپ کو خالد کی مراجعت کی خبر معلوم ہوئی تو آپ سوار ہو کر مدینہ سے نکلے۔ بہت سے لڑکے اور اہل شہر آپ کے ہمراہ ہوئے جب لشکر اسلامی قریب آگیا تو بہت بھیڑ ہو گئی۔ ابن ہشام لکھتے ہین۔

عن عروہ قال لما دنوا من المدینۃ تلقا هو صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم علی دابتہ والمسلمو والصبیان یشتدون فقال خذو الصبیان فاحملوهم واعطونی ابن جعفر فاتی بعبداللہ فحملہ بین یدیہ زرقانی صـ۲۱۹ ابن ہشام صـ۱۲	عروہ سے مروی ہے کہ جب خالد لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب پہونچے تو آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ سواری پر تھے اور کثرت سے مسلمان اور اونکے لڑکے ہمراہ تھے۔ آپنے فرمایا کہ بچون کو سواریون پر اوٹھالو اور جعفر کے بیٹے کو مجھے دیدو۔ چنانچہ لوگون نے عبداللہ بن جعفر کو اوٹھا کر آپکی سواری پر دیدیا اور آپنے اونکو لیکر اپنی گود مین اوٹھالیا

ابن ہشام۔ طبری۔ قسطلانی۔ زرقانی اور محدث شیرازی متفق اللفظ بیان کرتے ہین۔

اسماء بنت عمیس (زوجہ حضرت جعفر) کہتی ہین کہ جب حضرت جعفر کی شہادت کی خبر آپ کو معلوم ہوئی تو آپ مسجد سے اوٹھکر میرے گھر تشریف لائے اور مجھ سے پوچھنے لگے جعفر کے لڑکے کہان ہین۔ مین لڑکون کو لیکر آپکی خدمت مین حاضر ہوئی (اوسوقت تک مجھے اس حادثہ کی خبر نہین ہوئی تھی) آپ نے بیقرار ہو کر بچون کو گود مین اوٹھالیا۔ پیار کیا۔ اون کے گیسون کو سونگھا۔ اور آنسو آپ کی آنکھون سے جاری ہو گئے۔ یہ عالم

دیکھکر مجھے جعفرؓ کی طرف سے دھڑکا ہُوا۔ اور مین مضطرب ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنے لگی کہ کیا جعفرؓ کی خبر آئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہان۔ اسماء۔ وہ شہید ہوئے۔ یہ سنکر مین بے خود ہو گئی اور نالہ و فریاد کرنے لگی۔ اور زنان محلہ بھی میری آہ وزاری سُنکر میرے پاس بغرض تعزیت جمع ہو گئین۔ آنحضرت صلعم نے بکمال دلجوئی مجھسے ارشاد فرمایا کہ اے اسماء نالہ وفریاد نکرو۔ کلمات ناشائستہ زبان سے نہ نکالو۔ سر و سینہ نہ پیٹو۔

رسول کی طرف سے جعفرؓ کے گھر مین ارسال طعام تعزیت

یہ فرماکر آپ باچشم گریان وہان سے اوٹھے۔ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر مین آئے۔ اونکو بھی وَاعَمَّاہُ (ہائے چچا) کہہ کہکر روتے دیکھا ارشاد ہوا۔

علی مثل جعفر فلتبك البا كية (جعفر کی مثل اب کون اور ہوگا جسکے لیئے رونیوالیان روئین گی)

یہ فرماکر آپ نے ارشاد کیا فاطمہؑ۔ اولاد جعفرؓ کے لیے طعام تعزیت طیار کرو۔ کیونکہ وہ سب کے سب ایسے بیحال ہو رہے ہین کہ خور و نوش کا ہوش نہین رکھتے۔

زرقانی۔ زبیر بن بکار کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن جعفر کی زبانی لکھتے ہین:۔

فعمدت سلمى مولاة رسول الله صلى الله عليه واله وسلم الى شعير فطحنته ثم ادمته بزيت وجعلت عليه فلفلا قال عبد الله فاكلت منه وحبسني صلى الله عليه واله وسلم مع اخوتي في بيته ثلاثة ايام	سلمی۔ خادمۂ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کا آٹا گوندھا۔ اوسکو خمیر کیا۔ پھر روغن زیتون ملا کر روٹیان بنائین اور اوس پر باقلہ کی پھلیان رکھکر لے آئین۔ اور ہم نے اوس مین سے کھایا۔ عبد اللہ بن جعفرؓ کہتے ہین کہ اسی طرح جناب رسالت مآب صلعم نے ہلوگون کو تین روز تک اپنے گھر مین رکھا۔ زرقانی جلد دوم صفحہ ۳۱۹ مصر

زرقانی۔ طبرانی۔ قسطلانی۔ امام احمد بن حنبل اور امام نسائی کی سند صحیح کے حوالہ سے لکھتے ہین۔

عن عبد الله ابن جعفر ثم امهل صلى الله عليه واله وسلم ال جعفر ثلاثا ثم اتاهم فقال لهم لا تبكوا على اخي بعد اليوم ثم قال ايتوني ببني اخي فجئ بنا كانا افرخ فدعا الحلاق فحلق رؤسنا ثم قال اما محمد فشبيه عمنا ابي طالب واما عبد الله فشبيه خلقي وخلقي ثم دعا لهم۔ (زرقانی صفحہ ۳۱۶ جلد ۲ مصر)	عبد اللہ بن جعفر سے منقول ہے کہ حضرت جعفرؓ کی اولاد کو جناب رسولخدا صلعم نے تین روز تک اپنے گھر مین رکھا۔ پھر اونکو پاس بلاکر کہا کہ آج سے اب میرے بھائی کے لیے نہ رونا۔ پھر آپنے فرمایا میرے بھتیجون کو میرے پاس لاؤ جب ہم آپکی خدمت مین لائے گئے تو آپ نے بکمال شفقت و دلجوئی ہم لوگون کو باہر لائے۔ حجام کو بلوایا اور ہماری حجامت بنوائی۔ پھر میرے بھائی محمدؐ کی طرف دیکھکر لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا۔ محمد تو میرے چچا ابی طالبؑ سے مشابہ ہے اور عبد اللہ باعتبار ترکیب جسم و توصیف خلق مجھسے مشابہ ہے۔ یہ فرماکر آپنے ہمارے لیے دعا فرمائی۔

حضرت جعفرؓ کے واقعہ مین اونکے اہل وعیال کی گریہ وزاری کی نسبت منع گریہ کی بھی حدیثین آئی ہین - چنانچہ زرقانی حضرت عائشہ کی زبانی لکھتے ہین -

فجاء رجل فقال ان نساء جعفر وذکر بکاءھن فامرہ صلعم ان ینھاھن فذھب ثم اتی فقال قد نھیتھن وذکر انھن لم یطعنہ فامر ایضا فذھب ثم اتی فقال واللہ لقد غلبتنا قال فاحث فی افواھھن من التراب قالت عائشہ فقلت ارغم اللہ انفک فواللہ ما انت تفعل وما ترک رسول اللہ من العناء وعند ابن اسحق قالت عائشۃ وعرفت انہ لایقدر ان یحثر فی افواھھن التراب قالت ربما ضرب التکلف اھلہ

ص ۳۱۶ مصر

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ مسجد مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محزون وملول بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا کہ جعفرؓ کی عورتین شیون وشین اور بین کر رہی ہین آپنے ارشاد فرمایا کہ اونھین منع کر دو - وہ شخص گیا اور لوٹ کر آیا اور کہنے لگا کہ مین نے اونھین منع کیا وہ نہین مانتین - پھر آپنے وہی فرمایا - اور پھر وہ شخص گیا اور پھر ویسے ہی آکر کہنے لگا کہ وہ اپنے شیون وشین اور بین موقوف نہین کرتین اور میرا کہنا نہین مانتین - آپنے فرمایا کہ اونکے موںھ مین خاک جھونک دو - یہ سنکر مین نے (حضرت عائشہؓ) اوس شخص سے کہا کہ خدا تیری ناک ملے - تو ایسا نکرنا - اور جناب رسولخدا صلعم نے اپنا حزن وملال نہین ترک فرمایا تھا - اور ابن اسحاق نے اپنی روایت مین حضرت عائشہ کا یہ قول لکھا ہے کہ مین آپکے کہنے پر جانتی تھی کہ وہ شخص کبھی ان لوگوں کے موںھ مین خاک جھونکنے پر قادر نہین ہوسکتا - اس لیئے کہ اس حرکت سے آپکے اہل بیت کو تکلیف پہونچے گی -

اس روایت سے محدثین کے ایک گروہ خاص نے منع گریہ وبکا کے معنی لیے ہین - اول تو اس حدیث کی صحت کا حال معلوم نہین - اور اگر صحیح بھی ہو تو اس سے جزع وفزع کے بجائے - صبر ورضا اور سکون وسکوت کی تعلیم وہدایت مقصود ہے نہ امتناع وحرمت - چنانچہ محدث شیرازی اس حدیث کے لکھنے کے بعد روضۃ الاحباب مین تحریر فرماتے ہین -

تنبیہ از ضمن خبر جعفرؓ وگریہ حزن وملال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوت او معلوم میشود کہ شخصے در مصیبت بمجرد بکا وحزن از دائرہ صابران وراضیان بقضاء حق تعالی بیرون نمیرود مادام کہ دل او مطمئن بود بر آن - زیرا کہ آن حال اثریست از آثار رحمت ورقتے کہ خداوند تعالی در دل بندۂ مومن ایجاد فرمودہ بلکہ توان گفت کہ شخصے اگر از مصیبت متاثر گردد و معالجہ نفس خویش بصبر ورضا کند رتبہ وے ارفع

جعفرؓ کی شہادت کی مرثیات اور اونکی شہادت پر آنحضرت صلعم کی حزن وملال کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص صرف مصیبت مین گریہ وبکا کرنیکی وجہ سے صابرون اور راہ آلہی کے رضامندون کے دائرہ سے باہر نہین ہوسکتا تا وقتیکہ اوسکا قلب (رضائے آلہی سے) مطمئن ہے - کیونکہ مصیبت مین یہ حالت (گریہ وبکا) اون رحمت ورقت کے آثار مین سے ایک اثر خاص کی کیفیت ہے جو خدائے تعالی کی طرف سے ہر بندۂ مومن کے دل مین ودیعت فرمائی

خواہد بود از کسے کہ باک ندارد از وقوع مصیبت و منجزع	گئی ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس شخص پر مصیبت پڑے اور
نگر دد ازانکہ زیراکہ آن علامت از قساوت قلب است	وہ اپنے درد دل کا علاج صبر و رضا سے کرے تو اوس کا مرتبہ

اوس شخص سے جو مصیبت سے درد مند نہین ہوتا اور رقت قلب سے گریہ نہین کرتا۔ زیادہ بلند ہوگا۔ کیونکہ مصیبت مین درد مند ہونا اور گریہ و بکا نکرنا۔ قساوت قلبی کی علامت ہے۔

اس بحث مین زرقانی نے بھی ابن حجر کی قریب قریب یہی رائے نقل کی ہے۔ وہوہذا۔

قال الحافظ ای لما جعل اللہ فیہ الرحمۃ	حافظ ابن حجر کہتے ہین کہ اس (گریہ و بکا) مین خدا نے اپنی رحمت
ولاینا فی ذلک الرضا بالقضاء ویوخذ منہ	ودیعت فرمائی ہے اور یہ امر راضی بقضائے الٰہی ہونیکا منافی نہین ہے
ان الانسان اذا اصیب بمصیبۃ فحزن لا	اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب انسان کسی مصیبت مین مبتلا ہوتا ہے
یخرجہ عن کونہ صابرا راضیا اذا کان قلبہ	تو اظہار حزن و ملال کرتا ہے اور اس عمل سے تا وقتیکہ اوس کا قلب
مطمئنا بل قد یقال ان من کان ینزعج	مصیبت مین مطمئن ہے۔ دائرہ راضیین و مرضیین سے خارج نہین ہوتا۔
بالمصیبۃ ویعالج نفسہ علی الصبر والرضا	البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص مصیبت کے وقت بے قابو اور بیتاب
ارفع رتبۃ ممن لایبالی بوقوع المصیبۃ	نہین ہو جاتا ہے اور اپنے دل دردمند کا علاج صبر و سکوت سے
اصلا اشار الی ذلک الطبری واطال	کرتا ہے اوسکا مرتبہ اوس شخص سے بلند ہے جو مصیبت کے وقت بے قابو
فی تقریرہ۔	اور بیتاب ہو جاتا ہے۔ اسی قول کی طرف علامہ طبری نے بھی اشارہ
ص ۳۱۶	کیا ہے اور اس پر ایک طویل بحث کی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ جناب رسو لخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم تھے۔ اور مرتبۂ اصطفاء پر فائز۔ اس بنا پر آپ نے بکمال استقلال بھائی کے واقعہ پر رضائے الٰہی پر صابر رہکر صبر و سکوت اختیار فرمایا۔ لیکن رقت قلب اور رحمدلی کے تقاضے سے جو عین ودیعت الٰہی بتلائی گئی ہے چشم پُرنم فرمائی۔ لیکن حضرت جعفرؓ کے عیال تو معصوم نہین تھے اور نہ محفوظ تھے۔ اس بنا پر عام فطرت انسانی کے موافق اونھون نے اپنے سرپرست اور ولی النعم کی مفارقت مین جزع و فزع کی۔ تو بقول طبری۔ ابن حجر۔ زرقانی اور محدث شیرازی اس سے امتناع بکا کیونکر ثابت ہوئی۔

جعفر ذوالجناحین طبرانی سالم ابن ابی الجعد کی زبانی لکھتے ہین۔

قال رای صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کو ملئکہ کی شکل مین
جعفرا ملکا ذاجناحین	دو پرون کے ساتھ دیکھا۔ زرقانی ۳۱۶

زرقانی مین ہے کہ ابن سعد نے بھی اس کو ابوہریرہ کی سند سے لکھا ہے۔ اسکے بعد زرقانی لکھتے ہین:۔

کان ابن عمر اذا سلم علی عبد اللہ بن جعفر قال السلام علیک یا ابن ذوالجناحین کما فی الصحیح ص ۳۱۶

(عبد اللہ) ابن عمر عبد اللہ بن جعفرؓ کو سلام کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ سلام ہو تم پر اسے دو پر والے کے بیٹے - جیسا کہ صحیح مین وارد ہوا ہے

جعفر طیار

پھر اوسی کتاب مین ہے:-

باسناد حسن حضرت عبد اللہ ابن جعفرؓ کی زبانی طبرانی مین مرقوم ہے -

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان جعفر الطیار مع جبریل ومیکائیل لہ جناحان عوضہ اللہ من یدیہ

فرمایا جناب سولخدا صلعم نے کہ جعفرؑ جبریل اور میکائیل کے ساتھ پرواز کرتے ہین - خداوند عالم نے اون کو اونکے ہاتھون کے عوض مین دو پر عنایت کئے ہین -

ایضًا - عبد اللہ بن جعفر کی زبانی منقول ہے -

قال قال لی رسول اللہ صلعم ھنیئًا لک ابوک یطیر مع الملئکۃ فی السماء

جناب سولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھسے ارشاد کیا کہ تمکو مبارک ہو - تمھارے باپ ملائکہ آسمان کے ساتھ پرواز کرتے ہین -

حضرت کی فضیلت اور آپ کا سن شریف

اس مرتبہ عالی کی خصوصیت سے جناب جعفرؑ کو جعفر طیار کہا جاتا ہے اور انھین خصائص علیہ کی بنا پر صحیح ترمذی اور صحیح نسائی مین حضرت ابوہریرہ کا یہ قول مذکور ہے -

انہ افضل الناس بعد المصطفے

جعفرؑ بعد رسول مقبول افضل الناس بزرگ ہین -

بخاری صاحب نے بھی اپنی صحیح مین یہی قول لکھا ہے - مگر تھوڑی ترمیم کے ساتھ - اسلیئے کہ آپ کے نزدیک افضل الناس کوئی اور بزرگ تھے چنانچہ لکھتے ہین -

کان جعفر خیر الناس للمساکین

جعفر مساکین کے لیے سب آدمیون سے اچھے تھے - زرقانی ص ۳۱۷

حضرت جعفرؑ کا سن مبارک وقت شہادت ۴۱ برس کا بتلایا گیا ہے - اقوال مختلفہ مین امام عبد البر نے اسی کو صحیح بتلایا ہے - زید بن حارثہ حضرت جعفر طیار اور عبد اللہ بن رواحہ انصاری - یہ تینون شہدا ایک ہی قبر مین مدفون کردئے گیے - رضوان اللہ علیہم

فتح مکہ

(رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء)

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ

اے پیغمبر ہم نے تمکو فتح مبین عطا فرمائی مومنین کی حمایت کرنا تو ہمارا حق ہے

منتظم قدرت اور مہتمم مشیت نے سلسلہ ابراہیمیؑ اور خانوادۂ اسماعیلیؑ مین اس متمم رسالت کو جن منشاء و مدعاے خاص کے لیے مبعوث فرمایا تھا اون مین بیت اللہ کعبہ کی جہالت وضلالت کی ظلمت اور فسق وکفر کی غلاظت سے صفائی بھی تھی -

مصلائے ابراہیمی کو ایک زمانہ بیشمار کے بعد بت پرستی کے قبیح جانے سے تکبیر و تہلیل کا تسبیح خانہ بنا دینا آپکی رسالت کے خاص فرائض مین داخل تھا۔

بحکم اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ　　خدا کا حکم آ ہوا ہے۔ یہ لوگ کیون جلدی کرتے ہین۔ وہ مدعائے قدرت اکیس ۲۱ برسون کے بعد آج اس حسن و خوبی سے جلوہ آرا ہوا کہ خیرہ ماند دران دیدۂ اولی الابصار۔ پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام نے کفار قریش کے بیشمار مصائب و مظالم اوٹھا کر بالتدریج تبلیغ دین تعلیم اخلاق اور تاسیس ملک و قوم کے فرائض جس خموشی۔ آہستگی اور صلح جوئی سے ادا فرمائے تھے۔ وہ اپنی آپ نظیر تھے اور شہنشاہ رسالت کے محاسن تدبیر ہجرت کے بعد بھی آٹھ برس تک مشرکین قریش ۳۰۰ میل کی مسافت طے کرکے سلطان رسالت پر برابر جارحانہ حملے کرتے رہے اور جنگ احد سے لیکر جنگ خندق کے آخر معرکہ تک انہدام اسلام اور قتل و خون جناب سید الانام علیہ السلام کی مسلسل کوششین کرتے رہے۔ لیکن کسی ایک مین بھی کامیاب نہوئے۔ بالآخر مجبور ہو کر حدیبیہ مین صلح کی۔ اور محض عارضی طور پر شرائط صلح پر قائم رہے۔ اتنا ضرور ہوا کہ اس صلح کے دوسرے سال متمنیان اسلام سات برسون کی لگاتار محرومی کے بعد زیارت مسجد الحرام سے فائز المرام ہوئے لیکن کفار قریش اپنی کج فطرتی سے مجبور تھے۔ شرارت نفسی اونکو چین سے بیٹھنے نہین دیتی تھی۔ اس لیے پورے دو سال بھی صلح پر قائم نرہ سکے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ادائے حج عمرہ کے گزشتہ موقع پر وہ اہل اسلام کی موجودہ جمعیت اور شان و شوکت کو ٹھنڈی آنکھوں سے نہ دیکھ سکے۔ دل ہی دل مین جل بھن کر خاک ہو گئے۔ حجاج کی واپسی پر فتنہ و فساد کی پھر آگ بھڑکا دی تفصیل یہ ہے۔

صلح حدیبیہ کے شرائط مین ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل عرب کو اختیار ہو گا جس سے چاہین معاہدہ کرین مشرکین سے یا مسلمین سے۔ اس بنا پر قبیلہ بنی خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے معاہدہ کرکے اسلام کے زیر حمایت آ گئے تھے۔ اور بنو بکر قریش کے ہمعہد بنکر اون کے شریک بن گئے۔ یہ دونون قبیلے قدیم الایام سے ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ظہور اسلام کے وقت سے آپس کے کشت و خون کا سلسلہ اسلیئے منقطع کر دیا گیا تھا کہ تمام عرب کی متحدہ قوت سے اسلام کا انہدام مقصود تھا مگر خدا کی شان عرب کی تمام متفقہ قوت مٹھی بھر مسلمانون سے سر بر نہوسکی۔ اور بالآخر اونھین کے قدمون پر سر تسلیم خم کرنے لگی جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوتا ہے۔

حدیبیہ کی صلح نے امن و امان کا اعلان کرکے تمام جنگجو قبائل و عشائر کو گو بھلا دیا تھا صورت تو خاموش لیکن فطرت اور سیرت تو خاموش رہنے والی نہین تھی۔ بنو بکر نے بنو خزاعہ سے قتل و قصاص کی قدیم داستان پھر شروع کر دی وہ ایکبارگی بنو خزاعہ پر ٹوٹ پڑے۔ قریش مکہ نے بڑے بزدلانہ اور نامردانہ طریقہ سے بنو بکر کی حمایت کی کیونکہ وہ اونکے ہم عہد تھے لیکن اونکو اپنی حمایت کیساتھ اسلام کی مخالفت کا بھی خوف لگا تھا کیونکہ اوّل تو بنو خزاعہ مسلمانون کے حلیف تھے۔

اونکی حمایت واعانت کا ڈر تھا - دوسرے یہ کہ صلحنامہ مین شرط تھی کہ قبائل عرب کے خاص معاملات مین جانبین کو مداخلت کا حق نہوگا اس بنا پر بخوف اسلام اپنی حمایت کو ظاہر کرنا بھی نہین چاہتے تھے - بالآخر مونھ پر نقابین ڈالکر اور تبدیل لباس کرکے قریب قریب تمام عمائد واکابر قریش بنی بکر کے قبیلہ کی طرف سے جنگ مین شریک ہوے جن مین خصوصیت کے ساتھ عکرمہ بن ابی جہل - صفوان ابن اُمیہ - سُہیل ابن عمر - حویطب ابن عبدالعزّیٰ - اور مکرز بن حفص وغیرہم کے نام تمام سیر وتاریخ کی کتابون مین لکھے ہین -

پہلے تو بنو بکر اور اونکے شرکاء جنگ نے بقول محدث شیرازی (روضۃ الاحباب ص ۴۱۶) بنو خزاعہ پر شبخون مارا صبح کو اون کے چشمۂ آب پر جسکو وتیر کہتے تھے - فیمابین جنگ عظیم واقع ہوئی - بنو خزاعہ - محض بے یار ومددگار تھے - اور بنو بکر کثیر التعداد - اس لیے دم کے دم مین بنو بکر نے بنو خزاعہ کے بیس آدمی میدان جنگ مین گرادیے - بنو خزاعہ قلت اعوان وانصار کی مجبوری سے تاب مقاومت نلائے - بنو بکر نے تعاقب کرکے بنو خزاعہ کے آدمیون کو یہان تک قتل کیا کہ بالآخر وہ حرم محترم مین آکر پناہ گزین ہوئے - اور نوفل بن معاویۂ دُئلی سے جو بنو بکر کا سردار تھا گڑگڑا کر کہنے لگے -

یا نوفل قد دخلنا حرم الھک فقال — اے نوفل - خدا کے واسطے اب تو ہم تیرے خدا کے حرم مین چلے آئے نوفل نے

کلمۃ عظیمۃ انہ لا الہ لہ الیوم طبری ص ۱۶۲ — کہا - یہہ کلمہ عظیم تو ضرور ہے لیکن آج میرے لیے خدا نہین ہے -

آخر کار بدیل بن ورقاء خزاعی نے بیچ مین پڑکر کسی طرح ان غریبون کی جان بچائی اور بقیۃ السیف مرد عورت اور بچون کو اپنے گھر لے گیے - روضۃ الاحباب ص ۴۱۶ -

بارگاہ رسالت مین بنو خزاعہ کے فریادی

بنو خزاعہ کے چالیس مظلومین استغاثہ لیکر مدینہ پہونچے - جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد مین تشریف رکھتے تھے - کہ ایک طرف سے کئی لوگون کی ملکر یہ آواز گوش زد ہوئی -

لاھمّ انی شاھد محمّدا — حلف ابینا وابیہ الاتلدا

کوئی پروا نہین - ہم محمد صلعم کو وہ معاہدہ یاد دلائین گے — جو ہمارے اونکے قدیم خاندان مین ہوا ہے

فوالدا کنا وکنت ولدا — ثمت اسلمنا فلم ننزع یدا

اس عہد پر ہم پیدا ہوے ہین اور اسی پر ہماری اولاد بھی قائم رہے گی — ہم اسکے بعد اسلام بھی لائے اور ایا اس سے دست بردار نہین ہوسکتے

انّ القریش اخلفوک الموعدا — ونقضوا میثاقک الموکّدا

قریش نے آپ کے معاہدے کے خلاف کیا — اور آپ کے عہد تاکیدی کو توڑ ڈالا

ھم تبنونا بالوتیر ھجّدا — فقتلونا رکّعا وسجّدا

مخالف ہمارے گھر پر چڑھ دوڑ آے — اور ہمکو کھڑے بیٹھے قتل کر ڈالا

رسول اللہ نصرا عتدا وادع عباد اللہ یاتوا مددا — طبری ۱۶۲۱

اے پیغمبر خدا ہماری اعانت کر اور خدا کے بندون کو بلا سب مدد کو حاضر ہون گے۔ — روضۃ الاحباب[۱۳۱]

دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بنوخزاعہ کے چالیس فریادی ہین۔ بنوبکر کے مظالم کی فریاد لائے ہین۔ یہ سنکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت ملال ہوا۔ مظلومین بنوخزاعہ کو بلوایا۔ وہ آئے تو کمال اخلاق و اشفاق پاس بٹھلایا۔ حالات پوچھے غریبون نے اپنی مصیبت کی کہانی اپنی ہی زبانی کہہ سنائی۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین۔

فرمود حسبک یا عمر (عمرابن سالم متکلم خزاعہ) و برخاست و ردائے مبارک در زمین می کشید و می گفت نصرت داده نشوم اگر نصرت ندہم (بنوخزاعہ بن) بنی کعب را و با ایشان باز گردید بد یار خویش بعون اللہ تعالی۔

آپ نے سنکر فرمایا۔ اے عمرابن سالم بس کرو۔ یہ کہکر آپ (زیادہ سننے کی تاب نہ لاکر) اوٹھ کھڑے ہوئے اس حالت سے کہ ردائے مبارک زمین پر کھچتی جاتی تھی اور فرماتے جاتے تھے کہ اگر مین بنوخزاعہ بن بنی کعب کی مدد نکرون تو (خدا کی طرف سے) میری مدد نہ کی جائے۔

یہ کہکر آپنے اون لوگون سے کہا کہ تم لوگ بعون وحفاظت الٰہی اپنے گھرون کو واپس جاؤ۔[۱۳۱]

قریش کے مظالم ہرگز التوا او تاخیر کے قابل نہین تھے۔ لیکن رحمت عالم نے خاص رعایت کے ساتھ تامل فرمایا مگر بقول شبلی صاحب۔ اوسی وقت قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطین پیش کین کہ ان مین سے کوئی منظور کیجائے (۱) مقتولین کا خونبہا دیدیا جائے (۲) قریش بنوبکر کی حمایت سے علیحدہ ہو جائین (۳) اعلان کردیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

ابوسفیان کی ناکامیاب سفارت ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ قریش مین اب نہ ہمت رہی تھی۔ نہ جان۔ جہالت کی شان البتہ باقی تھی اور غرور و نخوت کی تان۔ دربار نبوت کے موجودہ اعلان کو سنکر سب کے حواس باختہ ہوگئے۔ ہاتھ پاون پھول گئے۔ اب کسی سے کچھ کیے دھرے بن نہین پڑتا۔ بالآخر اسلام ہی کے قدمون پر گرکر صلحنامہ حدیبیہ کی توسیع میعاد کرا لینے کی تجویز ٹھہرائی۔ تجویز بالاتفاق منظور ہوچکی تو پھر یہ سوال پیش ہوا کہ اسکی تعمیل کے لئے جائے کون؟ کیونکہ قریب قریب سب خلاف معاہدہ۔ بنوبکر کے طرفدار اور حامی و مددگار بنوخزاعہ کی قتل و غارت مین شریک ہوچکے تھے۔ بالآخر سب نے ابوسفیان کے بھیجے جانے پر اتفاق کیا اس لیے کہ وہ اتفاق سے معرکہ بنوخزاعہ مین حاضر نہین تھے۔ چنانچہ شبلی صاحب رقمطراز ہین۔

قریش نے ابوسفیان کو سفیر بناکر بھیجا کہ حدیبیہ کے معاہدے کی تجدید کرالائین۔ ابوسفیان نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین درخواست کی ربارگاہ رسالت سے کچھ جواب نملا۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکر وعمر کو بیچ مین ڈالنا چاہا لیکن سب نے کانون پر ہاتھ رکھا۔ ہر طرف سے مجبور ہوکر جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے

پاس آیا۔ امام حسن علیہ السلام پانچ برس کے بچے تھے۔ ابوسفیان نے اونکی طرف اشارہ کرکے کہا اگر یہ بچہ اتنا زبان سے کہدے کہ مین نے دونون فریقون مین بیچ بچاؤ کرادیا تو آج سے عرب کا سردار پکارا جائیگا۔ جناب سیدہ نے فرمایا بچون کو ان معاملات مین کیا دخل۔ بالآخر ابوسفیان نے حضرت علیؑ کے ایما سے مسجد نبوی مین جاکر اعلان کردیا کہ مین نے معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کردی۔ سیرۃ النبی ص۴۷۳

اس عبارت مین دو امور کا انکشاف نہایت ضروری ہے جن مین سے ایک امر کا تو شبلی صاحب نے ذکر ہی نہین کیا حالانکہ تمام حدیث و تاریخ کے ماخذون مین موجود ہے۔ دوسرے امر کو مبہم و مشتبہ چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ اونھین ماخذون مین اوسکی تصریح و توضیح بھی موجود ہے۔ بہرحال۔ وہ جانئین اور اونکا انداز تحریر۔

پہلا امر جو مدینہ مین سفارت ابوسفیان کے متعلق قلمزد فرمادیا گیا ہے وہ ام المومنین ام حبیبہ کی احتیاط اور تقویٰ و پرہیزگاری کا ثبوت کامل ہے۔ جو اونھون نے اپنے باپ ابوسفیان کے ساتھ اونکی آمد مدینہ کے موقع پر پیش کیا۔ ایسا مشہور و متواتر واقعہ کو جسکو تاریخ و سیرت کے تمام مولفین و مصنفین نے ابوسفیان کی سفارت کے متعلق سب سے پہلے لکھا ہے نہین معلوم شبلی صاحب نے کس مصلحت سے مرفوع القلم فرمادیا۔ شاید اُموی خُلفاے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مورث اعلیٰ کا حفظان مراتب منظور ہو۔ کیونکہ آپ کو اس سلسلہ سے ہیروز آف اسلام (Heroes of Islam) مین انتخاب کی ضرورت پیش آنیوالی تھی۔

بہرحال ہم اسکو زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت سے نقل کرتے ہین۔

فدخل علی بنتہ ام حبیبہ فذھب لیجلس علی فراشہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فطوتہ عنہ قال یا بنتیہ ما ادری ارغبت بی عن ھذا الفراش ام رغبت بہ عنی قال بل ھو فراش رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم وانت رجل مشرک نجس ولم احب ان تجلس علی فراشہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال واللہ لقد اصابک یا بنیہ بعدی شر فقالت بل ھدانی اللہ تعالیٰ للاسلام فانت یا ابت سید قریش وکبیرھا کیف یسقط عنک الدخول فی الاسلام وانت تعبد حجرا لا یسمع ولا یبصر فقام من عندھا جلد دوم ص ۲۹۳ مصر

ابوسفیان مدینہ پہونچے تو پہلے اپنی بیٹی ام حبیبہ کے ہان گیے اور چاہا کہ بستر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھین تو ام حبیبہ نے جھپٹ کر اوس بستر کو اولٹ دیا۔ ابوسفیان بولے۔ بیٹی۔ کیا تو نے میری وجہ سے بستر کو اولٹ دیا۔ ام حبیبہ نے کہا ہان۔ اسلیے کہ تم مشرک ہو اور مشرک نجس ہوتے ہین اور مجھے یہ ہرگز گوارا نہین کہ تم فرش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھو۔ ابوسفیان بولے کہ تم مجھسے جدا ہوکر شر مین مبتلا ہوگئین۔ ام حبیبہ نے کہا نہین۔ بلکہ خداے سبحانہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت فرمائی۔ اے باپ تعجب ہے کہ تم سرداران قریش اور اکابر قریش مین شمار ہوتے ہو اور اب تک دائرہ اسلام مین داخل نہین ہوتے اور پتھرون کو پوجا کرتے ہو۔ جو نہ سنتے ہین اور نہ دیکھتے ہین۔ یہ سنکر ابوسفیان وہان سے اوٹھ آئے۔ ابن ہشام جلد دوم ص۲۱۱ مصر طبری ص۱۶۲۳ جرمن

دوسرا امر جو مبہم رہگیا ہے اور اسلیئے تنقیح طلب ہے وہ یہ ہے کہ شبلی صاحب کی اس تحریر سے کہ ابوسفیان نے حضرت علیؑ کے ایما سے مسجد مین اعلان کر دیا معلوم ہوتا ہے کہ بخلاف رضائے رسولؐ و دیگر صحابہ مسلمین گویا حضرت علیؑ ہی تے ابوسفیان کو اس امر کی ترغیب جرأت دلائی۔ حالانکہ واقعیت اور حقیقت حال دونو اسکے خلاف ہے۔ تاریخی مشاہد صاف صاف بتلارہے ہین کہ آپ نے اوسکی استدعا کے خلاف اوسکی سفارش اور مداخلت فی الامر کے کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ پھر ابوسفیان کی شدید منت وسماجت پر آپ نے یہ صورت بتلائی۔ مگر اسی وقت یہ بھی فرمادیا کہ مجھے امید نہین ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے قبول کرینگے۔ لیکن اب تم کرہی کیا کرسکتے ہو۔ کیونکہ سوائے اسکے تمھارے لیے کوئی چارہ ہی نہین ہے۔ اس سے حضرت علیؑ کی مشورت۔ رضا یا ایما کیسے ثابت ہوا۔

ہم کہتے ہین کہ آپ کا اتنا فرمادینا بھی یا تو اوسکے جلد دفع کردینے کی ضرورت سے تھا جو دیر سے سر کھارہا تھا اور بیکار باتون مین آپ کا وقت عزیز ضایع کر رہا تھا۔ یا۔ اون کریمانہ اخلاق و اشفاق کا مقتضائے خاص تھا جو اہلبیت علیہم السلام کی فطرت صالحہ کے ساتھ خاص طور پر ودیعت فرمائے گئے تھے۔ اور جن کا اجرا و اظہار دشمنون اور مخالفون کے ساتھ کیا۔ اپنے قاتلون کے ساتھ بھی ہمیشہ رفق و مدارا کی مختلف صورتون مین مرتے دم تک کیا جاتا تھا جسکی معرفت شبلی صاحب کو مشکل سے ہوسکتی ہے۔

اب میرے بیان کو زرقانی کے مفصلۂ ذیل مضامین عبارت سے ملالیا جاوے۔

ثم دخل علی علیؑ وعندہ فاطمۃؑ وحسنؑ غلام یدب بین یدیھا فقال یا علی انک امس القوم لی رحما وانی جئت فی حاجۃ فلا ارجع کما جئت خائبا فاشفع لی فقال علیؑ ویحك یا ابا سفیان واللہ لقد عزم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی امر ما نستطیع ان نکلمہ فیہ	ابوسفیان پھر حضرت علی مرتضی کی خدمت مین آیا۔ اوسوقت جناب سیدہ پاس بیٹھی تھین اور جناب امام حسن علیہ السلام بچے تھے وہ آپکی گود مین تھے۔ اور عرض کرنے لگا کہ آپ ہماری قوم مین باعتبار صلہ رحم کے مجھسے قریب ہین مین اسوقت ایک حاجت لیکر آیا ہون اور اوس حاجت کو نادم ہوکر آپکی طرف رجوع کرتا ہون وہ یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلعم سے میری سفارش فرمادیجیے۔ آپنے کہا اے ہو تجھپر اے ابوسفیان۔ خدا کی قسم جب آنحضرت صلعم کسی امر کا ارادہ فرمالیتے ہین تو پھر کسی کو اوسمین کلمہ و کلام کی گنجائش نہین رہتی۔
جلد دوم ص ۳۲۷ مصر	

تب ابوسفیان نے کہا۔

یا ابا حسن انی اری الامور قد اشتدت علیّ فانصحنی قال واللہ ما اعلم شیئا یغنی عنك	اے ابوالحسنؑ مین دیکھتا ہون کہ میرے معاملات دشوار تر ہوگئے آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائین۔ آپنے فرمایا خدا کی قسم مین کوئی ایسی شے

ولکنک سیّد بنی کنانہ فاقم فاجر
بین الناس ثم الحق بارضک قال
او تری ذلک مغنیا عنی شیئا قال لا واللہ
ما اظنہ ولکن لا اجد غیر ذلک

نہین جانتا جس سے تیرا اطمینان ہو جاے۔ مگر تو قریش کا سردار ہے
اپنی طرف سے لوگون مین اعلان صلح کر کے چلا جا۔ ابو سفیان بولا کیا
اس سے مجھے اطمینان کر لینا چاہیے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم۔ مجھے تو
اس سے یقین نہین ہے کہ تجھے اس سے اطمینان کر لینا چاہیے
مگر تو کر ہی کیا سکتا ہے تیرے لیے تو سوا اسکے دوسرا چارہ ہی نہین ہے۔

ص ۳۳۸

زرقانی کی عبارت مندرجہ بالا پڑھکر ہر عقل سلیم اور دماغ صحیح رکھنے والا شخص سمجھ لے گا کہ اس کلام و گفتگو سے ایما و اجازت کہان ثابت ہوتی ہے۔ صورت حال تو تبلا رہی ہے کہ ابو سفیان کے اوّل ہی سوال مین انکار قطعی کر دیا گیا۔ لیکن اوس کے خود غرضانہ بار بار کے اصرار اور پھر ملتجیانہ درخواست و استفسار پر اوّل تو اوسکے دفعیہ کے خیال سے۔ دوسرے اس باعث سے کہ کسی سائل کے سوال کا رد کرنا آپ کے خلاف اخلاق تھا۔ اوسکو ہدایت کر دی گئی کہ وہ اپنی التجا پیش کر کے چلا جاے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختیار ہے۔ چاہے قبول فرمائین یا نہ فرمائین۔ یہ تبلا کر بھی فوراً ارشاد ہوتا ہے کہ یقین نہین کہ یہ شرکت بھی دربار رسالت مین تیرے لئے مفید کار ثابت ہو۔

تعجب ہے کہ ایسی صاف اور بے لوث رائے تبلا دینے کے بعد بھی شبلی صاحب اُسکو حضرت علی کا خاص ایما تحریر فرماتے ہین۔ ایسے ہی مقام پر کہنا پڑتا ہے سہ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔ ہم اونکو تبلاے دیتے ہین کہ جناب امیر علیہ السلام کے اس ارشاد کی تصدیق کہ اس پر بھی مجھے یقین نہین کہ تو کامیاب ہو۔ کفار قریش نے بھی کر دی۔ چنانچہ آپ خود لکھتے ہین۔

ابو سفیان نے مکّہ مین جا کر یہ واقعہ بیان کیا تو سب نے کہا یہ تو نہ صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھ جائین۔
نہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جاوے۔ ص ۳۷۵

بہرحال ابو سفیان نے مسجد رسول مین جا کر باواز بلند اعلان کر دیا کہ ہم نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی۔ ابو سفیان کی یہ آواز صداے صحرا سے زیادہ نہین تھی اوسکی طرف کسی نے اعتنا بھی نہین کی ابو سفیان مکّہ واپس گیا۔

حاطب بن ابی بلتعہ صحابی کا افشار راز کرنا اور معفو ہونا

ابو سفیان کے چلے جانیکے بعد جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکّہ کا قصد فرمایا۔ ہم معاہد قبائل کو طلبی کے خطوط لکھے گئے۔ سامان سفر درست ہونے لگے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت خاص کی بنا پر اپنے اس عزم کو عام شہرت سے مخفی رکھے جانے کا حکم دیا مگر بقول لیکہ سہ عرفی از دست خویشتن نالد۔ ایک سیدھے سادھے صحابی نے محض نیک نیتی سے اس کا افشا فرما دیا۔ چنانچہ شبلی صاحب اسواقعہ کو یون بیان کرتے ہین۔

حاطب بن ابی بلتعہ ایک معزز صحابی تھے۔ اونھون نے قریش کو مخفی خط لکھ بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکہ کی طیاریان کررہے ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہوگئی حضرت علیؑ کو بھیجا کہ قاصد سے خط چھین لائین خط آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش ہوا تو تمام لوگون کو حاطب کے افشاء راز پر حیرت ہوئی حضرت عمر بیتاب ہوگئے۔ اور عرض کی حکم ہو تو اونکی گردن اوڑادون۔ لیکن جبین رحمت پر شکن نہین تھی۔ ارشاد ہوا۔ عمر تمکو کیا معلوم ہے۔ ممکن ہے کہ خدا نے اہل بدر کو مخاطب کرکے کہدیا ہو کہ تمسے کچھ مواخذہ نہین ہے۔

شبلی صاحب کی وسعت تحقیق اور ہمت و توفیق اتنا ہی بیان کرسکی۔ وہ خط کیا تھا۔ اوسکے کیا مضمون تھے۔ کون قاصد تھا۔ کیسے گرفتار ہوا۔ ان تمام واقعات کی تفصیل کے لیے جو وجہ آپ کو سدّ راہ ہوئی وہ صرف حضرت علیؑ کی خدمتون کی تصریح تھی جن کے اظہار سے بمقابلہ دیگر صحابہ حضرت علیؑ کی منتہائے تصدیق رسالت اور معرفت نبوت ثابت ہوتی ہے۔ جب یہ خلیج حائل تھی تو پھر اسکی تفصیل پر آپ کا قدم ہی اوٹھ سکتا تھا اور نہ قلم اگر یہ کہا جاوے کہ یہ تفصیل ضرورت سے زاید تھی۔ تو سوال یہ ہے کہ حضرت عمر کی بیتابانہ درخواست قتل حاطب بھی تو اوسی زوائد کے شمار مین تھی۔ اوس کا خوامخواہ اظہار کیون کیا گیا۔ حالانکہ آپ کے اس اظہار سے حضرت عمر کے قول ورائے کی زبان رسالت سے تصدیق و تائید تو ہوئی نہین بلکہ تردید و تکذیب ثابت ہوئی۔ اس طرح کہ جس صحابی کو یہ اپنے قیاس و وہم مین واجب القتل ٹھہراتے تھے۔ وہ زبان رسالت سے معفو عند اللہ بتلایا گیا۔ افسوس۔ یہی حضرت عمر کی اصابت رائے ہے جسکی نسبت آجتک شبلی صاحب اور اونکے ہمطریق حضرات کا اعتقاد ہے کہ (نعوذ باللہ) اُنکی رائے کے مطابق وحی الٓہی کا نزول ہوتا تھا۔ بہرحال۔ اب اس واقعہ کی تفصیلی حقیقت۔ ابن ہشام۔ طبری۔ مواہب لدنیہ اور اوسکی شرح زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔

عن عروۃ بن الزبیر قال لما اجمع رسول اللہ المسیر الی مکۃ کتب حاطب ابن ابی بلتعہ کتابا الی قریش یخبرھم بالذی اجمع علیہ رسول اللہ من الامر فی المسیر الیھم ثم اعطاہ یزعم محمد بن جعفر انھا مزنیۃ وزعم غیرہ انھا سارہ مولاۃ لبعض بنوا عبد المطلب وجعل لھا جعلا علی ان تبلغہ قریشا فجعلتہ فی راسھا ثم فتلت علیہ قرونھا ثم خرجت بہ واتی رسول اللہ صلعم الخبر من السماء بما

عروہ بن زبیر سے منقول ہو کہ جب سالتمآب صلعم مکہ کے قصد سے جمع لشکر فرمانے لگے تو حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کو ایک خط مین آنحضرت صلعم کے ارادہ اور جمعیت لشکر کی خبر لکھدی۔ محمد بن جعفر کے قول کے مطابق حاطب نے اپنے اس خط کو قبیلہ مزنیہ کی ایک عورت کو دیا تھا اور دوسرے لوگون کی روایت کے موافق سارہ نامی ایک عورت کو سپرد کیا کہ اوس خط کو قریش تک پہونچادے۔ یہ عورت قبیلہ بنو عبد مطلب مین کسی کی لونڈی تھی۔ اوس نے وہ خط اپنے سر کے بالون مین رکھ لیا اور اوپر سے پٹیان گوندہ لین اور خط لیکر چلدی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے حاطب کی اس حرکت کی خبر مل گئی۔

صنع حاطب فبعث علی ابن ابیطالب والزبیر
بن العوام فقال ادرکا امراءۃ قد کتب معھا
حاطب بکتاب الی قریش یحذرھم ماقد
اجمعاللہ فی امرھم فخرجا حتی ادرکاھا
بالحلیفۃ ابن ابی احمد فاستنزلاہ
فالتمسا فی رحلھا فلم یجدا شیئًا فقال لھا
علی ابن ابیطالب انی احلف ما کذب
رسول اللہؐ ولاکذبنا ولیخرجن الیّ ھذا الکتاب
اولنکشفنّك فلمّا رأت الجدّ منہ قالت
اعرض عنّی فاعرض عنھا فحلّت قرون راسھا
فاستخرجت الکتاب منہ فدفعتہ الیہ
فجاء بہ الی رسول اللہ صلعم فدعا رسول
اللہ حاطبا فقال یاحاطب ماحملك علی
ھذا فقال یارسول اللہ اما واللہ انّی
مؤمن باللہ ورسولہ ماغیّرت ولابدّلت
ولکنّی کنت امرأ لیس لی فی القوم اصل ولا
عشیرۃ وکان لی بین اظھرھم اھل وولد
فصانعتھم علیہ فقال عمر بن الخطاب یارسول
اللہ دعنی فلاضرب عنقہ فان الرّجل قد
نافق فقال رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ
وسلم ومایدریك یاعمر لعل اللہ قداطلع
الی اصحاب بدر یوم بدر فقال اعملوا ماشئتم
فقد غفرت لکم فانزل اللہ عزّ وجلّ فی حاطب
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ

پس آپ نے حضرت علی ابن ابیطالب اور زبیر بن العوام (دبقول
زرقانی باسناد صحیحین مقدادؓ و باسناد عسقلانی عمار یاسرؓ) کو بلایا اور
حکم فرمایا کہ ایک عورت کو حاطب نے ہمارے حالات کی خبر لکھکر قریش کے
پاس بھیجدی۔ تملوگ اوسے تلاش کر کے لاؤ۔ یہ دونو صاحب چلے
اور اوسکو (مقام) حلیفہ ابن ابی احمد میں پہونچکر گرفتار کرلیا اور
اوسکے سامان کی ہر چند تلاش کی مگر کچھ نہ دستیاب ہوا یہ حالت
دیکھکر جناب علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ یہ تو ہو ہی نہین سکتا کہ (نعوذ باللہ)
جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلط ارشاد فرمایا یا ہملوگ
جھوٹ کہتے ہین۔ ہم تو وہ خط اسی کے پاس سے ضرور نکالین گے
اور اوس عورت سے کہا کہ وہ خط دیدے ورنہ تجھے برہنہ کردینگے۔
یہ ارشاد سنکر وہ عورت سخت خوف زدہ ہو کر کہنے لگی۔ آپ ہمین
چھوڑ دین ہم وہ خط نکالے دیتے ہین حضرت علیؑ نے اوسے
چھوڑ دیا۔ اوس نے اپنی چٹیون کی گرہون کو کھولا اور وہ خط
عقدہ کشا کے سامنے رکھدیا حضرت علی پھر اوسکو مع خط کے آنحضرت صلعم
کی خدمت مین لے آئے۔ آپنے حاطب کو بلایا اور اونسے استفسار
فرمایا کہ کس باعث سے یہ خط تم نے لکھا تھا حاطب نے عرض کی۔
خدا کی قسم۔ مین خدا اور رسولؐ پر ابتک کامل ایمان رکھتا ہون میرے
ایمان مین ابتک نہ کوئی تغیر واقع ہوا ہے اور نہ تبدل۔ لیکن
بات یہ ہے کہ مشرکین مکہ کے درمیان مکہ مین میرے اہل و عیال
ابتک مقیم ہین۔ نکوئی میرے قبیلہ کا وہان اونکا محافظ ہے۔
نہ نگہبان ہے۔ اس لئے مین نے قریش کو اطلاعی خط لکھدیا کہ وہ
میرے عیال کے ساتھ رعایت کرین۔ یہ سنکر عمر بن الخطاب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرنے لگے کہ حاطب نے نفاق کیا۔
آپ مجھے حکم دین۔ مین انکی گردن ماردون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

وآلہ وسلم نے ارشاد کیا۔ اے عمر تم کیا نہین جانتے ہو کہ اہل بدر[۵۱] کے واسطے یہ حکم باری نازل ہو چکا ہے۔ تم جو چاہو کرو۔ مین نے تمھین بخشدیا ہے پھر حاطب کی خاص معافی مین آیت نازل ہوئی۔ اے ایمان والو تم خدا کے دشمنون اور اپنے دشمنون کو اپنا دوست نہ بناؤ الی آخر الآیہ (سورۂ ممتحنہ جزو ۲۸)

اس سے زیادہ صاف اور واضح تفصیل روضۃ الاحباب مین مندرج ہے وہو ہذا

چون سرور کائنات علیہ افضل الصلواۃ والتسلیمات عزیمت مکہ مصمم گردانید۔ حاطب ابن ابی بلتعہ مکتوبے بقریش نوشت مضمون مکتوب[۵۲] آنکہ یا معشر قریش ان رسول اللہ جاء کم بجیش یسیر کالسیل وبخدا سوگند کہ اگر تنہا ہم بمکہ آید۔ خدا تعالی ویرا نصرت دہد وایجاز وعدہ خویش نماید فکرے درکار خویش بکنید والسلام۔ ودر روایتے آنکہ نوشتہ بود کہ از حاطب بن ابی بلتعہ بہ سہیل بن عمرو وصفوان بن امیہ وعکرمہ بن ابی جہل نوشتہ می شود کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجہیز لشکرے می کند ودر قبائل ندا در داد کہ بغزا می روم وگمان نمی برم کہ بجاے دیگر غیر از مکہ خواہد رفت خواستم کہ مرا برشما حقے بود براے آن اخبار نمودم والسلام۔ آن مکتوب بزنے از قبیلہ مزینہ کہ ویرا سارہ مولاۃ عمرو بروایتے ام سارہ وبروایتے کنود می گفتند وادتا بقریش رساند وده دینار زر سرخ وبردے جہت حق السعی وصول این مکتوب بایشان مقرر کرد۔ ان زن مکتوب حاطب را

جب سرور کائنات علیہ افضل الصلواۃ والتسلیمات نے مکہ کا قصد مصمم کرلیا تو حاطب ابن ابی بلتعہ نے قریش کو اس مضمون کا خط لکھا یا معشر قریش رسول اللہ صلعم علوگون پر لشکر گران مثل سیل روان لیکر آتے ہین اور خدا کی قسم اگر وہ تنہا بھی مکہ مین چلے آئین تاہم تمپر فتحیاب ہوکر رہین گے۔ خداوند عالم اونکی نصرت فرمائے گا۔ اور اپنے وعدے کو ضرور پورا کر دکھلائیگا لہذا تملوگ اپنی فکر کرلو والسلام اور ایک روایت کے مطابق خط کا مضمون یہ تھا۔ حاطب کی طرف سے سہیل بن عمر صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابو جہل کو یہ خط لکھا گیا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم فوجکشی کا سامان کر رہے ہین اور قبائل مین بھی اطلاع بھیج چکے ہین کہ ہم لڑائی پر جا رہے ہین میرا گمان ہے کہ آپ سوا مکہ کے اور کہین نجائین گے۔ مین نے تمھین یہ خط اسلیے لکھدیا ہے کہ میرا حق واحسان تملوگون پر باقی رہے والسلام اس خط کو قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کو حوالہ کیا جسکو سارہ کنیز عمر کہتے تھے اور ایک روایت مین اوس کا نام ام سارہ لکھا ہے اور دوسری روایت مین اوسکا نام کنود بتلایا گیا ہے۔ عورت سے کہا گیا کہ یہ خط قریش کو پہونچادے اور دس دینار سرخ اور ایک چادر اوسکی اجرت مین دی اوس عورت نے وہ خط لیکر

---

۵۱ اہل بدر کی یہ قدر و منزلت اور فضل و مرتبت ثابت ہوتی ہے لیکن امیر معاویہ کے وقت سے عمر بن عبد العزیز کے زمانہ تک تقریبًا سو برس تک فاتح بدر حضرت علیؑ کی مسجدون مین مذمت اور سب و شتم تمام اہل اسلام برابر سنتے رہے اور کسی کو اس حدیث رسولؐ کی یاد دہانی پر جرأت نہوئی فاعتبروا

۵۲ زرقانی مین ان خطوط کی عبارت یہ لکھی ہے (۱) اما بعد یا معشر قریش فان رسول اللہ صلعم جاءکم بجیش عظیم یسیر کالسیل فو اللہ لو جاءکم وحدہ لنصرہ اللہ وانجزلہ وعدہ فانظروا لانفسکم والسلام (۲) الی سہیل بن عمرو وصفوان بن امیہ وعکرمہ بن ابوجہل ان رسول اللہ صلعم اذن فی الناس بالغزو ولا اراہ یرید غیرکم وقد احببت ان تکون لی عندکم ید زرقانی جلد دوم ص ۳۶۳ مصر

در میان موئے خویش پنہان ساخت وموے رابران تافت
و بجانب مکہ روان شد واز آسمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم را ازاینواقعہ خبر دادند پس علی مرتضی کرم اللہ وجہہ زبیر بن
العوام وابومرثد غنوی وبروایتے بجائے ابومرثد مقداد بن
اسود کندی وبروایتے عمار یاسر را بطلبید وفرمود بروید
تا بموضع خاخ برسید ودر انجامی یابید زنے را کہ باوے
مکتوب است آنرا ازوے بگیرید وبیارید علی مرتضیٰ
با یاران بموجب فرمودۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روان
شد و در موضع خاخ بآن زنے رسیدند وازوے تفحص
مکتوب نمودند۔ انکار کرد درخت وبار اورا باہتمام
تمام بکافتند ہیچ نیافتند قصد مراجعت نمودند علی ابن
ابیطالب گفت بخدا سوگند کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بامن دروغ نگفتہ واز آسمان باوے دروغ نگفتہ اند
صفحہ ۲۴۰ لکھنؤ

اپنے بالوں میں رکھ لیا اور اوپر سے پٹیاں گوندھ لیں اور مکہ
کی طرف روانہ ہوگئی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
بذریعہ وحی اس واقعہ کی خبر کردی گئی آپ نے علی مرتضیٰ کرم اللہ
وجہہ اور ابومرثد غنوی۔ اور ایک روایت کے مطابق ابومرثد
کی جگہہ مقداد بن اسود کندی اور دوسری روایت کے
موافق عمار بن یاسرؓ کو طلب فرماکر ارشاد کیا کہ موضع خاخ تک
چلے جاؤ۔ وہاں پہونچ کر تمہیں ایک عورت ملے گی جس کے
پاس ایک خط ہے اوسے گرفتار کرلو اور میرے پاس لے آؤ۔ جناب
علی مرتضیٰ حسب الارشاد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے مقام خاخ
میں پہونچے۔ وہ عورت ملی۔ اوس سے اوس خط کی نسبت دریافت کیا گیا
اوس نے قطعی انکار کیا۔ لوگوں نے اوسکے تمام سامان کو ایک ایک کرکے بخوبی
ڈھونڈھ لیا لیکن کچھ نملا ہمراہیوں نے واپسی کا قصد کیا حضرت علی بن
ابیطالب نے فرمایا کہ خدا کی قسم۔ نہ تو یہی نہیں سکتا کہ جناب رسول خدا صلعم
ہلوگوں کو غلط خبر دی ہو۔ یا خود آنحضرت صلعم کو آسمان سے غلط خبر پہونچائی گئی ہو

ہم نے عربی اور فارسی کے قدیم ماخذوں کے تاریخی اقتباسات دکھلادئیے۔ واقعات تاریخی کے بیان کے یہ انداز ہوتے ہیں جن کا اصلی مقصود ومدعا۔ عام اطلاع وافہام ہوتی ہے۔ نہ اپنی خود غرضانہ ضرورت اور حاجت۔ روضۃ الاحباب کی عبارت ہم نے خاصکر اس لئے لکھی ہے کہ اس میں طبری وہشام کی عبارتوں سے واقعہ کی زیادہ تفصیل وضاحت کے ساتھ قلمبند کی گئی ہے۔ اور حاطب ابن ابی بلتعہ کے اصلی خط کے مضامین دو مختلف روایتوں سے نقل کردئے گئے ہیں۔ لیکن ان تفصیلات کے علاوہ میرا خاص مدعا تو جناب علی مرتضیٰ کے محاسن خدمات کی تفصیل سے تھا جنکی حقیقت۔ طبری۔ ابن ہشام۔ زرقانی اور محدث شیرازی کے متفقہ اور متواترہ عبارت سے دکھلادی گئی اور بتلادی گئی کہ رسولؐ کی تصدیق کی یہ شان ہوتی ہے اور معرفت خدا اور رسولؐ کی یہ انتہائے عرفان۔ جب ہی تو ابن عساکر اپنی تاریخ اور حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیا میں اور ابن مغازلی مناقب میں بذیل تفسیر آیہ

الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ لکھتے ہیں۔

عن مجاهد الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ　　مجاہد سے منقول ہے کہ اس آیہ میں جاء بالصدق سے جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وصدّق بہٖ قال علیؑ — رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مراد ہیں اور صدق بہ سے حضرت علیؑ۔

پھر اسی کی تفسیر میں ابن مردویہ مناقب میں اور سیوطی دُرِّمنثور میں تحریر کرتے ہیں۔

عن ابو ھریرۃ والذی جاء بالصدق رسول اللہ صلعم وصدق بہ قال علیؑ — ابوہریرہ سے منقول ہے کہ جاء بالصدق سے مراد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صدق بہ سے حضرت علیؑ مراد ہیں۔

(بحوالہ سوانح حضرت علی ص۶۶ لاہور)

مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانگی۔

یکم رمضان سے دہم تک دس روز درستی فوج اور ترتیب سامان کی ضرورتوں میں صرف ہوئے۔ اس اثنا میں بیرونجات سے اتحادی قبائل۔ قبیلہ اسلم۔ غفار۔ مزینہ۔ جہینہ اور بنی اشجع اپنی اپنی جمعیت لشکر لیکر مدینہ پہونچ گئے صرف بنی سلیم کا قبیلہ رہگیا۔ وہ بھی منزل قدید میں آکر حاضر ہوگیا دسویں رمضان المبارک کو جناب ختمی مرتبت علیہ وآلہ السلام والتحیۃ۔ دس ہزار فوج جرار کے ساتھ بکمال عز و وقار فتح مکہ اور تصفیۂ بیت اللہ معظم کے قصد سے روانہ ہوئے۔

سفر میں افطار صوم کا حکم

اور سوقت تک آپ بھی روزہ سے تھے۔ اور تمام لشکر مسلمین بھی۔ مقام کراع غمیم میں پہونچکر آپنے روزہ افطار فرمایا اور تمام لشکر کو افطار کا حکم دیا صحیح مسلم میں ہے۔

عن جابر ابن عبد اللہ ان رسول اللہ صلعم خرج عام الفتح الی مکۃ فی رمضان حتے بلغ کراع غمیم وصام الناس ثم دعا بقدح من ماء فرفعہ حتی نظر الناس ثم شرب فقیل لہ بعض الناس قد صام فقال اولئک العصاۃ [۱]

جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ زمانہ فتح مکہ ماہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحالت صوم عازم مکہ ہوئے حتےٰ کہ مقام کراع غمیم میں پہونچے۔ وہاں آنحضرت صلعم نے قدح آب طلب فرمایا اور سب کو دکھلا کر روزہ افطار فرمایا۔ اسکے بعد لوگوں نے عرض کی کہ بعض اشخاص نے روزہ نہیں کھولا ہے۔ ارشاد کیا جنھوں نے ایسا کیا وہ گنہگار اور نافرمان ہیں بحوالہ تاریخ احمدی ص۶۶ لکھنؤ

ابو سفیان اور عبد اللہ بن امیہ سے ملاقات

صاحب رحمۃ العالمین حافظ ابن القیم۔ تلمیذ امام ابن تیمیہ کی کتاب زاد المعاد ص۴۱۳ جلد اوّل کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو منزل چلے تھے کہ راہ میں ابوسفیان بن الحارث (بن عبد المطلب)

---

[۱] لیکن امام المحدثین ابن تیمیہ صاحب نے صلاح الدین کی فوج مسلمین کو جنگ بیت المقدس میں جو اسی رمضان کے مہینہ میں واقع ہوئی تھی روزے رکھوا کر لڑوا دیا۔ کیا اچھی تقلید رسولؐ ہے۔ المؤلف عفی عنہ

دونو چچا ئیون سے راہ مین ملاقات اور عفو تقصیرات

اور عبداللہ بن امیہ (بن عاتکہ بنت عبدالمطلب) سے ملاقی ہوئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھون نے نبی صلعم کو سخت ایذائین دی تھین اور اسلام کے مٹانے مین بڑی بڑی کوششین کی تھین۔ آنحضرت صلعم نے اونھین دیکھا اور موںھ پھیر لیا۔ ام المومنین ام سلمہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ص۔ ابو سفیان آپ کے حقیقی چچا کا بیٹا ہے اور عبداللہ آپ کی حقیقی پھوپی (عاتکہ) کا لڑکا ہے۔ اتنے قریبی تو رحمت سے محروم نرکھنے چاہیین۔

اسکے بعد حضرت علیؑ نے ان دونون کو یہ ترکیب بتلائی کہ جن الفاظ مین برادران یوسف علیہ السلام نے معافی کی درخواست کی تھی۔ تم بھی آنحضرت صلعم کی خدمت مین جاکر اونھین الفاظ مین استدعاے معافی کرو۔ نبی صلعم کے عفو و رحم سے امید ہے کہ ضرور کامیاب ہوجاؤگے۔ اونھون نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر یہ آیت پڑھی۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخَاطِئِيْنَ

بخدا کچھ شک نہین کہ تمکو اللہ نے ہم پر برتری دی اور بیشک ہم قصور وار ہین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوابدیا۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

جاؤ آج کے دن تمپر کوئی الزام نہین۔ خدا تمکو بخشدے۔ وہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔

اوسوقت ابو سفیان (ابن الحارث بن عبدالمطلب) نے عجیب جوش و نشاط سے یہ اشعار پڑھے

لعمرك انى حين احمل رأيته لتغلب خيل اللات خيل محمدٍ

قسم ہے جن دنون مین نشان اس لئے اوٹھایا کرتا تھا کہ لات کا لشکر محمد کے لشکر پر غالب آجائے

لكا المدلج الحيران اظلم ليله فهذا اوانى حين اهدى فاهتدى

ان دنون مین اوس خارپشت جیسا تھا جو اندھیری رات بن ٹھوکرین کھاتا ہے اب وہ وقت آگیا کہ مین ہدایت پاؤن اور سیدھے راستہ پر آجاؤن

هدانى هاد غير نفسى و دلّنى الى الله من طرّدته كل مطرّد

مجھے ہادی نے (نہ کہ میرے نفس نے) ہدایت دی ہے اور خدا کا رستہ مجھے اوس شخص نے بتلایا ہے جسکو مین نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا

نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سنکر فرمایا۔ ہان سچ تو ہے۔ تم تو مجھے چھوڑ بیٹھے تھے۔ رحمۃ العالمین صہ ۱۱۸

لشکر اسلامی مین ابو سفیان بن حرب کی آمد اور حضرت عمر کا بیحساب عتاب

دس ہزار اخلاصمندون کا طیار لشکر فتح و نصرت الٰہی کے کامل یقین و بشارت کے ساتھ منزلین طے کرتا ہوا۔ مرّالظہران کے آخر منزل تک بخیر و خوبی پہونچ گیا یہ مقام۔ مکّہ معظمہ سے ایک منزل سے بھی کم کی مسافت پر واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تمام لشکر کو یہین قیام اور صعوبت سفر سے آرام کرنے کے لیے ٹھہرنے کا حکم فرمایا حکم کی دیر تھی۔ دو میل کے مربع مین اوس وادی کے چارون طرف

لشکر اسلامی نے پڑاؤ ڈالدیئے۔ مہاجرین و انصار کے گروہ مخصوصین کے علاوہ عرب کے دوسرے ہمراہی قبیلون نے خوب پھیل پھیل اپنے اپنے قبیلے کے ڈیرے خیمے لگائے گویا اوس وسیع ریگستان مین چھوٹی چھوٹی بستیان بسالین۔ وہ خاک زار کوسون تک مردم زار بنگیا۔ عجیب لطف انگیز منظر تھا اور مسرت خیز سان۔ نہین معلوم کتنے ہزار برسون کے بعد اس ریگستان کو اپنے دامن مین انسانون کی اتنی بڑی آبادی دیکھنی نصیب ہوئی تھی۔ یہ بھی اسلام کے قدمون کی برکت تھی دن تو دن رات کا نظارہ اس سے بھی زیادہ دلکش و دلآویز تھا۔ لشکر اسلام کے جانفروشون نے چارون طرف کچھ تو اپنی خاص ضرورت اور زیادہ تر جانوران صحرائی سے محافظت کی غرض سے آگ جلا کر اوس وادی پُر خار کو رشک گلزار بنا رکھا تھا

قریش کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی کچھ خبر لگ گئی تھی لیکن خبر تھوڑی پہونچی ہو یا بہت اب اون مین اسلام سے مقابلہ کی صلاحیت ہی باقی نہین تھی۔ اسی بنا پر اونھون نے، بدیل بن ورقا، حکیم بن حزام اور ابوسفیان بن حرب کو جاسوسی کی خدمت پر بھیجا اور تاکید کردی کہ اگر رسول اللہ صلعم تشریف لائے ہون اور اون سے شرف ملازمت ہو تو معاہدہ حدیبیہ کی درخواست منظور کرا کے آپ کو راستہ ہی سے واپس کر دینا۔

چونکہ جاسوسی کی خدمت تھی اور یہ معلوم نہ تھا کہ آنحضرت صلعم کس راہ سے تشریف لا رہے ہین۔ اسلیے تینون نے تین راہین پکڑین۔ بدیل اور حکیم تو دوسرے راستون سے گھوم کر پیچھے آئے۔ لیکن ابوسفیان رات ہی کو سب سے پہلے لشکر اسلامی مین پہونچ گیا۔ خلاف معمول چارون طرف میدان مین آگ روشن دیکھ کر اوسکے حواس باختہ ہوگئے۔ ابھی وہ اپنی اسی حیرت مین غلطان پیچان تھا کہ حسن اتفاق سے حضرت عباس ابن عبدالمطلب اپنے خچر پر گزران نکلے۔ ابوسفیان کی آواز پہچان کر پکارے۔ ابن ہشام حضرت عباس کی زبانی بیان کرتے ہین۔

فقال یا ابا الفضل قلت نعم قال مالك	ابوسفیان نے کہا یا ابا الفضل۔ مین نے کہا ہان۔ ابوسفیان بولا۔
فداك امی وابی قال قلت ویحك یا اباسفیان	میرے مان باپ آپ پر فدا ہون۔ یہ کیا ہے۔ مین نے کہا۔ یہ رسول اللہ
هذا رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر ہے اور قریش کے لیے خدا کی قسم اب
فی الناس واصباح قریش واللہ قال فما	صبح ہے ابوسفیان بولا اب میرے بچنے کا کوئی حیلہ ہے۔ میرے
لحیلة فداك امی وابی قال قلت واللہ لئن	مان باپ آپ پر فدا ہون مین نے کہا۔ یہ سمجھ لے کہ فتح ہوتے ہی
ظفر بك لیضربن عنقك فارکب فی عجز هذه	تیری گردن ماری جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ میرے خچر کے پیچھے سوار
البغلة حتی اتی بك رسول اللہ صلے اللہ	ہولے۔ مین تجھے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین
علیه وآله وسلم فاستامنه	لیجا کر امان دلوا دون۔

شبلی صاحب نے اس واقعہ کو بھی چھوڑ دیا ہے اور سلسلہ کلام ابوسفیان کی حاضری سے آغاز کیا ہے۔ جو اس

واقعہ کے بعد تمام کتا بو نمین مذکور ہے۔ نہین معلوم شبلی صاحب نے اپنی کتاب اپنے معتقدین خاص کے لیے لکھی ہے یا عام مسلمین کی اطلاع و واقفیت کے لیے۔ بہر حال شبلی صاحب۔ آیندہ واقعات بڑی عبارت آرائی کے ساتھ۔ اختصار کے طریقہ خاص مین یون زیب قرطاس فرماتے ہین۔

حضرت عمر جذبۂ انتقام کو ضبط نہ کر سکے۔ تیز قدمی سے آگے بڑھے اور بارگاہ رسالت مین عرض کی کہ کفر کے استیصال کا وقت آ گیا۔ لیکن حضرت عباس نے جان بخشی کی درخواست کی۔ حضرت عمر نے دوبارہ عرض کیا۔ حضرت عباس نے کہا۔ عمر۔ اگر یہ شخص تمہارے قبیلہ کا ہوتا تو تم اسقدر سخت دل نہ کرتے۔ حضرت عمر نے کہا۔ آپ یہ نہ فرمائین۔ آپ جسدن اسلام لائے۔ مجھکو جو مسرت ہوئی تھی۔ خود میرا باپ خطاب اسلام لاتا تو مجھکو اسقدر خوشی ہوتی[۱]

معلوم ہوتا ہے کہ شبلی صاحب کے طریقہ تحریر مین سلسلہ بیان قائم رکھنے کی کوئی ضرورت نہین۔ حضرت عباس سے ملاقات ہونے۔ باہم گفتگو کرنے۔ خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہمراہی حضرت عباس اور ابوسفیان کے آنے کے ذکر و حالات کی تفصیل و تصریح تو ندارد۔ حضرت عباس کی شفاعت اور حضرت عمر کی معارضت موجود۔ مبتدا تو غائب۔ خبر حاضر۔ کوئی تبلادے۔ یہ کیسا طرز کلام ہے اور کیسا انداز بیان۔ اور اس سے کسی واقعہ کی حقیقت اور واقفیت کی اطلاع عام کیسے ہو سکتی ہے اب ان حالات کی تفصیل کیون نہ کی گئی۔ صرف اس لیے کہ ایک بزرگ بنی ہاشم (عباس بن عبد المطلب) کے آگے ایک رئیس بنی اُمیّہ (ابوسفیان بن حرب) کی۔ جو خوش قسمتی سے خلیفہ پنجم امیر معاویہ کے باپ بھی ہوتے تھے اور آپ کو اپنے ہیروز اف اسلام HiRoiz of islam کے مورث اعلیٰ کی یہ توہین ذاتی کسی طرح گوارا نہین تھی اس لیے بنی ہاشم (حضرت عباس) کے اون اعلیٰ ترین محاسن اخلاق کو جو دشمنون اور قاتلون کے ساتھ بھی برتا جانا من جانب اللہ اونکی فطرت صالحہ مین ودیعت ہوا تھا۔ بالکل نسیًا منسیًا کر دیا۔

لیکن اسکی جگہہ حضرت عمر کی گہر فشانی کو جو آخر مین محض فضول بیانی ثابت ہوتی ہے پوری تفصیل سے قلمبند فرمایا۔ وہ نہ زوائد کے شمار مین آیا۔ نہ خلاف موضوع قرار پایا اور اختصار کے پیرایہ مین لایا گیا۔ کیون؟ اس لیے کہ سیرۃ النبیؐ تو حقیقت مین سیرۃ الخلفا (خصوصًا حضرت ابوبکر و حضرت عمر) کا مقدمہ ہے اور اسکا موضوع تو خاصکر انھین کے موضوع مفاخر و مشارف کی تجمیع۔ تاسیس اور تدوین خاص ہے۔ حالانکہ حضرت عمر کے ان کلمات تعریضی سے اگر موصوف کا استقلال فی الایمان دکھلانا منظور تھا تو وہ بھی ثابت نہین ہوتا۔ اگر آپ کی اصابت رائے کا اعلان مقصود تھا۔ تو وہ بھی ظاہر نہین ہوتا۔ اگر خدمت رسول صلعم مین موصوف کا کمال رسوخ دکھانا مدنظر تھا تو وہ بھی حاصل نہین اسلیے کہ حضرت عمر نے چاہے اپنے جس وصف خاص کی وجہہ سے خدمت رسول صلعم مین یہ عرض پیش کی ہو۔ وہ قطعًا بلا ترمیم مسترد کر دیگئی۔ بلکہ دیعك یا عمر کہکر آپ کی سرزنش کر دی گئی تو پھر اوصاف اضافی کہان باقی رہے۔

تجویز رسالت مین وہ اوصاف نقائص ثابت ہوئے۔ پھر شبلی صاحب کو اونکے اظہار پر کیون اصرار ہے۔

اس واقعہ پر منحصر نہین ہم اکثر مقامات پر حضرت عمر کی ایسی ہی نااندیشانہ تجویزین اور تعریضین نقل کر آئے ہین۔ عبد اللہ بن ابی سلول کے قتل کی نسبت بھی آپنے ایسی ہی جرات بیجا دکھلائی۔ ابھی ابھی غریب حاطب کے قتل کے لیے بھی رسول اللہ صلعم کی خدمت سے ایسی ہی اجازت چاہی۔ پھر ابوسفیان پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے بھی ویسا ہی معروضہ پیش کیا لیکن جیسا کہ پہلے موقعون پر آپکی استدعا مسترد فرمائی گئی اوسی طرح اسکی بار بھی۔ تعجب ہے کہ حضرت عمر کی یہ تیز قدمی اور جرأت مخالفین موجودین اور مجرمین حاضرین ہی تک محدود پائی جاتی ہے کسی معرکہ جنگ مقابلہ یا مقاتلہ کے موقع پر کسی مخالف کی گردن اوڑانے کسی کے سر کاٹنے۔ یا کم از کم کسی سے مقابلہ و مقاتلہ کرنے کے لیئے آنحضرت صلعم سے حضرت عمر کا اجازت مانگنے کا کوئی واقعہ شبلی صاحب اپنی کتاب مین نہین لکھتے۔ فافہم فتدبر

ابوسفیان کا بخوف جان ایمان لانا۔

اتنی تنقیدی عبارت لکھکر ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین اور شبلی صاحب ہی کی عبارت سے باقی حصہ واقعہ کو نقل کرتے ہین۔

صحیح بخاری مین ہے کہ گرفتار ہونے کے ساتھ ہی ابوسفیان نے اسلام قبول کرلیا۔ لیکن طبری وغیرہ مین اس اجمال کی تفصیل ہین حسب ذیل مکالمہ لکھا ہے۔

رسول اللہ صلعم۔ کیون ابوسفیان کیا تمکو اب بھی یقین نہین آیا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہین؟

ابوسفیان۔ کوئی اور خدا ہوتا تو آج ہمارے کام آتا۔

رسول اللہ صلعم۔ کیا اس مین کچھ شک ہے کہ مین خدا کا پیغمبر ہون؟

ابوسفیان اس مین تو ذرا شبہ ہے۔

بہرحال۔ ابوسفیان نے اسلام کا اظہار کیا۔ اور اسوقت گو انکا ایمان متزلزل تھا۔ لیکن مورخین لکھتے ہین کہ بالآخر وہ سچے مسلمان بن گئے۔ چنانچہ غزوۂ طائف مین اونکی ایک آنکھ زخمی ہوئی اور یرموک مین وہ بھی جاتی رہی (خوب شد اسباب خود بینی شکست۔ مولف) سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۳۶۷

اول تو بخاری صاحب کی تاریخ دانی پر تعجب ہے دوسرے شبلی صاحب کے آنکھ بند کرکے نقل فرما دینے پر۔ یہ ابوسفیان کی گرفتاری کا مضمون کہان سے لکالا گیا۔ آپ کی خود عبارت موجود ہے۔ اوس مین تو آپ نے انکے گرفتاری کی حالت۔ انکے گرفتار کنندہ کا نام۔ گرفتاری کا مقام کچھ بھی نہین لکھا ہے اور آپ پر کیا منحصر ہے کسی تاریخ و حدیث کی کتاب مین اسکی خبر نہین۔ پھر حضرت عباس کی اس رہنمائی کو آپ یا آپ کے بخاری صاحب گرفتار کیسے لکھتے ہین۔

شبلی صاحب کی نقل و ترجمہ مین کھلی تحریف

اصل ماخذ کی عبارت مین تحریف۔ صاحبان تالیف کے لیے بڑی توہین و تضحیک کی

باعث ہوتی ہے خصوصًا شبلی صاحب کے ایسے ذی قدار و ذی اعتبار بزرگ سے ایسی لغزش تو سخت تعجب انگیز ہے آپ نے ابوسفیان کے آخر وقت تک کفر و ضلالت کے ثبوت پر خواہ مخواہ پردہ ڈالنے کے لیے مکالمۂ مذکورہ کو اصل ماخذ کی عبارت میں ناتمام چھوڑ کر فورًا لکھدیا کہ بہرحال ابوسفیان نے اسلام کا اظہار کیا۔ حالانکہ جس ماخذ کی عبارت آپ نقل کر رہے ہیں وہ ابھی باقی ہے اور وہ صاف صاف بتلا رہی ہے کہ قبول نبوت اور اقرار رسالت میں تدرے تاسک تیلانے کے بعد جس شے نے ابوسفیان کو اسلام لانے پر قطعًا اور فورًا مجبور کر دیا۔ وہ خوف جان تھا۔ جسکو پھر اوسی بزرگ ہاشمی نے بتلایا اور سمجھایا جس کا نام لینا آپ نہیں چاہتے۔ طبری میں اس مکالمہ کی وہ عبارت جس میں یہ واقعہ درج ہے اور جسکو آپ سیری سے نقل و ترجمہ میں چھوڑ گئے ہیں۔ حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

فقال العبّاس فقلت له ویلك تشهد شهادة الحق قبل واللہ ان تضرب عنقك قال فتشهد	(قبول ہونے میں کچھ شک سکر) حضرت عباس بیان کرتے ہیں کہ مین نے ابوسفیان سے کہا کہ وائے ہو تجھپر جلدی سے حق کا کلمۂ شہادت پڑھ ورنہ خدا کی قسم ابھی تیری گردن ماری جاتی ہے حضرت عباس کہتے ہیں پس اوس نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔
طبری کا وہی صفحہ ۱۶۳۲ ملاحظہ ہو	

اس عبارت آخری سے ثابت ہو گیا کہ محض خوف جان اور حضرت عباس کی تنبیہ و تہدید سے ابوسفیان نے (اٰلکا بنیا سودا کرے) اسلام قبول کیا۔ ابوسفیان کی مقدار ایمان آپ کے پیش کردہ ماخذ سے اتنے ہی ثابت ہوتی ہے۔ آپ حق ناحق اصل ماخذ میں شرمناک تحریف کرکے ابوسفیان کی عیب پوشی کرتے ہین اور اوسکے ایمان کو صداقت و کمالیت کی معیار پر پورا اوتارتے ہین۔ اس سے کیا فائدہ۔ خوش قسمتی سے آپ کے پاس بھی تاریخ طبری کا وہی مطبوعہ جرمن نسخہ موجود ہے جو بدقسمتی سے میرے پاس بھی حاضر ہے۔ اس سے تو آپ کی ان قلمکاریوں کی حقیقت اوسی طرح منکشف ہوتی ہے جس طرح اوپر نقل کی گئی۔ اگر اس پر بھی آپ کا اطمینان خاطر نہو تو مفصلۂ ذیل اور شواہد تاریخی بھی حاضر ہین

ابن ہشام مرقومہ بالا مکالمت کی آخر عبارت یون لکھتے ہین۔

قال ابوسفیان بابی انت وامی ما احملك واكرمك واوصلك اما هذه واللہ فانّ فی النفس منها حتی الآن شیئا فقال له العباس ویحك۔ اسلم واشهد ان لا اله الا اللہ وانّ محمدا رسول اللہ قبل ان تضرب عنقك قال فشهد شهادة الحق فاسلم	(اقرار نبوت کے ارشاد پر) ابوسفیان نے (آنحضرت صلعم سے) کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون۔ آپ سے بڑھکر میرے لئے کوئی حلیم تر۔ کریم تر اور (قرابت مین) قریب تر نہین ہے۔ لیکن اس امر مین خدا کی قسم میرے دل مین ابھی تک شک ہے۔ یہ سنکر حضرت عباس نے کہا۔ وائے ہو تجھپر۔ اے ابوسفیان جلد اسلام لا اور فورًا کلمۂ شہادت لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ پڑھ لے قبل اسکے کہ تیری گردن اوتاری جاے۔ حضرت عباس کہتے ہین کہ اوس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اسلام لایا۔

ایک دوسری شہادت بھی سُن لیجاوے ۔ روضۃ المناظر تاریخ ابن ابی شحنہ مین ہے ۔

قال اما ھذہ ففی نفسی منھا شئ فقال لہ العباس ویحك تشھد قبل ان تضرب عنقك فشھد واسلم واسلم معہ حکیم بن خزام و بدیل بن ورقا بحوالہ تاریخ احمدی صـ ۶۷

ابوسفیان نے کہا کہ اس بات سے تو میرے دل مین کچھ کھٹک ہے یہ سکر حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو ڈانٹا اور کہا دائے ہو تجھپر جلد تصدیق رسالت کرلے قبل اسکے کہ تو قتل کیا جاوے پس ابوسفیان کلمہ شہادت پڑھکر اسلام لایا اور اوس کے ساتھ حکیم بن خزام اور بدیل بن ورقاء بھی ۔

مواہب اللدنیہ قسطلانی مین ہے ۔

قال ابوسفیان بابی انت وامی ما احملك و اکرمك واوصلك اما ھذہ فاللہ فان فی النفس منھا شیئا حتی الان فقال لہ العباسؓ ویحك اسلم واشھد ان لا الہ الا اللہ وتشھد ان محمدا رسول اللہ قبل ان تضرب عنقك فاسلم وشھد شھادۃ الحق

ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے لیئے آپ سے بڑھکر کوئی حلیم تر، کریم تر اور (قرابت مین) قریب تر نہین ہے لیکن اس امر مین خدا کی قسم میرے دل مین ابھی تک شک ہے ۔ یہ سنکر حضرت عباس نے کہا وائے ہو تجھپر ۔ جلد اسلام لا اور کلمہ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ پڑھ لے ۔ قبل اسکے کہ تیری گردن ماری جائے پس اوس نے کلمہ شہادت پڑھکر اسلام قبول کیا زرقانی جلد دوم صفحہ ۳۱۶ مطبوعہ مصر

قریب قریب یہی عبارت ونزجمہ تاریخ ابو الفدا اور روضۃ الاحباب صـ ۴۲۵ مین بھی مرقوم ہے ۔

شبلی صاحب اور اونکے معتقدین نظر انصاف سے ملاحظہ فرمالین کہ اونکی حق پوشی سے کیا فائدہ ہوا جب اونکی اس تحریفانہ کوشش کے انکشاف کرنیوالے دنیا مین اس کثرت سے موجود ہین ۔

ابوسفیان کبھی سچے مسلمان نہین ہوئے

بہر حال شبلی صاحب کی یہ سب کوششین صرف اس لئے تھین کہ ابوسفیان کی خالص الایمانی ثابت ہو کیونکہ آپ تو لکھ چکے کہ مورخین کہتے ہین کہ آخروہ سچے مسلمان ہوگئے ۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون مورخ ہے جسکی تاریخ مین آپ نے انکی خالص الایمانی اور کامل الاسلامی کی شہادت دیکھی ہے ۔ ذرا نام تو بتلاتے ۔ زبانی لفاظی اور مغالطہ دہی سے کام نہین چلتا ۔ اگر آپ خود سچے تھے تو اوس مورخ اوسکی تاریخ کا نام اوسکی عبارت لکھدی ہوتی ۔ شبلی صاحب یہ بھی آپ کی تحصیل حاصل ہے ۔ ان کے اسلام لانیکے بعد ہی جو واقعہ زرقانی نے موسی ابن عقبہ اور واقدی کے اسناد سے لکھا ہے اوس سے انکے تذبذب فی الایمان کی حقیقت پر کافی روشنی پڑتی ہے ۔ ملاحظہ ہو زرقانی کی مفصلۂ ذیل عبارت ۔

قال ابوسفیان وحکیم یارسول اللہ جئت باوباش الناس من یعرف ومن لا یعرف الی ھلك وعشیرتك فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتم اظلم و

اسکے (اسلام لانیکے) بعد ابوسفیان اور حکیم بن خزام نے عرض کی یارسول اللہ آپ ایسے اوباش لوگون کی جمعیت لیکر آئے ہین جو آپکے قبیلہ اور عشیرے والون کی کوئی حقیقت نہین سمجھتے ۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم تو خود ظالم ترین اور

افجر فقد غدرتم بالحدیبیة وظاهرتم علی بنی کعب بالاثم والعدوان فی حرم اللہ وامنه فقالا صدقت یا رسول اللہ
فاجرترین مردم ہو۔ اسلیے کہ تم نے معاہدہ صلح حدیبیہ سے خلاف ورزی اختیار کی اور بنی کعب پر حرم خدا اور ہامن الٰہی مین حملہ کرکے گنہگار اور ظالم ہوے دونون نے کہا صحیح ارشاد ہوتا ہے۔

ابوسفیان اسلام لانیکے بعد بھی زبان رسولؐ سے ظالم ترین اور فاجرترین ثابت ہوئے۔ اسی طرح محدث دہلوی مدارج النبوۃ جلد دوم صہ۵۸۱ مین لکھتے ہین۔

حضرت عباس سے ابوسفیان کے اسلام لانے کے بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انه رجل مستسلم لا مسلم یہ شخص مسلم بنایا گیا ہے نہ مسلم ہے یعنی اس نے اسلام کو بتکلف ظاہر کیا ہے نہ رغبت و طیب خاطر سے واقدی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ترجمہ کامل الواقدی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صہ۲۳۰ جلد ا۔

لشکر اسلامی کی شان و شوکت دیکھکر ابوسفیان کی حیرت

جناب رسولخدا صلعم سے ابوسفیان کی مکالمت کو تمام کرکے شبلی صاحب نے آیندہ سلسلہ بیان مین لکھتے ہین۔

لشکر اسلام جب مکہ کی طرف بڑھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس سے کہا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجا کر کھڑا کردو کہ افواج الٰہی کا جلال آنکھون سے دیکھے۔ کچھ دیر کے بعد دریاے اسلام مین تلاطم پیدا ہوا قبائل عرب کی موجین جوش مارتی ہوئین بڑھین۔ سب سے پہلا غفار کا پرچم نظر آیا۔ پھر جہینہ۔ ہذیم۔ سلیم۔ ہتیارون مین ڈوبے ہوے۔ تکبیر کے نعرے مارتے ہوے نکل گئے۔ ابوسفیان ہر دفعہ مرعوب ہوجاتا تھا۔ سب کے بعد انصار کا قبیلہ کا اس سروسامان سے آیا کہ آنکھین خیرہ ہوگئین۔ سیرۃ النبی صہ۴۷۷

شبلی صاحب لکھنے کو تو سارا واقعہ لکھ گئے لیکن اپنی عادت سے مجبور تھے چونکہ نقص اسلام ابوسفیان۔ مفید مطلب مضمون نہین تھا اسلیے اوسکو قلم انداز فرما گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت و مضمون شاید اصل ماخذ مین موجود ہی نہین ہم آپ کو یاد کراتے ہین کہ آپکی ان مغویانہ تحریفات و ترکیبات سے نہ ابوسفیان کے عیوب پر پردہ پڑا ہے اور نہ پڑ سکتا ہے اس لیے کہ اوسکے عیوب نقائص ایمانی جنکو آپ اپنی قلمکاریون سے خلوص و رسوخ ایمانی تبلانا چاہتے ہین۔ ایسے طشت از بام اور زبان زد خاص و عام ہین کہ اون کے چھپانے مین سواے اپنی بدنامی اور ناکامی آپ کو کچھ حاصل نہین ہوسکتا۔

اب آپ اپنے حدیث و تاریخ کے قدیم ماخذون کی متواتر روایات پر توجہ و غور کرین کہ لشکر اسلام کی پُر عظمت و جلال شان و شوکت کو دیکھکر ابوسفیان کا حضرت عباس سے یہ متحیرانہ سوال۔ تاریخ طبری۔ ابن ہشام۔ ابو الفدا مواہب لدنیہ اور روضۃ الاحباب وغیرہ مین درج نہین ہے کہ۔

فقال ابو سفیان سبحان اللہ یا عباس
راستے آخر مین آنحضرت صلعم کے ہمراہیون کی شان کو دیکھکر ابوسفیان نے کہا

من هولاء قال قلت هذا رسول الله صلى	سبحان اللہ عباس یہ کون لوگ ہیں حضرت عباس کہتے ہیں میں نے جواب دیا
الله عليه وآله وسلم في المهاجرين والانصار	کہ یہ مہاجرین وانصار کے گروہ رسول اللہ صلعم کے ہمراہی ہیں۔ ابوسفیان
قال مالاحد بهؤلاء قبل ولاطاقة والله يا	نے حیران ہوکر کہا کہ ایسی تو پہلے کسی کی بھی قوت وشان نہیں تھی قسم خدا کی اے ابوالفضل
ابا الفضل لقد اصبح ملك ابن اخيك الغداة عظيما	اب تو تیرے بھتیجے کی بڑی سلطنت ہوگئی ہے حضرت عباس کہتے ہیں میں نے جواب دیا
قال قلت يا اباسفيان انها النبوة　ص۱۱ جلد دوم	وائے ہو تجھپر یہ اقتدار نبوت ہے۔

قریب قریب یہی عبارت طبری۔ ابوالفدا۔ مواہب لدنیہ۔ زرقانی اور روضۃ الاحباب میں بھی درج ہے۔ آپ نے بجا اپنی کتاب میں زیادہ تر انھیں ماخذوں سے اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے تو پھر اس عبارت ومضمون کو کیوں نہ لکھا خاص کر اسلیے کہ ابوسفیان حضرت امیر معویہ کی توہین ہوتی تھی۔ کیا شبلی صاحب کے ایسے فاضل محقق کے مولفانہ تدین کے خلاف نہیں ہے۔ آپ نے اس واقعہ کو غالباً طبری کی عبارت سے نقل فرمایا ہے دیکھیے اوسکے اوسی صفحہ ۱۶۳۲ میں یہی عبارت درج ہے۔ اسکے بعد طبری لکھتے ہیں کہ حضرت عباس کے اس ارشاد کا جواب ابوسفیان نے ان الفاظ میں دیا۔

فقال ابوسفيان نعم　قلت الحق	جو آپ نے کہا بجا ہے حضرت عباس فرماتے ہیں پھر میں نے اوس سے
الان بقومك فحذرهم	کہا کہ اب تیرا حق یہی ہے کہ تو اپنی قوم کو جاکر ڈرا۔
فخرج سريعا حتى اتى مكة	وہاں سے ابوسفیان نہایت تیزی سے چلکر مکہ میں داخل ہوگیا۔

ابوسفیان کے ساتھ احسان جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس سے کہکر ابوسفیان کو لشکر اسلام کی جو سطوت دکھلائی تھی اوس سے اپنی شان وشوکت کا اظہار خودنمائی نہیں منظور تھا بلکہ جبروت قدرت کا معائنہ اور کرشمۂ مشیت کا مشاہدہ مقصود تھا جس کے خلاف خود ابوسفیان اور اوسکے ایسے کتنے کفار قریش اور مشرکین مکہ آٹھ برس تک بڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے لیکن انہی مسلسل ومطول کوششوں کے بعد بھی جنمیں اونکی ہزاروں جانیں تلف ہوئیں لاکھوں روپے صرف ہوئے کچھ بھی مفید کار نہوا۔ آج وہی اسلام ہے اور وہی اسلامیوں کی جمعیت جو اس شان وشوکت اور اجلال وسطوت سے اون کی آنکھوں کے سامنے اونکے اوسی شہر میں بلاخوف وہراس داخل ہورہی ہے جسکو وہ آٹھ برس پہلے بڑی بیرحمی۔ بڑی بیدردی اور بڑی بیباکی سے باہر نکال کر آوارہ وطن کر چکے تھے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ابوسفیان کے جرائم ومظالم کی کوئی حد وانتہا نہیں تھی یہ جناب رسول خدا صلعم کے محاسن اخلاق تھے اور مکارم اشفاق حقیقتاً یہ آپ ہی کی دریادلی تھی اور لاانتہا فیاضی کہ ابوسفیان کے ایسے دشمن جان کی جان بخشی فرمادی۔ اس بنا پر شبلی صاحب کا یہ لکھنا بالکل صحیح ہے کہ

ابوسفیان کے پچھلے کارنامے سب کے سامنے تھے۔ اور ایک ایک چیز اوسکے قتل کی دعویدار تھی۔ مدینہ پر بار بار حملہ قبائل عرب کی اشتعال۔ آنحضرت صلعم کے خفیہ قتل کرنیکی سازش۔ یہ ہر چیز اوسکے خون کی قیمت ہوسکتی تھی۔ لیکن ان سب سے

بالاترایک اور جیبر(عفو نوعی) تھی اوس نے آہستہ سے ابوسفیان کے کان میں کہا کہ جوف کا مقام نہین سیرۃ النبی صـ۳۷۶

احسان کی دوسری مثال

یون تو مصالح نبوت کو جو عین مصالح قدرت ہوتے ہین بالاتمام سمجھنا عام عقل و ادراک انسانی سے بعید ہے۔ لیکن ظاہر طور پر ابوسفیان کی رعایت و معافی کے معاملات مین مدبر رسالت نے ادنی ترین اور اعلی ترین کی طیار مثالین دنیا کو دکھلادین اور بمصداق سہ درعفو لذتے است کہ در انتقام نیست۔ بتلادیا کہ خاصان الٰہی اپنے پورے اختیار و اقتدار کے وقت بھی اپنے دشمن جان اور قاتل کے ساتھ اس عجز و انکسار اور لطف و ایثار سے پیش آتے ہین اسی بنا پر یہ بالکل صحیح ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کے ساتھ غیر متوقع جان بخشی فرمانے کا احسان خاص فرمایا۔ یا آپکے عم نامدار حضرت عباس نے جو کچھ اوسکے ساتھ رعایت کی وہ سب اخلاق بنی ہاشم کے خاص آثر تھے۔ اور جسمین جناب سرورکائنات صلعم کے خلق عظیم بدرجہ اولی شریک غالب تھے کچھ ان ہی مراعات و مرافقات پر منحصر نہین حضرت عباس کی پھر دوسری تحریک پر تالیف قلوب کی غرض خاص سے ابوسفیان کو امتیاز خاص بھی عنایت فرمایا چنانچہ طبری مین ہے

عن ابن عباس فقلت یا رسول اللہ ان	حضرت عباس نے عرض کی۔ یارسول اللہ۔ ابوسفیان ایک مفاخرت پسند
اباسفیان رجل یحب الفخر فاجعل لہ	آدمی ہے۔ اوسکے لیے کوئی امتیاز خاص عنایت ہو۔ جو اوس کی قوم مین
شیئا یکون فی قومہ فقال نعم من دخل	اوسکے امتیاز کا باعث ہو۔ آپنے فرمایا اچھا۔ پھر یون اعلان فرمایا کہ
دار ابوسفیان فھو امن ومن دخل	جو شخص ابوسفیان کے گھر مین چلا آئے گا وہ امان دیا جائیگا اور جو
مسجد فھو امن ومن اغلق بابہ	مسجد الحرام مین چلا آئیگا وہ بھی امان پائیگا اور جو شخص اپنے گھر کے دروازے
فھو امن۔	بند کرکے بیٹھ رہے گا وہ بھی مامون رہے گا صـ۱۶۳۳۔

یہ ایسا مشہور و معروف واقعہ ہے کہ تمام حدیث و تاریخ کی کتابون مین منقول ہے۔ حوالون کی ضرورت نہین۔ مگر افسوس کہ شبلی صاحب نے اسکو بھی اپنے مقام پر نہ رہنے دیا اور نہ اپنی حالت خاص مین۔ یہ واقعہ تاریخ طبری مین اوسی عبارت کے ساتھ شامل ہے جسکو آپ ابوسفیان کے معائنہ لشکر والے واقعہ مین اوسی طبری سے نقل کرچکے ہین لیکن افسوس ہے کہ آپنے اوسکو اپنے سلسلہ عبارت مین اصلی مقام پر نہین لکھا۔ بلکہ علحدہ اعلان عام کی صورت مین اوس واقعہ کے بعد درج فرمایا اور وہ اندراج بھی آپ کی عادت قطع و برید اور قلمی تحریف سے خالی نہین رہا۔ اور وہ یہ کہ آپنے اسکی عبارت مین حضرت عباسؓ کی تحریک سے اوسکے اس شرف امتیاز عطا کئے جانے کا ذکر بالکل محو کردیا گو یا طبری مین اِنَّ اَبَا سُفْیَانَ رَجُلٌ

شبلی صاحب کی دوسری تحریف

یُحِبُّ الْفَخْرَ (ابوسفیان ایک مفاخرت پسند آدمی ہے) حضرت عباس کی زبانی تحریک کو روسے مسطور ہی نہین ہے۔ آپ کی یہ صریح تحریف آپکے تدین مؤلفانہ کو کسقدر رذیل و ضعیف ثابت کرتی ہے۔ یہ رسوائی صرف اس لیے اوٹھائی گئی ہے کہ ابوسفیان کے ساتھ اس عطایائے نبوی مین کسی کی تحریک و شرکت نہ ثابت ہو۔ بلکہ یہ

سمجھا جاوے کہ خود رسول اللہ صلعم کی نگاہ مین ابوسفیان کا ذاتی اعزاز ایسا تھا کہ بلا تحریک احدے آپ نے بالنفس النفیس اونکو یہ امتیاز خاص عنایت فرمایا۔ اور یہ صلیت و واقعیت کے سراسر خلاف ہے جیسا کہ ثابت ہوا۔

ابوسفیان کا سلسلۂ استعجاب

اس کے آگے شبلی صاحب رقمطراز ہین۔

ابوسفیان نے متحیر ہوکر پھر پوچھا اب یہ کون لشکر ہے۔ حضرت عباس نے نام بتلایا۔ دفعتًا سردار فوج حضرت سعد بن عبادہ ہاتھ مین علم لیے ہوے برابر سے گذرے اور ابوسفیان کو دیکھکر بول اوٹھے۔

اليوم يوم الملحمة اليوم تستحل الكعبة بحوالہ خاص

آج گھمسان کا دن ہے آج کعبہ حلال کردیا جاوے گا صحیح بخاری

سب سے آخر مین کوکبۂ نبوی نمایان ہوا جس کے پرتو سے سطح خاک پر نور کا فرش بچھتا جاتا تھا حضرت زبیر ابن العوام علمبردار تھے ابوسفیان کی نظر جمال مبارک پر پڑی تو پکار اُٹھے کہ حضور نے سُنا۔ سعد بن عبادہ کیا کہتے ہین۔ ارشاد ہوا سعد بن عبادہ نے غلط کہا۔ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے یہ کہکر حکم دیا کہ فوج کا علم سعد سے لیکر اون کے بیٹے کو دیدیا جاوے۔ سیرۃ النبی ص ۳۷

بخاری صاحب اور شبلی صاحب کی کھلی تحریفیں۔

تفحص حالات اور تحقیق واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ شبلی صاحب نے ان واقعات کے لکھنے سے قبل یہ ارادہ کرلیا ہے کہ کسی واقعہ کو اوسکی صلیت کے ساتھ کبھی نہین لکھین گے بلکہ اپنے غیر مفید مطلب ورسکے تمام مقامات مین قطع و برید کرتے جائینگے کیون؟ اسلیے کہ ہر واقعہ مین کہین نہ کہین حضرت علیؑ کی خصوصیت کا ذکر آجاتا ہے۔ اور کہین کہین آپکے ممدوحین خاص کی بیجا اشارت و راخلت ثابت ہوجاتی ہے اور فطرتًا یہ دونون باتین آپ کے لیے سخت دشوار اور ناگوار ثابت ہوتی ہین۔ اسلیے سواے اسکے کہ یہ باتین مرفوع القلم کردیجائین اور کوئی چارہ باقی نہین رہا۔ آپ کرین تو کیا کرین۔ لہذا ایسے مقامات خاص مین صاحبان حدیث کا عمومًا اور بخاری صاحب کا دامن پکڑنا ہوتا ہے۔ چنانچہ تمام حدیث و سیر و تاریخ کی مرویات کثیرہ سے قطع نظر کرکے آپنے اس واقعہ کو صرف بخاری کی روایت سے لکھمارا۔ کیونکہ وہ آپ سے زیادہ ان مرویات کی قطع و برید اور تصنیع و ترکیب کے مشاق اور موقع شناس تھے۔ ایسا سواقعہ مین آپ نے اور آپکے بخاری صاحب نے جو یہ محرفانہ قلمکاریان کی ہین وہ مفصلۂ ذیل عبارت مین ملاحظہ فرمائی جائین۔

بخاری صاحب نے سعد ابن عبادہ کے یہ تعریضی الفاظ لکھے ہین۔ اليوم يوم الملحمة اليوم تستحل الكعبة حالانکہ ابن ہشام۔ علامہ طبری اور محدث شیرازی۔ بیک لفظ و زبان صرف کلمہ اليوم يوم الملحمة کو لکھتے ہین اليوم تستحل الكعبة خاص بخاری صاحب کی ایجاد بندہ ہے۔ حالانکہ ابن ہشام اور طبری دونون بحیثیت مورخ و زمانہ بخاری سے مقدم اور مرجح ہین بخاری صاحب اور آپ دونون لکھتے ہین کہ ابوسفیان نے سعد بن عبادہ کی اس تعریض کی آنحضرت صلعم سے شکایت کی۔ لیکن ابن ہشام لکھتے ہین کہ حضرت عمر بن خطاب نے سعد بن عبادہ کی شکایت کی۔

قال ابن هشام وهو عمر ابن الخطاب فقال یا رسول الله صلی الله علیه و اله وسلم اسمع ما قال سعد بن عبادة

ابن ہشام کہتے ہین یہ عمر بن خطاب تھے جنھون نے حضرت رسول خدا صلعم سے شکایت کی اور کہا یا رسول اللہ صلعم آپ نے سُنا جو سعد بن عبادہ نے کہا

آپ بخاری صاحب کی زبانی لکھتے ہین کہ یہ سنکر آپ نے حکم دیا کہ فوج کا علم عبادہ سے (سعد سے) لیکر اونکے بیٹے (قیس) کو دیدیا جاوے۔ حالانکہ ابن ہشام۔ طبری اور محدث شیرازی بالاتفاق لکھتے ہین۔

فقال رسول الله صلعم لعلی ابن ابی طالب ادرکه فخذ الرایة منه فکن انت الذی تدخل بها

پھر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابیطالب سے فرمایا کہ فوج کا علم سعد بن عبادہ سے لیلو اور اوس علم کو لیکر شہر مین داخل ہو۔ ابن ہشام ۲۷۰ طبری ۱۶۳۶ روضۃ الاحباب ۴۲۶ ہم۔

حقیقت تو یہ ہے کہ علیؑ کا نام ہی لینا بخاری اور شبلی صاحب کے نزدیک گناہ ہے اور ذکر کرنا تو سخت معصیت پھر وہ ذکر جسمین کسی فضیلت و خصوصیت کا اظہار ہو۔ اب ذرا دیکھئے۔ حضرت علی مرتضی علیہ التحیۃ والثنا کی اس خصوصیت کے مٹانے۔ چھپانے اور گھٹانے مین بخاری صاحب اور اونکے مؤیدین نے کیا کیا قلمکاریان کین ہین۔ اور حضرت علی کی اس خصوصیت مین کتنے لوگون کو داخل کردیا ہے۔ اسکی تفصیل مین محدث شیرازی کی مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔ جو اونھون نے اس روایت کی تحقیق و تنقید مین زیب قلم فرمائی ہے۔

علی مرتضیٰ را گفت کہ برو و علم را از سعد بستان و برفق و رافت در مکہ درآی۔ و در روایتے آنکہ علم را از سعد گرفت و بہ زبیر ابن العوام داد و لوائے خاص رسول زبیر داشت۔ چنانچہ صاحب اللوائین بمکہ درآمد۔ و جمع میان این روایات مختلفہ باین طریق حاصل میشود کہ گوییم اوّل حکم کردہ باشد علی را کہ علم از وے بستاند و بمکہ درآمد و بعد ازان بجہت استمالت خاطر سعد بہ پسرش تفویض فرمودہ باشد و سعد بجہت آنکہ مبادا از پسر وے حرکتے صادر بشود کہ چنان نباید التماس کردہ باشد کہ علم از وے باز گیرند بنابرین زبیر را فرمودہ باشد کہ علم از قیس بستاند و بعضے از روایات صحیحہ مؤید این

حضرت علی مرتضیٰ کو حکم فرمایا کہ جاؤ سعد سے علم لیلو اور رعایت و مدارا کے ساتھ شہر مین داخل ہو اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے سعد سے علم لیکر اونکے صاحبزادے کو دیدیا اور دوسری روایت مین یون آیا ہے کہ علم اون (سعد) سے لیکر زبیر کو سپرد کیا اور آنحضرت صلعم کا علم خاص بھی زبیر کے پاس تھا۔ چنانچہ زبیر صاحب اللوائین دونو علمون کو لیے ہوے مکہ مین داخل ہوئے۔ ان روایات مختلفہ مین میرے نزدیک جمع اقوال اس طریقہ سے ہوسکتی ہے کہ میری تحقیق مین پہلے علم حضرت علی مرتضیٰ کو حوالہ فرمایا گیا اور وہ علم لیے مکہ مین داخل ہوے لیکن مکہ مین آنے کے بعد آنحضرت صلعم نے محض سعد ابن عبادہ کی دلجوئی کے لحاظ سے اونکے بیٹے قیس کو علم دلوادیا مگر سعد نے یہ خیال کرکے کہ لڑکے سے شاید کوئی حرکت ناشائستہ ہوجاے۔ خدمت نبوی مین عرض کی کہ قیس سے علم لیکر کسی دوسرے صاحب کو عطا فرمادیا جاوے تو آپ نے سعد کے التماس پر قیس سے علم لیکر

جمع است۔ (روضۃ الاحباب صفحہ ۲۶۴) زبیر ابن العوام کو تفویض فرمایا ہوگا۔ اور بعض روایات بھی اسی طریقہ تجمیع مرویات مختلفہ کی تائید کرتی ہین۔

حافظ جمال الدین شیرازی کی مرقومہ بالا عبارت پڑھکر بخاری اور شبلی صاحب خوب سمجھ لیین کہ کسی واقعہ کی صلیت وحقیقت بدلنے مین اتنے اینچ پینچ اور ایر پھیر سے کام لینا ہوتا ہے مگر تاہم حقیقت نہین چھپتی ہے اور صلیت ظاہر ہی ہو جاتی ہے۔ کما لایخفی علی المدبر۔

ابوسفیان کا مکہ مین داخلہ مناسبت مقام مجبور کرتی ہے کہ مکہ مین لشکر اسلام کے داخلہ سے پہلے شبلی صاحب کے سچے مسلمان ابوسفیان کے داخلہ کی کیفیت لکھی جاوے۔ چنانچہ محدث شیرازی کی زبانی حسب ذیل عرض ہے۔

چون تمام لشکر بر ابوسفیان گذشت عباس با ابوسفیان گفت زود در مکہ و ایشانرا برسان کہ فکرے در کار خویش بکنند و مسلمان بشوند تا خلاصی بیابند والا ہلاک خواہند شد۔ ابوسفیان تاختہ بمکہ در آمد و لشکر اسلام چون بذی طوی رسید توقف نمود تا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بایشان رسید و در آنروز چنان گرد و غبار برخاستہ بود کہ بر سر کوہہا می رسید و قریش را از آمدن آنحضرت صلعم خبر نبود چون ابوسفیان را از دور دیدند کہ بتعجیل می آید ویرا استقبال کردند و گفتند از عقب تو کیست و این غبار را سبب چیست گفت واے بر شما محمد با لشکرے غرق آہن و فولاد رسید و اکثر سواران ولاور ندکہ ہیچکس طاقت مقاومت بایشان ندارد و گفتہ کہ ہر کہ در خانہ من در آید در امان باشد و ہر کہ سلاح بیاندازد نیز در امان باشد و ہر کہ در خانہ خویش در بندد ہم در امان باشد و ہر کہ بمسجد الحرام رود در امان باشد گفتند قبحک اللہ این چہ خبر است کہ برآے ما آوردہ ئی و ہند زوجہ وے ہم برائے استقبال او بیرون آمدہ بود۔

جب تمام لشکر اسلام کو ابوسفیان دیکھ چکا تو حضرت عباس نے ابوسفیان سے کہا جلد مکہ مین چلے جاؤ اور لوگون کو تہدید کرو کہ وہ اپنی فکر کرین اور مسلمان ہو جائین کہ اونکی نجات ہو جائے ورنہ سب کے سب ہلاک ہو جائینگے۔ ابوسفیان دوڑتا ہوا مکہ مین آیا اور لشکر اسلام مقام ذی طوی مین ہو بیٹھکر ٹھر گیا اس لئے کہ آنحضرت صلعم اون سے آکر ملجائین اوسدن بہت گرد وغبار تھا کہ تمام پہاڑ کی چوٹیان گرد سے بھر گئین تھیں اور اسوقت تک کفار کو آنحضرت صلعم کی آمد کی کچھ خبر نہین تھی جب لوگون نے ابوسفیان کو جلد جلد آتے دیکھا تو اوسکے استقبال کو آگے بڑھے اور اوس سے پوچھا تمہارے پیچھے کون ہے اور یہ غبار کیسا ہے ابوسفیان نے کہا کہ یہ محمد صلعم کا لشکر ہے جو تمہارا کثیر مین غرق آہن فولاد چلا آتا ہے ایسے لیئے لاوران جنگ ہین جن سے کسی کو تاب مقابلت ومحاربت نہین ہو سکتی۔ محمد صلعم نے مجھسے کہدیا ہے کہ جو شخص میرے مکان مین آجائیگا وہ امان مین رہیگا اور جو اپنے ہتیار ڈالدیگا وہ بھی امان مین رہیگا اور جو شخص گھر مین بیٹھکر دروازے بند کرلیگا وہ بھی امان پائیگا اور جو شخص مسجد الحرام میں جائیگا وہ بھی امان پائیگا یہ سنکر سب نے کہا خدا تجھے ذلیل کرے کیسی خبر تو لایا ہے۔ ہند ابوسفیان کی زوجہ بھی شوہر کے استقبال کو آئی تھی۔ شوہر کے ان ناشنوا کلام کو سنکر بیتاب ہو گئی۔ شوہر کی ڈاڑھی پکڑلی اور اوسکی بڑی ذلت کی

شنید کہ شوہرش این نوع کلام می راند تحمّل نیاورد و لحیہ شوہر را بگرفت و برِوے خوار بہامی کرد و گفت یا آل غالب بکشید این پیر احمق را تا این سخنان نگوید ابوسفیان گفت ہر خواری کہ خواہی بکن. سوگند میخورم کہ اگر مسلمان نشوی گردنت بخواہند زد پس در خانہ خویش درآئی و در را در بند ص۴۲۷

اور پھر چلّا کر کہنے لگی اے آل غالب۔ اس بوڑھے احمق کو مار ڈالو کہ پھر ایسے احمقانہ کلام نکرے۔ ابوسفیان نے جواب دیا میری جو ذلت چاہو کرو مگر مین قسم کھاکر کہتا ہون کہ اگر تو مسلمان نہو جاے تو تیری گردن بھی اوتار لیجائیگی۔ جلد اپنے مکان مین چلی جا اور دروازے بند کر کے بیٹھ رہ ص۴۲۷۔

مکہ معظمہ مین آنحضرت صلعم کا فاتحانہ لیکن بالکل خموشانہ داخلہ

کوکبۂ رسالت مہاجر و انصار کی جمعیت ساتھ مکہ معظمہ مین داخل ہوا۔ داخلہ سے پہلے شہر مین جانے کا یہ انتظام فرمایا گیا کہ چند ممتازین کی ماتحتی مین مختلف قبائل کی جماعتین سپرد کر کے متفرق راستون سے شہر مین اونکو داخل ہونیکا حکم دیا گیا۔ حفظ ماتقدم کی یہ اعلیٰ تدبیر تھی۔ اسلیے کہ اگرچہ قریش مین اب کوئی جان باقی نہین تھی۔ لیکن دشمن گو کسی حالت مین ہو پھر بھی دشمن ہے ؎ دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد
چنانچہ خالد بن ولید والے ماتحتی دستۂ اسلام کے ساتھ نیم جان قریش نے ایک حرکت مذبوحی دکھلاہی دی۔ جیسا کہ بہت جلد سلسلہ بیان سے معلوم ہوتا ہے۔

خالد بن ولید کے دستہ فوج کا مقابلہ و مقاتلہ

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حفظ ماتقدم کے لحاظ سے لشکر اسلامی کے متفرق دستے مختلف راستون سے شہر مین بھیجے گئے تھے۔ اور علی العموم اونکو جدال و قتال و کشت و خون سے تاوقتیکہ مدافعانہ طور پر حفاظت جان کی ضرورت نہ واقع ہو لے سخت تاکید کے ساتھ منع کر دیا گیا تھا لیکن تاہم خالد بن ولید والے ماتحتی دستۂ فوج کو دست بقبضہ ہونے کی ضرورت پیش آہی گئی۔ شبلی صاحب ان الفاظ مختصرہ مین حقیقت حال بیان فرماتے ہین۔

قریش کے ایک گروہ نے مقابلہ کا قصد کیا اور خالد کی فوج پر تیر برسائے۔ چنانچہ دو صاحب (کُرز بن جابر فہری اور حبیش ابن اشعر) نے شہادت پائی۔ حضرت خالد نے مجبور ہو کر حملہ کیا۔ یہ لوگ ۱۳ لاشین چھوڑ کر بھاگ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تلوارون کا چمکنا دیکھا تو خالد سے بازپرس کی لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ ابتداء مخالفین نے کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا قضائے آلہی یونہین تھی ص۳۲۷۔
شبلی صاحب تو اشارون مین باتین کر گئے اور تفصیل میرے لیے چھوڑ گئے۔ روضۃ الاحباب مین محدث شیرازی لکھتے ہین۔

ہمہ طوائف را (آنحضرتؐ) گفت باید کہ ہیچکس مقابلہ و محاربہ نکند مگر آنکس کہ خیرگی نماید و با شما مقابلہ و محاربہ کند

آنحضرت صلعم نے ہر دستہ فوج کو حکم تاکیدی فرما دیا تھا کہ کسی سے مقابلہ و محاربہ نکیا جاوے۔ سوائے اوس شخص کے جو تم سے بدی کر کے

عکرمہ بن ابو جہل و سہیل بن عمرو جماعتے از بنی بکر و
بنی حارث بن عبد مناف و گروہے از ہذیل و احابیش
سر راہ خالد گرفتند و در موضعے کہ آن را خندمہ
می گفتند بادے محاربہ آغاز کردند خالد بضرورت
با ایشان مقاتلہ نمود و جنگ عظیم واقع شد چنانکہ
بحزورہ کہ نزدیک بدر مسجد الحرام است رسیدند و بست
مرد از بنی بکر و چہار مرد از ہذیل بکشتند و از فوج خالد
دو کس بقتل آمدند یکے حبیش بن الاشعری و دیگر
کرز بن جابر بود - پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم از دور شعاع
شمشیر و نیزہ بدید و پرسید کہ این چیست - نہ نہی کردہ
بودم از قتال بعرض رسانیدند کہ گمان می برم کہ جماعتے
با خالد بجنگ بیرون آمدہ باشند و خالد را ضرورت
شدہ باشد کہ با ایشان مقاتلہ نماید چون آن فتنہ تسکین
یافت حضرتؐ با خالد گفت چون نہی کردہ بودم چرا
جنگ کردی خالد جواب داد کہ ایشان ابتدا نمودند
بقتال و ما را بضرورت دفع بایست کرد - فرمود
قضاء اللہ خیرا و طبرانی بطریق ابن عباس روایت
میکند کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چون بمکہ
در آمد گفتند یا رسول اللہ این خالد بن ولید
است کہ شمشیر کشیدہ و اہل مکہ را می کشد آن
سرور یکے از اصحاب را فرستاد تا خالد را
گوید ارفع عنھم السیف یعنی شمشیر از
ایشان بردار و مکیان را مکش آن مرد بنزد خالد آمد

مقابلہ اور مقاتلہ کرے - عکرمہ بن ابی جہل - سہیل بن عمرو بنی بکر
بنی حارث بن عبد مناف - بنی ہذیل اور احابیش مکہ کی جماعتین
لیکر خالد کی راہ روکنے آئے اور مقام خندمہ پر خالد کے ہمراہیوں پر حملہ آور
ہوئے اس ضرورت و مجبوری سے خالد نے اون پر تلوار کھینچی - بڑی لڑائی
ہوئی اور ایسی کہ حزورہ - باب کعبہ کے قریبی مقام تک لوگ پہونچ گئے -
بنی بکر کے بیس آدمی - بنی ہذیل کے چار آدمی مارے گئے اور خالد کی فوج سے
دو آدمی کام آئے ایک حبیش بن الاشعری اور ایک کرز بن جابر - آنحضرت
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب تلوار و نیزہ کی چمک دیکھی تو پوچھا یہ کیا ہے -
کیا مین نے جدال و قتال سے منع نکر دیا تھا لوگون نے عرض کی ہمارا گمان
یہ ہے کہ کوئی جماعت خالد سے برسر راہ ہوئی ہوگی اسلیے خالد کو اون سے
مقابلہ کی ضرورت ہوئی ہوگی جب یہ فتنہ فرو ہوگیا تو آنحضرت صلعم نے
خالد سے پوچھا کہ جب ہم نے تمھین کشت و خون سے منع کر دیا تھا
تو تم کیون لڑے خالد نے جواب دیا کہ اونھین لوگون نے
جنگ ابتدا کر دی تو ہمکو بھی مدافعت کی ضرورت سے
لڑنا پڑا - یہ سنکر آپ نے فرمایا - خیر مرضی خدا یہی تھی -
طبرانی حضرت عبد اللہ بن عباس کے طریق سے لکھتے ہین
کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ مین
داخل ہوئے تو آپ سے لوگون نے عرض کی کہ خالد
تلوار کھینچ کر مکہ والون کو مارے ڈالتے ہین - یہ سنکر
آپ نے ایک صحابی کو بھیجکر خالد کے پاس کہلا بھیجا کہ
اون پر سے تلوار اوٹھا لو - اونھون نے جا کر کہا کہ
اون کو تلوارون کے نیچے رکھ لو - نتیجہ یہ ہوا کہ
خالد نے اوس دن ستر آدمیون کی جان لے لی -

و گفت پیغمبر صلعم میگوید صنع فیھم السیف یعنی شمشیر در ایشان بنہ و بر ہر کہ دست یابی بکش پس خالد ہفتاد کس را در آن روز بکشت [۳]

تفصیلی حقیقت یہ تھی جو محدث شیرازی کی زبانی لکھکر دکھلا دی گئی اب تحقیق طلب اور انصاف پسند حضرات خود سمجھ لیں کہ وہ شبلی صاحب کے مرقومہ بالا مختصرات سے کہاں تک حقیقت حال معلوم کر سکتے تھے اور اسی کے ساتھ یہ بھی سمجھ لیا جائے گا کہ شبلی صاحب کو اس کوتہ رقمی اور قصیر القلمی کی کون سی مجبوری تھی یہی نہ کہ حضرت خالد کی عجلت فی القتال اور ایک دوسرے صحابی صاحب کی غایت درجہ کی خوش فہمی اور عقلمندی ثابت ہوتی

اسکے بعد شبلی صاحب داخلہ اور قیام مکہ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔

عقیل ابن ابیطالب پر بیجا الزام

لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور قیام کہاں فرمائیں گے کیا اپنے قدیم مکان میں؟ شریعت میں مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا۔ ابوطالب نے جب آنحضرت صلعم کے چچا نے انتقال کیا تو ان کے صاحبزادے عقیل اوس وقت کافر تھے اسلیے وہی وارث ہوئے۔ اونھوں نے یہ مکانات ابوسفیان کے ہاتھ بیچ ڈالے اس بنا پر آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ عقیل نے گھر کہاں چھوڑا جہاں اوتروں۔ اسلیے مقام خیف میں ٹھہروں گا یہ وہ جگہہ تھی جہاں قریش نے ہجرت سے پہلے آنحضرت صلعم اور خاندان بنی ہاشم کو مکہ سے نکالکر محصور کر دیا تھا۔ ص ۳۷

ابن ہشام۔ طبری اور ابوالفدا وغیرہ نے اسواقعہ کی تصریح نہیں کی ہے۔ ہاں بخاری صاحب اور اون کے بعد کے محدثین نے لکھا ہے۔ اس بنا پر اسکی صحت معیار تاریخی تک کامل نہیں اوترتی۔ ممکن ہے کہ بخاری صاحب نے اسکو حضرت ابیطالب و عقیل کے اظہار کفر کی ضرورت سے اس کا اضافہ فرمالیا ہو اور تقلید اسلاف کی مجبوری سے شبلی صاحب نے بھی نقل کر دیا ہو۔

بہرحال اگر یہ صحیح بھی مان لیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا استفسار کیا گیا اور آپ نے تعریضاً عقیل کے تصرّف بالبیع کی طرف یہ اشارت بھی فرمائی تو بالکل صحیح ارشاد ہوا۔ حضرت ابیطالب کے انتقال کے بعد طالب و عقیل مشرکین مکہ کے ساتھ تھے اور اون کے عم بزرگوار حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی۔ اوسی طرح جعفر اور علی مرتضی آنحضرت صلعم کے ہمراہ مدینہ میں تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ عقیل اور طالب جو وہاں موجود تھے آبائی مکانات مسکونہ پر قابض و متصرّف ہوے۔ جب طالب جنگ بدر کے بعد مفقود الخبر ہوگئے تو عقیل نے اپنی ضرورت سے اوسکو بیچ ڈالا۔ اس موقع پر مواہب لدنیہ میں امام قسطلانی لکھتے ہیں۔

وکان عقیل ورث ابی طالب ھو وطالب ولم یرث جعفر ولا علی شیئا لانھما کانا مسلمین

ابوطالب کا ترکہ عقیل اور طالب نے لیا۔ اوس میں حضرت جعفر اور حضرت علیؑ کو کچھ بھی نہیں ملا۔ کیونکہ یہ دونوں بزرگوار مسلمان ہو چکے تھے۔

زرقانی اسکی شرح مین حافظ ابن حجر کا یہ قول لکھتے ہین۔

قال الحافظ هذا يدلّ على تقدّم هذا الحكم من اوائل الاسلام لموت ابي طالب قبل الهجرة فلمّا هاجرا ستولى عقيل وطالب على الدّار كلها باعتبار ما ورثاه وباعتبار تركه صلى الله عليه وآله وسلم لحقه منها بالهجرة وفقد طالب ببدر فباع عقيل الدار كلها واختلف في تقريره عليه الصلوة والسلام عقيلا على ما يخصّه فقيل ترك له ذلك تفضّلا عليه وقيل استمالة وتاليفا وقيل تصحيحا لتصرفات الجاهليّة كما تصحّح انكحتهم قال الخطابي انّما لم ينزل فيها لانّه دور هجروها لله فلم يرجعوا فيما تركوه وتعقب بان سياق الحديث يقتضي ان عقيلا باعها ومفهومه انه لو تركها بغير بيع لنزلها ص ۳۰۳ مصر

حافظ ابن حجر کہتے ہین یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حکم قدیم اوائل اسلام سے جاری ہے۔ کیونکہ حضرت ابیطالب کی موت ہجرت سے پہلے واقع ہوئی ہے۔ جب آنحضرت صلعم ہجرت کرگئے تو ان مکانات پر عقیل اور طالب قابض ہوگئے۔ دونون اعتبار سے باعتبار وراثت بھی اور باعتبار اسکے کہ آنحضرت صلعم خود اوسکو چھوڑ کر چلے گئے۔ جب طالب جنگ بدر مین مفقود الخبر ہوگئے تو عقیل نے ان مکانون کو بیچ ڈالا آنحضرت صلعم کے اس تقرر مین عقیل کو مخصوص فرمانیکے متعلق بہت مختلف اقوال آئے ہین بعض کہتے ہین کہ آپ نے اپنے تفضل خاص سے اپنا ترکہ اونھین چھوڑ دیا۔ بعض کہتے ہین اونکی دلجوئی اور تالیف کی غرض سے ایسا فرمایا گیا اور بعضون کا قول ہے کہ اس دستور جہالت کے صحیح فرمانیکے خیال سے ایسا کیا گیا جیسا کہ جاہلیت کے نکاح بھی سب صحیح و درست قرار دیے گئے۔ سیاق حدیث سے بھی یہ مترشح ہوتا ہے کہ عقیل اون مکانات کو بیچ چکے تھے۔ اور مفہوم حدیث یہ بتلاتا ہے کہ اگر عقیل اونھین نہ بیچے ہوتے تو آنحضرت صلعم اونھین مکانات مین ٹھہرتے۔

اس عبارت کے نقل کرنے سے میرا مقصود صرف اتنا تھا کہ جس غرض و غایت سے شبلی صاحب اور بخاری صاحب نے اس واقعہ کو بخلاف ارباب سیر و تاریخ مشتہر کرنا چاہا تھا وہ یہ یقین کہ عقیل کا غصب اور تصرف غیر ماذون ثابت ہو۔ اون کے کفر کا اعلان ہو اور اخلاق بنی ہاشم کی توہین ظاہر ہو۔ وہ ایک بھی ثابت نہین ہوا۔ بلکہ بخلاف اسکے جو فعل عقیل نے کیا وہ آنحضرت صلعم کے نزدیک صحیح و درست تھا۔ بلکہ ان تمام امور مین عقیل کے ساتھ تفضلات و مراعات خاص عمل مین لائے گیے۔

اس کے بعد شبلی صاحب دخلہ بیت الحرام اور انہدام اصنام کی کیفیت لکھتے ہین اور بیچ کے تمام واقعات وحالات مرفوع القلم فرمادیتے ہین۔ اس لیے کہ اونمین بدقسمتی سے اہلبیت اور بنی ہاشم کا ذکر خصوصیت ہے۔ ہم اوسکو

لہ حافظ ابن حجر کی ان عبارت سے رسول اللہ صلعم کے ترکہ کا وجود تو ثابت ہوا عام اس سے کہ آپکی حیات کے کسی زمانہ مین قائم کیا جائے ورنہ حدیث نحن معاشر الانبیاء نے تو آپکے وجود ترکہ ہی کو غائب کردیا تھا۔ اب انصاف پسند حضرات خود سمجھ لین کہ آپ ایک زمانہ حیات تک ترکہ چھوڑ سکتے تھے اور دوسرے حصہ مین نہین کیا۔ تو یہ کب عقل ہے؟ (المؤلف عفی عنہ)

تاریخ طبری ابن ہشام ۔ روضۃ الاحباب اور شرح زرقانی سے ترجمہ کرکے ذیل میں لکھتے ہیں ۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام خیف میں جو شعب ابیطالب کے نام سے مشہور ہے ۔ قیام فرمایا مقام حجون میں آپ کے لیے خیمہ نصب فرمایا گیا ۔ آپ خیمہ میں تشریف لائے ۔ گرد و غبار سے جسم و لباس مبارک بالکل آلودہ ہو رہا تھا ۔ فوراً غسل کا تہیہ فرمایا ۔ خیمہ میں بروایتے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے اور بروایتے حضرت ابوذر غفاریؓ نے چادر کا پردہ کھینچ دیا اور آپ اوس پردہ کے اندر جاکر غسل فرمانے لگے

حضرت ام ہانی کا مکان دار الاماں قرار پایا

غسل سے فارغ ہوکر کپڑے بدل رہے تھے کہ اس اثنا میں حضرت ام ہانی بنت ابیطالب خیمہ اقدس میں آئیں ۔ جناب سیدہ سے آنحضرت صلعم کو پوچھا معلوم ہوا کہ غسل فرماتے ہیں اتنے میں آپ حجاب سے باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا اھلا و مرحبا یا ام ھانی ماجاء بِكِ اہلاً و مرحبا اے ام ہانی کہو کیوں آئی ہو ۔ ام ہانی نے عرض کی کہ میرے گھر میں میرے شوہر کے دو عزیز آکر چھپ گئے ہیں میرے بھائی علی مرتضیٰؑ نے اونھیں دیکھ پایا ہے اونکو قتل کرنا چاہتے ہیں ۔ آپ میری خاطر اونکی جان بخشی فرمادیں ۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا قد اجرنا من اجرت یا ام ھانی جاؤ ام ہانی جسکو تم نے امان دی اوسکو میں نے بھی امان دی ۔

ام ہانی کے گھر میں رسول اللہ کی ضیافت

اسکے بعد پھر آپ ام ہانی کے گھر میں تشریف لائے اور ارشاد کیا کچھ کھانا ہیکو لاؤ ۔ ام ہانی نے عرض کی بغیر نان و سرکہ کے اور کچھ بھی نہیں ہے اور میں حضور کے سامنے اوس کے پیش کرنے سے شرماتی ہوں ارشاد ہوا ۔

ھلمی بھن فکسرھن فی ماء وجاءت بملح — لاؤ ۔ روٹی کے ٹکڑے کرڈالو ۔ اور پانی میں اونکو بھگو کر اوپر سے نمک چھڑک دو ۔

سبحان اللہ وبحمدہ ۔ روز فتح یہ مکہ کے فاتح اعظم کا خاصہ ہے ۔ صلوا علیہ وآلہ ۔

ام ہانی کا بیان ہے ۔

ھلمیہ قصیہ علی الطعام واکل منہ ثم حمد اللہ تعالی ثم قال نعم الادم الخل یا ام ھانی لا یفقر بیت فیہ خل — پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھانا کھالیا اوس کے بعد خدا کا شکر ادا کیا اور مجھسے ارشاد فرمایا اے ام ہانی سب سے بہتر وہ دستر خوان ہے جس پر سرکہ موجود ہو ۔ اور اوس گھر میں فقر نہیں آتا جس گھر میں سرکہ موجود ہوتا ہے ۔

زرقانی باسناد طبرانی صفحہ ۳۷۵ مصر

بروایت روضۃ الاحباب خانہ ام ہانی میں آٹھ رکعت نماز دو دو رکعت کرکے صوت خفی کے ساتھ پڑھی گئی اسکے بعد آپ وہاں سے برآمد ہوئے تو مہاجر و انصار کی مسلح جماعت دروازے پر منتظر کھڑی تھی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بھی سلاح حربی زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔

حرم محترم مین داخلہ　جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروایتے شعب ابیطالب اور بروایتے خانہ ام ہانی سے مسلح ہو کر برآمد ہوئے۔ جان نثارون نے ہاتھون ہاتھ لے لیا اور پروانہ وار شمع رسالت کے گرد وپیش ہو گئے۔ چونکہ بیرون شہر سے مسجد الحرام تک ایک گونہ مسافت تھی اسلیے آپ نے ناقہ پر جلوس فرمایا اور اخلاص مندون کا گروہ آراستہ ہو کر خرامان خرامان ہمراہ چلا۔

کرشمۂ قدرت کا پورا نظارہ تھا اور تصرفات مشیت کا کامل مشاہدہ جس مقام مین تین برس تک یہ مقدس ہستی محصور کی گئی تھی۔ جسکے لیے آب و دانہ کا فرق تھا۔ آمد و رفت مسدود۔ خرید و فروخت ممنوع تھی جس سے تعلقات قومی و مالی اور توسلات حسبی و نسبی منقطع کر دیے گئے تھے۔ گویا اسی حبس بیجا کی ضیق النفسی مین اونکے لیے دم بھر کی زندگی بھی ناممکن ٹھہرا دی گئی تھی۔ آج اوسی مقام۔ اوسی مکان اور اوسی زمین سے وہ پیکر مطہر۔ وہ مقدس ہستی وہ وجود فیجود اونکا تاجدار۔ اونکا حکمران اور اونکا سردار بنکر کامل فتح و کامرانی کے ساتھ اون پر حکمرانی کرنیکے لیے تشریف فرما ہو رہا ہے تمام عمائد۔ اکابر اور سرداران قریش کی گردنین اطاعت کے لیے خم ہین اور سرہاے نیاز افگندہ ہین۔ سرمستان غرور وجہالت اور سرگشتگان کفر و ضلالت کی جوق جوق جماعت دروازۂ شہر سے لیکر باب بیت اللہ معظم تک ہراسیمہ حسرت و عبرت کیساتھ کوکبۂ رسالت کی موجودہ شان و شوکت کو دیکھ رہی ہے اور دیوار کی صورت خاموش کھڑی ہے اونکے دو رویہ قطار کے درمیان سے مہاجر و انصار اور عقیدتمندان جان نثار کی جماعت تکبیرون کے نعرے لگاتی ہوی اور خود زبان اقدس رسالت آیہ۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا کی تلاوت فرماتی ہوئی خرامان خرامان گذر رہی ہے شہنشاہ رسالت کے خاص جذبات کی یہ حالت ہے کہ آپ بار بار شکریۂ الٰہی مین خم ہو جاتے ہین اور ارشاد فرماتے ہین

اللھم ان العیش عیش الآخرہ　　پروردگار۔ اصل کامرانی عاقبت کی کامرانی ہے

کس قدر معرفت اور حقیقت مین ڈوبا ہوا کلمہ ہے۔ جو باوجود ان تمام سامان و اسباب ظاہر کے مجاز کے کسی شائبۂ اظہار کو پاس نہین آنے دیتا۔ اسی سے قلب منور کے جذبات صحیحہ کا پتا چل جاتا ہے۔ چنانچہ اسی کیفیات خاص کے متعلق امام قسطلانی مواہب لدنیہ مین لکھتے ہین۔

انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرق مبارک وٹھایا آنحضرت
وضع راسہ تواضعا للہ لما	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار تواضع کی غرض سے فرق مبارک
راے ما اکرمہ اللہ بہ من	جھکا دیا تھا اسلیے کہ فتح مکہ کے موجودہ مشاہدہ سے جو خدائے کرامت
الفتح حتی ان راسہ لتکاد تمس	آپکو عطا فرمائی تھی وہ آپکے پیش نظر تھی۔ آپنے اس عطیہ الٰہی کے

رحلہ شکرا وخضوعا لعظمتہ — شکر یہ مین اور عظمت خداوندی کے اظہار مین اسقدر فرق مبارک کو جھکا دیا تھا کہ پالان شتر سے ملحق ہونیکے قریب پہونچ گیا تھا۔ زرقانی مصر ص ۳۶۹

احکام امن۔ انھین جذبات نورانی کا تقاضہ تھا کہ داخلہ شہر سے پہلے تمام لشکر اسلام مین حکم عام دیدیا گیا تھا۔

(۱) جو شخص ہتھیار رکھدے۔ اوسے قتل نکرو۔

(۲) جو شخص خانۂ کعبہ مین پناہ لے قتل نکیا جاوے۔

(۳) جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کرکے بیٹھ رہے قتل نکیا جاوے۔

(۴) جو شخص ابوسفیان کے گھر مین چھپ رہے اوسکو امان دی جاوے۔

(۵) جو شخص حکیم بن حزام کے گھر مین چھپ رہے اوسکو امان دیجاوے۔

(۶) بھاگنے والون کا تعاقب نکیا جاوے۔

(۷) زخمیون کو نہ قتل کرو۔

(۸) قیدیون کو نہ قتل کرو۔

مخالفین اسلام حضرت موسیٰؑ کے داخلہ مدین اور بنی موآب وبنی ادوم کے قتل عام اور اون کے ساتھ بدلہ و انتقام کے احکام توریت مین پڑھین اور زمانہ حال کے عیسائی متعصبین شاہ قسطنطین کا شہر قسطنطنیہ مین داخلہ اور رعایائے مفتوحہ کے قتل عام کی سرگزشت اپنی اپنی تاریخ قدیم مین دیکھین پھر اون داخلون کے حالات و واقعات کو پیغمبر عرب اور فاتح مکہ کے حالات فتوحات سے مقابلہ و موازنہ کرکے خود سمجھ لین کہ رحمت عالم اور خدا کے خلق مجسمؐ کی یہ شان ہوتی ہے صلوٰۃ علیہ وآلہ

افسوس ہے شبلی صاحب نے ان تمام حالات کی تفصیل سے بے موقع چشم پوشی اختیار فرمائی ہے۔ جو حقیقتاً حق پوشی اور حق فراموشی ہے۔

حضرت عمر کی نسبت بت شکنی کا غلط دعویٰ

شبلی صاحب اسکے آگے بیان فرماتے ہین۔

خدا کی شان! حرم محترم جو خلیل بت شکن کی یادگار تھا۔ اوسکی آغوش مین ۳۶۰ بت جاگزین تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک کو لکڑی کی نوک سے ٹھوکے دیتے جاتے تھے۔ اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔ عین کعبہ کے اندر بہت سے بُت تھے جنکو قریش خدا مانتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ مین داخل ہونے سے پہلے حکم دیا کہ سب نکلوا دئیے جائین۔ حضرت عمر نے اندر جاکر جسقدر تصویرین تھین

وہ بھی مٹا دین ۔حرم ان آلائشون سے پاک ہو چکا تو آپ نے عثمان بن طلحہ سے جو کعبہ کے کلید بردار تھے ۔کنجی طلب کی اور دروازہ کھلوایا آپ حضرت بلال اور طلحہ کے ساتھ اندر داخل ہوُے اور نماز ادا کی ۔بخاری کی روایت مین ہے کہ کعبہ کے اندر تکبیرین کہین ۔نماز نہین ادا کی ص ۳۷۹

شبلی صاحب کے یہی مختصرات ہین جو ان واقعات کی تفصیل مین حوالہ قلم فرمائے گئے ہین ۔لیکن آپکی موقع شناسی البتہ قابل داد ہے کہ اس مختصر پسندی اور زود نویسی مین حضرت عمر کی خصوصیت یاد رہی ۔ (کاش دوسرونکی خصوصیتین بھی یونہین یاد رکھی جاتین)۔ اگرچہ تحقیق سے وہ کیسی ہی ثابت نہوتی ہو۔

شبلی صاحب ور واقعہ بت شکنی کا انکشاف

بہرحال حضرت عمر کے تصویرین مٹانے کا واقعہ اور اوسکی اصلیت کیا ہے اور اوس کا موقع کون ہے ۔ اسکو تو ہم پیچھے بیان کرینگے ۔پہلے ہم شبلی صاحب اُن قلمکاریون کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہین جو آپ نے محض بیوقت بے موقع اور بے محل حضرت عمر کی مداخلت فی الکعبہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے اور اور خلاف واقع ہونیکی وجہہ سے آپ کے اس بے موقع بیان مصنوعی مین جو اشکال واقع ہوئے ہین وہ یہ ہین ۔

(۱) اول تو حضرت عمر کے تصویرون کے مٹانے کے واقعہ کو ارباب تاریخ و سیر اور اصحاب حدیث وغیرہ نے بہت کم لکھا ہے اور لکھا بھی ہے تو واقعہ بت شکنی کے بعد ۔ ملاحظہ ہو شرح زرقانی

(۲) آپ نے واقعہ بت شکنی کو کلیتہً مرفوع القلم فرمادیا ۔محض اس خوف سے کہ اوس مین خواہ مخواہ حضرت علیؑ کی بت شکنی کا ذکر ضرور کرنا ہوگا ۔صرف اتنا لکھدیا کہ آنحضرت صلعم ہر ایک بت کو ٹھوکے دیتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے تھے جاء الحق الخ ۔اس ترکیب تلخیص و تلمیح سے تمام واقعہ کو ناقص اور ناکامل چھوڑ دیا ۔

(۳) آپ نے اس واقعہ کو دخول کعبہ سے پہلے تبلایا ۔جس سے معلوم ہوا کہ آپ کے ٹھوکے دینے سے جو بت ٹوٹے تھے ۔ وہ وہی تھے جو خانہ کعبہ کے باہر رکھے ہوئے تھے ۔یا باہر نصب تھے ۔کیونکہ ابھی تک دروازہ مقفل تھا ۔نہ کلید بردار آیا تھا ۔نہ کنجی لی گئی تھی ۔نہ دروازہ کھُلا تھا ۔عثمان بن طلحہ سے کنجی منگانے اور طلحہ و بلال کے ساتھ کعبہ کے اندر جانیکے حالات تو آپ نے پیچھے لکھے ہین ۔

(۴) بتون کے ٹھوکے دینے کے بعد ہی آپ نے حضرت عمر کے تصویرین مٹانے کا واقعہ لکھا ہے ۔ تو پہلے بتون کی طرح معلوم ہوتا ہے یہ تصویرین بھی باہر کی دیوارون پر منقوش تھین ۔جن کو حضرت عمر نے مٹایا ۔ اور یہ بھی دخول بیت اللہ سے قبل واقع ہوا ۔

لیکن مشکل یہ پڑتی ہے کہ آپ تصویر مٹانے کے واقعات کو بھی خانہ کعبہ کے اندر بتلاتے ہین ۔جیسا کہ لکھا گیا ہے کہ حضرت عمر نے اندر جاکر تصویرین مٹادین " سوال یہ ہے کہ ابھی تو نہ کنجی آئی ۔ نہ کلید بردار حاضر ہُوا ۔پھر حضرت عمر

بقول آپ کے اندر چلے کیسے گئے۔ جب آپ کے کلید بردار والے مابعد کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قبل کا واقعہ ہے تو آپ کا یہ لکھنا کہ حضرت عمر نے اندر جاکر تصویرین مٹادین کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ بالآخر یہ کہنا پڑیگا کہ آپ کے بیان مین تاخیر تقدیم کا تناقص پیدا ہوگیا ہے اور حضرت عمر کی صرف خصوصیت کے غیر متحمل اشتیاق مین زود نویسی کی وجہ سے آپکو پس وپیش کا بھی خیال نہین رہا حقیقت یہ ہے کہ کعبہ کے اندر جانیکا وقصہ دروازہ کھلنے کے بعد کا ہے لیکن آپنے بلا خیال تقدیم وتاخیر اسکو کلید بردار کے آنے سے پہلے لکھدیا ہے اسلیے مبہم بھی ہوگیا ہے اور غلط بھی۔ اگر ہم اسکی تفصیلی حقیقت یہین لکھدین توپھر ہمارے سلسلہ کلام مین بھی وہی عیب وتناقص پیدا ہوجاے گا۔ اسلیے ہم اوسکی حقیقت کو اوسکے مقام پر لکھین گے پہلے ہم جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بت شکنی کی تفصیل عرض کرتے ہین۔ مواہب لدنیہ مین امام قسطلانی لکھتے ہین

حضرت علی اور بت شکنی کی خدمت

وبقی صنم خزاعہ فوق الکعبۃ وکان من قواریر صفر فقال یا علیؑ ارم بہ فحملہ علیہ السلام حتی صعد ورمی بہ وکسرہ فجعل اھل مکۃ یتعجبون

خزاعہ کے بت باقی رہگئے تھے جو کعبہ معظمہ کی چھت پر نصب تھے اور سیسہ کی بنی ہوئی شکلین قارورے کی طرح نذر اور حرظومی تھین، آپ نے حضرت علی سے ارشاد فرمایا کہ انھین توڑڈالو یہ کہکر آپنے اونکو اوٹھایا یہان تک کہ آپ (حضرت علی) اسی طرح اوپر چڑھ گئے۔ اور اونکو نیچے گراکر چورچور کردیا اور اہل مکہ تعجب سے دیکھنے لگے۔

اسکی شرح مین زرقانی لکھتے ہین۔

انتھی کلام ابن نقیب وفی سیاقہ فی ھذہ القصّۃ الاخیر اختصار فقد رواہ ابن ابی شیبہ والحاکم عن علیؑ قال انطلق رسول اللہ صلعم حتی اتی بے الکعبۃ فقال اجلس فجلست الی جنب الکعبۃ فصعد علی منکبی ثم قال انھض فنھضت فلما رای ضعفی تحتہ قال اجلس فجلست ثم قال یا علی اصعد علی منکبی ففعلت فلما نھض لے خیل لے لو شئت قلت افق السماء

زرقانی لکھتے ہین کہ صاحب مواہب لدنیہ نے ابن نقیب کا کلام یہان تک لکھکر تمام کردیا ہے لیکن ابن نقیب نے اس قصہ کے سیاق عبارت مین اختصار اختیار کیا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ اور حاکم نے حضرت علی سے اس واقعہ کی تفصیل یون بیان کی ہے کہ حضرت علی بیان کرتے ہین کہ جناب سرورکائنات صلعم کعبہ کے پاس آے اور مین بھی کعبہ سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ مجھسے ارشاد ہوا بیٹھ جاؤ مین کعبہ کے پہلو مین بیٹھ گیا تو آپ میرے کاندھے پر سوار ہوگئے۔ اور مجھسے ارشاد کیا کھڑے ہوجاؤ مین حسب الحکم اوٹھ کھڑا ہُوا لیکن آپنے میرے ضعف جسمانی کو دیکھ لیا تو پھر فرمایا کہ بیٹھ جاؤ مین ویسے ہی بیٹھ گیا۔ تو مجھ سے ارشاد ہوا اے علیؑ تم میرے کندھے پر سوار ہوجاؤ۔ مین نے امتثالاً للامر ایسے ہی تعمیل کی۔

فصعدت فوق الکعبة وتنحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال القِ صنمهم الاکبر وکان من نحاس موتدا باوتاد من حدید الی الارض فقال علیہ السلام عالجہ ویقول لی ایة جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا ولم ازل عالجہ حتی استمکنت منه ص ۳۸۷ جلد دوم مطبوعہ مصر

جب میں آپکے دوش مبارک پر چڑھا تو مجھے اوسوقت خیال آیا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کناروں تک پہونچ جاؤں - پھر میں بیت اللہ پر چڑھ گیا - اوسپر کانسے کی مورت رکھی تھی اور وہ تانبے کی اور لوہے کی میخوں سے جڑی ہوئی تھی - آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھسے فرمایا کہ اس بڑی مورت کو اوکھاڑ کر پھینکدو اور آیہ جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا پڑھتے رہے - یہانتک کہ میں نے اوسکو ہلا ہلا کر اوس پر پورا قابو پالیا -

زرقانی نے امام حاکم کی بھی یہی عبارت لکھی ہے - جس کا آخر فقرہ یہ ہے -

فَقَالَ لِی اقذفهُ فقذفتُهُ - پھر آپنے مجھے حکم دیا کہ اوس کو پھینکدو - پس میں نے اوسے نیچے پھینکدیا -

امام احمد بن حنبل اپنی مسند و مناقب میں اور امام نسائی خصائص میں بھی اس روایت کو لکھتے ہیں اور آخر میں اتنا اضافہ فرماتے ہیں -

صعدت علی البیت وعلیہ تمثال صفر او نحاس فجعلت ازاله عن یمینه وشماله ومن بین یدیه ومن خلفه حتی استمکنت منه قال لی رسول اللہؐ اقذف به فقذفت به فتکسر کما تتکسر القواریر ثم نزلت فانطلقت انا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نستبق حتی توارینا بالبیوت خشیة ان یلقانا احد من الناس (بحوالہ ارجح المطالب لاہور ص ۴۶۴)

(سلسلہ روایت میں حضرت علیؑ فرماتے ہیں) میں بیت اللہ پر چڑھ گیا اوس پر کانسے یا تانبے کی مورت تھی - میں اوسے داہنے بائیں آگے پیچھے سے ہلانے لگا - جب میں نے اوس پر قابو پالیا تو آنحضرت صلعم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اسے پھینکدو - میں نے اوسے اوٹھا کر پھینکدیا - وہ مورت کانچ کی طرح سے ٹوٹ گئی - پھر میں اوتر آیا اور جناب سرور کائنات صلعم کے ساتھ دوڑ کر گھر میں چھپ رہا تاکہ کوئی آدمی مجھے (کافروں میں سے) دیکھ نہ لے -

تفسیر نیشاپوری میں بھی - زیر تفسیر آیہ جاء الحق وزہق الباطل ایسے ہی لیکن مختصر الفاظ میں یہ واقعہ تحریر ہے - حافظ جمال الدین محدث شیرازی اسکی حسب ذیل تفصیل فرماتے ہیں -

چند بت بزرگ را در موضع بلند نہادہ بودند چنانکہ دست بآن نمی رسید علی مرتضی کرم اللہ وجہہ بعرض رسانید کہ یا رسول اللہؐ پاے مبارک را بر کتف من نہ و این اصنام را فرود آرم - آنسرور فرمود - یا علیؑ ترا طاقت ثقل نبوت نیست

چند بت بڑے بڑے ایسے مقام بلند پر رکھے تھے کہ آنحضرت صلعم کے دست مبارک اون تک نہیں پہونچ سکتے تھے یہ دیکھ کر جناب علی مرتضی نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم آپ میرے کندھے پر پائے مبارک رکھکر چڑھ جائیں اور ان بتوں کو

تو پائے خود بر کتف من نہ و این کار بکن حضرت علی امتثالاً للامر پائے بر کتف مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہاد و آنہا را فرو گرفت در این حالت حضرت از وے پرسید کہ خود را چگونہ می یابی گفت یا رسول اللہ صلعم چنان می بینم کہ حجب مکشوف شدہ و گوئیا سر من بساق عرش رسیدہ و بہر چہ دست دراز میکنم بدست می آید حضرت فرمود اے علیؑ خوشا وقت تو کہ کار حق میکنی و حبذا حال من کہ بار حق می کشم و در روایتے آنکہ فرمود یا علیؑ رسیدی آنچہ می خواستی علی در جواب گفت آرے بخدائیکہ ترا براستی مبعوث فرمودہ کہ چنان می بینم خود را کہ اگر خواہم دست بآسمان توانم رسانید پس بتان را بزمین انداخت و قطعہ قطعہ ساخت و از نزدیکی میزاب کعبہ خود را بیانداخت از جہت ادب و شفقت بر آنحضرت صلعم و چون بزمین رسید تبسمے فرمود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از وے پرسید کہ چہ چیز ترا بخندہ آورد گفت خود را از چنین جائے بلند انداختم و ہیچ المی بمن نرسید آن سرور فرمود چگونہ یا علی الم بتو برسد حالانکہ ترا محمد صلعم بر داشتہ بود و جبرئیلؑ ترا فرود آوردہ و گویند یکے از شعرائے عرب اشارتے باین قصہ کردہ در این ابیات کہ۔

قِيلَ لِي قُلْ لِعَلِيٍّ مَدْحًا ذِكْرُهُ يُخْمِدُ نَارًا مُوصَدَةً

گفتی مرا کہ مدح علیؑ گوئی اے زہے کز آن تیز آتش آندل کہ بے ضیا است

قُلْتُ لَا أَقْدِرُ فِي مَدْحِ امْرِءٍ ضَلَّ ذُو اللُّبِّ إِلَى أَنْ عَبَدَهُ

اقدام چون کنم بمدح کسے کز او در گمرہی فتادہ گروہے کہ او خداست

توڑ ڈالین آپنے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تم مین بار نبوت کے اوٹھانیکی طاقت نہین ہے۔ تم البتہ میرے کندھے پر چڑھ جاؤ اور اُنکے کام تمام کر دو۔ حضرت علی الامر فوق الادب کے اعتبار سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش مبارک پر پاون رکھکر چڑھ گئے اور بتون کو توڑنے لگے۔ عین اسی حالت مین آنحضرت صلعم نے پوچھا اے علیؑ بتلاؤ تم اپنے کو باعتبار رفعت کے کتنا اور کیسا پاتے ہو۔ حضرت علیؑ نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری آنکھون کے آگے سے حجاب اوٹھا دیے گئے اور گویا میرا سر ساق عرش تک جا لگا اور مین جس چیز کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤن وہ گویا مجھے دستیاب ہو جائے گی حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے ارشاد کیا خوشا وقت تمھارا یا علیؑ کہ تم اسوقت حق کا کام کر رہے ہو۔ اور خوشا حال ہمارا کہ ہم اسوقت حق کا بار اوٹھائے ہین اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ اب تو تم اپنے مقاصد تک پہونچ گئے۔ عرض کی۔ جی ہان۔ اوس خدا کی قسم جس نے حضور کو براستی مبعوث فرمایا ہے مین تو اپنے آپ کو ایسی حالت مین پاتا ہون کہ اگر چاہون تو اپنے ہاتھ آسمان تک پہونچا دون۔ اسکے بعد حضرت علیؑ نے بتون کو زمین پر پھینکدیا اور اونکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور پھر میزاب کعبہ کو پکڑ کر سقف کعبہ سے زمین پر کود پڑے اسلیے کہ بار دیگر دوش رسالت پر چڑھکر اوترنا خلاف ادب سمجھا جب حضرتؑ زمین پر آ گئے تو تبسم ہوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کس وجہ سے تم تبسم کرتے ہو۔ حضرت علی نے گزارش کی میرے تبسم کا باعث یہ ہے کہ مین اتنے مقام بلند سے نیچے کودا اور تاہم مجھے کوئی صدمہ یا چوٹ

وَالنَّبِيُّ الْمُصْطَفٰى قَالَ لَنَا — لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ لَمَّا صَعِدَهٗ

برکتف مصطفیٰ ید قدرت نهاده ست — شام وصال این سخن ز قول معلیٰ است

وَضَعَ اللّٰهُ بِظَهْرِي يَدَهٗ — فَأَحَسَّ الْقَلْبُ أَنْ قَدْ بَرَدَهٗ

جائیکه حق برات ید قدرت نهاده بود — از بهر احترام بران آمد نفسی است

وَعَلِيٌّ وَاضِعٌ أَقْدَامَهٗ — فِي مَحَلٍّ وَضَعَ اللّٰهُ يَدَهٗ

کہ مہم حدیث [illegible] بر جو رجی کہ تشنود از من [illegible]

روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنؤ

صفحہ ۱۳۱ مع حاشیہ

سے ہوئی ارشاد ہوا یا علیؑ کیونکر تمھین کوئی صدمہ پہونچتا۔ محمد صلعم نے تمھین چڑھایا اور جبرئیل نے تمھیں اوتارا۔ عرب کے ایک شاعر نے اس واقعہ کی مفصلہ ذیل ابیات مین اشاعت کی ہے۔ تو مجھ سے کہتا ہے کہ مین علیؑ کی مدح کروں اسلیے کہ مین ڈرتا ہون کہ لوگونکی آگ سے بچا ہوا ہون ایسے شخص کی مدحت پر کیسے جرأت کرون جسکو ایک گروہ خدا کہکر گمراہ ہو چکا ہے۔ علاوہ ازین حضرت مصطفیٰ صلعم کے دوش مبارک پر اپنا قدم رکھ چکا ہے۔ اس قول کی موافقت خود حضرت مصطفیٰ صلعم کے قول سے پائی جاتی ہے۔ اور اس پر جس جگہ خدا نے اپنا ہاتھ رکھا تھا اوسی جاپئے تحریر مرتضیٰ کے پاؤن رکھے گئے۔ مین تو اسے ان اشعار مین سچی حدیث بیان کی گئی ہے لیکن بوفاری اس سچی حدیث کو سنکا حشر رشک سے مر جائیگا۔

اس موقع پر زرقانی نے ایک دوسرے عقیدتمند شاعر عرب کے مفصلہ ذیل اشعار نقل کئے ہین۔

یارب بالقدم التی اوطأتہا — من قاب قوسین المحل الاعظما

اون قدمون کیواسطے سے پروردگار جو قاب قوسین — کے ایسے اعظم ترین مقام پر پہونچ چکے ہین

وبحرمۃ القدم التی جعلت لہا — کتف المؤید بالرسالۃ سلما

اور نیز اون قدمون کی برکت کے لیے جن کے لیے — رسالت کا دوش مؤید جھک چکا ہے

ثبت علی متن الصراط کرامۃ — قدمی وکن لی منقذا ومسلما

میرے قدمون کو صراط کے خطر پر ان قدمون کی حرمت سے — ثابت رکھ۔ اور اونکو میرا مقصود بنا اور اسلام پر قائم رکھ

واجعلہما ذخری فمن کانا لہ — ذخرا فلیس یخاف قط جہنما

ان دونون بزرگوارون کے قدمونکی برکت کو میرے لیے — ذخیرہ (آخرت) قرار دے اسلیے کہ جس کے پاس یہ ذخیرہ ہے

اوسکو خوف جہنم مطلق نہین ہے۔ شرح زرقانی مطبوعہ مصر صفحہ ۳۸۷۔

عرب پر موقوف نہین۔ تمام دنیاے اسلام مین اس واقعہ کی نسبت اسلامی ادبا اور نامی شعرا نے بڑی خوش عقیدگی کے ساتھ اوسوقت سے لیکر اسوقت تک بڑی بڑی طبع آزمائیان کی ہین۔ جو تمام چھوٹی بڑی اسلامی کتابون مین آجتک محفوظ اور قائم ہین۔ حکیم ہند مولانا فیضی علیہ الرحمہ کا یہ شعر واقعہ کی حقیقت اور اونکی عقیدت کا آئینہ ہے ؎ خوشا نقش پائیکہ بر دوش احمدؐ — زمہر نبوت مقدم نشیند۔

لکھنؤ کے فصیح اللسان شاعر۔ خواجہ حیدر علی آتش مرحوم فرماتے ہین ؎

علیؑ کے زیر پا ہے نردبان دوشِ پیمبر کی شکستِ بُت سے آتی ہے صدا اللہ اکبر کی

تعجب ہے کہ اتنے بڑے مشہور و معروف عالم واقعہ کے نقل و بیان سے شبلی صاحب باہمہ دان خموش رہجائے مگر نہین۔ ہم کو آپ کی خموشی کی حقیقت معلوم ہے ؎ خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید۔

بیت اللہ کا فتح الباب

ہم اپنی تنقیدی تفصیل کو تمام کر کے اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہین۔ باہر، اوپر، ادہر ادہر کے تمام رکھے ہوئے بت ٹوٹ چکے۔ اور خدائے واحد کا گھر بیرونی اور خارجی آلائشون سے پاک و صاف ہو گیا۔ لیکن خانہ کعبہ کے اندر کی غلاظت و کثافت ابھی ویسی ہی تھی۔ بیت اللہ بند تھا۔ اور کلید بردار ابھی تک ندارد اندر کی صفائی کیسے ہوتی۔

شبلی صاحب کو تو خیریت سے کسی واقعہ کی تفصیل کی نہ ضرورت ہے اور نہ عادت صرف اتنا۔ بلا خیال تقدیم و تاخیر لکھدیا کہ عثمان بن طلحہ کلید بردار تھے۔ کنجی طلب کی۔ دروازہ کھلوایا۔ ختم شد۔ اب ناظرین ملاحظہ فرمالین کہ شبلی صاحب کے اس مختصرہ کے خلاف درکعبہ کھُلنے کے متعلق کیا کیا واقعات پیش آئے۔ کنجی آنے اور قفل کھُلنے مین کتنے اور کیسے پیچ پر پیچ پڑے۔ ہم شروع سے مفصل عرض کرتے ہین۔ صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین۔

ابتدائے ایام نبوت مین ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی عثمان سے فرمایا تھا کہ بیت اللہ کھولدو۔ اوسنے انکار کیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ تم دیکھ لینا کہ ایک دن یہ کلید میرے ہاتھ مین ہوگی اور مین جسے چاہون گا اوسے عطا کرون گا۔ عثمان نے جواب دیا تھا کہ کیا اوس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل و تباہ ہوجائین گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا تھا کہ وہ (اوسدن) اور بھی زیادہ عزت و اقبال سے ہونگے۔ ص۱۲۱۔ اس واقعہ کو باختلاف خفیف زرقانی نے بھی اپنی شرح کی جلد دوم ص۳۸۹ مین لکھا ہے۔

اس وقت وہی عثمان قدرت کے مناظر کو اپنی آنکھون سے دیکھ رہے تھے۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیشین گوئی کو اگر اوس وقت نہین تو اسوقت پوری ہوتے ہوئے یقین کر رہے تھے۔ کعبہ کی کلید برداری کا منصب قریش مین بڑا اعزازی اور امتیازی منصب تھا۔ اور خدمات کعبہ کے سلسلہ مین۔ سقایۃ۔ رفادۃ وغیرہ مناصب مقررہ سے کبھی کم نہین تھا اور قصیٰ کے وقت سے اون کے بیٹے عبدالدار کی اوس شاخ مین چلا آتا تھا۔ جسمین عثمان بن طلحہ داخل تھے۔ پھر اس منصب کی عظمت کے ساتھ جہالت کی یہ عقیدت بھی شامل ہو گئی تھی کہ نہ قریش کے ہاتھ سے کوئی کعبہ لے سکتا ہے اور نہ قریش عثمان کے خاندان سے کعبہ کی کنجی لے سکتے ہین۔ دعوے پر دلیل یہ تھی کہ جب ابرہۃ الاشرم کی کوششین فتح بیت اللہ کی نسبت بیکار گئین تو پھر اوس سے بڑھکر فوج و قوت والا۔ مال و دولت والا اور جاہ و حشمت والا دوسرا کون ہوسکتا ہے۔

لیکن اُن کوتہ چشموں کو یہ نہ سوجھتا تھا کہ ابرہتہ الاشرم کی مثال و مقابلہ بالکل بیکار ہے - ابرہہ ایک سلطان جبار تھا - اور رسول مختار - ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کے خاص وارث و باعث افتخار - کعبہ کی فتح آپکے لیے ارث آبائی اور ترکہ پدری پر قبضہ و تصرف تھا - اور ہر حیثیت و سمویت ابن حق بحقدار کا خاص مقتضا -

کنجی کے دینے مین عثمان کی ماں کی تہمات

یہ جاہلانہ خیالات تھے اور مجنونانہ توہمات - جو تمام قریش کے دل و دماغ مین پیچیدہ ہو رہے تھے صلح حدیبیہ کے واقعات نے اونکے جنون مین کچھ سکون پیدا کر دیا تھا اور تجدید معاہدہ حدیبیہ مین ابوسفیان کی ناکامیابی نے اونکی پرجوشیوں کو اور بھی دھیما کر دیا تھا - اور اب تو مکہ معظمہ کے پُرشان و شوکت داخلہ کے مشاہدات نے بالکل مایوس بنا دیا تھا - اور گھروں مین بٹھلا دیا تھا - گویا گردنین اطاعت اسلام مین جھک چکی تھین قلوب رجوع ہو چکے تھے - صرف جہالت کی ندامت - کفر و ضلالت کی خجالت سد راہ تھی - خیریت تھی کہ عثمان بن طلحہ ورُود مکہ کے وقت ہی مشرف باسلام ہو چکے تھے - آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان سے کنجی منگا بھیجی - محدث شیرازی لکھتے ہین -

سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در گوشہ از مسجد الحرام بنشست بلال را فرمود تا عثمان بن طلحہ حجبی را گوید کہ کلید خانہ کعبہ بیارد کلید پیش مادر عثمان بن طلحہ سلافہ بنت سعد بود - عثمان نیز و مادر خویش رفت تا از وے کلید بستاند و دیر می آمد حضرت انتظار می کشید و عرق از رخسار انورش روان بود فرمود عثمان چرا دیر می آید - سلافہ کلید را نمی داد و می گفت کہ اگر از شما بگیرند بشما دیگر نمیدہند - عثمان گفت اے مادر کلید را بدہ تا نزد رسول اللہ صلعم ببرم والا دیگرے خواہد آمد و از تو خواہد گرفت ایشان درین سخن بودند کہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بر در سرا سے سلافہ آمدند عمر باواز بلند گفت بیرون آی کہ رسول خدا صلعم انتظار تو می کشد سلافہ گفت اے پسر کلید را ببر و بدرستیکہ اگر تو از من بستانی بہتر است ازان نزد من کہ تیم و عدی بگیرند از من

روضۃ الاحباب صہ ۴۳۱

جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسجد الحرام کے ایک گوشہ مین بیٹھ گئے اور بلال کو بھیجکر عثمان بن طلحہ سے کہلا بھیجا کہ خانہ کعبہ کی کنجی لا دے - کنجی عثمان کی ماں سلافہ بنت سعد کے پاس تھی - عثمان ماں کے پاس کنجی لانے گئے اس مین دیر لگی - دہوپ کی تمازت سے آنحضرت صلعم کا پسینہ رخسار مبارک پر جاری ہو گیا - آپ نے حاضرین سے کہا عثمان کو کیوں دیر ہوئی - وہاں ماں کعبہ کی کنجی بیٹے کو نہین دیتی تھی کہتی تھی کہ جب کنجی تم سے لے لین گے تو پھر تمکو نہ دین گے - عثمان کہتے تھے تم کنجی مجھے دیدو مین خود اوسے رسول اللہ صلعم کے پاس لیجاؤن نہین تو کوئی دوسرا آئے گا اور تمسے کنجی لیجائے گا - ماں بیٹے مین یہ بات ہو رہی تھی کہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سلافہ کے دروازے پر آپہونچے اور عمر نے باواز بلند پکارا عثمان باہر آؤ - جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمھارا انتظار کر رہے ہین - یہ سنکر سلافہ نے کنجی بیٹے کو دیکر کہا کہ بیٹا یہ کنجی لیجا میرے نزدیک تیرا کنجی مجھسے لے لینا اس سے بہتر ہے کہ تیم اور عدی (کے لوگ) اُسکو مجھسے لے لین -

حرم محترم کے اندر داخلہ

الغرض اتنے اینچ پینچ کے بعد کعبہ کا دروازہ کھلا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باآواز بلند تکبیر فرماتے ہوئے کعبہ کے اندر تشریف لے گئے ۔ اب ہم یہاں شبلی صاحب کو بتلا دیتے ہیں کہ آپ کے تحریر کردہ حضرت عمر کے تصویروں کے مٹانے کے واقعہ کا یہ موقع خاص ہے ۔ آپ نے خواہ مخواہ اوسے بلدی کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے باہر والے بتوں کے توڑنیکے ساتھ مخلوط کردیا ۔ اور لکھدیا کہ حضرت عمر نے اندر جاکر جتنی تصویریں تھیں مٹادیں ۔ واقعات دیکھیے پڑھیے ۔ غور کیجیے اور سمجھیے کہ ابھی رسول اللہؐ تو اندر گئے نہیں کنجی آئی نہیں ۔ دروازہ کھلا نہیں حضرت عمر کیونکر اندر پہونچ گیے اور تصویریں مٹادیں رکھئے کسقدر مہمل ہے ۔ اب زرقانی کی زبانی اصل حقیقت سن لیجیے ۔

فی حدیث جابر عند ابن سعد وابو داؤد
انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امر عمر بن الخطاب
وھو بالبطحاء ان یاتی الکعبۃ فیمحو کل
صورۃ فیھا فلم یدخلھا حتی محیت
الصور وعند الواقدی فی حدیث جابر
کان عمر قد ترک صورۃ ابراھیم فلما دخل
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راھا فقال یا عمر
الم امرک ان لا تدع فیھا صورۃ قاتلھم اللہ
جعلوہ شیخا لیستقسم بالازلام ثم رای
صورۃ مریم فقال امسحوا ما فیھا من
الصور قاتل اللہ قوما یصورون ما لا
یخلقون وعن اسامہ انہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم دخل الکعبۃ فامرنی
فاتیتہ بماء فی دلو فجعل یبل الثوب
ویضرب بہ علی الصور ویقول قاتل
اللہ قوما یصورون ما لا یخلقون
ص ۳۰۸

ابن سعد اور ابوداود نے جابر کی اسناد سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو بلاکر حکم دیا اور وہ اوس وقت
بطحا میں تھے کہ کعبہ کے اندر جاکر تمام تصویروں کو مٹادو اور جبتک
یہ تمام تصویریں نہ مٹ لیں اندر تشریف نہیں لے گیے اور واقدی
نے جابر کی اسناد سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابراہیم کی
تصویر کو چھوڑدیا ۔ جب جناب رسولخدا صلعم کعبہ کے اندر داخل
ہوئے تو آپ نے اوس تصویر کو دیکھا ۔ حضرت عمر سے مخاطب ہوکر
پوچھا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہدیا تھا کہ کسی تصویر کو نہ چھوڑنا ۔
خدا اون کو غارت کرے جنھوں نے اس بزرگ کو تقسیم سہام قمار بازی
کے ساتھ نسبت دی ہے ۔ پھر آپ نے حضرت مریم کی تصویر مٹا کر کے
ارشاد فرمایا کہ جو تصویریں اندر بچگئی ہیں سب کو مٹادو ۔ خدا اون کو
غارت کرے جو اون اشیاء کی تصویریں بناتے ہیں جنکو وہ خود پیدا
نہیں کرسکتے اور اسامہ بن زید سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے مجھسے پانی مانگا میں ایک ڈول پانی لے آیا ۔ آپ نے
کپڑا پانی میں ترکرکے وہ تمام تصویریں مٹاڈالیں اور ارشاد فرمایا ۔ خدا اونکو
غارت کرے جو اون اشیا کی تصویریں بناتے ہیں جنھیں وہ پیدا
کرنیکی قدرت نہیں رکھتے ۔

بجنسہ یہی واقعات روضۃ الاحباب صفحہ ۴۳۲ میں بھی درج ہیں ۔

اس عبارت سے جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داخلہ مسجد الحرام کے وقت حضرت عمر کی ہمراہی بھی ثابت نہین ہوتی ہے۔ بلکہ وہ تو بطحا مین تھے۔ کعبہ کے اندر داخل ہونیکے وقت بلائے جاتے ہین۔ گویا کلید بردار کعبہ کی طلبی کے وقت یہ بھی آجاتے ہین اور روضۃ الاحباب کی روایت کے مطابق کنجی لانیکے لئے پہلے بلال بھیجے گئے اونکے آنے اور جواب لانے مین دیر ہوئی تو بعد حضرت ابوبکر او حضرت عمر بھیجے گئے۔ تو گویا بلال کے جانے کے بعد حضرت عمر آنحضرت صلعم کی طلبی پر۔ بقول زرقانی بطحا سے حاضر ہوگئے۔ اور پھر حضرت ابوبکر کے ہمراہ عثمان بن طلحہ کے پاس کنجی لانے گئے۔

اب شبلی صاحب کی مرقومہ بالا عبارت کو ان عبارتون سے مقابل کیا جائے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ آپ اپنے مطالب کی دھن مین قبل از وقت کہان کا واقعہ کہان لکھ جاتے ہین اور پس وپیش کا کچھ بھی خیال نہین فرماتے اور مجھکو افسوس کے ساتھ پھر لکھنا ہوتا ہے کہ حضرت علی کی بت شکنی کے ایسے متواتر مشہور اور معروف واقعات کو تو آپ اس دلیری سے چھپاتے ہین اور حضرت عمر کی ایسی خفیف خدمت کو جو ناکامل۔ ناقص اور ادھوری رہگئی جب دیکھکر رسول اللہ صلعم نے حضرت عمر سے بازپرس فرمائی۔ خواہ مخواہ موقع بےموقع داخل کئے جاتے ہین اور سمجھتے ہین کہ اس حضرت عمر کی مدح سرائی ہوگی۔ باریک بین اور نکتہ شناس حضرات تو آپکی اس مدح سرائی کو ہجو ملیح اور سب بیجا ہی سے تعبیر کرینگے اس لیے کہ حضرت عمر نے اپنی قدیم عادت کے مطابق حکم رسول مین قیاس کو داخل کیا اور حضرت ابراہیم ومریم علیہما السلام کی تصویرون کو قابل عزت واحترام سمجھکر چھوڑ دیا۔ آپ کا یہی قیاس آخر مین آنحضرت صلعم کی ناگواری طبع کا باعث ہوا۔ اب سے کیفیت طلب ہوئی پھر عملاً پانی منگاکر آپکے وہ قیاسی اعزاز واحترام دھوڈالا گیا۔

افسوس ہم پہلے اپنے سلسلہ بیان مین حضرت عمر کی قیاسی اقوال وآرا کے تمام ضعف واضمحلال کو دکھلاتے آئے ہین۔ اور یہان بھی اوسکا صاف صاف انکشاف کیا گیا ہے لیکن اتنے کثیر التعداد انتقالات ومشاہدات کے بعد بھی حضرت عمر کی اصابت رائے کا اعتقاد پڑھے لکھے مسلمانون مین آجتک باقی ہے فاعتبروا۔

حرم محترم مین خطبۂ نبوی

اس تنقیدی تفصیل کو تمام کرکے ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین۔ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب کعبہ کے اندرونی آلائشون کی بھی کامل شست وشو فرما چکے تو آپنے بروایت محدث شیرازی۔ ازدحام وہجوم عام ہوجانے کے خیال سے دروازے کعبہ کے بند کروادئے اور بقول امام بخاری۔ صرف تکبیرین کہین۔ نماز نہین پڑہی۔ اور دیگر علمائے محدثین کے مطابق نماز بھی پڑھی اور تکبیرین بھی کہین۔ اسکے بعد دروازے کھلوادئے اور باہر تشریف لائے۔

تمام صحن مسجد الحرام آدمیون کے ہجوم عام سے بھرا تھا اور وہ کثرت تھی کہ زمین پر تل دھرنے کی جگہہ باقی نہین تھی جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسوقت مجمع عام مین یہ مختصر۔ لیکن نہایت ہی مناسب وقت

اور پر اثر خطبہ ارشاد فرمایا۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ۔ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ الاکل ماثرا ودم اومال یدعی فھو تحت قدمی ھاتین الاسدانۃ البیت وسقایۃ الحاج یامعشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالاباء الناس من ادم وادم من تراب

ایک خدا کے سوا دوسرا خدا نہیں ہے اوسکا کوئی شریک نہیں ہے اوس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھلایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا چھوڑ دیا۔ ہان تمام مفاخرہ۔ تمام انتقامات خونبہائے قدیم۔ تمام خون بہا سب میرے قدموں کے نیچے ہین۔ اے قوم قریش! اب تمھارا جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدمؑ کی نسل سے ہین اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

پھر قرآن مجید کی یہہ آیت پڑھی۔

یَاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ

لوگو۔ مین نے تمکو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمھارے خاندان اور قبیلے بنائے کہ ایک دوسرے سے پہچان لیا جاوے لیکن خدا کے نزدیک شریف تر وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ خدا بڑا دانا اور واقفکار ہے۔

وان اللہ ورسولہ حرم بیع الخمر

خدا اور اوس کے رسولؐ نے شراب کی خرید و فروخت حرام کر دی۔

سیرۃ النبی جلد اول صلاعہ

اس کے آگے شبلی صاحب نے نہایت وضاحت سے اس خطبہ کی مفصلۂ ذیل تشریح فرمائی ہے

تمام عقاید اور اعمال کا اصل الاصول اور دعوت اسلام کا اصل پیغام توحید ہے۔ اسلیے سب سے پہلے اسی کی ابتدا فرمائی عرب مین دستور تھا کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا تھا تو اوسکے خون کا انتقام لینا خاندانی فرض قرار پا جاتا تھا یعنی اگر اوسوقت قاتل ہاتھ نہ آتا تھا تو خاندانی دفتر مین مقتول کا نام لکھ لیا جاتا تھا اور سیکڑون برس گزرنیکے بعد بھی انتقام کا فرض ادا کیا جاتا تھا۔ قاتل اگر مر چکا ہے تو اوسکے خاندان یا قبیلے کے آدمی کو قتل کرتے تھے۔ اس طرح خونبہا کا مطالبہ بھی ابا عن جد چلا آتا تھا۔ یہ خون کا انتقام عرب مین سب سے بڑے فخر کی بات تھی۔ اسی طرح اور بہت سی لغو باتین تھین جو مفاخر قومی مین داخل ہو گئین تھین۔ اسلام ان سب کے مٹانے کے لئے آیا تھا اور آپ نے اس بنا پر انتقام اور خون بہا اور نیز اور تمام غلط مفاخرت کی نسبت فرمایا کہ مین نے اون کو

پاؤں سے کچل دیا۔ اسلام کا سب سے بڑا احسان جو اوس نے تمام دنیا پر کیا۔ مساوات کا قائم کرنا تھا یعنی عرب و عجم شریف و رذیل۔ شاہ و گدا سب برابر ہیں ہر شخص ترقی کر کے ہر انتہائی درجہ تک پہونچ سکتا ہے اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قرآن مجید کی آیت پڑھی اور توضیح فرمائی کہ تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔[۵۲]

ظالمین و مشرکین قریش کی عام معافی

خطبہ کے بعد آپ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جباران قریش سامنے تھے۔ ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں سب سے پیشرو تھے۔ وہ بھی تھے جنکی زبانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں۔ وہ بھی تھے جن کے تیغ و سنان نے پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں وہ بھی تھے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت صلعم کی ایڑیوں کو لہولہان کر دیا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جنکی تشنہ لبی خون نبوت کے سوا کسی چیز سے بجھ نہیں سکتی تھیں۔ وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے آآ کر ٹکراتا تھا۔ وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی آگ پر لٹا کر اونکے سینوں پر آتشین مہریں لگاتے تھے رحمت عالم نے اونکی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجہ میں پوچھا تمکو کچھ معلوم ہے۔ میں تمسے آج کیا معاملہ کرنیوالا ہوں۔ یا یہ لوگ اگرچہ شقی تھے۔ ظالم تھے۔ بیرحم تھے لیکن مزاج شناس تھے۔ پکار اوٹھے۔

اخ کریم وابن اخ کریم تو شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہے۔ سنکر ارشاد ہوا۔ لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء تم پر آج کے دن کوئی الزام نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

---

۵۱ ہمکو یہ لکھکر بتلا دینا ضروری ہے کہ مفاخرت نسبی بالنفسہا بالعموم مذموم نہیں بلکہ اس کا غلط استعمال معیوب ہے اور سخت معیوب۔ کیونکہ مفاخرت نسبی کے وصف کو جناب باری عز اسمہ نے آیہ ان اللہ اصطفیٰ ادم ونوحا وال ابراھیم وال عمران علی العلمین اور دوسری آیتوں میں ارشاد فرمایا ہے اور نیز جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان اللہ اصطفیٰ من ولد ابراھیم اسمعیل واصطفیٰ من ولد اسمعیل بنی کنانۃ واصطفیٰ من بنی کنانۃ قریشا واصطفیٰ من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم (صحیح ترمذی) اللہ تعالے نے اولاد ابراہیمؑ میں سمعیلؑ کو اولاد اسمعیل میں بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں قریش کو اور قریش میں بنی ہاشم کو۔ اور بنی ہاشم میں مجھکو برگزیدہ فرمایا۔ ارشاد فرماکر اسکے محاسن توصیفی کو بتلا دیا ہے۔ مجہول النسب طبقات اگر اپنی مالی یا دنیاوی اقتدار یا دیگر ذرایع دوسائل کے اعتبار سے۔ خاندان اعلیٰ اور دودمان والا کے یادگار رون سے۔ گو وہ کیسے ہی نادار اور مفلوک الحال ہوں۔ شرافت نسبی میں مساوات و یکجہتی کا دعوے کریں تو اونکی کم ظرفی ہے۔ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خطبہ مبارک میں اسی مفاخرت بیجا کو منع فرمایا ہے۔ جو حقیقتاً قریش آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں اپنی ہم نسبی اور یکجہتی کے غلط گمان پر شیخیاں بگھارتے تھے اور برابر اوٗل فول بکا کرتے تھے۔ شبلی صاحب عام تعمیم میں اس مسئلہ کو شامل کر لیں۔ اونکو اختیار ہے۔ مگر خدا اور رسولؐ کی بتلائی ہوئی تخصیص پر بھی نظر رہے ؎ نہ ہر کہ مو بتراشد قلندری داند۔

۵۲ اس عام مساوات میں بھی وہی نصوص جو اوپر لکھے گئے ہیں۔ ناطق ہوں گے۔ کیونکہ آیہ مندرجہ بالا صاف بتلا رہا ہے کہ آدمؑ کی اولاد سے تمام دنیا تو ضرور ہے۔ مگر اون میں بھی اختصاص و اصطفا کے مدارج خاص قائم ہیں ؎

رقم تیغ الواح ہر ناصیہ سعید و شقی ساخت در روزگار المولف الاحقر سید اولاد حیدر عفی عنہ

خدا کی تسبیح و تقدیس ادا فرما کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ سے باہر آئے - مسجد الحرام کا تمام صحن آدمیوں کی کثرت سے بھرا تھا - اصحاب جان نثار بھیڑ کو ہٹاتے اور آنحضرت صلعم کے لیے آگے آگے راہ کشادہ کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ آپ چاہ زمزم کے پاس پہونچے - جناب عباس بن عبد المطلب نے اپنے آبائی منصب سقایہ کے اعتبار سے ایک ڈول آب زمزم سے بھر کر پیش کیا آپ نے نوش فرمایا - تھوڑی دیر ٹھہر کر آب زمزم سے غسل فرمایا -

کعبہ کی سقف پر اذان

بلال کو حکم ہوا سقف کعبہ معظمہ پر جا کر اذان دین بلال نے بڑی مسرت و مفاخرت سے حکم کی تعمیل کی - اکیس ۲۱ برسوں کی طویل مدت کے بعد بلال کی تمنا پوری ہوئی - خدا کی شان - ایکدن وہ بھی تھا کہ یہی بلال اسی شہر اور اسی مقام میں خدا کا نام آہستہ بھی نہیں لے سکتے تھے اور آج خدا کی جبروت قدرت سے اوسی ناشنوا قوم کے سامنے اور انھیں کے انبوہ کثیر کی دو نون آنکھون کے آگے وہی بلال اور حضرت عباس کے وہی غلام بلال علانیہ خدا کا نام لیکر آواز بلند سے اسلام کے طریقہ پر اذان دے رہے ہین - اور کوئی چون بھی نہیں کرتا - جل جلالہ و جل شانہ شبلی مرحوم لکھتے ہین -

نماز (ظہر) کا وقت آیا تو حضرت بلال نے بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دی - وہی سرکش جو ابھی رام ہو چکے تھے اونکی آتش غیرت پھر مشتعل تھی - عتاب بن اسید نے کہا خدا نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز سننے سے پہلے اوسکو دنیا سے اوٹھا لیا - ایک اور سردار قریش نے کہا اب جینا بیکار ہے - سیرۃ النبی صفحہ ۵۱۱

مکہ مین اسلام کی بیعت عام

بعد نصف النہار کوہ صفا پر تشریف لائے اور لوگون کو شرف بیعت سے مشرف فرمانے لگے شبلی مرحوم اسکی کیفیت یون تحریر فرماتے ہین -

مقام صفا مین آپ ایک بلند مقام پر بیٹھے - جو لوگ اسلام قبول کرتے آتے تھے وہ آپکے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے -

مستورات کی بیعت ہند سے مکالمت

مردون کی باری ہو چکی تو مستورات آئین چھو تون نے بیعت لینے کا یہ طریقہ تھا کہ پہلے اونسے ارکان اسلام اور محاسن اخلاق کا اقرار لیا جاتا تھا - پھر پانی کے ایک لبریز پیالہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ ڈال کر نکال لیتے تھے آپ کے بعد عورتین اسی پیالہ مین ہاتھ ڈالتی تھین - اور بیعت کا معاہدہ پختہ ہو جاتا تھا - ان مستورات مین ہند بھی آئی - یہ وہی ہند ہے جو رئیس العرب عتبہ کی بیٹی اور امیر معاویہ کی ماں تھی - حضرت حمزہؓ کو اسی نے قتل کرایا تھا - اور انکا سینہ چاک کر کے کلیجہ چبا گئی تھی - وہ نقاب پہنکر آئی - شریف عورتین نقاب پہنتی تھین - لیکن اوسوقت غرض یہی تھی کہ کوئی اسکو پہچاننے نپائے - بیعت کے وقت اوس نے نہایت دلیری بلکہ گستاخی سے باتین کین جو حسب ذیل ہین -

رسول اللہ صلعم - اقرار کرو -

ہند۔ یا رسول اللہ صلعم آپ ہم سے کن باتون کا اقرار لیتے ہین۔

رسول اللہ صلعم۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نکرنا۔

ہند۔ یہ اقرار آپ نے مردون سے تو نہین لیا۔ بہر حال ہکو منظور ہے۔

رسول اللہ صلعم۔ چوری نکرنا۔

ہند۔ مین اپنے شوہر (ابو سفیان) کے مال مین سے دو چار آنے کبھی لے لیا کرتی ہون معلوم نہین یہ بھی جائز ہے یا نہین۔

رسول اللہ صلعم۔ اولاد کو قتل نکرنا۔

ہند ربیّنا ہم صغارا وقتلتھم کبارا فانت وھم اعلم ہم نے تو اپنے بچون کو پالا تھا۔ بڑے ہوے تو (جنگ بدر و احد مین) آپ نے اونکو مار ڈالا۔ اب آپ اور وہ باہم سمجھ لین۔ سیرۃ النبی صـ ۳۸۲

شبلی صاحب نے گویا کسی واقعہ کو تمام وکمال لکھنے کی قسم کھا لی ہے۔ اس معمولی واقعہ مین جو غالبًا تاریخ طبری سے لکھا گیا ہے۔ آپ نے آنحضرت صلعم سے ہند کی گفتگو کو تو لکھدیا لیکن حضرت عمر اور ہند کی مکالمت کو۔ جو اسی سلسلہ بیان کا آخری حصہ ہے متروک القلم فرما دیا۔ یہ کیون؟ خدا جانے۔ بہر حال۔ طبری اس سلسلۂ مکالمت کو ان الفاظ عبارت پر تمام کرتے ہین۔

فضحك عمر بن الخطّاب من قولها حتى استغرب فال ولا تاتين ببهتانٍ تفترينه بين ايديكن وارجلكن قالت والله ان اتيان البهتان لقبيح ولبعض التجاوز امثل قال ولا تعصينني فى معروف قالت ما جلسنا هذا المجلس ونحن نريد ان نعصيك فى معروف فقال رسول الله صلّى الله بايعهن واستغفر لهن فبايعهن عمر بن الخطاب وكان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لا يصافح النساء ولا يمسّ امراة ولا يمسّه امراءة احلها الله

(ہند کے یہ شوخی کے کلام سنکر) حضرت عمر بن الخطاب ہنس پڑے اور آنکو یہ باتین غریب معلوم ہوئین۔ حضرت عمر۔ کیا اب بھی تجھکو اپنے وہ مفتریات جو تو نے براۃ العین ظاہر کئے تھے نہین معلوم ہوے۔ ہند۔ ہان۔ بہتان وافترا تو واقعی بری چیزین ہین لیکن بعض مثالون مین اون سے تجاوز مناسب ہے حضرت عمر۔ کیا تو نے امر معروف مین ارتکاب گناہ نہین کیا۔ ہند (غصہ سے جلکر) ہم ایسی مجلس مین نہین بیٹھتے۔ جس مین ہم پر امر معروف کے لیے ارتکاب عصیان کا الزام لگایا جاوے یہ سنکر آنحضرت صلعم نے حضرت عمر سے ارشاد فرمایا۔ تم عورتون سے بیعت لو۔ چنانچہ حضرت عمر نے اون سے بیعت لی اور اوسدن جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عورت سے نہ مصافحہ کیا اور نہ

له او ذات محرم منه اونکا بدن چھوا اور نہ کسی عورت نے آپکا بدن چھوا۔ سوا اون عورتوں کے جنکو خدا نے آپ کیلیے حلال کیا تھا یا اونکے جنکے آپ محرم تھے

طبری ۱۶۴۲

ناقابل معافی مجرمین کی معافی

بیعت کی مشغولیت مین شام ہو گئی۔ تمام مجمع کو مشرف بہ بیعت فرمانیکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مقام پر واپس آئے۔ فتح مکہ کے واقعات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم۔ لطف عمیم اور عفو جرائم کے تفصیلی دفتر ہین۔ جو حضرات مضامین تاریخی کو بالاستیعاب پڑھنے کے ساتھ اون کے یاد رکھنے کا بھی کامل ملکہ رکھتے ہین وہ فتح مکہ کے حالات مین ابتدا ہی سے آنحضرت صلعم کے اُن اخلاق واشفاق کی رعایات ومراعات کو مختلف مقامات پر ملاحظہ فرماکر ذہن نشین کر چکے ہونگے۔ اونھین خوب یاد ہو گا کہ ابوسفیان کے ایسا دشمن جان وایمان اونکی زوجہ محترمہ ہندہ جگر خوارہ کی ایسی سنگدل اور شقیق القلب عورت۔ عبد اللہ اور ابوسفیان بن عبد اللہ بن حارث کے ایسے گھر کے دشمن۔ پہلو کے نشتر۔ جب سامنے آئے۔ تو گویا رحمت عالم کے نزدیک یہ مجرم ہی نہین تھے۔ یہی نہین کہ صرف معاف ہی کر دیئے گئے۔ معافی کے بعد شرف امتیازی کے عطایات سے بھی ممتاز فرمائے گئے۔ یہ تو ابتدا کی رعایتین تھین فتح مکہ اور تسلط واطمینان ہو جانے کے بعد علی العموم۔ فاذهبوا وانتم الطلقاء جاؤ۔ تم سب آزاد ہو گئے۔ حکم عام دے کر سب کو معفو فرما دیا۔ شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

عرب مین دس شخص تھے جو قریش کے سرتاج تھے۔ ان مین صفوان بن امیہ جدہ بھاگ گیا۔ عمیر بن وہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کی کہ رئیس مکہ جلاوطن ہوا جاتا ہے۔ آپنے سلامت امان کے طور پر اپنا عمامہ عنایت کیا۔ عمیر جدہ سے اونکو واپس لائے۔ حنین کے معرکہ تک یہ اسلام نہین لائے۔ عبد اللہ بن زبعری عرب کا مشہور شاعر تھا آنحضرت صلعم کی ہجوین کہا کرتا تھا۔ اور قران مجید پر نکتہ چینیان کیا کرتا تھا۔ نجران بھاگ گیا۔ لیکن پھر اسلام لایا ابوجہل کا بیٹا عکرمہ یمن چلا گیا۔ لیکن اوسکی حرم (ام حکیم) نے آنحضرت صلعم سے اوس کے لیے امان لی اور یمن سے جاکر لے آئی یہ واقعہ ابوجہل سے کہنے کے قابل نہین ہے کہ اوس کا جگر بند کفر کی گود سے نکل کر اسلام کی آغوش مین آگیا اور اب ہم اوسے عکرمہ کے بجائے حضرت عکرمہ رضہ کہتے ہین

له شبلی صاحب نے طبری کے آخری ٹکڑے کو اس لئے نہین لکھا تھا کہ اس سے حضرت عمر کی خشونت طبع معلوم ہوتی ہے لیکن اسکے ساتھ آپکو یہ خیال بھی ہونا چاہیے تھا کہ اس روایت سے بجائے رسول اللہ عورتون ہی سے نہین حضرت عمر کا بیعت لینا بھی ثابت ہوتا ہے جس سے آپ نیابت وخلافت رسول کے معنی نکال سکتے ہین۔ پھر اس مفاد کو کیون نظر انداز فرمایا گیا۔ له یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ عکرمہ کے عمل نہین تھے جسنے اوسے اس قابل کیا۔ یہ جناب رسول خدا صلعم کی خاص عنایت تھی کہ عکرمہ کو جو عداوت وخصومت مین باپکا بیٹا اور ابوسفیان کا ہم پلہ تھا۔ بلا عذر ناقابل معافی کا حکم دیدیا جب ابوسفیان سے کوئی بازپرس نہین کی گئی تو عکرمہ سے کیا کی جاتی عکرمہ کو پہلے آنحضرت صلعم کا اور اوسکے بعد اپنی بی بی کا منت گذار ہونا چاہیے۔ جنکے ذریعہ سے وہ اسلام کی دولت پر فائز ہوا مشرف باسلام ہو جانے سے ہم عکرمہ کی نسبت اتنا ضرور کہہ سکتے ہین کہ وہ کافر سے مسلمان ہو گیا اور مسلمان کہا جائیگا۔ اب شبلی صاحب ابوجہل کے چڑھانے کیلیے یا اپنی عقیدت عکرمہ کیساتھ دکھانیکے لیے۔ چاہے۔ اوسی حضرت کہین یا رضی اللہ عنہ کے خطاب سے مخاطب فرمائین اسکے ذمہ دار وہ ہین ہم نہ اونکے حضرت کے لکھے لفظ مین کوئی وزن وثقیت سمجھتے ہین اور نہ عکرمہ کے اسلام مین کوئی امتیازی قدر ومنزلت۔ یہ تو خیر۔ دوسرا صحابی بھی ہین اور اونکو آپ حضرت کہتے ہین۔ ابھی حضرت شبلی صاحب۔ آپکی ولی النعم۔ سر سید احمد خان تو مسٹر ہربوٹ کو رضی اللہ عنہ کے

چار خونی مجرمین کی سزا۔ اتنی معافیوں کے بعد صرف چار مرد دو عورتون کے لیئے قتل کا حکم دیا گیا۔

صاحب رحمۃ العالمین ابو داؤد کے اسناد سے لکھتے ہین۔

چار مرد دو عورتین اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھے (یقین) اعلان کر دیا گیا تھا کہ انکو قتل کر دیا جائے صہ۱۲۲ وہ کون کون تھے۔ شبلی صاحب سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۳۰۲ کی عبارت حاشیہ مین لکھتے ہین

صرف یہ شخص قتل ہوئے۔ دو مرد۔ ایک عورت۔ عبد اللہ بن خطل۔ مقیس بن صبابہ۔ اور قریبہ ابن خطلؔ کی لونڈی۔ ابن خطل اور ابن صبابہ دونون خونی مجرم تھے۔ ابن خطلؔ جو اسلام لا چکا تھا اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کر کے مرتد ہو گیا تھا۔ مقیس بن صبابہ کا واقعہ یہ ہے کہ اُس کا ایک بھائی ایک انصاری کے ہاتھ سے غلطی سے مارا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکی دیت ادا کر دی تھی تاہم مقیس منافقانہ اسلام لایا اور غدر سے اس انصاری کو قتل کر دیا۔ قریبہ جو ابن خطلؔ کی لونڈی تھی اور مکہ کی مغنیہ تھی۔ جو آنحضرت صلعم کی ہجو مین گیت گایا کرتی تھی۔

صاحب رحمۃ العالمین۔ انکے علاوہ دو مجرمین کے نام اور بھی بتلاتے ہین۔ عبد اللہ ابن ابی سرح اور ہبار ابن الاسود۔ عبد اللہ بن ابی سرح کا قصور یہ تھا کہ وہ کہا کرتا تھا کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے اور محمدؐ تو مجھسے سُنکر لکھواتے ہین۔ ہُبار ابن الاسود نے حضرت زینب بنت رسول اللہ صلعم کو جبکہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج مین بیٹھی جا رہی تھین نیزہ مارا اور نیچا وہ گرا دیا تھا اور اس صدمہ سے اونکا حمل ساقط ہو گیا تھا۔

بارگاہ رسالت سے آخر مین ایسے سنگین جرم کے مجرمین کی پیشی کے وقت کیا ہوا۔ وہی عفو۔ وہی درگذر اور وہی رہائی جو خاص کر رحمت عالم کی شان اور اوس خلق مجسم کے شایان تھی۔ ہبار ابن الاسود کے ایسا خونی سامنے لایا گیا اور سزا کے بجائے دولت اسلام سے مالا مال فرما کر رہا کر دیا گیا۔

عبد اللہ ابن ابی سرح کی رہائی مین کسی قدر تامل فرمایا گیا اسلیئے کہ اس کا جرم صرف تنظیم رسالت ہی کے لیے مضر نہین تھا بلکہ نقل و تحریر نصوص الٓہیہ مین بھی تغیرّ و تبدّل کیا کرتا تھا۔ اور کاتب وحی کی جگہہ اپنے کو مخاطب وحی

بقیہ مضمون صہ۱۸۶ اخطاب قرآنیہ سے مخاطب فرما چکے ہین حضرت کی کیا بساط ہے۔ یہ خطاب رضی اللہ تو وہ مخصوص خطاب ہے جو خلفاء راشدین و سابقین کے علاوہ اورون کے لیے مستعمل نہین ہوتا یہان ہمارے سید صاحب نے ایک عیسائی نیم مسلمان کو جو تقیہ کے اندر مسلمان ہوا تھا صحابہ کبار کے مساوی و برابر قرار دیدیا (دیکھو دیباچہ خطبات احمدیہ) آپ اسی سے سمجھ جائین کہ ان الفاظ حضرت مولانا سید ناریضی اللہ عنہ قدس سرہ وغیرہا کی آپ حضرات کے فیض تعمیم نے کیا مقدار و قعت باقی رکھی ہے یہ وہی ہے جو عالمگیر ثانی اپنے زمانہ ولیعہدی مین ایک سائل خطاب شاہی کے رتبے عبارت حکم مین اندازہ کر کے لکھتے ہین شنیدہ بودن ولیتو لاخاقی در ہر خانہ ورائی در ہر بازارا محض بخاطر شماد امیر الامرا نے سفارش کی تھی) این ہم رآے باشد۔ المؤلف عفی عنہ

مشہور کرتا تھا۔ اس بنا پر وہ تنہا رسولخدا ہی کا مجرم نہین تھا بلکہ خدا کا بھی ملزم تھا۔

چنانچہ ابو الفدا اس کی معافی کی تفصیل مین لکھتے ہین۔

عبد اللہ بن ابی سرح وکان اخا عثمان بن عفان من الرّضاعۃ فاتی عثمان بہ النبیّ فسأل لہ فیہ فصمت النبیّ صلعم طویلا ثم امنہ فاسلم فقال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاصحابہ انّما صمت لیقوم احدکم فیقتلہ فقالوا ھلا اومات الینا فقال ان الانبیآء لاتکون لھم خائنۃ الاعین وکان عبد اللہ المذکور کتب الوحی وکان یبدّل القران ثم ارتد

عبداللہ بن ابی سرح حضرت عثمان بن عفان کا رضاعی بھائی تھا۔ حضرت عثمان نے آنحضرت صلعم سے اوسکی جان بخشی کی درخواست کی آپ بڑی دیر تک خاموش رہے۔ بالآخر اوسکو امان دیدی اور اوس نے اسلام لانے کا اظہار کیا۔ پیغمبر صاحب نے اصحاب سے فرمایا کہ مین دیر تک اسلیے خاموش رہا کہ تم مین سے کوئی شخص اوٹھے اور اوسے قتل کردے۔ اصحاب بولے کہ آپنے ایما کیون نہ فرمایا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انبیا کا یہ شعار نہین کہ وہ کنکھیون سے اشارہ کرین۔ عبداللہ مذکور قرآن لکھا کرتا تھا اور اوس مین جہان چاہتا تھا رد و بدل کردیتا تھا۔ بعد ازان مرتد ہوگیا۔

لیکن یہ تامل بھی عین تفضّل ہوگیا اور عبداللہ بن ابی سرح چھوڑ دیا گیا۔

محدثین و مورخین نے ان مجرمین کی تعداد مین بہت اختلاف کیا ہے کسی نے کچھ تبلایا ہے کسی نے کچھ۔ شبلی صاحب نے اس پر تفصیلی بحث[1] کی ہے اور اوس مین کی تعداد پر اپنا مختار قائم کیا ہے۔ مجھکو بھی آپکے مختار سے اتفاق ہے۔ کیونکہ زیادہ تر علما مجرمین سزا یافتہ کی تعداد مرد و عورت ملا کر چھ سے زیادہ نہین بڑھاتے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

فتح مکہ کے باقی حالات
اصنام کعبہ کی تفصیل

فتح مکہ کے متعلق باقی حالات شبلی صاحب یون تحریر فرماتے ہین۔

حرم مین نذر اور ہدایہ کا خزانہ ایک مدت سے جمع ہوتا چلا آتا تھا وہ محفوظ رکھا گیا لیکن مجسمہ جات اور تصویرین برباد کردی گئین۔ انمین حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے بھی مجسمے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر بھی تھی (فتح الباری فتح مکہ) جس سے لوگون نے قیاس کیا کہ کسی زمانہ مین عیسائیت کا اثر زیادہ غالب ہوگیا تھا۔ رنگین تصویرین جو دیوارون پر تھین۔ مٹانے پر بھی اونکے دھندلے نشان رہگئے تھے

---

[1] ہمکو شبلی صاحب کی تنقید روایات تعداد کی نسبت اونکے جرح و قدح کی نقل تفصیل کی ضرورت نہین لیکن اتنا تبلا دینا ضروری ہے کہ آپنے اپنے موجودہ سلسلہ تنقید مین ابو داود اور اونکی روایت کے رُواۃ کی خوب دے کردی ہے اور روایت و درایت دونون اصول تنقید سے ابو داود کی تردید اور اونکے رواۃ کی تکذیب کردی ہے۔ اس بنا پر ہمکو افسوس کے ساتھ لکھنا ہوتا ہے کہ جس طرح اس مقام پر ابو داود کے رجال کی تحقیق و تنقید فرمائی گئی ہے۔ ابو داود کی تحریر کردہ حضرت علیؑ کی ترالخواری والی روایت کی بھی کیون نہ جانچ پڑتال کرلی گئی کہ مدیر اصلاح کو فتنہ شبلی کی دو جلدون مین از سر نو تنقید و تردید کی ضرورت نہین ہوتی۔ فافہم فتدبر۔ المؤلف عفی عنہ

اور حضرت عبد اللہ بن زبیر کی تعمیر تک باقی رہے (فتح الباری ذکر فتح مکہ) اخبار مکہ ازرقی میں بتفصیل یہ واقعات مذکور ہیں۔

فتح مکہ کا اصلی مقصد اشاعت توحید اور اعلاء کلمۃ اللہ تھا کعبہ میں سیکڑوں بت تھے۔ جن میں ہبل بھی تھا جو بت پرستوں کا خدائے اعظم تھا۔ یہ انسان کی صورت کا تھا اور یاقوت احمر سے بنا تھا۔ سب سے پہلے جس نے اسکو کعبہ میں لاکر رکھا تھا خزیمہ بن مدرکہ تھا۔ جو مضر کا پوتا اور عدنان کا پرپوتا تھا۔ ہبل کے سامنے سات تیر رکھے تھے۔ جن پر لا و نعم لکھا ہوا تھا۔ جو کچھ نکلتا اوسپر عمل کرتے۔ (معجم البلدان ذکر ہبل بحوالہ ابن ہشام کلبی) جنگ احد میں ابو سفیان نے اسی ہبل کی جے پکاری تھی وہ عین کعبہ کے اندر تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو اور بتوں کے ساتھ وہ بھی برباد کر دیا گیا۔ مکہ کے اطراف میں اور بہت سے بڑے بڑے بت تھے۔ جن کے لیے حج کی رسمیں ادا کی جاتی تھیں۔ ان میں سب سے بڑے عُزیٰ۔ لات اور مناۃ تھے۔ عُزّیٰ قریش کا اور لات اہل طائف کا معبود تھا مکہ معظمہ سے ایک میل کے فاصلہ پر نخلہ ایک مقام ہے۔ عزیٰ یہیں منصوب تھا۔ بنو شیبان اوسکے متولی تھے۔ اہل عرب کا اعتقاد تھا کہ خدا جاڑے میں لات کے یہاں اور گرمیوں میں عُزیٰ کے یہاں بسر کرتا ہے۔ عُزیٰ کے سامنے عرب کے وہ تمام مناسک ورسوم بجالاتے تھے جو کعبہ میں بجالاتے تھے۔ اوسکا طواف کرتے اور اوسپر قربانیاں چڑھاتے (بحوالہ زرقانی جلد دوم ص۳۱۳) مناۃ کا بتخت گاہ مشلل تھا جو قدید کے پاس مدینہ منورہ سے سات میل وتر ہے۔ وہ ایک بن گڑھا پتھر تھا۔ ازدغسان۔ اوس اور خزرج اوس کا حج کرتے۔ عمرو بن لحی نے جو اصنام قائم کیے تھے۔ یہ اون سب میں بالاتر تھا اوس اور خزرج جب کعبہ کا حج کرتے تو احرام اوتارنے کی رسم (بال منڈانا) اسی کے پاس ادا کرتے تھے۔ قبیلہ ہذیل کا بت سواع تھا۔ جو ینبع کے اطراف رہاط میں تھا۔ اوسکے متولی بنو لحیان تھے۔ بت پرستی کے یہ وہ طلسم تھے جن میں سارا عرب گرفتار تھا۔ اب اونکی بربادی کا وقت آچکا تھا اور دفعتہً ہر جگہہ خاک اوڑنے لگی۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۰۶۔

شبلی صاحب کے بیان میں بہت بڑا راز یہ ہے کہ آپ کی تفصیل میں بھی اجمال کا لطف آتا ہے اور اسی تفصیلی اجمال میں ابہام رہجاتا ہے۔ آپنے بتوں کی تفصیل لکھی۔ اونکے مقام۔ اوقات اور مرسومات پرستش تحریر فرمائے مگر اونکی بربادی کی کیفیت کو جو فتح مکہ کے متعلق آپکے تمام بیان کا اصلی اور ضروری مقصد تھا یہ لکھکر "کہ دفعتہً ہر جگہہ خاک اوڑنے لگی۔ بالکل ہوا کر گئے۔ یہ صحیح ہے کہ خاک اوڑنے لگنے سے سمجھنے والا یہی سمجھے گا کہ وہ تباہ وبرباد کر دیے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ آپ سے یہ بھی ضرور سُننا چاہے گا کہ وہ کیسے برباد کیے گئے۔ کیونکہ وہ کعبہ کے اندر اور مسجد الحرام کے ارد گرد جتنے بت رکھے تھے یا تصویریں بنی تھیں۔ اونکی بربادی کا تمام حال سُن چکا ہے اس بنا پر وہ فطرتی طور پر آپسے ان حالات کے سُننے کا بھی مستحق ہے اور ایک واقعہ نگار کی حیثیت سے آپکا بھی فرض منصبی ہے کہ آپ ان حالات کو صاف صاف تفصیلی الفاظ میں تحریر فرماویں۔ لیکن آپکو ان کے تفصیل کرنے میں دو مجبوریاں مانع ہیں۔ ایک تو زمانہ حال میں بت شکنی وغیرہ کے واقعات کو

یورپ مین قدامت پسند حضرات اچھی باتین نہین سمجھتے۔ اور آپ اونکے رعب و اثر سے اپنی فلسفۂ سیرت اسلام کو ان واقعات کی تفصیل سے پاک و صاف رکھنا چاہتے ہین۔

دوسرے یہ کہ ان واقعات کی تفصیل مین آپکو اپنے حضرت خالد بن ولید کے اون مظالم کو بھی لکھنا ہوتا۔ جو اونھون نے بنی خزیمہ کے مسلمانون کی غریب جانون پر ڈھائے۔ اسی خودغرضی کی بنا پر آپنے ان تفصیلات کو کلیتہً قلم انداز فرمادیا۔ اور سمجھ لیا کہ ابن فتنہ نے معنی غرق مے ناب ہو لی۔ لیکن ہم جس طرح آپکے ان تمام خودغرضانہ مختصرات و ابہامات کے انکشافات کرتے آئے ہین اوسی طرح ان حالات پر بھی روشنی ڈالنا اپنا فرض تالیفی سمجھتے ہین۔

بنوحزیمہ کے مسلمان مظلومین اور خالد بن ولید کے مظالم

علمائے محدثین اور مورخین کے متفقہ اقوال و مختار سے ثابت ہوتا ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مکہ کے تمام انتظامی ضرورتون سے فراغت ہو چکی تو جیسا شبلی صاحب اوپر تحریر فرما چکے ہین کہ فتح مکہ کا مقصد اعلیٰ اشاعت توحید اور اعلائے کلمہ اللہ تھا اس بنا پر جناب سرورِ کائنات صلعم نے چند صحابہ کو اہل اسلام کی مختصر جماعتون کے ساتھ تبلیغ اسلام کی غرض خاص سے اون مقامات مین بھیجا۔ جہان لوگ ابھی تک بیعت اسلام سے مشرف نہین ہوئے تھے۔ چنانچہ تاریخ ابوالفدا ابن اثیر کی تفصیلی عبارت حسب ذیل ہے۔

لما فتح رسول اللہ مکۃ بعث السرایا حول مکۃ الی الناس یدعو	پیغمبر صاحب نے بعد فتح مکہ بعض صحابیون کو مع مختصر فوج کے حوالی مکہ مین اس
ھم الی الاسلام ولم یامرھم بالقتال وکان من السرایا	غرض خاص سے بھیجا کہ لوگون کو اسلام کی طرف بلائین لیکن کسی سے قتال نہ کرین۔
سریۃ مع خالد بن الولید فنزل علی ماء لبنی خزیمۃ	ازانجملہ خالد بن ولید کو بھی روانہ کیا خالد جتنے بنی خزیمہ پر پہونچے تو بنی خزیمہ کے
فلما نزل علیہ اقبلت بنو خزیمۃ بالسلاح فقال	گروہ مسلح ہو کر باہر آئے خالد نے اون سے کہا کہ ہتھیار رکھ دو۔ جب اونھون نے
لھم خالد ضعوا السلاح فوضعوھا وامر بھم	ہتھیار رکھ کر رکھ دئے تو خالد نے اونکے ہاتھ بندھوا کر سب کو تلوارون پر
فکتفوا ثم عرضھم علی السیف فقتل من قتل	رکھ لیا۔ جب جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالد کے اس ظالمانہ کاروائی
منھم فلما بلغ رسول اللہ ما فعل خالد	کی خبر ہوئی تو آپنے اپنے دونون ہاتھ آسمان کی طرف بلند فرما کر ارشاد کیا کہ
رفع یدیہ الی السماء حتی بان بیاض ابطیہ فقال اللھم	خداوندا۔ جو حرکت ناشائستہ خالد سے سرزد ہوئی ہے مین اوس سے
انی ابرأ الیک مما صنع خالد بحوالہ تاریخ احمدی ص ۲۹	بیزاری ظاہر کرتا ہون۔

اس سے زیادہ تفصیل شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی کتاب مدارج النبوۃ کی مفصلہ ذیل عبارت سے معلوم ہوتی ہے۔

چون بنو خزیمہ از آمدن خالد بن ولید خبردار شدند برعایت طریقہ	جب بنی خزیمہ کے لوگ خالد کے ورود سے خبردار ہوئے تو بہ مقتضائے احتیاط
حزم و احتیاط سلاحہا پوشیدہ بیرون آمدند خالد از ایشان پرسید	مسلح ہو کر باہر آئے۔ خالد نے اون سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو۔ اونھون نے
شما چہ کسانید۔ گفتند ما مسلمانیم کہ بمحمد صلعم و شرایع دین وے	کہا ہم مسلمان ہین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اون کے شرائع دین پر

ایمان داریم ونماز می گذاریم و در میان خود مسجد بنا کردہ اذان واقامت گفتہ بجمعہ وجماعت اقامت وقیام می نمائیم۔ خالد گفت پس سلاح چرا پوشیدہ در برابر من آمدہ اید گفتند میان ما و قومے از عرب عداوتست می ترسیم کہ شما از ایشان باشد۔ خالد را عذر ایشان در محل قبول نیفتاد وگفت سلاح خود را برداری۔ ایشان بموجب فرمودہ عمل نمودہ سلاحہا از خود دور کردند آنگاہ خالد گفت تا دستہائے یک دیگر بر شانہ بر بستند وہر یک اسیران را بہ یکے از یاران خود بسپرد ووقت سحر ندا کرد کہ ہر کہ اسیرے دارد بقتل رساند۔ چنانچہ حسب فرمودہ اُو اسیران بے گناہ را کشتند و در روایتے آمدہ کہ چون آنہا سلاح انداختہ خالد تیغ در ایشان نہاد قریب صد کس را ازآن قبیلہ بکشت پس یکے از بنی خزیمہ آمدہ آنچہ خالد بآن جماعت کردہ بود بعرض رسول اللہ صلعم برسانید حضرت در غضب آمدہ سہ بار فرمود۔ خداوندا من بیزارم از آنچہ خالد کرد

ایمان لائے ہین۔ نماز پڑھتے ہین۔ مسجد بنائی ہے۔ اذان واقامت کہتے ہین اور جمعہ وجماعت قائم کرتے ہین۔ خالد نے کہا پھر ہتیار باندھکر ہمارے سامنے کیون آئے ہو۔ وہ بولے ہم سے اور عرب کی ایک قوم سے عداوت ہے۔ ہمکو خوف ہوا کہ مبادا تم لوگ اسی قوم سے ہو۔ خالد نے اُنکا یہ عذر نہین سنا اور کہا کہ ہتیار کھولدو۔ اُنھون نے فوراً ہتیار ڈالدیئے۔ خالد نے پھر اپنے ہمراہیون کو حکم دیا کہ ان سبکے ہاتھ شانون سے باندھدو بعد ازان ہر ایک اسیر کو اپنے رفقا کی سپردگی مین دیا اور جب صبح ہوئی تو حکم دیا کہ جو اسیر جسکی سپردگی مین ہے وہ اُوسے قتل کر دے چنانچہ وہ اسیران بیگناہ اسی وقت قتل کر دیئے گئے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ جب خالد کے کہنے سے بنی خزیمہ کے لوگون نے ہتیار ڈالدیئے تو خالد نے تلوار لیکر تقریباً سو آدمی اُس قبیلہ کے قتل کر ڈالے۔ بنی خزیمہ کے ایک شخص نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی۔ آنحضرت صلعم نے غضبناک ہوکر تین بار فرمایا۔ خداوندا خالد نے جو کچھ کیا مین اُس سے بیزاری ظاہر کرتا ہون۔

شبلی صاحب اتنے بڑے مشہور ومعروف واقعہ کو صرف بحمایت خالد بن ولید قلم انداز فرما گئے۔ یہ امر اُنکے مولفانہ تدین سے کسقدر خلاف ہے بہر حال۔ خالد بن ولید سے۔ خلاف حکم رسول صلعم یہ حرکت کیون سرزد ہوئی اسکو اگر ہم اس مقام پر لکھین تو ہمارے سلسلہ بیان مین بھی بے ربطی اور خبر بے مبتدا کا عیب پیدا ہوئیگا۔ اسلیے ہم اس واقعہ کو بالا تمام لکھکر اسکے وجوہ کو بالتفصیل آئندہ قلمبند کرینگے۔ تاریخ ابن ہشام مین ہے

انفلت رجل من القوم فاتی رسول اللہ صلعم فاخبرہ خبر فقال رسول اللہ صلعم ھل انکر احد قال انکر علیہ ابیض ربعۃ فنھمہ خالد فسکت عنہ وانکر علیہ رجل آخر طویل مضطرب فراجعہ فاشتدت مراجعتہما فقال عمر بن الخطاب اما الاول یا رسول اللہ فابنی عبد اللہ واما الآخر فسالم مولی

اُس قوم (بنی خزیمہ) کا ایک آدمی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض واطلاع کی جناب رسولخدا صلعم نے پوچھا کہ کیا کسی شخص نے خالد کو منع نہین کیا اُس نے عرض کی جی ہان پہلے ایک شخص نے جو سفید لباس پہنے تھا منع کیا لیکن خالد نے اسے ڈانٹ دیا اور وہ چپ ہوگیا۔ پھر خالد کو دوسری بار ایک طویل القامت مضطرب الحال شخص نے

ابی حذیفۃ ثم دعا رسول اللہ صلعم علی
بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ فقال
یا علیؑ اخرج الی ھؤلاء القوم فانظر فی
امرھم واجعل امر الجاھلیۃ تحت
قدمیک فخرج علی حتی جاءھم ومعہ
مال قد بعث رسول اللہ صلعم فودّی
لھم الدماء وما اصیب لھم من الاموال
حتّٰی انہ لیدی لھم میلغۃ الکلب حتی
اذا لم یبق شیٔ من دم ولا مال الا وداہ
بقیت معہ بقیّہ من المال فقال لھم علی
رضوان اللہ علیہ حین فرغ منھم ھل
بقی لکم بقیّۃ من دم او مال یودّ لکم
قالوا لا قال فانی اعطیکم ھذہ البقیّۃ
من ھذا المال احتیاطا لرسول اللہ صلّی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ممّا لا نعلم ولا تعلمون
نفعل ثم رجع الی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ
وآلہ وسلم فقال اصبت و احسنت ثم
قام رسول اللہ صلّعم فاستقبل القبلۃ
قائما شاھرا یدیہ حتی انہ
لیری ما تحت منکبیہ یقول اللّٰھم
ابرأ الیک مما صنع خالد بن ولید
ثلث مرّات　　جلد ۳ ص ۲ مصر

منع کیا۔ خالد نے اُسکو نکلوا دیا۔ پھر خالد نے سختی سے ان دونوں کو نکلوا دیا۔
یہ سُنکر حضرت عمر بن خطاب نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم پہلے جس شخص کو پیٹا تھا اور
وہ میرا بیٹا عبداللہ ہے اور آخر والا آدمی سالم غلام ابوحذیفہ ہے اسکے بعد
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابیطالب علیہ الرضوان کو
بلایا اور حکم دیا کہ اے علیؑ تو بنی خزیمہ کیطرف چلے جاؤ اور اُنکے معاملات کا انتظام
کرو اور جہالت کے امور کو مٹا ڈالو۔ یہ حکم سنکر جناب علی مرتضیٰ قوم بنی خزیمہ کیطرف
روانہ ہوئے اور قبیلہ بنی خزیمہ کے پاس پہونچگئے۔ آپکے ساتھ وہ مال بھی
تھا جو آنحضرت صلعم نے ہمراہ کر دیا تھا حضرت علی مرتضیٰ نے بنو خزیمہ کے تمام
مقتولین کی دیت دیدی اور پھر جو کچھ اُنکا مال لوٹا گیا تھا اُسکا معاوضہ
ادا فرمایا۔ یہانتک کہ اُنکے ایک کتّے تک کی قیمت ادا کر دی۔ جب اُنکی جان و
مال کی دیت و قیمت مین کچھ بھی باقی نہین رہا اور حضرت علیؑ کے پاس رقم
موجودہ مین سے کچھ بچ رہا تو آپنے بنو خزیمہ کے لوگون کو مخاطب فرما کر استفسار
فرمایا کہ اب تو تمھارے خون کی دیت یا مال متاع کی قیمت مین کچھ باقی نہین
رہا جو نہ ادا کیا گیا ہو۔ سبنے عرض کی کہ اب کچھ باقی نہین ہے آپنے ارشاد فرمایا
تو اچھا۔ اب ہم احتیاطاً جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف سے تمھین
یہ بچی ہوئی رقم بھی عطا کئے دیتے ہین۔ شاید کوئی ایسا رہگیا ہو جسے نہ ہم
جانتے ہون اور نہ تم پہچانتے ہو۔ ان امور سے فارغ ہو کر حضرت علی مرتضیٰ
جناب سرور کائنات صلعم کی خدمت مین واپس آئے اور حقیقت حال عرض
کر دی آپنے اُنکے اصابت عمل پر آفرین کہی۔ پھر آنحضرت صلعم نے اپنے دونون
ہاتھ اتنے اُٹھا کر کہ آپ کے بغل کے نیچے کی چیز دکھائی دیتی تھی قبلہ رُو
کھڑے ہوگئے اور تین بار فرمانے لگے۔ الٰہی جو کچھ خالد ابن ولید نے کیا
مین اُس سے بیزاری اختیار کرتا ہون۔

شبلی صاحب کو اس واقعہ کی نقل مین دو مجبوریان یک وقت سدّ راہ ہوئی تھین۔ ایک تو وہی خالد بن
ولید پر اسلام لانے کے بعد بھی اتنے کثیر مسلمانون کے خون ناحق کا الزام۔ دوسری قیامت کی مجبوری حضرت

علی مرتضیٰ کے اُن محاسن خدمات کا اظہار و اعلان سوہان جان تھا۔ جو بتقلید امام بخاری ابتدا ہی سے آپکے ناگوار فطرت اور خلاف طبیعت قرار پا چکا ہے

بہر حال اب خالد بن ولید کی اس حرکت ناشائستہ کی توجیہ بھی اُسی قدیم عربی تاریخ کی اصل عبارت سے حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

وجہ تو وہی ہے کہ باوجود اسلام لانے کے بھی ان سے جہالت کے دستور و کردار کا اظہار ہوا جیسا کہ خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو حکم دیتے وقت وَاجْعَلْ اَمْرَ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيْكَ (جاہلیت کے امور کو پامال کر ڈالو) کہکر اسکی طرف مخصوص اشارہ فرما دیا تھا۔ اسکی توجیہ مین ابن ہشام لکھتے ہین۔

قد كان بين خالد وبين عبد الرحمان بن عوف فيما بلغني كلام في ذلك فقال له عبد الرحمان بن عوف عملت بامر الجاهلية في الاسلام فقال انما ثارت بابيك فقال عبد الرحمان كذبت قد قتلت قاتل ابي ولكنك ثارت بعمك الفاكه بن المغيره حتى كان بينهما شر فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فقال مهلا يا خالد دع عنك اصحابي فوالله لو كان لك احد ذهب ثم انفقته في سبيل الله ما ادركت غدوة رجل من اصحابي ولا روحته ص ۲ ج ۴ مصر

خالد اور عبد الرحمٰن بن عوف کے درمیان اس معاملہ مین (قتل بنو خزیمہ) تکرار ہو گئی۔ اسکی کیفیت یہ ہے کہ خالد سے عبد الرحمٰن نے کہا کہ تم نے حالت اسلام مین جاہلیت کا فعل کیا۔ خالد نے جواب دیا کہ مین نے تو اس معاملہ مین تمھارے باپ کا قصاص لیا ہے۔ عبد الرحمٰن بولے تم جو یہ کہتے ہو کہ تم نے میرے باپ کا قصاص لیا ہے بالکل جھوٹ کہتے ہو۔ میرے باپ کا تو قصاص نہین تم نے اپنے چچا فاکہ بن مغیرہ کے خون کا البتہ عوض چکایا ہے۔ یہ بات آنی بڑھی کہ دونون مین فساد کا احتمال ہو گیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس معاملہ کی خبر پہونچی تو آپ نے خالد سے ڈانٹ کر کہا کہ خالد ہمارے اصحاب سے علیحدہ ہو جا خدا کی قسم اگر تیرے لیے کوہ احد سونا ہو جائے اور تو اُس سب کو خدا کی راہ مین تصدق کر دے تب بھی تو ہمارے اصحاب کے گرد پا پہونچ سکتا ہے اور نہ انکی بو پا سکتا ہے

جب مقابلے کے بوڑھے ہونے مین تو بات کھلتی ہے۔ مرقومہ بالا عبارت سے جہان خالد کا مورد عتاب نبوی ہونا۔ اور شرف صحابیت سے محروم ہونا ثابت ہوا۔ وہین بنو خزیمہ کے ساتھ اُنکی ایسی بیرحمی اور شقاوت کے راز بھی کھلنے لگے۔ اور صرف خالد اور عبد الرحمٰن کی باہمی نزاع لفظی سے اتنا معلوم ہوا کہ خالد نے کہا مین نے تو تمھارے باپ کا قصاص لیا عبد الرحمٰن نے جواب دیا میرے باپ کا کیون معاوضہ کہتے ہو۔ یہ کیون نہین کہتے کہ مین نے اپنے چچا کا بدلہ چکایا ہے۔ سبحان اللہ۔ عبد الرحمٰن کے باپ کا قصاص لیا گیا ہو۔ یا خالد کے چچا کا کسی کا بھی ہو۔ اسلام کا امن عام تو ضرور بدنام ہو گیا۔ اور اُسکو اپنے پاس سے رقم کثیر اتنے بے گناہون کی دیت مین دینی پڑی۔ یہ حضرات تو

مفت راحیہ یا گفت سمجھکر اپنے باپ چچا کے قصاص چکاکر علیحدہ ہو گئے - چونکہ مندرجہ بالا عبارت سے ابھی تک ان دونوں دعویداروں کے بیان دعوے کا تصفیہ نہو سکا کہ حقیقتاً کسکے خون کے بدلے مین بنو خزیمہ کے بیگناہ مقتولین کی گردنین ماری گئین - اسلیے کہ ابھی تک عبد الرحمن اور خالد بن ولید دونوں کے بیان دعوے - تا وقتیکہ کسی تاریخی شاہد سے مقابل نہ کئے جاوین - من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو - کے تعریف مین آوینگے اور غیر منفصل سمجھے جاوینگے اسکے تصفیہ و تفصیل کے لیے پھر اُسی تاریخ ابن ہشام کی باقیماندہ مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو -

وكان الفاكه بن المغيرة بن عبد الله بن عمر بن مخزوم وعوف بن عبد عوف بن عبد الحرث بن زهرة وعفان بن ابي العاص بن امية بن عبد شمس قد خرجوا تجارا الى اليمن ومع عفان ابنه عثمان ومع عوف ابنه عبد الرحمن فلما اقبلوا حملوا مال رجل من بني خزيمة بن عامر كان هلك باليمن الى ورثته فادعاه رجل منهم يقال له خالد بن هشام ولقيهم بارض بني خزيمة قبل ان يصلوا اهل الميت فابوا عليهم فقاتلهم بمن معه من قومه على المال لياخذه وقاتلوه فقتل عوف بن عبد عوف والفاكه بن المغيرة ونجا عفان بن ابي العاص وابنه عثمان واصابوا مال الفاكه بن المغيرة ومال عوف بن عبد عوف فانطلقوا به وقتل عبد الرحمن بن عوف خالد بن هشام قاتل ابيه فهمت قريش بغزو ابني خزيمه

فاکہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن مخزوم اور عوف بن عبد عوف بن عبد الحرث بن زہرہ اور عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس تجارت کی غرض سے یمن کو چلے عفان کے ساتھ اُنکے بیٹے عثمان اور عوف کے ساتھ اُنکے بیٹے عبد الرحمن تھے جب وہان سے چلے تو ان لوگون نے بنی خزیمہ مین سے ایک شخص کا مال جو یمن مین مرگیا تھا اس غرض سے لادلیا تھا کہ اُسکے وارثون کو پہونچا دینگے - اس درمیان مین کہ یہ لوگ متوفی کے وارثون سے ملین - بنی خزیمہ کے ایک شخص نے جس کا نام خالد بن ہشام تھا - ان لوگون سے مال کا دعوی کیا ان لوگون نے صاف انکار کردیا وہ اپنے ہمراہیون کے ساتھ ان سے جنگ پر آمادہ ہو گیا - یہ لوگ بھی اوس سے لڑے - اُسنے عوف ابن عبد عوف اور فاکہ بن مغیرہ کو مار ڈالا عفان ابن عاص اور اُنکے بیٹے عثمان کو چھوڑ دیا اور عوف بن عبد عوف اور فاکہ ابن مغیرہ کا سب مال لوٹ لیا اور وہان سے وہ لوگ چلے گئے - لیکن عبد الرحمن نے اپنے باپ کے قاتل خالد بن ہشام کو قتل کر ڈالا اسی بنا پر قریش نے بنی خزیمہ سے جنگ کی جلد دوم مصر صلا

واقعات مذکورہ بالا کو پڑھکر باآسانی سمجھ لیا جائیگا کہ بنو خزیمہ کے ساتھ خالد کے ظالمانہ حرکات بالکل اُن کی ذاتیات پر مبنی تھے - عبد الرحمن بن عوف کا اعتراض بالکل صحیح تھا اور فی الواقع - چنانچہ زبان رسالت سے بھی اسکی اشارت ہو چکی تھی - اور پھر عبد الرحمن بن عوف اور خالد ولید کی نزاع لفظی کے موقع پر بھی عبد الرحمن ہی کی توجیہ کی تائید فرمائی گئی تھی - اور خالد کو ڈانٹا گیا تھا - فتح مکہ کے امن عام اور جناب رحمت عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان امان اور اعلان صلح عام کے پاک وصاف صفحۂ دفتر پر اول و آخر خالد بن ولید کی بیجا جنگجوئی اور کینہ پروری نے

خون کی چھینٹیں ڈالیں اور ہمیشہ کیلئے مخالفین اسلام کو معترضانہ اعتراض کا موقع دیدیا۔ لیکن حقیقت شناس محققین جانتے ہیں کہ یہ خالد کا اپنا ذاتی فعل تھا۔ اور قطعاً خلاف رضائے خدا و رسول۔ اسلیئے خبر سنتے ہی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی الاعلان خالد کی اس حرکت ناشائستہ سے عند اللہ و عند الناس اپنی برات ظاہر فرمادی۔

محدث دہلوی شاہ عبد الحق صاحب دہلوی۔ مدارج النبوۃ جلد دوم میں اس موقع پر اپنے سفر مکہ معظمہ کے متعلق اپنا یہ واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔

خالد کی اس حرکت پر محدث دہلوی کی پیلی جب میں ادائے حج کی نیت سے مکہ معظمہ میں پہونچا تو وہاں کے علما و فضلا سے ملا۔ ملا قاضی علی بن جار اللہ جو خالد بن ولید کی اولاد سے تھے اور مکہ کے قاضی تھے۔ مجھے اُن سے تعارف ہوگیا ایکدن ان کی صحبت میں خالد بن ولید کا ذکر آیا۔ تو میں نے عرض کی کہ اُنھوں نے حقیقتاً اس امر (واقعہ بنی خزیمہ) میں جلدی کی حالانکہ رسول اللہ صلعم نے انھیں حکم صریح نہیں دیا تھا۔ قاضی صاحب میرا یہ سوال سُنکر شرما گئے اور درفع انفعال کے لیے صرف اتنا فرمایا واللہ کان فیہ شعویا من الاستعجال والمبادرۃ فی القتال

مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۰۳ مطبوعہ نولکشور لکھنو

فتح بیت الحرام اور امن فتح مکہ کے ایسا عظیم الشان معاملہ پورے اطمینان اور امن و امان کے ساتھ تمام ہوگیا اور بلا شبہ صلح کا پیغام عام فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا کا دیباچہ بشارت۔ سورہ نصر کی الہامی عبارت کی صورت میں لفظاً لفظاً کامل ہوگیا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ کوہ صفا پر اُسی دستگیر عالم کے ہاتھوں پر۔ جسکو وہ انتہائی ذلت و حقارت اور ظلم و شقاوت کے ساتھ اپنے شہر و دیار سے باہر نکال چکے تھے۔ اور اُسکے باہر نکل جانے کے بعد بھی آجتک اُسکے خون کے پیاسے بنے ہوئے تھے۔ تمام عرب بلا امتیاز قبائل و عشائر۔ بیشمار تعداد میں، ہر طرف سے خود آآکر اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر۔ بڑے شرف و افتخار سے اُسکے عقیدت اُسکی متابعت اور اطاعت کی بیعت کر رہے تھے۔ اور خدا کے الفاظ مقدس ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا اور دیکھ لیا لوگوں نے کہ دین خدا میں فوج فوج داخل ہو رہے ہیں کی بشارت کو عملی صورت میں پورا کر رہے تھے۔

لہ ساڑھے تین برس کے بعد ۱۲ھ کے آخر میں۔ ایک دوسرے اقراری مسلمان (مالک بن نویرہ) پر ہاتھ صاف کیا۔ یہاں تو باپ کا انتقام تھا۔ وہاں تو محض حظ نفس پر اقدام تھا۔ رسول صلعم تو تھے ہی نہیں۔ جو اپنی برات کا اعلان فرماتے ہاں حضرت عمر نے البتہ انکی سزا دہی معزولی کے لیے ہزار سر مارا مگر حضرت ابوبکر نے ایک نہ سنی۔ کامل ابن اثیر وغیرہ تمام کتب حدیث و تاریخ۔

(المولف عفی عنہ)

دنیا اور اہل دنیا نے اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھ لیا کہ تاریخ عالم کے بیشمار کارنامون مین۔ ایک ایک ورق اُلٹ جانیکے بعد بھی۔ فتح عظیم کی ایسی پاک وصاف نظیر نہین ملتی۔ جسکا تفصیلی بیان خون آلودہ نہو۔ یا اسکے فاتح کے جیب وآستین پر مفتوحین کے خون کی چھینٹین پڑین نہ دکھائی دیتی ہون۔ سیاسی تاریخون کو چھوڑ دیجیے ہم تو کہینگے۔ کتب مقدس مین انبیاء ومرسلین کی فتوحات پر نظر ڈالیئے۔ توریت مین جناب موسٰی علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام کے فتح مدائن کے حالات پڑھیئے تو ثابت ہو جائیگا کہ اُس نبی اعظم سے رحمت عالم کی شان بالاتر ہے۔ صلوا علیہ وآلہ۔ اس واقعہ مین تشریف آوری کے وقت سے آخر وقت تک جناب سید المرسلین رحمۃ للعالمین کے خلق عظیم اور لطف عمیم کے ہر ہر طریقہ۔ انداز اور شان پر نگاہ غور اور نظر انصاف کیجائے اور تھوری دیر کے لیے تعصب اور ذاتیات کو چھوڑ دیا جائے تو ظاہر ہو جائیگا کہ رحمت اسکا نام ہے اور رحمت کا یہ کام ہے۔

مکہ کے مجرمین اور خلق رحمۃ للعالمین

شبلی صاحب نے صرف ابوسفیان کے ناقابل عفو جرائم کی معافی کو کسیقدر تفصیل سے لکھکر ختم کر دیا ہے۔ اور جو کچھ بھی لکھا ہے صحیح اور فی الواقع لکھا ہے۔ ہم بھی اُسی سے ابتدا کرتے ہین کہ ایک۔ ابوسفیانکے بے شمار جرائم کے معاوضہ مین کتنے اور کیسے محاسن سلوک اس کے ساتھ قائم کیے۔ ایک ایک کر کے اُس کے تمام جرائم کی معافی دیدی۔ سامنے آیا تو اُسکی حرکات کا ذکر کیا نام تک بھی نہ لیا۔ حضرت عمر نے سزادہی کی تحریک بھی کی تو کوئی اعتنا نفرمائی گئی۔ بلکہ وہ تو سزادہی کے عوض شرف امتیازی سے خاص طور پر معزز فرمایا گیا اُسکا گھر مجرمین کے لیے امن قرار دیدیا گیا۔ یہ سہتے۔ تو ان کی بی بی۔ ہندہ جگر خوارہ منھ پر (شرم سے) نقاب ڈالکر آئین لیکن رحمت عالم نے خود آنکھین جھکالین۔ اور یہ بھی بلا عذر وتامل معفو فرمادی گئین۔ دو منزل کٹتہ باقی ہے تاص گھر کے دو دشمن اپنے چچازاد بھائی لائے جاتے ہین بہزار زبان ندامت وخجالت تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین کہکر عظمت رسالت اور اپنی معصیت کا ایک ساتھ اقرار کرتے ہین۔ زبان رحمت سے لاتثریب علیکم الیوم (آج کے دن تم پر کوئی الزام باقی نہین) کی سند معافی پاکر چھوڑ دیئے جاتے ہین۔

مکہ معظمہ مین داخل ہونے کے وقت تمام اہل لشکر کو علی الاعلان حکم دیا جاتا ہے۔

(۱) جو کوئی شخص ہتیار ڈالدے اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۲) جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر ہو رہ جائے قتل نہ کیا جائے۔

(۳) جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اور کنواڑ بند کرلے وہ قتل نہ کیا جائے۔

(۴) جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے وہ قتل نہ کیا جائے۔

(۵) جو کوئی شخص حکیم بن خرام کے گھر مین چلا جائے وہ قتل نہ کیا جائے۔

(۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

(۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

باستثنائے خانہائے ابوسفیان اور حکیم بن حزام حضرت ام ہانی بنت حضرت ابیطالب کے گھر میں دو مجرم جا چھپے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے دیکھکر پہچان لیا اور سنگ در دست و مار بر سر سنگ۔ نکند مرد ہوشیار ورنگ۔ کے اعتبار سلمہ پر ان دونوں کو قتل کرنا چاہا۔ بہن نے تا حکم آنحضرت صلعم بھائی کو اُنکے قتل سے باز رکھا۔ خدمت رسالت میں حاضر ہوئیں۔ واقعہ عرض کیا قد اجرنا من اجرت یا ام ھانی (جسکو تمنے پناہ دی میں نے بھی اُسکو پناہ دی) کا پروانہ نجات لیکر دونوں کی فوراً جانبری کرا دی۔

بیت اللہ معظم کو خارجی الائش و گندگی سے پاک وصاف فرما کر باہر تشریف لائے۔ تو فوج در فوج صف درصف اور قطار در قطار۔ قدیم خطاوار۔ برسوں۔ کے گنہگار سامنے کھڑے تھے۔ صرف دو کلمہ اذہبوا انتم الطلقاء (جاؤ تم سب کو آزاد کر دیا) کہکر سب کے سب چھوڑ دئے گئے۔

مکہ میں تسلط ہو گیا۔ چارو طرف امن و امان اور آرام و اطمینان قائم ہو گیا۔ تو بقول شبلی صاحب کفار مکہ نے تمام مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب وقت تھا کہ اُن کو اُنکے حقوق دلوا دیے جائیں لیکن آپ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ اپنے مملوکات سے دست بردار ہو جائیں۔

عثمان بن ابی طلحہ کلید بردار کعبہ سے کنجی منگائی جاتی ہے خانہ کعبہ کے اندر کے ارکان بجالا کر باہر تشریف لاتے ہیں تو خاص عم محترم حضرت عباس ابن عبد المطلب عرض کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے حسن خدمت اور یادگار میں منصب سقایت کے ساتھ بنی ہاشم کے متعلق منصب حجابت کا بھی اضافہ فرما دیا جائے۔ جواب میں ارشاد فرمایا جاتا ہے ھذا الیوم یوم الوفاء والبر۔ یعنی آج کا دن تو خاص رہائی اور وعدہ وفائی کا دن ہے۔ یہ فرماتے ہیں اور سلافہ کے بیٹے کو جس نے اتنی رد و کد کے بعد کنجی دی تھی۔ کلید کعبہ حوالہ فرما دیتے ہیں ان ھذا رسولؐ صادق امین

فتح مکہ ایسے ہی رحم و مروت۔ انصاف و عدالت۔ عدل و مساوات اور اخلاق و اشفاق کے واقعات کا کامل دفتر ہے۔ انبیائے سابقین اور امم ماضیین کے حالات پر عبور کامل رکھنے والے حضرات محققین خوب جانتے ہیں اور غزوات حضرت موسیٰ محاربات حضرت یوشع بن نون اور فتوحات حضرت داود و سلیمان علےٰ نبینا و آلہ وعلیہما السلام کے بڑے بڑے کارناموں میں فتح مکہ کے ایسی پر امن۔ بے ضرر اور بلاخوف و ہراس دوسری مثال نہیں دکھلا سکتے۔

ہم پہلے انبیا و مرسلین سلف انبیا و آلہ و علیہم السلام اجمعین ہی کے اسفار و اثنا مین اسکی نظیر طلب کرتے ہین
اسلیے کہ اصولاً شعار انبیا کا شعار انبیا ہی سے تقابل و توازن مناسب ہے - اسوۃ الرسول مین رسول عربی
فداہ امی و ابی کی شان - ہر موقع و ہر مقام پر مقدار نبوت اور معیار رسالت تک کامل ثابت کر دی گئی
اور ملکی فرمانروا اور دنیاوی سلاطین کے غیر مقید اور غیر محتاط ذی اقتداری اور ثروت و نمود داری کی عارضی
اور خالی ظاہر داریون سے مرقع رسالت بالکل پاک و صاف رکھا گیا ہے - چنانچہ ہم آداب رسالت کے
اعتبار سے وجہ مدح نہین قرار دیتے - بلکہ وجہ قبیح اعتبار کرتے ہین -

جب ہمکو اس کا پورا یقین ہے کہ فتوحات انبیا کے دفتر اسکی مثال سے خالی ہین تو ملکی فرمانروا اور
دنیاوی سلاطین کے عملیات مین اسکی مثال تلاش کرنا بالکل خارج از بحث ہے مگر زمانہ کی ناشناسانہ بدمذاقی
کا کیا علاج ہے - جو مبلغین رسالت کو خوانخواہ سلاطین ملک و سلطنت سمجھکر - جانبین کے افعال و اطوار -
رفتار و کردار کا بیجا اور غیر مناسب مقابلہ چاہتی ہے حقیقتاً تو یہ تقابل ناممکن ہے لیکن بعض بعض واقعات
مین مجازاً ممکن بھی ہے - جب سیاسی اور فرمانروایان ملکی اور کشور کشایان دنیاوی سے تقابل ہی ناممکن
ہے تو پھر مثال کی تلاش اور نظیر کی جستجو بیکار ہے - اگر حقیقت کے معیار پر مثال نہین ملتی اور مجاز
کے اعتبار سے مثال مقابل کا حوصلہ کیا جاتا ہے تو پھر توریت کی کتاب التاریخ کے ورق ورق الٹے
جائین اور سلطنت ہائے قدیمہ - ایران اور رومۃ الکبریٰ سے لیکر - عیسائی سلاطین جسٹین
اور قسطنطین Kustantin وغیرہ مثالہم کے کارنامے - صفحہ صفحہ کرکے پڑھے جائین اور انمین سے کسی ایک
فاتح ملک و شہر کی ایسی آرام دہ - تسکین افزا اور امن پیرا فتح کی مثال پیش کیجائے ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین

افسوس ہے کہ طوالت اور مقامی نامناسبت کی وجہ سے ہم اس بحث کی زیادہ تفصیل نہین
کرسکتے - شاہ قسطنطین کی فتح جنگ جسر - [illegible] اور قسطنطین سوم کے پوتے جسٹینین
دوم کے فتوحاتی مظالم - تاریخ رومۃ الکبریٰ کے خونین صفحون مین پڑھے جائین تو ناظرین کو معلوم ہو جائیگا
کہ مجاز کے اعتبار سے بھی ان سیاسی اور ملکی فتوحات کی مثال مقابل بھی - فتح مکہ نے مقابلہ مین کیسی بدنما -
نازیبا - خوفناک اور ناپاک معلوم ہوتی ہے - ہم اس سے زیادہ تفصیل و تشریح کو ضروری نہین سمجھتے اور رائٹ
آنریبل مسٹر سید امیر علی صاحب سی - آئی - ای بالقابہ کی اُس عبارت کا جو فتح مکہ کی حقیقی تصویر انصاف
پسند قلوب پر کھینچ دیتی ہے - ذیل مین نقل کرکے اس بحث کو تمام کر دیتے ہین -

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک فاتح کی شان مین داخل مکہ ہوئے - جو شخص ایک مرتبہ

مجرم قرار پا چکا تھا اب وہی بزرگ اپنی رحمدلی اور اشفاق کے مسالک دکھلا کر اور لوگون کو اپنی ہدایت ارشاد نابت کرنے آیا ہے۔ وہ شہر جس نے اس بزرگ کے ساتھ اتنی سختی اور ظلم و تعدی کے سلوک کیے کہ اُسکو اور اُسکے سچے اور خیر خواہ جماعت والون کو محض غیر لوگون مین پناہ لینے کے لیئے۔ مجبور کرکے باہر نکالدیا اور خارج البلد کر دیا جس نے اُسکی اور اُسکے فرمانبردار معتقدین کی زندگیان تلخ کر دین۔ اب اُسکے قدمون پر پڑا ہوا ہے۔ اُس بزرگ کو ظالم اور بیرحم قدیم۔ اُسکے مجرم مشتہر کرنیوالے جنھون نے بیگناہ مردون اور عورتون پر۔ اور اُن کے علاوہ بیچارے مردون پر اپنی ظالمانہ سزائین پہونچا کر اپنی انسانیت کی حیثیت کو بھی ذلیل کر دیا تھا۔ اب اُسی بزرگوار کے رحم و مروت کے امیدوار بننے اور اُس سے آسرا لگانے پر مجبور ہو گئے ہین۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ فتح اور کامیابی کے حصول مدعا کے بعد جو مصیبتین گذری تھین اور جو جو تکلیفین پہونچی تھین۔ سب کی سب بھلا دین گئین اور جو نقصانات اُٹھائے گئے تھے۔ ایک ایک کرکے معاف کر دئے گئے تمام آبادی مکہ مین امن و امان کے احکام عام دیدیے گئے۔ صرف چار مجرمون (تین۔ دو مرد اور ایک عورت) کے خون۔ جنکا انصاف بھی مقتضی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دشمنون کے شہر پر غالب آکر اور اُسمین داخل ہو کر بھی جائز رکھا فوج اسلامی نے بھی آپ کے محاسن کی کامل تقلید کی اور نہایت خموشی اور سہولیت کے ساتھ شہر مین داخل ہوئی۔ نکوئی گھر برباد کیا گیا اور نہ کسی عورت کی آبرو پر حرف لایا گیا۔ یہ نہایت صحیح اور فی الواقع لکھا گیا ہے کہ فتوحات دنیاوی کے کارنامون مین اسکے (فتح مکہ) ایسی کوئی دوسری کامل فتح نہین ہوئی۔ اسپرٹ اف اسلام ص ۹۳ ۱

چونکہ فتح مکہ کے بعد ہی ہمکو جنگ حنین کے حالات فوراً ہی لکھنے ہونگے جسکا دیباچہ گویا کہ کی اُنھین نومسلم قومون کا قائم کیا ہوا ہے اس بنا پر ضروری ہے کہ ہم اپنے موجودہ سلسلہ مین اتنا اور اضافہ کرین کہ حضرت رحمۃ للعالمین جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین کے اس بےنظیر اور عدیم المثال محاسن اخلاق مکارم اشفاق رحم و مروت اور عفو و درگذر کا اثر نومسلمین مکہ کے قلوب پر محض عارضی اور صرف قیتی تھا۔ اسمین نہ کچھ اہمیت تھی اور نہ ان ناقدرون کو کچھ بھی انکی قدر و منزلت تھی۔ ابھی حنین کا میدان جنگ تو دور ہے آنحضرت صلعم مکہ ہی مین مقیم ہین۔ گویا صبح سے شام نہین ہوئی ہے۔ اور مکہ والے۔ اور دوسرے ان کے ساتھ کیا۔ خاص ذات مبارک آنحضرت کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہین۔ اسی ایک واقعہ سے اُسکے خلوص ایمان قبول اسلام اور عقیدت رسول سب کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ صاحب رحمۃ للعالمین زاد المعاد ابن قیم کے اسناد سے لکھتے ہین۔

فتح مکہ سے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔ فضالہ بن عمیر نے موقع دیکھکر ارادہ کیا کہ آنحضرت صلعم کو قتل کر ڈالے۔ جب وہ اس ارادہ سے آپ کے قریب پہنچا تو نبی صلعم نے فرمایا کیا فضالہ آتا ہے؟ فضالہ بولا۔ ہاں۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ تم ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے؟ فضالہ نے کہا۔ کچھ تو نہیں میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا۔ نبی صلعم یہ سنکر ہنس پڑے۔ اور ارشاد فرمایا اچھا۔ تم اپنے خدا سے اپنے لیے معافی کی درخواست کرو۔ یہ فرمایا اور اپنا دست مبارک فضالہ کے سینہ پر رکھدیا۔ فضالہ کا بیان ہے کہ ہاتھ کے رکھدینے سے مجھے بڑا اطمینان قلب حاصل ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اسقدر میرے دل میں پیدا ہو گئی کہ حضور سے بڑھکر مجھے کوئی بھی محبوب نہ رہا فضالہ کا بیان ہے کہ اسکے بعد میں وہاں سے اُٹھا اور مکان واپس ہوا۔ راستہ میں میری معشوقہ ملی۔ جسکے پاس میں تنہا بیٹھا کرتا تھا۔ اُس نے مجھے پکار کر آواز دی اور کہا۔ فضالہ ایک بات سنتے جاؤ۔ میں نے جواب دیا نہیں۔ نہیں۔ خدا اور اسلام ایسی باتوں (کے سننے) سے مجھے منع کرتے ہیں۔ میں نہ سنوں گا۔ رحمتہ ص ۲ للاہور

اگر پیغمبر برحق سلام اللہ علیہ وآلہ اپنے روحانی اقتدار و اختیار سے کام نہ لیتا تو فضالہ آپکا کام تمام کر چکا تھا۔ اسی ایک مثال سے نو مسلمین مکہ کے قبول اسلام اور خلوص ایمان کی حقیقت اور اہمیت کا اندازہ کر لینا چاہیئے۔ جو کثیر تعداد میں لشکر اسلام کے ہمراہ ہو کر جنگ حنین کے موقع پر رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور بہتوں کو اپنے ساتھ لیتے گئے تھے۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

جنگ حنین

۸ شوال سنہ ۸ھ۔ مطابق جنوری و فروری سنہ ۶۳۰ء

یَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ

حنین کے دن (کو یاد کرو) جب تم (اپنی) کثرت پر نازاں تھے۔ سورہ توبہ

مکہ معظمہ کی کامل فتح اور قریش کی پوری شکست نے عرب میں سالہا سال کا کفر و اسلام کا لگا ہوا قضیہ تمام کر دیا تھا اور جبروت قدرت نے اَلنَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا آدمی فوج فوج بنکر خدا کے دین میں داخل ہو گئے ہیں کا منظر دنیا کی عبرت بین نگاہوں کے سامنے پیش کر دیا تھا لیکن اصول فطرت کے موافق انتہائی انجلاء و صفا کے بعد بھی اطراف مکہ کی فضا میں ظلمت و کدورت کا اثر ابتک باقی تھا۔ اس بنا پر یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اگرچہ مکہ میں گھر گھر اسلام کی روشنی پہونچگئی تھی اور نور ایمان کی شعاعیں بلند ہو کر امرائت و

اکناف مین نور افشانی کر رہی تھین لیکن تاہم بعض بعض قبائل مین سیہ بختی اور تیرہ اعمالی کی سیاہی ابھی تک باقی تھی بلکہ ویسی ہی گہری تھی۔

ہوازن کی تیاریان طائف اور مکہ کے درمیان جو وادی واقع ہے اُسے حنین کہتے ہین۔ او طاس بھی اسی کا نام ہے معجم البلدان کی تحقیق مین حنین عرب کے مشہور اور قدیم بازار ذوالمجاز سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور عرفات سے بھی اسکی مسافت اتنی ہی تبلائی جاتی ہے۔ اس وادی مین قدیم الایام سے قبیلہ ہوازن کی مختلف شاخین اور کثیر التعداد قومین آباد تھین۔ ہوازن عرب کی بڑی قدیم اور عظیم قوم تھی۔ جس مین بیشمار قبائل اور عشائر اور اُن کے حلیف و شریک شامل تھے۔ کفر و اسلام کے معرکون مین اگرچہ ہوازن کا قبیلہ قریش کا ہمدرد نہ رہا۔ لیکن وہ اپنی خود غرضی کی بنا پر حقیقتاً کفر و اسلام کے تصفیہ کا منتظر تھا۔ اسلام کی ترقی اور اُسکے روز افزون عظمت و اقتدار سے وہ مرعوب نہین ہوا تھا۔ اور قریش کی متواتر شکستون کے بعد بھی مکہ اور حوالیٔ مکہ کے نظم کا قریش کے ہاتھون مین باقی رہجانا۔ اُنکو اپنی قومی حکومت قریش کی بقا کا خیال موہوم دلا رہا تھا۔ یہی حالت تھی کہ یکایک امید کے خلاف حسرت و تمنا کے برعکس۔ بے جنگ و جدال۔ بے خون و قتال مکہ فتح ہوگیا۔ تو اب ہوازن کی تقدیر مین سوائے محرومی و ناکامی کے اور کیا رکھا تھا

ہوازن اور ثقیف کا اتحاد اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اس قوم مین بیشمار لوگ تھے۔ اُنکا ایک ایک قبیلہ اور عشیرہ بجائے خود ایک فوج تھا۔ وہ فطرتاً ایک جنگجو قوم تھی۔ اور فنون حرب و ضرب مین بڑی کامل قوم کہلاتی تھی، ان تمام اوصاف و کمال شجاعت و دلیری کے ساتھ وہ لوگ حد درجہ کے مغرور اور سرکش بھی تھے۔ اور ایسے کہ اپنے آگے آجتک وہ کسی کو کوئی شے سمجھتے تھے اور نہ سمجھنا چاہتے تھے۔ اسی بنا پر۔ باوجودیکہ تمام عمائد و اکابر قریش اور اُنکی حلیف اور شریک قومون نے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کے آگے اطاعت گزاری کی گردنین جھکادین اور متابعت کے سر نیوڑا دئے لیکن ان سرکشون کی مغرورانہ اکڑ مین خم نہ آیا۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے فسخ ہوجانے کے بعد ان لوگون مین مخالفت اسلام کی آگ پھر از سر نو مشتعل ہوگئی تھی اور یہ لوگ قریش کو مقابلہ اسلام کیلیے اب بالکل ضعیف اور ناقابل سمجھکر خود آہستہ آہستہ اور مخفی طور پر اسلام سے مقابلہ کی تیاری کر رہے تھے۔ اپنے اور اپنے ہمسایہ قبائل مین مختلف ذرائع و وسائل سے اسلام کے خلاف سخت سوزش پھیلا رہے تھے۔ اور اپنی ان خفیہ سازشون مین کامیاب ہوکر اسلام پر ایک مجموعی اور سخت ترین حملہ کا پورا انتظام کر چکے تھے۔ فتح مکہ کے بعد یہ اتنا بیتاب ہوگئے کہ اپنی خفیہ ترکیبون کو زیادہ مخفی نہ رکھ سکے

اور اپنے قرارداد حملہ کا سامان و اعلان کرنے لگے۔

عجلت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ خودغرض اور مغرور لوگ سمجھتے تھے کہ اسلام۔ قبل اسکے کہ مفتوحین کی اُن اراضیات۔ باغات و مکانات پر قبضہ کرین۔ ہم اسلام سے مقابلہ کرکے اُنکو پسپا کردین اور اُن کی جائداد پر قبضہ کرلین۔ یہ معلوم ہے کہ عمائد و اکابر قریش کی۔ طائف مین بڑی بڑی مملوکات و مقبوضات تھین ہوازن کی تنگ ظرفی اور سبک چشمی نے خباثت نفسی سے اسلام کی نسبت اُنکے قلوب مین یہ اوہام و وساوس پیدا کردئیے تھے۔ حقیقتاً وہ اسلام کی فیاضی۔ عالی ہمتی اور دریادلی مکہ والون کے ساتھ دیکھ چکے اور سن چکے تھے جب اہل اسلام نے مکہ کی اپنی جائداد و مکانات اور باغات وغیرہ غاصبین قریش سے واپس نہ لیے بلکہ اُنکو معاف کردیئے تو اُنکی طائف کی جائداد ملکیت پر کیا نظر خراب کرتے۔

ہوازن عجیب حرفت کی فطرت رکھتے تھے۔ اُنھون نے خواہ مخواہ اپنے دل مین یہ واہمہ بھی پیدا کرلیا تھا کہ مکہ کے بعد اسلام ہم پر حملہ کریگا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جمعیت اسلام مین کسی فرد واحد کو بھی اسکا خیال نہین تھا۔ ہوازن نے اپنے ہمسایہ قبائل و عشائر مین اسلام کے خلاف پرجوشی پیدا کرنے کے لیے یہ بات صرف اپنے دل سے گڑھ لی تھی حقیقت کچھ بھی نہین تھی۔

مالک ابن عوف کی امارت

جب یہ تمام انتظام درست کرچکے تو اسلام کے حملہ موہومہ کا بھی انتظار نکرسکے اور اپنی غیر متحمل پرجوشیون مین بیتاب ہوکر لشکر اسلام پر حملہ کرنیکے لیے گھرون سے نکل پڑے۔ باہم دو بڑے کثیر التعداد قبیلے اور مشہور و معروف گروہ۔ ہوازن اور بنی ثقیف متحد ہوگئے۔ اور انھین سے ہر ایک کے ساتھ اُنکے ماتحتی اور ہم معاہدہ قبائل و عشائر بھی داخل ہوگئے۔ امیر فوج کا انتخاب پیش ہوا۔ ہوازن نے اپنے سردار مالک ابن عوف کو اور ثقیف نے اپنے رئیس قبیلہ کنانہ بن عبد یالیل کو منتخب کیا۔ گفتگو کے بعد ایک ہی امیر کے مقرر کئے جانے کی تجویز پر اتفاق ہوا۔ ثقیف نے بڑے ایثار کے ساتھ ہوازن کے رئیس مالک ابن عوف کی تنہا امارت کو تسلیم کرلیا۔ اور مالک بن عوف دونون لشکرون کا امیر و سردار بنگیا۔ مالک ابن عوف نے مستعدی اور دلیری سے لشکرکشی کا انتظام کیا۔ عموماً لوگ اہل و عیال کو گھر مین چھوڑ کر اور گھر کے ایک آدمی کو اُنکا محافظ بناکر لشکر مین داخل ہوئے تھے۔ مالک ابن عوف نے اپنی امارت مین یہ نوعیت کی کہ اس قدیم دستور کو یہ بتلاکر توڑ دیا کہ اگر اہل و عیال ساتھ رہینگے تو اُنکی اسیری۔ غارت اور بے آبروئی کا خیال کرکے تمام لوگ بڑی جگرداری اور کامل پاداری کے ساتھ لڑینگے۔ اور مرتے دم تک میدان جنگ سے پاؤن نہ ہٹائین گے۔

بندے ہزار انتظام کرین - لاکھ اہتمام کرین - قدرت اپنا کام کرلیتی ہے - سامان جنگ انتظام حملہ و مقابلہ تو مہینون کیا برسون سے ہو رہا تھا - کثرت کے لحاظ سے عرب کیا اُنھون نے گویا دنیا کی دنیا اپنی طرف سمیٹ لی تھی - لیکن اتفاق سے ہمسایہ کے دو بڑے قبیلے - بنی کعب اور بنی کلاب کو دعوت نہین دی تھی اور وہ بالکل چھوٹ گئے تھے - چنانچہ وہ آخر وقت تک غیر جانبدار بنے رہے -

درید اور معائنہ فوج

درید بن الصمّہ قبیلہ ہوازن کا ایک بڑا کہن مشق - تجربہ کار اور نبرد آزما سردار اور شاعر تھا - کبر السنی کی وجہ سے بالکل بیکار - مجبور اور صاحب فراش ہو رہا تھا - مالک ابن عوف - میدان جنگ مین ترتیب لشکر کے بعد صرف اپنی خوش نظمی کی داد لینے کی غرض خاص سے اُسکو فوج کے معائنہ کے لیے ایک چارپائی پر اُٹھا لایا بصارت اُسکی زائل ہو چکی تھی - اُسنے پوچھا یہ کون مقام ہے؟ جسکو تمنے مخالف سے مقابلہ کیلیے تجویز کیا ہے بتلایا گیا اوطاس (حنین) ہے - درید بولا مقام تو مناسب ہے - زمین بھی صف آرائی کے لیے موزون ہے نہ اتنی سخت کہ پاؤن مین کانٹون سی چبھے اور نہ اسقدر ملائم کہ کھڑے ہون تو پاؤن دھنسے - اسی اثنا مین بچون کے رونے کے آوازین اُسکے کانون مین آئین - تو اُس نے متعجب ہوکر ہوکر پوچھا کہ بچہ کو کون ساتھ لایا ہے کہا گیا کہ اہل وعیال بھی اس جنگ مین اس خیال سے ساتھ لائے گئے ہین کہ لوگ تنہائی - غیرت - جگرداری اور پاداری کے ساتھ لڑین اور میدان سے نہ ہٹین - یہ سنکر درید بے ساختہ ہنس پڑا اور کہنے لگا! سنو اجب پاؤن اُکھڑے اور دل ہٹے - تو کوئی نہین جا سکتا - معرکہ کارزار مین اگر کچھ کام آتی ہے تو اکیلے تلوار باقی سب بیکار - یاد رکھو - تمھاری قسمت کی محرومی نے تمکو اگر شاہد مدعا کی رونمائی نہین کی اور تم نے مونھ کی کھائی تو پھر یہ عورتین تمھاری گردنون مین ذلت و رسوائی کا طوق بنجائین گی -

اسکے بعد اس کہن سال اور تجربہ کار عرب کے سپہ سالار نے دریافت کیا کہ بنی کعب اور بنی کلاب کے لوگ اس جمعیت مین شریک نہین ہین - جواب دیا گیا - نہین - اُس نے کہا تعجب ہے کہ یہ معرکہ قومی امتیاز و اعزاز کا تو معیار قرار دیا جاوے اور قوم کے دو بڑے بڑے مشہور و معروف قبائل اسکی شرکت سے کنارہ کش اور دست بردار رہین - غالباً وہ اُسکو معرکہ امتیاز نہین سمجھتے - پھر درید نے مالک ابن عوف کو صلاح دی کہ کھلے میدان مین صف آرائی سے بہتر ہے اڑ پکڑ کر فوجون کی صفین درست کی جائین - یہ ترکیب زیادہ محفوظ ہے - لیکن مالک کی جوان سالہ ناتجربہ کاری کی پُر جوشی اور جرأت بیجا نے درید کی اس مفید صلاح پر اُسکو عمل پیرا نہونے دیا - اور طبری کے الفاظ مین مالک نے یہ کہکر کہ کبرت

دکیو علامات تم بوڑھے ہوگئے اور تمھارا علم و تجربہ بھی بوڑھا ہوگیا - ورید کی بات کو ٹال دیا - طبری طبع یورپ ص ۱۶۵۰

مکہ سے فوج اسلام کی روانگی

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ معظمہ سے روانگی کا قصد فرمارہے تھے کہ ہوازن کے حملات کی خبرین آنے لگین - صحابہ مین بعض کے نزدیک یہ خبرین قابل اعتبار تھین بعض کے نزدیک نہین شبلی صاحب لکھتے ہین -

آپ نے تصدیق کے لیے عبداللہ ابن حدرد کو بھیجا اور وہ جاسوس بنکر حنین مین آئے اور کئی دن تک فوج مین رہکر تمام حالات تحقیق کیے - ص ۳۹۰

بس شبلی صاحب اتنا ہی لکھکر رہ گئے - یہ کچھ نہ لکھا کہ انکی تحقیق اور حالات چشم دید پر بھی اعتبار کیا گیا یا نہین آپکے اس اختصار و اقتصار واقعات کی وجہ یہان بھی وہی پائی جاتی ہے جو ایسے ایسے تمام مقامات پر آپکو بار بار لاحق ہوتی آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان واقعات مین حضرت عمر کی مخالفت ملے - عبداللہ کے مشاہدات کے غلط ہونے پر انکا اصرار - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بالآخر جناب موصوف کو اس امر پر سرزنش کرنا ثابت ہوتا ہے - دیکھیئے وہی طبری جس سے ابھی ابھی آپ اپنے آغاز حالات کے واقعات اوپر نقل کرچکے ہین - ان واقعات کو ذیل کے الفاظ تفصیل مین لکھتے ہین -

ثم اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فاخبرہ	ابن حدرد نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین آکر تمام حالات کی خبر کی تو
الخبر فدعا رسول اللہ صلعم عمر بن الخطاب فاخبرہ	آپ نے حضرت عمر بن خطاب کو بلوایا اور انکو ان حالات سے مطلع کیا -
خبر ابن ابی حدرد فقال عمر کذب فقال ابن	حضرت عمر نے کہا یہ سب جھوٹ ہے - ابن حدرد نے کہا تم کیا مجھے
حدرد ان تکذبنی فطالما کذبت بالحق یا عمر	جھوٹا بناتے ہو تم تو ایک مدت تک حق (نبوت) کو جھوٹ کہتے رہے
فقال عمر الا تسمع یا رسول اللہ صلعم الی ما یقول	حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم آپ سنتے ہین ابن ابی حدرد نے
ابن ابی حدرد فقال رسول صلعم قد کنت	کیا کہا - آپ نے رفع تکرار کے لیے ارشاد فرمایا - اگر تم گمراہ تھے -
ضالاً فھداک اللہ یا عمر ص ۱۶۵۸	تو اے عمر - خدا نے تمھاری ہدایت فرمادی -

ابن ہشام نے ابن حدرد کے یہ الفاظ لکھے ہین -

ان تکذبنی فربما کذبت بالحق یا عمر فقد کذبت	تم مجھے ویسا ہی جھٹلاتے ہو جیسا ایک دن حق کو جھٹلاتے تھے اے عمر -
من ھو خیر منی ص جلد سوم مصر	اور اسکو جھٹلاتے تھے جو مجھسے کہین بہتر تھا -

صفوان سے سامان جنگ کے لیے قرض لیا گیا

بہرحال جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور تمام اہل اسلام نے عبداللہ بن حدرد کی خبر کو معتبر سمجھا - بالآخر حضرت عمر کو بھی ماننا پڑا آنحضرت صلعم نے بھی مجبور ہوکر ہوازن کے

ان پیشقدمانہ حملات کی مدافعت کے سامان کیئے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ فتح مکہ سے کوئی بڑی دولت یا رقم کثیر تو ہاتھ آئی نہین تھی۔ مدینہ سے جو کچھ سامان نقد وجنس ہمراہ آیا تھا وہ سب کا سب صرف ہوچکا تھا۔ اب خلاف امید فوج کشی کا اتنا صرف کثیر پیش آگیا تو آنحضرت صلعم نے بالآخر مجبور ہوکر صفوان بن امیہ سے بقولے تیس ہزار [۳۰۰۰۰] (امام حنبل) اور بقولے دس ہزار [۱۰۰۰۰] (بخاری اور اصابہ ابن حجر) نقد اور سو عدد زرہین سامان جنگ بطور مستعار مانگ بھیجے۔ صفوان بن امیہ اگرچہ اسوقت تک اسلام نہین لائے تھے۔ لیکن فطرتاً فیاض اور مہمان نواز تھے۔ اونھون نے پہلے آپ سے دریافت کرایا کہ یہ مطالبہ تحکمانہ کیا جاتا ہے یا دوستانہ آپ نے کہلا بھیجا کہ تحکمانہ نہین ہے بلکہ قرض لیا جاتا ہے۔ پھر رقم قرض واپس دیجائیگی۔ اور اسلحہ جنگ بھی پھیر دیئے جائینگے۔ صفوان نے نقد روپیہ بھی اور اسلحہ بھی آپ کی خدمت مین بھجوا دیے۔ طبری صفحہ ۱۶۵۹ ابن ہشام ص[illegible] جلد ۳

سلمانون کا ناز بیجا آنحضرت صلعم لشکر مرتب کرکے مکہ معظمہ سے حنین کیطرف روانہ ہوئے۔ دس ہزار [۱۰۰۰۰] مسلمانون کی فوج ہمراہ تھی۔ تمام سامانون سے مرتب اور آراستہ ہوکر جب لشکر اسلام مکہ سے حنین کیطرف بڑھا۔ تو مسلمانون کو اپنی کثرت جمعیت اور شان وشوکت پر بیساختہ ناز آیا۔ شبلی صاحب اس موقع پر لکھتے ہین

شوال سنہ ۸ھ مطابق جنوری وفروری سنہ ۶۳۰ع کو اسلامی فوجین جنکی تعداد بارہ ہزار تھی اس سروسامان سے حنین کی طرف بڑھین کہ صحابہ کی زبان سے بے اختیار یہ لفظ نکل گیا کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ لیکن بارگاہ ایزدی مین یہ نازش پسند نہ تھی

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ	جب تم اپنی کثرت پر نازان تھے۔ لیکن وہ کچھ کام نہ آئی اور زمین
شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ	باوجود وسعت کے تم پر تنگی کرنے لگی پھر تم اپنی پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے
وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ	پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مسلمانون پر تسلی نازل کی اور ایسی
رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا	فوجین بھیجین جو تم نے نہین دیکھین اور کافرون کو عذاب دیا اور
وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ	کافرون کی یہی سزا تھی۔

شبلی صاحب یہان بھی آپ نے اس آیہ کی شان نزول مین تمام صحابہ کو سمیٹ لیا۔ آپ کیا کیجیے۔ عادت اور ضرورت آپ کو سخت مجبور کردیتی ہے۔ اگر آپ ان دونو سے علیحدہ ہوجاتے۔ تو جو حضرات اس آیہ کے نزول کے باعث ہوئے ہین وہ آپ کو نظر آجاتے۔ لیکن عمداً آپ نے اسکے اظہار سے احتیاط کی اور قلم روک لیا۔ اور اسکو تفصیل کے الزام کے لیے چھوڑ دیا۔ بہتر۔ روضۃ الاحباب مین

محدث شیرازی اسکی تفصیل اس عبارت مین لکھتے ہین

مروی است از ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد از وقوف بر عدد لشکر دشمن و کثرت اسلام گفت با پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امروز ما از جہت قلت مغلوب نخواہیم گشت و در روایتے آنکہ ابوبکر صدیق این مقالہ را باسلمہ بن سلامہ وقش گفت و در روایتے آنکہ قائل این سخن سلمہ بود ص ۴۴۴	روایت مین آیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دشمن کے لشکر کی صحیح تعداد معلوم کرکے اور فوج اسلام کی موجودہ کثرت ملاحظہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ آج تو ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہین ہونگے۔ اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے یہ کلمہ سلمہ بن سلامہ بن وقش سے کہا تھا اور ایک روایت مین ہے کہ اس کلمہ کا کہنے والا سلمہ تھا۔

بہرحال دو نو روایتون کے اعتبار سے اس قول کے قائل حضرت ابوبکر ثابت ہوتے ہین۔ اس بنا پر اس آیہ کریمہ کے نزول کا باعث بھی یہی آپ کا قول ہوا۔ جیسا کہ باتفاق جمہور مشہور ہے

ناز بیجا کی دوسری مثال اس سے آگے چلیئے ؎ ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا ؛ آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا

فوج اسلام حنین کیطرف روانہ ہوئی۔ صحیح ترمذی مین ہے۔

عن ابی واقد لما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم الی حنین مر بشجرۃ للمشرکین یقال لہا ذات انواط یعلقون علیہا اسلحتھم قالوا یا رسول اللہ اجعل لنا ذات انواط کما لھم ذات انواط فقال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سبحان اللہ ھذا کما قال قوم موسیٰ اجعل لنا الھا کما لھم الھۃ والذی نفسی بیدہ لترکبن سنن من کان قبلکم	ابو واقد سے روایت ہے کہ جب جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بجانب حنین روانہ ہوئے تو راہ مین اُس درخت کے پاس سے گذرے جسکو مشرکین ذات انواط کہتے تھے اور اُس پر اپنے ہتیار لٹکا دیتے تھے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے لیئے بھی ایسا ہی ایک ذات انواط بنا دیجئے جیسا کہ مشرکین کا ذات انواط ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سبحان اللہ یہ تو وہی بات ہے جو قوم موسیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ جیسے کافرون کے معبود ہین ویسے ہی ایک معبود ہمکو بھی بنا دیجئے قسم بخدا کہ تم بھی انھین کا طریقہ اختیار کروگے۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص ۷۰

ابن ہشام نے بھی اسواقعہ کو جلد سوم ص ۸ مطبوعہ مصر مین لکھا ہے۔ محدث شیرازی نے بھی روضۃ الاحباب ص ۹۴۴ مطبوعہ لکھنؤ مین ایسا ہی لکھا ہے۔ ترمذی اور ابن ہشام کی عبارتون سے تو کچھ معلوم نہین ہوتا مگر محدث شیرازی کی عبارت یہ ہے۔

چون حضرت این سخن گفت آنجماعت از گفتہ خویش پشیمان شدند و توبہ و استغفار نمودند۔	جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو لوگون نے شرما کر توبہ و استغفار کیا۔

لشکر اسلامی کے پہونچنے سے پہلے کفار کا لشکر میدان جنگ مین داخل ہوگیا۔ یہ اُنکے قریب رہنے کا خاص فائدہ تھا جو سوا ے اُنکے دوسرے کو مشکل سے حاصل ہو سکتا تھا۔ چنانچہ شبلی صاحب فوج اسلامی کی شکست کے اسباب مین تحریر کرتے ہین۔

"کفار نے معرکہ مین پہلے پہونچکر مناسب مقامات پر قبضہ کرلیا تھا۔ اور تیراندازون کے دستے پہاڑ کی کھائیون کھوون اور درون مین قریب قریب جابجا جما لیے تھے۔"

قریب قریب طبری اور ابن ہشام نے اور صاحب روضۃ الاحباب نے بھی کفار کے یہی انتظام لکھکر بتلائے ہین کفار کے مقابلہ مین لشکر اسلام میدان جنگ مین جب آیا تو یہ تمام مقامی فوائد و منافع ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ اسلیے فوج اسلامی نے میدان جنگ کی مقامی مناسبت اور موزونیت سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا۔ مجاہدان اسلامی نے اپنی شجاعت و دلیری کی پُرجوشی یا کثرت اعداد کی اُسی پُرجوشی مین۔ جسے وہ مکہ سے ساتھ لائے تھے۔ ان فوائد و منافع مقامی کی کوئی پروا نہین کی۔ کچھ رات رہے سے تمام دستہائے فوج اپنے اپنے مقامات سے نکلکر میدان جنگ مین آراستہ ہوگئے۔ صف آرائی کی انتظامی ترتیب اور اُسکی تفصیل یہ ہے۔

مہاجرین کی فوج مین۔ تین مختلف حصے کیے گئے۔ ایک دستہ فوج کے علمدار حضرت عمر بن الخطاب (شاید جبیر بن علمداری سے مخدوی کی تالیف ہو) دوسرے کے حضرت علی ابن ابیطالب اور تیسرے دستہ کے سعد بن ابی وقاص مقرر ہوے۔ اسیطرح قبائل انصار مین۔ قبیلہ اوس کے علمدار اسید بن حضیر بنائے گئے اور قبیلہ خزرج کے سعد بن عبادہ۔

جانبین کی فوجین مرتب ہوچکین تو کفار نے آغاز جنگ مین سبقت کی۔ شبلی صاحب جانبین کی حرب و ضرب اور طرفین کی کارزار کی حسب ذیل تفصیل فرماتے ہین۔

جانبین کا مقابلہ اور فوج اسلامی کی گریز

فتح کے بجائے دہلہ اول مین مطلع صاف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو رفقائے خاص مین سے کوئی بھی پہلو مین نہین تھا حضرت ابو قتادہ جو شریک جنگ تھے۔ اُنکا بیان ہے کہ جب لوگ بھاگ نکلے تو مین نے ایک کافر کو دیکھا کہ ایک مسلمان کے سینے پر سوار ہے۔ مین نے عقب سے اُسکے شانہ پر تلوار ماری جو زرہ کو کاٹتی ہوئی اندر اُتر گئی۔ اس نے مڑ کر مجکو ایسا دبوچا کہ میری جان پر بن گئی۔ لیکن پھر وہ ٹھنڈا ہوکر گر پڑا۔ اس اثنا مین۔ مین نے حضرت عمر کو دیکھا۔ مین نے پوچھا کہ مسلمانون کا کیا حال ہے بولے کہ قضائے الٰہی یہی تھی۔ شکست کے مختلف اسباب تھے۔ مقدمۃ الجیش مین جو حضرت خالد کی افسری مین تھا۔

زیادہ تر فتح مکہ مین جدید الاسلام نوجوان تھے وہ جوانی کے غرور مین اسلحہ جنگ بھی پہن کر نہین آئے تھے۔
فوج مین دو ہزار طلقاء بھی تھے یعنے وہ لوگ جو ابتک اسلام نہین لائے تھے۔ ہوازن قدر اندازی مین اپنا جواب نہین
رکھتے تھے۔ میدان جنگ مین انکا ایک تیر بھی خالی نہین جاتا تھا۔ کفار نے معرکہ گاہ مین پہونچکر مناسب مقامات
پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور تیر اندازون کے دستے پہاڑ کی گھاٹیون، کھوؤن اور دڑون مین جا بجا چھپے بیٹھے تھے۔ فوج
اسلام نے صبح کے وقت جبکہ خوب اجالا بھی نہین ہوا تھا، حملہ کیا۔ میدان جنگ اسقدر نشیب مین تھا کہ پاؤن
جم نہین سکتے تھے۔ حملہ آورون کا بڑھنا تھا کہ سات ہزارون توپین ٹوٹ پڑین۔ ادھر کمینگاہون سے
قدر اندازون کے دستے نکل پڑے اور تیرون کا مینہ برسا دیا۔ مقدمۃ الجیش ابتری سے ساتھ بے قابو ہو کر پیچھے ہٹا
اور پھر تمام فوج کے پاؤن اُکھڑ گئے۔ صحیح بخاری مین ہے فادبروا حتی بقی وحدہ سب لوگ نکل گئے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکیلے رہ گئے۔ تیرون کا مینہ برس رہا تھا۔ بارہ ہزار فوجین ہوا ہو گئین تھین۔
لیکن ایک پیکر مقدس پا برجا تھا۔ جو تنہا ایک فوج۔ ایک ملک ایک اقلیم۔ ایک عالم بلکہ مجموعہ کائنات تھا۔
آنحضرت صلعم نے داہنی جانب دیکھا اور پکارا یا معشر الانصار آواز کے ساتھ صدا آئی ہم حاضر ہین۔ آپنے
بائین جانب مڑکر پکارا۔ اب بھی وہی آواز آئی۔ آپ سواری سے اتر پڑے اور جلال نبوت کے لہجہ مین فرمایا۔
مین خدا کا بندہ ہون اور اُسکا پیغمبر ہون بخاری کی دوسری روایت مین ہے کہ یہ رجز آپکی زبان پر تھا۔
انا النبی لاکذب مین پیغمبر خدا ہون یہ جھوٹ نہین ہے انا ابن عبد المطلب مین عبد المطلب کا بیٹا ہون۔
حضرت عباس ابن عبد المطلب بلند آواز تھے۔ آپ نے اُنکو حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دو۔ اُنھون نے
نعرہ مارا یا معشر الانصار اے گروہ انصار یا اصحاب الشجرۃ اے اصحاب شجرہ (بیعت رضوان والے) اس اثر آواز کا
کانون مین پڑنا تھا کہ تمام فوج دفعتاً پلٹ پڑی۔ جن لوگون کے گھوڑے کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے نہ مڑ سکے
اُنھون نے زرہین پھینکدین اور گھوڑون پر سے کود پڑے۔ دفعتاً لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ کفار بھاگ نکلے۔
اور جو رہ گئے اُنکے ہاتھون مین ہتکڑیان تھین۔ بنو مالک ثقیف کی ایک شاخ تھی، جمکر لڑے۔ لیکن اُنکے
ستر آدمی مارے گئے۔ اور جب اُنکا علمدار عثمان بن عبد اللہ بھی مارا گیا تو وہ بھی ثابت قدم نہ رہ سکے۔ سیرۃ النبی
جلد اول ص ۳۶۲

شبلی صاحب کے استخفاف حالات اور اُنکے انکشافات۔
شبلی صاحب کی معرکہ آرا قلم آرائیون کا یہی تو میدان ہے۔ صحابہ کرام کا حفظ مراتب۔
تقلید اسلاف کے حسن عقیدت کی حفاظت۔ مخالفین اسلام کے اعتراض کا خوف۔
مدعائے اصلی کا اثبات اور سب سے آخر مین اسلام کی بقائے شوکت و اجلال کے خیال بھی آپکے ساتھ ساتھ ہین

استنے خیالون مین اُلجھا ہوا مولف کہانتک تاریخی نقل و استنباط و اقعات و حالات مین خود غرضی و جانبداری سے محفوظ رہکر حقیقت گذاری کا حق ادا کر سکتا ہے۔

اول تو آپنے یہ لکھکر کہ ''حلہ اول مین مطلع صاف تھا'' یہ بتلایا ہے کہ گویا کفار کے آتے ہی تمام مسلمان بغیر ہاتھ پاؤن ہلائے بلا استثنائے احدے ایک ایک کرکے سب بھاگ گئے اور ایسے کہ بقول آپکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نظر اُٹھاکر دیکھا تو رفقائے خاص مین سے کوئی بھی پہلو مین نہین تھا پھر اسی عبارت کے حاشیہ نمبر۳ مین لکھتے ہین ''کہ بعض روایتون مین چند اصحاب کا ثابت قدم رہنا بھی مذکور ہے۔ ان دونون روایتون کی تطبیق یہ ہے کہ یہ دو مختلف وقتون کے حالات ہین۔ راوی نے اپنا مشاہدہ لکھا ہے۔ تفصیل آگے آئے گی۔'' سیرۃ النبیؐ جلد اول

تو اب سوال یہ ہے کہ آپکے ان دو مختلف اور متضاد بیانات مین آپکی کتاب کے دیکھنے والے آپکے کس قول پر اعتبار کرین۔ آیا آپکے قول اول کے موافق وہ یہ سمجھین کہ پہلے ہی حملہ کفار مین بارہ ہزار کی جمعیت ایکبار بھاگ گئی جو کسقدر مہمل اور خلاف واقع ہے۔ یا یہ سمجھین کہ چند اصحاب ثابت قدم بھی رہگئے تھے۔ جو بالکل صحیح اور فی الواقع ہے۔

افسوس جو امر کہ حاشیہ مین تطبیق دیکر تحریر کیا گیا اگر آغاز ہی مین لکھ دیا گیا ہوتا تو یہ ابہام فی الکلام اور اختلاف عن الاعتراف آپکی تحریر مین کیون واقع ہوتا۔ مگر یہ نہین صحابہ کی حسن عقیدت درمیان تھی۔ جنکے حفظ امراتب کا سامان آپکی تعمیم والی ترکیب قدیم کے بغیر ناممکن تھا۔ اسلیے قلم آرائی کی شان مین ہیاختگی کیساتھ ایسی عبارت لکھدی جس سے معلوم ہو کہ سب کے سب رسول اللہ صلعم کو چھوڑکر بھاگ۔ پھر جب حاشیہ مین اسکے خلاف چند صحابہ کا ثابت قدم رہنا لکھا بھی تو اُن بزرگوارون کے نام نہین لکھے۔ یہ کتنا غیر متدین استخفاف واقعات کا طریقہ ہے جو آپکی شان مولفانہ کے سراسر خلاف ہے۔

اسلامی مجاہدین کی معرکہ آرائی کی کوئی تفصیل ہی نہین لکھی۔ اور کیسے لکھ سکتے تھے۔ جب لکھکر بتلا چکے تھے کہ وہلہ اول ہی مین مسلمان مقابل کا منھ دیکھتے ہی بھاگ نکلے شکست کے بعد گویا وہلہ اول کا حال ان الفاظ مین لکھکر بتلایا گیا ہے فوج اسلام نے صبح کیوقت جبکہ خوب اجالا بھی نہین ہوا تھا حملہ کیا۔ میدان جنگ اسقدر نشیب مین تھا کہ پاؤن جم نہ سکتے تھے۔ حملہ آورون کا بڑھنا تھا کہ ہزارون فوجین ٹوٹ پڑین اور کمینگاہون سے قدر اندازون کے دستے نکل آئے اور تیرون کا منھ برسا دیا۔ مقدمۃ الجیش ابتری کے ساتھ بیقاعدہ ہو کر پیچھے ہٹا پھر تمام فوج کے پاؤن اُکھڑ گئے۔

شبلی صاحب عبارت آرائی ختم کیجیے۔ صاف صاف یون لکھیے کہ مقدمۃ الجیش ہو یا مجموعۃ الجیش

کہ پہلے سب فوج سے خالد کا رسالہ بھاگا۔ لکھتے وقت۔ آگے پیچھے کا بھی خیال رکھا کیجئے۔ آپ جب بلا وجہ و سبب یہ لکھ چکے کہ حملہ اول میں مطلع صاف تھا۔ تو پھر اسباب شکست کی تفصیل کے بعد ان تصریحات کا قلمبند کرنا۔ مشتے بعد از جنگ،، کا لطف دیتا ہے۔ آپ نے حملہ اول کی صفائی کے لکھنے سے پہلے ان اسباب صفائی کو کیوں نہ لکھدیا کہ غریب سیدھے سادے مسلمان سمجھ لیتے کہ ہمارے بزرگوار مجاہدین اور جان نثاران اسلام ان دقتوں اور مجبوریوں کی وجہ سے فرار کر گئے۔

شبلی صاحب۔ تحریری قلم آرائیوں اور خالی لفاظیوں سے کام نہیں چلنے کا اور مطلب نہیں نکلنے کا۔ دنیا کی نگاہوں میں تحقیق کی روشنی بہت تیز ہوگئی ہے۔ ہر شخص کے سامنے کتابیں کھلی ہیں۔ آپ اپنی کتاب میں لکھیں تو کیا وہ آپ سے اچھی کتابوں میں حقیقت حال کا مطالعہ و مشاہدہ نہ کر لینگے۔ اول تو آپنے یہ لکھکر کہ فوج اسلامی نے صبح کیوقت جبکہ خوب اُجالا بھی نہیں ہوا تھا۔ حملہ کیا۔ یہ بتلایا ہے کہ جنگ میں سبقت اسلام کیطرف سے ہوئی۔ بالکل شعار اسلام کے خلاف ہے۔ جو سبقت فی القتال کو اپنی طرف سے قطعی حرام سمجھتا ہے مسلمان آپکی اس سبقت کو اسلام کی مدح تو نہیں بلکہ ہجو ملیح سمجھینگے۔ دیکھئے۔ یہ اگر ایسا ہی واقعہ ہے جیسا آپنے لکھا ہے تو آپ عیسائی معترضین کے اعتراض کے جواب کیلئے ابھی سے تیار ہو جایئے جو کہتے ہیں کہ حنین کی جنگ میں اسلام کا طریقہ جہاد مدافعانہ نہیں تھا بلکہ جارحانہ۔ حالانکہ تمام تاریخ و سیر کی اسلامی کتابیں یک زبان ہو کر کہتی ہیں۔

فواللہ ما راعنا ونحن منحطون الکتائب قد شدت علینا رحل واحد
راوی حدیث بیان کرتا ہے کہ ہماری حفاظت کیلئے کوئی بھی نہیں تھا اور ہم انکی کثرت میں چاروں طرف سے گھرے ہوئے تھے۔ اور ان لوگوں نے بڑی شدت سے اپنی متفقہ قوت کے ساتھ ہم پر حملہ کر دیا
طاوی ص۹۰ ۱۶

ابن ہشام۔ ابو الفدا۔ ابن وردی (خلاصہ ابو الفدا) اور محدث شیرازی بالاتفاق سبکا یہی بیان ہے اور شبلی صاحب نے دیکھے سنے خواہ مخواہ مسلمانوں کا پہلے حملہ کرنا لکھ رہے ہیں۔ کہئے آپکا صرف دو لفظوں والا جملہ کسقدر اختلاف انگیز اور فساد خیز ہے۔ حالانکہ آپ کا اس سے پہلے والا جملہ کہ۔ حملہ اول میں مطلع صاف تھا۔ بتلا رہا ہے کہ حملہ مخالفین ہی کی طرف سے شروع ہوا۔ تب تو مسلمان انکی برداشت نہ لا کر میدان جنگ کا مطلع صاف کر گئے۔ پھر معلوم یہاں شبلی صاحب کو کیا ہو گیا کہ لکھدیا مسلمانوں کی فوج نے علی الصباح حملہ کر دیا۔

آپ ان تمام متناقض اور متضاد بیانات کے بعد خالد بن ولید کی برات کی طرف جھکے ہیں۔ اور اپنی پوری قلم آرائیوں کی قوت و مہارت کے ساتھ آپنے انکے عیوب و نقائص کو اپنے الفاظ و عبارت میں چھپایا ہے اور ضعیف سے ضعیف اور کمزور سے کمزور جوابات میں انکی اور انکے ماتحتی دستہ فوج کی ہزیمت کی توجیہات

قائم کی ہین مثلاً۔ خالد کے ماتحتی دستہ مین مکہ کے مغرور نوجوان تھے وہ جوانی کے غرور مین اسلحے پہنکر نہین آئے تھے
شبلی صاحب۔ آپ کی یہ توجیہ اگر صحیح ہے تو بتلائیے کہ اُن کہن سال اور کہن مشق مجاہدین اسلام کو کیا ہوگیا تھا جو بخلاف ان نوجوانون کے اسلحات پہنے۔ ہتھیار لگائے کھڑے کے کھڑے رہگئے۔ اُنھون نے کیا بنالیا۔ آپ ان نوجوانون کو ہدف ملامت بنانا چاہتے ہین۔ پہلے تو آپ اُن جہان دیدہ بزرگوارون کے عجب و غرور کی خبر لین۔ جنھون نے مکہ سے نکلتے ہی اپنی کثرت فوج پر ناز کرنا شروع فرمادیا تھا۔

اب رہی آپ کی اخیر توجیہ کہ اسمین طلقا بھی تھے۔ شبلی صاحب۔ خیریت سے دو ہی ہزار طلقا تھے۔ دس ہزار تو وہی کاملِ عدول کے معیار پر کامل اُترے ہوے صحابہ تھے۔ اُنھون نے کیا بنالیا۔ اور کونسی خیر خواہانہ ہمت دکھائی۔ واقعیت اور اصلیت کے آگے بات بنانے اور معنی پہنانے سے کام نہین چلتا۔ آپ کو صاف صاف ماننا اور لکھنا پڑیگا اور نوعی آپ مان چکے اور لکھ بھی چکے ہین کہ معرکہ جنگ مین خالد کی ناواقفکاری اور منصب سپہ سالاری مین اُنکی ناتجربہ کاری۔ جنگ حنین مین اول بار ہزیمت کی باعث ہوئی حقیقت یہ ہے کہ بقول آپ کے یہ بھی ویسے ہی نوجوان مغرور تھے جیسے اُنکے ماتحتی مکہ کے جوانان بے شعور۔ نہ یہ اُنکو روک سکے اور نہ وہ ان سے رک سکے چلو قصہ ختم۔ آئی گئی اسلام کی باقیماندہ فوج پر اُنکے پاؤن اُکھڑتے ہی وہ قیامت خیز عالم رستخیز قائم ہوگیا کہ یہ اُنبوہ اپنی کمینگاہون سے غنیم کے دستون پر دستے فوجون پر فوجین پہاڑون کے ٹکڑون کیطرح ٹوٹنے لگین۔ تو اب کوئی لاکھ بہادر ہو۔ دلیر ہو۔ شیر دل ہو کیا کر سکتا ہے لیکن اسپر بھی آپکو معلوم ہے جو حقیقی بہادر تھے۔ اصلی دلیر تھے اور سچے شیر دل تھے۔ وہ پاؤن جمائے کھڑے رہگئے۔ جیسے ہمیشہ تھے ویسے آج سے کہ شرط عشق بود دل یکے و یار یکے
شبلی صاحب واقعہ نگاری کرتے ہین تو صاف صاف بے لوث لکھیئے۔ آخر آپ کے ایسے دوسرے لکھنے والون نے بھی تو لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ محدث شیرازی لکھتے ہین۔

وایشان (کفار) تیر اندازان جلد بودند بیکبار از کمینگاہ بیرون آمدند و حملہ کردند و تیر باران نمودند اول خیل خالد بن ولید فرار نمودند بواسطہ آنکہ اکثر سلاح نداشتند و جماعتے از کفار ہمراہ لشکر بودند و آنہا کہ قریب العہد بودند بجاہلیت از مسلمانان از عقب ایشان بگریختند آنگاہ بقیہ اصحاب بحکم الفرار مما لایطاق من سنن المرسلین[1] ہزیمت نمودند

کفار بڑے تیز دست تیر انداز تھے۔ ایکبار کمینگاہ سے نکل پڑے اور حملے شروع کردیئے اور تیرون کا مینھ برسانے لگے سب سے پہلے خالد بن ولید کا ماتحتی دستہ فوج بھاگ نکلا کیونکہ اسمین اکثرون کے پاس سلاح جنگ نہین تھا اسکے ساتھ کفار کی جماعت تھی وہ بھی اُنکے ساتھ بھاگ گئی۔ جب یہ سب بھاگ گئے تو اسوقت صحابہ بھی اس حکم کے مطابق کہ جب کوئی امکانی قدرت باقی نرہے تو بھاگ جانا رسولونکی سنت ہے۔ فرار کر گئے۔

[1] یہ حدیث معاذ اللہ ارشاد قرآن ہے۔ کیا تعجب کہ فراریان احد و حنین کی حمایت مین وضع کرلی گئی ہو۔ المؤلف

خالد کا فرحنین مین مسلمانون کی ہزیمت اول کا باعث تھا

تاریخ ابو الفدا مین ہے

فلما التقوا انکشف المسلمون لا یلوی احد علی احد

جب دونون فوجین باہم ملاقی اور مصروف بجنگ ہوئین تو مسلمانون کے پاؤن اکھڑ گئے اور ایسا بدحواس ہو کر بھاگے کہ کوئی کسیکا پرسان نہین تھا

اب بالاجمال کیفیت یہ ہوئی -

مالک ابن عوف لشکر کفار کے امیر نے حنین کے وادی مین پہونچکر یہ سونچا کہ فوج اسلامی سے کھلے میدان مین مقابلہ کرنا مفید نہوگا - ایسکے خلاف اگر مسلمانون پر مخفی طور سے دفعتاً حملہ کر دیا جاوے اور اپنی فوج سے جسکی تعداد بیس ہزار تک پہونچی ہوئی تھی انکا محاصرہ کر لیا جائے تو نہایت آسانی سے کامیابی کی امید کیجا سکتی ہے - اس خیال سے مالک ابن عوف نے اپنی تمام فوج کو حنین کی گھاٹیون - کھوون اور درّون مین چھپا دیا اور معدودے چند دستہائے فوج کیساتھ لشکر اسلام کی آمد آمد کا انتظار کرنے لگا حنین کی گھاٹیان ورے ایسے دشوار گذار اور ناہموار مقامات تھے جہان سے بیرونی اور غیر مقامی فوجون کا گذر دشوار تھا - مکہ سے حنین تک پہاڑون کا وہی لگاتار سلسلہ برابر چلا آتا ہے جو مغرب کیطرف پھیلتا ہوا ہزار میل سے زیادہ چلا گیا ہے - لشکر اسلام کا علے الصباح پہونچنا تھا کہ مشرکین کی جمعیت کثیر جو منتظر بیٹھی تھی اپنی اپنی کمینگاہون سے ایکبار نکل پڑی اور تیرون کا مینھ برسانے لگی - اہل اسلام کو قدم جمانا مشکل ہو گیا - دفعتاً وہ ایسی مہلک اور خوفناک بلاؤن مین گرفتار ہو گئے جسکی خبر اور امید انکو ذرا بھی نہین تھی - لشکر اسلام اسی اضطراب مین تھا کہ مشرکین نے اپنی قرارداد تجویز کے موافق چارون طرف سے لشکر اسلام کا محاصرہ کر لیا اور اب چارون طرف سے مسلمانون پر تیر باری شروع کر دی - فوج اسلام مین تمام غیر اطمینانی اور پریشانی پھیل گئی - انکے استقلال مین فرق آ گیا - قیامت یہ ہوئی کہ خالد ابن ولید کا ماتحتی دستہ مقدمۃ الجیش بنا ہوا حسب قاعدہ سب سے آگے تھا - سب سے پہلے خالد ہی کا دستہ فوج انکے اختیار مین نرہا اور فرار پر تیار ہو گیا - انکی کچھ بھی نچلی اور وہ بھاگ نکلے اور انھین کے ساتھ یہ بھی جان بچا کر نکل گئے - خالد کے ساتھ بنی سلیم کے لوگ تھے - وہ سردار - فوج کو گریزان دیکھکر کب ٹھہرنے والے تھے - وہ بھی چلدئیے انکے بعد مکہ کے نومسلمین کی بھرتی تھی - انکو بھاگنے مین کیا دشواری تھی - میدان سے نکلے اور گھر پہونچے -

بالآخر یہ نوبت پہونچی کہ تمام اہل اسلام - عام اس سے کہ مہاجر ہون یا انصار - فرار ہو گئے - بروایتے دس اور بروائتے کل چار خالص الایمان اور کامل الاسلام بزرگوار آنحضرت صلعم کے ساتھ رہگئے

(ملخص از طبری - ہشام - ابو الفدا - تاریخ الانبیا وغیرہم)

رفاقت رسول مین ثابت قدم رہنے والے حضرات

ثابت قدم رہنے والے حضرات کی تعداد مین بھی اختلاف ہے اور انکے نامون مین بھی طبری مین ہے -

انه قد بقی مع رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم نفر من المهاجرین والانصار و اهلبیته و ممن ثبت معه من المهاجرین ابوبکر و عمر و من اهلبیته علی ابن ابی طالب والعباس بن عبد المطلب وابنه الفضل و ابوسفیان بن الحارث و ربیعه بن الحارث و ایمن بن عبید و هو ایمن بن ام ایمن و اسامه بن زید بن حارثه	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چند مہاجر و انصار اور چند آپ کے اہلبیت باقی رہ گئے۔ مہاجرین مین جنکا رہنا ثابت ہے وہ ابوبکر اور عمر ہین۔ اور اہلبیت مین علی ابن ابیطالب عباس بن عبدالمطلب اور اُنکے بیٹے فضل اور ابوسفیان بن حارث اور ربیعہ بن حارث اور ایمن بن ام ایمن اور اسامہ بن زید بن حارثہ۔ ایمن کا نام عبید تھا اور یہ ایمن ام ایمن کے بیٹے تھے۔ طبری مطبوعہ جرمن ص ۱۶۶۱

ابن ہشام نے بھی یہی نام لکھکر بتلائے ہین۔ ان دونون تاریخون کی روایت اوسی قول کے مطابق ہے۔ یعنی دس آدمیون کا باقی رہجانا بیان کیا گیا ہے مگر اسکے تسلیم کرنے مین بہت بڑی مشکل یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عمر کا نام اس سے نکل جاتا ہے کیونکہ اسمین صاف صاف لکھا ہے۔

عن ابی قتادہ قال انهزم المسلمون وانهزمت معهم فاذا العمر بن الخطاب فی الناس فقلت له ما شان الناس قال امر الله	ابو قتادہ سے مروی ہے کہ بروز حنین مسلمان لپسپا ہوکر بھاگے تو مین بھی اُنھین کے ساتھ تھا۔ ناگہان کیا دیکھتا ہون کہ مفرورین مین حضرت عمر ابن الخطاب بھی ہین۔ مین نے ان سے غرض کی کیا حال ہوا مسلمانونکا کہ بھاگ کھڑے ہوئے، اُنھون نے کہا خدا کی مشیت
بحوالہ تاریخ احمدی ص ۲۰	

شبلی صاحب خود ابو قتادہ کی اس روایت کو اوپر لکھ چکے ہین۔ اسلیے حضرت عمر کی نسبت طبری اور ابن ہشام کا بیان بالکل غلط ٹھہرتا ہے اور شبلی صاحب کے مقرر کردہ اصول کے موافق مرویات صحاح عموماً اور روایات صحیح بخاری کے سامنے خصوصاً۔ تاریخ و سیرت کی روایتین بالکل فروتر ہین اور ہرگز قابل اعتبار نہین ہوسکتین

> رسول اللہ صلعم کے ساتھ کل چار شخص رہ گئے

شبلی صاحب۔ حضرت عمر کیا! تحقیق سے تو معلوم ہوتا ہے۔ سوا اسے چار پانچ بزرگوارون کے۔ بقول آپ کے مطلع کا مطلع صاف تھا کنز العمال مین مرقوم ہے۔

اخرج ابن عساکر عن حسین ابن علی قال کان فمن ثبت مع رسول الله صلعم یوم حنین العباس و علی ابن ابیطالب و ابوسفیان حارث و عقیل ابن ابی طالب و عبد الله بن زبیر و زبیر	ابن عساکر نے حسین ابن علی علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا بروز حنین جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اُن مین سے حضرت عباس۔ علی ابن ابیطالب ابوسفیان بن حارث۔ عقیل ابن ابیطالب۔ عبداللہ ابن زبیر

ابن العوام و اسامہ بن زید بن حارثہ

زبیر ابن عوام اور اسامہ بن زید بن حارثہ تھے۔

اس روایت سے ثابت قدم رہجانے والے حضرات بجاے دس کے سات معلوم ہوتے ہین۔ لیکن سیرۃ الحلبیہ کی روایت نے ان سات بزرگوارون کی بھی تخصیص کردی ہے۔ وہ یہ ہے۔

لما فر الناس یوم حنین عن النبی صلعم لم یبق معہ الا اربعۃ ثلاثۃ من بنی هاشم و رجل من غیرهم علی ابن ابیطالب العباس و ابو سفیان بن الحارث و ابن مسعود۔

جب بروز حنین لوگون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے فرار کیا تو آنحضرت صلعم کے پاس سواے چار شخصون کے کوئی اور باقی نہین رہا۔ جن مین تین بنی ہاشم تھے اور ایک غیر بنی ہاشم علی ابن ابیطالب۔ عباس۔ ابوسفیان بن حارث اور ابن مسعود

تاریخ احمدی صـ

(ابن ام ایمن۔ غیر بنی ہاشم)

واقعات کے ساتھ جب قرائن کی تطبیق کیجاتی ہے تو حقیقت حال کا انکشاف ہوجاتا ہے۔ یہ تو مسلم ہے کہ دس سے زیادہ شخص آنحضرت صلعم کے پاس نہین بچے تھے۔ کیونکہ کسی محدث و مورخ نے بچنے والون کی تعداد اس سے زیادہ نہین لکھی ہے اس دس کے خلاف کم تعداد کے ثبوت مین روایتین موجود ہین۔ اُن مین سے ایک روایت مین دس کے سات تبلائے گئے مین اور دوسری ہین سات کے چار۔ تو۔ حالات جنگ۔ اسوقت کے عالمہاے رستخیز اور اضطراب واضطرار کے مناظر کو پیش نظر رکھکر جب کوئی تحقیق کنندہ ان مختلف اعداد کی تحقیق کرنے بیٹھے گا تو اُسکو ان حالات و مرویات کے ساتھ ہی ساتھ قرائن پر بھی نظر رکھنی ضرور ہوگی۔ اور وہ تینون اسباب مذکورہ (حالات جنگ۔ مرویات اور قرائن) کو پیش نظر رکھکر ضرور فیصلہ کردے گا کہ حالات۔ مرویات۔ اور قرائن۔ اُسی تعداد کے مطابق و موافق اُترتے ہین جو آخر روایت مین مرقوم ہے

فوج اسلام کا فرار رسول اللہ کا اضطرار۔ صحابہ کی گران گوشی

اسوقت عام طور سے تمام لشکر اسلام اور خاص طور پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اضطراب والتہاب کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ تمام تاریخ و سیرت کی کتابین تمام صحاح وسنن ومسانید کے وفاتر لکھ لکھ کر پکار رہے ہین کہ سامنے سے۔ پیچھے سے اور پہلو سے۔ فوج کی فوج صفون کی صفین۔ دستون کے دستے بھاگے جارہے ہین اور جناب رسو لخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چارونطرف باواز بلند پکار رہے ہین

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

مین نبی ہون یہ جھوٹ نہین ہے۔ مین (وہی) عبدالمطلب کا بیٹا ہون۔

اب بار بار ان کلمات کو باواز بلند پکار رہے ہین۔ مگر سنتا کون ہے۔ سیرۃ الحلبیہ مین ہے

رسول اللہ کی سواری کی شان

وکان ابوسفیان بن الحارث اخذ برکابہ صلعم وھو یقول حین رای ما رای من الناس الا این ایھا الناس فلم را الناس یلوون علی شئی فقال رسول اللہ صلعم یا عباس اصرخ یا معشر الانصار یا اصحاب الشجرہ یعنی الشجرۃ التی کانت تحتھا بیعۃ الرضوان

اسوقت ابوسفیان بن حارث (بن عبد المطلب) آنحضرت صلعم کی رکاب تھامے تھے اور آپ لوگون کو گریزاں دیکھ کر فرما رہے تھے۔ تم کہان بھاگے جاتے ہو۔ مگر وہ کسی طرح التفات نکرتے تھے تب آنحضرت صلعم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ انکو آواز دو۔ اے گروہ انصار اے اصحاب سمرہ یعنے زیر درخت سمرہ بیعت رضوان کرنے والو (کہان بھاگے جاتے ہو) بحوالہ احمدی ص ا۔

مورخ ابن الوردی لکھتا ہے

لما انھزم الصحابہ یوم حنین قال صلعم للعباس نادھم فقال یا رسول اللہ کیف یبلغھم صوتی او متی یسمعون ندائی فقال علیک الندا و علی اللہ البلاغ۔

جب روز حنین صحابہ نے راہ فرار اختیار کی تو جناب رسول خدا صلعم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ ان کو پکارو۔ عباس بولے یا رسول اللہ صلعم میری آواز انکے کانون تک کیسے پہونچیگی آپ نے فرمایا پکار نا تمھارا کام ہے اور اسکو ان تک پہونچانا خدا کا کام ہے۔

خدا خدا کرکے حضرت عباس کی آواز بھاگنے والون کے کانون تک پہونچی اور اب جاکر کل سواری کے قریب رسول خدا صلعم کے پاس لوٹ آئے۔ اتنی ہی دیر مین کیا سے کیا ہو گیا۔ نہ خدا ہی رہا نہ نبی ہی کا ہے نہ وفا ہی رہی نہ حیا ہی رہی۔

ابوسفیان کی معرفت اسلام اور حقیقت ایمان کی شان

دنیا کے ابن الوقت اور زمانہ کے قابو پرستون اور شکم پرورون نے اتنی ہی دیر مین رنگ بدل دیئے اور عرب کی حکومت۔ قریش کی تاجداری کے منصوبہ باندھنے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے خلفاے امویہ کے مورث اعلی۔ امیر معویہ کے پدر نامدار۔ ابوسفیان بن حرب کے متعلق مورخ ابوالفدا تحریر کرتے ہین۔

لما انھزم المسلمون اظھر اھل مکہ ما فی نفوسھم من الحقد فقال ابوسفیان ابن حرب لاتنتھی ھزیمتھم دون البحر۔

جب مسلمانون نے راہ فرار اختیار کی تو اہل مکہ کے دلون مین جو کینہ اور حسد مخفی تھا وہ ظاہر ہو گیا چنانچہ مسلمانون کے بھاگنے پر ابوسفیان ابن حرب کہنے لگے کہ یہ لوگ جبتک سمندر کے کنارے تک نہ پہونچ لینگے دم نہ لینگے۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص ا۔

ابھی صبح سے شام نہین ہوئی تھی۔ کہ انھین ابوسفیان صاحب کے ایسے دشمن جان و ایمان کے ساتھ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی علیہ آلہ وسلم نے کیسے کیسے احسانات کیے۔ کیا کیا الطاف و تفضلات دکھلاے۔ جان بخشی کی۔

تمام جرائم معاف کر دیئے ذاتی امتیاز و اعزاز عنایت کیا۔ یہان تک کہ انکے گھر کو اہل جرائم کے لیے عفو تقصیرات کا مامن اور رحمت و نجات کا دامن بنا دیا۔ ان تمام رعایات و احسانات کے جواب مین ایک ذرا سے انقلاب کے ہوتے ہی۔ انھون نے اسلام سے اتنا جلد اپنی مخالفت اور معارضت کا اظہار شروع کر دیا جس سے اب نہ انکے دل مین اسلام کا قیام معلوم ہوتا ہے اور نہ ایمان کا نشان اب اور سنیئے۔ ابن ہشام سے ہے

فلمّا انھزم الناس و رای من کان مع رسول اللّٰہ صلعم من جفاۃ اھل مکّۃ الھزیمۃ تکلم رجال منھم بما فی انفسھم من الضغن فقال ابوسفیان بن حرب لا تنتھی ھزیمتھم دون البحر وان الازلام لمعہ فی کنانتہ وصرخ جبلۃ بن حنبل قال ابن ھشام کلدہ بن حنبل وھو مع اخیہ صفوان بن امیّہ مشرک فی المدۃ التی جعل لہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم الا بطل السحر الیوم فقال لہ صفوان اسکت فضّ اللّٰہ فاک فو اللّٰہ یربّنی رجل من قریش احب الیّ من ان یربّنی رجل من ھوازن	جب لوگ بھاگ گئے اور مکہ کے اُن لوگون نے جنکے دلون مین کینہ و عداوت باقی تھی۔ مسلمانو ں کی ہزیمت کو دیکھ لیا تو آپس مین اس کا ذکر کرنے لگے ابوسفیان بن حرب بولا کہ اب نہ بغیر سمندر تک بھاگے ہوئے نہین ٹھہرینگے ابوسفیان کے ساتھ کمان بھی تھی اور کمان مین تیر بھی موجود تھے۔ جبلہ بن حنبل نے اور بقول ابن ہشام کلدہ بن حنبل نے اپنے بھائی صفوان بن امیّہ سے جو اسوقت تک مشرک تھا اور جو پیچھے جناب رسولخدا صلعم پر ایمان لایا۔ چلا کر کہا کہ آج کے دن سحر باطل ہوگیا۔ صفوان نے ڈانٹ کر کہا کہ چپ رہ۔ خدا تیرا منھ توڑے میرے نزدیک تو اگر کسی مرد قریش کی ستائش و طرفداری کرتا بہتر تھا اس سے کہ کسی مرد ہوازن کی تعریف و جنبہ داری کرے۔

جلد سوم ص ۹ مصر

محدث شیرازی ان بدنام کنندگان اسلام کے حالات مفصلہ ذیل عبارت مین لکھتے ہین۔

جماعتے از کفار قریش آنہا کہ نو مسلمان شدہ بودند ہنوز سینۂ ایشان از چرک حقد و حسد و کینہ پاک نشدہ بود سخنان نا ملائم گفتند۔ یکے گفت اصحاب محمد چنان بگریزند کہ تا بکنار دریا جائے توقف نخواہند کرد و کلدہ بن حنبل کہ برادر مادری صفوان بن امیّہ بود گفت امروز روزیست کہ سحر باطل شد و دیگرے با صفوان گفتہ بشارت باد ترا کہ محمد و اصحاب او گریختہ ۔ روضۃ الاحباب ص ۴۹	کفار قریش مین سے اُس جماعت کے لوگ جو نئے مسلمان ہوئے تھے اور ابھی تک اُنکے سینے اسلام کے حسد و کینہ سے پاک صاف نہین ہوئے تھے۔ مسلمانون کی ہزیمت دیکھکر بُرے کلمات کہنے لگے۔ ایک نے کہا محمد کے صحابہ ایسے بھاگے جاتے ہین کہ بغیر سمندر کے کنارے پہونچے کہین نہ ٹھہرینگے اور کلدہ بن حنبل جو صفوان بن اُمیّہ کا علاتی بھائی تھا کہنے لگا کہ آج سحر کے باطل ہونے کا دن ہے اور دوسرا

صفوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ تمہین مبارک ہو دیکھو محمدؐ اور اُن کے اصحاب بھاگ نکلے۔

محدث شیرازی نے ان کافرانہ خطابات کو عموماً نومسلمون کی جماعت کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن ابن ہشام۔ طبری اور ابوالفداء نے پہلے کلمہ کا متکلم ابوسفیان کو اونکا نام مع ابنیت لکھکر تبلادیا ہے لیکن روضۃ الصفا اور تاریخ الانبیا کی عبارتون سے اور کلمات۔ کے کہنے والے بھی یہی ابوسفیان ثابت ہوتے ہین اور مبارکباد کی خوشخبری پانے والے بھی یہی پائے جاتے ہین ۔۔ روضۃ الصفا جلد دوم ص۱۳۶ تاریخ الانبیا جلد دوم ص۳۸۹

صفوان بن امیہ کی نسبت مبارکبادی کی مخاطبت۔ جیسا کہ محدث شیرازی لکھتے ہین اس لیے صحیح و درست نہین معلوم ہوتی کہ صفوان بن امیہ کے متعلق امارت قریش کو آج تک کسی محدث و مورخ نے نہین لکھا ہے۔ بخلاف صفوان کے ابوسفیان کی امارت وسرداری کفار قریش کی نسبت سب نے قائم کی ہے اور شبلی صاحب تو حرب ہی کے وقت سے امارت قریش کو ابوسفیان کے خاندان کو تفویض فرما چکے ہین۔ محدث شیرازی نے محض صحابیت اور آیندہ خلافت امویہ کے استحفاظ مناسب کے کف لسان کیا ہے اور اپنے قلم کو ابوسفیان کے اظہار نام سے روک لیا ہے۔

فتح حنین اور کفار کی شکست

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے پکارنے پر تقریباً سو آدمیون کی جماعت واپس آئی۔ ابھی ابھی دنیا نے ایک وہ بھی منظر دیکھا تھا کہ دس بارہ ہزار مسلمانون کی طیار جماعت ایک ہی حملہ مین گریزان ہو گئی تھی اور پھر ابھی ابھی او نہین دیکھنے والون کی آنکھون نے یہہ بھی دیکھ لیا کہ کُل سو آدمیونکی جماعت نے اپنے کمال استقلال سے اونکے بیس ہزار لشکر جرار کو مار ہٹایا اور دکھلا دیا کہ مشرکین کفار کا وہ ٹڈی دل جو کئی مہینون سے حنین کے کھلے وادیون اور دشوار گزار گھاٹیون مین جمع ہو کر پوشیدہ تھا وہ دم کے دم مین باد گرداب کی طرح جدھر سے آیا تھا اودھر نکل گیا۔ اور اب حنین کا مطلع جو اتنے دنون سے گرد آلود ہو رہا تھا بالکل صاف ہو گیا۔

شبلی صاحب نے ذیل کے مختصرات مین جنگ حنین کے حالات لکھکر ختم کر دیئے ہین۔

اُس پُر اثر ندا (ندائے عباس) کا کانون مین پہونچنا تھا کہ تمام فوج دفعۃً ٹوٹ پڑی۔ جن لوگون کے گھوڑے کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے مڑ نہ سکتے تھے اونھون نے زرہین پھینکدین اور گھوڑون پر سے کود پڑے دفعۃً لڑائی کا رنگ بدل گیا کفار بھاگ نکلے اور جو رہگئے اونکے ہاتھون مین ہتھکڑیان تھین۔ بنو مالک (ثقیف کی ایک شاخ تھی) جم کر لڑے۔ لیکن اونکے ستر آدمی مارے گئے۔ اور جب اونکا علمدار عثمان بن عبداللہ بھی مارا گیا تو وہ بھی ثابت قدم نہ رہ سکے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص۳۹۳۔

غزوۂ حنین مین مسلمانون کی ہزیمت اور رجعت۔ اونکے ثبات ایمان اور استقلال اسلام کے وہ امتحان تھے

اور آتش نشین جو مدبران قدرت نے چشم زدن مین اونکے جذبات وخیالات کے فوری تغیرات سے خود اونکو مشاہدہ کرادئے اور تمام دنیا کو دکھلادئے - ابھی وہی لوگ تھے اور اونکی وہی حالت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ایک ایک کو بالنفس النفیس پکار پکار کر اپنی طرف بلا رہے تھے لیکن کوئی موںھ پھیر کر آپ کی طرف دیکھنے کا روادار نہین ہوتا تھا اب آپ ہی کے کہنے سے حضرت عباس پکار رہے ہین تو دم کے دم مین (بقول ابن ہشام) شہد کی مکھیون کی طرح جھنڈ کے جھنڈ لوگ لبیک لبیک کہتے ہوئے چلے آرہے ہین - ایک معمول پسند اور ظاہر بین مشاہدہ کرنے والا ان تغیرات حالات کو دیکھکر سوائے اسکے اور کیا کہہ سکتا ہے کہ یہ قدرت الٰہی کے خاص انداز مین اور مشیت لامتناہی کے مخفی راز کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

رسول اللہ کی سواری اور شان جلالت

یہان تک بیان ہوچکا ہے کہ تقریباً سو مسلمانون کی جماعت رکاب مین حاضر ہوگئی اوس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابی وامی فداہ کی شان کیا تھی؟ محدث شیرازی لکھکر بتلاتے ہین کہ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب آپ کے خچر کی لگام پکڑے تھے اور حضرت عباس رکاب تھامے تھے - اور نبوت کے جلال کا یہ حال تھا کہ آپ انھین کُل سَوادمیون کی جماعت سے کفار کے بیس ہزار والے ٹڈی دل مین بلا خوف وہراس دھنستے چلے جاتے تھے - مسلمانون کی یہ حالت تھی کہ فوج کی فوج - دستے کے دستے - جس طرح سے ابھی ابھی متفرق ہوکر گریزان ہوے تھے اوسی طرح قدم قدم پر حاضر ہوکر جماعت اسلام سے ملتے جاتے تھے - میدان جنگ کی حالت بالکل بدل گئی تھی - پہلے کفار کی جمعیت مسلمانون پر دفعتہً غالب آگئی تھی اور اب مسلمانون کی جماعت کفار پر چھاگئی تھی - جناب رسالتمآب صلعم فوج اسلامی سے ہمت افزا اور حوصلہ خیز الفاظ وکلمات فرماکر چاہتے تھے کہ حملات شدید کرکے جمعیت کفار کا محاصرہ توڑ دیا جاے - اسلیے بار بار آپ بالنفس النفیس لشکر کفار کی طرف بڑھنے کا قصد فرماتے تھے - لیکن غنیم کے انبوہ کثیر کا لحاظ کرکے خیرخواہ اور جان نثار ہمراہیان رکاب آپ کو روکنا چاہتے تھے - ابن ہشام اس کیفیت کو حسب ذیل الفاظ مین بیان کرتے ہین -

والتفت رسول اللہ صلعم الی ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب وکان ممن صبر یومئذ مع رسول اللہ صلعم وکان حسن الاسلام حین اسلم وھو اخذ بثفر بغلته فقال من ھذا قال ابن عمك یا رسول اللہ صلعم

ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب جو اوسدن جناب رسولخدا صلعم کی رفاقت مین اوسوقت تک ثابت قدم رہے تھے اور جن کا اسلام اسلام کے لانے کے وقت سے برابر مستحسن رہا ہے - آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوے تھے - آپ نے اون سے ارشاد فرمایا یہ کون ہے (جو سواری کو روکتا ہے) ابوسفیان بولے - مین ہون آپ کا ابن عم - یا رسول اللہ -

اب ٹوک دئے جانے کے بعد ابن عم (ابوسفیان بن حارث) کی بھی مجال نہین تھی جو خلاف مزاج جرأت

کرتے۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوسی ہیبت وجلال اور ہمت واستقلال سے جمعیت اسلام کو بڑہاتے ہوئے کفار کی صفوں کے اندر رہے گئے۔ اور آپ کی ہدایت کے مطابق پھر اوسی ہزیمت خوردہ لشکر نے اپنے غلبہ یافتہ غنیم کی جمعیت کثیر کو آن واحد مین پسپا کردیا۔ اسی قیامت خیز گھمسان مین۔ جیسا کہ ابن ہشام کی ترتیب واقعات سے ظاہر ہوتا ہے ابو قتادہ کا واقعہ پیش آیا۔ جسکو شبلی صاحب نے ضرورت سے مجبور ہو کر قبل از وقت و مقام۔ کہان سے کہان لکھ مارا ہے۔

ایک خاتون مسلمہ کی بےنظیر شجاعت

اسی گیر و دار اور ضرب و پیکار کے بازار گرم مین ابن ہشام۔ ام سلیم ایک خاتون مسلمہ کی بےنظیر شجاعت اور جناب رسولخدا صلعم کے خلق وکرم اور رحم ومروت کا عدیم المثال واقعہ ان الفاظ مین نقل فرماتے ہین۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التفت فرای ام سلیم ابنۃ ملحان وکانت مع زوجھا ابی طلحۃ وھی حازمۃ وسطھا ببرد لھا وانھا لحامل بعبد اللہ بن ابی طلحۃ ومعہا جمل ابی طلحۃ و قد خشیت ان یعزھا الجمل فادنت راسہ منھا فادخلت یدھا فی خزامتہ مع الخطام فقال لھا رسول اللہ صلعم ام سلیم قالت نعم بابی انت وامی یا رسول اللہ اقتل ھؤلاء الذین ینھزمون عنک کما تقتل الذین یقاتلونک فانھم لذلک اھل فقال رسول اللہ صلعم ویکفی اللہ یا ام سلیم قال ومعھا خنجر فقال لھا ابو طلحہ ما ھذا الخنجر معک یا ام سلیم قالت خنجر اخذتہ ان دنا منی احد من المشرکین بعجتہ بہ قال یقول ابو طلحۃ الا تسمع یا رسول اللہ ما تقول ام سلیم الرمیصا	جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھکر پھر ام سلیم بنت ملحان کو دیکھا وہ اپنے شوہر ابوطلحہ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھیں اور حاملہ تھیں اور عبد اللہ بن ابو طلحہ اونکے حمل مین تھے اور وہ خائف تھین کہ اس تلاطم مین کہین اونٹ سے نہ گرجاین وہ اپنا سر اونٹ کے سر سے ملائے ہوی تھین اور اوسکی مہار کے پھندے مین اپنا ہاتھ ڈالے تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو اس حال سے دیکھکر فرمایا۔ کیا ام سلیم ہین؟ ام سلیم بولین۔ جی ہان۔ میرے مان باپ آپ پر قربان۔ مین ہی تو ہون۔ کیا آپ نے اون لوگون کو بھی مثل کافرون کے قتل کرڈالا جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ کیونکہ حقیقتاً وہ اسی کے قابل تھے۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ مجھے خدا کافی ہے۔ ام سلیم اوسوقت ہاتھ مین خنجر لئے ہوئے تھین آنحضرت صلعم نے پوچھا۔ یہ خنجر کیون لئے ہو۔ غرض کی اسلیے کہ جو مشرک میرے نزدیک آئے گا اوسکو اسی سے ہلاک کردون گی۔ ابوطلحہ (؎ اوسوقت تک اسلام نہین لائے تھے) نے آنحضرت صلعم کو مخاطب کرکے کہا حضور دیکھتے

؎ نقشۂ۔ ام سلیم کلام طعن مین کیا کہہ گئین جلد دوم صفحہ

مسلمان ٹھوکر کھا کر سنبھلے تھے۔ اسلیے وہ بڑی دلیری سے غنیم پر حملہ کرکے اپنے مافات کی مکافات کرنا چاہتے تھے۔ اور اس مین شک نہین کہ اون کے ارادے کے ساتھ اسوقت توفیق ایزدی اور تائید غیبی بھی شامل تھی اسلیے دم کے دم مین غنیم کی گرد و غبار سے حنین کا مطلع صاف ہوگیا۔ ہوازن کی فوج دم مارتے مین ہوا ہوگئی۔ مالک ابن عوف کے ہمراہی ہزار کے قریب کچھ دیر تک ثابت قدم رہے۔ اونکا علمدار مارا گیا تو اونکے پاؤن بھی اوکھڑ گئے۔ تفصیلی کیفیت ابن ہشام اور طبری کی حسب ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔

حضرت علیؑ اور علمدار کفار کا قتل

عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال بینا ذلک الرجل من هوازن صاحب الرایة علی جمله یصنع ما یصنع اذهوی له علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیه ورجل من الانصار یریدانه قال فیاتیه علی بن ابی طالب من خلفه فضرب عرقوبی الجمل فوقع علی عجزه ووثب الانصاری علی الرجل فضربه ضربة اطن قدمه بنصف ساقه فانجعف عن رحله

جابر بن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہین کہ ہم پر اوس وقت قوم ہوازن کا علمبردار (عثمان ابن عبداللہ) سخت حملہ کر رہا تھا اور جو جو نقصان کر رہا تھا اور وہ ہمکو معلوم تھا۔ علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ اور ایک مرد انصار نے اوسکے قتل کا ارادہ کیا حضرت علیؑ نے اوسکے پیچھے سے آکر اوسکے اونٹ کی کونچین کاٹ ڈالین۔ اونٹ پچھلے پیرون سے زمین پر گر پڑا مرد انصاری نے آگے لپک کر اوسکو اپنے نیزے کی نوک مین کونچ لیا اور اونٹ سے نیچے گرا دیا۔

طبری ص ۱۶۶۴ مطبوعہ جرمن

اسی واقعہ پر جو باعتبار شجاعت و دلیری کے عدیم المثال تھا۔ تمام سیرت و تاریخ کا متفقہ بیان ہے کہ جنگ کی شدت اور کفار کی ہمت و جرأت کا خاتمہ ہوگیا۔ وہی ابن ہشام اور طبری اونھین جابرؓ کی اسناد سے لکھتے ہین:-

واجتلد الناس فواللہ مارجعت راجعة الناس من هزیمتهم حتی وجدوا الاساری متکفین عند رسول اللہ صلعم

پھر تو جماعت کی جماعت ایسا بھاگی کہ پھر وہ رسول اللہ صلعم کے آگے ہتکڑی پہنے ہوے کھڑے ہونے کے سوا۔ اور کہین بھی دکھلائی نہین دی۔

شبلی صاحب اس تفصیل سے ان واقعات کو کیون بیان کرتے کہ اونکے شعار تالیف اور معیار تصنیف دونون کے خلاف تھا۔ اختصار اور تفصیل دو متضاد طریقے کیسے یکجا ہوسکتے ہین اور سب سے بڑی دقت تو یہ بھی کہ حضرت علیؑ کے محاسن خدمات کا ذکر درمیان تھا۔ آپ کا شریک بھی تھا۔ تو ایک مرد انصار۔ ہان کوئی شخص ممتازین مہاجرین سے ہوتا تو شاید آپ کچھ تفصیل فرماتے۔

کفار بھاگ گئے میدان بالکل صاف ہوگیا۔ مسلمان سپاہی غنیمت مین مصروف ہوے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان جنگ مین تشریف لاے اور مال غنیمت کو ایک جگہہ جمع کیے جانے کا سخت تاکیدی حکم صادر فرمایا۔ یہان تک کہ جیسا محدث شیرازی لکھتے ہین کہ ایک سوئی تک رکھوالی۔

فتح کے بعد میدان جنگ کا معائنہ خالد کی بزدلانہ حرکت پر امتناعی حکم

اس اثنا مین ایک مقام پر پہونچکر بہت سے آدمیون کا ہجوم دیکھا محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین اس واقعہ کی حسب ذیل تفصیل کرتے ہین۔

درآنروز حضرت صلعم زنے گزشت کہ کشتہ شدہ بود و مردم بروے ازدحام نمودہ بودند فرمود چیست گفتند زنیست از کفار کہ خالد ابن ولید ویرا کشتہ۔ کسے را بنزد خالد فرستاد تا یادے گفت کہ رسول اللہ صلعم ترا نہی می کند از آنکہ طفلے یا زنے یا اجیرے را کشتہ باشی صہ ۴۵۲۔

اور سرورآپ ایک لاش پر گزرے یہان آدمیون کا ہجوم لگا ہوا تھا۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ عرض کی گئی کہ یہ ایک کافرہ کی لاش ہے۔ جیسے خالد ابن ولید نے قتل کیا ہے آپ نے فوراً ایک شخص کی معرفت خالد کے پاس کہلا بھیجا کہ کسی بچے۔ عورت یا کسی مزدور کو آیندہ نہ قتل کیا جائے۔

یہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مردانہ خلق ومروت تھی اور وہ شبلی صاحب کے حضرت خالد کی نامردانہ اور بزدلانہ ظلم وشقاوت۔ خالد صاحب جب ابھی ابھی مسلمانون کی جماعت پر ہاتھ صاف کرچکے ہین تو ایک کافرہ کے قتل کی شکایت کیا۔ یہ تو آپ کے بائین ہاتھ کی صفائی تھی۔

کفار کا اوطاس سے فرار

حنین کے فراری اوطاس کی ملی ہوئی گھاٹی مین جاکر جمع ہوے۔ اون سے اندیشہ تھا جناب رسولخدا صلعم نے ابو عامر اشعری کی ماتحتی مین مسلمانون کا ایک دستۂ فوج جسمین ابوموسی الاشعری بھی تھے اور سلمہ بن الاکوع بھی۔ اونکی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ جانبین سے مقابلہ ہوا۔ ابو عامر علمدار لشکر تھے۔ درید بن الصمہ جو کفار کی موجودہ چار ہزار فوج کا سپہ سالار تھا۔ اور ہزارون میدانہاے جنگ کا تجربہ کار۔ بڑی مستعدی سے ہودج مین کبیر السنی کے باعث بیٹھا فوج کی باقاعدہ کمان کررہا تھا اوس نے اپنے بیٹے کو ابو عامر کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اوس نے آتے ہی ابو عامر کو مار لیا اور علم اسلام بھی چھین لیا۔ شبلی صاحب لکھتے ہین۔

یہ حالت دیکھکر ابو موسی اشعری نے آگے بڑھکر حملہ کیا۔ دشمن کو قتل کرکے علم اسکے ہاتھ سے چھین لیا۔

(بحوالہ مسند ابن حنبل)

اسکے بعد درید بن الصمہ کے باقی حالات تحریر فرماتے ہین۔

درید ایک شتر پر ہودج مین سوار تھا۔ ربیعہ بن رفیع نے اوس پر تلوار کا وار کیا۔ لیکن تلوار اوچٹ کر رہ گئی۔

اوس نے کہا تیری ماں نے تجھے اچھے ہتیار نہیں دئے۔ پھر کہا میری محمل میں تلوار ہے۔ نکال لو۔ اور جب ماں کے پاس جانا تو کہنا کہ میں نے درید کو قتل کردیا۔ ربیعہ نے جاکر ماں کو اوس کے قتل کی خبر کردی تو اوس نے کہا قسم خدا کی۔ درید نے تیری تین ماؤں کو آزاد کرایا تھا۔ بحوالہ طبری صـ ۱۶۶۷ ۔

شبلی صاحب نے اپنے انداز اختصار کے موافق ابن درید کی مردانہ اور فیاضانہ شجاعت دکھلا کر جنگ اوطاس کو تمام وکمال ختم کردیا ہے۔ پھر اسکے بعد کیا ہوا۔ ابن درید زندہ رہا۔ یا مارا گیا۔ اوطاس میں جانبین کے مقابلہ کا کیا نتیجہ نکلا۔ کس کی فتح ہوئی۔ کس کی شکست۔ کچھ خبر نہیں۔ ان تمام تصریحات وتفصیلات کو المطلب فی بطن الشاعر رکھکر آپ نے حنین کی تقسیم غنائم کا سلسلۂ بیان شروع کردیا۔ آپ کے اس ناتمام سلسلہ کلام سے ناظرین کتاب کو کہاں تک حقیقت حال دریافت ہوئی اور اونکے معلومات میں اس سے کتنی غلط فہمیاں واقع ہوئیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) آپ کے اس بیان سے یہ نہ معلوم ہوا کہ اوطاس میں جانبین کی جنگ ومقابلہ کا کیا نتیجہ ہوا۔ کون جیتا۔ کون ہارا کون بھاگا۔ کس نے بھگایا؟

(۲) آپ کے بیان سے معلوم ہوا کہ درید بن الصمہ معرکہ کارزار میں مارا نہیں گیا۔ کیونکہ ربیعہ کے مکالمہ کے بعد آپ نے اوس کا کوئی حال نہیں لکھا۔ حالانکہ ان دونوں امور کے نتیجے یعنی شکست وفتح کی حقیقت اور درید بن الصمہ کا خاتمہ احوال طبری کے اوسی صفحہ ۱۶۶۷ میں موجود ہیں۔ جس سے ابھی ابھی آپ نے ربیعہ اور درید کے مکالمات نقل فرمائے ہیں۔ مجھکو رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ شبلی صاحب کے ایسا وسیع النظر محقق اور مؤلف نقل وتحریر میں اتنا تساہل وتغافل کرے۔ پھر اپنی تالیف کے اون امور میں جنکی وجہ سے اوسکا کلام بے ربط۔ بیان مبہم اور مبتدا بے خبر رہجاتا ہو۔ مجھکو تو آپ کے ایک ادنی طالب العلم سے بھی ایسی بے ربطی اور قطع کلامی کی امید نہیں۔ چہ جائیکہ شبلی صاحب کے ایسا محقق۔

بہر حال۔ اوسی طبری کے اوسی صفحہ ۱۶۶۷ کی مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

فحدثنی موسی بن عبد الرحمن الکندی قال حدثنا ابو اسامۃ عن برید بن عبد اللہ عن ابی بردہ عن ابیہ قال لما قدم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حنین بعث ابا عامر علی جیش الی اوطاس تلقی درید بن الصمہ فقتل درید وھزم اللہ اصحابہ

موسی بن عبد الرحمن الکندی ابو اسامہ سے اور ابو اسامہ برید سے برید ابو بردہ سے۔ ابو بردہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین سے آگے بڑھے تو آپ نے ابو عامر کو ایک لشکر کے ساتھ اوطاس کی طرف بھیجا ابو عامر سے اور درید بن الصمہ سے مقابلہ ہوا۔ درید مارا گیا اور خدا نے اوس کے ہمراہیوں کو ہزیمت پہونچائی۔

اگر شبلی صاحب تکلیف کر کے اتنی عبارت اور لکھ دیتے تو آپ کا سلسلہ بھی مسلسل تھا اور بیان بھی مکمل دیکھنے والا اور پڑھنے والا بھی مدعائے بیان اور انتہائے واقعہ کی حقیقت سے مطلع ہو کر مطمئن ہو جاتا۔ لیکن آپ کی کوتہ قلمی و عجلت رقمی کسی کی بھی نہیں سنتی۔

اسی طرح ابوموسی الاشعری کی تیر و آزمائی بھی بالکل مبہم طریقہ سے لکھی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اصلیت و واقعیت کی خبر بھی نہیں۔ پھر طبری کے اوسی صفحہ ۱۶۶۴ کی مرقومہ بالا عبارت ملاحظہ ہو۔

ابو عامر اشعری کا خاتمہ بالخیر

قال ابوموسی فبعثنی مع ابی عامر قال فرمی ابو عامر فی رکبتہ رماہ رجل من بنی جشم بسہم فاثبتہ فی رکبتہ فانتہیت الیہ فقلت یا عم من رماک فاشار الی عامر لابوموسی فقال ذاک قاتلی تراہ ذلک الذی رمانی قال ابو موسی فقصدت لہ فاعتمدت لہ فلحقتہ فلما رآنی ولی عنی ذاھبا فاتبعتہ وجعلت اقول لہ الا تستحی الست عربیا الا تثبت فکر فالتقیت انا وھو فاختلفنا ضربتین فضربتہ بالسیف ثم رجعت الی ابی عامر فقلت قد قتل اللہ صاحبک قال فانزع ھذا السھم فنزعتہ فنزع منہ الماء فقال یا ابن اخی انطلق الی رسول اللہ صلعم فاقرءہ منی السلام وقل لہ انہ یقول لک استغفرلی قال واستخلفنی ابو عامر علی الناس فمکث یسیرا ثم انہ مات

طبری ۱۶۶۴

ابوموسی الاشعری کا بیان ہے کہ میں (اپنے چچا) ابوعامر کے ہمراہ لشکر تھا۔ ابوعامر کے ساق پا (پھلی) میں ایک شخص کا جو قبیلہ بنی جشم سے تھا۔ تیر لگا اور وہ ایسا کاری تھا کہ پیوست ہو کر موضع زخم میں قائم رہ گیا۔ یہ دیکھ کر میں اونکے قریب آیا۔ اور پوچھا۔ چچا۔ آپ کو کس نے تیر لگایا ہے۔ ابوعامر نے اشارے سے اوس آدمی کو بتلا کر کہا کہ یہی میرا قاتل ہے۔ اسے دیکھ لو یہی میرا قاتل ہے۔ اسی نے مجھے تیر لگایا ہے۔ ابوموسیٰ کا بیان ہے کہ یہ سنکر کہ میں اوسکی طرف جھپٹا اور دوڑ کر اوسکے قریب پہونچ گیا اوس نے مجھے دیکھا تو بھاگ نکلا۔ میں اوسکے پیچھے یہ کہتا ہوا دوڑا کہ تجھے شرم نہیں آتی۔ کیا تو نسل عرب سے نہیں ہے کیا تو کھڑا نہ ہوگا یہ سنکر اوسے غیرت آئی۔ اور وہ لوٹا۔ ہم سے اوس سے مقابلہ ہوا۔ آپس میں تلوار چلنے لگی۔ میں نے اوسے اپنی تلوار سے مار گرایا۔ پھر میں ابوعامر کے پاس واپس آیا ابوعامر نے کہا کہ یہ تیر میرے پاؤں سے جلد نکال لو۔ میں نے سر کو کھینچا تو زخم سے بہت سا پانی نکلا ابوعامر کی حالت غیر ہونے لگی تو مجھسے کہا۔ بھتیجے۔ جناب رسول خدا صلعم کی خدمت میں جاؤ میری طرف سے سلام عرض کرو اور گزارش کرو کہ میرے لیے دعائے آمرزش فرمائیں ابوموسیٰ کا بیان ہے کہ پھر مجھے ابوعامر نے لوگوں کا امیر مقرر کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد انتقال کیا۔

محدث شیرازی نے روضۃ الاحباب میں بھی اس واقعہ کو لفظاً لفظاً ایسا ہی لکھا ہے۔

شبلی صاحب کی مبہم بیان۔ ناملکل اور غیر مفصل عبارت مرقومہ بالا کا مقابلہ۔ طبری کی اس تفصیل سے کیا جاوے تو ناظرین کتاب کو خود معلوم ہو جائیگا کہ اس واقعہ کی اصلیت اور حقیقت شبلی صاحب کی تحریر سے معلوم کر سکتے ہیں۔ یا طبری کی اس تفصیل سے۔ شبلی صاحب اب بھی سمجھیں کہ امام احمد بن حنبل وغیرہ محدثین ان امور کی ضروریات میں مورخین اور ارباب سیر سے کوسوں پیچھے ہیں۔ آپ اپنی خود غرضی سے اونھیں جتنا نہ آگے بڑھالیں اوسکا کوئی جواب نہیں۔

اسیران جنگ کے ساتھ محاسن سلوک

حنین اور اوطاس کے میدان کفار سے بالکل خالی ہو گئے۔ تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسیروں کا جائزہ لیا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ انھیں میں شیما بنت حلیمہ سعدیہ آپ کی رضاعی بہن بھی تھیں۔ شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

اسیروں کی تعداد ہزاروں سے زیادہ تھی۔ ان میں حضرت شیما بھی تھیں جو رسول اللہ صلعم کی رضاعی بہن تھیں لوگوں نے جب اونکو گرفتار کیا۔ تو اونھوں نے کہا میں تمھارے پیغمبر کی بہن ہوتی ہوں۔ لوگ تصدیق کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے۔ اونھوں نے پیٹھ کھول کر دکھلائی کہ ایک دفعہ بچپن میں آپ نے دانت سے کاٹ کھایا تھا۔ یہ اوسی کا نشان ہے۔ فرط محبت سے آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اونکے بیٹھنے کے لیے خود ردائے مبارک بچھادی۔ محبت کی باتیں کیں۔ چند شتر اور بکریاں عنایت فرمائیں اور ارشاد کیا جی چاہے تو میرے گھر چل کر رہو اور اگر جانا چاہو تو وہاں پہونچا دیا جائے۔ اونھوں نے خاندان کی محبت سے وطن جانا چاہا۔ چنانچہ عزت واحترام کے ساتھ گھر پہونچا دی گئیں۔ سیرۃ النبی ص ۳۹۳

جلد اول فصل مرضعات النبی میں یہ حالات پوری تفصیل سے بیان ہو چکے ہیں۔ شبلی صاحب تو رضاعی بہن کے ساتھ اخلاق واشفاق نبوی کو محدود فرما دیتے ہیں۔ ہم نے تو تمام قبیلہ بنو سعد کے ساتھ آپ کی مراعات کے مساویانہ واقعات طبری کی اسناد سے لکھے ہیں۔ اور شیما کی روایت کے اوس حصہ بیان کی تنقید وتردید بھی کر دی ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت کاٹنے کا ذکر مرقوم ہے۔ جو عام اس سے کہ طفولیت وکمسنی ہی کا واقعہ کیوں نہو۔ فطرت صالحہ نبوت کے بالکل منافی اور مناقض ثابت ہوتا ہے۔

شبلی صاحب نے اس روایت کو غالباً طبری ہی سے نقل کیا ہے۔ لیکن شیما کے ساتھ ان عطایائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی تصریح نفرمائی جو طبری کی آخر عبارت میں صاف صاف مرقوم ہے۔ شاید نظر نہ پڑی

وردھا الی قومھا فزعمت بنو سعد بن بکر انہ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیما کو اونکے قبیلہ کی طرف

اعطاها غلاما یقال له مکحول وجاریة فزوّجت احدهما الآخر فلم یزل منهم نسلا بقیه — بھیجدیا۔ اور بنوسعد بن بکر افتخاراً بیان کرتے ہین کہ آپنے چلتے وقت شما کو ایک غلام مکحول نامی اور ایک لونڈی بھی عنایت فرمائی تھی اور شیما ہین دونو کا بیاہ بھی کردیا گیا تھا مگر اون سے کوئی نسل باقی نہین رہی

ص ۱۶۶۹

محاصرۂ طائف

۸ سنہ ہجری

محاصرہ طائف — حُنین اور اوطاس کی بھاگی ہوئی فوج طائف مین جمع ہوئی۔ طائف مقام محفوظ بھی تھا اور مضبوط یہان کا قلعہ قدیم تھا اور آبادی شہر کے چارون طرف مستحکم چار دیواری تھی۔ اسی رعایت و مناسبت سے اس شہر کو طائف کہتے تھے فوج کُفّار نے یہان مقیم ہو کر قلعہ کی ضروری مرمت بھی کرالی اور سال بھر کا آذوقہ بھی جمع کر لیا۔ اور قلعہ بند ہو کر سال بھر تک لڑنے کے لیے جملہ سامان فراہم کر لیے۔

عروہ ابن مسعود جسکو ابوسفیان کی لڑکی اور معاویہ کی بہن بیاہی تھی۔ یہان کا رئیس تھا۔ وہ کفار کا جانبدار بن گیا۔ دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین کُفّار مکّہ اور مشرکین قریش تعریضاً کہا کرتے تھے کہ اگر خدا کو قرآن یا کوئی الہامی کتاب نازل فرمانی تھی تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے بے اثر اور نادار شخص پر کیون اوتاری۔ مکّہ کے کسی امیر یا طائف کے کسی رئیس پر اوتاری ہوتی۔ تو سماعت و قبولیت عام کی امید تھی۔

طائف کے لوگ قلعہ بند ہو کر لڑنے کے خاص فن مین بہت بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ ابن اسحاق اور طبری کا بیان ہے کہ خود عروہ ابن مسعود اور غیلان بن سلمہ نے جرش مین جاکر جو یمن کا ایک مرکزی مقام ہے قلعہ شکن آلات یعنی دبّابہ۔ ضبور اور منجنیق کے بنانے اور لڑائی کے موقعون پر اونکو کام مین لانیکی خاص تعلیم پائی تھی۔ فوج کُفّار نے انکے اس علم و واقفیت سے بہت بڑا فائدہ اوٹھایا کہ ان تمام آلات کو ضروری مقامات پر لگا کر اور جابجا تیر اندازون کے محافظ دستے بٹھلا کر قلعہ طائف کو ہر طرح سے مضبوط اور مستحکم بنا لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ان طیاریون کی خبر ملی تو آپ نے غنائم و اُسرائے حنین کے معاملات کو ملتوی کر دیا۔ اور اسیران جنگ کو مع اموال غنیمت کے مقام جعرانہ مین بھیجدیا اور طائف کے تصفیہ معاملات تک اونکو وہین محفوظ رکھے جانے کا حکم دیا اور بالنفس النفیس لشکر اسلام کو لیکر طائف کی طرف متوجہ ہوے۔

طائف پہونچکر کفار کے آلات قلعہ شکن ملاحظہ فرمائے۔ لشکر اسلام کو بھی انھین آلات کی فراہمی اور استعمال کا

حکم فرمایا۔ جتنے بھی اور جیسے بھی یہ آلات مل سکے جمع کر لیے گیے۔ تاریخین بتلاتی ہین کہ یہ پہلا موقع ہے کہ لشکر اسلام مین آلات قلعہ شکن استعمال فرمائے گئے۔

محاصرۂ طائف کی تفصیل شبلی صاحب ان مختصرات مین لکھکر ختم کر دیتے ہین۔

اہل قلعہ نے لوہے کی گرم سلاخین برسائین اور اس شدت سے تیر باری کی کہ حملہ آور دن کو ہٹنا پڑا۔ بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔ بیس دن تک محاصرہ رہا لیکن شہر فتح نہو سکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوفل بن معاویہ کو بلا کر پوچھا تمھاری کیا رائے ہے۔ اونھون نے کہا لومڑی بھٹ مین گھس گئی ہے۔ اگر کوشش جاری رہی تو پکڑ لی جائے گی لیکن چھوڑ دیجائے تب بھی کوئی اندیشہ نہین ہے۔ چونکہ صرف مدافعت منظور تھی آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ محاصرہ اوٹھا لیا جاوے صفحہ ۳۹۴۔

مرقومۂ بالا عبارت سے ظاہر ہوا کہ اہل اسلام غنیم کے مقابلہ مین بیس۲۰ دن کی معتدبہ مدت تک کچھ نکر سکے غنیم کے مقابلہ مین اونکی ہمت و دلیری سے کچھ بھی نہ بن پڑا۔ خلاصہ یہ کہ محاصرہ طائف۔ اسلام کی ایک بیکار سعی اور فضول کوشش تھی۔ یہ کوتہ قلمی اور بیجا عجلت رقمی کا نتیجہ ہے کہ بیان کے مبہم اور کلام کے مجمل رہجانے سے معائب اور مناقص کے پہلو نکل آتے ہین اور مخالفین اسلام کے لیے طرح طرح کے مجنونانہ تعریضات کا ذریعہ بنجاتے ہین۔ حالانکہ شبلی صاحب اسکے تفصیلی حالات پر غور فرماتے تو اونکو معلوم ہو جاتا کہ اہل اسلام نے اس محاصرے مین بھی سابق معارک کی طرح اپنی بینظیر شجاعت و دلیری۔ جان نثاری و پاداری دکھلا کر قلعہ کی چولین ہلا دین اور قلعہ بند فوجون کے سینون مین خوف کے مارے پتّھے لگا دئے۔ یہان تک کہ خود اونھون نے تصفیہ کے پیام بھیجے۔ ہم محدث شیرازی کی عبارت سے جو قریب قریب طبری اور ابن ہشام سے ماخوذ و مستنبط ہے ذیل مین لکھکر اس محاصرہ کے پورے حالات و واقعات نقل کرتے ہین۔ جو عام اطلاع کے لیے کافی ہین۔ روضۃ الاحباب مین ہے۔

آن سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود تا در بلندی کہ اکنون مسجد طائف است معسکر ہمایون زدند و در آن غزوہ زینب و ام سلمہ ہمراہ بودند و دو خیمہ برائے ایشان ترتیب فرمودہ و نماز ہا را در فضائے زمین القبتین اقامت می نمود و ہیجدہ روز و بروایتے سی و بروایتے چہل شبان روز طائف را محاصرہ داد و دران مدت جنگہائے عظیم انداختند و جمعے کثیر از اصحاب جراحت

طائف مین پہونچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اوس مقام بلند پر جہان طائف کی موجودہ مسجد جامع واقع ہے۔ لشکر خیمہ زن ہو۔ اس سفر مین حضرت زینبؓ اور حضرت ام سلمہؓ ہمراہ تھین۔ ان مخدرات کے لیے دو جدا جدا خیمہ نصب کیے گیے اور نماز جماعت ان دونون قبّون کے درمیان پڑھی جانے لگی۔ اٹھارہ۱۸ روز اور ایک روایت کے مواقف بیس روز اور دوسری روایت کے مطابق چالیس شبانہ روز محاصرہ نے

یافتند دوازدہ مرد شہید شدند یکے از قبیلہ لیث و
چہار از انصار و ہفت از قریش و از انجملہ عبداللہ بن
ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہما بود کہ تیرے بر وے
زدند مجروح شد و جراحتش اندمال یافت و بعد
ازان منفجر گشت و پیش وفات آنحضرت صلعم از دنیا
نقل کرد۔ آنحضرت صلعم امر فرمود تا یاران بہ قطع نخیل
انگور آنجماعت قیام نمودند طوائف طائف چون
ازانیحال واقف گشتند درخواست نمودند از حضرت
کہ برائے خدا و بجہت رعایت رحم ترک قطع این نخلستان
کن حضرتؐ فرمود انی ادعہا اللہ وللرحم
و منادی را گفت تا این ندا کردہ کہ ہر بندہ کہ از این
حصار فرود آید بسوے ما آزاد باشد۔ قریب بست بندہ
پائین آمدند و از انجملہ نفیع بن الحارث بود کہ بکرہ فرود
آمد ازانجہت ملقب بہ ابوبکرہ گشت و ہمہ آن غلامان را
آزاد فرمود و ہر یکے را بہ شخصے سپرد تا از حالات وے باخبر باشد
و بعد از آن مدتے چون اہل طائف باسلام درآمدند گفتند
یارسول اللہ این بندگان را بما باز دہ۔ حضرت صلعم فرمود
اولئک عتقاء اللہ یعنی آنہا آزاد کردگان خدا
اند ہرگز بہ بندگی شما عود نکنند۔

روضۃ الاحباب

صفحہ ۴۵۷

طول کھینچا۔ اور اس درمیان میں بڑی لڑائیاں واقع ہوئیں اور اصحاب
رسولؐ میں سے بہت سے لوگ زخمی ہوئے اور بارہ بزرگوار شہید ہوئے
ایک شخص قبیلہ لیث سے چار قبیلہ انصار سے اور سات مہاجرین قریش
سے انہیں لوگوں میں عبداللہ بن ابوبکر الصدیق بھی شامل ہیں۔ اُنکے
ایک تیر لگا تھا زخم اچھا بھی ہوگیا تھا لیکن بعد چندے وہ زخم پھٹ گیا
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے کچھ پہلے اونھوں نے
دنیا سے انتقال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اہل
طائف کی انگور کی بیلیں کاٹ دی جائیں صحابہ تعمیل حکم کرنے لگے۔ اہل
طائف کو اسکی خبر ہوئی تو وہ سب کے سب بہزار منت وسماجت خدا کا اور
صلۂ رحم کا واسطہ دیکر بارگاہ رسالت میں مستدعی ہوے کہ درخت نہ کاٹے
جائیں حکم واپس لیا جائے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
جاؤ ہم نے تمھارے درختوں کو خدا اور صلۂ رحم کی رعایت سے چھوڑ دیا اسکے بعد
آپنے تمام منادی کردی کہ جو مرد غلام قلعہ سے نیچے اوتر کر ہماری طرف
چلا آئیگا وہ آزاد ہو جائیگا۔ اس اعلان کے سنتے ہی بیس نفر غلام جن میں
نفیع بن الحارث بھی تھے نیچے آے۔ نفیع چونکہ مقام بکرہ سے آے تھے
اس رعایت سے یہ ابوبکرہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یہ سب کے سب
مشرف باسلام ہوکر اوسی وقت سے آزاد ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ میں ایک ایک کرکے اونکو تقسیم کردیا اور تاکید
فرمادی کہ وہ ہر ایک کی کفالت کریں جب اہل طائف ایک مدت کے بعد مشرف
باسلام ہوے تو ان غلاموں کے واپس لینے کی استدعا کی ارشاد ہوا کہ یہ
خدا کے آزاد کردہ ہیں۔ اب تمھاری تابعداری نہیں کرسکتے۔

یہ حقیقت حال تھی اور تفصیلی روئداد۔ اس کو پڑھکر ہر شخص بآسانی سمجھ لے گا کہ مسلمانوں نے
طائف کے محاصرے اور کفار کے مقابلہ میں۔ نہایت استقلال دلاوری۔ کمال وفاداری اور جانثاری
سے کام لیا۔ بارہ جان نثاروں نے جانیں نثار کیں۔ اہل قلعہ کے تمام انتظام درہم وبرہم کردیے اُن کے

استحکام نظام متزلزل کردے اور پھر ایسے کہ وہ مستدعی بنکر رحم کی رحمت عالم کے سامنے درخواست لاسے تو چشم زدن میں نظر رحمت نے معافی دیدی ان محاسن اخلاق نے وہ اثر دکھلائے کہ دم کے دم میں اونکے بیس آدمی بارگاہ رسالت مین حاضر ہو کر اسلام لائے۔

التوائے محاصرہ کی ضرورت

اتنی کامیابیون کے بعد بھی محاصرہ طائف کو کون بطی الذہن اور محروم العقل بیکار بتلا سکتا ہے۔ لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ محاصرہ مین اب زیادہ طوالت کی اس وجہ سے مصلحت نہین تھی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حنین اور اوطاس کے اُسرا و غنائم کے معاملات کو جلد طے فرما دینا نہایت ضروری تھا۔ اس لیے کہ مدینہ مین مکہ کے جو اطوار اور کردار اسلام کے ساتھ تھے وہ حنین کے معرکہ مین ملاحظہ مین آئے تھے۔ اس بنا پر اونکی استمالت اور درستی نہایت ضروری تھی۔ طائف والون کا اندازہ معلوم ہو چکا تھا۔ وہ میدان مین نکل کر اسلام سے مقابلہ کی مطلق جراٗت نہین کر سکتے تھے۔ قلعہ مین محصور رہنا اونکے مجبور ہوتے کا ثبوت تھا۔ نوفل ابن معویہ اونکی مقدار قوت کو خوب سمجھ چکا تھا۔ اب اون مین جنگ کی قوت تو باقی نہین تھی صرف عیاری اور حرفت رہگئی تھی۔ اس بنا پر اوسکی یہ تمثیلی تجویز بالکل صحیح تھی کہ اہل قلعہ اوس لومڑی کی مثال ہین جو اپنے سوراخ مین گھُس گئی ہو۔ اگر کوشش جاری رہی تو پکڑی جائے گی اور اگر چھوڑ دی جائے گی تو کوئی اندیشہ نہین۔ کیونکہ اب اوس سے میدان مین نکل کر یا بھٹ مین رہکر کسی ضرر و نقصان کا مطلق خوف باقی نہین ہے۔

محاصرہ کے جاری رکھنے مین جو ضرورتین سد راہ تھین وہ اوپر بیان ہو چکی ہین اور محاصرہ اوٹھا لینے مین کوئی شے مانع نہین تھی۔ اور نہ کوئی خوف کا باعث۔ ان وجوہات کی بنا پر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کا محاصرہ اوٹھا لیا۔ سال ہی بھر کے اولٹ پھیر مین نہ معلوم ہوا کہ وہ قلعہ و اسلے کیا ہوئے۔ اور وہ قلعہ بند فوج کدھر گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اہل طائف اسلام کا کلمہ پڑھ رہے تھے جیسا کہ سلسلہ بیان سے معلوم ہوگا۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم سے اکثر خلاصمتد صحابہ بیدل اور برخاستہ خاطر ہوے اور خدمت مبارک مین عرض کرنے لگے کہ اہل طائف کے لیے بددعا فرمائی جاوے۔ رحمت عالم نے اونکی خاطر سے آسمان کی طرف ہاتھ اوٹھائے اور کہا تو یہ۔

اللھم اھد ثقیفا وائت بھم — اے خدا ثقیف کو ہدایت دے اور اونکو مجھ تک پہونچا دے۔

خدا نے اپنے نبیؐ صلعم کی دعا قبول فرمائی اور سال ہی بھر کے اندر وہ سب کے سب خود حاضر ہو کر مشرف با سلام ہو گئے جیسا کہ وفود کے باب مین مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔

حضرت علیؑ سے آنحضرت صلعم کا راز کی باتین کہنا

محاصرۂ طائف کے سلسلہ مین شبلی صاحب نے ایک بہت بڑا قابل الذکر واقعہ چھوڑ دیا ہے۔ چھوڑ دینے جانیکی اسوجہہ سے کوئی شکایت خاص نہین اسلیے کہ اوس مین فضیلت علیؑ کا اظہار تھا اور یہ امر شروع ہی سے نامطبوع خاطر ہے۔ لیکن تعجب اتنا ہے کہ اسکے متروک کر دینے سے شبلی صاحب پر اپنے مقرر کردہ اصول تحقیق اور نصاب تنقید کے ترک فرما دینے کا الزام عاید ہوتا ہے وہ اس طرح اس مرفوع القلم واقعہ کو ارباب سیر و تاریخ نے بہت کم لکھا ہے۔ لکھا ہے تو تمام اصحاب حدیث اور ارباب تفاسیر نے اور آپ نے واقعات کی تصدیق و توثیق کا معیار مرویات حدیث پر قائم فرمایا ہے اسلیے جب خاص کر حدیثون مین یہ واقعہ موجود تھا تو آپ کو اپنے اصول مقرر کردہ کے مطابق اس کا قلمبند کرنا ضروری تھا۔ لیکن خود غرضی سد راہ تھی۔ جس کے آگے نہ اپنا مختار کوئی شے ہے اور نہ اپنا مقررہ معیار کوئی چیز۔

وہ واقعہ صحیح ترمذی کی عبارت مین یہ ہے۔

عن جابرؓ قال دعی رسول اللہ صلعم علیًا یوم الطائف فانتجاہ فقال الناس لقد طال نجواہ مع ابن عمہ فقال رسول اللہ صلعم ما انتجیتہ ولکنّ اللہ انتجاہ	جابرؓ سے روایت کی ہے کہ محاصرۂ طائف کے زمانہ مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بلا کر تخلیہ مین بصیغہ راز سرگوشی فرمائی تو لوگون نے کہا۔ کیا ہے۔ جو پیغمبرؐ نے اتنی دیر تک اپنے برادر عم سے راز کی باتین کہین؟ یہ سکر آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ سے مین نے راز کی باتین نہین کی۔ بلکہ خدا نے کہین۔

مشکواۃ شریف کی اسی حدیث کی شرح مین محدث دہلوی مولانا عبدالحق صاحب لکھتے ہین۔

ولکن اللہ انتجاہ فرمودہ یعنی امر کردہ است مرا کہ راز گویم با او پس راز گفتم بجہت فرمانبرداری کردن امر باری تعالے را۔ و تواند کہ این معنی باشد کہ ابتداے راز گفتن با وے نکردہ ام ولیکن خداے تعالی راز میگوید با وے و القاے اسرار می کند در دل وے۔ تاریخ احمدی صـ۳۷۷	محدث دہلوی شرح مشکواۃ مین ولکن اللہ انتجاہ کے یہ معنی لکھتے ہین کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ مین علیؑ سے راز کہون اور مین نے حکم ایزدی کی تعمیل مین ایسا کیا ہے اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہین کہ علیؑ سے راز کہنے کی ابتدا مین نے نہین کی بلکہ خدا ہی اوس سے راز کہتا ہے اور اپنے اسرار کو اوسکے دل مین القا کرتا ہے اور جب ایسا ہے تو مین بھی بمقتضاے موافقت و متابعت فعل الٰہی علیؑ سے راز کہتا ہون۔

مرقومۂ بالا عبارات ترمذی۔ مشکوٰۃ اور شرح مشکوٰۃ سے اس واقعہ کی اہمیت وضرورت مخصوصیت ومنصوصیت سب کچھ اتنی اور ایسی معلوم ہوگئی کہ اب مجھکو تفصیل وتصریح کی ضرورت باقی نہین رہی۔

اب مجھے صرف یہ دکھلا دینا باقی ہے کہ اس عبارت سے اجمالاً دو چار یا دس بیس لوگون کی تعریض معلوم ہوتی ہے کیونکہ الناس کا لفظ اصل ماخذ مین آیا ہے۔ لیکن امام قندوزی نے ینابیع المودۃ فی القربیٰ مین اس حدیث کو مسند امام احمد بن حنبل سے انھین جابرؓ کی زبانی نقل فرمایا ہے۔ اوسکے الفاظ یہ ہین۔

واطال نجواہ حتی کرہ قوم من اصحابہ ذالک	جب خلوت کو زیادہ طول ہوگیا تو صحابہ کے ایک گروہ کو یہ امر
فقال قائل منہم لقد طال نجوٰی مع ابن عمہ	ناپسند ہوا اور انھین مین سے ایک شخص نے کہا کہ آج تو
مطبوعہ بمبئی ص ۴۸	اپنے ابن عم کے ساتھ آنحضرت صلعم نے طولانی خلوت کی۔

اس عبارت سے الناس کی اتنی تصریح مزید ہوئی کہ وہ صحابہ ہی کی ایک جماعت تھی اور اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس عمل رسالت پر اعتراض کرنے والے بھی ایک خاص بزرگ تھے۔ جن کا نام اس بزرگ محدث نے اونکی عظمت ذاتی کے ادب سے نہ لکھا۔ اب اون بزرگ کی تلاش کی جاتی ہے۔ تو وہ عقید تمند خدمت رسولؐ ادب آموز بارگاہ نبوت۔ قدوۃ الاصحاب حضرت عمر ابن الخطاب ثابت ہوتے ہین ملاحظہ ہو۔

معارج النبوۃ ملا معین لاہوری کی مرقومۂ ذیل عبارت

در ہنگام خلوت ومشاورت نبیؐ باعلیؑ امیر المومنین	جب رسول اللہ صلعم نے حضرت علی سے تخلیہ مین راز کہنا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ باحضرت رسولؐ گفت	شروع کیا تو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے کہا
یارسول اللہ باعلیؑ رازمیگوئی وباوے خلوت	یارسول اللہ صلعم آپ علیؑ سے راز کی باتین کہتے ہین
می کنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمود	اور اون سے تخلیہ کرتے ہین مشورت کرتے ہین آنحضرت صلعم
ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ	نے ارشاد فرمایا کہ مین تنہا علیؑ سے راز کی باتین
یعنی من با او راز نمی گویم بلکہ خدائے تعالیٰ با او راز	نہین کرتا بلکہ حق تعالیٰ باتین کرتا ہے۔
می گوید۔	

گویم مشکل وگر نگویم مشکل۔ کس کی سُنی جاے۔ خدا کی۔ یا حضرت عمرؓ کی۔ ادھر خدا کی تاکید ہے۔ اودھر حضرت عمرؓ کی تعریض راز دار رسالت اور امین نبوت کو بات کرنی مشکل ہے۔

غنیمت حنین کی تقسیم یہان تک بیان ہوچکا ہے کہ محاصرہ طائف کا التوا حنین کے پس ماندہ معاملات کی تکمیل کرنیکی ضرورت سے اختیار فرمایا گیا تھا۔ چنانچہ طائف کا محاصرہ اوٹھاکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعرانہ مین۔

جہاں اسیران حنین واوطاس مقیم تھے تشریف لائے غنیمت کا بڑا ذخیرہ تھا۔ شبلی صاحب اسکی تعداد اور تقسیم کے احوال حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔

چھ ہزار اسیران جنگ۔ چوبیس ہزار اونٹ۔ چالیس ہزار بکریاں۔ چار ہزار اوقیہ چاندی۔ آپ نے اسیران جنگ کے ورثا کا انتظار کیا کہ اونکے عزیز واقارب آئیں تو اون سے گفتگو کی جائے۔ لیکن کئی دن گزرنے پر بھی کوئی نہ آیا۔ مال غنیمت کے پانچ حصے کیے گیے۔ چار حصے حسب قاعدہ اہل فوج کو تقسیم کر دیئے گئے۔ خمس بیت المال اور غربا و مساکین کے لیے رکھا گیا۔ مکہ کے اکثر رؤسا جنھوں نے حال میں اسلام قبول کیا تھا۔ ابھی تک متذبذب الاعتقاد تھے۔ انھیں کو قرآن مجید میں مولفۃ القلوب کہا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں غنیمت کے مصارف بیان کیے ہیں ان لوگوں کے بھی نام ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انلوگوں کو نہایت فیاضانہ انعامات دئے جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ابوسفیان مع اولاد　۳۰۰ اونٹ اور ۱۲۰ اوقیہ چاندی

(۲) حکیم بن حزام　۲۰۰ اونٹ (۳) نصر بن حارث بن کلدہ ثقفی ۱۰۰ اونٹ

(۴) صفوان بن امیہ　۱۰۰ اونٹ (۵) قیس بن عدی ۱۰۰ اونٹ (۶) سہیل بن عمر ۱۰۰ اونٹ

(۷) حویطب بن عبدالعزیٰ ۱۰۰ اونٹ (۸) قرح بن حابس ۱۰۰ اونٹ (۹) عئینہ بن حصین ۱۰۰ اونٹ

(۱۰) مالک ابن عوف ۱۰۰ اونٹ۔

ان کے سوا بہت سے لوگوں کو پچاس پچاس اونٹ عنایت فرمائے۔ عام تقسیم کے رُو سے فوج کے حصہ میں جو آیا وہ فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریاں تھیں۔ لیکن چونکہ سواروں کو تگنا حصہ ملتا تھا اس لیے ہر سوار کے حصہ میں بارہ[۱۲] اونٹ اور ایکسو بیس[۱۲۰] بکریاں آئیں۔ جن لوگوں پر انعام کی بارش ہوئی عموماً اہل مکہ اور اکثر جدید الاسلام تھے اس پر انصار کو رنج ہوا۔ بعضوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو انعام دیا اور ہمکو محروم رکھا۔

تقسیم میں انصار کا عذر

حالانکہ ہماری تلواروں سے ابتک قریش کے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ (بحوالہ بخاری) بعض بولے کہ مشکلات میں تو ہماری یاد ہوتی ہے اور غنیمت اوروں کو ملتی ہے (بحوالہ صحیح بخاری) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چرچے سنے تو انصار کو بلایا۔ ایک چرمی خیمہ کھڑا کیا گیا۔ جس میں لوگ جمع ہوئے۔ آپ نے انصار کی طرف خطاب کیا۔ کہ کیا تم نے ایسا کہا ؟۔ لوگوں نے عرض کی کہ حضور! ہمارے سر برآوردہ لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کہا۔ نوخیز نوجوانوں نے یہ فقرے کہے تھے۔ (بحوالہ بخاری) صحیح بخاری باب مناقب الانصار میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے انصار کو بلاکر پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے تو چونکہ

انصار جھوٹ نہین بولتے تھے اونھون نے کہا آپ نے جو سُنا وہ صحیح ہے۔ آپ نے ایک خطبہ دیا جسکی نظیر فن بلاغت مین نہین مل سکتی انصار کی طرف خطاب فرماکر کہا۔ کیا یہ سچ نہین ہے کہ تم پہلے گمراہ تھے۔ خدانے ہمارے ذریعہ سے تمکو ہدایت دی۔ تم منتشر اور پراگندہ تھے۔ خدانے ہمارے ذریعہ سے تم مین اتفاق پیدا کیا۔ تم مفلس تھے میرے ذریعہ سے تمکو دولتمند کیا۔ آپ یہ فرماتے جاتے تھے۔ اور ہر ہر فقرہ پر انصار کہتے جاتے تھے کہ خدا اور رسول صلعم کا احسان سب سے بڑھکر ہے (بحوالہ صحیح بخاری) آپ نے فرمایا۔ نہین تم یون جواب دو کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تجھکو جب لوگون نے جھٹلایا تو ہم نے تیری تصدیق کی۔ تجھکو جب لوگون نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی۔ تو مفلس آیا تھا۔ ہم نے تیری مدد کی۔ یہ کہکر آپ نے فرمایا تم یہ جواب دیتے جاؤ اور مین یہ کہتا جاون کہ تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اے انصار۔ کیا تم کو یہ پسند نہین کہ اور لوگ اونٹ اور بکریان لیکر جائین اور تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکر اپنے گھر آؤ (بحوالہ بخاری وشرح صحیح بخاری) انصار بے اختیار چیخ اوٹھے کہ ہمکو صرف محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم درکار ہین۔ اکثر لوگون کا یہ حال ہوا کہ روتے روتے ڈاڑھیان تر ہوگئین۔ آپ نے انصار کو سمجھایا کہ مکہ کے لوگ جدید الاسلام ہین۔ مین نے انکو جو کچھ دیا حق کی بنا پر نہین بلکہ تالیف قلب کے لیے دیا۔ سیرۃ النبی صفحہ ۳۶۶

تقسیم مین عذر دار انصار ہی نہین تھے مہاجرین بھی تھے

تقسیم غنائم کے متعلق بعض نوخیز نوجوانان انصار نے جو کچھ عذر وکلام کیے وہ شبلی صاحب نے بالتفصیل بیان کردی اسکے متعلق مجھکو صرف اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ طمع مال اور حرص دولت بہت بُری شے ہے۔ اس سے خال خال لوگ خالی ہون گے تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف گروہ انصار ہی کو اس مین عذر نہین ہوا تھا۔ بلکہ مہاجرین کو بھی چنانچہ عباس ابن مرداس اسلمی کو بھی عذر تھا۔ انصار تو خیر بالمشافہ عرض حال کی جراءت نکرسکے۔ عباس ابن مرداس نے تو روبرو اعتراض کردیا اور اوسکے متعلق معترضانہ اشعار بھی نظم کرکے لوگون کو سنائے۔

عباس ابن مرداس اسلمی اور تقسیم حنین مین غدر

روضۃ الاحباب مین ہے۔

بصحت پیوستہ از	باسناد صحیح رفیع ابن خدیج سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب
رافع بن خدیج کہ گفت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ	صلعم نے گروہ مؤلفۃ القلوب کو جن مین ابوسفیان بن
وآلہ وسلم مؤلفۃ القلوب را مثل ابوسفیان بن حرب و	حرب۔ صفوان بن اُمیۃ علقمہ بن علاثہ عنیبہ بن حصین
علقمہ بن علاثہ وعیینیہ بن حصین واقرع بن حابس را	اور اقرع بن حابس وغیرہم شامل تھے۔ سّو سّو اونٹ
صد شتر داد وعباس بن مرداس اسلمی را کمتر از	مال غنیمت سے عطا فرمائے۔ عباس ابن مرداس اسلمی کو
صد داد۔ وے بخشم رفت دوران باب ابیات گفت	اس سے کم دیئے۔ اسپر اسکو غصہ آگیا اوسکے متعلق

چون ابیات وی بسمع مبارک آنحضرت صلّی اللہ
علیہ وآلہ وسلّم رسید فرمود اقطعوا عنّی لسانی
قطع کنید زبان او را از من ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ وی را بخطائر ابل برد وصد شتر دادوی مجلس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازگشت
واز جملہ خوشنود ترین مردم بود آن سرور
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم باوے گفت در
شان من شعر میگوئی۔ روے اعتذار
در آورد وگفت پدر و مادرم فدائے تو
باد بدرستیکہ من دبیبے مثل دبیب مورچہ از
شعر در زبان خویش می یابم مرا میگزد مانند گزیدن
مورچہ۔ ہیچ چارۂ نمی یابم الا آنکہ شعر بگویم ودرینمعنی
بے اختیارم حضرت تبسّمی فرمود وگفت عرب ترک
شعر نمی تواند کرد۔ چنانکہ شتر ترک حنین خود نمیتواند
کرد۔ بعضے از کتب سیر است کہ چون شعر وی بسمع پیغمبر صلعم
رسید باوے گفت تو ای رگفتی این شعر

نصیبی ونہب العبید؂ بین الاقرع وعیینۃ

حضرت ابوبکر صدیق گفت یا رسول بین الاقرع
وعتبہ۔ رسول اللہ گفت خواہ چنین وخواہ چنان
ہردو یک معنی ادا می کند ابوبکر گفت گواہی میدہم
کہ تو شاعر نیستی وسزاوار نیست ترا شعر چنانکہ
حق تعالے فرمود وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ
وَمَا یَنْبَغِی لَهٗ پس رسول صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم از علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرمود

اُس نے اشعار بھی نظم کیے جب اُسکے یہ اشعار
آنحضرت صلعم نے سُنے تو فرمایا اسکی زبان قطع کرڈالو
حضرت ابوبکر صدیق اُسکو پکڑکر اونٹوں کے مجمع مین لیگئے
اور سو اونٹ اُسکو عنایت فرمائے وہ اونٹ لیکر
آنحضرت صلعم کی خدمت مین واپس آیا اور تمام لوگون
سے زیادہ راضی وخوشنود معلوم ہوتا تھا آنحضرت
صلعم نے عباس سے پوچھا کہ تو میری شان مین اشعار
کہتا ہے اُس نے معذرت کے ساتھ عرض کی کہ میرے
شعر کہنے کی عادت ایک چیونٹی کی مثال ہے جو میری
زبان مین کاٹا کرتی ہے مین اُس سے مجبور ہوکر
شعر کہتا ہون آپ نے تبسم ہوکر فرمایا کہ عرب
شعر کہنے کی عادت اُسی طرح نہین چھوڑ سکتے جسطرح
اونٹ اپنے بچے کو جُدا نہین کرسکتا۔ بعض سیرت کی
کتابون مین لکھا ہے کہ جب اُسکے اشعار آپکے پاس پڑھے
گئے تو آپنے عباس سے پوچھا کہ کیا تو نے یہ شعر کہا ہے
جسکے معنی یہ ہین۔ تو نے مجھے ایک غلام سے بھی کم کردیا
اقرع اور عیینہ کے درمیان۔ حضرت ابوبکر نے کہا
یا رسول اللہ۔ اقرع اور عیینہ کے درمیان
کیا اقرع اور عُتبہ سے ہونا چاہیے۔ آپنے ارشاد کیا کہ
خواہ یہ معنے لو خواہ وہ معنے لو دونون سے ایک ہی
مدعا نکلتا ہے۔ یہ سُنکر حضرت ابوبکر نے کہا مین گواہی
دیتا ہون کہ اگرچہ آپ شاعر نہین ہین اور شعر کہنا آپ کی
شان کے شایان بھی نہین ہے جیسا کہ خود باریتعالے
عزاسمہ فرماتا ہے کہ مین نے تمکو شعر کی تعلیم نہین دی ہے

برخیز و زبان او را از من قطع بکن، علی برخاست
و دست وے را گرفت و می برد و عباس بن مرداس
گوید گفتم اے علی زبان من خواہی برید جواب داد انچہ
حضرت فرمود چنان خواہم کرد پس مرا می برد تا رسیدیم
بحظائر ابل گفت بگیر ازین برائے خویش از چہار تا صد شتر
عباس بن مرداس گوید گفتم پدر و مادرمن فدائے
تو باد عجیب کریم و حلیم و نیکو خو و علیم اید شما
انگاہ علیؑ گفت با من پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ترا از جملہ مہاجرین و انصار داشتہ چہار شتر دادہ اگر
اندراج در زمرۂ ایشان میخواہی می مانی و بران چہار
کہ اول بار بتو دادہ قناعت کن و اگر میخواہی کہ از جملہ
مؤلفۃ القلوب باشی صد شتر بستان گفتم ای علی با تو درین
امر مشورہ مے نمایم توجیہ می فرمائی علی گفت اگر فریفتۂ
مال دنیا نشوی و بارادۂ خدا و رسول خرسند
گردی بہتر بود و مرویست کہ چون آن عطیہا در غنائم
حنین از آنحضرت صلعم واقع شد یکے از یاران باوی
گفت یا رسول اللہ صلعم عنیبہ بن حصین و اقرع بن حابس را
کہ ہر کدام صد شتر عطا بفرمائی و جعیل بن سراقہ را ہیچ
نمیدہی فرمود بان خدائیکہ نفس من بید قدرت اوست
کہ جعیل بن سراقہ بہتر است از ہمہ روی زمین مملو از عنیبہ

کہ تمھین اسکی ضرورت نہین تھی۔ اسکے بعد جناب رسولخدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے
فرمایا کہ اسکی زبان قطع کر دو حضرت علی اُٹھے۔ عباس کا ہاتھ پکڑکر
باہر لے چلے عباس کا بیان ہو کہ مین نے حضرت علی سے کہا کیا
حقیقتاً آپ میری زبان کاٹ ڈالین گے؟ حضرت علیؑ نے کہا
جو رسولخدا صلعم نے حکم دیا ہو اُسکی تعمیل ضرور کیجائیگی۔ اسکے بعد آپ
نے مجھے اونٹون کی قطار مین لیگئے اور مجھسے فرمایا کہ ان اونٹون
مین سے چار سے لیکر سو اونٹ تک لے لو۔ مین نے سخت تعجب
ہوکر کہا کہ حقیقتاً آپ لوگون سے سخی۔ فیاض۔ نیک خو اور
متحمل کوئی شخص نہین ہے یہ سنکر حضرت علیؑ نے مجھسے فرمایا کہ
بات یہ ہو کہ جناب رسولخدا صلعم اسوقت تک تمکو مہاجرین و انصار کے
طبقۂ خاص مین شمار کرتے تھے اگر تم چاہتے ہو کہ اُسی طبقہ مین تمھارا
شمار قائم رہے تو وہی چار اونٹ جو قبل مین تمھین مل چکے ہین اُنھین پر
قناعت کرو۔ اور اگر گروہ مؤلفۃ القلوب مین داخل ہونا چاہتے ہو
تو سو اونٹ لے لو۔ مین نے کہا یا علی آپ مجھے اس امر مین مشورہ دیجیے
آپنے ارشاد کیا مال دنیا پر فریفتہ نہو۔ رضا و رضای رسولؐ پر راضی
ہوجاؤ تو تمھارے لیے سب سے بہتر ہوگا اسی طرح ایک دوسرے صحابی نے
عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ آپنے عیینہ بن حصین اور
اقرع کے ایسے لوگون کو تو سو اونٹ عنایت کیے اور جعیل بن سراقہ
ضمیری کو کچھ نہ عنایت فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ اس خدا کی قسم جسکے قبضہ

۱؎ معارج النبوۃ رکن چہارم مین بھی یہ روایت منقول ہو مگر آخر حصہ روایت مین حضرت علی کے کلام ہدایت کے بعد عباس کے متعلق لکھا ہو
کہ جب اُسنے یہ سنا تو ان اونٹون کی مہار چھوڑکر علحدہ ہوگیا اور کہنے لگا مین اتنے دنون سے ایمان لایا ہون اور مہاجرین کے گروہ
مین شمار ہوتا ہون۔ اس شرف خاص سے نکلنا نہین چاہتا۔ یہ اونٹ واپس لیجیے اور مجھکو میرے حصہ کے وہی چار اونٹ دیجیے حضرت
علی نے ایسا ہی کیا۔ عباس چار اونٹ لیکر علحدہ ہوگیا ص ۲۷۰ روضۃ الصفا ج ۲۔

واقرع وبسیکن من الفت دادم دل انسان را
بہ سبب مال دُنیا واعتماد بر اسلام جعیل
میدارم او را باسلام او گذاشتم۔
روضۃ الاحباب ص ۴۰۴ مطبوعہ نولکشور لکھنو

قدرت میں میری جان ہو کہ اگر تم تمام روئے زمین عینیہ اور اقرع
کے ایسے لوگون سے بھر جاے تب بھی جعیل اُن لوگون سے بدرجہا
بہتر ہو۔ مین نے مال دنیا دیکران لوگون کے قلب کو اسلام کی طرف
مائل کردیا ہو۔ چونکہ جعیل کے اسلام پر مجھکو خود اعتماد ہو اسلیے مین نے
اُسکو اسلام کی اُسی حالت پر چھوڑ دیا۔[۱]

ذوی الخویصرۂ تمیمی کی پیشین گوئی کا واقعہ

اسی غنیمت حنین کے متعلق ذوخویصرہ تمیمی کا بھی واقعہ ہے جسپر شبلی صاحب کی یا تو نظر پڑی نہین۔ یا تو نظر پڑی تھی تو وہی حضرت علی کے خصائص کا ذکر ہو رہا ہوگیا علامہ بدخشی نزل الابرار مین لکھتے ہین۔

عن ابی سعید الخدری قال بینا نحن عند رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات یوم یقسم قسما
اتاہ ذوالخویصرۃ فقال یا رسول اللہ اعدل
قال ویحك ومن یعدل اذا لم اعدل فقال عمر
یا رسول اللہ ائذن لی حتی اضرب عنقہ فقال رسول اللہ
دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلوتہ مع
صلواتھم وصیامہ مع صیامھم یقرؤن القرآن
لایجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق
السھم من الرمیۃ حتی ان احدکم ینظر الی
نصلہ فلا یجد شیئا ثم ینظر الی نضیہ فلا یجد شیئا
ثم ینظر الی قذذہ فلا یجد شیئا قد سبق الفرث
والدم یخرجون علی خیر فرقۃ الناس ایتھم رجل
مخدج احدی ثدیہ مثل ثدی المراۃ او

ابو سعید خدری کا بیان ہو کہ ایک دن ہم لوگ جناب رسالتمآب صلعم کی
خدمت مین بیٹھے تھے اور حضرت غنیمت کا مال اسوقت تقسیم کر رہے
تھے۔ ذوخویصرہ آکر کہنے لگا کہ عدل کیجیے آپنے ارشاد فرمایا
ہلاکی ہو تجھپر اگر مین عدل نہ کرونگا تو کون دوسرا عدل کرے گا
عمرؓ عرض کرنے لگے مجھے اسکی گردن مارنے کی اجازت
تب آپنے فرمایا چھوڑ دو اسکو اسکے اصحاب ایسے ہین کہ تمھاری نماز
تمکو اُنکی نماز کے مقابلہ مین اور تمھارے روزے اُنکے روزون کے مقابلہ
مین حقیر معلوم ہون گے وہ قرآن پڑھین گے لیکن گلے سے نیچے نہین
اتریگا وہ دین سے ایسے نکل جائینگے جسطرح تیر کمان سے نکل جاتا
ہو یہانتک کہ دیکھے تم مین سے کوئی اپنی کمان کی طرف پس کوئی خبر
اس سے نہین پائیگا۔ پس نگاہ کریگا اسکے سوفار کی طرف پس نہین
پائیگا اسمین کوئی شے۔ پھر نگاہ کرے گا اسکے پرون کی طرف
پس نہین پائیگا اسمین کوئی شے۔ گذر اہے وہ تیر سرگین اور

[۱] روضۃ الاحباب کی مرقومہ بالا روایت مین اختلاف اور تواردفی البیان دونون حائل ہوجاتے ہین۔ اسلیے کہ عباس کو جو حکم دیا گیا تھا اسی کو ایکبار حضرت ابوبکر دوسرے بار حضرت علی تعمیل کرتے ہین لیکن معارج النبوۃ اور روضۃ الصفا کی اسناد سے صرف حضرت علی کی تعمیل ثابت ہوتی ہو۔ اسلیے ظن غالب یہ ہو کہ حضرت ابوبکر کی نسبت اسواقعہ مین مولفین کی خوش اعتقادی کا اضافہ ہو المولف عفی عنہ

كالبيضة تدردر وقال ابوسعيد اشهد انی سمعت
هذا من رسول الله صلى الله عليه واله وسلم
واشهد انی کنت مع علی ابن ابی طالب حين
قاتلهم ... فالتمس فاتی به علی نعت الذی
نعت به رسول الله صلعم وهذا الحديث
طرق كثيرة اخرجه الشيخان وغيرهما
ابوداؤد ... واحمد وابويعلى
و... والخطيب وقد رواه غير ابی سعيد
جماعة من صحابة مثل علی وعمر وعبدالله بن
عمرو وعبدالله بن مسعود وعبدالله بن عباس
وعبدالله بن الخباب بن الارت وعقبة بن
عامر وسعد بن وقاص وعمار بن ياسر رضی الله عنهم
والرواية الاولى اخرجه احمد والبخاری والمسلم
والنسائی وابن جرير ارجح المطالب جلد دوم ص ۲۷۳

خون میں اور وہ ایک بہترین گروہ پر خروج کرینگے اُس کے
نشان یہ ہین کہ انمین ایک مخدج یعنی ناقص الخلقت سیاہ
چشم آدمی ہوگا۔ ایک چھاتی اُس کی عورت کی پستان کی
ہوگی، وردہ مثل گوشت کے ٹکرے کے حرکت کرتا ہوا
ہوگا۔ ابوسعید خدری بیان کرتے ہین کہ مین اس امر کی
گواہی دیتا ہون کہ مین نے یہ حدیث جناب سرور کائنات
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سُنی ہے اور اس امر کی بھی گواہی دیتا ہون
کہ مین جناب امیر کے ساتھ تھا جب وہ اس گروہ کے
ساتھ جنگ کر رہے تھے جناب امیر علیہ السلام نے لوگونکو مقتولین
کی طرف بھیجا اور وہ لوگ مخدج کو اُٹھا لائے جو نشانیان
آنحضرت صلعم نے بتلائین تھین وہ سب اسمین موجود تھین اس حدیث کو
شیخین (مسلم و بخاری) اور شیخین کے ماسوا ابوداؤد طیالسی
امام احمد ابویعلی حاکم خطیب رحمہم اللہ تعالی نے تھوڑے
اختلاف سے نقل کیا ہے اور ابوسعیدؓ کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم کی ایک جماعت مثل حضرت علیؓ عمرؓ عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عباس عبداللہ بن خباب بن ارث
عقبہ ابن عامر سعد بن وقاص اور عمار یاسر رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کی ہے ان مین سے پہلی روایت وہ ہے
جسکو امام احمد امام بخاری امام مسلم اور امام نسائی اور ابن جریر نے روایت کی ہے۔

اس سے زیادہ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ارجح المطالب جلد دوم مطبوعہ لاہور از صفحہ ۲۷۳ تا ۲۸۴

ہم اس واقعہ کے اتنا ہی انکشاف حقیقت کرنے کو اپنے مدعا کے لیے کافی سمجھتے ہین۔ شبلی صاحب نے ایسے مشہور
متواتر اور کثیر الاسناد واقعہ کو جو انکے معیار تصدیق کے مطابق محدثین متقدمین کا مختار خاص معلوم ہوتا ہے
کیون قلم انداز فرمایا۔ سیرۃ النبی کی تالیف تک تو نجدیون کی حکومت حجاز اور تصرف علی الحرمین بھی نہین قائم ہوا
تھا۔ جو کف لسان من عیب السلطان کا باعث ہوتا۔

رحمت عالم کی رحمت
عام کا نمونہ

شبلی صاحب بیان فرماتے ہین
حنین کے اسیران جنگ ابھی تک جعرانہ مین محفوظ تھے۔ ایک معزز سفارت آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوے کہ اسیران جنگ رہا کر دیے جائین۔ یہ قبیلہ وہ تھا کہ آپ کی رضاعی والدہ حلیمہ اسی قبیلہ سے تھین۔ رئیس قبیلہ (زہیر ابن صرد) نے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کی جو عورتین ان چھپرون مین محبوس ہین انمین مین تمھاری پھوپھیان ہین اور تمھاری خالائین ہین خدا کی قسم اگر سلاطین عرب نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو اُن سے بہت کچھ امیدین ہوتین اور تم سے تو اور بھی زیادہ توقعات ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خاندان بنی عبدالمطلب کا جسقدر حصہ ہے وہ تمھارا ہے لیکن رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ نماز کے بعد جب مجمع ہو تو سب کے سامنے یہ درخواست پیش کرو۔ نماز ظہر کے بعد ان لوگون نے یہ درخواست مجمع کے سامنے پیش کی آپنے فرمایا کہ مجھکو صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے لیکن مین تمام مسلمانون سے انکی سفارش کرتا ہون۔ مہاجرین وانصار فوراً بول اُٹھے ہمارا بھی حصہ حاضر ہے۔ اسطرح چھ ہزار دفعۃً آزاد تھے۔ ص ۳۹۷ جلد اول

رحمت کی دوسری مثال

شبلی صاحب کی قصیر القلمی کے ساتھ آپکی سریع الرقمی معجون مرکب کا لطف طرفہ تر دکھلاتی ہے۔ اکثر موقع پر تو آپ کی کوتہ قلمی بہت سے واقعات قلم انداز کر دیتی ہے اور بعض مقامات پر آپ کی سریع الرقمی بہت سے قابل ذکر اور ضروری واقعات کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتی ہے مرقومۂ بالا عبارت مین قبیلۂ ہوازن (بنی سعد بن بکر) کے ساتھ جو فیاضانہ سلوک اختیار فرمائے گئے تھے وہ تو آپنے بیان کر دیے۔ قبائل بنی سلیم اور بنو فزارہ کے ساتھ ان سے بڑھکر محاسن اخلاق اور مکارم اشفاق کے جو معاملات پیش کیے گئے وہ آپ بالکل مرفوع القلم فرما گئے۔ حالانکہ ایک حقیقت بین کی نگاہ مین ہوازن کے معاملات سے زیادہ تو بنو سلیم و بنو فزارہ کے واقعات قابل الذکر تھے۔ اسلیے کہ ہوازن کے ساتھ جو احسانات کیے گئے تو اُنکے لیے حضرت حلیمہ سعدیہ کی رعایت خاص کا ذریعہ بھی قائم کیا جا سکتا ہے لیکن بنو سلیم و بنو فزارہ کے ساتھ جو عنایات و تفضلات کیے گئے وہ خالص رحم اور بلا حیلہ و وسیلہ ترحم خاص تھے۔ ہم ان واقعات کو رحمۃ العالمین کی عبارت سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

اب قیدیون مین صرف بنی سلیم اور بنو فزارہ رہگیے۔ اُنکے نزدیک یہ عجیب بات تھی کہ حملہ آور دشمن پر (جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو) ایسا لطف و رحم کیا جائے۔ اس لیے انھون نے اپنے حصہ کے قیدیون کو آزاد نکیا (یعنی مسلمانون نے ہوازن کے قیدی تو رہا کر دیے لیکن بنو سلیم اور بنو فزارہ کے لوگون کو رکھ لیا)۔
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگون کو بُلایا۔ ہر قیدی کی دیت چھ اونٹ قرار پائے۔ پھر یہ قیمت بھی آپنے اپنی پاس سے ادا فرمائی اور اسطرح باقی قیدیون کو بھی آزادی دلا دی۔ پھر سب قیدیون کو اپنے حضور سے لباس پہنا کر رخصت کر دیا

۵ دو شاہ اندر اخیبر و حنین کہ تو دہے بجو دہر انچہ بفتح بستانی رحمۃ للعالمین ص ۱۳۱

مراجعت مدینہ

تمام امور کو باطمینان تمام فراغت فرما کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ مین تشریف لائے اور حج عمرہ بجا لائے اور تا ایام عمرہ مکہ مین مقیم رہے پھر حرم محترم سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اسید بن عتاب کو امارت مکہ تفویض فرمائی اور ابو موسیٰ الاشعری اور معاذ بن جبل کو قبائل عرب مین تعلیم اسلام کی غرض سے مقرر فرمایا۔ ان ضروری انتظامات کے بعد آپ مکہ معظمہ سے رخصت ہو کر اوائل ذیقعدہ یا آغاز ذی الحجہ مین مدینہ منورہ مین داخل ہو گئے۔

روضۃ الاحباب ص ۴۶۴

واقعات متفرقہ سال ہشتم ہجری

حضرت ابراہیم کی ولادت و وفات

اسی سال حضرت ماریہ کے بطن سے جناب ابراہیم کی ولادت ہوئی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت مسرور ہوئے لیکن کل چھ مہینہ کے بعد یہ مسرت حسرت وملالت سے مبدل ہوگئی اور کل چھ مہینے زندہ رہکر بچے نے انتقال کیا۔ اتفاق سے اسی دن سورج گرہن واقع ہوا۔ قدیم دستور کے مطابق لوگون نے اُسکو حضرت ابراہیم کے سانحۂ جانگزا کی علامت بتلایا۔ جناب رسولخدا صلعم نے سُنا تو لوگون کو جمع کر کے ارشاد کیا کہ چاند اور سورج خدا کی خاص نشانیان ہین کسی کے مرنے جینے کا ابپر کوئی اثر نہین پڑتا۔ اسکے بعد آپ نے نماز کسوف جماعت کے ساتھ ادا فرمائی۔

حرمت خمر

آیہ وافی ہدایہ اَلْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ شراب پینا۔ جوا کھیلنا عمل شیطان سے بھی زیادہ ناپاک ہین (اے مسلمانو) اُن سے پرہیز اختیار کرو) کا نزول بھی اسی سال ہوا۔

سرقہ (چوری) بھی حرام کیا گیا اور اس شدت کی علی مساوات کے ساتھ کہ اسکے اعلان اتناعی کے وقت خاص طور پر بیان کر دیا گیا کہ اگر خدا نخواستہ میری پارہ جگر فاطمۃ الزہرا علیہا السلام بھی اسکی مرتکب ثابت ہو تو اُسکے ہاتھ بھی کاٹے جائین گے۔

اسی سال حضرت زینب بنت حضرت صدیقہ کبریٰ خدیجہ سلام اللہ علیہا نے وفات پائی۔

آغاز سال نہم ہجری

آغاز سال نہم ہجری واقعہ ایلا

تاریخ اسلام مین عموماً اس سال کا آغاز واقعۂ ایلا کے قدیم اور عظیم واقعات سے کیا جاتا ہے۔ جو بعض ازواج رسول کے آداب واخلاق نسوانی کی کمی کے باعث سے خاطر رسالت کی کمال رنجیدگی و کبیدگی کا باعث ثابت ہوتی ہین۔ ہم پہلے ان تمام واقعات

شبلی صاحب کی عبارت سے نقل کرتے ہیں۔ پھر منقدانہ طریقہ سے آپ کی مصنوعات قلمی کی انکشاف حقیقت کرینگے شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زاہدانہ اور تمام زخارف دنیاوی سے بیگانہ زندگی بسر کرتے تھے دو دو مہینے تک گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ آئے گئے دن فاقے ہوتے رہتے تھے۔ مدۃ العمر دو وقت برابر سیر ہو کر کھانا نصیب نہیں ہوا۔ ازواج مطہرات اُس جنس لطیف میں شامل تھیں جنکی مرغوب ترین شی عموماً زیب وزینت اور ناز و نعمت ہے اور گو شرف صحبت نے اُنکو تمام ابنائے جنس سے ممتاز کر دیا تھا تاہم بشریت بالکل معدوم نہیں ہو سکتی تھی خصوصاً وہ دیکھتی تھیں کہ فتوحات اسلامی کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے اور غنیمت کا سرمایہ اسقدر پہنچ گیا ہے کہ اسکا ادنی حصہ بھی انکی راحت و آرام کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ ان واقعات کا اقتضا تھا کہ اُنکے صبر و قناعت کا جام لبریز ہو جاتا۔ ازواج مطہرات بڑے بڑے گھرانوں کی خاتونیں تھیں حضرت ام حبیبہ تھیں جو رئیس قریش کی صاحبزادی تھیں حضرت جویریہ تھیں جو قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس کی بیٹی تھیں حضرت صفیہ تھیں جنکا باپ خیبر کا رئیس اعظم تھا حضرت عائشہ تھیں جو حضرت ابوبکر کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت حفصہ تھیں جنکے والد فاروق اعظم تھے بشریت کے تقاضہ سے ان میں منافست بھی تھی۔ اور حریف کے مقابلہ میں اپنے رتبہ اور شان کا خیال رہتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر ایک کو جو شدید محبت تھی وہ ۵ باسایہ ترانمی پسندم۔ کے حد تک تھی۔ ایک دفعہ کئی دن تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھے جسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت زینب کے پاس کہیں سے شہد آیا تھا۔ اُنھوں نے اُن کے سامنے پیش کیا۔ آپ کو شہد بہت مرغوب تھا آپنے نوش فرمایا۔ اسمیں وقت مقررہ سے دیر ہو گئی۔ حضرت عائشہ کو رشک ہوا حضرت حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہمارے تمہارے گھر میں آئیں تو کہنا چاہیے کہ آپکے مُنھ سے مغافیر۵ کی بو آتی ہے (مغافیر کے پھولوں سے شہد کی مکھیاں رس چوستی ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ میں شہد نکھاؤں گا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت اتری۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ

اے پیغمبر اپنی بیبیوں کی خوشی کے لیے تم خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کیوں کرتے ہو۔

علامہ عینی نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے۔

---

۵ مغافیر کے معنی شبلی صاحب نے نہیں بتلائے۔ اسلیے کہ حضرت عائشہ و حفصہ کے حفظ مراتب کا خیال تھا عرب کے ایک بدبو پھول کا نام مغافیر ہے جس سے عموماً ہر شخص متنفر ہوتا ہے۔ المؤلف عفی عنہ

فان قلت کیف جاز لعائشة وحفصة الکذب والمواطاة التی بہا ایذاء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قلت کانت عائشة صغیرة مع انہا وقعت منہا من غیر قصد الایذاء بل ماھو علی حیلة النساء فے الغیرة علی الضرات - تفسیر سورہ مریم	اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو جھوٹ بولنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازش کرنا کیونکر جائز تھا تو جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ کم سن تھین اسکے علاوہ اُنکا مقصود آنحضرت صلعم کو ایذا دینا نہین تھا۔ بلکہ جیسا کہ عورتین اپنی سوکنون کے مقابلہ مین رشک سے تدبیرین اختیار کرتی ہین۔ پس بالکل اسی طرح کی یہ بھی ایک ترکیب تھی۔

لیکن علامہ موصوف کا جواب تسلیم کرنا مشکل ہے اول تو یہ واقعہ ایلاء کے سلسلہ مین ہے جو ۹ ہجری مین واقع ہوا تھا اُسوقت حضرت عائشہ سترہ برس کی ہوچکی تھین۔ دوسرے حضرت عائشہ کمسن تھین لیکن اور ازواج مطہرات جو اسمین شریک تھین وہ تو پوری عمر کی تھین خود حضرت حفصہ کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی کے وقت ۳۵ برس کی تھی۔ ہمارے نزدیک مغافیر کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین تھی۔ تمام روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم لطیف المزاج تھے اور رائحہ بد کی ذراسی ناگواری کو برداشت نہین کرتے تھے مغافیر کے پھولون مین اگر کسی قسم کی کرختگی ہو تو تعجب کی بات نہین۔ البتہ ازواج کا ایکا کرنا بظاہر محل اعتراض ہوسکتا ہے لیکن یہ کسی کا اعتقاد نہین ہے کہ ازواج مطہرات معصوم تھین۔ یا اپنے انجاح مطالب کے لیے جائز وسائل نہین اختیار کرتی تھین اُسی زمانہ مین یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی راز کی بات حضرت حفصہ سے کہی اور تاکید کردی کسی سے نکہنا لیکن اُنھون نے حضرت عائشہ سے کہدیا۔ اسپر یہ آیت اُتری۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ وَاَظْہَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَھَا بِہٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَکَ ھٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ (تحریم)	اور جب کہ پیغمبر نے اپنی بعض بیبیون سے راز کی بات کہی اور اُنھون نے فاش کردی تو پیغمبر نے اُسکا کچھ حصہ اُنسے کہا اور کچھ چھوڑ دیا پھر جب اُن سے کہا تو اُنھون نے پوچھا آپ کو کس نے خبر دی پیغمبر نے کہا مجھکو خدا اے علیم وخبیر نے خبر دی۔

شکر رنجیان بڑھتی گئین اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے باہم مظاہرہ کیا یعنی دونون نے ملکر اتفاق کیا کہ دونون ملکر زور ڈالین۔ اسپر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی شان مین یہ آیتین اُترین

اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا وَاِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ	اگر تم دونو خدا کی طرف رجوع کرو تو تمھارے دل مائل ہوچکے ہین اور اگر اُن کے یعنی رسول اللہ صلعم کے مقابلہ مین ایکا کرو تو خدا اور جبرئیل

وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرًا اور نیک مسلمان اور سب کے بعد فرشتے رسول اللہ صلعم کے مددگار ہین

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے جن معاملات کی وجہ سے ایکا کیا تھا وہ خاص تھے لیکن توسع نفقہ کے تقاضہ مین تمام ازواج مطہرات شریک تھین آنحضرت صلعم کے سکون خاطر مین یہ تنگ طلبی اسقدر خلل انداز ہوئی کہ آپ نے عہد فرمایا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملینگے اتفاق یہ کہ اسی زمانہ مین آپ گھوڑے پر سے گر پڑے اور ساق مبارک پر زخم آیا آپنے بالاخانہ پر تنہا نشینی اختیار کی۔ واقعات کے قرینہ سے لوگون نے خیال کیا کہ آپنے تمام ازواج کو طلاق دی اسکے بعد جو واقعات پیش آئے انکو ہم حضرت عمر کی زبانی نقل کرتے ہین کہ انھون نے دلچسپ اور پرُاثر تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اس بیان مین کچھ ابتدائی واقعات بھی آگئے ہین جس سے اصل واقعہ پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت عمر فرماتے ہین کہ مین اور ایک انصاری (اوس بن خولی یا عتبان بن مالک) ہمسایہ تھے۔ اور معمول تھا کہ ایکدن بیچ دیکر باری باری سے ہم دونو خدمت اقدس مین حاضر ہوا کرتے تھے۔ قریش کے لوگ عورتون پر قابو رکھتے تھے اور اُن پر غالب رہتے تھے لیکن جب مدینہ مین آئے تو یہان انصار کی عورتین مردون پر غالب تھین۔ اُنکے انداز دیکھکر ہماری عورتون نے بھی اُنکی تقلید شروع کی ایک دن مین نے کسی بات پر اپنی بیوی کو ڈانٹا انھون نے اُلٹ کر جواب دیا۔ مین نے کہا تم میری بات کا جواب دیتی ہو۔ بولین تم کیا ہو رسول اللہ کی بیویان اُنکو برابر کا جواب دیتی ہین۔ یہانتک کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دن دن بھر روٹھی رہتی ہین۔ مین نے دل مین کہا غضب ہوگیا اُٹھکر حفصہ (حضرت عمر کی صاحبزادی اور آنحضرت صلعم کی زوجہ مطہرہ) کے پاس آیا اور پوچھا کیا تو واقعی رات بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روٹھی رہتی ہے۔ حفصہ نے اقرار کیا مین نے کہا تجھکو یہ خیال نہین کہ رسول اللہ صلعم کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے پیغمبر رسول میرا خیال کرتے ہین ورنہ تجھکو طلاق دیچکے ہوتے۔

پھر مین ام سلمہؓ کے پاس گیا اُن سے بھی یہی شکایت کی۔ بولین کہ عمر۔ تم ہر معاملہ مین دخل دیتے ہو یہانتک کہ اب رسول اللہ اور اُن کی ازواج مطہرات کے معاملات مین بھی دخل دینے لگے مین چُپ ہوگیا اور اُٹھکر چلا آیا۔

کچھ رات گئے میرے ہمسایہ انصاری باہر سے آئے۔ اور بڑے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ مین گھبرا کر اُٹھا اور دروازہ کھول پوچھا خیر ہے۔ اُنھون نے کہا غضب ہوگیا۔ مین نے کہا کیا غسانی آگئے؟ بولے کہ نہین اُس سے بھی بڑھکر یعنی رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم نے ازواج کو طلاق دیدی۔ مین صبح کو مدینہ مین آیا آنحضرت صلعم کے پیچھے نماز فجر ادا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر بالاخانہ مین تنہا جاکر

بیٹھ گئے۔ میں حفصہ کے پاس آیا تو وہ بیٹھی رو رہی ہیں۔ میں نے کہا میں نے تجھ سے پہلے ہی کہا تھا حفصہ کے پاس سے اُٹھکر مسجد نبوی میں آیا۔ دیکھا کہ صحابہ پیغمبرؐ کے پاس بیٹھے رو رہے۔ میں اُنکے پاس بیٹھ گیا لیکن طبیعت کو سکون نہیں ہوتا تھا۔ اُٹھکر بالاخانہ کے پاس آیا۔ اور رباح (خادم خاص) سے کہا کہ اطلاع کرو۔ لیکن آنحضرت صلعم نے کچھ جواب نہیں دیا۔ میں اُٹھکر پھر مسجد نبوی میں چلا آیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد بالاخانے کے نیچے آیا۔ اور وہاں سے دوبارہ اذن طلبی کی درخواست کی جب کچھ جواب نہیں ملا تو میں نے پکار کر کہا رباح میرے لیے اذن مانگ۔ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خیال ہو کہ میں حفصہ کی سفارش کرنے آیا ہوں۔ خدا کی قسم رسول اللہ فرمائیں تو میں حفصہ کی گردن اُڑا دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی۔ اندر گیا تو دیکھا کہ آپ کھری چارپائی پر لیٹے ہیں اور جسم مبارک پر بانوں کے نشان پڑ گئے ہیں۔ اِدھر اُدھر نظر اُٹھا کر دیکھا تو ایک طرف مٹھی بھر جَو رکھے ہوئے تھے ایک کونے میں (کسی جانور کی تھی) ایک کھال کھونٹی پر لٹک رہی ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبب پوچھا۔ میں نے عرض کی۔ اس سے بڑھکر رونے کا اور کیا موقع ہو گا۔ قیصر وکسریٰ باغ وبہار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور پیغمبرؐ ہو کر آپ کی یہ حالت ہے آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ قیصر وکسریٰ دنیا لیں اور ہم آخرت۔ میں نے عرض کی کیا آپ نے ازواج کو طلاق دیدی؟ آپ نے کہا نہیں۔ میں اَللّٰہُ اکبر پکار اُٹھا۔ پھر عرض کی کہ مسجد میں تمام صحابہ مغموم بیٹھے ہیں۔ اجازت ہو تو جا کر خبر کر دوں کہ واقعہ غلط ہے۔

چونکہ ایلاء کی مدّت یعنے ایک مہینہ گذر چکا تھا۔ آپ بالاخانہ سے نیچے اُتر آئے اور عام باریابی کی اجازت ہوگئی اسکے بعد آیات تخییر نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝	اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے کہدو کہ اگر تم کو دنیا وی زندگی اور دنیا کا زیب اور آرائش مطلوب ہے تو آؤ میں تمکو رخصتی جوڑے دیکر بطریق احسن رخصت کر دوں اور اگر خدا اور رسول اور آخرت مطلوب ہے تو خدا نے اپنے نیکو کار بندوں کے لیے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے

(احزاب)

مہینہ ختم ہوچکا تھا آپ بالاخانہ سے نیچے اترے اور چونکہ ان تمام معاملات میں حضرت حضرت عائشہ پیش پیش تھیں ان کے پاس تشریف لیگئے اور ارشاد الٰہی سے مطلع فرمایا۔ انھوں نے کہا۔ میں سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول کو لیتی ہوں تمام ازواج مطہرات نے بھی یہی جواب دیا۔

ایلار۔ تخییر۔ مظاہرہ حفصہ وعائشہ۔ یہ واقعات عام طور پر اسطرح بیان کیے گئے ہیں کہ گویا مختلف زمانہ کے واقعات ہیں اور ان سے ایک ظاہر بین یہ دھوکا کھا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج کے ہمیشہ ناگواری کے ساتھ بسر کرتے تھے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تینوں واقعے ہم زمان اور ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں صحیح البخاری باب النکاح (باب موعظۃ الرجل لابنتہ) میں حضرت ابن عباس کی زبانی جو تفصیلی روایت ہے اسمیں صاف تصریح ہے کہ مظاہرہ ازواج مطہرات سے انعزال۔ افشائے راز۔ آیت تخییر کا نزول سب ایک ہی سلسلہ کے واقعات ہیں۔ حافظ ابن حجر انعزال کے متعدد اسباب لکھ کر لکھتے ہیں۔

وھذا ھو اللائق بمکارم اخلاقہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسعۃ صدرہ وکثرۃ صفحہ وان ذالک لو اجتمع منھن حتی تکرر موجبہ منھن۔	آن حضرت صلعم کے مکارم اخلاق۔ کشادہ دلی اور کثرت عفو کی یہی مناسب تھا۔ اور آپ نے اسوقت تک ایسا نہیں کیا ہوگا جب تک ان (ازواج) سے اس قسم کی حرکتیں متعدد بار ظہور پذیر نہ ہوئیں ہوں۔

فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۲۵۴

مظاہرہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑی ضرررسان سازش تھی جسکا اثر پرخطر تھا آیت مذکور یہ ہے۔

وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرًا۔	اور اگر وہ دونوں (عائشہ وحفصہ) رسول کے برخلاف ایکا کریں تو خدا اسکا مولی ہے جبرل اور نیک مسلمان اور ان سب کے ساتھ فرشتے بھی مددگار ہیں۔

اس آیت میں تصریح ہے کہ اگر ان دونوں کا ایکا قائم رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کو خدا جبرل اور نیک مسلمان اور ان سب کے ساتھ فرشتے بھی مددگار ہیں۔ روایتوں سے مظاہرہ کا جو سبب معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہی کہ اسکے ذریعہ سے وہ نفقہ کی توسیع چاہتی تھیں یا اگر ماریہ قبطیہ والی روایت تسلیم کر لیجائے تو صرف یہ کہ وہ الگ کر دیجائیں۔ لیکن یہ ایسی کیا اہم

باتین تھین اور حضرت عائشہ اور حفصہ سے کسی قسم کی سازش ایسی کیا پُرخطر ہو سکتی تھی جسکی مدافعت کے لیے ملاء اعلیٰ کی اعانت کی ضرورت ہو۔ اس بنا پر بعضون نے قیاس کیا ہے کہ یہ مظاہرہ کوئی معمولی نہین تھا۔ مدینہ منورہ مین منافقین کا ایک گروہ کثیر موجود تھا جنکی تعداد چارسو تک بیان کی گئی ہے یہ شریر النفس ہمیشہ اس تاک مین رہتے تھے کہ کسی تدبیر سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خاندان اور رفقائے خاص مین پھوٹ ڈلوادین۔ ابن حجر نے اصابہ مین اُمّ جلدح کے حال مین لکھا ہے وکانت تحرش بین ازواج النبی صلعم و ازواج مطہرات کو برابر بھڑکایا کرتی تھی ایک دفعہ افک کے واقعہ مین اُنکو کامیابی کی جھلک نظر آچکی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پندرہ روز تک حضرت عائشہ سے کبیدہ خاطر رہے۔ حضرت حسان افک مین شریک ہو گئے تھے آنحضرت صلعم کی سالی حمنہ جو حضرت زینب کی بہن تھین سازش مین اُلجھ گئین تھین۔ چنانچہ اس روایت کو سلامیہ شہرت دیتی تھین حضرت ابوبکر نے اپنے ایک قریبی عزیز مسطح کو جو شریک تہمت تھے مالی اعانت سے محروم کردیا تھا غرض۔ اگر حضرت عائشہ کی برارت پر وحی نہ آتی تو ایک فتنہ عظیم برپا تھا معلوم ہوتا ہے کہ جب ازواج کی کشمش خاطر اور کبیدگی و تنگ طلبی کا حال منافقون کو معلوم ہوا تو انھون نے اشتعال دیکر بھڑکایا ہوگا اور چونکہ مظاہرہ کی ارکان اعظم حضرت عائشہ اور حفصہ تھین انکو خیال ہوا ہوگا کہ اُنکے ذریعہ سے اُنکے والدین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو اس سازش مین شریک کرلینا ممکن ہے لیکن اُنکو یہ معلوم نہ تھا کہ ابوبکر و عمر حضرت عائشہ و حفصہ کو رسول کی خاک قدم پر قربان کرسکتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمر کو اذن ملا تو انھون نے پکار کر کہا کہ اگر ارشاد ہو تو حفصہ کا سر لیکر آؤن۔ آیت مین روئے سخن منافقین کی طرف ہے یعنی اگر عائشہ و حفصہ سازش بھی کرینگی اور منافقین اُن سے کام لینگے تو خدا پیمبر کی اعانت کے لیے موجود ہے اور خدا کے ساتھ جبرئیل و ملائکہ بلکہ تمام عالم ہے۔

اسقدر عمومًا مسلم ہے اور خود قرآن مجید مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات کی خاطر سے کوئی چیز اپنے اوپر حرام کرلی تھی۔ اختلاف اسمین ہے کہ وہ چیز کیا تھی؟ بہت سی روایتون مین ہے کہ وہ ماریہ ایک کنیز تھین جنکو عزیز مصر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین بھیجا تھا۔ ماریہ قبطیہ کی روایت تفصیل کے ساتھ مختلف طریقون سے بیان کی گئی ہے جن مین یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا جو راز حفصہ نے فاش کیا تھا۔ انھین ماریہ قبطیہ کا تھا۔ اگرچہ یہ روایتین بالکل موضوع اور ناقابل ذکر ہین لیکن چونکہ یورپ کے اکثر مورخون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے معیار اخلاق پر حرف گیریان کی ہین۔ ان کا گل سرسبد یہی ہے۔ اس لیے اُن سے تعرض کرنا ضروری

اُن روایتون مین واقعہ کی تفصیل کے متعلق اگرچہ نہایت اختلاف ہے لیکن اسقدر سب کا مشترک ہے، کہ ماریۂ قبطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موطؤہ کنیزون مین تھین اور آنحضرت صلعم نے حفصہ کی ناراضی کی وجہ سے اُن کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ حافظ ابن حجر شرح صحیح بخاری تفسیر سورۂ تحریم مین لکھتے ہین۔

ووقع عند سعید بن منصور باسناد صحیح الی مسروق قال حلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لحفصۃ لا یقرب منہ	اور سعید بن منصور سے بسند صحیح جو مسروق پر منتہی ہوتی ہے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ سے قسم کھائی کہ مین اپنی کنیز سے مقاربت نکرونگا۔

ص ۵۰۳

اسکے بعد حافظ موصوف نے مسند ہیثم اور طبرانی سے متعدد حدیثین نقل کی ہین جنمین سے ایک یہ ہے

وللطبرانی من طریق الضحاک عن ابن عباس قال دخلت حفصۃ بیتھا فوجدہ یطاء ماریہ فعاتبہ	اور طبرانی نے ضحاک کے سلسلہ سے حضرت عبداللہ بن عباس روایت کی ہے کہ حضرت حفصہ اپنے گھر مین گئین تو آنحضرت صلعم کو ماریہ کے ساتھ ہم بستر دیکھا اسپر اُنھون نے آنحضرت صلعم پر عتاب کیا

فتح الباری مطبوعہ مصر ص ۴۰۲ جلد ۸

ابن سعد اور واقدی نے اس روایت کو زیادہ بدنما پیرایون مین نقل کیا ہے۔ ہم اُن کو قلم انداز کرتے ہین لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام روایتین محض افترا اور بہتان ہین۔ علامہ عینی شرح صحیح بخاری باب النکاح جلد ۹ ص ۴۸۵ مین لکھتے ہین۔

والصحیح فی سبب نزول الآیۃ فی قصۃ العسل لا فی قصۃ ماریہ المروی فی غیر الصحیحین و قال نووی ولم یات قصۃ ماریۃ من طریق صحیح	اور آیت کی شان کے باب مین صحیح روایت یہ ہے کہ وہ شہد کے واقعہ مین نازل ہوئی ہے۔ ماریہ کے قصہ مین نہین نازل ہوئی جو صحیحین کے سوا اور کتابون مین مذکور ہے نووی نے کہا ہے کہ ماریہ کا قصہ کسی طریقہ سے صحیح نہین ہے۔

یہ حدیث تفسیر ابن جریر۔ طبرانی۔ مسند ہیثم مین مختلف طریقون سے مروی ہے۔ ان کتابون مین عموماً جس قسم کے رطب و یابس روایت مین مذکور ہین اسکے لحاظ سے جب تک انکی صحت کے متعلق کوئی خاص تصریح نہو لائق التفات نہین۔ حافظ ابن حجر نے ان مین ایک طریقہ کی توثیق کی ہے یعنے وہ روایت جسکے آخر راوی مسروق ہین لیکن اولاً تو اس روایت مین ماریۂ قبطیہ کا مطلق نام نہین۔ صرف اسیقدر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ کے پاس قسم کھائی کہ مین اپنی کنیز کے پاس نجاؤنگا اور وہ مجھپر حرام ہے۔

علاوہ اسکے کہ مسروق تابعی ہین یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہین دیکھا تھا اسلیے یہ حدیث اصول حدیث کے رو سے منقطع ہے یعنے اسکا سلسلہ سند صحابی تک نہین پہونچتا۔ اس حدیث کے ایک اور طریقہ کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین صحیح کہا ہے لیکن اس طریقہ کے ایک راوی عبد الملک رقاش ہین جنکی نسبت دار قطنی نے لکھا ہے۔

کثیر الخطاء فی الاسانید والمتون — سندون مین اور اصل الفاظ حدیث مین بہت خطا کرتے

الحدیث یحدث عن حفظہ — ہین مرویات بین ھو لتے ہین۔

یہ امر مسلّم ہے کہ ماریہ کی روایت صحاح ستّہ کی کسی کتاب مین مذکور نہین یہ بھی تسلیم ہے کہ سورۂ تحریم کا دکی ر شان نزول ہیں جو صحیح بخاری اور مسلم مین مذکور ہے یعنی شہد کا واقعہ قطعی طریقہ سے ثابت ہے امام نووی نے جو ائمہ محدثین مین سے ہین صاف تصریح کی ہے کہ ماریہ کے باب مین کوئی صحیح روایت موجود نہین حافظ ابن حجر اور حافظ ابن کثیر نے جن طریقون کو صحیح کہا۔ انہین سے ایک منقطع اور دوسرے کا راوی کثیر الخطا ہے۔ ان واقعات کے بعد کون کہسکتا ہے کہ یہ روایت استناد کے قابل ہے یہ بحث اصول روایت کی بنا پر تھی۔ درایت کا لحاظ کیا جاے تو مطلق کد و کاوش کی حاجت نہین۔ جو رکیک واقعہ ان روایتون مین بیان کیا گیا ہے وہ ایک معمولی آدمی کی طرف منسوب نہین کیا جاسکتا نہ کہ اُس ذات پاک کی طرف جو تقدس ونزاہت کا پیکر تھا۔ سیرۃ النبی جلد اص ۳۹۰-۴۰۸

شبلی صاحب کی قلمکاریون کا انکشاف

واقعۂ ایلاء کی یہ طول وطویل تفصیل ہے جو شبلی صاحب نے اپنے طریقۂ خاص سے قلمبند فرمائی ہے۔ اسکے متعلق ہمارے تنقیدی نظریات حسب ذیل ہین۔

تمہید مین جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زاہدانہ معاشرت کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا گیا ہے اُس سے حرف بحرف مجھے اتفاق ہے لیکن آپکے اس زاہدانہ اور پاک و پاکیزہ معاشرت کو بدنام کرنیوالی آپ کی دو ایک بیبیان تھین جنکی تخصیص ان آیات قرآنی مین موجود ہے۔ ورنہ یہ تعمیم تمام افراد ازواج پر شامل ہوجاتی۔

یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ ازواج نہ معصومہ نہ محفوظہ عن الخطا۔ اسلیے اُن سے بشریت کے تقاضہ یا کجی فطرت کے باعث سے افعال ناروا یا اعمال ناسزا صادر ہوجائین تو کوئی تعجب انگیز وحیرت خیز نہین اسکی نسبت اتنی گذارش ہے کہ اُنکی فطرت و طبیعت سے تو واقعی تعجب انگیز نہین لیکن اس اعتبار اختصاصی سے کہ یہ حضرات اتنی مدت تک شرف ملازمت اور اعزاز مجالست و مخالطت سے مشرف ہوکر بھی اپنی اخلاقی کمزوریون کو درست

نفرما سکین البتہ حیرت خیز بھی ہے اور تعجب انگیز بھی۔

یہ بھی درست ہے کہ حضرت جویریہ رئیس بنی المطلق کی اور حضرت صفیہ رئیس خیبر کی صاحبزادیان تھین۔ لیکن ان رئیس زادیون کے ساتھ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکر اور حضرت حفصہ بنت حضرت عمر کو عرب کی شاہزادیون یا رئیس زادیون مین شامل کرنا صرف آپ کی خوش اعتقادیون کا اضافہ ہے۔ واقعیت سے اسکو سروکار نہین۔ حضرت ابوبکر کی کوئی امتیازی معرفت نہین کرائی گئی لیکن ابوسفیان کی رئیس قبیلہ اور حضرت عمر فاروق اعظم ہونیکی معرفت اعزازی کرائی گئی ہے۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب کے ایسا بنیا کا محقق ابوسفیان کی امارت کفر کے گذشتہ اقتدار کو اسلام کے موجودہ امتیاز سے مقابل اور مساوی کرنا چاہتا ہے۔ اگر قریش ہونیکی شرافت کا خیال ہے تو باعتبار شرافت نسبی کے جیسی ام حبیبہ تھین ویسی ہی جناب ام سلمہ۔ جناب سودہ اور جناب میمونہ اور جناب زینب وغیرہن رضی اللہ عنھن۔ ابوجہل کی زندگی تک تو ابوسفیان کی امارت کا پتا نہین۔ ہان احد سے حدیبیہ تک چار برس تک کفار قریش نے انکو اپنا امیر مقرر کیا تھا

افسوس ہے آپنے اپنی کتاب مین اس سے پہلے بھی اور اسوقت بھی انکی امارت کا حوالہ دیکر اہل اسلام کو سخت مغالطہ دینا چاہا ہے اور اسی ابتدا سے اپنے خلیفہ مجسم امیر معاویہ کی امارت کی خبر نکالنی چاہی ہے

اب رہا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا امتیاز قبل اسلام عرب کے تمام کارنامے انکے امتیازی تفصیل و بیان سے بالکل خالی ہین۔ ہان قریش سب لکھتے ہین جیسے یہ بزرگوار تھے ویسے اور تمام حضرات یہ امتیاز خاص کیسا؟

باقی رہا صدیق و فاروق اعظم ہونیکا امتیاز۔ یہ آپکا خاص عطیہ ہے۔ اور اس کا آپ کو ہمیشہ ہر وقت اختیار ہے جسکو جو چاہین بنا دین۔ غیر اقوام و مذاہب کے محققین اسے کیون ماننے لگے۔ ہون گے تو آپکے فاروق اعظم وہ کیون ماننے لگے۔ امتیاز و اعزاز مسلمہ ہونے چاہیے اور انھین پر اظہار مفاخرت صحیح ہوتا ہے مثلاً۔ حضرت جویریہ اور حضرت صفیہ کے شاہزادیان ہونے مین کسیکو بھی عذر و کلام نہین۔ نہ اہل اسلام کو اس سے انکار ہے اور نہ غیر اقوام کو بخلاف انکے حضرت عائشہ اور حفصہ کے جب نام لیے جائینگے تو وہ صاف صاف کہدینگے۔ یہ کہان کی شاہزادیان آئین؟ ہم کیا جانین صدیق اکبر کون تھے؟ اور فاروق اعظم کون؟۔

خیر ہم اس مقام پر اس بحث کو کہ اصلی صدیق اکبر اور حقیقی فاروق اعظم زبان رسالت نے

کیسے کہکر بتلایا ہے۔ اٹھانا نہین چاہتے اور تھوڑی دیر کے لیے حضرت عائشہ اور حفصہ کو دوسرے عرب کے
بڑے گھرون کی صاحبزادیان بھی تسلیم کر لیتے ہین تو کیا فائدہ ہے جو واقعات زیر بحث ہین ان مین ان دونون
خواتین کی ایسی اخلاقی کمزوریان ثابت ہوتی ہین جنکی وجہ سے انکا شمار ادنی کے نسوانی طبقات مین کیا جاویگا
آپکا یہ لکھنا کہ بشریت کے اقتضا سے ان مین منافست بھی تھی اور حریف کے مقابلہ مین اپنے رتبہ
اور شان کا بھی خیال رہتا تھا۔"

اگر یہ تصریح حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی نسبت ہے تو صحیح ہے اسلیے کہ ان تمام واقعات کی مخاطب
اصلی یہی ہین مگر آپ تو اس کو سخت مغالطہ دہی کے طریقے سے تعمیم کے خاص پیرایہ مین لکھتے ہین جسے دیکھکر دیکھنے والے
سمجھ جائین کہ آنحضرت صلعم کی تمام بیبیان جنکے نام آپنے خاص کر اپنی مغالطہ دہی کی ضرورت سے لکھے ہین۔ ان عیوب
مین مبتلا تھین۔ آپکا تمام ازواج کو شامل کرنا تمام مسلمانون کو الفاظ و ارشاد قرآنی کے خلاف دھوکا دینا ہے
جیسا کہ بہت جلد آگے بیان ہوتا ہے۔

آپ کا یہ بیان کہ (ازواج) کو ہر ایک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو شدید محبت تھی
وہ "باسایہ ترا نمی پسندم" کے حد تک پہونچی ہوئی تھی۔

رقابت کے فطرتی شائبہ محبت کے اعتبار تک تو صحیح ہے لیکن عام محبت کی حقیقت کو نہین ثابت کرتا
اسمین تعمیم کا طریقہ بھی غلط ہے تخصیص چاہیے جنکو تھی انکو تھی جنکو نہین تھی انکو نہین تھی۔ اگر آنحضرت صلعم
کے ساتھ سب کو محبت شدید بدرجہ مساوی ہوتی تو اتنے بڑے طول و طویل داستان ناقابل بیان اور قضیہ نامرضیہ
کی نوبت ہی کیون آتی۔ شبلی صاحب غضب کی جرأت کرتے ہین کہ تمام سیرت و تاریخ۔ تفسیر و حدیث کی
مرویات کے خلاف واقعہ ایلاء مین حضرت عائشہ و حفصہ کے ساتھ حق ناحق اور ازواج کو شامل
بتلا کر خواہ مخواہ خدا کے گنہگار بنتے ہین۔

اسکے بعد آپ اس واقعہ کو اپنی خود غرضانہ ضرورت سے اپنے خاص الفاظ مین اختصار کے ساتھ لکھتے ہین۔
لیکن ہم اُسی کو تسلیم کر کے لکھتے ہین کہ مسلمان تو مسلمان غیر اقوام و مذاہب کے سنجیدہ اور فہمیدہ
اشخاص اس قصہ کو آپ ہی کے الفاظ مین حضرت عائشہ اور حفصہ کی ان عیارانہ تدبیرون اور حیلون
کی تفصیل کے ساتھ پڑھکر۔ اگرچہ وہ سوتیاڈاہ (رقابت) ہی کے سبب سے کیون ہو کیا تعجب نہ کرینگے کہ رسول اللہ صلعم
کے ایسے اشرف اولاد آدم رحمت عالم اور اخلاق مجسم کی گھر کی بیبیان ایسی حیلہ سازیون اور حرفت
بازیون مین مشاق تھین کہ انکو نہ جھوٹ بولنے مین کوئی تامل تھا اور نہ اپنے مقدس شوہر کے خلاف سازش کرتے

شرم تھی اور نہ اُس پر اتہام لگانے میں حجاب ان ھذا الشیٔ عجاب

علامہ عینی نے ان مشکلات کا حضرت عائشہ کی کمسنی کی بنا پر عذر بدتر از گناہ نکالا ہے جسکو آپنے خود مسترد فرما دیا ہے اسلیے مجھکو اُسکی نسبت لکھنے کی ضرورت نہیں مگر اتنی یاد دہانی ضرور ہے کہ عینی صاحب حضرت حفصہ کے لیے کچھ بھی نکر سکے آپ نے عینی صاحب کا جواب مسترد فرما کر اس واقعہ پر جو روشنی ڈالنا چاہی ہے اُسکے الفاظ یہ ہین۔

ہمارے نزدیک مغافیر کے پھولون کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین تھی تمام روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لطیف المزاج تھے اور رائحہ کی ذراسی ناگواری کو برداشت نہین کرسکتے تھے۔ مغافیر کی پھولون مین اگر کرختگی[ل] ہو تو تعجب کی بات نہین۔

شبلی صاحب یہ سب کچھ صحیح کہ جناب سرور کائنات صلعم لطیف المزاج تھے اور رائحہ کی ذراسی ناگواری کو برداشت نہین کرسکتے تھے یعنے بدبو سے متنفر خوشبو کے شایق۔ مغافیر کے پھولون مین کرختگی ہوتی ہے لیکن شبلی صاحب یہ سمجھ مین نہین آتا۔ جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہین کہ ہمارے نزدیک مغافیر کے پھولون کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین۔ کیسے صحیح مانا جاسکتا ہے۔ ہم اکیلے نہین بلکہ خود آپ کے مرقومہ الفاظ۔ آپ کے تمام علما اور تمام کتابین پکار رہی ہین کہ یہ سفید جھوٹ ہے جیسا کہ آپکے یہ خاص الفاظ بتلا رہے ہین ملاحظہ ہو۔

حضرت عائشہ کو رشک ہوا۔ حضرت حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ صاحب ہمارے یا تمھارے گھر مین آئین تو کہنا چاہیے کہ آپ کے مُنھ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔"

کہیے شبلی صاحب۔ واقعیت کیا کہتی ہے حقیقت کیا بتلا رہی ہے۔ رسول اللہ صلعم زینب کے یہان سے شہد پیکر آئے تھے یا مغافیر کے پھولون کا شربت۔ اگر صرف شہد پیکر آئے تھے جیسا کہ آپ اور آپکے تمام علماء الکھکر بتلاتے ہین تو آپ کی صدیقہ حضرت عائشہ جھوٹ بولین اور آپ بھی انکی برارت مین صریح جھوٹ بولے۔ اگر واقعی مغافیر کا شربت پیکر آنا ثابت ہو تو البتہ حضرت عائشہ کا قول اور آپ کی تاویل دونون صحیح ہین لیکن اسی کے ساتھ یہ مشکل آپڑتی ہے کہ بقول آپ کے اگر مغافیر کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین تھی صحیح ہے تو پھر رسول اللہ صلعم کی یہ ناراضی اور ناگواری اور خداوند عالم کی اعانت و مددگاری کی طول طویل تفصیل جو قرآن مجید کے ایک خاص سورہ مین مذکور ہے۔ بالکل بلا وجہ اور محض بے ضرورت ہوجاتی ہے ان ھذا البعد الابعاد

ل کرختگی۔ بو کی تعلیل بالمعنی ہے۔ مگر شبلی صاحب مغافیر کے اصل معنے کو کیا کرینگے جو ایک بدبودار پھول ہوتا ہے جسکو ہندوستان مین اندرائن کہتے ہین۔ المولف

شبلی صاحب کی ناحق کوشی اور حقیقت سے چشم پوشی - آخر کہان تک منافقین کی نسبت تو آپ نے مغالطہ دیکر جھوٹ کو سچ بنانے کی کوشش کی لیکن ایکا کرنے اور سازش کرنے کی نسبت آپ سے بھی کچھ نہ چلی آخر چار و ناچار آپ کو بھی اس جرم کا اقرار کرنا ہی پڑا آپ کے الفاظ یہ ہین -

البتہ ازواج کا ایکا کرنا بظاہر محل اعتراض ہوسکتا ہے -،، کمال افسوس ہے کہ اس اعتراف مین بھی آپ نے پھر عام مغالطہ دہی سے کام لینا چاہا ہے اور ازواج کا لفظ عام لکھکر اسکی عمومیت سے بیجا فائدہ اُٹھانا چاہا ہے آپ ابتدا ہی سے اس بحث مین بار بار عام مغالطہ دہی کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتے ہین اور ہم ہر ایک مقام پر آپ کی اُن مغالطون کا انکشاف کرتے آتے اور بتلاتے آتے ہین کہ اس واقعہ مین سازش بھی - ایکا تھا تہمت تھی - الزام تھا اور اتہام تھا وہ صرف حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کا چنانچہ آپ کے خاص الفاظ و عبارت سے ہم صرف انھین دونون خواتین کی صلاح و مشورہ اور حیلہ و تدبیر اوپر لکھ آئے ہین پھر آپ ایسا مجمل اور مبہم لفظ کیون لکھتے ہین ؟ اور ایسا خلاف واقع بیان کیون کرتے ہین ؟ جو دیگر ازواج رسول مقبول صلعم کے شمول پر بھی محمول ہوسکتا ہے - آپ اگر حقیقت نگار محقق اور غیر جانبدار مورخ ہین تو تخصیص کرکے لکھتے انصاف اور اظہار حق کے تو یہ معنی ہین کہ مجرمین مخصوصین کے نام لکھدیجیے کہ واقفیت عام ہوجائے - مگر نہین آپ نے اپنی کمال حیلۃ القلمی اور ذو جہتی کی ترکیب سے ازواج کا مجمل و خاص لفظ رکھا ہے - جو دو سے لیکر دو ہزار ازواج کے لیے بھی مستعمل ہوسکتا ہے - اور مُدعا یہ ہے کہ جب تعریض کرنے والے آپ پر اعتراض کرین تو آپ صاف صاف کہکر نکل جائین کہ ازواج کا لفظ انھین دونون خواتین کی نسبت آیا ہے اور اگر کوئی اعتراض نکرے اور نہ پوچھے تو مطلب اول حاصل ہے دنیا سمجھے گی کہ اس جرم کی یہی دو خواتین مجرم نہین ہین بلکہ تمام ازواج قصور مین شامل ہین - انصاف سے فرمائیے - مؤلف کے لیے یہ کیسی شرمناک تحریر ہے - اسکے آگے لکھا گیا ہے -

> اسی زمانہ مین یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی رازکی بات حضرت حفصہ سے کہی اور تاکید کردی کہ کسی سے نہ کہنا لیکن انھون نے حضرت عائشہ سے کہدیا اُسپر یہ آیت اُتری -

اذا اسر النبیّ الی بعض ازواجہ	جبکہ پیغمبر نے اپنی بعض بی بیون سے راز کی بات
حدیثا فلما نبأت بہ واظھرہ اللہ علیہ	کہی اور اُنھون نے فاش کردی اور خدا نے پیغمبر کو
عرف بعضہ عن بعض فلما نبأھا بہ	اسکی خبر کردی تو پیغمبر نے اسکا کچھ حصہ اُن سے کہا

قالت من انباك هذا قال هذا نبانی العليم الخبير — اور کچھ چھوڑ دیا پھر جب اُن سے کہا تو انھوں نے کہا آپ کو کس نے خبر دی پیغمبر نے کہا مجھ کو خدائے عالم وخبیر نے خبر دی۔

شکر رنجیاں بڑھتی گئیں اور حضرت عائشہ وحفصہ نے باہم مظاہر کیا۔ یعنے دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ دونوں ملکر زور ڈالیں۔ اسپر حضرت عائیشہ اور حفصہ کی شان میں یہ آیتیں اُتریں۔ سیرۃ النبی

یہاں سے شبلی صاحب نے گویا اپنی تمہید کی تفصیل مُدّعا شروع کی ہے اور آپ نے اپنی قلم آئیوں سے اس واقعہ ناشدنی کا یوں سلسلہ قائم کرنا چاہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناگواری کی ابتدا ازواج کے مطالبات توسیع نفقات کے معاملہ سے شروع کی ہے۔

یہ آپ کا ایسا دعوی ہے جسکی کوئی دلیل آپ نے پیش نہیں کی ہے۔ اگر یہ واقعہ ہے تو آپنے اسکی تفصیل کسی روایت سے دکھلائی ہوتی کہ فلاں وقت اور فلاں مقام پر ازواج مطہرات نے انفرادا یا اجمالا اپنے اپنے نفقات کی رقمیں بڑھانے کے لیے رسول اللہ صلعم کو اسقدر تنگ کیا جو آپ کی ملالت خاطر کا باعث ہوا اور یہ آیت اتری۔ آپ نے اپنے اس دعوی کی تمہید کی تائید میں نہ کوئی ایسا واقعہ پیش کیا اور نہ کوئی روایت نقل کی پھر ازواج رسول پر اتہام نہیں ہوا تو کیا؟ ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ مطالبات بھی انھیں دونوں خواتین کی طرف سے ثابت ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بہت جلد آگے بیان ہوتا ہے۔

آپ کا یہ لکھنا کہ یہ دونوں (عائشہ وحفصہ) نے ملکر اسپر اتفاق کیا کہ دونوں ملکر زور ڈالیں خود آپ کی گذشتہ عبارت اقرار واعتراف کے خلاف ہے۔ آپ اوپر لکھ چکے ہیں کہ ان دونوں کا اتفاق بوئے مغافیر کہنے کے لیے ہوا تھا۔ پھر یہاں نفقہ کے اضافہ کے لیے کیسے ہو جائیگا ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ شبلی صاحب اپنی غلط کاریوں کی تیاریوں کے وقت آگے پیچھے کا بھی خیال رکھا کیجیے۔

اسکے آگے آپ نے یہ آیت لکھی ہے جو حضرت عائشہ اور حفصہ کی شان میں اتری ہے۔

ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما وان تظاهرا علیه فان الله هو مولٰه وجبریل وصالح المؤمنین والملئکة بعد ذلك ظهیرا — اگر تم دونوں خدا کی طرف رجوع کرو تو تمھارے دل مائل ہو چکے ہیں اور اگر ان (یعنے رسول) کے مقابلہ میں ایکا کرو تو خدا اور جبریل اور نیک مسلمان اور سب کے بعد خدا کے فرشتے رسول اللہ صلعم معین ومددگار ہیں

اسکے بعد یوں خامہ فرسائی فرمائی گئی ہے۔

حضرت عائشہ اور حفصہ نے جن معاملات کی وجہ سے انکار کیا تھا وہ خاص تھے۔

خیریت ہے اور بہت ہی غنیمت ہے کہ آپ نے اپنی تیار کردہ خلط بحث اور معجون مرکب کی استمام پر صفائی کر دی یہ آپ کی توفیق تو تھی ہی نہیں۔ بلکہ اصل واقعہ کی حقیقت تھی جو کسی سے چھپائے چھپی ہو نہ چھپے گی۔ استمام پر کیا اس سلسلہ کے اکثر مقامات پر ایسے ہی حقیقت اپنا کام کر گئی ہے اور آپ اُسے چھپاتے ہی رہگئے ہیں میں نے اُن مجادلات میں تمام ایسے مقامات پر آپ کو بتلا دیا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ آپ اُسے کسیطرح چھپا ہی نہیں سکتے تھے اب دیکھیے کہ آپ ہی کے اقرار و اعتراف سے خود ثابت ہو گیا کہ حضرت عائشہ اور حفصہ نے جن معاملات میں انکار کیا تھا وہ خاص تھے اور قرآن مجید میں اسی ایکے اور سازش کا مذکور ہے اور اسی ارتکاب جرم میں سورہ کا سورہ عتاب انگیز خطابات میں نازل فرمایا گیا ہے۔ تو اب آپ اور آپکے مؤیدین اور تمام انصاف پسند ناظرین بتلا دین کہ جب یہ جُرم انھیں دونوں خواتین کے تھے اور یہ معاملات خاص انھیں کے تھے تو پھر دوسری ازواج مطہرات کو سمیٹنا اور انکی خانہ داری کی خفیف شکایتوں کو بھی اسی سلسلہ میں لپیٹنا کسی دیانت دار اور غیر جانب دار محقق کا کام ہو سکتا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ اس اعتراف کے بعد بھی شبلی صاحب اپنی عادت خاص سے باز نہیں آتے! اور اُسی مغالطہ دہی کے قدیم طریقہ سے کام لیتے ہیں۔ اور حقیقتاً حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی برارت کے لیے سوائے ان حیلۃ القلیون کے آپ کے پاس کوئی دوسرا ذریعہ ہے اور نہ وسیلہ۔ چنانچہ اسکے بعد لکھا جاتا ہے

لیکن توسیع نفقہ کے تقاضہ میں تمام ازواج شریک تھین۔

مین کہتا ہون ہوا کرین۔ اس سے کیا۔ قرآن مین تو جو وہ فرد جرم قائم ہے وہ آپ کے اعتراف کے مطابق انھین دونون خواتین خاص کے متعلق ہے اور جو وجہ اور صورت بیان کی گئی ہے وہ آپکے اقرار کے موافق انھین دونون کا ایکا ہے۔ اور وہ ایکا بھی آپ ہی کی تحریر کے رو سے اُنھین کے خاص معاملات تھے تو پھر اس تخصیص تفصیل و تشریح کے بعد توسیع نفقہ کے تقاضہ کا ذکر تعمیم۔ جو نہ کہین قرآن کے ان آیات مین مذکور ہے اور نہ مسطور خواہ مخواہ بار بار بلا ضرورت سلسلہ بحث مین داخل کرنا۔ ایکی صریح مغالطہ دہی اور حضرت عائشہ و حفصہ کی کھلی کھلی جانبداری نہین تو اور کیا ہے؟

اس سے بڑھکر تو قیامت کی تحریف آپنے اس آیت کے ترجمہ مین کی ہے صغت قلوبکما کے معنی لکھے ہین۔ تمھارے دل مائل ہو چکے ہین نہین معلوم صغت کے یہ معنی معکوس آپ نے عربی کی کس لغت مین دیکھے ہین صغت کے معنی بطور مسلمہ کج ہو جانے کے متقدمین سے لیکر متاخرین تک

سب نے لکھے ہیں اور بتلائے ہیں۔ ایک آپ ہی قرآن کے ترجمہ کرنے والے نہیں ہیں اور نہ عربی کی اُردو میں معنی بتلانے
والے سب کو جانے دیجیئے۔ آپکے ہم ترانہ وہم نوا ہم خیال وہم ہوا شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب نے اس
فقرہ قرآنی کا یہی ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہوں انکے الفاظ۔

تم دونوں نے کج رائی اختیار کی ہے قرآن مترجم مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۶۹۵

اگرچہ یہ بھی لفظی ترجمہ نہیں ہوا لیکن مفہوم درست وصحیح ہے آپنے تو ترجمہ میں صریح تحریف کی ہے۔ لفظ کے اصلی
معنی ہی بدل دیے اور مطلب خداوندی ہی کو معکوس کر دیا۔ غضب کی دلیری ہے اور قیاست کی جسارت

ع تو کاری مین را نکو ساختی کہ بر آسمان نیز پرداختی

لفظی ترجمہ یہ ہوا ٹیڑھے دل ہوگئے ہیں تم دونوں کے۔ آپ اسکی جگہ بتلاتے ہیں۔ تم دونوں کے مائل ہوچکے
ہیں۔،، معاذ اللہ مطالب قرآنی اور مقاصد ربانی کو سیدھے معانی کو اُلٹا کر دیا اس انقلاب کا کہیں ٹھکانا ہے۔
اور اس معصیت کی کوئی حد ہے سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

شبلی صاحب کا اس آیہ کے اصلی مخاطب اور اُنکے عملیات کو لکھ لکھ کر کر جانا اور اتنے اعتراف
کے بعد پھر انحراف کر جانا بھی قابل تنقید ضرور ہے اسلیے کہ آپ ان ترکیبوں سے ڈھکے پردے سائر
ازواج کو اُسکے مفہوم میں سمیٹے لیتے ہیں اور سلف صالحین سے لیکر اسوقت تک کے علما و محدثین کے
مسلمات مطالب و معانی کے خلاف ایک جداگانہ مطالب و معانی بتلانا چاہتے ہیں۔ اب ہم آپ کو
اُس آیہ کے معنی اور اُسکے مخاطب اصلی کی تصدیق خاص حضرت عمر کی زبانی دکھلا دیتے ہیں۔ جسکے بعد ہمکو یقین
ہے کہ پھر آپ کو یا آپکے مؤیدین و معتقدین میں سے کسی فرد واحد کو اسکے غلط معنی لگانے پر آیندہ جرأت
نہو سکے گی۔ دیکھیے امام جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں صحیحین کے حوالہ سے اس آیہ کی تحت میں لکھا ہے

اخرج البخاری ومسلم وترمذی عن ابن عباس	بخاری ومسلم اور ترمذی وغیرہم نے ابن عباس روایت
رضی اللہ عنہ قال لم ازل حریصا علی ان	کی ہے کہ میں ہمیشہ اس بات کو حضرت عمر سے دریافت
سأل عن عمر رضی اللہ عنہ عن المرأتین	کرنے کی خواہش رکھتا تھا کہ ازواج رسول میں سے
من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ	وہ کون دو عورتیں ہیں جنکی نسبت اللہ تعالی نے قرآن مجید
وسلم اللتین قال اللہ تعالی ان تتوبا الی اللہ	میں فرمایا ہے کہ تم توبہ کرو تمہارے دل ٹیڑھے ہوگئے
فقد صغت قلوبکما حتی حج عمر وحججت معہ	مگر موقع دریافت کرنیکا نہیں ملتا تھا۔ اتفاقاً ایک بار سفر
فلما کان ببعض الطریق عدل عمر	حج میں میرا اور حضرت عمر کا ساتھ ہوگیا۔

وعدلت معہ بالاداوۃ فتبرز ثم اتی فصببت علی یدیہ فتوضأ فقلت یا امیر المومنین من المرءتان من ازواج النبی صلعم اللتان قال اللہ تعالی لھما ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما فقال واعجبا لک یابن عباس ھما عائشۃ وحفصۃ (بحوالہ احمدی صہ)

واپسی کے وقت اثنائے راہ مین حضرت عمر حسب ضرورت پیچھے پھرے تو مین بھی انکے ساتھ ظرف آب لیے ہوئے پھرا حضرت عمر رفع ضرورت کے لیے گئے اور جب آئے تو مین نے اُنکے ہاتھون پر پانی ڈالا اُنھون نے وضو کیا۔ اسوقت مین نے پوچھا یا امیر المومنین ازواج رسول صلعم مین وہ دو عورتین کون ہین جنکے متعلق اللہ تعالے نے فرمایا کہ توبہ کرو تم دونون کے دل ٹیڑھے ہوگئے ہین حضرت عمر نے فرمایا کہ اے ابن عباس تعجب ہے کہ تم نہین جانتے ہو۔ وہ دونون عورتین عائشہ وحفصہ ہین۔

اس کے بعد شبلی صاحب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازواج سے کنارہ کش ہوجانا پھر زخم ساق پاکی وجہ سے بالاخانہ پر تنہا نشین ہوجانا بیان کرتے ہین۔

ازواج سے مہینہ بھر علٰحدہ رہنے کا واقعہ تو مسلمہ ہے۔ لیکن انھین دنون آپ کے ساق پاپر زخم لگنے کی روایت میری نظر سے نہین گذری اور آپنے حوالہ بھی نہین دیا۔ حاشیہ کی عبارت مین بھی صرف مشربہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی پر روشنی ڈالی گئی ہے اسلیے تا وقتیکہ اصل ماخذ کی عبارت نہ دیکھی جائے یہ معلوم ہونا دشوار ہے کہ آنحضرت صلعم حقیقتاً اُن دنون زخمی ہوے تھے یا نہین۔

اسکے بعد شبلی صاحب حضرت عمر کی پُر اثر اور دلچسپ نقل بیان کرتے ہین جسمین اُنکے ازواج کے طلاق کی خبر سُنکر اضطراب التہاب کی تفصیل ہے اور پھر بار بار کی التجا کے بے انتہا کے بعد۔ خدمت رسالت مین اُنکی باریابی اور پھر عدم طلاق ازواج کا مژدہ سُنکر موصوف کی لا انتہا مسرت۔ آنحضرت صلعم کی ازواج کو معافی اور بالاخانہ سے آنحضرت صلعم کی تشریف آوری قلمبند ہے۔

قبل اسکے کہ ہم اس واقعہ مین حضرت عمر کے عملیات پر نظر ڈالین ہم اسواقعہ کے ابتدائی حصہ پر روشنی ڈالنا چاہتے ہین جس سے آپنے اصل معاملہ پر روشنی ڈالنے کا یقین کیا ہے۔ ہمکو تعجب ہوتا ہے کہ آپنے اسے کیون لکھا؟ کیونکہ یہ واقعہ آپکے مفید مطلب نہین ہوتا۔ اسلیے کہ اسکی تفصیلات سے آپکے اس مختار کی کہ ایلاء کے اسباب وقوع مین سب ازواج تھوڑی بہت شریک تھین اور قریب قریب سب خدمت رسول مین شوخی اور گستاخی سے مخاطبہ ومکالمہ کرتی تھین۔ پوری تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ ابتدائی حصہ واقعہ سے تو صرف حضرت حفصہ کی شوخ طبعی اور تیز کلامی کی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ اُنکے والد ماجد اپنی زوجہ سے صاحبزادی کی گستاخیون کی خبر پاکر

اُسکے پاس خود جاتے ہین اور حقیقت حال بیان فرماتے ہین۔ صاحبزادی خود اقرار کرتی ہین۔ آپ خود انکے بیان کو ان الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

حضرت عمر کا بیان ہے کہ مین حفصہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تو واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رات بھر روٹھی رہتی ہے حفصہ نے اقرار کیا۔ مین نے کہا تجھکو یہ خیال نہین کہ رسولؐ کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے بخدا رسول اللہ صلعم میرا خیال کرتے ہین ورنہ تجھکو طلاق دیچکے ہوتے۔

والدین کی زبانی اور خود حضرت حفصہ کے اعتراف سے خدمت رسولؐ مین اُنکی شوخیان اور گستاخیان ثابت ہین روٹھنے اور منھ پھلا کر بیٹھ رہنے کی تنک مزاجیان اُنکے ساتھ ملالیجائین تو ثابت ہوجاتا ہے کہ ان تمام ناگفتہ بہ واقعات کا باعث فساد کون ہے؟ وہی حفصہ! انکے ساتھ حضرت عائشہ کی شارکت نے سونے مین سہاگہ کا کام دیدیا۔ اور باہمی دونون کی شارکت ومشورت نے اس دائرہ فساد اور نائرہ عناد کو وسعت دیکر صاف صاف اتحاد اور سازش کی پرخطر صورت قائم کردی جسکی تنبیہ وتفصیل جناب باری عز اسمہ کو بالآخر قرآن مجید مین فرمانی ہوئی۔ چونکہ سب جانتے تھے کہ صرف حضرت حفصہ کی سور مزاجی سے یہ بات بڑھی ہے اور یہ فساد اُٹھا ہے اس لیے حضرت عمر پر یہ اضطرابی حالت اور التہابی کیفیت خاص طاری تھی جیسا کہ موصوف کا بار بار خدمت رسولؐ مین جانا۔ اذن حاضری مانگنا۔ غیر ماذون ہوکر مایوسانہ طریقہ سے مسجد مین واپس آنا۔ پھر مضطرب ہوکر وہان سے دولت سرا سے نبوت پر جانا۔ خود اُنکی زبانی نقل فرمایا۔ اسی سے ہر شخص بآسانی سمجھ لیگا کہ بخلاف اور صحابہ کرام کے۔ صرف آپ ہی کو اس خبر طلاق ازواج کی کیون فکر پڑی تھی۔ اور کیون اتنا تردد وانتشار لاحق حال تھا؟ اسکی وجہ وہی حضرت حفصہ کا خاص الخاص باعث فساد ہونا۔ اور اسکی اہمیت کو وہ خاص طور پر خود جانتے تھے۔ چنانچہ بقول شبلی صاحب کے وہ خود حفصہ کے منھ پر کہہ چکے تھے کہ رسول اللہ صلعم کو تو صرف میرا خیال ہے ورنہ تجھے طلاق دیچکے ہوتے۔ جب حضرت عمر خود اپنی زبانی صاحبزادی کی یہ ثناخوانی فرماتے ہین تو اب مجھکو یا کسی دوسرے کو اسکے متعلق زیادہ تشریح کی ضرورت نہین۔

اب ہم حضرت عمر کے خاص عملیات پر نظر ڈالتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ اس امر خاص مین جناب کا منصب تو بہت ہی نازک تھا۔ کیونکہ ایک طرف لڑکی تھی تو ایک طرف داماد۔ داماد بھی کون؟ جسکی اطاعت وفرمانبرداری کا قلادہ آپکی گردن مین تھا۔ اگر لڑکی کی محبت دامنگیر تھی تو داماد کیطرف سے اطیعوا الرسول کی ہتکڑی لگی تھی۔۔ ایسی حالت مین جناب کو سوائے سکوت کے اور کچھ بھی نہ کرنا تھا۔ اس موقع پر آپ کو حضرت

ابوبکر کے طرزِ عمل کی تقلید ضروری تھی۔ دیکھئے وہ بزرگوار۔ باوجودیکہ انکی صاحبزادی حضرت عائشہ بھی اسی مرض میں مبتلا تھیں۔ مگر جناب موصوف معاملہ کی نزاکت۔ واقعہ کی رکاکت اور اپنے منصب کی خصوصیت کو سمجھکر خموش بیٹھے رہے جیساکہ جناب خود چشم دید فرماتے ہیں کہ مسجد میں دیگر صحابی کے ساتھ بیٹھے ہوئے رو رہے تھے اور حقیقتاً اسکے سوا اور کر ہی کیا سکتے تھے لیکن انکے طرزِ عمل کے خلاف آپ ادھر سے اُدھر وارفتہ و سرگشتہ پھر رہے تھے ؎ جب درد نہیں سر میں تو دردسری کیسی۔

ہم نے عرب کے قدیم و جدید تمدن اور معاشرت کے احوال میں کسی مرد شریف کو زن و شو کے خاص معاملات میں عام اس سے کہ وہ اپنی بیٹی اور داماد ہی کیوں نہوں ایسی مضطربانہ مداخلت کرتے ہوئے نہ دیکھا ہے نہ پڑھا ہے اور نہ سنا ہے حضرت عمر نے اس بشیرانہ مداخلت پر اتنی جرأت کرلی کہ حضرت ام سلمہ سے بھی دریافت کرنے چلے گئے لیکن اُس مشہور غیور محترمہ نے۔ گر بہ کشتن روز اول کے زرین اصول پر اسی وقت ان سے ڈانٹ کر کہدیا۔ عمر۔ تم ہر معاملے میں دخل دیتے دیتے اب رسول اللہؐ اور انکے ازواج کے معاملات میں بھی دخل دینے لگے۔ یہ سنکر حضرت عمر خموش ہوگئے اور چلے آئے۔ سیرۃ النبی جلد اول

حضرت عمر کی اس بشیرانہ اور وارفتانہ مداخلت کے ثبوت میں یہی واقعہ کافی ہے جسکو ام المومنین حضرت ام سلمہ کا پایۂ اعزاز تو بہت ہی عالی ہے ایک معمولی درجہ کا شریف شخص بھی پسند کریگا اگر آپ کی اس مداخلت بیجا میں جواز کا کچھ بھی جزء ہوتا۔ یا مناسبت موزونیت کا کوئی پہلو ہوتا تو حضرت عمر کے ایسا آدمی ایک عورت (ام سلمہ) کی ڈانٹ سے نہ بھاگ جاتا۔ ان سے نہیں تو دوسری ازواج کے پاس جاتے اور پوچھ آتے آپ کی اس موقع پر خاموشی اور گریز پائی اس امر کی کافی دلیل ہے کہ جناب موصوف اپنے طرزِ عمل کی کمزوری کو خود سمجھ رہے تھے۔

شبلی صاحب یہاں بھی اپنی خود غرضانہ مغالطہ دہی سے نہ چوکے۔ آپنے حضرت ام سلمہ کی اس زجر و توبیخ کو ایسے الفاظ و عبارت میں بیان کیا ہے کہ نعوذ باللہ۔ محترمہ موصوفہ کے اوپر بھی اس امر میں شرکت کا شبہہ پیدا ہوجائے کیونکہ ابتداہی سے آپ اس واقعہ میں کسی نکسی طرح تمام ازواج کو شامل کرنیکی کوشش فرمارہے ہیں اور ہم نے ان تمام مقامات پر جہاں جہاں اس مغالطہ دہی سے کام لینا چاہا ہے۔ آپ کی ان قلمکاریوں کی تردید و تنقید کردی ہے۔ اسی طرح پھر آپ کو لکھکر بتلائے دیتے ہیں کہ تاوقتیکہ قرآن مجید سے آپ کہا کی ضمیر جو مخصوص دو عورتوں کی تخصیص پر شاہد ہے۔ محو نہ فرمائیں گے آپ کی یہ ترکیب نہ چلے گی اور کوئی سچا مسلمان کبھی اس سفید جھوٹ کو نہ مانے گا۔

اسکے بعد شبلی صاحب نے آیۂ تخییر لکھکر گویا اس قضیۂ نامرضیۂ کو دگو نا کمل ہی سہی اور غیر مفصل ختم فرمادیا ہے۔ آیۂ تخییر یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا۔

اے پیغمبر اپنی بی بیون سے کہدو کہ اگر تم کو دنیاوی زندگی اور دنیا کا زیب و آرائش مطلوب ہے تو آؤ مین تمکو رخصتی جوڑے دیکر بطریق احسن رخصت کر دون اور اگر عذا اور خدا کا رسول اور آخرت مطلوب ہے تو خدا نے اپنے نیکو کار بندون کے لیے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے۔

اس آیت کو لکھکر آپ اس واقعۂ ناگفتہ بہ کو مفصلۂ ذیل عبارت مین تمام کیے دیتے ہین

اس آیت کے رو سے آن حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ازواج مطہرات کو مطلع فرمادین کہ دو چیزین تمھارے سامنے ہین دنیا و آخرت اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ ہم تمھین رخصتی جوڑے دیکر عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دین، اور اگر تم خدا اور رسول اور ابدی زندگانی چاہتی ہو تو خدا نے نیکو کارون کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے مہینہ ختم ہو چکا تھا آپ بالاخانہ سے نیچے اُترے اور چونکہ ان تمام معاملات مین حضرت عائشہ پیش پیش تھین انکے پاس تشریف لیگئے اور ارشاد الٰہی سے مطلع فرمایا اور انھون نے کہا کہ مین سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول کو لیتی ہون تمام ازواج مطہرات نے بھی یہی جواب دیے

سیرۃ النبی جلد اوّل

چلو قصہ ختم ہوا۔ مگر بات اتنی رہجاتی ہے کہ دیکھنے والے اور پڑھنے والے دیکھکر اور پڑھکر سمجھینگے اور سمجھکر پوچھینگے کہ سورۂ تحریم جس کا نزول ۹ھ ہجری مین ہوا اُسکے تصفیہ اور صلح نہاین کی خبر اور اُسکا حکم سورۂ احزاب سے دکھلایا جاتا ہے جو اوائل ۵ھ ہجری مین نازل ہوا تھا تو گویا واقعہ سے پہلے حکم واقعہ لکھکر رکھ لیا گیا تھا اسکا کوئی جواب نہین ہو سکتا سوا اسکے کہ جمع قرآن کی بے ترتیبی پیش کیجائے لیکن یہ ترکیب ایک نہ شد دو شد کی صورت مین حضرات جامعین قرآن پر عموماً اور حضرت عثمان پر خصوصاً سخت الزام لائے گی اور عیسائی معترضین کو ایک دوسرا پہلو اعتراض کا سُجھلائے گی

ہم جانتے ہین کہ یہ شبلی صاحب کی ایجاد یا خاص طبعزاد نہین بلکہ بہت قدیم ترکیب ہے جو بڑے غور و خوض کے بعد بڑے بڑے بنا کار۔ عاقبت بین اور دور اندیش محدثین نے حضرت حفصہ و عائشہ کی تعذیب کو

تخییر کے درجہ تعدیل تک اُتار لانیکی غرض خاص سے عمل مین لائی گئی ہے اور حقیقتاً یہ ترکیب و ترتیب عملی صورت مین نہ لائی گئی اور احزاب کی آیت تحریم کی آیت نہ ٹھہرائی جاتی تو ان دونون خواتین کی بدنامی ہلکی ہو ہی نہین سکتی تھی۔ اس ضرورت و مجبوری سے آپ کے محدثین نے یہ ترکیب نکالی

سواد اعظم اہلسنت کے محدثین تو اس بے جوڑ قافیہ والے نظم استدلال کے موافق اس آیت کو حضرت عائشہ و حفصہ کی حمایت و مدافعت الزام مین سپر بناتے ہین لیکن جب اُنکے سوا اسلام کے دوسرے فرقونکی کتابون مین اس آیت کی شان نزول و حقیقت حال تلاش کیجاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے اسکو کوئی واسطہ نہین ہے بلکہ اس آیہ تخییر کا نزول اس واقعہ سے تقریباً دو برس پہلے ہو چکا ہے جسکی واقعیت اور کیفیت اس آیہ وافی ہدایہ کی سیاق عبارت سے بالکل مطابق پائی جاتی ہے۔ چنانچہ حیاب القلوب جلد دوم مین ہے۔

علی ابن ابراہیم روایت کردہ است کہ چون حضرت رسول از جنگ خیبر مراجعت نمود و گنج ابی الحقیق بدست آنحضرت آمدہ بود زنان آنحضرت صلعم گفتند کہ آنچہ یافتی ازین غنیمت بما بدہ۔ فرمود کہ قسمت کردم ہمہ را درمیان مسلمانان چنانچہ حقتعالی امر کردہ بود پس زنان بغضب آمدند و گفتند شاید تو گمان می بری کہ اگر ما را طلاق بگوئی ما کفو خود را از قوم خویش نخواہیم یافت کہ ما را تزویج نمایند پس حقتعالے غیرت نمود برای پیغمبر خود و امر نمود آنحضرت صلعم را کہ از ایشان کنارہ کند و در غرفہ مادر ابراہیم ساکن شود پس حضرت از ایشان اعتزال نمود در غرفہ مادر ابراہیم کہ در نزدیک مسجد قبا واقع است ساکن شد تا زنان حائض شدند یعنی یک ماہ پس حقتعالی این آیہ تخییر فرستاد یا ایہا النبی قل لازواجك الخ پس چون آنجناب این آیہ را خواند اول مرتبہ ام سلمہ برخاست و گفت من اختیار کردم خدا و رسول و آخرت را بر دنیا پس بعد از وہمہ برخاستند و دست در گردن حضرت

علی ابن ابراہیم سے مروی ہے کہ جب حضرت رسولخدا صلعم جنگ خیبر سے واپس ہوئے اور ابی الحقیق رئیس خیبر کی دولت آپ کو دستیاب ہوئی تو آپ کی ازواج نے آپ سے عرض کی کہ اس مال غنیمت سے کچھ ہمین بھی دیا جاے آپنے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ ملا تھا وہ حکم خدا کے موافق مین نے تمام مسلمانون پر تقسیم کر دیا اسپر آپ کی ازواج کو بہت ملال ہوا اُن لوگون نے جواب مین کہا کہ شاید آپکا یہ گمان ہے کہ اگر آپ ہمکو طلاق دینگے تو ہمارے قبیلہ مین سے کوئی دوسرا شخص نکاح کرنے کے لیے ہمکو نہین ملے گا۔ انکا یہ کلام شان رسالت کی غیرت کے لحاظ سے جناب احدیت کو بہت ناگوار ہوا اور جناب رسولخدا صلعم کو حکم ہوا کہ ازواج سے کنارہ کشی کیجاے اور مادر ابراہیم کے غرفہ مین سکونت اختیار فرمائی جاوے اس حکم کے موافق آنحضرت صلعم نے غرفہ مادر ابراہیم مین جو مسجد قبا کے نزدیک واقع تھا سکونت اختیار کی یہانتک کہ ازواج کو مدت نسائیہ لاحق ہو گئی یعنے ایک ماہ کامل مدت تمام ہو گئی تو آیت تخییر نازل ہو گئی

آوردہ اند ہمہ الخ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بود گفتند پس حقتعالی
حکم فرستاد تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ
تَشَاءُ یعنے دور میگردانی و طلاق میگوئی ہر کسے
را کہ میخواہی از ایشان و پناہ میدہی و بر نکاح میگذاری
ہر کرا کہ میخواہی پس حقتعالی خطاب کرد زنان آنحضرت
صلعم را يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ
مُبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ
ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلَّهِ وَ
رَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِهَا أَجْرَهَا
مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا یعنے
اے زنان پیغمبر ہر کہ از شما اتیان کند
بگناہ بسیار۔ برا و رسوائی دو چندان می شود
عذاب او و این طور عذاب کردن بر خدا تعالی
بسیار سہل است و ہر کہ قانت و مطیع گردد از شما
برائے خدا و رسول و عمل شائستہ کند عطا میکنیم
مزد او را دو چند میکنیم برائے او روزی
نیکو۔ ص ۵۷۳

یعنے کہدو اے پیغمبر اپنی بی بیوں سے کہ اگر تمکو دنیا و عیش
و زینت مطلوب ہے تا آخر آیہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
و آلہ و سلم نے یہ آیہ تلاوت فرمایا تو سب سے حضرت ام سلمہ رض
کھڑے ہو کر عرض کی کہ مین نے خدا و رسول کو دنیا
پر ترجیح دیکر اختیار کیا اسکے بعد پھر تمام ازواج نے آپکے
گلوے مبارک مین ہاتھ ڈال کر وہی کہا جو ام سلمہ
کہہ چکی تھین - پھر خدا نے یہ حکم بھیجا کہ اے رسول
با اینہمہ تمھین اختیار ہے انمین سے جسے چاہو اسے طلاق
دیدو اور جسکو چاہو اسے اپنے نکاح مین باقی رکھکر
اپنی پناہ و محافظت مین باقی رکھو اسکے بعد ازواج
کو خاص طور پر یون خطاب تاکیدی فرمایا گیا ۔
(یاد رکھو) اے ازواج رسول اگر تم مین سے کوئی عورت
گناہ فاحش کی مرتکب ہوگی تو اسکو آخرت مین دوگونہ
عذاب دیا جائے گا اور یہ عذاب دینا خدا کے لیے
بالکل سہل و آسان ہے ۔ اور تم مین جو خدا و رسول
کی مطیع رہیگی اور نیک اعمال بجا لائیگی ہم اسکو دوگونہ
اجر عطا فرمائینگے اور اسکے لیے نیک روزی بھی مہیا کرینگے

ہم نے اس روایت کو شیعہ کتاب سے لکھا ہے لیکن تفاسیر اہلسنت کے مرقومات سے ملا کر۔ محدثین اہلسنت نے اپنی
مرقومہ بالا خود غرضی سے اسکی شان نزول کو واقعہ تحریم کے متعلق بتلایا ہے شبلی صاحب نے تقلیداً
انھین کے مختار کو نقل فرمایا ہے حالانکہ واقعیت اور موقع نزول دونون اعتبار سے بالکل خلاف ہے، واقعیت
اسطرح خلاف ہے کہ سورۂ تحریم مین آنحضرت صلعم کی نسبت کسی شہد کے حرام کرلینے کا ذکر ہے جو آپ نے اپنے ازواج کی خاطر سے حرام کرلی تھی
یا حرام کر لینی منظور فرمالی تھی ۔ اس آیہ تخییر مین حرمت حلت شئے کا کوئی ذکر ہی نہین صاف صاف توسعۂ آذوقہ اور اضافہ
نفقہ کیطرف اشارت خاص ثابت ہے، جو کسی انصاف پسند محقق کی نگاہ سے پوشیدہ نہین رہسکتی ۔ وقت
نزول کے اعتبار سے یون خلاف ہے کہ آیۂ تحریم ۹ھ کے اوائل مین نازل ہوا ہے اور آیہ تخییر باتفاق جمہور غزوہ

بنی المصطلق کے بعد اور واقعۂ افک کے قریب ۶ھ ہجری مین نازل ہوا ہے ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔
شبلی صاحب بھی اس واقعہ کو جانتے ہین۔ چنانچہ اپنی عبارت حاشیہ صفحہ ۱۰۹ مین چھپے ڈھنگ سے یون تحریر فرماتے

بالاخانے کے لیے احادیث مین مشربہ کا لفظ آیا ہی مشربہ کے نام سے زیادہ تر
مشربہ ام ابراہیم (ماریہ) مشہور ہے۔ اس سے بعض لوگون کو یہ شبہہ ہوا ہی
کہ یہ وہی بالاخانہ تھا۔ لیکن یہ قطعی غلط ہی مشربہ ام ابراہیم مدینہ سے باہر واقع تھا

روایت مذکورہ بالا مین غرفۂ ام ابراہیم کا مسجد قبا کے نزدیک جو مدینہ کے بالائی حصہ مین ہی واقع ہونا صاف صاف لکھا ہی مگر شبلی صاحب ایسے کیا ہین جو اس مشربہ یا غرفہ مین آپ کی عزلت گزینی کے حالات لکھکر اپنے اسلاف کی قلمکاریون کی قلعی کھولین لیکن ؎ عاقلان را اشارہ کافیست۔ ایک سمجھدار شخص آپ ہی کی تحریر سے اتنا تو ضرور سمجھ جائیگا کہ اس غرفۂ (ام ابراہیم) یہ بھی آپ کی عزلت گزینی کا ایک زمانہ اور موقع گذر چکا ہی۔ تب بھی آپ لکھتے ہین کہ اس سے بعض لوگون کو شبہہ ہوا ہی کہ یہ وہی بالاخانہ تھا۔ اب انصاف پسند ناظرین اور حقیقت امر کے محققین روایت مذکورۂ بالا کی مطابقت اور اُنکی مناسبت کو شبلی صاحب کی اس مبہم اشارت سے یکجا و مقابل کرکے خود سمجھ لین کہ حقیقت اور واقعیت کیا ہے اہل دنیا کے خود غرضون نے یہان کا جوڑ کہان ملایا ہے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہین۔

اسی سورۂ تحریم مین اندونون ازواج رسولؐ کو ان تتوبا الی اللہ کی تاکید کے بعد دوبارہ ان غیرت انگیز الفاظ کو بطور تہدید یاد دلایا جاتا ہے۔

عَسٰی رَبُّہٗٓ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗٓ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْکَارًا۔

پیغمبر اگر تم (عورتون) کو طلاق دیدین تو عجب نہین کہ اُنکا پروردگار اُنکے لیے تمھارے بدلے مین تم سے بہتر بیبیان ہم پہونچادے فرمانبردار ایماندار نمازی (خدا کی جناب مین) توبہ کرنیوالیان عبادت گزار روزہ دار بیوہ بھی اور کنواریان بھی ترجمہ شمس العلما حافظ نذیر احمد ص ۸۹۵

لیکن شبلی صاحب نے اس خطاب قرآنی کو نہین لکھا۔ حالانکہ اسکے اوپر والے حصہ کو لکھا ہی لیکن یہ آخر کے تمام فقرات چھوڑ دیے۔ معاذ اللہ نقل کلام الٰہی مین یہ قطع و برید شبلی ہی صاحب کی جرأت کر سکتی ہے۔

اصل سورۂ تحریم آیۂ مذکورہ مین حکم تخییر کی جگہ یہ خطابات تہدید و تنبیہ تو البتہ مذکور ہین جو آپنے بالکل قلم انداز فرما دیے اسلیے کہ بات جہانتک چھپی رہے بہتر ہے اس جگہ پر آپنے بڑی دلیری و جسارت سے لکھدیا کہ آپ بالاخانہ سے اتر آئے اور سامِ باریابی کی اجازت ہوگئی۔، کہیے کس قدر واقعیت سے دور بیہودہ اور لغویت سے

قریب اگر یون لکھے ہوتے کہ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ احزاب کی نازل شدہ آیت تخییر تلاوت فرما کر اونکو گذشتہ واقعہ یاد دلایا تو خیر کچھ معنی نکلتے اور کچھ بات بنتی لیکن آپ نے تو حقیقت سے علیحدہ ہو کر ایسی بات بگاڑ دی کہ سے کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے ۔

اسکے بعد شبلی صاحب نے وہی ابتدائی قصہ ایلا جس کا ذکر عبارت مذکورۂ بالا مین ہو چکا ہے ۔ نقل کرکے قدیم و جدید واقعات کا جوڑ ملا دیا ہے ۔ اور مسلمانون کی عام مغالطہ دہی کی غرض سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جس طرح اوس بار ایلاء کا قصہ طے ہو چکے ۔ ویسا ہی اس بار بھی ۔

لیکن حق پوشی اور ناحق کوشی مین اطمینان کہان ۔ اور سکون و استقرار کب ہوتا ہے ۔ اسلیے اس قصہ کو تمام کرنیکے بعد بھی آپ کی تشفی خاطر نہین ہوئی ۔ اور کیسے ہو سکتی ہے ؟ استدلال غلط ۔ دعاوی واقعیت سے خلاف سلسلۂ بیان بالکل نامربوط ۔ طریقہ استناد مجہول اور غیر منضبوط ۔ اس بنا پر پھر بار دیگر قوت استدلالیہ اور زور استنادیہ فراہم کرنے کی ضرورت واقع ہوئی اور اوسکے لیے حرکت مذبوحی عمل مین لائی گئی ۔ لیکن جون جون آپ اسکی تفصیل و تصحیح کو بڑھاتے گئے ۔ راہ استدلال مین ٹھوکرین کھاتے گئے ۔ تفصیل آگے آتی ہے ۔

اسکے بعد پھر یون سلسلۂ تفصیل اوٹھایا گیا ہے ۔

"ایلا ر تخییر ۔ مظاہرہ حفصہ و عائشہ ۔ یہ واقعات عام طور پر اس طرح بیان کیے گئے ہین کہ گویا مختلف زمانون کے واقعات ہین اور ان سے ہر ایک ظاہر بین یہ دھوکا کھا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلعم ازواج کے ساتھ ہمیشہ ناگواری کے ساتھ بسر کرتے تھے ۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ تینون واقعات ہم زمان اور ایک ہی سلسلہ کی کڑیان ہین "

آپ کی اس تحریر کے خلاف ۔ واقعیت اور حقیقت دونون ثابت کرتے ہین کہ یہ واقعات ضرور مختلف زمانون مین واقع ہوئے جیسا کہ ہم روایت مذکورۂ بالا سے اوپر حقیقت حال لکھ چکے ۔ اگر آپ اسکو خاص شیعون کی مرویات ہونیکے باعث سے انکار کرتے ہین تو ہم آپکو تفسیر کشاف ۔ تفسیر زمخشری ۔ تفسیر درمنثور سیوطی اور تفسیر ثعلبی کا حوالہ دیتے ہین آپ اپنی ان مشہور و معروف اور معتبر و مستند تفسیرون مین آیۂ تخییر مذکورہ کو سورۂ احزاب واقعہ ایلاء کی تفصیل مین مع شان نزول کے ملاحظہ فرمالین ۔

اس بنا پر ظاہر ہین کیا ۔ حقیقت مین ناظرین کو دھوکا کیا ۔ اس بات کا اعتقاد و یقین ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ و حفصہ کی تنگ گیریون سے ہمیشہ دلتنگ رہتے تھے ۔ آپ جس کو واقعہ بتلاتے ہین وہ بالکل مغالطہ ہے ۔ اسکو واقعہ سے واسطہ نہین ۔ یہ تینون نہین ۔ دو تو واقعے مختلف زمانون کے ہین اور

ارواح کی تنگ طلبی کی وجہ سے ناگواری رسول اللہ صلعم کے سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔

واقعۂ ایلاء اول ہیں بعد فتح خیبر سے ھ کے اوائل میں واقع ہوا۔ اور دوسرا واقعہ سنہ ھجری میں ظہور پذیر ہوا۔ تقریبًا ترتیب دو برسوں کی تفاوت دونوں واقعات کے درمیان واقع ہوئی۔

اسکے بعد آپ وہی بخاری کی قدیم ٹیکر تے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس کی بیان کردہ حدیث میں ان واقعات کے ہمزمان ہونے کا ثبوت بتلاتے ہیں۔ لیکن اصل روایت کو نہیں لکھتے۔ یہ حوالہ کس کام کا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کا سن اس وقت کیا ہوگا مشکل سے ایک سال کا۔ پھر ضرور یہ ہے کہ انھوں نے کسی اور کی زبان سے اس طولانی حدیث کو سنا ہوگا۔ لیکن اوسکا نام نہیں بتلایا۔ تو پھر یہ حدیث مراسیل کے ذیل میں آئی متصل مرفوع کی فہرست سے خارج ہو گئی۔ تو پھر ایسی مقدوح و مجروح روایت سے استناد و احتجاج کب جائز ہے آپ اصول حدیث کو ہر موقع پر پیش کرتے ہیں لیکن اپنے مطلب کے وقت پر اوسے بھول جاتے ہیں۔ مگر آپ کیا کیجئے صحیح بخاری تو مراسیل روایات کا خزانہ عامرہ ہے۔

اسکے بعد آپ ابن حجر کی عبارت فتح الباری سے نقل کرتے ہیں۔

هذا هو اللائق بمكارم اخلاقه صلعم وسعة صدره	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکارم اخلاق۔ کشادہ دلی اور کثرت
وكثرة صفحه وان ذلك لم يقع منه حتى تكرر موجبة	عفو کے بھی مناسب ہے۔ اور آپنے اسوقت تک ایسا نہیں کیا ہوگا
منهن۔ فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۲۵۱	جبتک کہ اون سے اس قسم کی حرکتیں متعدد بار ظہور پذیر ہوئیں۔

ہم نہیں سمجھے کہ اس ثبوت کے نقل فرمانیکے وقت شبلی صاحب کہاں تھے۔ اور اون کا خیال کدھر تھا۔ ابن حجر تو صاف صاف لکھ رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہ کیا ہوگا۔ جبتک کہ ان سے متعدد بار ایسی حرکتیں سرزد ہوتے ہوئے نہ ملاحظہ فرمائی ہونگی۔ تو اس متعدد بار سے کوئی شخص بتلادے کہ مختلف زمانوں کا مفہوم صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یا ایک زمانہ و وقت کا جو آپکا مدعا ہے۔ نہیں معلوم کہ ایسے مخالف ثبوت کے پیش کرنے میں آپکی کون سی مصلحت پوشیدہ ہے۔

اصل واقعہ وہی ہے جو اوپر لکھ چکا گیا ہے کہ حقیقتًا واقعہ ایلاء دو مرتبہ واقع ہوا۔ جیسا کہ قرآن مجید کے دو جداگانہ مقامات کی آیات سے مستفاد ہوتا ہے۔ اوّل۔ اوائل سنہ ہجری میں غزوۂ خیبر کے بعد۔ دوسرا سنہ ہجری کے اوائل میں معاملات طائف اور اوسکے حج عمرہ کے بعد اور ان دونوں میں دو برس کی تفاوت واقع ہوئی پہلے واقعہ ایلاء کا سبب ازواج کا توسیع نفقہ پر اصرار بیجا تھا۔ دوسرے واقعہ کا باعث حضرت حفصہ وعائشہ کا افشائے راز اور باہم مظاہرہ اور اتفاق تھا۔ پہلے واقعہ کا ذکر سورۂ احزاب میں ہے اور اوس میں آیت تخییر نازل ہوئی پچھلے واقعہ کا

ذکر سورۂ تحریم کے پورے سورے مین ہے اور اس مین آیت تعذیب و تنبیہ نازل ہوئی۔

اسکے بعد تحریر ہوتا ہے۔

مظاہرہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی اوس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑی ضرر رسان سازش تھی جس کا اثر بہت پرخطر تھا آیت مذکور یہ ہے۔

وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ ... اور اگر وہ دونون (حضرت عائشہ وحفصہ) رسولؐ کے برخلاف
... بَعْدَ ذٰلِكَ ... ایکا کرینگی تو خدا اوسکا مولی ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور
ظَهِيْرًا ... اونکے ساتھ فرشتے بھی مددگار ہین "

اس آیت مین تصریح ہے کہ ان دونون کا ایکا قائم رہا تو رسول اللہؐ کی مدد کو خدا و جبریل اور نیک مسلمان موجود ہین اور اسپر بھی بس نہین بلکہ فرشتے بھی اعانت کے لیے تیار ہین روایتون سے مظاہرہ کا جو سبب معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہی کہ اسکے ذریعہ سے وہ نفقہ کی توسیع چاہتی تھین یا اگر ماریہ قبطیہ کی روایت تسلیم کی جائے تو صرف یہ کہ وہ الگ کردی جائین لیکن یہ کیا ایسی اہم باتین ہین اور حضرت عائشہ وحفصہ کی کسی قسم کی سازش ایسی کیا پرخطر ہوسکتی ہے جس کی مدافعت کے لیے ملاء اعلی کی اعانت کی ضرورت ہو۔

سب سے پہلے ہم شبلی صاحب کو الفاظ قرآنی کے ترجمہ مین ایک غلط مفہوم بتلانے کی طرف توجہ دلاتے ہین اور وہ یہ ہے کہ آپ اس آیت کے ترجمہ مین صالح المومنین کا ترجمہ۔ نیک مسلمان (بصیغہ جمع) کرتے آئے ہین۔ یہ صریح غلط ہے۔ ایک نیک مومن یا مومنین مین ایک نیک مرد (بصیغہ واحد) صحیح ہوتا۔ صالح کو جمع کے صیغہ مین سمجھنا آپکی خوش فہمی ہے۔ اب رہا اس کا مفہوم خاص کہ وہ ایک نیک مومن کون ہے۔ تو وہ نیک ہستی برگزیدہ وجود مفصلہ ذیل اسناد مین ملاحظہ ہو۔

امام سیوطی (درمنثور) اپنی تفسیر مین۔ امام ثعلبی اپنی تفسیر مین۔ امام ابن ابی حاتم اپنی تفسیر مین اور ملا علی متقی (شارح مشکوۃ) کنز العمال مین تحریر فرماتے ہین۔

عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ صلعم یقول وصالح المومنون علی بن ابیطالب ... اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ مین نے جناب رسول خدا صلعم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ صالح المومنون سے مراد علی ابن ابی طالبؑ ہین۔

حافظ ابونعیم اپنی کتاب ما نزل من القرآن فی علی مین تحریر کرتے ہین۔

عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالی وصالح المومنین قال ھو علی ابن ابی طالبؑ ... ابن عباس سے صالح المومنین کی تفسیر مین منقول ہے کہ وہ علیؑ ابن ابی طالب ہین۔

شیخ الاسلام قسطنطنیہ مولانا سلیمان البلخی القندوزی - ینابیع المودۃ مین لکھتے ہین -

اخرجوا ابن المغازلی والحموینی وابو نعیم الحافظ والمالکی فی فصول المہمہ اخرجوا فی کتبہم ہذا الحدیث انہم الی ابو نعیم والثعلبی اخرجوا باسنادہما عن اسماء بنت عمیس قالت لما نزل قولہ تعالیٰ فان تظاہرا علیہ فان اللہ ہو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین والملٰئکۃ بعد ذالک ظہیر قال النبی صلعم لعلی الا ابشرک انک قرنت بجبریل ثم قرء ہذہ الایۃ فقال انت والمؤمنون من اہل بیتک صالحین -

ابن مغازلی - حموینی - حافظ ابو نعیم - مالکی نے فصول المہمہ مین اور ابو نعیم اور ثعلبی نے اپنے سندون کے ساتھ اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا کہ اگر یہ دو عورتیں ایکا کرلینگی تو خدا اوسکا ناصر ہے اور جبرئیل اور نیکوکار بندہ اور اُنکے بعد ملائکہ اوسکے مددگار ہیں - تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ بشارت ہو تمکو کہ تم جبرئیل سے بالکل قریب ہوگئے پھر آپنے یہ آیہ تلاوت فرمایا اور اون سے ارشاد کیا کہ تم اور تمھارے گھر والون مین مومنین - صالحین مین داخل ہین - ینابیع المودۃ بمبئی صـ۲ـ

صاحب ارجح المطالب لکھتے ہین کہ اس حدیث کو امام ابن مردویہ اور امام ابن عساکر نے بھی لکھا ہے اور امام فخرالدین رازی نے بھی کتاب اربعین مین اسکو نقل کیا ہے - ارجح المطالب مطبوعہ لاہور صـ۹۶

شبلی صاحب کی اتنی نظر کہان جو ان مرویات کو دیکھین - اتنی توفیق کہان کہ اُنکو لکھین اور انکے اصلی مفہوم پر روشنی ڈالین کیون؟ وہی علیؑ کی بیح ہے - اونکی روشنی طبع سے توجہان تک ممکن ہوگا اسکو اور تاریکی مین ڈالدینے کی فکر کرے گی -

اب ہم شبلی صاحب کی مرقومہ بالا عبارت کی اصل تنقید کی طرف متوجہ ہوتے ہین -

ہان شبلی صاحب - آپکا یہ لکھنا کہ مظاہرہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی اوس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے یہ بظاہر کیا ہے کیا آپ کی عربی دانی اسکے کوئی اور مطالب و معانی بھی بتلا سکتی ہے جسے آپ مخفی رکھتے ہین - اگر کوئی اور معانی ہوسکتے ہین - تو بسم اللہ - ارشاد ہون -

اسکے بعد لکھتے ہین :-

کوئی بہت بڑی ضرر رسان سازش تھی جس کا اثر بہت پُر خطر تھا -

بالکل صحیح اور فی الواقع ہے بہت بڑی ضرر رسان سازش تھی اور اوسکا اثر بھی نہایت ہی پُر خطر تھا جیسا کہ جلد تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے آپ لکھتے ہین :-

روایتون سے جو مظاہرہ کا سبب معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہی کہ اسکے ذریعہ سے وہ نفقہ کی توسیع چاہتی تھین -

جیسا تمہید مین عرض کرچکا ہون آپکی تمام قلمی قلعہ بندیون مین گویا اب سنگاف نمایان ہوا - اور آپ کی بہتدا کی

اب خبر معلوم ہوئی۔ آپ اوسی غزوہ خیبر کے بعد والے ایلاء اوّل کے واقعہ کو اپنی تمام مغالطہ دہی کی سپر بناتے ہیں اور مسلمانون کو غلط بتاتے ہین کہ اضافہ نفقہ کا معاملہ تھا لیکن خدا بتلاتا ہے کہ رسول اللہ کو تنگ کرکے کسی حلال شے کو حرام کرنیکے لیے مجبور کر دینے پر اونکا اکا تھا اور کھلی کھلی سازش تھی۔ اس بناپر یہ مظاہرہ بہت ضرررسان بھی تھا اور پرخطر بھی جیساکہ آیت مذکورہ کے نقل کرنیکے بعد آپ خود اقرار و اعتراف فرما چکے ہین۔ اب فرمائیے۔ آپکی تعلیل و تعدیل صحیح مانی جائے یا خدا کی بتلائی ہوئی ترجیح و اہمیت تسلیم کی جائے۔

آپ کا یہ لکھنا کہ اس آیت مین تصریح ہے کہ اگر اون دونون کا ایکا قائم رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کو خدا اور جبریل اور نیک مسلمان موجود ہین اور اسپر بس نہین بلکہ فرشتے بھی اعانت کے لیے تیار ہین

اس عبارت مین اور مفہوم تو الفاظ قرآنی اور اونکے معانی سے مطابق ہین لیکن اسپر بس نہین۔ یہ فقرہ آپ کا سخت تعریضی ہے اور یہ بھی سمجھ رکھیے۔ آپکی یہ تعریض قرآن مجید اور کلام الٰہی پر ہے۔ دیکھیے حضرت عائشہ اور حفصہ کی جنبہ داری آپکو کہان سے کہان لیگئی۔ حب الشیئ یعمی و یصم آپکے سوا کوئی دوسرا مسلمان قرآن مجید پر ایسی گستاخانہ تعریض کی جراءت نہین کرسکتا۔

شبلی صاحب حقیقتاً شان رسالت ہی کو نہین سمجھے ہم عرض کرتے ہین کہ دنیا مین اسوقت آپکو کوئی شخص بھی اس ایکے اور مظاہرہ کی ضرررسانی اور پرخطری کو اونکے حقیقی جذبات و محسوسات کے ساتھ نہین بتلاسکتا اور نہ اوسکے سمجھانے اور بتلانے سے آپ سمجھ سکتے ہین۔ آپ اسکی پرضرری اور پرخطری کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک سے پوچھیں یا جناب باری عز اسمہ کی درگاہ سے مسئلت فرمائین کہ اوس نے اپنے الفاظ مین اوسکو کیون اتنی اہمیت دی ہے اور اگر ان دونون مقامات علیا پر آپکی رسائی نہ ہوسکے تو پھر اپنے دل ہی سے دل راشکستنی نہ کہ گوہر شکستنی کے مسئلہ پر غور فرمائین۔ تو آپ کو اسکی حقیقت معلوم ہو جائیگی۔

پھر آپکا یہ تحریر فرمانا کہ۔ اگر ماریہ قبطیہ والی روایت تسلیم کرلی جائے تو صرف یہ کہ وہ الگ کر دی جائین۔ گویا حضرت ماریہ قبطیہ سے مفارقت کو بھی آپ ایک محض معمولی اور آسان معاملہ قرار دیتے ہین۔ آپکی خودغرضی اور حضرت عائشہ و حفصہ کے ساتھ خوش عقیدگی نے آپکے دل مین اتنی بیدردی اور بے اثری پیدا کردی ہے کہ آپ دوسرون کے جذبات کو مشکل سے محسوس کرسکتے ہین۔ اور باوجود اسکے کہ محقق بھی ہین اور مورخ بھی۔ محدث بھی ہین مفسر بھی لیکن افسوس ہے کہ اس وقت نہ آپ کسی کے حال کو تاریخ کے واقعات سے مقابل کرنا چاہتے۔ اور نہ کسی کے واقعات احادیث کی مرویات ملاحظہ فرمانا چاہتے ہین۔ دیکھیے جس محترمہ کی مفارقت کو آپ اپنے گھر کی کنیزون کی مفارقت کے اصول معمول کے مطابق محض آسان اور معمولی سمجھتے ہین۔ اوسی خاتون معظمہ کی نسبت

آپ خود لکھ چکے ہیں

ہمنے جاریہ کا ترجمہ لڑکی کیا ہے۔ جاریہ لڑکی کو بھی کہتے ہیں اور لونڈی کو بھی۔ ارباب سیرۃ ماریہ قبطیہ کو لونڈی کہتے ہیں لیکن نجاشی[سلہ] نے جو لفظ انکی نسبت لکھا ہے یعنی کہ مصریوں میں انکی بڑی عزت ہے" یہ لونڈیوں کی شان میں استعمال نہیں کیے جاسکتے۔ حاشیہ صفحہ ۴۴۶ ۔ سیرۃ النبی جلد اول۔

اب دیکھئے کہ اس موقع پر آپ اوسی معززہ کی عظمت و وقار کو پھر وہی لفظ کنیز لکھکر اور اُسکی مفارقت کو ایک معمولی کنیز کے نکال دینے کے برابر سہل اور بالکل آسان بتلا کر یوں خاک میں ملاتے ہیں۔ یہ آپکا تغیر اور تلوّن کسقدر شرمناک ہے۔

اب رہا حضرت ماریہ کی مفارقت کا معاملہ نہیں معلوم شبلی صاحب کس دُھن میں آنکھیں بند کیے کیا کیا لکھے چلے جاتے ہیں لکھنے کو تو آپ تاریخ و سیر کے واقعات لکھتے ہیں لیکن خود غرضی کی ایسی محویت طاری ہے کہ نہ اُن واقعات کے گرد و پیش کے حالات پر نظر ہے اور نہ اونکے موجودہ قرائن اور اسباب پر توجہ ہے۔ اوسوقت کے حالات کو پڑھیے دیکھیے اونکے قرائن پر نظر ڈالیے رعنا سب و غیر مناسب عمل کو سمجھئے۔ انھیں امور کے ساتھ رحمت عالم اور خلق مجسم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ اور اشفاق رحیمانہ کو پیش نظر رکھیے۔ تو آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ حضرت ماریہ سے مفارقت۔ کو طلاق دائمی کی صورت میں نہو۔ صرف اونکی نزدیکی سے عارضی طور پر چند روز علٰحدہ رہنے کا وعدہ کیا گیا ہو۔ جیسا کہ واقعات ثابت کر رہے ہیں اور ماریہ کے خاص حالات حاضرہ بتلا رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیے سخت گران تھا۔ اور آپکے اخلاق کریمانہ سے بالکل بعید ہے۔ اسلیے کہ یہ وہ محترمہ تھیں کہ اپنے ملک و قوم سے دور۔ عزیز و اقارب سے علٰحدہ۔ دیار اغیار میں بالکل بیکس و بے مددگار تھیں۔

کیا شبلی صاحب نے اخلاق رسول کا یہی اندازہ کیا ہے اور اوسکو اتنا ہی سمجھ لیا ہے کہ ایک شکستہ پا صنف نازک کے فرد خاص کو جو آپ کی خدمت و ملازمت کا شرف خاص ایک مدت بہ زمانے تک حاصل کر چکی ہو اور موجودہ ازواج مطہرات کے دائرہ میں یہی خاتون تنہا ایسی خوش نصیب ثابت ہوئی ہو جو نعمت اولاد سے خاص طور پر فائز فرمائی گئی ہو۔ اوسکے ساتھ وہ خلق مجسم سراپا رحمت عالم ایسی بیدردی۔ سرد مہری اور ناتوجہی دکھلائے خصوصاً ایسے وقت میں جب اوس کا چھ مہینہ کا بچہ۔ جس کی نسبت آپ خود لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس بچہ سے بہت محبت تھی۔ اور جس کا نام آپ نے ابراہیم رکھا تھا سیرۃ النبی صفحہ ۳۹۷) وہ ایک ہی مہینہ یا کم و بیش ہوتا ہے اوسکی گود میں لوٹ پوٹ ہو گیا۔

سلہ شبلی صاحب۔ نجاشی نہیں تھا مقوقس۔ عزیز مصر تھا۔ ذرا دیکھ کر لکھا کیجیے۔ المولف

ایسے حزن و ملال کی خاص حالت میں اوس محترمہ سے کنارہ کشی۔ گو وہ مجبوری ہی سے ہو، اور محض عارضی ہی طور پر ہو کسقدر شاق - ایذادہ اور تکلیف رساں محسوس ہوئی ہوگی۔ لیکن شبلی صاحب ہیں جنکو نہ ان جذبات کا احساس ہے اور نہ ان تعلقات کا لحاظ و پاس نہ اس موقع پر آپکی نظر جناب ماریہ کے اس عالم مصیبت پر ہے اور نہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کریمانہ سیرت اور رحیمانہ فطرت پر۔ آپ اس معظمہ کی مفارقت کو ایک گھر کی لونڈی کے نکالدینے سے ایسا محض معمولی اور آسان سمجھے ہیں۔ اور سمجھاتے ہیں۔ یہیں تک آپ شان رسولؐ اور منزلت ازواج رسولؐ کو سمجھے ہیں۔ ایک بار تو اوس محترمہ اور اوسکے نومولود بچہ کو عظمت و توقیر کے عرش الکمال تک پہونچایا۔ دوسری بار اوسکے اقتدار و اعتبار کو گھٹا کر پھر وہی لونڈی کی لونڈی بتلایا شبلی صاحب ابھی مردم شناسی کا سلیقہ پیدا کریں اور شان رسولؐ کی معرفت کا طریقہ -

وہ اپنے اس طرز تحریر کو اس واقعہ مفارقت حضرت ماریہ میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز عمل سے مقابل کریں تو فرق مابہ الامتیاز معلوم ہوجائیگا۔ آپ کس بے رخی سے لکھتے ہیں۔ تو صرف یہ کہ وہ الگ کردی جائیں یعنی اونھیں طلاق دیدی جائے۔ لیکن زبان رسالت ہے کہ نہ جدائی کا اقرار کرتی ہے اور نہ مفارقت کا اظہار وہ جو کچھ کہتی ہے۔ وہ یہ ہے جسے آپ خود ابن حجر کی شرح صحیح بخاری سے لکھتے ہیں -

حلف رسول اللہ صلعم حفصہ لا یقرب امتہ آنحضرت صلعم حفصہ سے کھائی کہ ہم اپنی کنیز سے مقاربت نکرینگے

شبلی صاحب - کیا ترک مقاربت - طلاق و مفارقت دائمی کو کہتے ہیں - اگر آپ کے نزدیک طلاق ہی کو کہتے ہیں تو ایلاء اول اور ثانی میں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام ازواج سے ترک صحبت کرنا - جس کو آپ خود لکھ چکے ہیں - کیا کہلائے گا - کیا ایک مہینہ تک آپ تمام ازواج کو پیغمبرؐ کی مطلقہ نہ سمجھیں گے ؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین -

اب اسکے بعد شبلی صاحب اپنے استدلال کا پہلو بدلتے ہیں۔ ایک نہیں ہزار پہلو بدلیے ناحق کی جنبہ داری آپکو کسی پہلو سیدھا کھڑا ہونے دیگی اور نہ دم بھر چین سے بیٹھنے دیگی۔ تحریر فرمایا جاتا ہے -

اس بنا پر لوگوں نے قیاس کیا کہ مظاہرہ کوئی معمولی نہیں تھا - مدینہ منورہ میں منافقین کا ایک گروہ کثیر موجود تھا جنکی تعداد دو چار سو تک بیان کی گئی ہے - یہ شریر النفس تاک میں لگے رہتے تھے کہ کسی تدبیر سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان اور رفقائے خاص میں پھوٹ ڈلوا دیں ابن حجر نے اصابہ میں ام جلدح کے حال میں لکھا ہے وکانت تحوش بین ازواج النبی صلعم وہ ازواج رسول کو باہم بھڑکایا کرتی تھیں - افک کے واقعہ میں اونکو کامیابی کی جھلک نظر آچکی تھی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پندرہ روز تک حضرت عائشہ کبیدہ خاطر رہے۔ حضرت حسان بھی افک مین شریک ہوگئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی سالی حمنہ جو حضرت زینب کی بہن تھین سازش مین آگئین تھین چنانچہ اس روایت کو علانیہ شہرت دیتی تھین۔ حضرت ابوبکر نے اپنے ایک قریبی عزیز (مسطح) کو جو شریک تہمت تھے مالی اعانت سے محروم کردیا تھا۔ غرض اگر حضرت عائشہ کی برات پر وحی نہ آتی تو ایک فتنہ عظیم برپا ہوجاتا۔

آپ اپنی عادت کے مطابق یقین کو بھی قیاس کیے جاتے ہین شبلی صاحب۔ تمام مسلمان اس مظاہرہ کو غیر معمولی قیاس نہین کرتے بلکہ وتھیں اسکا یقین کامل ہے کہ حضرت عائشہ اور حفصہ کا یہ مظاہرہ جناب سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس معاشرت۔ پاک سیرت اور صلح فطرت اور آپکی شان آداب واکرام اخلاق کے سراسر منافی اور معارض واقع ہوا ہے جسکی اصل الاصول اور بانی ومبانی یہی دونون خواتین اوّل وثانی ہین۔

اتنا تمہید آلکھ آپ اس مظاہرہ۔ اوسکی شہرت واشاعت مین منافقین مدینہ اور راوان مومنین کی تحریک واشتعال بتلاتے ہین جو افک عائشہ کی سازش مین شریک تھے۔ آپکی اس تدبیر وتاویل اور ترکیب وحیلہ سے ثابت ہوگیا کہ اب آپ کے پاس کوئی قوت استدلال باقی نہین رہی۔ سب صرف ہوگئی۔ آپ کا یہ سب کچھ لکھنا گویا ڈوبتے ہوے کا ہاتھ پاؤن مارنا۔ اور دریا مین تنکے کا سہارا ڈھونڈھنا ہے جسپر ہاتھ پڑگیا۔ اوسی کو تھام لینا ہے لیکن شبلی صاحب آپ کو یاد رہے کہ جبتک آپ اس الزام کی سند مین کوئی واقعہ نہ پیش کرینگے۔ کوئی تفصیل نہ فرمائین گے۔ یہ دلیل بے دلیل نہ کوئی سنیگا اور نہ مانے گا۔ واقعہ افک مین ملزمین مذکورین کے تفصیلی واقعات موجود ہین۔ اسلیئے اونکو ملزم بتلایا جاتا ہے۔ اس واقعہ تحریم مین۔ اپنی احادیث وتفاسیر کی تمام کتابین ورق ورق کرکے پڑھ جایئے۔ نہ حسان کی شرکت پایئگا۔ اور نہ حمنہ اور مسطح کی سازش تو پھر آپ اپنی مغالطہ دہی کی غرض خاص سے اتنے بیگناہون کو کردہ وناکردہ اس واقعہ مین بھی کیون سمیٹتے اور لپیٹتے لیتے ہین۔

اب رہا آپ کا آخر حصہ استدلال جس مین آپ افک عائشہ اور اونکی برات پیش کرکے یہ مغالطہ دینا چاہتے ہین کہ اس واقعہ کے الزام سے بھی گویا اونکی ویسی ہی برات ہوگئی۔ تو یہ بالکل شرمناک طرز استدلال ہے اس واقعہ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ پہلے صفائی ہوئی تھی اوسپر بھی دھبہ آگیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اس واقعہ مین منافقین کی شرکت کے مدّعا کو تفصیلاً یون لکھا جاتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب ازواج مطہرات کی کشش خاطر وکبیدگی اور تنگ طلبی کا حال منافقون کو معلوم ہوا تو اون بدنفسون نے اشتعال دیکر بھڑکانا چاہا ہوگا اور چونکہ مظاہرہ کی ارکان اعظم حضرت عائشہ وحفصہ تھین اون کو خیال ہوا ہوگا کہ اون کے ذریعہ سے اون کے والدین (حضرت ابوبکر وحضرت عمر) کو اس سازش

مین شریک کرلینا ممکن ہے۔ لیکن اونکو معلوم نہ تھا کہ ابوبکر و عمر حضرت عائشہ و حفصہ کو
رسولؐ کی خاک پا پر قربان کرسکتے تھے چنانچہ جب حضرت عمر کو اذن نہ ملا تو اونھون نے پکار کر
کہا کہ ارشاد ہو تو حفصہ کا سر لیکر آؤن۔ جلد اول

شبلی صاحب۔ یہ "معلوم ہوتا ہے" کیا ؟ کس روایت سے معلوم ہوا ؟ کس کتاب مین پڑھا گیا ؟ کس نے لکھا ؟ کس نے بتلایا ؟ کہان پایا ؟ کچھ بھی نہین۔ وہی کابوسانہ خواب و خیال اور یا یوسانہ اشتباہ و احتمال اگر منافقین نے اس واقعہ کو سنکر اپنی شریر النفسی سے اسکی اشاعت مین اشتعال انگیزی سے کام لیا تو شبلی صاحب پہلے اصل علت کو دیکھئے پھر معلول کی تلاش فرمائیگا۔ پہلے اس رازکا افشا کس نے کیا ؟ وہ تو انھین دو خواتین نے ! پہلے فرد جرم مین اصل مجرمین کے نام قائم کرلیجئے۔ تو پھر سازش کرنیوالون پر نمبر قائم کیجئے گا۔ پہلے ان خواتین کے طرز عمل پر غور کرلیجئے کہ یہ شریف گھرانے کی بہو بیٹیان کیون ایسی ہونے لگین کہ اپنے شوہرون کی خلوت کی باتون کو دوسرون اور خاصکر دشمنون کے ہاتھ مین دینے لگین۔ حضرت عائشہ تو بقول آپکے اسوقت رشیدہ بالغہ ہو چکی تھین۔ نہ معلوم کہ موصوفہ کی اس وقت وہ قوت اجتہادیہ جسپر بقول آپکے سواد اعظم کے ارکان دینیات قائم ہین۔ کہان چلی گئی تھی کہ آپ دوست دشمن مسلم اور منافق کی معمولی تمیز بھی نہ فرما سکین۔

اتنی طول و طویل خامہ فرسائیون اور پر تفصیل عبارت آرائیون کے بعد یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ آیت مین روئے سخن منافقین کی طرف ہے۔ یعنی اگر عائشہ و حفصہ سازش بھی کرینگی اور منافقین اون سے کام بھی لینگے تو خدا پیغمبر خدا کی اعانت کے لئے موجود ہے۔ اور خدا کے ساتھ جبریل و ملئکہ بلکہ تمام عالم ہے (صالح المومنین کا ذکر یہان ترک کردیا گیا۔ خدا جانے کیون ؟)

ہان شبلی صاحب۔ ان آیات (آیہ مظاہرہ) کے یہ مطالب و معانی خود آپنے نکالے ہین یا کسی تفسیر و حدیث سے نقل کئے ہین۔ اگر یہ صرف آپکا قیاس ہے تو معانی قرآنی اور مطالب ربانی کے صریح مخالف ہے۔ اگر کسی حدیث و تفسیر سے ماخوذ و مستنبط ہے تو حوالہ دیجئے۔ اور کتاب کی عبارت لکھئے۔ ورنہ یہ آپکی مغویانہ تحریف سمجھی جائیگی۔ دیکھئے آپکے مفسرین مین سب سے زیادہ معتبر و مستند دو مفسرین ہین اور اونکی دو تفسیرین۔ ایک تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی۔ دوسری تفسیر کشاف زمخشری۔ دونون میرے پیش نظر ہین۔ ان دونون مفسرین نے ان دونون خواتین اور اونکے طرز عمل کی نسبت جو آخر مین اپنی رائے لکھی ہے وہ خاتمہ بحث مین بہت جلد حاضر کی جاتی ہے۔ لیکن آپ پہلے انھین مفسرین کی تحریر و عبارت سے اپنے اس مجنونانہ قیاسات کا اثبات نکالدین۔ آپ حضرت عائشہ و حفصہ کی حمایت مین قیامت کرتے ہین کہ خطابات و فقرات قرآنیہ کے کہین غلط ترجمے کردیتے ہین کہین اونکے مفہوم کو بدل دیتے ہین کہین اصل مخاطب کی غرض

دوسرے لوگون (منافقین) کو مخاطب اصلی بتلاتے ہین اور شمس العلما ہوکر آپکو یہ نہین دکھلائی دیتا کہ جہان کہین ذکر وخطاب ہے وہ ضمائر مونث کے ساتھ ہے غضب خدا کا - الفاظ خطاب مین تو ضمائر ہون مونث کے اور آپ لے جائین اونکو ذکور (منافقین) کی طرف - عورت کو مرد و مرد کو عورت بتلائین - اگر آپکو ایسا ہی مغالطہ دینا منظور تھا تو یون کیون نہ بتلایا کہ یہ مونث کے ضمائر اُم جُلیح اور حمنہ کی طرف راجع ہین - نہ حضرت حفصہ و عائشہ کی طرف کیونکہ آپ ان دونون کو قصہ افک مین شریک اور ازواج رسول کی بھڑکانے والیان لکھ چکے ہین - یہ ترکیب کسی قدر چل سکتی تھی ورنہ آپ کی اس بے تکی ہانک کو کون سنے گا - ہم خود حضرت عمر کے بیان سے اوپر لکھکر ثابت کر آئے ہین کہ صفت قلوبکما کی مخاطب اصلی حضرت عائشہ وحفصہ ہین - اسلیئے اس سلسلہ خطابات آیہ مین تمام مقامات پر یہی خواتین حقیقی طور پر یقین کی جائین گی - شبلی صاحب اگر حضرت عمر سے زیادہ معتبر ہون تو اپنی ذی علمائی کا ثبوت پیش کرین -

اسکے بعد لکھا جاتا ہے -

> ان واقعات مین کذابین رواۃ نے اسقدر تلبیسات اور خدا عیان کی ہین کہ بڑے بڑے ارباب سیر نے اونکی روایتین اپنی تصانیف مین استناداً درج کر دی ہین -

ہان ہان شبلی صاحب - اتنا بیباک نہو جیئے - زبان کو روکیئے - آپکے ہان کف لسان تو جزو ایمان ہے - دیکھئے آپ سرے سے رواۃ حدیث کو کذابین بتلاتے ہین اور اونکے تمام ذکر و بیان کو تلبیسات او رخدا عیان ٹھہراتے ہین - اور یہ نہین خیال فرماتے کہ آپکی اس فہرست مین کتنے صحابہ کرام اور تابعین عظام داخل ہین - پھر آخر مین یہ بھی سوچ رکھیئے کہ ان سب کو جھوٹا بناکر آپ سچے رہ سکتے ہین - جن مین آپنے نمبر اوّل خود عبد اللہ بن عباس کو لکھا ہے یہ کون بزرگ ہین محیط العلم بین الصحابہ جنکو آپ خود لکھتے ہین - اگر یہ شخص کاذب ہے تو یاد رکھیئے کہ صحاح اہلسنت ہی غائب ہو جائینگی -

ع:- زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا -

اس بیباکانہ اور عتابانہ تمہید کے بعد لکھا جاتا ہے -

> اسقدر عموماً مسلّم ہے اور خود قرآن مجید مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج کی خاطر سے کوئی چیز اپنے اوپر حرام کر لی تھی - اختلاف اسمین ہے کہ وہ کیا چیز تھی بہت سی روایتون مین ہے کہ وہ ماریہ قبطیہ ایک کنیز تھین جنکو عزیز مصر نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین تحفۃً بھیجا تھا - ماریہ قبطیہ کی روایت تفصیل کے ساتھ مختلف طریقون سے بیان کی گئی ہے - جن مین یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا جو راز حفصہ نے فاش کیا وہ انہین ماریہ قبطیہ کا تھا - اگرچہ یہ روایتین بالکل موضوع اور ناقابل

دکھی ہیں - لیکن چونکہ یورپ کے اکثر مورخوں نے آنحضرت صلعم کے معیار اخلاق پر حرف گیریاں کی ہیں انکا کل سرسبدی ہیں - اسلیئے اوس سے تعرض کرنا ضروری ہے ان روایتوں میں واقعہ کی تفصیل کے متعلق اگرچہ نہایت اختلاف ہے لیکن اسقدر سب کا مشترک ہے کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موطوءہ کنیزوں میں تھیں اور آنحضرت صلعم نے حضرت حفصہ کی ناراضی کی وجہ سے اُنکو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا ۔ (جلد اول واقعہ ایلا)

مرقومہ بالا عبارت کی تنقید سے پہلے یہ گذارش کرنا ہے کہ شبلی صاحب حضرت عائشہ وحفصہ کی درستی اخلاق کی حمایت و طرفداری سے پہلے اپنے آداب تحریری کی مرمت و رفوکاری فرمالیں تو بہتر ہے آپ حضرت ماریہ قبطیہ کی نسبت ص ۲۴۶ میں لکھ چکے ہیں کہ نجاشی (نہیں مقوقس) نے جو لفظ انکی نسبت لکھا ہے یعنی کہ مصریوں میں انکی بڑی عزت ہے - یہ لونڈیوں کی شان میں استعمال نہیں کیئے جاسکتے " یہ لکھکر بھی آپ اس واقعہ میں برابر اونکو کنیز لکھکر اون کی مقدار شان کو مسلمانوں کی نگاہوں میں معمولی گھر کی لونڈیوں کی طرح دکھلانا اور سمجھانا چاہتے ہیں - کیا آپ کی شان آداب اور طرز تہذیب کے یہی شایان ہے کہ ایک موقع پر تو اوس مقدسہ کی نسبت اس لفظ کو ثقیل اور ناقابل استعمال تبلایا جاوے اور جب اپنے مطلب کے لیئے مفید ہو تو وہی لفظ بلا تامل و بلحاظ ایک بار نہیں کئی بار استعمال فرمایا جاوے -

شبلی صاحب - حضرت عائشہ ہوں یا حفصہ حضرت صفیہ ہوں یا ماریہ - ہمارے دلوں میں بفحوائے ازواجہ امھاتکم (اونکی (نبی کی) بیبیاں تمھاری مائیں ہیں) تمام ازواج رسول صلعم کی جو قدر و منزلت ہے وہ صرف آنحضرت صلعم کی نسبت - قربت اور شرف مصاحبت کی وجہ سے ہے اور یہ وصف خاص تمام ازواج میں قدر مشترک ہے پھر ایک کی ترجیح دوسرے کی توہین کیسی؟ اگر ترجیح کی تفضیل و تصریح کرنی ہے تو پھر ان خواتین کے طرز عمل پر نظر ڈالنی ضرور ہوگی اور جانبین کی اصابت و اسارت عمل کی تمیز و تحقیق کے بعد آپ البتہ یہ رائے قائم کرسکتے ہیں کہ ان میں کون قابل عظمت ہے اور کون نہیں - اور یہ بہت ہی اس موقع پر آسان ہے - آپکی ہی پیش کردہ آیات قرآنی ابھی نہایت سہولت و آسانی سے اس کا فیصلہ کردینگی - آپ خود دیکھ لیں پڑھ لیں اور سمجھ لیں کہ ان آیات میں جو ازواج رسولؐ مخاطب کی گئی ہیں اور جن دونوں خواتین مخصوصہ سے خطاب خاص کیا گیا ہے اون میں حضرت ماریہ قبطیہ بھی شامل ہیں یا نہیں - اگر ہیں - تو اس خطاب میں مورد عتاب یہ بھی سمجھی جائیں - اور اگر نہیں ہیں تو ثابت ہو جاوے گا کہ اون کے طرز عمل خدائے سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک قابل اعتراض و عتاب نہیں تھے اس روداد حقیقت کو پیش نظر رکھکر شبلی صاحب خود سمجھ لینگے کہ طرز عمل کے اعتبار سے اون کے سیئے حضرت عائشہ وحفصہ قابل عظمت و تکریم ٹھہرتی ہیں یا حضرت ماریہ قبطیہ لائق تحریم -

شبلی صاحب کو ادب و تہذیب کا سبق دیکر ہم اون کے دوسرے ابہامات فی بیان الواقعات کے

آیندہ انکشافات پیش کرتے ہین۔

شبلی صاحب نے طول وطویل حزم واحتیاط کے بعد اصل مقصود کو لکھنا چاہا ہے لیکن تاہم کسی تفصیل سے نہین۔ وہ اسلیئے کہ تفصیل مین آپ کا نقصان ہے۔ لیکن اتنا آپ نے بھی اون روایات کا خلاصہ اور قدر مشترک بتلا دیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا راز جو حضرت حفصہ نے فاش کیا تھا۔ انھین ماریہ قبطیہ کا راز تھا۔ اسکے بعد آپ اپنے قدیم جُبن اور ضعف فی الکلام پر آگئے ہیں۔ اور اپنے سرآمد محدثین کی مرویات کو بالکل موضوع اور ناقابل ذکر ٹھہرا کر یوروپین مولفین کی معیار اخلاق آنحضرت صلعم پر حرف گیریون کا اصلی سبب اور پھر اون کو حرف گیریون کا گل سرسبد تبلایا ہے۔ اور یوروپین مصنفین کی انھین حرف گیریون سے کے باعث ان مرویات پر تعریض کرنیکی ضرورت کا پیش آنا تحریر فرمایا ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہ تحقیق حق مین آپکی مساعی جمیلہ کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ اور آپ کے انداز تحقیق کا اندازہ مل گیا گویا آپ خود نہین۔ بلکہ مصنفین یوروپ کی تعریض کی تنقیدی ضرورت سے مجبور ہو کر ان مرویات کی تعریض کرنے بیٹھے ہین۔ اگر وہ ان مرویات کی بنا پر اپنی متعصبانہ اور کافرانہ خُردہ گیریان نہ کرتے تو آپ کو اس واقعہ مین تحقیق حق اور تمیز ملزم وغیر ملزم کی کوئی ضرورت نہین تھی۔ اوس وقت شمس العلماء حافظ نذیر احمد صاحب کی طرح سکوت اور کف لسان کی راہ اختیار فرمائی جاتی اور سمجھ لیا گیا ہوتا کہ جب خدا نے اوس راز اور اوسکے افشا کرنیوالون کے نام نہین تبلائے تو ہم بندون کو مناسب نہین کہ خدا کے راز کو افشا کرین۔ ترجمہ قرآن سورہ تحریم

لیکن حافظ صاحب آپ کا یہ سکوت کس کام کا؟ جب آپ اس راز کے افشا کرنیوالیون کا نام خود بتلا چکے ہین اور آپ سے پہلے خود حضرت عمر بتلا چکے ہین اور اونکے علاوہ آپکے تمام سلف صالحین جن کو آپ اسوقت از راہ سعادتمندی کاذبین ومنافعین اور خداعین کا ضرورتاً خطاب دیتے ہین۔ قدیم زمانہ سے لیکر موجودہ زمانہ تک بارعام لکھتے چلے آتے ہین۔ غالباً آپ کو اون بزرگوارون کی یہ تفصیل ناگوار ہوتی اور اُن غریبون کو کاذبین کا خطاب دینے کی تکلیف نہ اوٹھانی پڑتی۔ اگر یہ یوروپین مصنفین اور عیسائی متعصبین اون کی مرویات سے بے موقع فائدہ اوٹھا کر اخلاق رسول صلعم پر حرف گیریان نہ کرتے۔ بہرحال۔ آپ اپنے سلف صالحین کی تکذیب خود نہین کرتے ہین۔ یوروپین مولفین کی خوردہ گیریون کی مجبوری آپ سے اونکی تعریض کراتی ہے۔

اسکے بعد تحریر فرمایا جاتا ہے۔

اسقدر سب کا مشترک ہے کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موطؤۃ کنیز تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حضرت حفصہ کی ناراضی کیوجہ سے ان کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔

مشکل تو یہ ہے کہ شبلی صاحب سنبھل سنبھل کر گرتے اور سمجھ بوجھ کر ناسمجھی کرتے ہین۔ مذکورۂ بالا عبارت مین ماریہ قبطیہ کے واقعہ کا روایات مختلفہ مین مشترک ہونا تسلیم کرتے ہین۔ پھر صحت وجود کو تسلیم کرنے اسکے وجود کی جرح وقدح کرتے ہین اور عیسائی مورخین کی تعریضات واہیہ سے مرعوب ہوکر اپنے سلف صالحین اور محدثین معتبرین کو جنہین حضرت عمر۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے لیکر ابن ہشام۔ طبرانی عسقلانی۔ ابن حجر۔ محدث شیرازی (اور خدا جانے کتنے) داخل ہین سب کو ایک طرف سے کاذب ٹھہراتے ہین۔ استغفر اللہ۔ اس سے بڑھکر بھی کوئی ضعیف استدلال ہوسکتا ہے۔

عیسائیون کی لغویانہ تعریض کا جواب آپ ان متعصبین کی کافرانہ تعریضات کے جواب مین کیون نہین کہہ دیتے۔ کہ اگر جناب ماریہ قبطیہ کے ساتھ مان بھی لیا جاوے۔ خانہ حفصہ ہی مین لطف صحبت اُٹھایا گیا۔ تو منافی اخلاق کیا ہوا۔ اپنی زوجۂ محللہ اور اپنی دولتسرا۔ حضرت حفصہ کے والدین کا گھر ہوتا۔ یعنے اُنکا میکے کا گھر۔ تو کسیقدر عذر ومضائقہ کی بات ہوسکتی تھی۔ اب رہا یہ امر کہ حفصہ کی محض خفگی وناراضی کیوجہ سے ماریہ سے ترک صحبت کا اقرار کرنا جسے آپ اخلاق نبویؐہ کی نعوذ باللہ کمزوری کہتے ہین وہ غایت اخلاق اور نہایت مروّت واشفاق رسالت کے کامل ثبوت ہین۔ اس لیے کہ حضرت حفصہ کے مزاج کی ناہمواری۔ زبان درازی۔ تنگ چشمی اور اخلاقی کمزوریون کو مدنظر رکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قضیۂ نامرضیہ کو طے فرمادیا۔ اور حضرت ماریہ سے ترک مقاربت کا اقرار فرماکر خود حضرت حفصہ سے بھی اسکا اقرار لے لیا کہ وہ اس بات کو اپنے ہی تک رکھین گی۔ دوسرون سے نہ کہین گی۔ لیکن موصوفہ پیٹ کی اتنی ہلکی تھین کہ اونھون نے حضرت عائشہ کو کچا چٹھا سُنا دیا۔

واقعہ کا خلاصہ اتنا ہے جو آئینہ کی طرح صاف ہے۔ اس مین ناحق شناس متعصبین یوروپ کس امر کو منافی اخلاق رسولؐ پاکر لغویانہ حرفگیریان کرتے ہین۔ اگر اپنی زوجۂ منکوحہ یا کنیز موطوءہ سے اپنے گھر یا اتفاقاً اپنے ہی فرش خواب پر جو کسی دوسری زوجہ کو مصرف مین لانے یا اپنے خاص آرام فرمانے کے لیے عنایت کیا گیا ہو مقاربت کرنا کسی مذہبی۔ قومی اور ملکی دستور وقانون سے ممنوع ہو تو معترضین کی یہ تعریض مفید کار ہوسکتی ہے اور جب یہ امر کسی قانون اور دستور سے ممنوع نہین ہے تو معترضین کی نفسانیت اور متعصبین مسیحیت کا تعصّب محض یقین کیا جائے گا۔

عیسائی متعصبین سے احتجاج اس پر بھی اگر ان ناشنوا اور نابینا متعصبین کی تشفی خاطر نہو۔ تو پھر اون سے بطور احتجاج کہنا پڑے گا کہ تمھاری مقدس کتابون مین (نعوذ باللہ) جناب داؤد علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام

زن اوریا کو دیکھکر عاشق ہونا۔ اوسکو چھپکے سے گھر بلا کر اوسکے ساتھ ہم بستر ہونا۔ اور اوریا کو خود فرمان دیکر میدان جنگ میں قتل کرا دینا۔ کامل شرح و بسط سے منقول و مذکور ہے۔ یہ امور ناقص ایک پیغمبر سے تو کہاں تک ظاہر ہوں گے کسی ذلیل اور رذیل طبقہ کے معمولی آدمی سے بھی ایسے عیوب و فواحش کا اظہار روا رکھا نہیں ہوسکتا تا وقتیکہ عیسائی متعصبین خود ان لغویات کا جواب نہ دے لین اونکو پیغمبر عرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینہ اخلاق پر خاک ڈالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی بد اخلاقیاں۔ تنگ ظرفیاں اور اصول فطرت کے مطابق نسوانی کمزوریان اپنی حد سے زیادہ بڑھکر ان تمام مفسدون اور فتنہ انگیزیون کا اصلی باعث ہوئی ہین۔ کوتہ بین اور ناحق شناس مخالفین اسلام ان خواتین کی اخلاقی کمزوریون سے اخلاق رسول صلعم کی سوء اخلاقیون کے مغویانہ معنی لگاتے ہین لیکن حقیقت بین اور حقیقت شناس محققین جانتے ہین کہ یہ قریب ہی قریب ہے اصلیت کچھ بھی نہین۔ جیسا کہ اس بحث کے آخر مین ہم اس امر خاص پر کافی روشنی ڈالین گے۔

ہم جلد اوّل و دوم کے تمام ایسے ایسے مقامات پر شبلی صاحب کو بتلا آئے ہین کہ مخالفین اسلام کے مقابلہ مین اپنے رواۃ محدثین کی تنہا تردید و تکذیب سے کام نہین چلتا اور اون کے اعتراض کا جواب نہین ہوتا اس لیے کہ اپنے رواۃ اور اپنی رداتیون کے آپ ذمہ دار ہین۔ وہ نہین۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ اونھین کی ذمہ داریون سے اون کے اعتراض کا جواب دیا جاوے۔ جیسا کہ اونکے لغویات کی صرف ایک مثال دیگئی اور اس سے زیادہ جلد اوّل کے تبصرہ مین تفصیل سے بیان ہوچکی ہے

اب رہا اونکا یہ مغویانہ اعتراض کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے حکم خدا صرف ایک بی بی کے کہنے سے حلال چیز کو کیونکر حرام کر لیا۔ یہی بدگمانی عیسائیون کی تمام فتنہ انگیزیون اور مفسدہ خیزیون کی باعث ہے۔ حالانکہ اسکی بھی کوئی اصل نہین۔

نا بینا نہین تو کم بین معترضین کو پہلے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ والسلام کے الفاظ و کلام پر۔ جو مزدیات احادیث کے متون مین آپ کی زبانی مرقوم ہین اور اونکے مطالب و معانی پر نظر رکھنی چاہیے۔ شبلی صاحب کی کتاب کے علاوہ۔ احادیث و تفاسیر کی کثیر التعداد کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ کی مفسدہ انگیزیون کے خیال سے تنگ آکر۔ آیندہ شہد کے نہ کھانے یا۔ ماریہ قبطیہ کے پاس نہ جانے کا جو اقرار کیا تھا۔ اوسکے الفاظ یہی تھے اور اتنے ہی تھے۔ دیگر شربت عسل نیا شامم۔ مین اب شہد کا

تربت سے بیون گا - روضۃ الاحباب صفحہ یا لا یقرب امۃ اپنی مملوکہ کے پاس نجاؤن گا - ابن حجر - آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یہ الفاظ بمقتضائے مصلحت وقت آپ کی وقتی احتیاط کو بتلاتے ہین اور نہ آپ ساکے حرام مستمر یا مؤبد کے معنیون مین آتے ہین -

لیکن معترضین کہین گے کہ خود قرآن مجید مین اسکو حرام کے لفظ خاص سے تعبیر فرمایا ہے - مگر ان کو جان لینا چاہیے کہ ابھی عیسائی نا؟ کی علم عربی سے واقف کاری ضرور ہوئی ہے لیکن ما نہم نہ؟ ادبیات قرآنیہ اور مصطلحات و مستعملات کلام ربانیہ کی تفہیم و ادراک سے کوسون دور ہین اور انکی واقف کاری کے لیے ابھی اونھین زمانہ چاہیے - پہلے وہ ادب قرآنیہ کے اُن علوم و رموز کے افہام و تفہیم کا سلیقہ پیدا کرلین - تب قرآن کے مقاصد و معانی سے اپنی حرف گیریون کے استنباط کی جراءت کرینگے -

قرآن پاک مین - ہم بھی جانتے ہین لم تحرم کا لفظ ضرور ہے - جس کے معنی حرام کر لینے کے ہین - لیکن اوس کا استعمال پیرایہ اطلاعیہ و امتثالیہ مین ہوا ہے - یعنی حضرت عائشہ اور حفصہ نے جیسا کہ آپ کے اقرار احتیاط سے سمجھ لیا تھا اور مشہور کر رکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آج سے عسل یا ماریہ قبطیہ کو اپنے لیے حرام قرار دیلیا قرآن مجید نے بھی اونھین کے مفہوم اور الفاظ مفہومہ موہومہ مین اس واقعہ کی شہرت کو بیان کر دیا ہے -

کیونکہ اسکی شہرت امر عجب خیز بھی اور حقیقت بھی یہی تھی کہ آنحضرت صلعم کے اس اقرار کو وہ دو نوجوانین استمرار کے معنیون مین سمجھکر بیحد مسرور ہوئین اور ایک نے دوسرے کو اسکی فوری نوید پہونچائی - خدائے سبحانہ تعالیٰ نے اون کے اس غلط مدعا اور اوسکے اشتہار و افشا کو شان رسالت کے سخت مناقض و منافی پاکر اون پر خطابات عتابانہ نازل فرمائے - جیسا کہ تمام آیات سورۂ تحریم سے ثابت ہے -

---

نعوذ باللہ من ذلک - اگر حقیقی اور ابدی طور پر ان اشیاء کے حرام فرمالینے کی لغزش آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات مقدس کی طرف پائی جاتی - تو ان خطابات عتابانہ مین رسول اللہ صلعم بھی شریک کرلیے جاتے - جب آپ کی ذات پاک کی طرف اس عتاب کی کوئی اشارت نہین پائی جاتی تو آپ کی ذات کی طرف اوس کے حرام مؤبد کرلینے کا الزام لگانا حقیقت اور واقعیت دونون کے خلاف ہے - کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ قرآن مجید مین ذرا ذرا سی ناموزونیت کے لیے خدائے تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو کصاحب الحوت ذھو مکظوم (تم بھی یونس کی طرح غصہ مین آلودہ نہ ہوجاؤ) ولا تعجل بالقرآن (اور قرآن کے بیان مین جلدی نکیا کرو) وغیر امثالہا ارشاد فرماکر فوراً ٹوک دیا ہے - تو کیا وہ اس موقع پر اپنے نبیؐ کو اوسکے عمل کی ناموزونیت پر مطلع و متنبہ نفرما دیتا - فافہم و تدبر -

جب خداوند عالم کی نظر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اقرار اور عملی اظہار قابل تنبیہہ اور تعرض نہین ٹھرا تو عیسائی متعصبین کی سیہ قلبی اور تیرہ نظری اوسکی حرفگیری مین کہان تک کامیاب ہوسکتی ہے۔ اس واقعہ کی نسبت عیسائی معترضین کی مغویانہ اور کافرانہ قلمکاریان ایسی بے اصل اور مہمل یقین کہ مسلمان تو مسلمان عیسائی محققین نے بھی اونکی کامل تنقید وتردید کردی ہے۔

مسٹر سیل مترجم قرآن اور ڈاکٹر پرائیڈکس کی غلط بیانیونکی تردید

عیسائیون کے مشہور ومعروف پیشوا۔ ڈاکٹر پرائیڈکس نے اس واقعہ کے متعلق جو کافرانہ تعریض کی ہے وہ ایسی کھلی کھلی اور صاف صاف افترا پردازی ہے جس کو مسٹر سیل (　　　)سا عیسائیت کا حامی ۔مسیحیت کا پیشوا اور بہی خواہ بھی جسے دیکھکر اوسکی تردید وتکذیب کیے بغیر نرہ سکا۔ ہم مسٹر سیل کے ترجمہ قرآن صفحہ ۴۱۲ مطبوعہ لندن سے اونکی عبارت تنقیدی کا پورا ترجمہ ذیل مین درج کرتے ہین۔

ہمکو اس مقام پر لکھکر بتلا دینا نہایت ضروری ہے جیساکہ مجھسے قبل ایک قابل مولف مسٹر جینجیر (　　　)نے لکھکر بتلا چکے ہین کہ ڈاکٹر پرائیڈکس نے قرآن کے اس آیہ کے غلط معنی لیے (یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ)حضرت ماریہ کے ساتھ آپ کی صحبت کا ذکر کرکے ڈاکٹر موصوف مختصراً نمونہ کے طور پر اپنے سلسلہ بیانین لکھکر ہمکو بتلاتے ہین کہ اس آیت مین محمد صلعم نے اپنے اور تمام مسلمانون کے لیے خدا کی طرف سے یہ اجازت منگالی ہے کہ وہ علاوہ منکوحہ بی بیون کے جاریات سے جب چاہین مقاربت کرین (حالانکہ الفاظ قرانی مین یہ اجازت واختیارات صرف رسول اللہ صلعم کی ذات مقدس تک محدود تھے ۔کیونکہ یہ اذن واختیار بطور خاص تو پہلے ہی آپکو مل چکا ہے ۔اور سوائے آپکی ذات کے کسی دوسرے کو نہین۔ دیکھو سورۂ احزاب) اسکے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف اس اجازت واختیار کے متعلق اضافہ کرتے ہین کہ اس آیت مین الفاظ خطابیہ یہ ہین کہ اے رسولؐ تم صرف اپنی بی بیون کو خوش اور راضی رکھنے کی وجہ سے اون چیزون کو اپنے اوپر کیون ممنوع کرلیتے ہو جسکی خدا نے تمھین اجازت دیدی ہے۔ خدا نے تو تمھین کنیزون کا اختیار دے ہی دیا ہے۔

سیل صاحب نہایت تعجب وحیرت سے لکھتے ہین کہ یہ آخر فقرہ تو عبارت قرآن مین نہ اس مقام پر نہ کسی اور دوسرے مقام پر موجود ہے جس مین ایک ایسے امر کی اجازت ہے جو متعدد مقامات مین ممنوع کردیا گیا ہے (دیکھو سورہ مومنون۔ سورۂ نسا اور سورہ سبحان الذی جزو ۱۵) حالانکہ ان تمام مقامات کے احکام امتناعی پر خود ڈاکٹر صاحب موصوف نے چند نظریے لکھے ہین لیکن اسوقت آپ اون نظریون کو بھی نظر انداز کرگئے۔ مسٹر سیل لکھتے ہین کہ مین اسکے متعلق اس سے زیادہ لکھکر اس قصہ کو بیکار طول دینا نہین چاہتا ناظرین خود دیکھکر سمجھ لین گے کہ یہ محترم مقدس

(ڈاکٹر پرایڈکس) اگر کسی مسلمان کو ان افعال کا مرتکب دیکھتا تو کیا کچھ طوفان نہ اوٹھاتا۔

اس آیت کے متعلق ڈاکٹر صاحب کی غلط فہمیون کا انکشاف حقیقت کرکے اب ہم دو ایک لفظ ڈاکٹر صاحب کے اوس بیان کے متعلق بھی عرض کرنیکی جرأت کرتے ہین جو ڈاکٹر صاحب موصوف نے ماریہ قبطیہ کے خاص حالات مین نقل کیا ہے اونکا یہ بیان ہے کہ جناب رسولخدا صلعم کے انتقال کے بعد ماریہ قبطیہ اور اون کے لڑکے کا جو پیغمبر صاحب کے صلب سے تھا کچھ حال معلوم نہین ہوتا۔ سوائے اسکے کہ دونون ماں بیٹے مصر مین نکال دیے گیے اور پھر ان کا مصر مین اندونکے حالات نہین ملتے۔ یہ لکھکر ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہین۔ لیکن میرا قیاس یہ کہتا ہے کہ عائشہ نے اپنے اوس کینہ دیرینہ کے تقاضے سے جو ان کو ماریہ کے ساتھ ہمیشہ سے تھا اپنے باپ کو جو پیغمبر کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا تھا۔ اس امر پر آمادہ کرلیا کہ اُسکا یون خاتمہ کردیا جاے۔ سیل صاحب لکھتے ہین۔ لیکن تمام مشرقی مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلعم کی وفات سے پانچ برس بعد انتقال فرماگئین اور مقبرۂ مومنین جنت البقیع مین مدفون ہوئین۔ اونکے صاحبزادے (ابراہیم) توجناب رسولخدا صلعم کے سامنے ہی انتقال کرگئے تھے۔ ڈاکٹر جنجیر نے ڈاکٹر پرایڈکس سے اس روایت کی سند مانگی ہے۔

سیل صاحب لکھتے ہین۔ میرا خیال یہ ہے کہ پرایڈکس صاحب نے کچھ تو اسکو تاریخ ابو الفارایغوس سے لیا ہے۔ جس کے مطبوعہ نسخہ مین ماریہ قبطیہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ وہ اور اون کی بہن سیرین (نہ اون کے صاحبزادے) مقوقس کی طرف اسکندریہ مین بھیجے گئے تھے۔ ہکو اس روایت کے وجود مین کوئی شبہہ نہین لیکن اس کے ترجمہ کو ڈاکٹر پوکاک ( ) صاحب کی کتاب و الفاظ ترجمہ سے مقابل کرلینا چاہیے۔ جس مین ہم لوگون کو مِنْ (سے) کو بجاے اِلیٰ (طرف) کے معنی مین سمجھنا چاہیے۔ یعنی مقوقس نے ماریہ اور اون کی بہن سیرین کو اسکندریہ سے بھیجا۔ مسٹر پوکاک کی کتاب کا ایک صحیح نسخہ میرے (سیل صاحب کے) پاس بھی موجود ہے اوسمین یہی مضمون مندرج ہے۔ سیل صاحب کا ترجمہ قرآن صفحہ ۴۱۶

واقعات اسلامی کی نقل و ترجمہ مین عیسائی مؤلفین کی یہ ذہنیت اور صلاحیت ہے۔ جو اون کے ہموطن ہمقوم اور ہم مذہب محقق کی زبانی معلوم ہوئی۔ تو پھر ان کی مغویانہ تعریضات اور ملحدانہ تلبیسات سے مرعوب ہونا تو اپنی مزید کم مایگی اور ناواقفیت کی دلیل ہے۔

اس شورش انگیز واقعہ مین جو کچھ شورش۔ سازش اور کاوش معلوم ہوتی ہے وہ سب حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ کے اخلاقی ضعف و جرأت کی باعث ہے۔ اس لیے تمام سورۂ مقدسہ مین جو خطاب عتاب ہے وہ تمام تر اونھین دونو خواتین اُمّہات مومنین کی نسبت ہے۔ ذات مقدس رسالت بنحواے آیہ کریمہ

اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

خدا اور خدا کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اگر اس سے تم روگردانی کروگے تو ہمارے انبیا سوائے تبلیغ ظاہر کے اور (تمھارے) کسی امر کے ذمہ دار نہین ہین۔

ان تمام تعلقات۔ تناسب اور تخاطب سے بالکل مبرہ اور منزہ ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کا خود الفاظ قرآنی نے اس سورہ کے آخر عبارت مین تصفیہ کر دیا ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ

کافرون (کے عبرت پکڑنے) کیلیے خدا نوحؑ کی بی بی اور لوطؑ کی بی بی کی مثال دیتا ہے کہ یہ (دونو عورتین) ہمارے بندون مین سے دو نیک بندون کے نکاح مین تھین پھر ان دونون نے انکو دغا دی (کہ اپنے شوہرون کے خلاف کافرون سے ملی رہین) تو دونون شوہر (باوجودیکہ پیغمبر تھے) اللہ کے مقابلہ مین انکے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان دونون عورتون کو حکم دیا گیا کہ جہان اور لوگ (جہنم مین) داخل ہوئے ہین تم بھی انھین کے ساتھ جہنم مین جا داخل ہو اور (سچے مسلمانون کی تسلی) کیلیے ایک تو فرعون کی بی بی (آسیہ) کی مثال دیتا ہے کہ ان بی بی نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے لیے بہشت مین اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھکو فرعون اور اوسکے کردار (بد) سے نجات دے اور (نیز) مجھکو ان ظالم لوگون سے نجات دے اور (دوسری مثال) عمران کی بیٹی مریمؑ کی ہے جنھون نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا تو ہم نے اون کے پیٹ مین اپنی (قدرت سے) روح پھونکدی اور وہ اپنے پروردگار کے کلام اور اوس کی کتابونکی تصدیق کرتی ہین اور وہ (ہمارے) فرمانبردار بندون مین سے تھین۔

ترجمہ شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی ص۸۹۷

ان آیات قرآنیہ نے تمام معاملات کو آئینہ کر دیا ہے۔ پہلے کافرون سے جس مین اسلام کے مخالف تمام فرقے شامل ہین خطاب ہے اور بتلا دیا گیا ہے کہ اس شرمناک واقعہ مین وہ ازواج رسولؐ ہونیکی نسبت اور خصوصیت ظاہری پر نظر کر کے تعجب نکرین اور رسول اللہ صلعم پر خردہ گیری نکرین۔ اس سے قبل بھی انبیاے کرام کے ازواج سے کردار بد ظاہر ہو چکے ہین اور وہ بالحاظ پاس ادب ان مقدسین مرسلین کے جن سے وہ منسوب تھین۔ عذاب و عقاب الٰہی مین گرفتار ہو چکی ہین

اونکے مقدس شوہرون کی نسبت اور خصوصیت نہ اونکو عذاب الٰہی سے بچا سکی اور نہ جہنم سے واپس لا سکی ثابت ہوگیا
کہ باوجود ان خصوصیت ۔ نسبت اور قربت خاص کے بھی اونکی جزا و سزا اونکے اعمال و افعال کی صاحبت وا مادت پر
منحصر رہی اور اونکی بدکرداریون اور بدافعالیون کا کوئی اثر اونکے مقدس شوہرون کے دامان تقدس کو داغدار نکر سکا ۔

اسی طرح مسلمانون کے خاص اطمینان کیلیے حضرت آسیہ و مریم علیہما السلام کی مثال دکھلا دیا گیا ہے کہ باوجود اسکے جناب آسیہ
فرعون کے ایسے بدکردار اور خداے کُفار سے منسوب تھین لیکن اونکے اعمال حسنہ ۔ اونکا نفس اونکی خداشناسی ایسی کامل تھی
کہ وہ ہمیشہ خدا سے دست بدعا رہتی تھین کہ وہ ۔ اونکو فرعون اور اسکی بدکرداریون اور تمام ظلمہ وقت کے ہاتھون سے نجات
دلواے ۔ اسی طرح جناب مریم بنت عمران نے باوجودیکہ یہ یہود ۔ اور اونکے خاص گھر والون نے اون پر کیسی کیسی تہمتین
نہ لگائین لیکن اوس مقدسہ نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا ۔ خدا کی طاعت اور احکام خدا کی اطاعت پر قائم رہین ۔
نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دونون خواتین باتمکین ۔ باوجودیکہ کفار سے انکے تعلقات تھے خداوند عالم کے نیکوترین بندون مین داخل
ہوئین ۔ اس مثال خاص سے یہ تعلیم و تفہیم مراد ہے کہ مسلمان محض پیمبر کی بی بی ہونے پر اونکے اعمال صالحہ اور عادات حسنہ کا
تیقن نکرلین ۔ کافرونکی بیبیان اور رشتہ دار عورتین بھی مثل حضرت آسیہ و مریم علیہما السلام کے مقرب ترین بارگاہ الٰہی ہوسکتی ہین ۔
مسلمانون کی عبرت پذیری کیلیے دو دونون مثالین تاکیداً دکھلا دی اور بتلا دی گئین ۔ اسواقعہ خاص کی مثال پہلے
انبیاے سابقین کی دو بدکردار بیبیون کے حالات سے دکھلا دی گئین ہین اور بتلا دیا گیا ہے کہ یہ واقعہ محض اسلیے کہ ازواج
رسول بدکردار ہوئین اور مورد عتاب الٰہی ہوئین تعجب خیز اور عبرت انگیز نہونا چاہیے اسلیے کہ ان سے قبل دو پیغمبر کی بیبیان ایسی ہی
ثابت ہوچکی ہین پھر آخر مثال جناب آسیہ (فرعون کی بی بی) اور حضرت مریم (یوسف نجار کی منسوبہ) کی دیگئی اور بتلا دیا گیا ہے
کہ ان خواتین محترمہ کی مقدس زندگی اگرچہ کفار کے ساتھ رہی لیکن اونکے اعمال حسنہ پر کفار کی بدکرداریان کوئی اثر نہ ڈالسکین
اور وہ نیکوترین طبقہ نسوانی اور مقرب ترین بارگاہ یزدانی ثابت ہوئین ۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ امور تمام تر اعمال انسانی کی نیکی و بدی پر منحصر ہین ۔ کسی کے ساتھ اوسکی قرابت و خصوصیت کام
نہین آسکتی ۔ قرآن مجید نے کھلے کھلے الفاظ مین بتلایا ہے کہ حضرت نوح اور حضرت لوط کی بدکردار بیبیون کو اون کے
مقدس شوہر کے مدارج رسالت عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے ۔ اور نہ اونکی خوش نشینی اون بزرگوارون کے دامن تقدس مین
کوئی دھبہ لا سکین ۔ اسی طرح حضرت آسیہ اگرچہ فرعون سے کافر زبردست کے ہمراہ تھین اور جناب مریم جو کفار و دشمن گرفتار
تھین محض اپنے اعمال حسنہ کی وجہ ۔ خدا کی مقرب ترین بندیان ثابت ہوئین اور فرعون اور دیگر کفار کی صحبت یا قربت
انکے اعمال و اخلاق کو نہ بگاڑسکی ایسی مفصل اور مدلل مثالون کے بعد جو تاریخ و سیر سے مشاہدۃً ثابت ہوتی ہین
حضرت عائشہ اور حفصہ کی ان ناشائستہ حرکات کی وجہ سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق

داداب پر حرف گیری۔ خندہ زنی اور طعن افگنی کرنا مخالف اسلام کی صریح نفسانیت۔ خباثت اور تعصّب ہے چنانچہ اس مضمون کو امام فخرالدین رازی اور علّامہ زمخشری نے اپنی اپنی تفسیرون مین بزیر آیات مرقومۂ بالا نقل فرمایا ہے جسکی اصل فارسی عبارت مع ترجمہ کو ہم اُردو ترجمہ کے ساتھ ذیل مین نقل کرکے اس بحث کو تمام کیے دیتے ہین۔

و این دو تمثیل کہ حق تعالیٰ در ایں آیہ و بعد از این آیہ در باب زن فرعون بیان کردہ کنایہ خطیبے است بدو مادر مومنان بہ سبب آنچہ از ایشان صادر شد. از اتفاق بر آزار آنحضرت صلعم و افشاے راز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمودن و حق تعالیٰ در این مثلہا بیان آن نمودہ کہ باوجود کفر و نفاق روابط نسبی و سببی نفع نمی بخشد ہر چند انتساب با شرف خلق کہ پیغمبر آنند بودہ باشد و باوجود ایمان انتساب بکافران ضرر نمی رساند ہر چند کافرے مانند فرعون بودہ باشد و بدانکہ معاتبہ کہ حق تعالیٰ با حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در اوّل سورہ فرمودہ معلوم است کہ از نہایت لطف و مرحمت است نسبت با آنحضرت صلعم کہ چرا از برائے رضاجوئی زنان خود بر خود حرام می گردانی لذّتے چند را کہ خدا برائے تو حلال گردانیدہ است و مع حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود را از ان لذات خصوصًا وقتے کہ ظاہرًا متضمن مصلحتے باشد بر آنحضرت صلعم حرام نبودہ کہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متضمن معصیتے باشد۔

ان دونوں آیتوں مین اور اوس کے بعد والی آیت مین جس مین فرعون کی بی بی کا ذکر کیا گیا ہے خدائے سبحانہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا مقصد مخفی رکھا ہے۔ اون امور کے متعلق جو اون دونون اُمہات مومنین (عائشہ و حفصہ) سے سرزد ہوئے اور ایک دوسرے کے اتفاق و سازش کی وجہ سے رسول صلعم کو آزار پہونچا اور آپکا افشائے راز ہوا۔ جناب باری عزاسمہ نے آنحضرت صلعم کو ان امور پر مطلع فرماکر بتلا دیا کہ کفر و نفاق کی حالت خاص مین کسی کے ساتھ نسبی اور سببی خصائص و روابط کوئی نفع نہین پہونچا لے عام اس سے کہ یہ قربت و نسبت پیغمبرون کے ساتھ ہی کیون نہ ہو۔ اسی طرح ایمان کی حالت ہے کہ کافرون کے ساتھ نسبت ایمان کو نہین بگاڑ سکتی۔ اگرچہ فرعون کے ایسا ہی کافر کیون نہ ہو اور یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ حق تعالیٰ نے ابتدائے سورہ مین جو تہدیدانہ خطاب رسول اللہ صلعم سے کیا ہے وہ کوئی معاتبہ نہین ہے بلکہ غایت لطف و مرحمت کیساتھ خطاب استفہامیہ کے انداز مین خدا اپنے رسول صلعم کو سمجھاتا ہے کہ تم نے اپنی ان بی بیون کی محض رضاجوئی کیلیے اون اشیاء سے لذت پذیری کو اپنے اوپر کیون حرام کرلیا ہے جو خدا کی طرف سے تمھارے لیے حلال کی گئین ہین یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ اون چیزون کے محظوظ ہونے سے رسول اللہ صلعم کا رُک جانا یا پرہیز اختیار کرنا

منقول از حیات القلوب
جلد دوم صفحہ ۵۸۰

کسی طریقہ سے آپ کیلیے ممنوع وحرام نہین تھا جس کی وجہ سے
آپ پر نعوذ باللہ ارتکاب معصیت کا گمان کیا جائے۔۔

غزوۂ تبوک

(رجب سنہ ۹ ہجری مطابق اکتوبر و نومبر سنہ ۶۳۵ع)

تبوک۔ مدینہ اور دمشق کے بیچ مین چودہ منزل کی مسافت پر ایک مشہور مقام ہے۔ قدیم زمانہ مین اقوام قدیم کا مرکز تھا۔ جنگ موتہ مین فوج اسلامی کی واپسی نے عیسائیون کو اتنا جری کر دیا تھا کہ وہ مدینۃ النبیؐ پر چڑھائی کا برابر ارادہ کر رہے تھے غسان جو علاقہ شام مین قیصر روم کی طرف سے نیابتًا حکومت کر رہا تھا دار الاسلام مدینہ کی فتح کرنے کیلیے سخت بے چین تھا ایک تو عرب ہونے کی فطرتی مخالفت اوسکو اسلام کے استیصال پر امادہ کر رہی تھی پھر اوسکے بعد عیسائی ہونے کا خلوص اوسکے سمند شوق پر تازیانہ کا کام کر رہا تھا۔ لیکن اسلام سے اب مقابلہ بڑے جیوٹ کا کام تھا۔ اور دار الاسلام مدینہ پر چڑھائی جان سے ہاتھ دھونیکا نام تھا موقع کی اہمیت کو پیش نظر رکھکر غسانی حاکم نے ہرقل رومی سے کمک مانگی اور اپنی عرضداشت مین جھوٹی سچی خبرین لکھ کر قیصر کو اپنی امداد و حمایت پر امادہ کر لیا۔ قیصر کو جو عرضی بھیجی تھی اوس مین جھوٹی خبر تو یہ تھی کہ پیغمبر اسلام نے انتقال فرمایا۔ اسلام اور اہل اسلام کے استیصال کا اس سے بہتر دوسرا موقع ہاتھ آنے والا نہین ہے۔ کیونکہ جزیرہ نمائے عرب بالکل خالی پڑا ہے اور مدینہ کی خاص حالت تو یہ ہو رہی ہے کہ وہان قحط عظیم برپا ہے ہزارہا بندگان خدا بھوک پیاس سے مر گئے۔ اوجڑ گئے۔ جو بچ گئے وہ بلا و مصیبت سے جان بلب ہین۔ قیصر نے ملک گیری کے اصول اور توسیع فتوحات کے دستور کے مطابق ماتحتی حکمران کی امداد کو قبول کر لیا اور کمک مین چالیس ہزار شاہی فوج روانہ کر دی ادھر غستان کے حاکم نے عرب کے آس پاس والے تمام قبائل کو اسلام کی مخالفت پر آمادہ کر لیا۔ بنی لخم۔ بنی جذام اور بنی غسان سب نے سب استیصال اسلام پر تل گیے۔

ادھر کی یہ حالت تھی ادھر مدینہ کی یہ مصیبت تھی کہ ایک برس سے چارون طرف قحط عظیم برپا تھا۔ پانی کا ایک قطرہ نہ برسا تھا۔ خرمون کی فصل ماری گئی تھی۔ وہی اونکا آذوقہ تھا مولیشیون کے چرنے کو زمین پر گھانس تک میسر نہین تھی آدمی اور جانور زیادہ تر درختون کے پتون پر بسر کرتے تھے۔ بے آب و دانہ علاقہ مین چارون طرف ہزارون جانین تلف ہو رہی تھین۔ انھین ایام مین شام کے زیتون بیچنے والے نبطی مدینہ مین آئے اور یہ خبر لائے کہ رومی و غسانی فوجین مدینہ پر چڑھائی کرنے والی ہین۔ بلکہ اونکا مقدمۃ الجیش دمشق سے روانہ ہو کر جابلقا تک پہونچ گیا ہے۔ روم کی تازہ دم فوجین اور قبائل عرب کے لشکر ملکر اپنی متحدہ قوتون سے تخت گاہ اسلام کو پامال کر دینگی۔

جناب رسول خدا صلعم کا تہیہ جنگ اور اسکی دشواریان

اسلام عیسائیون کی مخالفت سے غافل نہین تھا۔ جنگ موتہ کی وجہ سے ایسی ہی وقت سے یہ مخالفانہ خبرین مدینہ کی گلی کوچون مین مشہور ہو رہی تھین اور ایک اون سے تقابل و تصادم یقینی تھا۔ اس بنا پر نبیلیون کی یہ خبر مسلمانون کے لیے کوئی نئی خبر نہین تھی لیکن اس تازہ خبر کی شہرت مین اتنی اہمیت ضرور تھی کہ مخالفت کے طلیعہ کا شہر حابلقا تک پہونچ جاتا ایسا امر نہین تھا کہ اسے بے پروا ہو کر سکوت اور خموشی اختیار کرتے۔ ان امور کو پیش نظر رکھکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تجویز فرمایا کہ غنیم شہر مین آجانے سے پہلے باہر نکل کر اوس کی سد راہ ہو جانا بہتر ہے۔ اسلیے کہ اسلامی مقبوضات کے اندر تمام مقامات مین امن قائم رہیگا لیکن با اینہمہ یہ مقابلہ ایک ایسی عظیم الشان سلطنت سے تھا جو نصف سے زاید دنیا پر حکمران تھی اور تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ اپنی قوت سے ایران کے ایسی عظیم و قدیم سلطنت کو مغلوب کر چکی تھی اس ضرور تون سے خاص طور پہ سامان جنگ کرنا لازمی تھا۔

لیکن آنحضرت صلعم کو تجہیز سامان جنگ مین جو دقتین حائل اور دشواریان لاحق تھین وہ یہ تھین تمام مسلمان سپاہی سے لیکر اہل فلاحت و تجارت کیا صاحبان مال و دولت تک پریشان اور بالکل بے سرو سامان تھے سال بھر کے قحط شدید مین اونکا اندوختہ سرمایہ صرف ہو چکا تھا۔ روپیون ناں کو محتاج تھے بڑی دور دراز سفر تھا ان مفلسون کے پاس سواری کے جانور تک باقی نہین رہے تھے۔ قحط مین سب پیٹ کے نذر ہو چکے تھے اسلحات بھی پیٹ کی آگ و زرہ مین جھونک چکے تھے۔ سلاح جنگ کیسا پہننے کے کرتے تک اوتر کر گرو ہو چکے تھے۔ عرب کی قیامت والی گرمی پڑ رہی تھی بھوک پیاس سے بچ بھی گئے تھے تو دھوپ اور گرمی جھلسائے دیتی تھی۔

ضرورت وہ۔ حالت یہ۔ لیکن سے کسی کی لاکھ مشکل اور ہماری ایک آسانی۔ مدبر رسالت علیہ السلام والتحیۃ نے۔ ان تمام دشواریون۔ دقتون اور مصیبتون پر۔ اسلام کی حمایت۔ اعلاء کلمۃ اللہ۔ توحید کی اشاعت مخالفین کے مظالم کی مدافعت۔ اہل اسلام کی جان۔ مال۔ آبرو۔ اور اہل و عیال کی محافظت کو ترجیح دی اور عیسائیون کی کثیر التعداد فوجون سے مقابلہ کے لیے سفر جہاد کا اعلان فرما دیا اگرچہ مسلمانون کے افلاس تنگدستی اور عسرت کی جو حالت ہو رہی تھی وہ نہایت تفصیل سے اوپر بیان ہو چکی ہے۔ لیکن جب غیرت قومی اور حیاے ایمانی کا قدم درمیان آگیا تو ان تمام مصیبتون کا خیال دل سے جاتا رہا۔

اصحاب رسول صلعم اور فراہمی سامان جنگ مین امداد

حسب الامکان تمام اکابر صحابہ نے سامان جنگ کی فراہمی مین شرکت کی۔ ان تمام امدادی سرمایہ مین حضرت عثمان کا [illegible] سب سے زیادہ تھا۔ لیکن ابو عقیل انصاری کا ہدیہ سب سے زیادہ گرانقدر نکلا۔ اس لیے سب کے عطیہ جاتون کے اوپر رکھوایا گیا۔

یہ ہدیہ [illegible] اسلحہ کا انبار [illegible] تھا ۔ چھوہارے تھے وہ بھی کُل دو سیر ۔ صاحب رحمۃ العالمین تاریخ ابن خلدون سے اسکی تفصیلی کیفیت یون نقل فرماتے ہین ۔

ابوعقیل انصاری نے دو سیر چھوہارے لاکر پیش کیے اور عرض کی رات بھر پانی کھینچ کھینچ کرایک شخص کے کھیت کو سیراب کیا تھا اوسکی مزدوری مین چار سیر چھوہارے ملے تھے دو سیر بچّون کے لیے گھر مین چھوڑ دیئے باقی دو سیر لے آیا ہون نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ان چھوہارون کو جملہ قیمتی مال ومتاع کے اوپر بچھادو ۔ رحمۃ صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ امرتسر ۔

صحابہ کا ترکت جنگ سے اعماض

غزوہ تبوک کی تیاری ایک طرف سے تو اہل اسلام کی حمایت دین مین استقلال و پایداری اور اونکے ایثار مالی کے اعلیٰ مناظر و مشاہد پیش کرتی ہے ۔ دوسری طرف سے اونکے ابتلاء و امتحان کی کیفیت دکھلا رہی ہے ۔ تمام محدثین و مورخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ ۸۲ مسلمانون نے شرکت جنگ سے پہلو تہی اختیار کی اور گھرون مین چھپکر بیٹھے رہے صاحب رحمۃ العالمین نے تو کُھلے الفاظ مین لکھدیا ہے کہ

قریباً ۸۲ شخص جو دکھاوے کے مسلمان تھے بہانے کرکے اپنے اپنے گھر مین چھُپ رہے عبد اللہ بن ابی سلول منافق نے ان لوگون کو اطمینان دلایا تھا کہ اب محمد صلعم اور اونکے ساتھی مدینہ واپس نہ آسکین گے قیصر انھین گرفتار کرکے مختلف ممالک مین بھیجدے گا ۔ صفحہ ۱۴۲ ۔

شبلی صاحب اسکے متعلق لکھتے ہین ۔

سوء اتفاق یہ کہ سخت قحط اور شدت کی گرمیان تھین ۔ ان اسباب سے لوگون کو گھر سے نکلنا شاق تھا ۔ منافقین جو بظاہر آپ کو مسلمان کہتے تھے اونکا پردہ فاش ہوچلا ۔ وہ خود بھی دل چُراتے تھے اور دوسرون کو بھی منع کرتے تھے ۔ لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ گرمی مین نہ نکلو ۔ سویلم ایک یہودی تھا اوسکے گھر مین منافقین جمع ہوتے اور لڑائی پر جانے سے لوگون کو روکتے صفحہ ۴۸۱

ابن ہشام کے الفاظ یہ ہین ۔

ان رسول اللہ صلعم امر اصحابه بالتهيوا الغزو الروم و ذلك فی زمن عسرة من الناس وشدة من الحر وجدب من البلاد وحين طابت الثمار والناس يحبون المقام فی ثمارهم وضلالهم ويكرهون

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو رومیون سے جہاد کی طیاری کا حکم دیا اور یہ حکم لوگون کو عین شدت کی تنگی ۔ گرمی ۔ قحط و بلا کے زمانہ مین دیا گیا اور نیز ایسی فصل و وقت مین کہ اونکے خرمے پک رہے تھے اور تمام لوگ اپنے پھلون اور اونکے سایون مین آرام و مقام کرنا پسند کرتے تھے اور ایسی حالت

الشخوص علی الحال من الزمان الذی هو	خاص مین گھر سے باہر نکلنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور حضرت محمد
علیه وکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمیشہ سے یہ دستور تھا کہ حکم غزوہ
واٰله وسلم قلما یخرج فی غزوة الا کنی	کے اظہار کے وقت اصل مقام کے خلاف دوسرے مقام کی طرف
عنها واخبر انه غیر الوجه الذی	جانیکی لوگون کو اطلاع دیتے تھے۔ اس لیے کہ دشمن کو آپ کی اصل
یصمد له الا ما کان من غزوة تبوک	دحرکت کی خبر نہو۔ بخلاف اس دستور کے غزوہ تبوک مین آپ نے
فانه بینها للناس لبعد الشقة وشدة الزمان وکثرة	ابتدا ہی سے صاف صاف تبلادیا کہ روم سے مقابلہ کا قصد ہے۔ لیٹے
العدو الذی یصمد له لیتاهب الناس اهبته فامر	کہ سفر کی دوری۔ گرمی کی تیزی اور بیسروسامانی اور تنگ حالی کی
الناس بالجهاز واخبرهم انه یرید الروم۔	کیفیت اون پر پوشیدہ نرہے۔ ص ۳۶ ج ۲ مصر

ہم لکھ کر بتلا چکے ہین کہ غزوۂ تبوک مسلمانون کے استقلال فی الایمان کا بہت بڑا امتحان تھا۔ ابن ہشام کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اکثر لوگ تن آسانی کے خیال سے بھی گھر سے قدم باہر نکالنا نہین چاہتے تھے۔ اور اکثر لوگ منافقین کے بہکانے سے بھی رک رہے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید مین دونو امور کی طرف حسب ذیل اشارت فرمائی گئی ہے۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ	اے ایمان والو۔ تمھین زیبا نہین ہے کہ تم راہ خدا کے کامون سے
اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ	گریز کرو اور دنیا مین بارہ بکر جے بیٹھے رہو۔ کیا تم آخرت کے مقابلہ
الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا	مین دنیا اختیار کرنے کے لیے راضی ہو۔ حالانکہ دولت دنیا نعمت
فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ ۝	عقبی کے مقابلہ مین بالکل بے مقدار ہے۔

بعض وفادار صحابہ کے جان نثارانہ حالات

ان ظاہر نما مسلمانون کے خلاف اکثر وفادار ایسے بھی تھے جو حقیقت مین اپنی تنگدستی پریشانی اور بے سروسامانی کے باعث سفر کرنے سے مجبور تھے۔ وہ بارگاہ الٰہی سے اس خطاب عتاب آمیز کو سنکر بیتاب ہوگیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین بیساختہ دوڑے آے۔ اور بکمال حزن وملال اپنی مجبوریون کا اظہار حال کرنے لگے اور پیادہ روی سے اپنی مجبوری اور برہنہ پائی کی حالت خراب دکھلا کر سواری کے خواستگار ہوے یہان خود سواری کی اتنی قلت شدید تھی کہ اٹھارہ شخصون کی شرکت مین ایک اونٹ دیا گیا تھا جس پر باری باری سے لوگ سوار ہوا کرتے تھے۔ اس بنا پر آنحضرت صلعم نے اون سے خود اپنی مجبوری دکھلائی۔ قرآن مجید نے بھی ان خالص الایمان مسلمانون کی تصدیق حال ان الفاظ مین فرمائی ہے۔

وَلَا عَلَى الَّذِیْنَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ	اون لوگون پر کچھ اعتراض نہین ہے کہ جب وہ تمھارے پاس ائے
قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَیْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْیُنُهُمْ	کہ ہمکو سواری دیجئے اور تم نے کہا کہ میرے پاس سواری کہان ہے

تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ۝ جس پر تمھین سوار کرسکون۔ تو وہ واپس گئے اور اون کی آنکھون سے آنسو جاری تھے کہ افسوس ہاے یاس کچھ خرچ نہین ہے۔

صاحب روضۃ الاحباب نے ان مخلصین کے حسب ذیل نام لکھے ہین۔

سالم بن عمیر (۲) علقمہ بن زید (۳) ابو لیلی عبد الرحمن ابن کعب مازنی (۴) عمر بن غنمہ (۵) سلمہ بن صخرہ (۶) عرباض بن ساریہ (۷) عبد اللہ بن معقل (۸) معقل ابن یسارہ (۹) مہدی بن عبد الرحمن (۱۰) عمر بن ابی الحمام بن الجموع

انھین بزرگوارون کی وفاداری کے ساتھ۔ عبد اللہ ملقب ذوا لبجادین کی جان نثاری بھی قابل ذکر ہے جسکو ہم صاحب رحمۃ للعلمین کی عبارت سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

عبد اللہ ملقب ذوا لبجادین

ان کا نام عبد اللہ تھا۔ ابھی بچہ تھے کہ باپ مرگیا۔ چچا نے پرورش کی۔ جوان ہوے تو چچا نے اونٹ۔ بکریان غلام دیکر انکی حیثیت درست کردی حسن اتفاق سے عبد اللہ نے اسلام کا شہرہ سنا۔ دل مین توحید کا ذوق پیدا ہوا۔ لیکن چچا کا خوف اسقدر طاری تھا کہ اظہار اسلام نکرسکے جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ سے واپس ہوئے۔ تو فتح مکہ کا حال سُنکر عبد اللہ بیچین ہوگئے۔ آنحضرت صلعم کے شوق زیارت مین بیتاب ہو کر چچا کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ چچا مجھے برسوں اس امر کے انتظار مین گذر گئے کہ کسدن آپ کے دل مین اسلام کی تحریک پیدا ہوگی اور آپ کب مسلمان ہونگے لیکن آپ کا حال ابتک ویسا ہی کا ویسا ہی چلا آتا ہے۔ مین اپنی عمر پر زیادہ اعتبار نہین کرتا۔ مجھے آپ اجازت دین تو مین مسلمان ہوجاؤن۔ چچا یہ سنکر غصہ سے جل اوٹھا اور کہنے لگا کہ اگر محمد (صلعم) کا دین قبول کرنا چاہے گا تو یقین کرلے۔ مین ابھی ابھی سب کچھ تجھسے چھین لون گا۔ تیرے بدن پر چادر اور تہہ بند تک نہ چھوڑون گا۔ عبد اللہ نے نہایت استقلال سے جوابدیا۔ چچا مین اب تو مسلمان ہو کر رہون گا۔ اور محمد صلعم کی اطاعت ومتابعت ضرور اختیار کرون گا۔ مین شرک اور بت پرستی سے بالکل بیزار ہوچکا ہون۔ میرا تو یہ مصمم ارادہ ہوچکا ہے۔ اب آپ کا جو قصد ہو وہ کیجیے۔ جو کچھ میرے قبضہ مین زر ومال ہے سب چھین لیجیے۔ مین تو یقین کرچکا ہون کہ آخرایکدن مجھے ان سب چیزون کو چھوڑنا ہی پڑے گا اس لیے بہتر ہے کہ آپ ہی کو واپس کرتا جاؤن۔ مین ان تعلقات فانی کے لیے۔ دین کے ذخائر روحانی کو نہین ترک کرسکتا۔ یہ کہکر۔ عبد اللہ نے چچا کے سامنے کھڑے کھڑے تمام بدن کے کپڑے اوتار دیے اور مادر زاد برہنہ ہوکر ماں کے پاس چلے گیے۔ ماں دیکھکر حیران ہوگئی۔ پوچھا ارے کیا ہوا۔ عبد اللہ نے کہا مین مومن اور موحد ہوگیا اب جناب رسولخدا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین جاتا ہون۔ چچا نے مارے غصہ کے یہ حال کردیا۔ اگر آپ سے ہوسکے تو کوئی ٹکڑا پارچہ دیدیجیے۔ ورنہ میرا کوئی ذمہ دار نہین ہے۔ ماں نے ترس کھاکر

اپنا کمل اوڑھا دیا۔ عبداللہ نے وہین کھڑے کھڑے اوس کملی کے دو ٹکڑے کیئے۔ ایک ٹکڑے کا تہبند باندھا دوسرا ٹکڑا کندھے پر ڈال کر مان کے پاس سے باہر نکل آئے۔ اور مدینہ منورہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ راتون رات چلے گئے۔ صبح کو مسجد رسول صلعم مین حاضر ہو گیے۔ اوس وقت تک جناب رسول خدا روحی لہ الفداء دولت سرا سے برآمد نہین ہوئے تھے عبداللہ بڑی بیتابی سے دیوار کا تکیہ لگا کر بیٹھ گیے۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ آپ تشریف لائے تو ایک مرد غریب صورت پاکر استفسار فرمایا کہ تم کون ہو؟ تمھارا نام کیا ہے۔ اُنھون نے عرض کی مجھے عبدالعزیٰ کہتے ہین مین ایک مرد فقیر ہون مسافر ہون غریب ہون۔ آپ کے جمال کا عاشق ہون اور ہدایت کا طالب۔ حصول امید کا آسرا لگا کر در دولت تک پہونچا ہون ؎ کجا روم چہ کنم بر در کہ رو آرم اس تقریر نے آپ کی خاطر مبارک پر بڑا اثر کیا۔ اپنے قریب بُلا کر نہایت شفقت و عنایت سے ارشاد فرمایا۔ تمھارا نام آج سے عبداللہ ہے۔ اور ذوالبجادین لقب۔ تم ہمارے قریب قیام کرو اور مسجد ہی مین رہا کرو۔

الغرض یہ خوش نصیب اوسی دن سے دائرہ مسلمین مین داخل اور طبقہ اصحاب مین شامل ہو گیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پڑھا کرتا تھا اور عجیب ذوق و شوق سے اور جوش و طرب سے دنرات تلاوت قرآن کیا کرتا تھا۔ ایکبار حضرت عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے التماس کی کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہین اور یہ اعرابی اس بلند آوازی سے قرآن پڑھ رہا ہے کہ دوسرون کی قرات مین مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ عمر اسے کچھ نکہو۔ یہ تو خدا اور رسول کی محبت مین سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے

عبداللہ کے سامنے غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی۔ تو یہ بھی جناب رسولخدا صلعم کی خدمت مین آئے۔ اور عرض کی۔ یا رسول اللہ دعا فرمائیے۔ کہ مین بھی راہ خدا مین شہید ہو جاؤن۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جاؤ کسی درخت کا چھلکا اوتار لاؤ۔ عبداللہ گئے چھلکا اوتار لائے۔ آپ نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔ الٰہی مین اسکے خون کو کافرون پر حرام کرتا ہون۔ عبداللہ نے کہا۔ یا رسول اللہ صلعم مین تو شہادت کا طلبگار ہون۔ آپ میری حفاظت جان کے تعویذ فرماتے ہین ارشاد ہوا جب غزا کی نیت سے نکلوگے تمھین تپ آجائیگی اور مر جاؤگے۔ تب بھی تم شہدا ہی مین داخل ہوگے۔ عبداللہ یہ سُنکر بیحد مسرور ہوئے اور خوش خوش لشکر اسلام کے ہمراہ روانہ ہو گیے۔ رحمۃ صفحہ ۱۳۷۔

عبداللہ کا خاتمۂ احوال عنقریب سلسلہ بیان مین آتا ہے

شبلی صاحب نہ معلوم کیون ایسے قابل الذکر واقعات کو قلم انداز فرماتے چلے جاتے ہین۔ وہ جانتے اور

اون کی مصلحت۔ ان واقعات کی نقل وتحریر سے میرا مدعا یہ تھا کہ ظاہر نما اور حقیقت آزما دو فااہل اسلام کا فرق مابہ الامتیاز معلوم ہوجائے۔ مندرجہ بالا شواہد سے ثابت ہوگیا کہ اہل اسلام مین اسوقت دو قسم کے لوگ تھے بعض وہی ظاہر نما تھے۔ جو محض غرض دنیا اور تکلیف سفر کے خیال سے گھر سے باہر قدم نکالنا نہین چاہتے تھے اور بعض حقیقتاً مجبور تھے۔ قرآن مجید نے دونون قسم کے لوگون کی تصریح کی ہے۔ شبلی صاحب قرآن مجید سے صرف ایک کی تصریح فرماتے ہین۔ دوسرے کی نہین۔ یہ مولفانہ تدین کے بالکل خلاف ہے۔ اس مین کلام نہین کہ ان دونون گروہون کے علاوہ منافقین کا ایک تیسرا گروہ بھی تیار رہتا تھا جو اپنی شرارت طبع سے طرح طرح کی افواہ جمعیت اسلامی مین پھیلایا کرتا تھا۔ ہمارے شبلی صاحب اسی گروہ پر برس پڑے ہین۔ اونکی مخالفت و مخاصمت اور فتنہ سازی وحیلہ پردازی کوئی نئی بات نہین تھی۔ اور نہ اون کا کردہ نیا تھا وہ تو یا وجا بیجا ونا بیجا فتنے پیدا ہی کیا کرتے تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ مسلمان کیسے تھے اور اونکا رسوخ بالایمان کیسا تھا کہ وہ اس سادہ لوحی سے انکے چکمون مین آجاتے تھے۔

تبوک کی طرف لشکر اسلام کی روانگی

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیس ہزار کی جمعیت لیکر۔ جس مین بقول شبلی صاحب دس ہزار گھوڑے تھے۔ مدینہ منورہ سے تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ شہر کا انتظام سباع ابن عرفطہ انصاری کو سپرد ہوا۔ (طبری) اور جناب علی مرتضیٰ کو اہل بیت کی حفاظت ونگرانی پر مامور فرمایا۔

یہ سفر تکلیف راہ قلت زاد وراحلہ کے اعتبار سے قیامت کا سفر تھا۔ راہ تمام سنگلاخ۔ پہاڑون اور دروں مین کوسون منزلین طے کرنی تھین۔ کوسون چلے جائیے۔ منزلون طے کر دیجئے۔ لیکن پانی کا کہین نشان نہین صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین۔ لشکر مین سواریون کی بڑی قلت تھی۔ اٹھارہ شخصون کے لیے ایک اونٹ مقرر تھا رسد کے نہونے کی وجہ سے اکثر جگہہ درختون کے پتے کھانے پڑے۔ جس سے ہونٹ سوج آئے۔ پانی بعض جگہہ ملا ہی نہین۔ اونٹون کو اگرچہ سواری کے لیے پہلی ہی سے کم تھے۔ ذبح کرکے اونکے امعاء کا پانی پیا کرتے تھے۔ رحمۃ بحوالہ مدارج النبوۃ صـ ۱۴۲۔

ابھی لشکر اسلام حوالی مدینہ ہی مین تھا کہ منافقین مدینہ نے حضرت علی مرتضیٰ کے مدینہ مین رہجانیکے فتنہ انگیز اسباب بیان کرنے شروع کردئے۔ صاحب رحمۃ العالمین نے اونکوان الفاظ مین لکھا ہے۔

اعلان حدیث منزلت

ابھی تبوک کے راستہ ہی مین تھے کہ علی مرتضیٰ پہونچ گئے۔ معلوم ہوا کہ منافقین بعد مین حضرت علی کو چڑھانے اور کھجانے (شرمانے) لگے۔ کوئی کہتا تھا (نعوذ باللہ) بھجکر چھوڑ دیا

کوئی کہتا ترس کھا کر چھوڑ دیا۔ ان باتوں سے شیر خدا کو غیرت آئی۔ دو منزلہ سہ منزلہ طے کرتے ہوئے
نبی صلعم کی خدمت میں پہونچ گئے۔ لمبے لمبے سفر اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤں متورم تھے
اور چھالے پڑ گئے تھے نبی صلعم نے دیکھا تو فرمایا الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون
من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ یعنی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ویسے
ہی ہو۔ جیسا کہ موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ تھے۔ گو میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ سنکر حضرت علیؑ
مرتضیٰ خوش و خرم مدینہ کو واپس گئے۔ ص ۱۴۲ بحوالہ بخاری

یہاں ایک امر کا صاف کرنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ پھر جناب علی مرتضیٰ بھی منافقین کے چکموں میں آگئے اور مدینہ سے فرودگاہ نبوی تک دوڑ گئے۔ جب آپکا طرز عمل بھی ایسا ہی ثابت ہوا ہے تو پھر دوسروں کے طرز عمل پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے وہ بھی منافقین کی باتوں میں آکر مدینہ میں بیٹھ گئے۔ یا ذرا سے فقرے میں مدینہ سے لشکر گاہ تک دوڑ گئے۔

یہ بالکل منافقانہ وہم ہے اول حضرت علیؑ کے مدینہ میں رہجانے اور دوسروں کے گھر بیٹھ رہنے میں بڑا فرق ہے جناب علیؑ مرتضیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم و اجازت سے مدینہ میں رہ گئے تھے۔ گویا آپکے بٹھلائے ہوئے بیٹھے تھے ان کے خلاف۔ دوسرے لوگ بلا حکم و رضائے رسولؐ غرض دنیا سے گھر میں چھپ رہے تھے۔ یا منافقین کے بٹھلانے سے گھروں میں بیٹھ رہے تھے

بخاری صاحب ہوں یا شبلی صاحب یا اونکے ایسے کسی صاحب کو ایسی کیا پڑی ہے کہ حضرت علیؑ کی نسبت اصل حقیقت کی تلاش کرے علیؑ کی حقیقت حال تو اون کے لئے وبال ہے لیکن اگر ان حضرات کی آنکھیں اس طرف سے بند تھیں تو ہم توں کی کھلی تھیں اور وہ حقیقت و اصلیت کا ہر دم مشاہدہ فرما سکتے تھے۔ مگر یہ امور اونکے دیکھنے کے قابل ہی نہیں تھے بہرحال۔ اب تو دیکھئے جناب علیؑ مرتضیٰ کو صدور حکم ہی کے وقت منافقین کی اس طعن و تشنیع کا خیال آیا۔ اور آپنے اوسی وقت آنحضرت صلعم کی خدمت میں اسکو عرض کر دیا تھا پڑھیے امام نسائی کی مفصلہ ذیل عبارت۔

عن سعد قال خرج رسول اللہ صلعم فی غزوۃ تبوک وخلف علیاً فقال اتخلفنی فقال اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ	سعد (ابن ابی وقاص) سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم غزوہ تبوک کے قصد سے روانہ ہوئے تو آپنے حضرت علیؑ مرتضیٰ کو مدینہ میں چھوڑا حضرت علیؑ کہنے لگے یا رسول اللہ کیا آپ مجھے یہیں چھوڑ جائینگے آپنے فرمایا کہ اے علیؑ کیا

الا انہ لا نبی بعدی

بحوالہ تاریخ احمدی ص۱۹۷

کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے اس منزلت پر ہو جس منزلت پر موسیٰ کیلئے ہارون تھے سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے

اس سے زیادہ تفصیل امام حاکم نے مستدرک میں لی ہے۔

عن علیؑ قال دعانی رسول اللہ صلعم فعزم علی لما تخلفت قبل ان اتکلم قال فبکیت فقال رسول اللہ ما یبکیک یا علی قلت یا رسول اللہ خصال غیر واحد تقول قریش ما اسرع ما تخلف عن ابن عمہ و خذلہ و سکینۃ خصلۃ اخری کنت ارید ان تعرض للجہاد فی سبیل اللہ فکنت ارید ان اتعرض للاجر و یاتی خصلۃ اخری کنت ارید ان اتعرض بفضل اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اما قولک قال قریش ما اسرع ما تخلف عن ابن عمہ وخذلہ فان لک لی اسوۃ قد قالوا ساحر و کاھن و کاذب. واما قولک اتعرض للاجر اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی واما قولک اتعرض بفضل اللہ ھذا ابھار من فلفل جاءنا من الیمن فبعہ واستمتع بہ انت وفاطمۃ حتی یاتیکم اللہ من فضلہ فان المدینۃ لا تصلح الا بی او بک - اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد والبزاز وابوبکر العاقولی فی فوائد وابن مردویہ وابراھیم بن عبداللہ الوصابی الیمنی فی الاکتفاء فی فضائل الاربعۃ الخلفاء　　منقول از ارجح المطالب ص۴۵۵

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے (وقت آمادگی تبوک) مجھے بلایا اور پیشتر اسکے کہ میں کچھ بولوں حضرت نے مجھے قسم دیکر پیچھے رہجانے کا حکم دیا میں رونے لگا حضرت نے فرمایا کیوں روتے ہو اے علی کیا چیز رلاتی ہے میں نے عرض کی مجھے ایک چیز نہیں رلاتی ہے بلکہ بہت سی چیزیں ہیں کل قریش کے لوگ کہینگے کہ حضرت اپنے ابن عم سے کسقدر جلد بیزار ہوکر اسکو چھوڑ دیا۔ دوم یہ کہ میں اسلئے روتا ہوں کہ میرا ارادہ فی سبیل اللہ جہاد کرنے کا ہے اور اجر حاصل کرنے کا ہے سوم یہ کہ میرا ارادہ فضل خدا حاصل کرنیکا ہے پس جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو تمنے کہا کہ اسلئے روتا ہوں کہ قریش کے لوگ کہینگے حضرت نے اپنے ابن عم سے کسقدر جلد بیزار ہوکر اسکو چھوڑ دیا پس میں تمہارے لئے میری ایک سنت مقتدا ہے لوگ مجھے بھی ساحر کاہن اور کاذب کہتے تھے اور تم جو یہ کہتے ہو کہ میں اسمیں شریک ہوکر خدا سے اجر ملنے کا امیدوار تھا تو کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہاری منزلت مجھسے ایسی ہو کہ جیسے ہارون کی موسیٰ سے مگر میرے بعد نبی نہوگا اور تم جو یہ کہتے ہو کہ مجھے خدا کی مہربانی سے غنیمت میں حصہ ملنے کی امید تھی تو یہ سیاہ مرچوں کے بستے جو علاقہ یمن سے آئے رکھے ہیں تم انکو فروخت کرو اور تم اور فاطمہؑ اسکے فائدہ اُٹھاؤ جہانتک خدا کی مہربانی سے تمہیں غنیمت میں حصہ ملے کیونکہ مدینہ کا نظم و فلاح بغیر میرے یا تمہارے ممکن نہیں حاکم نے اسکو مستدرک میں لکھ کر صحیح الاسناد بتلایا ہے اور بزاز نے ابوبکر عاقولی نے فوائد میں ابن مردویہ اور ابراہیم بن عبداللہ الوصابی الیمنی نے اپنی کتاب مسمی بہ اکتفاء فی فضائل الاربعۃ الخلفاء میں نقل کیا ہے۔　　ارجح المطالب ص۴۵۵

محدث شیرازی بھی اسکو حسب ذیل الفاظ تحفہ میں لکھتے ہیں۔

بصحت رسیدہ کہ چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عزم بیرون رفتن کرد علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ را در اہل خود خلیفہ گردانید علی بعرض رسانید کہ در ہیچ غزوہ تخلف ننمودہ ام چگونہ است کہ این نوبت مرا می گذاری فرمود اما ترضی ان تکون منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی اے علیؑ آیا راضی نیستی کہ بامنی نسبت بمن بمنزلہ ہارون نسبت موسیٰ لیکن فرق اینست کہ بعد از من ہیچکس را مرتبہ نبوت نخواہد بود پس بزوجات مطہرات خویش فرمود علیؑ را برشما خلیفہ گردانیدم باید کہ سخن ویرا بشنوید و فرمانبرداری او بجا آورید۔

روضۃ الاحباب صفحہ ۲۸۷

بطریق صحیح منقول ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (غزوہ تبوک مین) باہر جانے کا قصد کیا تو علی ابن ابی طالبؑ کرم اللہ وجہہ کو اپنے ازواج پر خلیفہ مقرر کیا۔ حضرت علیؑ نے عرض کی کہ مین آجتک کسی غزوہ سے غیر حاضر نہین رہا۔ پھر مجھکو کیون چھوڑا جاتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم راضی نہین ہو کہ تمھاری منزلت میرے نزدیک ویسی ہی ہو جیسے ہارون کی منزلت موسیٰؑ کے نزدیک تھی سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی شخص درجۂ نبوت پر فائز نہوگا۔ یہ فرماکر آپنے تمام ازواج طاہراتؓ سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ مین نے علی بن ابیطالب کو تم سب پر اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ تم سب اوسکی ہدایت کو سنا کرو اور اوسکی اطاعت و فرمانبرداری کیا کرو۔

یہ روایتین صاف صاف بتلا رہی ہین کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر مین رخصت ہوتے وقت حضرت علی مرتضیٰ کو یہ ضرورت بتلاکر اور ہدایت فرماکر مدینہ مین رہجانے کا حکم فرمادیا۔ جناب علی مرتضیٰؑ ضرورت کی اہمیت اور حکم رسولؐ کی مصلحت کو گوش اطاعت سے سنکر مدینہ مین رہ گئے لیکن جناب رسولخدا صلعم کی روانگی کے بعد منافقین سے زیادہ تو اون مسلمین (قریش بروایت حاکم) کی تردید و تکذیب کی ضرورت حضرت علیؑ کو پیش آئی جو محض آرام طلبی اور تن آسانی سے گھر مین چھپے بیٹھے تھے اور آپ کے گھر رہ جانے کی صحیح وجوہات مین معنی پہناتے تھے۔ یہ منافقین کے فقرے نہین تھے۔ بلکہ ظاہر نما مسلمانون کے حیلے اور طعن آمیز آوازے تھے۔ کیونکہ امام حاکم نے قریش کا لفظ لکھا ہے۔

حضرت علیؑ مدینہ سے روانہ ہوے اور مقام جُرف مین پہونچکر لشکر اسلامی سے مل گئے۔ اور جو ضرورت مدینہ سے آنیکی لاحق حال ہوئی تھی۔ خدمت نبویؐ مین عرض کردی اور جو منزلت آپکی شہنشاہ رسالت کو مدنظر تھی وہ زبان رسالت سے علی رؤس الاشہاد ظاہر کرادی۔ اسلئے کہ حدیث منزلت یا استخلاف فی دار الہجرت کے متعلق جو کچھ ارشاد نبوت ہوا تھا۔ وہ دولتسرائے رسالت کے اندر فرمایا گیا تھا سننے والے اسکو خلوت کی باتین یا حضرت علیؑ مرتضیٰ کے مصنوعی اضافات ٹھہراتے۔ اسلئے ضرور تھا کہ جناب علی مرتضیٰ ان فتنہ پردازیون کی مغویانہ افواہون کی خاص زبان رسالتؐ سے عامۃ المسلمین کے سامنے اصلاح فرمادین۔ یہی ضرورت تھی جو

آپ کو بدرجہ سے انکی تخفیف دہی کی باعث ہوئی۔

افسوس تو اس پر آتا ہے کہ تمام ماخذوں میں یہ واقعات وحالات پوری اصلیت اور واقعیت کے ساتھ موجود ہیں مگر تعصب ہے۔ نفسانیت ہے اور خود غرضی ہے کہ نہ انکی تصریح کرنے دیتی ہے اور نہ تشریح۔ ہمنے معتمد محدثین کی اسناد سے دونوں روایتیں لکھدیں جو علی رؤس الاشہاد ثابت کر رہی ہیں کہ حدیث منزلت اور استخلاف فی دار الہجرۃ دوبار ارشاد فرمایا گیا۔ اول بار بیت الشرف میں تخصیص کے خاص طور پر میں۔ دوسری بار مقام جرف میں اعلان عام کی صورت میں۔

حضرت ابوذر کی سعی فی الجہاد

ہم اپنے سلسلہ بیان میں لکھ چکے ہیں کہ بہت سے مومنین مخلصین حقیقتاً اپنی غایت مجبوری سے پیچھے رہ گئے تھے جس طرح کعب بن مالک جن کا پورا حال ہم غزوہ تبوک کے خاتمہ میں لکھیں گے۔ پیچھے رہجانے والوں میں حضرت ابوذر غفاری رض بھی تھے۔ ان کے زاہدانہ حالات وعادات اور درویشانہ واقعات حیات سے کون مسلمان واقف نہیں ہے۔ غیرت سے ان کے پاس اونٹ تھا لیکن آقا کی حالت جب فاقوں سے درست نہیں تھی تو ناقہ کو کون پوچھتا ہے یہ غریب آنحضرت صلعم کی روانگی کے بعد اوسی لاغر اور کمزور اونٹ پر لشکر کے ہمراہ چلے نتیجہ یہ ہوا کہ فوج سے کوسوں دور ہوگئے۔ تاریخ الخمیس میں ہے۔

نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بعض منازلہ فنظر ناظر من المسلمین فقال یا رسول اللہ ھذا رجل یمشی فی الطریق وحدہ فقال صلعم کن اباذر فلما تأملہ القوم قالوا یا رسول اللہ ھو واللہ ابوذر فقال رسول اللہ صلعم رحم اللہ ابوذر یمشی وحدہ ویموت وحدہ۔

رسول مقبولؐ اثنائے سفر میں منزل گزیں تھے کسی صحابی نے دور سے ایک مرد کو آتے ہوئے دیکھا اور عرض کی یا رسول اللہ صلعم کوئی شخص اکیلا اور پیادہ آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوذر ہیں لوگوں نے بغور تامل دیکھکر کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم وہی ہیں ابوذر آپ نے ارشاد فرمایا۔ خدا ابوذر پر رحم فرمائے۔ وہ جس طرح بحالت بیکسی وتنہائی اس وقت آیا ہے اوسی طرح بحالت تنہائی وبیکسی وفات بھی پائیگا۔

حضرت ابوذر رض کا بحالت بیکسی وتنہائی آنا تو معلوم ہوگیا۔ لیکن بیکس وتنہا ہوکر ان کا دنیا سے جانا جس کی پیشین گوئی زبان رسالت سے کی گئی ہے۔ وہ بھی سُن لیا جائے۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

حضرت ابوذر رض کے خاتمہ حالات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرسید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر رض سے اصل

سلم رسید او را با دید چه حال داری - پس قصۂ شتر بعرض رسانید - آن سرور فرمود که بدستیکہ تو از جملہ اعزاہل ستی کہ تخلف نمودہ اند - بهر گامے کہ برگرفتی سوئے ما خداوند تعالیٰ گناہے از تو درگذرانا دو گویند در زمان خلافت امیرالمومنین عثمان بن عفان - ابو ذرؓ رضی اللہ عنہ را بجہت مصلحت از مدینہ بیرون کردند و بربذہ فرستادند در آن منزل می بود تا وقت وفاتش در رسید و در آن وقت وفاتش پیش او کسے نبود الا زن و غلام بود وصیت کرد ایشان را کہ چون مرا بشوئید و در کفن بپیچید و جمعے از شتر سوار کہ اول شمارا برسند بگوئید کہ این ابو ذرؓ است مصاحب پیغمبر مارا اعانت نمائید در دفن او - چون وفات یافت بموجب وصیت او عمل نمودند اول جماعتے کہ با ایشان رسید عبداللہ بن مسعود بود کہ با گروہے از اہل عراق بعمرہ گزاردن می رفتند جنازہ را بر سر راہ دیدند غلام برخاست و گفت این ابو ذرؓ است مصاحب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعانت نمائید مارا در دفن او عبداللہ بن مسعود بآواز بلند در گریہ شد و گفت صدق رسول اللہ تمشی وحدک وتموت وحدک وتبعث وحدک فرود آمدند و نماز بروے گزاردند و دفن کردند - صـ۲۹۳ لکھنؤ

حال پوچھا - تو اونھوں نے اونٹ کی کیفیت کہی آپنے فرمایا کہ جو لوگ کہ پیچھے رہ گئے ہیں اُن میں تو تم سب سے زیادہ عزیز ہو اور قدم کہ تو نے ہماری طرف آنے میں اُٹھایا ہے خدا نے تیرا ایک گناہ بخش دیا ہے اور منقول ہے کہ امیرالمومنین عثمان بن عفان نے اپنے زمانہ حکومت و خلافت میں مصلحت وقت کی وجہ سے ابو ذرؓ کو مدینہ سے ربذہ کی طرف نکال دیا تھا اور یہ وہیں سکونت پذیر ہو گئے تھے یہانتک کہ اونکی وفات کا زمانہ آگیا اور اونکے پاس سوائے اونکی بی بی اور ایک غلام کے کوئی دوسرا شخص نہیں تھا - اُنہوں نے اپنے غلام سے وصیت کر دی تھی اور کہدیا تھا کہ میری میت کو غسل دیکر اور کفن پہنا کر شارع عام پر رکھدینا اور شتر سواروں کا جو پہلا گروہ ادھر سے گذرے اوس سے کہنا کہ یہ ابو ذر غفاری صحابی رسول اللہ صلعم کی میت ہے آپلوگ انکے دفن میں میری اعانت کریں چنانچہ جب انکی وفات ہو گئی تو اوس غلام نے حسب وصیت عمل کیا میت کو غسل دیکر اور کفن پہنا کر سر راہ لاکر رکھدیا شتر سواروں کا پہلا گروہ جو ادھر سے آیا - وہ عبداللہ بن مسعود صحابی رسول صلعم کا تھا اُنکے ہمراہ اور لوگ عراق سے بقصد ادائے عمرہ آئے تھے - غلام نے بڑھکر ان لوگوں سے کہا کہ یہ ابو ذرؓ رضی اللہ عنہ صحابی جناب رسولخدا صلعم کی میت ہے آپلوگ انکے دفن میں میری اعانت فرمائیں یہ سنکر عبداللہ بن مسعود بآواز بلند رونے لگے اور فرمانے لگے جناب رسول مقبول صلعم نے سچ فرمایا تھا کہ ابو ذر تنہا آیا ہے - تنہائی میں مریگا اور تنہا ہی قبر سے اوٹھایا جائیگا - تمام لوگ اوترپڑے میت پر نماز پڑھی اور مدفون کر دیا

ابو خیثمہ کے حالات ایسا ہی واقعہ ابو خیثمہ کا بھی ہے - محدث شیرازی لکھتے ہیں -

ابو خیثمہ بعد از چند روز کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفتہ بود روزے بخانہ خود در آمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی تبوک سے چند روز بعد ابو خیثمہ ایک دن اپنے گھر میں آئے وہ دن بہ نسبت اور دنوں کے زیادہ گرم تھا

روز بغایت گرم بود او دو زن داشت و زنان وے
ہریک بر در عریش ایستادہ آن را رُفتہ و آب زدہ
و کوزہائے آب سرد مہیّا داشتہ و طعام نیکو ترتیب
دادہ بودند ابو خیثمہ از بیرون آمدہ بر در عریش
ایستادہ در روئے زنان خود دید و آن ترتیب
ملاحظہ نمود و گفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ
در بیابان و شدت حرارت و آفتاب و بادہائے گرم
راہ می رود و ابو خیثمہ در سایہ آب خنک و آب سرد
و طعام متلذذ میشود و با زنان خوبرو معاشرت کند
این از انصاف بغایت دور است بخدا سوگند کہ در
ہیچ کدام ازین دو عریش در نیایم تا زمانے کہ
پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ملحق نشوم۔ پس
مقدارے طعام برائے زاد راہ برداشت و شتر
خویش را پیش کشید و باو راہ بر آن آمد و بیرون رفت
ہرچند زنان وے با وے سخنہا گفتند با ہیچکدام تکلم ننمود
و از عقب آنحضرت صلعم روان شد و در منزل تبوک
با آنحضرت ملحق شد و قصہ آمدن را بعرض رسانید
سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم دعائے خیر
در شان وے فرمود۔

روضۃ الاحباب ص ۲۹۳

تھا اونکی دو بیبیاں تھیں۔ دیکھا کہ وہ دونوں بیبیاں کوٹھے پر
بیٹھی ہیں دروازوں کو جھاڑو دیکر اور پانی چھڑک کر خوب صاف
ستھرا اور ٹھنڈا کر رکھا ہے اور لذیذ و خوشگوار کھانے پکا رکھے
ہیں ابو خیثمہ یہ سامان دیکھکر گھروں کے دروازوں ہی پر کھڑے
کے کھڑے رہگئے۔ اور اپنی بیبیوں کے چہروں کو غور سے
دیکھنے لگے۔ اور دل میں کہنے لگے کسقدر شرم اور افسوس کا
مقام ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو اس دھوپ
تپش اور ہمان سوز گرمیوں میں دشت و صحرا میں بادیہ پیمائی
کرتے ہوں۔ اور میں سایہ میں بیٹھکر ٹھنڈے پانی اور لذیذ و
پر تکلف کھانوں سے لطف اوٹھاؤں اور حسین عورتوں
سے معاشرت کروں یہ انصاف و اخلاق سے قطعاً بعید ہے
خدا کی قسم ہے کہ میں ان دونوں گھروں میں سے کسی کوٹھے کے
اندر قدم نہیں رکھونگا تا وقتیکہ جناب رسولخدا صلعم سے ملحق
نہو جاؤں۔ پس نہایت اختصار کے ساتھ ادن کھانوں میں سے
توشہ سفر کے لئے ہمراہ رکھ لیا اور ونٹ پر سوار ہوکر اور سامان سفر
پیچھے باندھکر روانہ ہوا۔ اونکی بیبیوں نے ہرچند چاہا کہ اوس سے
کچھ باتیں کریں لیکن اُسنے اونکی سنی نہ اپنی کہی اور مدینہ سے نکلکر
آنحضرت صلعم کے تعاقب میں روانہ ہوا یہانتک کہ مقام تبوک میں
پہونچکر شرف زیارت سے مشرف ہوا اور حقیقت حال خدمت مبارک
میں عرض کردی جناب رسالتمآب صلی اللہ و آلہ وسلم نے اُسے دعائے خیر سے یاد فرمایا

تبوک میں نزول اجلال عبداللہ ذوالبجادین کا

خاتمۂ احوال

نہیں معلوم شبلی صاحب کو کون سی عجلت اور کون سی ضرورت مجبور کرتی
تھی کہ آپ نے ان تمام اخلاص مندوں کے حالات کو جو ان کی وفاداری
اور خلوص و عقیدت کے بے نظیر کارنامے ہیں۔ قلم انداز فرمادیا اور نہیں معلوم
کہ ایک واقعہ نگار کی حیثیت میں آپ کی یہ فروگذاشت کہاں تک مسلمانوں میں پسندیدہ سمجھی جائیگی

تمام قدیم ماخذون مین یہ واقعات مرقوم ہین۔ آپ خود سمجھ سکتے ہین کہ ادن بزرگوارون نے کس ضرورت و افادہ سے ان حالات کی نقل کو ضروری سمجھا تھا اور آپ نہین سمجھتے۔ اسی سے ناظرین کتاب آپکی عجلت تالیف اور اون کی صلاحیت و اطمینان تالیف کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہین۔

بہرحال۔ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے سنگلاخ اور ناہموار و دشوار راستون سے لشکر کو لے جانا ہوا جس کا اتفاق نہ آپ کو اور نہ آپکے لشکر کو اس وقت تک ہوا تھا۔ اثنا ے سفر مین اون پہاڑون سے گذرنا ہوا جو قوم عاد و ثمود کے مسکن قدیم تھے۔ ان مقامات مین پہونچکر آنحضرت صلعم نے لشکر کو نہایت تیزی سے گذر جانے کا حکم دیا اسلئے کہ خداوند تمارکے نزول قہر و عذاب کے یہ خاص مقامات تھے۔

تبوک مین نزول اجلال ہوا تو غریب عبداللہ ذوالبجادین کو، حسب الارشاد آنحضرت صلعم تپ آئی تپ کیا آئی طلب آئی۔ وعدہ پورا ہوگیا۔ اوسی تپ مین وہ جان بحق تسلیم ہوگئے۔ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی اسناد سے صاحب رحمۃ للعلمین لکھتے ہین۔

رات کا وقت تھا۔ بلال کے ہاتھ مین چراغ تھا۔ ابوبکر و عمر عبداللہ کی لاش کو لحد مین رکھ رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اون کی قبر مین اوترے تھے۔ اور ابوبکر و عمر سے فرمارہے تھے۔ ادیا الی اخاکما (اپنے بھائی کا آداب و احترام ملحوظ رکھو) آنحضرت صلعم نے اپنے دست مبارک سے قبر پر اینٹین رکھین اور پھر دعا مین یون فرمایا۔ مین آج کی شام تک اس سے خوشنود رہا ہون تو بھی اس سے راضی و خوشنود رہ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین۔ کاش اس قبر مین مین دبا دیا جاتا۔ رحمہ صفحہ ۱۲۵ مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۴۲۳

تبوک تک کا سفر بیکار نہین گیا

تبوک تک کی زحمت سفر بیکار نہین گئی۔ اہل شام۔ مسیحی حکمران اور عیسائی اقوام کی وہ ہمتین سُست اور ارادے پست ہوگئے۔ جو دار الاسلام مدینہ پر فوج کشی اور حملہ آوری کے نسبت رکھتے تھے۔ لشکر اسلام کی جمعیت و کثرت۔ جرات و ہمت نے کہ اتنی دور و دراز سفر کی مصیبت کاٹ کر یہان تک چلے آئے۔ اونکے کلیجے پانی کردیئے۔ نتیجہ یہ ہوا جیساکہ صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین۔

فلاڈلفیا (Philadelphia) کا قدیم کلیسا جس کا ذکر مکاشفات یوحنا باب ۳ درس ۷ و ۱۲ مین ہے۔ تبوک ہی کے متصل تھا۔ عرب اسے القصر کہتے تھے۔ حجاز ریلوے کی سڑک مین اسکے کھنڈر پاے گئے ہین

زمانہ نبوت میں یہاں عیسائی قومیں آباد تھیں۔ اسلئے ایام قیام تبوک میں ان اقوام میں۔ تبلیغ اسلام بھی کی گئی۔ اور ان سے معاہدات بھی کئے گئے۔

عیسائی قوموں کی خاص رعایت

عیسائیت پر قائم رہنے والی قوموں کو مذہب کی آزادی دیدی گئی۔ اور انکی جان ومال کی حفاظت کا ذمہ اسلام نے اپنے ذمہ لے لیا۔ یہ وہی عہدنامہ مقدس ہے جو عیسائیوں کے پاس ابتک محفوظ ہے اس طرف چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی عیسائیوں کی تھیں مثلاً اکیدر دومۃ الجندل میں حکمران تھا اور یوحنا ایلہ کا فرمانروا تھا۔ اسلام نے ان ریاستوں کو اپنی حالت پر قائم رکھا۔ اہل اذرح بھی عیسائی تھے اور آزاد قبائل تھے انکو بھی انکی حالت پر قائم رکھا گیا۔ ان معاملات میں جس فیاضی بے تعصبی بلکہ محبت کا اظہار کیا گیا وہ آجتک تمام دنیا کا مسلمہ ہے۔ عیسائیوں نے یروشلم او رخدا کا نیا نام جس کا ذکر مکاشفات باب ۳ درس ۱۲ میں ہے۔ اسی جگہ سُنا تھا۔ اکیدر۔ والی دومۃ الجندل نے جسے خالد بن ولید نے شکار کھیلتے گرفتار کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ دینا منظور کیا پھر معاہدے کے بعد مسلمان ہو گیا۔ رحمۃ حاشیہ ص۱۴۳ محدث شیرازی نے روضۃ الاحباب میں بھی ان حالات کو پوری تفصیل سے لکھا ہے ملاحظہ ہو ص۲۹۷

شبلی صاحب بھی اسکی تفصیل میں حسب ذیل رقمطراز ہیں۔

تبوک پہونچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس دن تک قیام فرمایا ایلہ کا سردار جس کا نام یوحنا تھا حاضر خدمت ہو کر جزیہ دینا منظور کیا۔ ایک سفید خچر بھی نذر میں پیش کیا جسکے صلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو لبادہ مبارک بھی عنایت فرمائی جرباء اور اذرح کے عیسائی بھی حاضر ہوئے اور جزیہ دینا قبول کیا دومۃ الجندل جو دمشق سے پانچ منزل ہے وہاں ایک عربی سردار جسکا نام اکیدر تھا قیصر کے زیر اثر تھا آنحضرت صلعم نے خالد کو چار سو کی جمعیت کیساتھ اوسکے مقابلہ کیلئے بھیجا خالد نے اوسکو گرفتار کیا اور اس شرط پر رہائی دی کہ خود دربار رسالت میں حاضر ہو کر شرائط صلح پیش کرے چنانچہ وہ اپنے بھائی کیساتھ مدینہ میں آیا آپنے اسکو امان دی۔ جلد اول ص۱۲۱

تبوک سے واپسی واقعہ عقبہ۔ رسول کی ہلاکت کی ترکیب

ہم ابتدا میں لکھ آئے ہیں کہ تبوک کی زمین۔ وہاں کا سفر مسلمانوں کے اخلوص فی الایمان اور استقلال فی الاسلام کی آماجگاہ تھا۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ منافقین کے اغوا و فتنہ انگیزی سے یا فطرت کی ناہمواری و شورش خیزی سے۔ بہت سے دولتمند اور آرام پسند مسلمانوں کے دل میں عرب کی قدیم آزادی، نافرمانی اور مطلق العنانی کی ہوا سما گئی تھی جیسا کہ آغاز واقعات سے مترشح ہو رہا ہے چنانچہ اسکا اظہار تبوک سے واپسی میں نہایت شرمناک طریقہ سے ہوا۔ سامان اس قیامت کا تھا۔ اور سازش اس بلا کی تھی کہ خدانخواستہ جان رسالت کا خاتمہ ہی ہو گیا تھا۔ لیکن حافظ حقیقی اپنے رسول کی مقدس جان کا

محافظ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بال بال بچ گئے۔ لیکن منافقین اسلام کی ظاہر نما عقیدت وخلوص کا پردہ فاش ہوگیا لیکن اسپر بھی رحمت عالم نے اپنی رحمت ہی کی شان دکھلائی۔ منافقین مسلمین اور مار آستین معتقدین کو صریحاً جان کر اور پہچان کر بھی نہ بتلایا۔ محدث شیرازی کی زبانی پوری تفصیل حسب ذیل ہے۔

شبے در اثنائے مراجعت عقبۂ پیش آمد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منادی را فرمود تا ندا کرد کہ ہیچکس بریں عقبہ بالا نرود تا زمانیکہ رسول اللہ صلعم ازین عقبہ نگذرد پس آنحضرت با حذیفہ بن الیمان وعمار یاسر بر آن عقبہ بر آمدند وحذیفہ مہار شتر را گرفتہ بود ومی کشید وعمار از عقب شتر را می راند وحذیفہ گوید ناگاہ دیدم دوازدہ سوار ودر روایتے چہاردہ سوار را دیدم کہ متوجہ بآں شدند اگن سر و رو را ازان حال متنبہ کردم۔ بانگے برایشان زد ہمہ بگریختند ودر روایتے آنکہ عمار پیش رفت وسر و روے شتر ایشان را میزد وبعد ازاں فرمود شناختید این قوم را گفتیم نہ یا رسول اللہ رو ہائے خود را بستہ بودند گفت اینہا جماعتے ہستند کہ درین عقبہ مزاحم من بشوند وشتر مرا رم دہند تا بیفتم ومرا بقتل آورند گفتیم یا رسول اللہ پس چرا نمی فرستی بعشیرہ وقبیلہ ہر یکے ازآنہا تا سر وے را بریدہ بنزد تو بفرستند فرمود خوشم نمی آید کہ عرب گویند محمدؐ بمرافقت قومے با دشمنان خویش مقاتلہ نمود تا برایشان ظفر یافت آنگاہ آن قوم را بقتل آورد بعد ازان فرمود بار خدایا ایشان را بزحمت دبیلہ گرفتار کن گفتیم یا رسول اللہ صلعم دبیلہ چیست فرمود شعلہ آتش کہ در دل ایشان

تبوک سے مراجعت فرماتے ہوئے ایک رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک گھاٹی ملی آپنے منادی سے پکار کر منادی کروادی کہ کوئی شخص اس گھاٹی سے پار نہ ہوئے جبتک رسول اللہ صلعم پار نہولیں۔ پھر آپ حذیفہ بن الیمان اور عمار یاسر کے ہمراہ اوس گھاٹی پر آئے حذیفہ آپکے اونٹ کی مہار تھامے تھے اور عمار یاسر اوسکو پیچھے سے چلا رہے تھے۔ حذیفہ کا بیان ہے کہ اثنا میان مین مین نے بارہ آدمیون کو دیکھا اور ایک روایت کے موافق ۱۴ آدمیون کو دیکھا حذیفہ کا بیان ہے کہ وہ ہملوگون کی طرف بڑھے آرہے تھے۔ ہمنے آنحضرت صلعم کی خدمتمین اطلاع کی آپنے بلند آواز سے اونکو ڈانٹا اور وہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک روایت مین یہ آیا ہے کہ عمار نے آگے بڑھکر اون لوگون کے منھ پر مارا بھی۔ اُسکے بعد آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ تملوگون نے ان لوگون کو پہچانا۔ یا نہین۔ ہملوگون نے عرض کی ہمنے تو نہین پہچانا اسلئے کہ وہ اپنے منھ کو چادر سے چھپائے تھے آپنے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ جماعت ہے جو قیامت تک منافق رہیگی اور یہ بھی تملوگون کو معلوم ہے کہ یہ اپنے دل مین کیا قصد رکھتے تھے۔ ہملوگون نے عرض کی نہین ہمین تو معلوم نہیں ارشاد فرمایا ان لوگون کا قصد تھا کہ اس گھاٹی مین میرے مزاحم ہون میرے اونٹ کو بھڑکا دین تاکہ مین اونٹ سے گرجاؤن اور یہ لوگ مجھے قتل کر ڈالین تب ہملوگون نے عرض کی کہ پھر آپ ان لوگون کے قوم وقبیلہ کے پاس کیون نہین

افتند و ہلاک سازد۔ آنگاہ نامہائے ایشان و
نامہائے پدر ایشان با حذیفہؓ و عمارؓ گفت
و امر فرمود ایشان را کہ از مردم پوشیدہ
دارند و آن قوم را رسوا نسازند بیہقی رحمۃ
اللہ علیہ گوید گواہی میدہد بصحت این قصہ
آنچہ مسلم روایت کردہ از طریق ابو الطفیل
کہ گفت میان مردے از اہل عقبہ و
و میان حذیفہؓ بن الیمان گفتگوے واقع
شد آن مرد گفت سوگند میدہم ترا بخدا
کہ بگو کہ اصحاب عقبہ چند کس بودند حضار
مجلس گفتند اے حذیفہؓ بگو چون ترا سوگند
میدہد گفت ما را خبر دادند کہ ایشان
چہاردہ کس بودند اگر تو از جملہ ایشان بودہ
پانزدہ نفر بودہ باشند سوگند میخورم
بخدا کہ دوازدہ کس از ایشان دشمن خدا و
رسول اند در دنیا و در روز قیامت
و سہ کس از انجملہ اعتذار نمودند کہ ندائے
منادی آنحضرت صلعم بسمع ما نرسید
و از آنچہ آن جماعت منافق ارادہ
کردہ بودند خبر نداشتیم۔ پیغمبر صلی اللہ
علیہ و آلہ ایشان را معذور داشت
و ایضاً مسلم از طریق عمار یاسر روایت
می کند کہ گفت حذیفہ مرا خبر دار گردانید
کہ حضرت صلعم فرمودہ کہ در میان اصحاب من

کہلا بھیجے کہ ان لوگوں کے سر کاٹ کر ہمارے پاس بھیجدیں جناب
رسولخداؐ نے فرمایا کہ یہ امر مجھے پسند نہیں ہے کہ تمام عرب کہنے لگیں کہ
محمدؐ نے پہلے تو ایک قوم کو ساتھ لیکر اپنے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور
دشمنوں پر فتح پا جانے کے بعد پھر اسی قوم کو قتل کروا دیا اسکے بعد
آپنے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ اس قوم کو عذاب دبیلہ میں گرفتار
کر۔ لوگوں نے عرض کی کہ دبیلہ کس قسم کے عذاب کا نام ہے
ارشاد ہوا کہ یہ شعلہ اندرونی ہے جو انسان کے دل میں پیدا ہو کر
اوسکی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے اسکے بعد آپنے اون تمام لوگوں کے نام
بقید ولدیت عمارؓ اور حذیفہ کو بتلا دیے اور حکم فرما دیا کہ انکے نام
کسی کو نہ بتلائیں اور اونکو رسوا نہ کریں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کی صحت پر صحیح مسلم کی یہ روایت صادق
ہے کہ ابو الطفیل سے مروی ہے کہ انھیں اہل عقبہ میں سے
ایک آدمی اور حذیفہ بن الیمان کے مابین کچھ گفتگو واقع ہو گئی
اوس آدمی نے حذیفہ سے کہا ہم تمھیں خدا کی قسم دیکر پوچھتے
ہیں کہ بتلاؤ تو اہل عقبہ شمار میں کتنے آدمی تھے حاضرین نے
حذیفہ سے کہا کہ جب یہ شخص تمھیں قسم دیتا ہے تو آپ تمھیں بتلا دینا
ضرور ہے حذیفہ نے کہا خدا کی قسم ہے وہ ۱۴ شخص ہیں اگر تو بھی
اونمیں داخل تھا تو ونکی تعداد پندرہ کی تھی۔ خدا کی قسم اون
میں سے بارہ شخص تو دنیا و آخرت میں خدا اور رسول خدا صلعم
کے دشمن ہیں اون میں سے تین آدمیوں نے معذرت کی کہ
آنحضرت صلعم کے منادی کی ندا اونھوں نے نہیں سنی تھی یہ سنکر
حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انھیں معذور سمجھکر
چھوڑ دیا اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں عمار یاسرؓ
نے منقول ہے کہ حذیفہؓ بن الیمان نے مجھ سے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم

دوازدہ منافق اند کہ وے بہشت نخواہند دید و بوئے آن نخواہند شنید تا زمانے کہ شتر در سوراخ سوزن در رود و دہشت کس از ایشان بزحمت دبیلہ گرفتار خواہند شد شعلہ از آتش درمیان شانہائے ایشان ظاہر بشود و از سینہ ہائے ایشان سر بزند و ازینجہت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در شان حذیفہؓ می گفتند صاحب السر الذی لا اہلہ الا عابرہ حضرت صلعم گاہے کہ فضائل اصحاب بیان فرمودے گفتے اعلمہم بشان المنافقین حذیفہ و گویند بعد از پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گاہے کہ جنازہ حاضر شدے عمر بن خطاب ناظر حذیفہؓ بودے اگر وے بر آن جنازہ نماز گزاردے عمر نیز گزاردے و اگر حذیفہؓ حاضر نہ شدے یا نماز نگزاردے عمر نیز نماز نگزاردے۔

روضۃ الاحباب صفحہ ۲۹

بیان فرماتے تھے کہ میرے اصحاب میں بارہ آدمی ایسے منافق ہیں کہ وہ بہشت کا منہ نہ دیکھینگے اور نہ اوسکی بو سونگھینگے تاوقتیکہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نکل نہ جائے یعنی اون کا بہشت میں جانا ایسا محال ہے جیسا کہ سوئی کے ناکے میں پیٹھنا اور آٹھ آدمی اون میں ایسے ہیں جو عذاب دبیلہ میں گرفتار ہونگے۔ ایک شعلہ اندرونی اونکے سینوں میں مشتعل ہو جائیگا انہیں امور کی اطلاع رسانی کے باعث صحابہ کبار حذیفہ بن الیمان کی نسبت کہا کرتے تھے۔ کہ یہ اون اسرار کے جاننے والے ہیں جنکو سوائے انکے کوئی دوسرا نہیں جانتا اور خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صحابہ کے فضائل بیان فرماتے تھے۔ تو حذیفہ کے متعلق ارشاد فرماتے تھے کہ یہ منافقین کے عیوب کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور مروی ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کے جب کسی کا جنازہ نماز کو واسطے لایا جاتا تھا تو حضرت عمر دیکھا کرتے تھے کہ اوس جنازہ میں حذیفہ شریک ہیں یا نہیں اگر حذیفہ شریک ہوتے تو حضرت عمر اوس جنازہ کی نماز پڑھتے۔ اگر وہ شریک نہ ہوتے تو نماز نہیں پڑھتے۔

حضرت عمر اور منافقین کے ناموں کی ہمیشہ فکر و تلاش

حضرت عمر کو ان منافقین کے نام معلوم کرنے کی ہمیشہ تلاش رہی۔ خدا جانے کیوں؟ حذیفہ بن الیمان سے بار بار خلوت و جلوت میں ان منافقین کے نام پوچھا کرتے تھے۔ آخر ایک مرتبہ کھل پڑے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔

کان عمرؓ یسأل حذیفۃ یقول لہ انت صاحب سر رسول اللہ صلعم فی المنافقین فہل تری علیّ شیئاً من آثار النفاق۔

جلد ۳ صفحہ ۳ نولکشور

حضرت عمر حذیفہؓ سے سوال کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے حذیفہ تم منافقین کے متعلق جناب رسول خدا صلعم کے رازدار ہو۔ بتلاؤ۔ تم مجھ میں بھی کوئی آثار نفاق پاتے ہو۔

مسجد ضرار اور اوس کا انہدام آثار

عقبہ کے حالات کو تمام کر کے ہم اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہین۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منافقین امت کی زد سے بال بال بچکر مع الخیر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مدینہ کے قریب پہونچکر جب موکب رسالت مسجد ضرار کے پاس پہونچا تو اس نام نہاد مسجد کے بانی آپ کے وعدہ کی یاد دہانی کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے۔ شبلی صاحب مسجد ضرار کے تفصیلی حالات حسب ذیل قلمبند فرماتے ہین۔

منافقین ہمیشہ اس فکر مین رہتے تھے کہ مسلمانوں مین پھوٹ ڈالدیں اسی خیال مین تھے کہ مسجد قبا کے توڑ (جوڑ) پر وہیں ایک مسجد اس حیلہ سے بنائین کہ جو لوگ ضعف یا کسی اور وجہ سے مسجد نبوی مین نہ پہنچ سکین یہان آکر نماز ادا کیا کرین۔ ابو عامر انصاری جو انصار مین عیسائی ہو گیا تھا اوس نے منافقین سے کہا کہ تم سامان کرو مین قیصر کے پاس جاکر وہان سے فوجین لاتا ہون کہ اس ملک کو اسلام سے پاک کردے (بحوالہ زرقانی باسناد ابن جریر) آنحضرت صلعم جب تبوک جانے لگے تو منافقین نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین آکر عرض کی کہ ہمنے بیمارون اور معذورون کے لئے ایک مسجد تیار کی ہے آپ چلکر ایک دفعہ نماز پڑھا دین تو مقبول ہو جائے آپنے فرمایا اسوقت مین مہم پر جا رہا ہون۔ جب تبوک سے واپس پھرے تو مالک اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ جاکر مسجد مین آگ لگا دین "

نفس مطلب کا خلاصہ تو اس عبارت سے ضرور ظاہر ہو گیا لیکن تاہم چند امور خاص کی تفصیل اس سے زیادہ ضروری تھی ابو عامر انصاری کی تفصیل معرفت ضرور قابل الذکر تھی۔ بیمار ومعذور کی ادائے نماز کی ظاہری ضرورت کے علاوہ منافقین کی اس مسجد کی بنا سے جو حقیقی غرض تھی۔ اوسکو اشارات کی جگہ تفصیل سے بیان کرنا چاہیے تھا محدث شیرازی نے ان تمام امور کو پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ ہم اوسی کے نقل و ترجمہ کو اپنے مدعا کے لیئے کافی سمجھکر ذیل مین نقل کرتے ہین۔

پیش از آمدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ مدینہ ابو عامر راہب کہ از اشراف قبیلہ خزرج بود و دین نصرانیت اختیار کردہ ومہارتے در علم انجیل و توریت تحصیل نمودہ وطریق عبادت و زہادت پیش گرفتہ و داعیہ ریاست داشت دائما

مدینہ مین آنحضرت صلعم کی تشریف آوری سے پہلے ابو عامر راہب قبیلہ خزرج کے ممتاز لوگون مین تھا۔ اوس نے دین عیسائی اختیار کر لیا تھا اور علم توریت وانجیل مین اچھی لیاقت ومہارت حاصل کر لی تھی۔ ہمیشہ طریقہ زہد وعبادت مین بسر کرتا تھا اور اپنی قوم وقبیلہ کی ریاست کا بھی دعویدار تھا

وصف و نعت پیغمبر آخر زمان را بر اہل مدینہ می خواند
و دعویٰ میکرد کہ وصف او را من دانستہ ام شنیدہ ام
چون آنحضرت صلعم بمدینہ آمد مسلمانان آن خطہ
شریفہ چنان شیفتہ جمال و کمال محمدیؐ شدند کہ برابر
وے کاملے دیگر نداشتند. باین سبب منزلے
عظیم در کار ابو عامر پیدا شد و بنابرین آتش
حسد از کانون باطن او شعلہ زد و مردم را از متابعت
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع می کرد. با او
می گفتند تو نہ آن بودی کہ وصف و نعت
او را برائے ما تقریر می کردی چگونہ است
کہ اکنون مردم را از متابعت وے باز میداری
در جواب میگفت کہ این نبی او نیست کہ من می
گفتم این مشابہتے باو دارد و آنکہ میگفتم پیدا خواہد شد
و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او را بخواند و
دعوت اسلام باو نمود وے قبول نکرد و سبیل تمرد
و عناد پیمود چنانچہ آیہ کریمہ وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ
مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا
مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا
جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ
اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ در تحقیق احوال و
امثال او مینماید و چون اہل اسلام در حرب
بدر بر کفار قریش غلبہ یافتند و اسلام قوت
گرفت ابو عامر از مدینہ گریخت و بمکہ رفت و
کفار قریش را بحرب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ ہمیشہ پیغمبر آخر الزمان کے اوصاف و تعریف کی باتیں
اہل مدینہ کو پہونچایا کرتا تھا اور یہ دعویٰ کرتا تھا کہ اونکے یہ اوصاف
و تعریف ہمنے آدمیون اور جنات سے معلوم کئے ہین۔ جب آنحضرت
صلعم مکہ سے ہجرت فرماکر مدینہ مین آئے۔ تو باشندگان مدینہ آپکے
جمال و کمال کے ایسے شیفتہ و گرویدہ ہوگئے کہ پھر آپکے مقابلہ مین
وہ کسی کو کوئی شئے نہیں سمجھنے لگے اسوجہ سے ابو عامر کے
امور مین بہت بڑی کمی آگئی اور اسی سبب سے آپکی طرف سے
اوسکے دل مین حسد و مخالفت کی آگ بھڑک اوٹھی تو ابو عامر
مدینہ والون کو آپکی متابعت سے منع کرنے لگا۔ لوگون نے کہا کہ تمھین
تو ہمسے اونکی اتنی تعریفیں اور اتنے اوصاف بیان کرتے تھے۔ اور اب
تمھین کیا ہوگیا کہ ہملوگون کو اونکی متابعت سے باز رکھنا چاہتے
ہو۔ ابو عامر نے کہا وہ نبی آخر الزمان یہ نہین ہین یہ صرف اون سے
متابہت رکھتے ہین۔ وہ نبی آخر الزمان تو اب پیدا ہونگے۔
ابو عامر کے ان مغویانہ امور کی خبر جب آنحضرت صلعم کو ملی تو آپنے
ابو عامر کو بلا بھیجا۔ وہ حاضر ہوا۔ آپنے اوسے اسلام کی دعوت دی
اوس نے قطعی انکار کر دیا اور اوسیوقت سے حسد و مخالفت
اسلام پر آمادہ ہوگیا۔ خدا کے پاس سے جب کتاب انکے لئے
اوتری تو وہ اوسکی تصدیق کرتے تھے اور اس کتاب (قرآن)
کی پہلے بھی منکرین سے تعریفین کرتے تھے۔ لیکن جب یہ کتاب
(قرآن) اونکے پاس آئی تو اونھون نے اوسکو نہ پہچانا اور اوس
سے انکار کیا۔ پس کافرون (انکار کرنیوالون) پر خدا کی پھٹکار ہے
یہ آیہ وافی ہے یہ ابو عامر کے احوال اور اوسکے امثال پر شاہد
صادق ہے۔ پھر جب بدر کی جنگ مین کفار قریش پر اہل
اسلام نے فتح حاصل کی تو ابو عامر مدینہ سے بھاگ کر مکہ پہونچا

دلیر ساخت و در جنگ احد حاضر
شد و اول کسیکه تیر بر لشکر اسلام انداخت
وے بود۔ مسلمانان او را فاسق خواندند و
در روایتے آنکه حضرت وے را ملقب به فاسق
ساخت و دعاے بد بر وے کرد و گفت یار
خدایا وے را طرید و وحید بمیران ابو
عامر از حرب احد بگریخت و بروم رفت و در روایتے
آنکه از حنین نیز حاضر شده فرار نمود و نیز در
هرقل رفت و ملازم شد و میخواست که از وے
لشکر بستاند و بجنگ آن سرور صلعم بیاید و
این معنی بدیں صورت می بست از آنجا
بمنافقان مدینه از قوم خویش نوشت که
شما در مقابله مسجد قبا در محلهٔ خویش براے
من مسجدے بسازید که چون بمدینه آیم در آن
مسجد بافاده علوم مشغول بشوم و آن مسجد
ما را مرصدے بود تا هر فکرے که در خاطر
داشته باشم بفرصت در آنجا بظهور رسانم
پس آن قوم مسجدے بساختند و در ترصیص و
استحکام آن سعی نمودند و پیش از توجه آنحضرت
صلی الله علیه وآله وسلم بغزوه تبوک با تمام
رسانیده بودند و چون آن سرورؐ بآن غزوه
بیرون می آمد۔ آمدند و گفتند یا رسول الله
مسجدے در محلهٔ خویش بنا کرده ایم برائے
ضعیفان و بیماران در وقت سرما و بارندگی

اور کفار قریش کو آنحضرت صلعم کے ساتھ جنگ و محاربہ پر
آمادہ و تیار کرتا رہا۔ اور جنگ احد مین کافرون کے ساتھ
آیا۔ جس شخص نے سب سے پہلے تیر لشکر اسلام کی طرف پھینکا وہی
ابو عامر تھا۔ مسلمان اوسکو فاسق کہتے تھے اور ایک روایت
مین یون آیا ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے اوسکو فاسق کا لقب
دیا ہے اور دعائے بد سے اوسے یاد کیا ہے اور اوسکے لیئے
ان الفاظ مین دعا فرمائی ہے کہ الٰہی ابو عامر کو پریشانی اور تنہائی
کی موت دے۔ جنگ احد سے ابو عامر بھاگ کر روم کے
ملک مین چلا گیا اور پھر غزوۂ حنین مین آکر کفار کی طرف سے شریک
جنگ ہوا۔ پھر اسی جنگ سے بھاگ کر ہرقل کے پاس پہونچا
اور اوسکا نوکر ہو گیا۔ اس ملازمت سے اوسکی غرض خاص
یہی تھی کہ وہ ہرقل سے ایک امدادی لشکر لیکر آنحضرت صلعم سے
مقابلہ کرے لیکن اس انتظام و بندوبست مین تاخیر دیکھی
اسوجہ سے اوس نے منافقین کو لکھ بھیجا کہ تملوگ مسجد قبا کے
آمنے سامنے اپنے محلہ مین مسجد کے نام سے ایک عمارت تیار
کر دو کہ جب مدینہ مین آؤن تو اوسی مین قیام کرون اور افادۂ علوم
مین مشغول ہو جاؤن اور وہ مسجد ہمارے لیے وہ مقام قرار پا جائے
جہان سے ہم بیٹھ کر اپنے مقاصد دلی کو عملی صورت مین لا سکین اور
بفراغت اونھین انجام دیدین۔ چنانچہ اسی کے مطابق اونھون
نے مسجد کے نام سے ایک عمارت بنائی اور اوسکے استحکام و مضبوطی
مین ہر طرح پر انتظام کیا۔ اور جب آنحضرت صلعم غزوۂ تبوک کی نیت سے روانہ ہوکر
اوس مقام تک پہونچے تو وہ لوگ آپکی خدمت مین حاضر ہوئے
اور یہ عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلعم ہملوگون نے سردی اور
بارش مین بیمارون اور کمزورون کے نماز پڑھنے کے لیے

خاطر ما چنین میخواہد کہ قدم رنجہ فرمائی و بنماز گزاردن
آن مسجد را مشرف سازی میخواستند کہ بواسطہ
نماز آنحضرت صلعم در آنجا۔ آنرا استحکام و ثبات
دہند لاجرم انواع چرب زبانی نمودند پیغمبر
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در جواب آن منافقان
فرمود کہ حالا متوجہ غزوہ ایم ان شاء اللہ اگر باز آئیم
در آنجا نماز گذاریم و وقت بازگشتن از غزوۂ تبوک
چون بمنزل ذی اوان کہ از انجا تا مدینہ یک ساعت
راہ است رسید اہل مسجد آمدند و استدعا نمودند
کہ وعدہ فرمودہ بودی اکنون وقت وفا و عدہ است
جبرئیل آمد و این آیہ آورد وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا
ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا
لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ
اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا۔ پس آنحضرت مالک
بن الدخشم و معن بن عدی و برواتیے عامر بن عدی
را طلبید و گفت بروید بآن مسجد کہ ظالمان بنا کردہ اند
و آنرا بکنید و بسوزانید بموجب فرمودہ روان شدند
و در راہ بہ بنی سالم بن عوف کہ در محلہ مالک بن
الدخشم بود رسیدند مالک با معن گفت ساعتی
صبر کن تا بخانہ خود روم و شعلۂ آتش با خود بیاریم
پس رفت و شاخ خرما روشن ساخت و آمد و
دویدہ میرفتند تا بمسجد ضرار و اہل آن مسجد و
بانیان آن آنجا بودند و آتش در آن مسجد زدند

ایک مسجد بنائی ہے ہماری تمنا یہ ہے کہ آپ اوس مسجد میں قدم رنجہ
فرماکر اوسکو مشرف فرماویں اون کا مدعا یہ تھا کہ آپ کی تشریف
بری سے مسجد کی عظمت بڑھا یئں اس بنا پر اونھون نے اپنی
استدعا میں بڑی چرب زبانی سے کام لیا آنحضرت صلعم نے
اونکے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس وقت تو ایک مہم پر جاتے
ہیں وہان سے واپس آکر اگر رضائے خدا ہوگی تو ہم اس مسجد
مین نماز پڑھینگے جب غزوہ تبوک سے لوٹ کر آپ منزل ذی اوان
مین پہونچے۔ جہان سے مدینہ منورہ کل ایک گھنٹہ کا راستہ
ہے تو اہل مسجد آپکی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ نے
وعدہ فرمایا تھا اب وعدہ وفائی کا وقت آگیا۔ اس اثنا مین وحی
نازل ہوئی۔ وہ لوگ جنھون نے ایک مسجد ضرار اور پھوٹ ڈالنے
اور کفر پھیلانے کی غرض سے تیار کی اور اس غرض سے کہ لوگ
پہلے سے خدا اور رسولؐ سے لڑتے ہین۔ اونکو ایک کمینگاہ ہاتھ
آئے وہ قسم کھاتے ہین کہ ہمنے صرف بھلائی کی غرض سے ایسا
کیا اور خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹ کہتے ہین محمدؐ۔ تو کبھی
اوس مسجد مین جاکر نہ کھڑا ہو۔ وہ مسجد جسکی بنیاد پہلے ہی دن سے
پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تو اوسمین
نماز پڑھے۔ وہان ایسے لوگ ہین جنکو صفائی محبوب ہے اور خدا
صفائی پسند کرنیوالون کو چاہتا ہے۔ آپنے اوسوقت مالک بن
الدخشم اور معن بن عدی اور ایک روایت کے موافق معن بن
عدی کے بھائی کو حکم دیا کہ اوس مسجد مین جاکر جسکو ان ظالمون
نے بنایا ہے۔ اوسکو ڈھا دو اور جلا ڈالو چنانچہ حسب الحکم یہ لوگ
روانہ ہوئے اور جب قبیلہ بنی سالم بن عوف مین پہونچے جو مالک
ابن الدخشم کا محلہ تھا تو مالک نے اپنے رفیق معن سے کہا کہ تم

وبکند ندحاشیہ ۴۹۸ - ۴۹۹ ذرا ٹھہر جاؤ مین اپنے گھر سے جا کر آگ لیتا آؤن یعنی ٹھہر گئے

اور مالک اپنے گھر جا کر خرمے کی ایک جلتی ہوئی شاخ اوٹھا لائے اور پھر یہ دونون آدمی وہان سے دوڑتے ہوئے چلے اور راوس مسجد کے پاس پہونچے وہان اوسکے بانیان اور اوسکے ہمراہیان موجود تھے۔ ان لوگون نے اونکے سامنے اُنکی عمارت مین آگ لگادی اور پھر اوسکو کھود کر زمین کے برابر کر دیا۔

شبلی صاحب کے مجرد اس لکھدینے سے کہ ابو عامر عیسائی تھا اسلام کی صفائی تو نہین ہوتی۔ بلکہ معترضین کے لئے تعریضات کی اور گنجایش ہوجاتی ہے اسلیئے اوسکی تفصیل اطوار و کردار لکھکر یہ کھلادینا تھا کہ اوسکی عیسائیت بھی۔ اب عیسائیت نہین رہی تھی بلکہ صاف صاف اسلام کی مخالفت اور بانی اسلام علیہ السّلام کی کھلی کھلی عداوت تھی اوسکے حالات بتلا رہے ہین کہ وہ ابتدائے ہجرت سے اسوقت تک اسلام کے درپے آزار تھا۔ بدر۔ احد اور حنین کے متواتر معرکون مین برابر ناکامیاب رہ کر اسلام مین پھوٹ ڈالکر گھر کے اندر ہی اندر تباہ کر دینے کی یہ اوسکی آخری کوشش تھی۔ جو ہرقل رومی کے ذریعہ اور منافقین کے وسیلہ سے عمل مین لانا چاہتا تھا۔

اسی طرح صرف مسجد ضرار کے لکھدینے سے پوری توضیح نہین ہوتی۔ صاف صاف حالات لکھکر بتلادینا ضروری تھا کہ اس کا بظاہر مسجد نام تھا ورنہ حقیقتاً وہ ہزارون مفسدہ انگیزیون اور فتنہ خیزیون کا مقام تھا وہ عبادت گاہ نہین تھی بلکہ مخالفین اسلام کی کمینگاہ۔ جیسا کہ خود ابو عامر کے وہ الفاظ بتلا رہے ہین جو اوس نے اپنے خط مین منافقین مدینہ کے نام لکھے ہین لیکن خداوند عالم و دانا نے اپنے رسول برحق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اُسکے حقیقی حال سے مطلع فرمادیا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بحکم خدا اس مقام فتنہ و فساد کو گروا دیا۔

کعب ابن مالک صحابی کی سرگذشت اور معافی

مسجد ضرار کو مسمار فرما کر آنحضرت صلعم بخیریت تمام مدینہ منورہ مین داخل ہوئے متخلفین لشکر تبوک حاضر خدمت ہوئے۔ ان مین کعب ابن مالک بھی تھے کعب اپنا حال اس طرح بیان کرتے ہین کہ اس سفر مین میرا گھر جانا ابتلائے محض تھا۔ ایسا کرنے کا میرا ارادہ نہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا۔ سفر کا جملہ سامان مرتب تھا۔ عمدہ عمدہ اونٹنیان میرے موجود تھین۔ میری مالی حالت بھی ایسی اچھی تھی کہ پہلے کسی کی ایسی نہین تھی۔ اس سفر کے لئے مین نے دو مضبوط شتر بھی خرید کر رکھے تھے۔ حالانکہ اس سے پیشتر میرے پاس کبھی دو اونٹ نہین ہوئے تھے۔ لوگ سفر کی تیاری کر رہے تھے۔ اور مجھے ذرا فکر نہ تھی۔ مین نے سوچ رکھا تھا

کہ جس روز کوچ ہوگا مین چل کھڑا ہونگا۔ لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا مجھے تھوڑا سا کام تھا مین نے کہا خیر۔ مین کل جاؤن گا۔ دو تین روز اسی سستی اور تذبذب مین گذر گئے۔ اب لشکر اتنا دور نکل گیا تھا کہ اوس سے ملنا مشکل تھا۔ مجھے نہایت صدمہ تھا کہ یہ کیا ہوا۔ مین ایک روز گھر سے نکلا۔ مجھے اون منافقین کے سوا جو جھوٹ موٹ عذر کرنے کے عادی تھے اور کوئی بھی راستے مین نہ ملا یہ دیکھ کر میرے تن بدن مین مارے رنج و غم کے آگ لگ گئی۔ یہ دن بُرے اسی طرح گذر گئے۔ یہانتک کہ نبی صلعم تشریف لائے اب مین حیران تھا کہ کیا کرون اور کیا کہون اور کیونکر خدا و رسولؐ کے عتاب سے بچاؤ کرون لوگون نے مجھے بعض بہانے بتلائے۔ مگر مین نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے مین نبی صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا۔ نبی صلعم نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا۔ تبسم خشم آمیز تھا۔ میرے تو ہوش اوسی وقت جاتے رہے۔ نبی صلعم نے پوچھا کعب تم کیون رہ گئے تھے۔ کیا تمھارے پاس کوئی سامان مہیا نہ تھا۔ مین نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم میرے پاس تو سب کچھ تھا میرے نفس نے مجھے غافل بنا دیا کاہلی نے مجھپر غلبہ کر دیا۔ شیطان نے حملہ اور مجھے حرمان و خذلان کے گرداب مین ڈالدیا نبی صلعم نے کہا تم اپنے گھر ٹھہرو اور حکم الٰہی کا انتظار کرو۔

بعض لوگون نے کہا دیکھو۔ اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا نہوتا۔ مین نے کہا۔ تب بھی وحی الٰہی سے میرا جھوٹ کھلجاتا اور پھر مین کہین کا نہ رہتا۔ معاملہ کسی دنیا دار سے نہین ہے۔ بلکہ اللہ کے رسولؐ کے ساتھ ہے۔ مین نے دریافت کیا کہ جو حکم میرے لیئے ہوا ہے۔ کسی اور کے لیئے بھی ہوا ہے۔ لوگون نے کہا۔ ہان۔ ہلال ابن امیہؓ اور مرارہ بن ربیع کی بھی یہی حالت ہے۔ یہ سنکر مجھے ذرا تسلی ہوئی کہ دو مرد صالح اور بھی میری جیسی حالت مین ہین۔

اب رسولخدا صلعم نے حکمدیا کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے اور نہ ہمارے پاس آکر بیٹھے۔ اب دنیا ہمارے لئے وبال معلوم ہونے لگی۔ اندنون مین ہلال اور مرارہ تو گھر سے بھی باہر نہ نکلے۔ اسلیئے کہ وہ بوڑھے بھی تھے۔ لیکن مین جوان تھا اور دلیر۔ گھر سے نکلتا۔ مسجد نبویؐ مین جاتا۔ نماز پڑھکر مجلس مبارک کے ایک گوشہ مین بیٹھ جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت بھری دزدیدہ نگاہ سے مجھے دیکھا کرتے۔ میری شکستگی کا حال ملاحظہ فرمایا کرتے اور جب مین اونکی طرف آنکھ اوٹھاتا تو حضور اعراض و تغافل فرمایا کرتے۔ مسلمانون کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھسے بات کرتا اور نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا۔ ایک روز مین نہایت رنج و الم مین مدینہ سے باہر نکلا۔

میرا چچیرا بھائی تھا اور ہم دونون مین بڑی محبت تھی۔ سامنے اوسکا باغ تھا۔ وہ باغ مین کچھ عمارت بنوا رہا تھا۔ مین اوسکے پاس چلا گیا۔ اوسے سلام کیا اوس نے جواب تک نہ دیا اور منھ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ مین نے کہا۔ ابو قتادہ۔ تم خوب جانتے ہو کہ مین خدا اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہون اور کفر و نفاق کا مجھپر اثر نہین ہے۔ پھر تم کیون مجھسے بات نہین کرتے۔ ابو قتادہ نے اب بھی جواب نہ دیا۔ جب مین نے تین بار اسی بات کو دُھرایا۔ تو میرے چچیرے بھائی نے صرف اسقدر جوابدیا کہ خدا اور رسول ہی کو خوب معلوم ہے۔ مجھے بہت ہی رقت آئی۔ اور مین بہت رویا۔

پھر مین مدینہ مین لوٹ آیا تو مجھے ایک عیسائی ملا۔ شہر مین مجھے تلاش کر رہا تھا لوگون نے بتلا دیا وہ یہی شخص ہے۔ اوسکے پاس بادشاہ غسّان کا ایک خط میرے نام تھا۔ خط مین لکھا تھا۔ ہمنے سُنا ہے کہ تمھارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ تمکو اپنے پاس سے نکلوا دیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تمپر جور و جفا کرتے ہین۔ ہمکو تمھارے درجہ و منزلت کا حال پورے طور سے معلوم ہے [illegible] تم اس قابل نہین کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے یا تمھاری عزت کے خلاف تم سے کوئی [illegible] اب تم یہ خط پڑھتے ہی [illegible] لکھو کہ مین تمھارا [illegible] انتظار کر رہا ہون۔

خط پڑھتے ہی مین نے کہا یہ اور ایک مصیبت مجھپر آئی ہے اور اس سے بڑھکر کیا مصیبت ہو سکتی ہے کہ آج ایک عیسائی مجھپر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے اس خیال سے میرا اندوہ و رنج چند در چند بڑھ گیا۔ خط کو قاصد کے سامنے ہی آگ مین ڈالدیا اور قاصد سے کہا جاؤ۔ کہدینا کہ آپ کی عنایات و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر اور خوشتر ہے۔

مین وہان سے لوٹ کر گھر پہونچا تو دیکھا نبی صلعم کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا موجود ہے اوسنے کہا نبی صلعم نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو کرو۔ یہ سُنکر مین نے اپنی بیوی کو میکے بھیجدیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ہلال اور مرارہ کے پاس بھی یہی حکم پہونچا تھا۔ ہلال کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور عرض کرنے لگین۔ یا رسول اللہ ص۔ ہلال بالکل کمزور اور ضعیف ہے اور اوسکی خدمت کے لیئے کوئی خادم بھی نہین اگر اذن ہو تو مین اوسکی خدمت کرتی رہون۔ فرمایا۔ ہان۔ مگر اوسکے بستر سے دور رہو۔ عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہلال کا تو غم و ملال سے ایسا حال ہے کہ اوسے تو کوئی خیال ہی نہین ہے۔ اب مجھسے لوگون نے کہا کہ تم بھی

اپنے لیئے اتنی اجازت لے لو کہ تمہاری بیوی تمہارا کام کاج تو کر دیا کرے۔ میں نے کہا کہ میں تو ایسی جرات نہیں کرنے کا۔ پھر کیا خبر ہے حضور اجازت دیں یا نہ دیں۔ اور میں تو جوان ہوں آپ اپنا کام کر سکتا ہوں مجھے خدمت کی ضرورت نہیں۔

الغرض اسی مصیبت میں پچاس دن گزر گئے ایک رات اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالان تھا کہ کوہ سلع پر چڑھکر جو میرے گھر کے قریب تھا۔ ابوبکر صدیق نے آواز دی کہ آپ کو مبارک ہو کہ آپکی توبہ قبول ہو گئی یہ آواز سنتے ہی میرے دوست احباب دوڑ پڑے اور مبارکباد کہنے لگے کہ مخلص کی دعا و توبہ قبول ہوئی۔ یہ سنتے ہی میں نے پیشانی کو خاک پر رکھدیا اور سجدہ شکرانہ ادا کیا اور پھر دوڑا دوڑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا نبی صلعم مہاجر و انصار کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھکر مہاجرین نے مبارکباد دی اور انصار خاموش رہے۔ میں نے آگے بڑھکر سلام عرض کیا۔ اس وقت چہرۂ مبارک جوش مسرت سے ماہ چہاردہ کی طرح تابان و درخشان ہو رہا تھا اور عادت مبارک تھی کہ خوشی میں چہرۂ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا۔ مجھسے فرمایا کعب مبارک اس بہترین دن کے لیے جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا کوئی دن ایسا مبارک تجھپر آجتک نہیں گذرا۔ آج تمہاری توبہ کو رب العالمین نے قبول فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ص اس قبولیت کے شکرانہ میں میں اپنا کل مال راہ خدا میں صدقہ دیتا ہوں نبی صلعم نے فرمایا نہیں میں نے عرض کی نصف۔ فرمایا نہیں میں نے عرض کی ثلث۔ فرمایا ہاں ثلث خوب ہے اور ثلث بھی بہت ہے۔ رحمۃ ارض ۱۴۹۔۱۵۳

حج اکبر حضرت علی ع کے محاسن خدمات تبلیغ سورۂ برات

(۱۰ ذی الحجہ ۹ھ ہجری)

شبلی صاحب کی قلم آرائی اور طبع آزمائی کا یہ بھی ایک موقع ہے۔ چنانچہ حقیقت حال جن قلمی ترکیبوں سے چھپائی گئی۔ وہ آپکے مفصلہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔

۹ھ ہجری۔ پہلا موقع ہے کہ کعبہ کفر و شرک کی ظلمت سے پاک ہو کر عبادت ابراہیمی کا مرکز قرار پاتا ہے غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ذیقعدہ یا ذی الحجہ ۹ھ ہجری میں آپنے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے حج کے لیے روانہ فرمایا ان میں حضرت ابوبکر قافلہ سالار اور حضرت علی نقیب اسلام اور حضرت سعد بن وقاص و جابر و ابوہریرہ وغیرہ معلم تھے۔ قربانی کے بیس اونٹ ساتھ

(النبی جلد اول)

چونکہ اس واقعہ میں حقیقتاً پہلے حضرت ابوبکر کی ا... حج اور پھر علم صداوں کی معزولی اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کی ماموری کی حقیقت داخل تھی۔ اسلیئے آپ نے حضرت ابوبکر کی امارت اور تبلیغ سورہ برات کے منصب ... واقعہ ... دیا ... کو قافلہ سالاری کے منصب سے تبدیل فرما دیا۔ حالانکہ امارت قوم اور قافلہ سالاری میں جو فرق ما یہ الامتیاز ہے وہ آپکی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے

بہرحال۔ چونکہ جب حضرت ابوبکر کی امارت معمولی قافلہ سالاری بتلا دی گئی تو ضرور تھا کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ کی امارت بھی اپنے مرتبہ ... نیچے اور معمولی درجہ پر لائی جاتی ہے۔ اسلیئے وہ نقابت ٹھہرائی گئی۔ پھر اس پر بھی بس نہیں کی گئی۔ اس واقعہ کی اہمیت کو صرف حضرت علیؑ کے استخلاف عظمت و منزلت کی غرض خاص سے ... صورت ... سعد ابن وقاص جابر اور ابوہریرہ کو بھی اسکی عظمت و اہمیت میں بدرجہ مساوی شریک ٹھہرایا گیا اور ان تمام ترکیب و تدبیر سے مدعائے خاص آپ کا یہ تھا کہ اس موقع اور واقعہ خاص کی عظمت و اہمیت کسیکو معلوم نہو۔

تمہیداً اتنا لکھکر گذارش خدمت یہ ہے کہ شبلی صاحب کو بار بار ہم لکھ کر بتلاتے آتے ہیں کہ للہ حقیقت کو چھپانے کی کوشش نہ کیجیئے۔ کیونکہ حقیقت چھپ ہی نہیں سکتی۔ اگر چھپ جائے تو وہ حقیقت ہی نہیں ہے آپ کی انسانی قوت کی امکانی مقدار و بساط اتنی ہی تھی کہ آپنے واقعہ کی اصلیت کو اپنی سیرۃ النبی میں چھپا دیا اور چھپانے کے بعد پھر اوسکو تخصیص کی صورت خاص سے تعمیم کی شکل عام میں ملا دیا۔ لیکن سیرۃ النبی سے پہلے کے دفتر کے دفتر کارنامے کے کارنامے پشتارے کے پشتارے۔ جو اسکی حقیقت اصلیت اور واقعیت سے بھرے پڑے ہیں وہ کیا ہوجاینگے۔ اور کیسے مٹ جائینگے۔ اور ایک آپ

صحیح ترمذی[۱]۔ امام ابن حنبل[۲]۔ طبری[۳]۔ کواشی[۴]۔ نسائی[۵]۔ حموی[۶]۔ سہیلی[۷]۔ ثعلبی[۸]۔ حاکم[۹]۔ ابن مردویہ[۱۰] ابن ابی شیبہ[۱۱]۔ ابن حبان[۱۲]۔ عبدالرزاق[۱۳]۔ ابن المنذر[۱۴]۔ ابن ابی حاتم[۱۵]۔ ابن خزیمہ[۱۶]۔ ابوعوانہ[۱۷]۔ طبرانی[۱۸] دارقطنی[۱۹]۔ بیہقی[۲۰]۔ سبط ابن جوزی[۲۱]۔ سعید ابن مسعود گازرونی[۲۲]۔ عینی[۲۳]۔ ابن حجر[۲۴]۔ ابن کثیر شامی[۲۵]۔ امام قندوزی[۲۶]۔ محدث شیرازی[۲۷] اور محدث دہلوی[۲۸] کے اقوال متواترہ اور مختارہ کا ذخیرہ پر کیسے قلم ایراد پھیر دینگے۔ اور ان تمام متواترات کے خلاف اپنی لو ایجاد روئیداد کو کیسے ثابت کردینگے۔ ہم آپکی اس صناعت کے خلاف اور حقیقت کے انکشاف میں مرقومۂ بالا اسناد سے صرف اہل صحاح۔ اہل تفسیر۔ اہل حدیث اور اہل تاریخ کے دو دو قول ذیل میں لکھکر ثابت کردینگے کہ واقعہ کیا ہے اور شبلی صاحب لکھتے کیا ہیں

صحیح ترمذی مین ہے۔

حدثنا بندار نا عفان بن مسلم وعبد الصمد قالا نا حماد بن سلمة عن سماك بن حرب عن انس بن مالك قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ببراءة مع ابی بکر ثم دعاه فقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ هذا الا رجل من اهلی فدعا علیًا واعطاه ایاه

بندار نے عفان بن مسلم سے۔ عفان عبد الصمد سے اور دونون نے حماد بن سلمہ سے۔ حماد نے سماک بن حرب سے سماک نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے سورۂ برائت دیکر حضرت ابوبکر کو بھیجا پھر اونکو راستہ سے بلا بھیجا اور فرمایا کہ اسکو سوائے میرے اہلبیت مین کسی آدمی کے اور کوئی نہین لیجا سکتا۔ پھر علی بن ابی طالب کو بلایا اور وہ آیات اونکو عطا فرمائے۔

امام نسائی لکھتے ہین۔

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا عفان وعبد الصمد قالا حدثنا حماد بن سلمة عن سماك بن حرب عن انس بن مالك قال بعث النبی ببراءة مع ابو بکر ثم دعاه فقال لا ینبغی ان یبلغ هذا الا رجل من اهلی فدعاه علیًا واعطاه ایاه اخبرنا العباس بن محمد الدوری قال حدثنا ابو نوح قرّاد عن یونس بن ابی اسحاق عن زید بن یثیع عن علیؑ قال ان رسول اللہ ص بعث ببراءة الی اهل مکة مع ابوبکر ثم اتبعه لعلی فقال له خذ الکتاب فامض به الی اهل مکة قال فلحقته واخذت الکتاب منه فانصرف ابوبکر وهو کئیب فقال یا رسول اللہ ص انزل فیّ شیٔ قال لا الا انی امرت ان ابلغه

محمد بن بشار نے عفان اور عبد الصمد سے اور دونون نے حماد بن سلمہ سے اور حماد نے سماک بن حرب سے اور سماک نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ برائت دیکر حضرت ابوبکر کو مکہ بھیجا پھر راستہ سے بلاکر اون سے کہا کہ اسکو کوئی دوسرا سوائے میرے اہلبیت کے نہین لیجا سکتا۔ یہ کہکر آپنے حضرت علیؑ کو بلایا اور وہ سورہ اونھین عطا فرمایا۔ عباس ابن محمد الدوری نے ابو نوح قراد سے ابو نوح نے یونس بن ابی اسحاق سے۔ یونس نے زید بن یثیع سے اونھون نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برائت دیکر اہل مکہ کے پاس بھیجا پھر علیؑ کو یہ حکم دیکر بھیجا کہ راستہ مین وہ سورہ اون سے لے لین اور اوسکو اہل مکہ کے پاس لیجائین۔ حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ ہم چلے اور راہ مین حضرت ابوبکر سے ملے اور وہ سورہ اون سے لے لیا حضرت ابوبکر ملول ہوکر آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ کیا میرے حق مین کچھ وحی آئی ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا

انا او رجل من اهل بیتی قال حدثنا
عبد الله بن عمر قال حدثنا اسباط
عن فطر عن عبد الله بن شریك
عن عبد الله بن رقیم عن سعد قال بعث
رسول الله صلعم ابا بكر ببراءة حتى
اذا كان ببعض الطريق ارسل عليًا
فاخذها منه ثم سار بها فوجد
ابو بكر في نفسه فقال قال رسول
الله صلعم انه لا يؤدي عني الا انا
او رجل مني

نہیں۔ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ اسکی تبلیغ میں خود
کروں یا اپنے اہلبیت میں سے کسی شخص سے کراؤں
عبداللہ بن عمر نے عبداللہ بن اسباط سے۔ اوس نے فطر
فطر نے عبداللہ بن شریک سے۔ اوس نے عبداللہ بن رقیم
سے اوس نے سعد سے روایت کی ہے کہ جناب محمد صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برائت دیکر بھیجا
وہ ابھی راہ ہی میں تھے کہ حضرت علیؑ کو بھیجا وہ سورہ اُن
سے لے لیں۔ حضرت علیؑ وہ سورہ لیکر چلے اور حضرت ابوبکر
راہ ہی میں سے حضرت ابوبکر کے دل میں خیال گذرا اور خدمت رسولؐ میں حاضر ہوکر متعرض [?]
آپنے ارشاد فرمایا کہ اسکو کوئی شخص میں نہیں پہنچا سکتا سوائے میرے یا اُس شخص کے جو مجھ سے ہو [?]

اہل صحاح کے بعد اہل تفاسیر کے اقوال ذیل میں ملاحظہ ہوں۔ تفسیر نیشاپوری میں مرقوم ہے

نزلت هذه السورة سنة تسع وكان
قد امر فيها ابا بكر على الموسم فلما نزلت
السورة امر عليًا راكب العضباء
ليقرأها على اهل الموسم فقيل له
لو بعثت بها الى ابي بكر فقال لا يؤدي
مني الا رجل مني۔

یہ سورہ سنہ ۹ ہجری میں نازل ہوا اور اُس سال امیر حج حضرت ابوبکر تھے
پس جب یہ سورہ اترا تو آپ نے حضرت علیؑ کو بھیجا اور وہ آپکے ناقہ
عضباء پر سوار ہوکر گئے اور اوس سورہ کو حجاج کے سامنے پڑھا
لوگوں نے پوچھا کہ یہ کام حضرت ابوبکر سے کیوں نہ لیا گیا ارشاد ہوا کہ
اس کام کو میری طرف سے کوئی شخص نہیں ادا کر سکتا
تھا سوائے اوسکے جو مجھ سے ہو۔

تفسیر دُرِ منثور امام سیوطی میں ہے۔

اخرج عبد الله بن احمد بن حنبل
في زوائد المسند وابو الشيخ وابن مردويه
عن علي قال لما نزلت عشر آيات من براءة
على النبي دعا ابا بكر ليقرأها على اهل
مكة ثم دعاني فقال لي ادرك
ابا بكر فحيثما لقيته فخذ الكتاب منه

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد مسند میں اور ابوالشیخ اور
ابن مردویہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ جب
سورۂ برائت کی دس آیتیں نازل ہوئیں تو آنحضرت صلعم نے
وہ آیتیں حضرت ابوبکر کو دیں۔ کہ اہل مکہ کو جاکر سنا دیں اسکے بعد
پھر مجھے بلاکر حکم دیا کہ جاؤ اور ابوبکر سے جاکر ملو جہاں کہیں اور
جہاں وہ تمہیں ملیں تم اون سے وہ سورہ لے لو

فاقرء علی اھل مکۃ فلحقہ فاخذ الکتاب منہ ورجع ابو بکر فقال یا رسول اللہ انزل فیّ شیء قال ولکن جبرئیل جاءنی فقال لن یؤدی عنک الا انت او رجل منک واخرج ابن ابی شیبۃ واحمد والترمذی وحسّنہ وابو الشیخ وابن مردویہ عن انس قال بعث النبی ببراءۃ مع ابوبکر ثم دعاہ فقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی فدعا علیًا فاعطاہ ایاہ واخرج ابن مردویہ عن ابن ابی وقاص ان رسول اللہ صلعم بعث ابا بکر ببراءۃ الی اھل مکۃ ثم بعث علیًا علی اثرہ فاخذھا منہ فکان ابوبکر وجد فی نفسہ فقال النبیؐ یا ابا بکر انہ لا یؤدی عنی الا انا او رجل منی۔

اور جا کر اہل مکہ کو سناؤ حضرت علیؑ بیان کرتے ہیں کہ یہ سنکر میں روانہ ہوا حضرت ابوبکر سے ملا۔ حضرت ابوبکر وہاں سے رخصت ہوئے اور حضرت رسولخداؐ کی خدمت میں لوٹ آئے اور آپ سے پوچھنے لگے کہ آیا میرے حق میں کوئی وحی نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں لیکن اس سورہ کو سوائے میرے یا اوس شخص کے جو مجھ سے ہو کوئی دوسرا شخص نہیں لیجا سکتا اور ابن ابی شیبہ اور احمد بن حنبل اور ترمذی نے یہ روایت کی ہے اور اسکو حسن تلایا ہے اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بھی انس بن مالک کی اسناد سے بیان کیا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برات دیکر اہل مکہ کی طرف روانہ کیا اون کے پیچھے حضرت علیؑ کو بھیجا کہ وہ سورہ اون سے لے لیں حضرت ابوبکر کے دل میں خیال پیدا ہوا تو آنحضرت صلعم نے اون سے کہا کہ اسکو کوئی شخص لے جا نہیں سکتا ہے سوائے میرے یا اوس شخص کے جو مجھ سے ہو۔

اہل تفاسیر کے بعد اصحاب حدیث کے دو اقوال ذیل میں ملاحظہ ہوں علامہ عینی عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری میں تحریر فرماتے ہیں۔

قال السھیلی کان سیدنا رسول اللہ صلعم حین قدم من تبوک اراد الحج فذکر مخالطۃ المشرکین للناس فی حجھم وتلبیتھم بالشرک وطوافھم عراۃ بالبیت وکانوا یقصدون بذلک ان یطوفوا کما ولدوا بغیر الثیاب التی اذنبوا فیھا فاظلموا۔

سہیلی کہتے ہیں کہ ہمارے مولا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک سے واپس آئے۔ تو آپ نے حج کا قصد فرمایا اور آپ نے مشرکین کا مومنین کے ساتھ خلط ملط ہونا۔ اور بطریقہ شرک مراسم تلبیہ بجا لانا۔ اور برہنہ بدن ہو کر طواف کرنا۔ جیسا کہ مشرکین اپنے اس خیال کی بنا پر کیا کرتے تھے کہ ہم برہنہ پیدا کیے گئے ہیں اسلیے، ہمکو حالت اصلی کے ساتھ بے لباس ہی طواف کرنا چاہیے

فامسك عن الحج في ذلك العام وبعث ابوبكر بسورة برأة لينبذ الى كل ذي عهد عهده من المشركين من بعض بني بكر الذين كان لهم عهد الى اجل خاص ثم اردف بعلي فخرج ابوبكر الى النبيؐ فقال هل انزل في قرآن قال لا ولكن اردت ان يبلغ عني من هو من اهل بيتي ـ

ان تمام امور کو آپ نے گناہ اور سخت ظلم قرار دیا۔ اسلئے آپ اوس سال تعدادا سے حج سے باز رہے پھر آپ نے حضرت ابوبکر کو سورہ برأت دیکر روانہ کیا اون تمام لوگون کے ساتھ جنکے ساتھ آنحضرت صلعم نے معاہدہ فرمایا تھا سوائے بنی بکر کے چند اشخاص کے جنکے معاہدے ایک میعاد خاص تک تھے سنانے جائین۔ اس حکم کے بعد آپنے حضرت علیؑ کو پیچھے سے روانہ کیا تو حضرت ابوبکر آنحضرت کی خدمت مین لوٹ آئے اور پوچھنے لگے کہ میری نسبت کیا کوئی وحی آئی ہے آپنے فرمایا نہین لیکن میرا ارادہ یہ ہوا کہ اسکی تبلیغ میری طرف سے وہ شخص کرے جو میرا اہلبیت ہو

حجۃ الہند شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مین تحریر فرماتے ہین

اصل قصہ آن است کہ ابوبکر بلا نزاع امیر حج بود و سورہ برأت اول بدست حضرت صدیق دادہ بودند بعد ازان جبرئیل فرود آمد کہ آنرا بدست مرتضیٰ باید فرستاد اخرج الترمذي عن انس بن مالك قال بعث النبيؐ صلى الله عليه وآله وسلم ببراءة مع ابوبكر ثم دعاه فقال لا ينبغي لاحد ان يبلغ هذا الا رجل من اهلي فدعا عليًّا فاعطاه اياها وعن سعد بن ابي وقاص ان رسول الله بعث ابا بكر ببراءة الى اهل مكة ثم بعث عليا على اثره فاخذها منه وقال ابوبكر وجد في نفسه فقال النبيؐ يا ابا بكر لا يؤدي عني الا انا او رجل مني ـ

اصل قصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر بلا نزاع امیر حج مقرر ہو چکے تھے اور سورہ برات بھی پہلے حضرت صدیق کے ہمراہ دیا گیا تھا لیکن حضرت جبرئیل نے نازل ہوکر کہا کہ اسکو علی مرتضیٰ کے ہمراہ بھیجنا چاہیے ترمذی نے انس بن مالک کی اسناد سے مروی کیا ہے کہ سورہ برات کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بھیجا پھر اون کو واپس بلایا اور ارشاد کیا کہ اسکی تبلیغ کوئی دوسرا شخص سوائے اوسکے جو میری اہلبیت سے ہو نہین کر سکتا۔ پھر اسکے بعد آپنے حضرت علیؑ کو بلایا اور سورہ برات اوسکے حوالہ کیا اور سعد بن ابی وقاص سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکر سورہ لیکر چلے پھر اونکے پیچھے سے حضرت علیؑ روانہ ہوئے اور انھون نے وہ سورہ اُنسے لیلیا تو حضرت ابوبکر کے دل مین خیال گذرا اور اُنھون نے آکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر پوچھا کہ میرے حق مین کوئی وحی تو نہین آئی۔ ارشاد ہوا نہین لیکن اسکو سوائے میرے یا میرے اہلبیت کے کوئی دوسرا انجام دے نہین سکتا

صحاح۔ تفاسیر۔ احادیث ہو چکی۔ اب تاریخ کے مفصلہ ذیل اسناد ملاحظہ ہون۔ علامہ سعید بن مسعود گازرونی لکھتے ہین۔

اخبرنا شیخنا صدر الدین ابو الجامع ابراہیم
بن محمد بن المؤید الحموی حدثنا شیخنا
السید محب الدین ابو العباس احمد بن
عبد اللہ الطہیر حدثنا اصیل الدین
ابو بکر عبد اللہ بن عبد الاعلی بن محمد
بن ابی القاسم القطان حدثنا موفق
الدین داؤد بن معمر بن عبد العزیز
الفارسی حدثنا عبد الرحمن بن ابی
شریح حدثنا البغوی حدثنا العلاء
بن موسی حدثنا سوار بن مصیب عن عطیۃ
العوفی عن ابی سعید الخدری قال بعث
رسول اللہ صلعم ابا بکر علی الموسم
وبعث معہ بسورۃ براءۃ واربع کلمات
الی الناس فلحقہ علی بن ابی طالب فی
الطریق فاخذ علی السورۃ وکلمات و
کان یبلغ ابو بکر علی الموسم فاذا قرأ
السورۃ نادی لا یدخل الجنۃ الا نفس
مسلمۃ ولا یقرب المسجد الحرام مشرک
بعد عامہم ہذا ولا یطوفن بالبیت عریاناً
ومن کان بینہ وبین رسول اللہ
عہد فاجلہ الی مدتہ فلما رجعا
قال ابو بکر ہل نزل فی شیء قال لا
الا خیر وما ذاک قال ان علیاً لحق بی
واخذ منی السورۃ والکلمات

ہمارے شیخ صدر الدین ابو الجامع ابراہیم بن محمد ابو المؤید
حموی نے۔ اون سے ہمارے شیخ سید محب الدین ابو العباس
احمد بن عبد اللہ الظہیر نے۔ اون سے اصیل الدین ابو بکر
عبد اللہ بن الاعلی بن محمد بن ابی القاسم القطان نے
اون سے موفق الدین داؤد بن معمر بن عبد العزیز
الفارسی نے اون سے عبد الرحمن بن ابی شریح
نے اون سے بغوی نے اون سے علا بن موسیٰ
نے اون سے سوار بن مصیب نے اون سے عطیہ
عوفی نے اون سے ابی سعید خدری نے
روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے حضرت ابو بکر کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا اور اونکو
سورۂ برائت اور احکام اربعہ دیکر اطلاع عام کے لیے
روانہ فرمایا پھر اون سے حضرت علی مرتضیٰؑ راستہ
مین ملے اور سورۂ برائت اور احکام اربعہ اون سے لیلیا
جو حضرت ابو بکر تبلیغ کے لیے لیے جاتے تھے اور جا کر اُس
سورہ کو پڑھا اور اعلان عام جاری کیا کہ کوئی شخص غیر
مسلم جنت مین نہ داخل ہوگا اور کوئی شخص مشرک آج سے
مسجد حرام مین نہین داخل ہوسکتا اور کوئی شخص ننگے بدن
بیت اللہ کا طواف نہین کرسکتا اور جس شخص کے ساتھ
رسول اللہ صلعم کا معاہدہ ہوگا وہ اپنی مدت تک باقی رہیگا
جب وہان سے واپس ہوئے تو حضرت ابو بکر نے آنحضرت صلعم
سے پوچھا کہ کیا میرے حق مین کوئی حکم خدا آیا تھا آپنے فرمایا نہین
سب خیریت ہے حضرت ابو بکر نے عرض کی کہ علی مرتضیٰ نے
مجھسے راہ مین مذکورہ سورہ اور کلمات لے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فقال اجل لم یکن یبلغھا الا انا او رجل منی

ارشاد فرمایا کہ اوسکو کوئی شخص نہیں پہونچا سکتا سوائے میرے یا اوس شخص کے جو مجھ سے ہو

تاریخ ابن کثیر شامی مین ہے۔

قال الامام احمد حدثنا عفان حدثنا حماد عن سماک عن انس ابن مالک ان رسول اللہ صلعم بعث ببراءۃ مع ابوبکر فلما بلغ ذا الحلیفۃ قال لا یبلغھا الا انا او رجل من اھل بیتی فبعث بھا مع علی ابن ابی طالب وقد رواہ الترمذی۔

امام احمد نے عفان سے۔ عفان نے حماد سے حماد نے سماک سے سماک نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورہ برات دیکر روانہ کیا جب وہ ذوالحلیفہ تک پہونچے تو آپنے ارشاد فرمایا کہ اسکو کوئی شخص پہونچا نہیں سکتا سوائے میرے یا اوس شخص کے جو میرے اہلبیت سے ہو۔ اسکے بعد اوسکو حضرت علیؑ کی معرفت بھیجا۔ ایسے ہی ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔

اب محققین واقعیت اور متلاشین حقیقت مرقومہ بالا عبارات صحاح۔ تفاسیر۔ احادیث اور تواریخ کی مندرجہ بالا مضامین کو شبلی صاحب کے اوس بیان سے جو آپکی عبارت مین اوپر نقل کی گئی ہے مقابلہ فرماکر خود سمجھ لین کہ اتنے علمائے متقدمین کے قدیم ماخذ اس واقعہ کی حقیقت کیا بتلاتے ہین اور شبلی صاحب کی نئی کتاب اسلامی دنیا کو کیا سمجھاتی ہے۔ شبلی صاحب صرف حضرت علیؑ مرتضیٰ کی فضیلت وعظمت کو لفظون مین چھپاتے ہین اور حضرت ابوبکر کو سورہ برات کی حوالگی اور اوسکے اعلان کے لیے اون کی پہلی ماموری۔ پھر اون کی جگہ ان تبلیغی خدمات پر حضرت علیؑ کی تقرری حضرت ابوبکر کی خدمت رسول مین واپسی اور راستہ سے عود کرنے کی وجہ آنحضرت صلعم کی تصریح ان تمام واقعیت واصلیت کو بالکل نسیًا منسیًا فرماتے ہین یہی آپکی تاریخ نویسی کا فلسفۂ حقیقت ہے۔ آپکو بخاری کی ایک آڑ مل گئی ہے جسکو آپ پہاڑ کا اوٹ سمجھے ہین۔ حالانکہ وہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور اور نامضبوط ہے اور اتنے متواترا قوال ومختار کے مقابلہ مین نہ اوس کا شمار ہوسکتا ہے اور نہ اعتبار کیونکہ ان کی حقیقت حال کے اہداف واستخفاف سے بخاری کی بھی وہی غرض وغایت تھی جو آپکی اس بنا پر نہ اوس وقت سے لیکر اس وقت تک بخاری کے مختار پر نہ کسی نے اعتبار کیا اور نہ آپ ہی کے قول پر کوئی اعتبار کرسکتا ہے چنانچہ جمع بین الصحیحین میں حمیدی نے بخاری کی اس حدیث پر جو تقریر یہ لکھا ہے وہ ذیل مین ملاحظہ ہو۔

قال ابوبکر بعثنی فی تلک الحجۃ فی المؤذنین یوذنون بمنی ان لا یحج بعد عام المشرک

بخاری حضرت ابوبکر کی زبانی لکھتے ہین کہ اس سال مجھکو حج کے ایام مین بمقام منیٰ اس اعلان کرنیکے لیے بھیجا گیا کہ اس سال کے

ولا یطوف بالبیت عریان قال حمید	بعد کوئی مشرک حج کرنے نہ آسکے اور کوئی شخص ننگے بدن
ثم اردف النبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ	بیت اللہ کا طواف نہ کرے حمید کہتے ہین پس اسکے بعد جناب
وسلم بعلی ابن ابی طالب فامرہ ان	رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب
یوذن ببراءۃ قال ابوھریرۃ فاذن معنا	کو پیچھے سے بھیجا اور اونکو حکم دیا کہ وہ سورۂ برات کا اعلان
علیؑ فی اھل منی یوم النحر ببراءۃ و	کرین چنانچہ ابوہریرہ بیان کرتے ہین کہ حضرت علیؑ نے ہملوگون کے
ان لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف	ساتھ مقام منی مین قربانی والے دن اعلان برات کیا کہ
بالبیت عریان ۔	کوئی مشرک امسال کے بعد حج نہ کرے اور کوئی شخص ننگے بدن بیت اللہ معظم کا طواف نہ کرے

محققین کو اب بخوبی معلوم ہوگیا کہ حقیقت کبھی نہین چھپ سکتی ۔ بخاری نے تو چھپائی ۔ لیکن اوسی وقت کے محققین اور خصوصًا اون کے شارحین نے اسکی حقیقت کا پورا انکشاف کردیا ۔ جیسا کہ حمیدی کی مرقومۂ بالا عبارت سے کما حقہ ثابت ہوگیا ۔

یہ نکتہ بھی لکھکر بتلا دینا ضروری ہے کہ حمیدی نے اپنی عبارت کو ثم کے لفظ سے آغاز کیا ہے ۔ شبلی صاحب تو ماشاءاللہ ۔ عربی کے مستعد ادیب اور مدرسۃ العلوم کے نامی پروفیسر ضرور جانتے ہونگے کہ عربی کے قواعد نحو مین ثم ۔ حرف تراخی و ترتیبی مشہور رہے ۔ اس کا استعمال خاصکر ایسے موقع پر ہوتا ہے جہان عبارت غیر مرتب مین ترتیب دینی ضروری ہوتی ہے ۔ اب بخاری کے استخفاف واقعہ کی حقیقت ثم کی ضرورت استعمال سے ملائی جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ بخاری نے چونکہ حضرت ابوبکر کی ماموری اعلان برات کے واقعہ کو لکھا اور مابعد کے واقعہ کو چھوڑ دیا اسلئے امام حمیدی نے ضرورت ترتیب حدیث کی ضرورت سے مابعد کے واقعہ کو جب لکھا تو ثم کے حرف ترتیبی سے شروع کیا ۔

بخاری صاحب و نیز شبلی صاحب کے استخفاف حقیقت کا پورا انکشاف کرکے اب ہم اس واقعہ مین شبلی صاحب کی اوس ترکیب خاص کی حقیقت کھولتے ہین ۔ جس مین آپنے حضرت جابر ۔ سعد بن ابی وقاص اور ابوہریرہ کو داخل کرکے اسکی صورت تخصیص کو تعمیم کی معمولی شکل مین بدل ڈالا ۔ ان حضرات کی مداخلت کی ضرورت کی نسبت امام طحاوی مشکل الآثار مین تحریر فرماتے ہین ۔

ھذا مشکل لان الاخبار فی ھذہ القصۃ	یہ مشکل مسئلہ ہے کیونکہ اس واقعہ مین تمام حدیثین اس
تدل علی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ	امر پر دلالت کرتی ہین کہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت

وسلم بعث ابابکر فذلک ثم اتبعہ علیاً فامرہ ان یوذن فکیف یبعث ابوبکر اباھریرۃ ومن معہ بالتاذین بلاخلاف وکان علی ھوالماموس بالتاذین بذلک وکان علیاً لم یطق التاذین بذلک وحدہ واحتاج الی من یعینہ علی ذلک فارسل معہ ابابکر اباھریرۃ وغیرہ لیساعدوہ علی ذلک۔

ابوبکر کو بھیجا۔ پھر اونکے پیچھے حضرت علیؑ کو بھیجا جبکہ اس کا حکم حضرت علی علیہ السلام کو مل چکا تھا لیکن ان تمام اختلافات کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ بلااختلاف حضرت ابوبکر امسال امیر حج تھے اور حضرت علی مرتضیٰؑ اعلان کے لیئے مخصوص طور پر مامور تھے۔ لیکن حضرت علی مرتضیٰؑ اتنے بڑے مجمع مین تن تنہا اعلان نہین فرما سکتے تھے (اور تمام آواز نہین پہونچا سکتے تھے۔ اسلیئے ضرور تھا کہ کچھ لوگ اس امر مین اونکی معاونت کرین۔ اسلیئے ابوبکر نے ابوہریرہ اور اونکے ہمراہیون کو اس امر مین اُنکی حمایت کیلیئے بھیجا)۔

اب ناظرین عبارت اور متلاشیین حقیقت شبلی صاحب کی اس عبارت کو کہ۔

"آنحضرت صلعم نے تین سو مسلمانون کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے حج کے لیئے روانہ فرمایا۔ اس مین حضرت ابوبکر قافلہ سالار۔ حضرت علی نقیب اور حضرت سعد بن ابی وقاص۔ جابر اور ابوہریرہ وغیرہ معلم تھے"۔

ایک طرف رکھین۔ اور امام طحاوی کی تفصیل تحقیق کو ایک طرف۔ تو پھر خود سمجھ لین کہ قصہ کی اصلیت مسئلہ کی حقیقت اور واقعہ کی خصوصیت پر شبلی صاحب کے تعمیمی الفاظ... کیسے اور کتنی نقاب افگنی فرما رہے ہین۔ جو ایک حقیقت نگار مؤلف کی شان سے کوسون دور ہے۔ اب اس معزولی اور ماموری کی ضرورت کو بھی تفسیر زاہدی کی عبارت مین ملاحظہ ہو۔

حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سال نہم از ہجرت صدیق را بحج فرستاد وعلیؑ را بدم او فرستاد با زدادن عہد ہا قرآن کہ عرب را عادت بود در باز دادن عہد کہ ہمان کس باشتے کہ عہد با وے کردہ بودندے یا کسے از قرابت وے کہ ہم تن وے بود۔

حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے ۹ھ مین صدیق کو حج کیلیئے بھیجا اور علیؑ کو اونکے پیچھے بھیجا کہ معاہدے والون کو اونکے معاہدے واپس کردین اسلیئے کہ عرب مین اپنی معاہدہ والی کا یہ دستور قائم تھا کہ معاہدے وہی شخص واپس کرتا تھا جسنے وہ معاہدہ لکھا تھا۔ یا وہ شخص جو اسکا اتنا قریبی ہو کہ ہم تن واحد سمجھا جاوے۔

مدارج النبوۃ مین شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی بھی یہی مضمون لکھتے ہین۔ اون کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

چون ابوبکر صدیق از مسجد ذو الحلیفہ احرام بستہ روان شد جبرئیلؑ برآنحضرت نازل شد کہ ادائے رسالت و پیغام نکند مگر تو یا علیؓ و در روایتے یا مردیکہ از تو باشد زیرا کہ ثبوت عہد و نقض آن کار مردے است کہ صاحب معاملہ است یا کسیکہ خویش و قرابت او باشد پس آنحضرت صلعم بعلی مرتضیٰ فرمود کہ عقب ابی بکر برو و این آیات از وسے بستان و در روز حج بر مردم بخوان ۔

جب حضرت ابوبکر صدیق مسجد ذو الحلیفہ سے احرام باندھکر روانہ ہوئے تو اس اثنا مین حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور فرمایا کہ یا رسول صلعم ادائے رسالت و پیغام یا آپ کر سکتے ہین یا علیؓ اور ایک روایت مین ہے کہ یا وہ شخص جو آپ سے ہو۔ کیونکہ عہد کرنا یا توڑنا اوس شخص کا کام ہے جو صاحب معاملہ ہو یا وہ شخص جو اوسکا خویش یا قریب ہو۔ یہ سنکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکر کے عقب مین روانہ ہون۔ اون سے وہ سورہ لے لین اور حج کے روز لوگون کو سنا دین۔

اسکے بعد شبلی صاحب اس اعلان کی یہ کیفیت لکھتے ہین۔

حضرت علیؓ کھڑے ہوئے۔ سورۂ برأت کی چالیس آیتین پڑھکر سنائین اور اعلان کر دیا کہ اب کوئی مشرک خانہ کعبہ مین نہ داخل ہو سکے گا۔ نہ کوئی برہنہ اب حج کرنے پائیگا۔ اور وہ تمام معاہدے جو مشرکین سے تھے اون کے نقض عہد کے سبب سے آج سے چار مہینہ کے بعد ٹوٹ جائینگے۔ حضرت ابوہریرہ وغیرہ نے اس اعلان کی اس زور زور سے منادی کی کہ گلہ پڑ گیا۔ سورۂ برأت کی ابتدائی آیتین جن مین خدا نے اس اعلان کا حکم فرمایا یہ ہین۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ

اے مسلمانو جن مشرکین سے تم نے معاہدہ کیا تھا (اور پھر انھون نے اپنا معاہدہ توڑ دیا) اونکی خدا اور رسول خدا صلعم کی طرف سے کوئی ذمہ داری نہین ہے۔ (تو اب اے مشرکین) ہم نے تمکو چار مہینے کی مہلت دی ہے۔ اس مین تم ملک مین چلو پھرو اور جان لو کہ تم خدا کو عاجز نکر سکوگے۔ حج اکبر کے دن لوگون کو اعلان عام ہے کہ خدا اور رسول صلعم مشرکین کا اب ذمہ دار نہین ہے اگر تم نے (اے مشرکین) توبہ کر لی تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔ اور اگر اب بھی پھرے رہو تو یقین کر لو کہ تم خدا کو ہرا نہ سکوگے اے پیغمبر۔ تو مشرکین کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دے

كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ

لیکن وہ مشرکین جن سے تم نے معاہدہ کیا اور اونھوں نے اسکی کچھ خلاف ورزی نہیں کی اور نہ تمھارے مقابلہ مین اونھوں نے تمھارے دشمنین کی مدد کی تو زمانہ معاہدہ کو تم پورا کرو۔ خدا پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

اس اعلان مبارک کا وہ نتیجہ نکلا کہ اسکے بعد ہی عرب کے ایسے فتنہ خیز اور جنگجو ملک مین چارون طرف امن و امان اور آرام و اطمینان قائم ہوگیا۔

واقعات متفرقات ۹ھ ہجری

(۱) اسی سال ادائے زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا اور اوسکے نصاب قائم ہوئے۔

(۲) تمام مسلم قبائل مین عُمّال زکوٰۃ مقرر ہوئے۔ اسلام کی ظل حمایت مین غیر مسلم قومیں آنے لگین۔ ان کے واسطے جزیہ کا حکم ہوا۔ اور آیہ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ نازل ہوئی کہ وہ اون کے چھوٹے بنکر وہ جزیہ ادا کرین۔

(۳) سود کی حرمت کا حکم جاری ہوا۔ اور شبلی صاحب کی تحقیق مین نزول سے ایک مدت کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۰ھ ہجری مین اس کا اعلان فرمایا گیا أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا۔ خدا نے بیع (خرید و فروخت) کو حلال کیا اور سود لینے کو حرام فرمایا۔

(۴) نجاشی بادشاہ حبشہ نے جو صرف مسلم ہی نہین تھا بلکہ اپنے اسلام لانے کے پہلے سے بھی اسلام کا معاون اور محسن تھا۔ اسی سال انتقال کیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسکی رحلت کے متعلق یہ الفاظ لکھکر تمام اعلان فرمایا کہ آج تمھارے صالح اور نیکوکار دینی بھائی اصحمہ نے وفات پائی سب ملکر اوسکے لیے دعائے مغفرت مانگو۔ اسکے بعد آپ نے نجاشی کی بدیہ میت کی نماز پڑھی۔

شبلی صاحب کی آئندہ ترتیب مضامین

شبلی صاحب نے ۹ھ ہجری تک کے حالات و واقعات تمام کرکے جلد اول کے آخرین غزوات رسول کی حقیقت و اصلیت کے بیان و تفصیل کو ایک نئے عنوان سے ایک علیحدہ باب مین قلمبند فرمایا ہے اور دو جزو کے قریب لکھکر جلد اول کو تمام کردیا ہے۔ اور جلد دوم کو اسلام کی امن کی زندگی سے شروع فرمایا ہے۔ ۹ھ ہجری سے لیکر ۱۱ھ ہجری تک مقام امن۔ اشاعت اسلام۔ تاسیس خلافت اور تکمیل شریعت کے حالات مندرج فرمائے ہین۔

واقعات آئندہ کے تسلسل کے اعتبار سے یہ ترتیب مضامین بہت ہی مناسب ہے اور تمام تاریخ وسیرت مین قریب قریب یہی ترتیب قائم رکھی گئی ہے۔ اس مین بھی کوئی کلام نہین کہ غزوات کا سلسلہ تمام

شبلی صاحب نے اپنی مصلحت خاص سے غزوات کی تفصیل توجیہ کو یہین لکھدینا ضروری سمجھا ہے لیکن ہم اسکو آئندہ واقعات کے سلسلہ بیان مین تاخیر و بے ربطی پیدا ہو جانیکی وجہ سے قبل از وقت سمجھتے ہین ختم واقعات کے بعد ان شاء اللہ ہم ان توجیہات کو اپنے آئندہ سلسلہ بیان مین تفصیل سے بیان کرینگے

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اسی سال ادائے زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا۔ کیون؟ اسلیے کہ جبتک ملک و قوم مین سکونی حالت پیدا نہین ہوئی تھی اور خوشحالی نہین آئی تھی۔ اوس وقت تک کسی قسم کے مطالبات کو۔ عام اس سے کہ فوائد دینی کی بناپر ہون یا منافع دنیاوی کی بدعاپر۔ مدبران قدرت نے مصلحت نہین سمجھا۔ لیکن ملک و قوم مین جیون جیون امن و امان کے ساتھ تمدن۔ معاشرت مین فراغت اور کشادگی پیدا ہوتی گئی۔ ملک و قوم مین نفع رسانی کی غرض خاص سے ان مطالبات کی تعیین بھی ضروری سمجھی گئی شبلی صاحب جلد دوم صہ۱۸ مین لکھتے ہین۔

عمال صدقات کی ماموری اور اون کا مقام ماموریت

جو ممالک زیر اثر آئے تھے۔ وہان زکوٰۃ و صدقہ وصول کرنیکے لیے عمال بھیجے گئے وہ اس درجہ کے لوگ ہوتے تھے جن کا تقدس۔ زہد اور پاکیزگی مسلم ہوتی تھی اسی کے ساتھ وہ عالم اور واعظ بھی ہوتے تھے۔ اور اسلیے وہ تحصیل مال کے ساتھ تبلیغ اسلام کی خدمت بھی انجام دے سکتے تھے۔ ان مین سے بعضون کے نام حسب ذیل ہین۔

نام	مقام ماموریت	کیفیت
(۱) مہاجر بن ابی امیہ	صنعا یمن	حضرت ام سلمہؓ (زوجہ نبیؐ) کے بھائی تھے۔
(۲) زیاد بن لبید	حضرموت	یہ اون صحابہ مین ہین جو بدر مین شریک تھے۔
(۳) خالد بن سعید	صنعا یمن	سابقین اولین اور مہاجرین حبش مین ہین سب سے پہلے انھین نے کاغذات پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا۔
(۴) عدی بن حاتم	قبیلہ طے۔ یمن	مشہور صحابی ہین۔ حاتم طائی انھین کا باپ تھا۔
(۵) علاء بن حضرمی	بحرین	×
(۶) حضرت ابو موسیٰ الاشعری	زبید عدن	انکی دعوت اسلام سے قریباً تمام لوگ مسلمان ہوگئے۔ مشہور صاحب علم صحابی ہین (مگر عمر عاص کے معمولی چکمہ مین آگئے)
(۷) جریر بن عبداللہ البجلی		جریر مشہور صحابی ہین (انکے صاحبزادے عبداللہ بن جریر البجلی شہدائے کربلا مین داخل ہین۔ رضی اللہ عنہ)

(۸) ذو الکلاع حمیری　　　یمن کے سلاطینی خاندان سے تھے۔ ایک موقع پر لاکھ آدمیون نے انھین سجدہ کیا تھا۔ جریر کی دعوت پر یہ اسلام لائے تو اسکی خوشی مین چار ہزار غلام آزاد کیے۔

(۹) حضرت معاذ بن جبل　　　جند　　　مشہور صحابی ہین۔

اسلامی مبلغین اور معلمین

اسلام نے ایک طرف ملک و قوم مین امن عام قائم کیا جو اوّلاً اوسکے نام سے ظاہر تھا اور ثانیاً اوسکے تبلیغی پیام کا حقیقی مدعا۔ جسکی تعلیم کا وہ تمام ملک و قوم مین تیس برسون سے اعلان عام کر رہا تھا اور ملک و قوم کے غلط فہم اور جہالت پسند رُسنہا اوسکے ایسے پُر امن اور صلح عام کی تبلیغ و تفہیم سے قبولیت کی جگہ نفرت کا اظہار کر رہے تھے اور پھر اس شدت کے ساتھ کہ اسکے استیصال اور کامل تباہ و برباد کرنیکی کوششون مین ملک و قوم کا کتنا سرمایہ اوٹھ گیا۔ کتنی جانین تلف ہوگئین کتنے قبیلے اوجڑ گئے۔ کتنے خاندان ویران ہوگئے۔ مختلف اور متفرق مقامات کے معارکہائے جنگ مین خون کی ندیان بہ گئین۔ لہو کے دریا اوبل پڑے۔ یہ اسلام کی حقانیت ہی کی پاداری تھی۔ اور اوسکی حقیقت کی استواری کہ وہ تمام ملک و قوم کے ایکبار مخالف ہوجانے پر بھی مرکز حق سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا۔ اور تنہا ہوکر بڑے حوصلہ و جگرداری کے ساتھ ہر موقع جنگ اور ہر معرکہ کارزار مین دشمنون کی بزدلی کے مقابلہ مین سینہ سپر بنا رہا اور کامل نو برس تک ان تمام مصیبتون اور آفتون کو جھیل کر اپنے اصل مدعائے تبلیغ و تعلیم کو پورا کیا اور اس مرتبہ تک پہونچایا کہ ملک کے تمام سرکشان قبائل نے بالآخر اسکے آگے متابعت کا سر خم کیا اور اطاعت کی گردن جھکائی۔

کچھ ملک و قوم کے خاص قبائل و عشائر کی ذو اثری کا یہ حال نہین تھا بلکہ غیر مذہب و اعتقاد کے قوم و قبائل نے بھی اسکی حمایت و اعانت اپنے تحفظ و امن کی ضرورت سے اختیار کی۔ یہ بھی قدرت کا عجیب منظر تھا کہ جس اسلام سے ایسی شدید نفرت تھی اور سخت مخالفت۔ ۹ھ ہجری مین احکام برأت کے اعلان کے بعد ہی سے چارون طرف سے قبائل و اقوام کے وفود خود دار النبوۃ مدینہ مین حاضر آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دست حق پرست پر اسلام لانے لگے جیساکہ بہت جلد وفود کے بیان سے معلوم ہوگا۔

اسلام کو جب ملک کے امن عام کی طرف سے اطمینان اور جمعیت خاطر حاصل ہوچکی تو اوس نے اطراف و جوانب کے باقی قبائل و عشائر مین مبلغین اور معلمین اسلامی کو دینیات و عملیات کی تعلیم کیلئے مقرر کیا

مفصلہ ذیل معلمین و مبلغین اسلامی کے نام شبلی صاحب نے لکھکر بتلائے ہیں۔

نام	مقام ماموریت	نام	مقام دعوت
(۱) حضرت علی ابن ابیطالبؓ	قبیلہ ہمدان۔ خذیمہ مذحج	(۴) عمر عاص	عمان
(۲) مغیرہ بن شعبہ	نجران	(۵) وبر بن یحنس	ابنائے فارس
(۳) خالد بن ولید	اطراف مکہ	(۶) مہاجر بن ابی امیہ	بطرف حارث بن کلال شہزادہ یمن
		(۷) محصنہ بن مسعود	فدک

ان مبلغین اور دعاۃ کے اثر سے اسلام ہر جگہ تیزی سے آگے بڑھا۔ دعاۃ اطراف مکہ میں بھیج دیے گئے تھے اور لوگ خوشی خوشی مسلمان ہوتے جاتے تھے قرآن پاک کی آیتیں اس موقع کی طرف اشارہ کرتے ہیں

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ — جب خدا کی فتح و نصرت آئی تو تم نے دیکھ لیا کہ لوگ عموماً فوج در فوج
يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ — خدا کے دین میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ پس تم خدا کی تسبیح کرو
وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ — اور اوس سے مغفرت مانگو کہ وہی بخشنے والا ہے۔

فتح مکہ کے تین مہینے بعد ۹ھ ہجری کے موسم حج میں اعلان براءۃ ہوا۔ اس واقعہ کے بعد بلا استثناء حجاز نے عام طور سے اسلام قبول کر لیا۔ (بحوالہ طبری واقعات ۹ھ ہجری) حجاز سے باہر۔ بعوث کے اکیس ۲۱ برس میں صرف قریش و یہود کی مزاحمت سے اسلام آگے نہ بڑھ سکا۔ اور خال خال مسلمان ادھر ادھر نظر آتے تھے لیکن ان دیواروں کا ہٹنا تھا کہ صرف تین برس میں ۸ھ تا ۱۰ھ میں اسلام کا اثر ایک طرف یمن بحرین۔ یمامہ اور عمان اور دوسری طرف عراق و شام کی حدود تک وسیع ہو گیا۔ عرب کے دو صوبے ہیں جہاں اسلام سے پہلے عربوں کی بڑی بڑی حکومتیں قائم تھیں۔ اور اس وقت بھی وہ روم و فارس۔ دنیا کی دو عظیم الشان طاقتوں کے زیر سایہ تھیں تاہم اسلام بغیر تلوار کی رفاقت کے صلح و امن کے سایہ میں اپنی آواز بلند کرتا چلا گیا اور ہر گوشہ سے لبیک کی صدائیں خود بخود آنے لگیں۔ سیرۃ النبی جلد اول

وفود عرب کا آنا اور اسلام کا لانا

اصل یہ ہے کہ تمام عرب مکہ کے فیصلہ آخر کا انتظار کر رہا تھا۔ مکہ فتح ہو چکا تو یہ انتظار جاتا رہا۔ اب ہر قبیلہ نے چاہا کہ خود دار الاسلام مدینہ میں جا کر کوئی فیصلہ کرے۔ اہل عرب کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ اب وہ اسلام سے سرکشی نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن خیبر وغیرہ کی نظیروں سے یہ بھی جانتے تھے کہ

اسلام لانے پر وہ مجبور نہیں ہیں بلکہ جزیہ یا کسی اور طریقہ سے صلح کر کے اُن کی سابق حالت قائم رہ سکتی ہے فتح مکہ کے ساتھ ہی ہر طرف سے سفارتیں آنے لگیں اور بجز چند کے باقی جسقدر سفارتیں آئیں اُنھوں نے بارگاہ نبوت میں پہونچکر وہ کچھ دیکھا کہ واپس آئے تو ایمان کی دولت سے مالا مال تھے۔ عرب کے سب سے طاقتور قبیلے جن کا اثر دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ بنو تمیم۔ بنو سعد۔ بنو حنیفہ۔ بنو اسد کندہ۔ سلاطین حمیری۔ ہمدان۔ ازد اور طے تھے۔ ان تمام قبائل کی سفارتیں دربار نبوت میں آئیں۔ ان میں سے بعض ملکی حیثیت رکھتی تھیں۔ جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ بحیثیت فاتح کے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر لیں۔ لیکن اکثر اس غرض سے آئے کہ اسلام کی حقیقت سے مطلع ہو کر اوسکے حلقہ میں آجائیں۔ یہ وفود زیادہ تر فتح مکہ کے بعد سنہ ۹ھ اور سنہ ۱۰ھ ہجری میں آئے لیکن تسلسل بیان کے لیے اس سے پہلے کے چند وفود کا ذکر کرنا بھی موزون ہوگا۔ سیرۃ النبی جلد ۲ ص ۲۵

وفد مزینہ ایک بہت بڑا قبیلہ تھا۔ جو مصر تک پہونچکر قریش کے خاندان سے مل جاتا ہے نعمان بن مقرن صحابی جو فتح مکہ میں قبیلہ مزینہ کے علمبردار تھے۔ اسی قبیلہ سے تھے۔ اصفہان انھیں نے فتح کیا تھا سنہ ۵ھ ہجری میں اس قبیلہ کے چار سو شخص تمام قبیلہ کے سفیر بنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اسلام لائے۔ (اصابہ فی احوال الصحابہ) عراقی نے سیرت منظوم میں لکھا ہے

اول الوفد وفد المدینۃ سنۃ خمس وافد وامزینۃ۔ سب سے پہلا وفد جو مدینہ میں آیا وہ مزینہ کا قبیلہ تھا جو سنہ ۵ھ میں آیا۔

وفد بنی تمیم یہ وفد بڑی شان و شوکت سے آیا۔ قبیلہ کے تمام بڑے بڑے رؤسا مثلاً اقرع بن حابس زبرقان۔ عمر بن الاہتم اور نعیم ابن یزید سب اسی سفارت میں شامل تھے۔ عیینہ بن حصین فزاری جو مدینہ کے حدود تک حملہ آور ہوا کرتا تھا۔ وہ بھی ساتھ تھا۔ یہ لوگ اگرچہ اسلام قبول کرنیکی غرض سے آئے تھے۔ تاہم عربی فخر و غرور کا نشہ سر میں ابھی باقی تھا۔ دربار نبوت یعنی مسجد رسول میں پہونچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ آستانہ مقدس پر

---

[۱] شبلی صاحب نے بہت کم وفود کا حال قلمبند فرمایا ہے۔ ہمنے اور کتابوں سے تفحص و تجسس تمام کے بعد وفود کی جو فہرست مرتب کی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

ہمدان[۱]۔ بنو طارق بن عبداللہ[۲]۔ بنو تجیب[۳]۔ بنی سعد ہذیم[۴]۔ وفد بہرا[۵]۔ وفد بنی عبس[۶]۔ بنی اسد[۷]۔ بنی عذرا[۸]۔ بنی ثقیف[۹]۔ بنی فزارہ[۱۰]۔ بنی حنیفہ[۱۱]۔ عبدالقیس[۱۲]۔ بنی طے[۱۳]۔ اشعریین[۱۴]۔ صداء[۱۵]۔ بنی ثقیف[۱۶]۔ بنی غامد[۱۷]۔ محارب[۱۸]۔ خولان[۱۹]۔ غسان[۲۰]۔ بنی الحارث[۲۱]۔ سلامان[۲۲]۔ نخع[۲۳]۔ دوس[۲۴]۔ ازد[۲۵]۔ اور فروہ جزامی[۲۶]۔ مولف عفی عنہ

جا کر پکارے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باہر آؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر آئے تو بولے کہ محمدؐ (صلعم) ہم اسلیئے آئے ہین کہ تم سے مفاخرہ کرین۔ آپنے اجازت دی۔ عطارد بن حاجب جو مشہور خطیب تھا اور جس نے نوشیروان کے دربار سے حسن تقریر کے صلہ مین کمخواب کا خلعت حاصل کیا تھا۔ اوٹھا اور اپنی قوم کی مفاخرت پر ایک پرزور تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا۔ خدا کا شکر ہے جسکی بدولت ہم آج صاحب تاج و تخت۔ خزانہائے گران بہا کے مالک اور مشرق مین تمام قومون سے معزز تر ہین۔ ہماری برابری آج کون کرسکتا ہے۔ ہماری ہم مرتبگی کا جسکو دعویٰ ہوا۔ وہ یہ خصائص و اوصاف گنائے جو ہم نے گنائے ہین۔

عطارد خطبہ دیکر بیٹھ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت ابن قیس کو جواب دینے کا اشارہ کیا اونھون نے جو تقریر کی اوسکا ماحصل یہ تھا۔ اوس خدا کی تعریف جس نے زمین و آسمان بنائے اوس نے ہمکو بادشاہی دی۔ اپنے بہترین بندون مین سے بہترین شخص کو انتخاب کیا۔ جو سب سے زیادہ شریف النسب سب سے زیادہ راست گفتار سب سے زیادہ شریف الاخلاق تھا۔ وہ تمام عالم کا انتخاب تھا۔ اسلیئے خدا نے اسپر کتاب اوتاری۔ اوس نے لوگون کو اسلام کی دعوت دی تو سب سے پہلے مہاجرین اور اونکے بعد ہم (انصار) نے دعوت اسلام پر لبیک کہی۔

تقریرین ہو چکین تو اشعار کی باری آئی۔ سفارت کی طرف سے تمیم کے مشہور شاعر زبرقان بن بدر نے قصیدہ پڑھا۔

نحن الكرام فلا حي يعادلنا	ہم شرفائے قوم ہین کوئی قبیلہ ہمارا ہمسر نہین ہوسکتا۔
منا الملوك وفينا تنصب البيع	ہم مین تخت نشین ہین اور ہم کلیساؤن کے بانی ہین

روایتون مین آیا ہے کہ ایک شخص نے مدینہ مین آکر خطبہ دیا تو اوسکی خوبی تقریر نے تمام حاضرین کو حیرت زدہ بنا دیا اوسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔ ان من البیان لسحراً۔ بعض بعض تقریرون مین جادو ہوتا ہے۔ اصابہ فی احوال الصحابہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبرقان ہی کی تقریر پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ غرض جب زبرقان تقریر کر چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دربار رسالت کے شاعر حسان ابن ثابت کی طرف دیکھا۔ انھون نے برجستہ کہا۔

ان الذوائب من فهر واخوتهم	شرفائے قبیلہ اور برادران فہر نے وہ
قد بينوا للناس يتبعوا	راستہ بتلا دیا ہے جسکی وہ پیروی کرتے ہین۔

ارکان سفارت مین اقرع بن حابس عرب کا مشہور حکیم تھا یعنی مقدمات قومی کا مرافعہ اوسی کے پاس جاتا تھا اور سکے فیصلوں پر لوگ گردن جھکا دیتے تھے۔ وہ اسلام لانے سے پہلے مجوسی تھا۔ اوسکو یہ دعویٰ تھا کہ جب سفارت کے ساتھ دربار رسالتؐ مین آیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ان حمدی زین وان ذمی لشین۔ مین جسکی تعریف کرتا ہون وہ چمک اوٹھتا ہے اور مین جسکی برائی کرتا ہون اوسکو داغ لگ جاتا ہے۔ نظم ونثر کی معرکہ آرائی ہو چکی تو سفارت نے اعتراف کیا کہ دربار رسالت کے خطیب وشاعر دونون ہمارے خطیب اور شاعر سے افضل ہین پھر سب نے اسلام قبول کیا۔ سیرۃ النبی ص۳۰

وفد بنو سعد

بنو سعد نے ضماد بن ثعلبہ کو سفیر بنا کر بھیجا وہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار مین آئے اور جس طریقہ سے سفارت ادا کی اوس سے عرب کی سادگی اور اصل آزادروی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری مین متعدد موقعون پر اس کا ذکر ہے۔ کتاب العلم کی عبارت حسب ذیل ہے۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہین کہ ہم لوگ دربار رسالت مین حاضر تھے۔ ایک شخص ناقہ پر سوار آیا اور صحن مسجد مین آکر اتر پڑا پھر حاضرین سے پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کس کا نام ہے لوگون نے آنحضرت صلعم کیطرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ گورے رنگ کے جو تکیہ لگائے بیٹھے ہین۔ پاس آکر کہا عبدالمطلب کے بیٹے آپنے فرمایا مین جواب دیچکا۔ بولا کہ مین تم سے کچھ پوچھونگا لیکن سختی سے پوچھونگا۔ اسپر ناراض نہونا۔ ارشاد ہوا جو پوچھنا ہو پوچھو۔ بولا کہ اپنے رب کی قسم کھا کر کہو کہ خدا نے کیا تمکو تمام دنیا کیلئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے آپنے فرمایا۔ ہان۔ پھر قسم دلا کر پوچھا کہ کیا تمکو خدا نے پنج وقتہ نماز کا حکم دیا ہے اسی طرح زکوٰۃ۔ روزہ اور حج کی نسبت پوچھا۔ اور آپ برابر ہان فرماتے جاتے تھے جب سب احکام سُن لیے۔ تو کہا کہ میرا نام ضماد بن ثعلبہ ہے اور مجھکو میری قوم نے بھیجا ہے۔ مین جاتا ہون اور اپنی قوم سے جو بتلایا ہے ایک ذرّہ زیادہ کرونگا نہ کم۔ جب وہ جا چکا تو آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو اس نے فلاح پائی۔ ضماد نے واپس جا کر اپنی قوم سے کہا کہ لات وعزیٰ کوئی چیز نہین۔ لوگون نے کہا کیا کہتے ہو۔ تمکو جنون یا جذام ہو جائے۔ اونھون نے کہا خدا کی قسم وہ نہ فائدہ پہونچا سکتے ہین اور نہ ضرر۔ مین تو خدا اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتا ہون۔ اون کی مختصر تقریر کا یہ اثر ہوا کہ شام نہونے پائی کہ قبیلہ کا قبیلہ زن ومرد بچے سب کے سب مسلمان تھے۔

وفد اشعریین ۷ ہجری

یمن کا ایک نہایت معزز ترین قبیلہ اشعریین کا تھا۔ ابوموسیٰ اشعری اسی قبیلہ سے ہین۔ ان لوگون نے جب آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے کی خبر سنی تو ترپن شخصون نے مدینہ کی ہجرت کا قصد کیا اس قافلہ مین حضرت ابوموسیٰ الاشعری بھی تھے۔ یہ لوگ جہاز مین سوار ہو کر چلے

لیکن ہوائے مخالف نے جہاز کو حبش میں پہونچا دیا وہاں حضرت جعفر طیّار موجود تھے۔ وہ اپنے ساتھ عرب کو روانہ ہوئے اوس زمانہ میں خیبر فتح ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں تشریف فرما تھے۔ چنانچہ ہمیں لوگوں نے شرف باریابی حاصل کیا۔ یہ صحیح مسلم (فضائل اشعریین) کی۔ روایت ہے صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جب اشعریوں کا وفد آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تمھارے یہاں یمن کے لوگ آتے ہیں جو نہایت رقیق القلب اور نرم دل ہیں۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ جب اشاعرہ کا وفد آیا تو یہ لوگ جوش مسرت سے یہ رجز پڑھتے تھے۔ غداً نلقی الاحبہ محمداً و حزبہ کل ہم دوستوں سے ملیں گے۔ محمدؐ اور پیروان محمدؐ سے۔ بارگاہ نبوت میں پہونچے تو عرض کی یا رسول اللہؐ ہم اسلیئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ سے آپکے مذہب کے کچھ احکام سیکھیں اور ابتدائے کائنات کے کچھ حال پوچھیں۔ آپنے فرمایا پہلے خدا تھا اور کچھ نہ تھا۔ اور اوس کا تخت پانی پر تھا۔ (بحوالہ بخاری بدء الخلق)

وفد دوس سنہ ھ

عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ اسی قبیلہ کے ہیں۔ اس قبیلہ کے مشہور شاعر اور رئیس طفیل بن عمر تھے۔ اور ہجرت سے پہلے مکہ گئے۔ قریش نے اُن کو منع کیا تھا کہ آنحضرت صلعم کے پاس نہ جائیں۔ لیکن ایک دن اتفاقاً یہ حرم میں گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ قرآن مجید سنکر متاثر ہوئے اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی کہ آپ مجھکو اسلام کی حقیقت سمجھائیں۔ آپ نے اسلام کی تبلیغ کی۔ اور قرآن مجید کی آیتیں پڑھکر سنائیں اور وہ نہایت خلوص سے سنکر اسلام لائے۔ وطن جاکر اون کو اسلام کی دعوت دی لیکن اوسکے قبیلہ میں زنا کا بہت رواج تھا۔ لوگ سمجھے کہ اسلام کے بعد اس آزادی سے محروم ہو جائینگے۔ اسلیئے لوگوں نے تامّل کیا طفیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر یہ حقیقت بیان کی۔ آپنے دعا فرمائی کہ خدایا دوس کو ہدایت دے پھر طفیل سے ارشاد فرمایا کہ جاکر نرمی اور ملاطفت سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دے۔ غرض کہ دعائے نبوی کی برکت اور طفیل کی ترغیب و ہدایت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور اسی خاندان میں حضرت ابو ہریرہ بھی تھے۔ ہجرت کرکے مدینہ میں چلے آئے۔ (بحوالہ اصابہ و زاد المعاد)

وفد حرث بن کعب سنہ ۹ ہجری

شبلی صاحب نے اسکو سنہ ۹ ہجری کا واقعہ بتلایا ہے۔ اور صاحب روضۃ الاحباب اور صاحب رحمۃ للعلمین نے سنہ ۱۰ ہجری کے آخر زمانہ کا۔ آنحضرت صلعم کے انتقال سے کل چار مہینہ قبل کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ اسلیئے ہم اوسکو سنہ ۹ ہجری کے واقعات میں قلمبند کرینگے۔

وفد قبیلہ طے

یمن میں طے نہایت نامور قبیلہ تھا ۔ اس قبیلہ کے رؤسا زید الخیل اور عدی ابن حاتم الطائی تھے اور یہ اون کے حدود ملک علیحدہ تھے ۔ زید زمانۂ جاہلیت کے مشہور شاعر ۔ خطیب ۔ خوش جمال ۔ فیاض اور بہادر تھے ۔ ۹ ؁ ہجری میں یہ چند معزز اشخاص کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ آپنے اونکو اسلام کی دعوت دی ۔ اونھوں نے مع اپنے ساتھیوں کے نہایت صدق دل سے اسلام کی تصدیق کی ۔ اور ایمان قبول کیا شہسواری کی وجہ سے یہ زید الخیل کے لقب سے مشہور تھے ۔ آنحضرت صلعم نے اس لقب کو زید الخیر کے لقب سے بدل دیا ۔

عدی ابن حاتم ۹ ؁ ہجری

عدی ۔ مشہور حاتم طائی کے بیٹے اور قبیلہ طے کے سردار اور مذہبًا عیسائی تھے ۔ سلاطین عرب کی طرح انکو بھی آمدنی کا چوتھا حصہ ملتا تھا جس زمانہ میں اسلامی فوجیں یمن گئیں یہ بھاگ کر شام چلے گئے ۔ ان کی بہن گرفتار ہو کر مدینہ میں آئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو بڑی عزت و حرمت سے رخصت کیا وہ اپنے بھائی کے پاس گئیں اور کہا کہ جسقدر جلد ہو سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو ۔ وہ پیغمبر ہوں یا بادشاہ ہر حال میں اونکے پاس جانا مفید ہے ۔ غرض عدی مدینہ آئے آنحضرت صلعم مسجد میں تھے عدی نے مسجد میں جاکر سلام کیا ۔ آپنے جواب سلام کے بعد نام پوچھا پھر اونکو گھر کی طرف لیکر چلے ۔ اس اثنا میں ایک بڑھیا آگئی ۔ اوس نے آپکو روک لیا اور دیر تک آپ سے کسی کام کے متعلق باتیں کرتی رہی عدی خود رئیس تھے ۔ شام رومیوں کا دربار دیکھا تھا ۔ انکو حیرت ہوئی کہ شہنشاہ عرب ایک بڑھیا کے ساتھ مساوات سے پیش آتا ہے اُسی وقت اونکو خیال ہوا کہ یہ شخص بادشاہ نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لیگئے چمڑے کا ایک گدا تھا ۔ اوسکو عدی کی طرف بڑھا دیا ۔ یہ اصرار کے بعد اوس پر بیٹھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں عدی تم اپنی قوم سے مرباع (چوتھائی) لیتے ہو ۔ لیکن یہ تو تمھارے مذہب میں جائز نہیں ۔ پھر فرمایا کہ خدا کے سوا کوئی اور خدا ہے ؟ بولے کہ نہیں آپنے فرمایا کہ یہودیوں پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے اور عیسائی گمراہ ہوگئے ہیں ۔ غرض عدی نے اسلام قبول کیا اور اسقدر ثابت قدم رہے کہ ردّۃ کے زمانے میں بھی ان پر کچھ اثر نہیں ہوا ۔ باپ کی سخاوت کا اثر ان میں بھی تھا ۔ ایک شخص نے ایک دفعہ ان سے سو روپیہ طلب کئے ۔ بولے کہ تم حاتم کے بیٹے سے اسقدر حقیر رقم طلب کرتے ہو ۔ بخدا ہرگز نہ دونگا ۔ [۱]

[۱] شبلی صاحب نے عدی ابن حاتم کے ابتدائی حالات ۔ اپنے غلام سے گفتگو ۔ انکی بہن کی آنحضرت صلعم سے مکالمت اور اُنکے خاص مراعات چھوڑ دیئے ہیں ابن ہشام میں مفصل مذکور ہیں ۔ مولف عفی عنہ

وفد ثقیف

یاد ہوگا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کا محاصرہ چھوڑکر روانہ ہونے لگے۔ تو صحابہ نے عرض کی تھی کہ آپ انکے حق میں بددعا فرمائیں۔ آپ نے جن لفظوں میں دعا فرمائی یہ تھی۔ اللھم اھد ثقیفا وائت بھم۔ اے خدا ثقیف کو ہدایت دے اور انکو میرے پاس بھیج۔ یہ دعا کرشمۂ ربانی کا اعجاز تھی وہ قبیلہ جو تلوار سے زیر نہوا صداقت کے جلال نے آستانۂ اعلیٰ پر اسکی گردن جھکا دی۔ طائف دو رئیسوں کے قبضہ میں تھا۔ جن میں ایک عروہ بن مسعود تھے۔ جنکی نسبت کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ کلام الٰہی اترتا تو انپر اترتا۔ عروہ اگرچہ ابتک اسلام نہیں لائے تھے۔ لیکن مادہ قابل رکھتے تھے۔ حدیبیہ کی صلح بھی انھیں کی سفارت سے انجام پائی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طائف سے واپس چلے تو خدا نے ان کو اسلام کی توفیق دی۔ آنحضرت صلعم مدینہ میں پہونچنے بھی نہیں پائے تھے کہ وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام لاکر واپس گئے۔ واپس جاکر انھوں نے اسلام کا اظہار کیا۔ اور لوگوں کو اسلام کی ترغیب دی۔ لوگوں نے انکو بہت برا بھلا کہا۔ صبح کو جب اپنے بالاخانہ پر اذان دی تو ہر طرف سے تیروں کا مینہ برسا یہانتک کہ وہ شہید ہوگئے۔ مرتے وقت وصیت کی کہ محاصرۂ طائف میں جو مسلمان شہید ہوچکے ہیں انھیں کے پہلو میں دفن کئے جاویں۔

عروہ کا خون رائگاں نہیں جاسکتا تھا۔ صخر بن عیلہ۔ رئیس احمس یہ سنکر کہ آنحضرت صلعم طائف کا محاصرہ کیئے ہوئے ہیں کچھ سوار لیکر چل کھڑا ہوا تھا۔ اتفاق سے اوس وقت پہونچا جب آپ طائف چھوڑکر مدینہ کی طرف مراجعت فرما چکے تھے۔ صخر نے عہد کیا کہ جبتک اہل طائف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت قبول نہ کرلیں گے۔ میں قلعہ کا محاصرہ نہ چھوڑونگا۔ آخر اہل طائف نے اطاعت قبول کی۔ صخر نے خدمت نبوی میں اطلاع کی تو آپ نے مسجد نبوی میں سب کو جمع کیا۔ احمس کے لیئے دس بار دعا فرمائی۔

(ابوداؤد۔ باب اقطاع الارضین)

چند روز کے بعد اہل طائف نے باہم مشورہ کیا کہ تمام عرب اسلام لاچکا۔ اب ہم اکیلے کیا کرسکتے ہیں۔ غرض یہ رائے قرار پائی کہ چند سفیر مقرر کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجدیئے جائیں۔ اون کی سفارت نے مدینہ کا رخ کیا تو مسلمانوں کو اسقدر مسرت ہوئی کہ سب سے پہلے مغیرہ ابن شعبہ دوڑپڑے کہ آنحضرت صلعم کو جاکر خبر کریں۔ راہ میں حضرت ابوبکر مل گئے۔ انکو معلوم ہوا تو مغیرہ کو قسم دلائی کہ یہ خوشخبری مجھے پہونچانے دو۔ مغیرہ نے ان لوگوں کو تعلیم دی کہ دربار رسالت میں جانا تو اس طریقہ سے سلام عرض کرنا لیکن یہ لوگ اوسی دستور قدیم کے مطابق آداب بجالائے۔ عبد یالیل طائف کا مشہور رئیس امیر الوفد تھا۔

تا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکو (حالانکہ وہ ابتک کافر تھا) مسجد نبوی مین اوتارا (کہ مسلمانون کی محویت و استغراق کو دیکھکر متاثر ہو) یہ لوگ مسجد کے صحن مین خیمے نصب کرکے ٹھہرائے گئے۔ نماز اور خطبہ کے وقت یہ لوگ حاضر رہتے تھے۔ گو خود شریک نہین رہتے تھے۔ آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ خطبون مین اپنا نام نہین لیتے تھے۔ ان لوگون نے آپس مین ذکر کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے تو اپنی پیغمبری کا اقرار لیتے ہین۔ لیکن خطبہ مین خود اپنی پیغمبری کا اقرار نہین کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو فرمایا کہ مین سب سے پہلے شہادت دیتا ہون کہ مین فرستادہ الٰہی ہون۔ جماعت سفراء مین عثمان بن ابی العاص سب سے کم عمر تھے۔ سفراء دربار نبوی مین آتے تو انکو بچہ سمجھکر قیام گاہ مین چھوڑ آتے عثمان گو کمسن تھے لیکن سب سے زیادہ تیز فہم اور مائل تحقیق تھے۔ ان کا معمول تھا کہ جب سفراء دن کو قیلولہ کرتے تو یہ چپکے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوتے اور قرآن مجید اور مسائل اسلام سیکھتے۔ یہانتک کہ اکثر ضروری مسائل سیکھ لیے۔ آنحضرت صلعم ہر شب ان لوگون کو اسلام کی تبلیغ کرتے نماز عشا کے بعد انکے پاس تشریف لیجاتے اور کھڑے کھڑے اون سے باتین کرتے۔ زیادہ تر کہ مین قریش کے ہاتھ سے جو اذیتین اوٹھائین انکو بیان فرماتے۔ مدینہ مین آکر جو لڑائیان پیش آئین اون کا بھی ذکر فرماتے۔ بالآخر ان لوگون نے اسلام پر اپنی آمادگی ظاہر کی۔ لیکن یہ شرطین پیش کین۔

(۱) زنا ہمارے لیے جائز کی جائے کیونکہ ہم اکثر مجرد رہتے ہین۔ اور اسلیئے ہمکو اوس سے چارہ نہین۔

(۲) ہماری قوم کا تمام کاروبار اور ذریعہ معاش سود ہے۔ اسلیے سود خواری جائز رکھی جائے۔

(۳) شراب سے نہ روکا جائے۔ ہمارے شہر مین کثرت سے انگور پیدا ہوتا ہے اور یہی ہماری بڑی تجارت ہے۔

لیکن یہ تینون درخواستین نامنظور ہوئین۔ بالآخر ان لوگون نے کہا اچھا ہم یہ شرطین واپس لیتے ہین۔ لیکن ہمارے معبود۔ طائف کے سب سے بڑے بت (جس کا نام لات) کی نسبت کیا ارشاد ہوتا ہے۔ آپنے فرمایا وہ توڑ دیا جائے گا۔ یہ سنکر اون کو سخت حیرت ہوئی کہ کیا کوئی شخص اون کے خدائے اعظم کو ہاتھ بھی لگا سکتا ہے۔ بولے کہ اگر ہمارے معبود کو معلوم ہو جائے کہ آپ کا یہ ارادہ ہے تو وہ تمام شہر کو تباہ کردیگا حضرت عمر سے ضبط نہو سکا۔ بولے کہ تملوگ کسقدر جاہل ہو۔ لات یا منات تو صرف ایک پتھر ہین۔ ان لوگون نے کہا اے عمر ہم تمھارے پاس نہین آئے۔ یہ کہکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ ہم منات کو ہات نہین لگا سکتے۔ آپ جو چاہین کرین۔ لیکن ہمکو اس جراءت سے معاف رکھا جائے

آپنے یہ درخواست منظور کرلی ان لوگون نے ۔نماز ۔ روزہ ۔ زکوٰۃ اور جہاد سے مستثنیٰ ہونیکی بھی درخواست کی ۔ نماز سے معافی تو کسی حالت مین ممکن نہین تھی ۔جو ہر روز پانچ دفعہ ادا کرنے کی چیز تھی ۔لیکن زکوٰۃ سال بھر کے بعد واجب ہوتی تھی اور جہاد واجب کفایہ ہے ہر شخص پر واجب نہین ۔اور واجب بھی ہو تو اوسکے خاص موقع ہین روز کا کام نہین ۔اس بنا پر اوس وقت اون دونون باتون پر مجبور نہین کیا گیا کیونکہ معلوم تھا کہ جب وہ اسلام قبول کرلینگے تو رفتہ رفتہ خود اون مین صلاحیت آجائیگی حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے سنا کہ جب یہ ایمان لاچکین گے تو زکوٰۃ بھی دینے لگین گے چنانچہ دو ہی برس کے بعد حجۃ الوداع کا موقع آیا تو کوئی ثقفی ایسا نہین تھا جس نے اسلام نہ قبول کرلیا ہو۔

سفارت جب واپس چلی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا کہ شرط کے مطابق طائف کے صنم اعظم (لات) کو جاکر توڑ آئین ۔مغیرہ نے طائف پہونچکر بتکدہ کو ڈھانا چاہا تو مستورات روتی ہوئی سر ننگے گھرون سے نکل آئین ۔جو یہ اشعار پڑھتی جاتی تھین الا ابکین دفاع اسلمھا الرضاع لم یحسنوا المصاح لوگون پر روکر پست ہمتون نے اپنے بتون کو دشمنون کے سپرد کردیا اور معرکہ آرائی نہ کرسکے ۔

وفد نصارائے نجران اور واقعہ مباہلہ

وفد نصارائے بنی نجران اور واقعہ مباہلہ

نجران ۔مکہ معظمہ سے یمن کی طرف سات منزل پر ایک وسیع ضلع کا نام ہے ۔جہان عیسائی عرب آباد تھے ۔یہان عیسائیون کا ایک عظیم الشان کلیسا تھا جسکو وہ کعبہ کہتے تھے ۔اور حرم کعبہ کا جواب سمجھتے تھے ۔ اُس مین بڑے بڑے مذہبی پیشوا رہتے تھے جن کا لقب سید اور عاقب تھا ۔عرب مین عیسائیون کا کوئی مذہبی مرکز اس کا ہمسر نہین تھا ۔اعشیٰ شاعر اوسی کی شان مین کہتا ہے ۔

وکعبۃ نجران حتم علیک حتی تناخی بابوابھا تزور یزید وعبد المسیح وقیساھم خیر اربابھا

یہ کعبہ سو کھالون سے گنبد کی شکل مین بنایا گیا تھا ۔جو شخص اوسکے حدود مین آتا تھا وہ مامون ہوجاتا تھا اس کعبہ کے اوقاف کی آمدنی دو لاکھ سالانہ تھی ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگون کو دعوت کا خط لکھا تو اوس کعبہ کے محافظ اور ائمہ

مذہب ساٹھ آدمیون کے ساتھ مدینہ مین آیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اون کو مدینہ مین اوتارا تھوڑی دیر کے بعد نماز کا وقت آیا تو اون لوگون نے نماز پڑھنی چاہی۔ صحابہ نے روکا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پڑھنے دو۔ چنانچہ اُن لوگون نے مشرق کی طرف منھ کر کے نماز پڑھی۔ ابوحارثہ جو لارڈ بشپ تھا۔ نہایت محترم اور فاضل شخص تھا۔ قیصر روم نے اوسکو یہ منصب عطا کیا تھا اور اُسکے لیے گرجا اور معبد بنوائے تھے۔ ان لوگون نے آنحضرت صلعم سے مختلف مذہبی مسائل پوچھے اور آپنے وحی کے رو سے اون کا جواب دیا۔ ان کے زمانہ قیام مین سورۂ آل عمران کی اسّی آیتین اوترین۔ ان آیتون مین اون کے سوالات کا جواب تھا۔ جس آیت مین دعوت اسلام کی تشریح تھی۔ وہ یہ ہے۔

قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ	کہدے (اے پیغمبر) اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کو مان لین
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ	جو ہم تم دونون مین مشترک ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت
بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا	نکرین اور کسی کو اوسکا شریک بنائین اور ہم مین کوئی کسیکو خدا کے
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ	سوا رب نہ قرار دین۔ اور اگر یہ لوگ نمانین تو تم کہدو کہ تم گواہ رہو ہم تو مسلمان ہین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کو اسلام کی دعوت دی تو ان لوگون نے کہا کہ ہم تو پہلے سے مسلمان ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبتک تم صلیب پوجتے ہو۔ عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہو۔ کیونکر مسلمان ہو سکتے ہو۔ جب یہ لوگ اسپر راضی نہوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کے مطابق ان سے کہا کہ اچھا مباہلہ کرو۔ یعنی ہم تم دونون اپنے اہل وعیال لیکر آئین اور دعا کرین کہ جو شخص جھوٹا ہو اوس پر خدا کی لعنت ہو۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ	تو جو شخص تمھارے پیچھے جھگڑا کرتا ہے اوس سے کہدو
فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَ	کہ آؤ اپنی اولاد اور اپنی عورتون کو اور خود اپنی ذات کو بلائین
نِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ	پھر مباہلہ کرین کہ ہم مین سے جو جھوٹا ہو اوس پر خدا کی
لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔	لعنت ہو۔

لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمۂ زہرا اور امام حسن وحسین علیہما السلام کو لیکر مباہلہ کے لیے نکلے تو خود اون کی جماعت مین سے ایک شخص نے رائے دی کہ مباہلہ نہین کرنا چاہیے۔ اگر یہ شخص واقعی پیغمبر ہے تو ہم لوگ ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جاینگے۔ غرض ان لوگون نے سالانہ خراج قبول کر کے صلح کر لی۔

واقعہ مباہلہ کا انکشاف حقیقت

اس واقعہ کے متعلق تھوڑے انکشاف کی ضرورت ہے۔ اسلئے کہ یہ اہل بیت علیہم السّلام کے فضائل مخصوصہ کے اظہار کا اصل موقع ہے۔ شبلی صاحب کے لیئے استخفاف ضرور ہے اور میرے لئے اوس کا انکشاف۔ اسلئے شبلی صاحب سے عرض ہے۔

اول تو آپنے اون عیسائیون کی مغرورانہ آمد، متکبرانہ لباس۔ وغیرہ کے وہ تمام حالات مرفوع القلم فرما دیئے جو شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رنے مدارج النبوۃ مین تفصیل سے لکھکر بتلائے ہین۔ آپنے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہلبیت کی آمد محض معمولی لوگون کی آمد قرار دیکر ان عامیانہ الفاظ مین تحریر فرمایا ہے۔

لیکن جب آنحضرت صلعم حضرت فاطمۃ الزہراؑ اور امام حسن وحسین علیہم السّلام کو لیکر مباہلہ کے لیئے نکلے تو ایک شخص نے رائے دی کہ ان سے مباہلہ نہ کرنا چاہیئے۔

اسی مضمون کو محدث دہلوی کس حفظ مراتب کے انداز مین تفصیل سے لکھتے ہین ع قدر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ ملاحظہ ہو اون کی حسب ذیل عبارت۔

حضرت صلعم خود از حجرہ تشریف بیرون آمدہ حسینؑ بن علیؑ را در زیر بغل و دست حسنؑ را گرفتہ و حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا را در عقب آنحضرت صلعم و علیؑ مرتضیٰ در عقب فاطمہؑ۔ و با ایشان فرمود چون من دعا کنم شما آمین بگوئید سبحان اللہ چہ وقت و حالت است و چہ شاہد ومشہود۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ سے باہر آئے کہ خود بنفس نفیس حسینؑ بن علیؑ کو گود مین لیئے تھے حسن مجتبیٰ کا ہاتھ تھامے ہوئے۔ آپکے عقب مین حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھین اور اون کے پیچھے حضرت علی مرتضیٰؑ۔ آپنے ان حضرات سے کہا کہ جب مین دعا کرون تو تم لوگ آمین کہنا سبحان اللہ کیا وقت وحالت ہے اور کیا شاہد ومشہود ہین۔

محققین واقعہ اور ناظرین کتاب دونو عبارتون کے فرق مابہ الامتیاز کو پورے طور سے آپ سمجھ لینگے یہ اپنا اپنا خلوص ہے اور اپنی اپنی توفیق۔ مجھکو نہ عدم اظہار کی شکایت ہے اور نہ تکرار کی ضرورت۔ بڑی دلیری سے جو استخفاف حقیقت کیا گیا ہے۔ اور مجھکو جس کا خاص انکشاف مقصود ہے وہ حضرت علیؑ کی شرکت کو شبلی صاحب کا متروک کردینا ہے۔

حضرت علیؑ مباہلہ مین شریک نہین تھے۔

صاحب رحمۃ العلمین نے بھی ایسا ہی لکھا تھا۔ لیکن پھر اونکو یاد آگیا اور اونھون نے فوراً حاشیہ مین یہ عبارت لکھدی دیگر روایات مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی بھی درج ہے۔ صـ۳۰۳ حاشیہ نمبر۲

امام حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں۔

اخرج الحاکم فی المستدرک وصححہ عن جابرؓ قال رسول اللہ صلعم والذی بعثنی بالحق لو فعلوا لامطر الوادی علیہم نارا قال جابرؓ فیہم نزلت فقال تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین قال جابر انفسنا رسول اللہ و علیؑ وابناءنا الحسنؑ والحسینؑ ونساءنا فاطمہؑ۔

حاکم مستدرک میں بسند صحیح جابر سے روایت کرتے ہیں کہ جب نصارائے نجران سے مباہلہ کیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ خدا کی قسم جسنے مجھے براستی مبعوث فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو اس دشت میں آگ برستی۔ جابر کہتے ہیں کہ اسی واقعہ مباہلہ کے متعلق آیت اوتری کہ آؤ ہم تم بلائیں اپنی فرزندوں۔ اپنی عورتوں اور اپنے نفوس کو اور بارگاہ ایزدی میں تضرع کے ساتھ جھوٹوں پر بددعا کریں جابر کہتے ہیں کہ اس آیت میں انفسنا سے نبیؐ اور علیؑ مراد ہیں۔ ابنائنا سے حسنؑ و حسینؑ اور نسائنا سے فاطمہ زہرا مقصود ہیں۔ احمدی ۲۲۷

ابو حاتم رازی ایک طولانی حدیث میں لکھتے ہیں۔

اقبل معہ علیؑ والحسنؑ والحسینؑ و فاطمہؑ۔

جب صبح ہوئی جناب محمد صلعم جناب علی مرتضیٰ حسنینؑ اور فاطمہؑ کو لیکر نکلے

ارجح المطالب صفحہ لاہور

محدث شیرازی لکھتے ہیں

حال آنکہ حضرت از حجرہ شریف بیرون آمدہ بود و حسین ابن علی را در زیر بغل و دست حسنؑ را بدست خویش گرفتہ۔ فاطمہؑ و علی مرتضیٰؑ در عقب آن سرور بودند۔ روضۃ ۵۲۳

آنحضرت صلعم اپنے حجرہ سے باہر آئے اس طرح کہ حسین ابن علیؑ کو گود میں لیئے ہوئے تھے حسنؑ کا ہاتھ تھامے تھے۔ حضرت فاطمہؑ اور علی مرتضیٰ آپکے پیچھے تھے۔

یہ وہ معرکۃ الآرا۔ حضرت علی مرتضیٰؑ کا شرف مخصوصہ ہے۔ جسکو آپنے سقیفہ بنی ساعدہ کی کمیٹی میں بطور احتجاج پیش کیا تھا۔ مگر سنتا کون ہے؟ دیکھئے امام دار قطنی لکھتے ہیں۔

ان علیاؑ یوم الشوریٰ احتج علی اہلہا فقال لہم انشدکم باللہ ہل فیکم احد اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی الرحم منی ومن جعلہ صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ نفسہ وابناءہ ابناءہ غیری قالوا اللہم لا۔

حضرت علیؑ نے مشورت کے روز اہل شوریٰ سے تکرار (اتمام حجت) کرتے وقت پوچھا کہ میں تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کوئی تم میں میرے ایسا شخص موجود ہے کہ جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مجھ سے زیادہ قرابت رکھتا ہو اور کسکی جان آنحضرت صلعم نے اپنی جان اور کسکے بیٹوں کو اپنے بیٹے قرار دیا ہے سب نے کہا قسم خدا کی نہیں۔

محدث دہلوی کی تحریر اوپر نقل ہو چکی ہے۔ کیا اتنے متعدد اسناد کے بعد بھی شبلی صاحب کے نزدیک حضرت کی مشارکت ثبوت کی محتاج رہجائیگی؟

اہلبیت کی شان میں نزول آیہ تطہیر آل عبا آل کسا پنجتن پاک کے القاب کی توجیہ تخصیص

اسی فروگذاشت کی طرح۔ شبلی صاحب سے ایک اور سہو النظری واقع ہوئی ہے۔ خدا جانے۔ یہ فروگذاشت حقیقت میں آپ سے سہواً واقع ہوئی ہے یا عمداً۔ واقعہ نجران کے بعد ہی حضرات اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی منزلت میں نزول آیہ تطہیر کا موقع تمام کتابوں سے ثابت ہوتا ہے اور طرفہ تر یہ ہے کہ اسکی تفصیل وتصریح میں ارباب سیر وتاریخ سے زیادہ اصحاب صحاح وسنن کے اقوال و مختار پائے جاتے ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے اپنے نقل واستنباط کے اصول مقررہ کے خلاف اس واقعہ کو بھی کیوں نہ لکھا اسلیئے کہ یہ واقعہ تو تمام تر محدثین ہی کے مستخرجات خاص سے ثابت ہوتا ہے اور آپ مرویات احادیث کی نقل واستناد کو سیر وتاریخ کی مرویات پر ہمیشہ ترجیح دیتے آئے ہیں چنانچہ ہم اسکی تفصیلی کیفیت۔ صحیح مسلم۔ صحیح ترمذی۔ خصائص نسائی۔ اور مسند امام احمد بن حنبل کے متفقہ اسناد سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

عن سعد بن ابی وقاص لمّا نزلت هذه الایة فقال تعالوا ندع ابنآءنا وابنآءکم ونسآءنا ونسآءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله علی الکاذبین دعا رسول الله صلی الله علیه واله وسلم علیًا وفاطمة وحسنًا وحسینًا فقال اللّٰهم هؤلاء اهلبیتی	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کہ اے محمدؐ کہو جھگڑا کرنیوالوں سے کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمھارے بیٹوں کو اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو اپنی جان اور تمھاری جانوں کو پھر دعا کریں اللہ سے پس لعنت ڈالیں جھوٹوں پر نازل ہوئی تو جناب رسولخدا نے علیؑ۔ فاطمہؑ اور حسنینؑ علیہم السلام کو بلاکر کہا اے میرے پروردگار یہی میرے اہلبیت ہیں۔

اتنے ارباب صحاح کے اقوال متفقہ سے معلوم ہوگیا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں پانچ بزرگواروں کو (پنجتن پاک) کو اپنا اہلبیت بتلایا اور خدا کے آگے پیش کیا۔ اور انھیں بزرگواروں کی ذاتی اور صفاتی وجاہت وعظمت کے باعث عیسائیوں نے مخوف ومرعوب ہو کر شرائط صلح کر لیے۔

اسکے بعد خداوند عالم نے ان حضرات مقدسین کی شان خاص میں آیہ تطہیر نازل فرمائی۔ مسلم ترمذی۔ دولابی بیہقی۔ ابن مندہ۔ ابن جریر۔ حاکم۔ ابن مردویہ اور امام سیوطی بیک لفظ لکھتے ہیں۔

عن ام المومنین ام سلمہ قالت ان ھذا الآیۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا نزلت فی بیتی وانا جالسۃ عند الباب و فی البیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی وفاطمۃ وحسن وحسین فجللھم بکساء وقال اللھم ھولاء اھلبیتی وحامتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا فقالت وانا معھم یا رسول اللہ قال انک علی الخیر۔ ارجح المطالب ص۱۵	ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محقق یہ آیت کہ نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ دور لیجائے تم سے نجاست کو اے گھر والوں اور پاک کرے تمکو خوب پاک کرنا میرے گھر میں نازل ہوئی ہے۔ میں دروازے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی اور گھر (حجرہ) میں جناب رسولخدا۔ علی مرتضیٰ۔ فاطمہ زہرا اور حسنین علیہم السلام تھے حضرت نے انکو ایک چادر اوڑھا کر فرمایا اے میرے پروردگار میرے اہلبیت اور میرے مددگار یہی ہیں۔ ان سے نجاست کو دور کر اور پاک کر خوب پاک کرنا۔ پس میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں بھی انکے ساتھ ہوں۔ فرمایا تم بہتری پر ہو۔

موقع نزول میں اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبل۔ ابو حاتم رازی۔ امام حاکم بیہقی۔ دیلمی ابن ابی شیبہ۔ ابن مندہ۔ ابن جریر اور سیوطی ایک دوسری روایت ہے جو واثلہ بن الاسقع کی زبانی مروی ہے۔ آیہ تطہیر کا نزول خاص جناب سیدۃ نساء العلمین حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خاص عصمت سرا میں ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح ردار عبا اور کسا میں بھی اختلاف ہے حضرت ام المومنین ام سلمہ سے جو روایت منقول ہے اوس میں ردا اور عبا کا لفظ ہے اور جو واثلہ بن الاسقع کی زبانی حضرت ام المومنین عائشہ سے مروی ہے جسکو مسلم ترمذی احمد بن حنبل۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن جریر۔ ابن ابی حاتم۔ حاکم اور سیوطی نے لکھا ہے اوس میں کسا (کملی) کا لفظ ہے۔ انھیں تصریحات و توجیہات کی بنا پر۔ اور اپنی تعداد کی نسبت خاص سے یہ حضرات مقدسین خمسۃ النجباء النجبا اور پنجتن پاک کے القاب مخصوص سے دنیائے اسلام میں یاد کیے جاتے ہیں۔ ردا و عبا کے اعتبار سے آل عبا اور کسا (کملی) کے لحاظ سے آل کسا مشہور ہیں۔

حسنت جمیع خصالہ　　　صلوا علیہ وآلہ

نجران کے عیسائیون پر اسلام کی صداقت کا اثر

مدینہ سے اونکی واپسی

بشیر کا خاتمہ بالخیر

شبلی صاحب اکثر کام کی باتون کو بھی اپنی عجلت رقمی کی بنا پر ادھوری اور ناتمام چھوڑ دیتے ہین - اہل نجران کی واپسی کے حالات بھی محاسن اسلام کے اظہار کی غرض سے ضرور قابل ذکر تھے - اسلیئے ہم اونکو رحمۃ العلمین کی عبارت سے ذیل مین خاص طور پر نقل کرتے ہین -

جو معاہدہ اونھین لکھکر دیا گیا تھا اوسے مغیرہ بن شعبہ نے لکھا تھا - اور ابوسفیان بن حرب - عجلان بن عمر مالک ابن عوف اور اقرع بن حابس صحابہ کی شہادت اوسپر ثبت تھین - اوسکے حسب ذیل فقرات خاص طور پر ناظرین کے لیئے ملاحظہ طلب ہین - اسلیئے کہ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیسائیون کو کیسے کھلے دل سے اونکے حقوق مرحمت فرماتے تھے -

لنجران جوار اللہ وذمۃ محمد النبی علی انفسہم وملتہم وارضہم واموالہم وغائبہم وشاھدھم وعشیرتہم وتبعہم وان لا یغیر کلما کانوا علیہ ولا یغیر حق من حقوقہم ولا ملتہم ولا یغیر کلما تحت ایدیہم من قلیل اوکثیر ولیس علیہم ربیۃ ولا دم جاھلیۃ ولا یحشرون ولا یطاء ارضہم الجیش - (الجوالہ فتوح البلدان بلاذری)

نجران والون کو خدا اور محمد رسول اللہ کی حفاظت حاصل ہوگی جان - مذہب - زمین - مال اور جائداد کے متعلق - اور اون سب کو جو حاضر وغائب ہین - صاحب قبیلہ ہین - یا اونکے اتباع کرنیوالے ہیں - اونکی حالت اور حقوق ہین کوئی تغیر نہین کیا جائے گا - اور جو کچھ کم یا زیادہ اونکے قبضہ مین ہے اوسے نہ بدلا جائیگا - پچھلے زمانہ کے شبہات یا قتل کے جھگڑے ان پر چلائے جائینگے - وہ بیگار مین نہ پکڑے جائینگے .... اونکے علاقہ سے فوج نہ عبور کریگی -

سند حاصل کرکے یہ لوگ نجران کو واپس گئے - بشپ (اسقف) اور دیگر سربرآوردہ لوگون نے ایک منزل آگے بڑھکر ان لوگون سے ملاقات کی - وفد نے یہ سند اسقف کے سامنے پیش کردی وہ راستہ ہی مین چلتے چلتے اوسے پڑھنے لگا - اوس کا چچیرا بھائی بشر بن معویہ جسکی کنیت ابو علقمہ تھی اوسکے نزدیک تھا وہ بھی اُسکے مضمون کی طرف اسقدر متوجہ ہوا کہ بے حال ہوگیا اور اونٹنی نے اوسے زمین پر گرادیا - اوس نے گرتے ہی کہا خرابی ہو اوس شخص کی جس نے اسقدر ہمکو تکلیف مین ڈالا ہے - بشر نے یہ اشارہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کیا تھا - اسقف بولا - دیکھ تو کیا کہتا ہے - بخدا وہ نبی مرسل ہے بشر نے جواب دیا - اب مین بھی اسکا پالان اوسی کے پاس جاکر اوتارون گا - یہ کہکر اوس نے اپنا رُخ بدلا اور مدینہ کو چل کھڑا ہوا - اسقف نے اوسکے پیچھے اپنا ناقہ لگایا - چلا چلا کر کہتا تھا میری بات تو سنو

میرا مطلب تو سمجھو۔ میں نے یہ فقرہ اسلیے کہا تھا کہ ان قبائل میں یہ مشہور ہوجائے تاکہ کوئی یہ نہ لے کہ ہم نے اس سند کے حاصل کرنے میں کوئی حماقت کی ہے۔ یا فیاضی قبول کرلی ہے۔ حالانکہ ابھی تک دیگر قبائل نے اوسکی فیاضی کو قبول نہیں کیا ہے اور ہماری شوکت و طاقت اوروں سے بڑھکر یہی ہے کہ ہمکو کسی کی فیاضی کی ضرورت نہیں۔ بشر بولا نہیں نہیں بخدا نہیں۔ اب میں نہیں رہ سکے گا تیرے مغز سے ایسی بات نکل ہی نہیں سکتی۔ بشر نے یہ اشعار پڑھے اور مدینہ چلا آیا ؎

الیك تعدّ و نلقاً وضینہا معترضاً فی حنیہا مخالفاً دین النصاری دینہا۔

بشر تو خدمت نبوی میں پہونچکر دین حضور میں رہا۔ اور بالآخر درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔ اب اوس وفد واپس شدہ کی اثر پذیری کا حال یہ ہے۔

جب یہ لوگ نجران پہونچ گئے تو نجران کے گرجا میں ایک رہنے والے مانک (راہب) نے بھی کسی سے یہ داستان سن پائی کہ ایک نبی تہامہ میں پیدا ہوا ہے۔ اوس کا خط آیا تھا۔ یہاں سے تین شخص اوسکے پاس بھیجے گئے تھے وہ اوس سے سند لیکر آئے تھے۔ اسقف (بشپ) وہ سند لیکر آیا تھا۔ اسے پڑھ رہا تھا۔ اوس کا بھائی سواری سے گر گیا اوس نے نبی کو برا بھلا کہا۔ اسقف نے اوسے منع کیا۔ اور بتلایا کہ وہ سچا نبی ہے۔ اوسے برا نہ کہو۔ وہ یہ سنکر مدینہ کو چلا گیا۔ اسقف سننے ہست۔ رہنا۔ نہ رہنگا۔ راہب نے جو گرجا کے برج کے بالائی حصہ پر (سالہا سال سے) رہا کرتا تھا چیخنا شروع کردیا مجھے اوتارو مجھے اوتار دو دیکھو اور یہ سے کو بڑھونگا۔ خواہ میری جان جاتی رہے۔ لوگوں نے اوسے اوتارا۔ وہ راہب بھی چند تحائف لیکر نبی صلعم کی خدمت میں روانہ ہوگیا۔ ایک پیالہ۔ ایک عصا اور ایک چادر اس راہب نے بطور تحفہ پیش کی تھی۔ وہ چادر خلفاء عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی تھی۔ راہب نے کچھ عرصہ تک مدینہ میں ٹھہر کر اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کی اور پھر آنحضرت صلعم سے اجازت لیکر اور پھر واپس آنے کا وعدہ کرکے نجران چلا گیا۔ مگر نبی صلعم کی حیات تک واپس نہ آیا۔ رحمۃ العالمین صفحہ ۲۰۰

وفد ہمدان ۹ سنہ ہجری

یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا۔ ان میں اشاعت کے لیے پہلے خالد بن ولید بھیجے گئے یہ چھ مہینہ تک وہاں مقیم رہے۔ لیکن کسی نے اسلام قبول نہیں کیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو اس قبیلہ میں اشاعت اسلام کے لیے مامور فرمایا۔ انکے فیضان سے تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوگیا۔ حضرت علیؑ کا خط اطلاعی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور زبان مبارک سے تین بار کہا۔ السلام علی ھمدان

السلام علی ہمدان یہ وفد اونہین لوگون کا تھا جو حضرت علیؑ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے۔ اور اب دیدار نبویؐ سے مشرف ہونے آئے تھے۔ ر رحمۃ ص ۱۸۱

وفد طارق بن عبد اللہ

طارق بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ مین مکہ مین سوق المجاز مین کھڑا تھا۔ اتنے مین وہان ایک شخص تھا جو پکار پکار کر کہتا تھا قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔ لوگو۔ لا الٰہ الا اللہ کہو تو فلاح پاؤگے۔ ایک دوسرا شخص اسکے پیچھے آیا جو اوسے کنکریان مارتا تھا۔ اور کہتا تھا یا ایھا الناس لا تصدقوا فانہ کذّاب۔ لوگو اسے سچا نہ جانو۔ یہ تو جھوٹا شخص ہے۔ مین نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہین لوگون نے کہا یہ بنی ہاشم مین سے ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو رسول اللہ سمجھتا ہے اور یہ دوسرا اس کا چچا عبد العزیٰ (ابولہب) ہے۔

طارق کا بیان ہے کہ اس واقعہ کو برسون گذر گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ مین ہجرت فرما گئے پھر ایک مدت کے بعد ہماری قوم کے چند لوگ جن مین مین بھی تھا مدینہ گئے۔ تاکہ وہان کی کھجورین مول لائین جب مدینہ کی آبادی کے متصل پہونچے تو ہم اسلیئے ٹھہر گئے کہ سفر کے کپڑے اوتار کر دوسرے کپڑے بدل کر شہر مین داخل ہون۔ اتنے مین ایک شخص آیا جس پر دو پرانی چادرین تھین۔ اوس نے سلام کرکے پوچھا کدھر سے آئے۔ کدھر جاؤگے۔ ہم نے کہا ربذہ سے آئے ہیں اور یہین تک کا قصد ہے پوچھا مدعا کیا ہے۔ ہم نے کہا کھجورین خریدنے آئے ہین۔ اوس شخص نے کہا اونٹ بیچتے ہو۔ ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ تھا جس کی مہار ڈالی ہوئی تھی۔ ہم نے کہا ہان۔ اسقدر کھجورون کے عوض ہم اونٹ دیدینگے۔ یہ سنکر اوس شخص نے قیمت گھٹانے کی نسبت بھی کچھ نہین کہا اور مہار شتر تھا کر شہر مین چلا گیا جب وہ شہر مین پہونچ گیا تو ہمارے ہمراہی آپس مین کہنے لگے یہ ہم نے کیا کیا۔ ایک ایسے شخص کو اونٹ دیدیا جس سے ہم واقف تک بھی نہین اور قیمت کے وصول کرنے کا کوئی انتظام نہین کیا۔ ہمارے ساتھ ایک ہودج نشین بھی (سردار قوم کی عورت تھی) وہ بولی کہ مین نے اوس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو چودھوین رات کے چاند کی طرح روشن تھا۔ اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو مین ادا کردونگی۔ ہم یہ باتین کرہی رہے تھے کہ اتنے مین ایک شخص آیا اور کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے اور قیمت شتر کی کھجورین بھیجی ہین۔ اور تمھاری ضیافت کی الگ کھجورین بھیجی ہین۔ کھاؤ پیو اور قیمت کی کھجورونکو وزن کرلو جب ہم کھا پیکر سیر ہوئے تو شہر مین داخل ہوگئے تو دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا وعظ کہہ رہا ہے ہم نے مندرجہ ذیل الفاظ وعظ آپکی زبان سے سنے۔

تصدقوا فان الصدقۃ خیر لکم۔ الید العلیا لوگو خیرات دیا کرو۔ خیرات کا دینا تمھارے لیے بہتر ہے۔

خیر من الید السفلی - امک واباک و اختک واخاک وادناک وادناک — اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ماں کو۔ باپ کو۔ بہن کو قریبی رشتہ اور دور والے رشتہ مردوں کو۔ رحمۃ للعالمین ۱۸۹

وفد بنو حرث بن کعب سنہ ہجری

یہ نجران کا ایک معزز خاندان تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد کو ان کے پاس دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ یہ لوگ نہایت خلوص کے ساتھ اسلام لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو مدینہ میں بلا بھیجا۔ چنانچہ قیس بن الحصین و یزید بن عبدالمدان۔ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چونکہ اکثر معرکوں میں قبائل عرب پر وہ غالب رہے تھے۔ آپ نے اون سے پوچھا کہ تمھارے غلبہ کے کیا اسباب تھے۔ بولے کہ ہم ہمیشہ متفق ہو کر لڑتے تھے اور کسی پر ظلم نہیں کرتے تھے۔ آپ نے قیس کو اُن کا رئیس مقرر کر دیا۔ سیرۃ النبی

وفد بنو اسد ۹ سنہ ہجری

یہ وہ قبیلہ ہے جو لڑائیوں میں قریش کا دست و بازو تھا۔ طلیحہ بن خویلد جس نے حضرت ابو بکر کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اسی قبیلہ سے تھا۔ ۹ھ میں یہ لوگ بھی ایمان لائے۔ اور سفارت بھیجی۔ لیکن ابتک اون کے دماغ میں فخر کا نشہ تھا سفرا دربار رسالت میں آئے تو احسان کے لہجہ میں کہا کہ آپ نے ہمارے پاس کوئی مہم نہیں بھیجی بلکہ ہم نے خود اسلام قبول کیا۔ اس پر یہ آیت اوتری۔

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَىَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ — یہ لوگ تیرا احسان رکھتے ہیں کہ ہم اسلام لائے۔ کہدو کہ مجھپر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو۔ بلکہ خدا تم پر احسان رکھتا ہے کہ تمکو اسلام کی ہدایت کی۔ اگر تم سچے ہو۔

وفد بنی فزارہ

یہ نہایت سرکش اور زور آور قبیلہ تھا۔ عیینہ بن حصین اسی قبیلہ سے تھے۔ اس قبیلہ نے رمضان ۹ سنہ ہجری میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے واپس آئے اپنا وفد بھیجا اور اسلام قبول کیا۔

وفد بنو عامر بن صعصعہ ۹ سنہ

بنو عامر کا قبیلہ عرب کے مشہور قبیلہ قیس ابن غیلان کی شاخ تھا۔ بنو عامر اوسوقت میں رئیس تھے۔ عامر بن طفیل۔ اربد بن قیس۔ اور جبار بن سلمی۔ عامر اور اربد صرف حصول جاہ کے خواہان تھے۔ یہ عامر وہی شخص تھا جو اس سے پہلے متعدد قتلوں کا باعث ہو چکا تھا اور اسوقت بھی شرکی نیت سے آیا تھا۔ جبار اور قبیلہ کے عام لوگ خلوص نیت سے صداقت کے طالب تھے عامر مدینہ پہونچکر خاندان سلول کی ایک خاتون کا مہمان ہوا۔ جبار اور مشہور صحابی کعب ابن مالک

ہین پہلے کے مراسم تھے۔ اسلیئے وہ تیرہ آدمیون کے ساتھ انھین کے گھر مہمان ہوا۔ اور اسی تقریب سے کعب انکو لیکر خدمت اقدس مین حاضر ہوئے۔ بنو عامر نے سلسلۂ کلام مین آنحضرت صلعم سے مخاطب ہوکے کہا انت سیدنا۔ آپ ہمارے آقا ہین۔ آپنے فرمایا السید اللہ۔ خدا سب کا آقا ہے۔ اونھون نے پھر عرض کی۔ حضور ہم مین سب سے افضل اور فیاض ہین۔ ارشاد ہوا۔ بات بولو تو اس کا لحاظ رکھو کہ شیطان تمھین بہکا نہ لیجائے۔ یعنی یہ تکلف اور تملق بھی ایک قسم کا جھوٹ ہے۔ عامر بن طفیل نے کہا محمدؐ! باتین تین ہین۔ تم اہل بادیہ پر حکومت کرو۔ اور شہر میرے قبضہ مین رہین۔ اگر یہ دونون نہین تو پھر تم اپنے بعد مجھے جانشین بنا جاؤ۔ اگر یہ بھی منظور نہو۔ تو مین غطفان کو لیکر تم پر چڑھ آؤن گا۔ عامر نے اربد کو سمجھا دیا تھا کہ مین محمدؐ کو ادھر باتون مین لگاؤنگا۔ اُدھر تم اون کا کام تمام کر دینا۔ اب عامر نے دیکھا تو اربد مین جنبش تک نہین تھی۔ نبوت کے غیر مرئی جلال نے اونکی آنکھین خیرہ کر دی تھین۔ دونون اوٹھکر چلے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔ خدایا انکے شر سے بچانا۔ عامر کو طاعون ہوگیا۔ عرب مین صاحب فراش ہونا شرم کی بات تھی۔ عامر نے کہا مجھے گھوڑے پر بٹھا دو گھوڑے پر بٹھا دیا گیا اور اُسی پر دم توڑا۔ جبار اور قوم کے عام اشخاص ایمان کی دولت سے مالامال ہوکر دارالاسلام سے واپس آئے۔

وفد حمیر

حمیری سلطنت نہین رہی تھی۔ سلاطین حمیر کی اولاد نے چھوٹی چھوٹی ریاستین قائم کرلین تھین اور برائے نام بادشاہ کہلاتے تھے۔ عرب مین اون کا لقب قیل تھا۔ یہ لوگ خود تو نہین آئے لیکن قاصد بھیجے کہ ہم نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ سیرۃ النبی ۳۷۔۴۲ جلد ۲

وفد کندہ
آغاز سال ۱۰ھ

حضر موت۔ یمن کے اضلاع مین ایک شہر ہے۔ یہان کندہ خاندان کی سلطنت تھی اس زمانہ مین اس خاندان کے حاکم اشعث بن قیس تھے۔ یہ سنہ ۱۰ ہجری مین اسی سوارون کے ہمراہ بڑی شان وشوکت کے ساتھ حیرہ کی چادرین۔ جنکے سنجاف حریر کے تھے۔ کاندھون پر ڈالے بارگاہ نبوی مین حاضر ہوئے۔ یہ پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ آنحضرت صلعم نے انھین دیکھکر فرمایا کیا تم اسلام نہین لاچکے بولے ہان۔ آپنے فرمایا پھر یہ حریر کیسا؟ ان لوگون نے فوراً چادرین پھاڑ پھاڑ کر زمین پر ڈالدین۔ حضرت ابوبکر نے اپنے زمانہ خلافت مین اپنی بہن امّ فروہ سے انکی شادی کر دی تھی۔ نکاح ہو چکا تو فوراً اوٹھکر اونٹون کے بازار مین پہونچے اور جو اونٹ سامنے آیا تلوار سے اوسکی کونچین اوڑادین۔ تھوڑی دیر مین بیسیون اونٹ زمین پر ڈھیر تھے۔ لوگون کو حیرت ہوئی۔ انہون نے کہا اگر ہم دارالریاست مین ہوتے تو اور ہی سامان ہوتا یہ کہکر اونٹون کے دام دیدیئے اور

لوگون سے کہا یہ آپ کی دعوت ہے۔ یہ جنگ قادسیہ اور یرموک مین شریک تھے۔ اور صفین مین حضرت علیؑ کے شریک تھے۔

شبلی صاحب۔ اپنے مطلب کی لکھ مارتے ہین اور غیر کے مطلب کی ہضم کر جاتے ہین۔ اتنا اور لکھدیا ہوتا صفین مین سب سے پہلے خلیفہ وقت کو چھوڑ کر رافضی یا خارجی بھی ہوگئے۔ اور ان کے صاحبزادے محمد ابن اشعث حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلون مین شمار ہوئے ؎

نام بڑھتا گیا جب ایک کے بعد ایک ہوئے

وفد بنی عبد القیس

یہ قبیلہ بحرین کا رہنے والا تھا۔ یہان اسلام کا اثر ہو پہنچ چکا تھا۔ سب سے پہلے اس قبیلہ کے تیرہ آدمی ۵ھ مین یا اُسکے آگے پیچھے حاضر خدمت نبوی ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ عرض کی یا رسول اللہ ہم لوگ خاندان ربیعہ سے ہین۔ حبلا خزایا ولا ندامی۔ ان لوگون نے عرض کی۔ ہمارا ملک (بحرین) بہت دور ہے اور بیچ مین کفار مضر کی آبادیان ہین۔ ہم اشہر حرم کے سوا اور مہینون مین نہین آسکتے۔ چند باتین ایسی فرمائین جائین۔ جن پر ہم ہمیشہ عمل کرین اور اپنے اہل وطن کو بھی اُن کی تعلیم دین۔ ارشاد ہوا کہ مین تمھین چار باتون کا حکم دیتا ہون۔ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو۔ اور خمس دو۔ اور چار چیزون سے تمکو منع کرتا ہون۔ دُبّا۔ حنتم۔ نقیر۔ مزفت۔ دُبا۔ حنتم۔ نقیر اور مزفت۔ عرب مین چار قسم کے برتن ہوتے ہین۔ جن مین رکھکر شراب بنائی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادت شریف جاری تھی کہ جس قبیلہ مین جو عیوب ہوتے تھے۔ اون کی پند و موعظت مین اونھین کی خصوصیت کے ساتھ ذکر فرماتے تھے۔ لوگون کو تعجب تھا کہ حضور نے ان ظرف کا مخصوص طور پر کیون ذکر فرمایا۔ چنانچہ اونھون نے پوچھا کہ یا رسول اللہ نقیر کے متعلق آپکو کیا معلوم ہے۔ ارشاد فرمایا۔ ہان کھجور کی موٹی لکڑی کو اندر سے کھود کر تم اوس مین پانی ڈالتے ہو جب اوبال کم ہو جاتا ہے تو تم اوسکو پیکر اپنے بھائیون پر تلوار چلاتے ہو۔ اتفاق یہ کہ اس وفد مین ایک صاحب ایسے تھے جن پر یہی واقعہ گذرا تھا۔ اون کی پیشانی پر تلوار کا داغ تھا۔ اور اوسکو وہ شرم سے چھپائے تھے۔

بعض روایتون مین ہے کہ عبد القیس نے خود پوچھا تھا کہ ہمکو کیا پینا نہ چاہیئے۔ اسکے جواب مین آپنے ان چارون چیزون کا ذکر فرمایا۔ بخاری اور مسلم اور دیگر کتب صحاح مین بن عبد القیس کے اس وفد کا ذکر کیا ہے۔ ابن مندہ اور دولابی وغیرہ مین اس قبیلہ کے اور وفد کا ذکر کیا گیا ہے جس مین ۴۰

آدمی شریک تھے۔ اس بنا پر علامہ قسطلانی نے اس قبیلہ کے دو وفد قرار دیئے ہین پہلا تقریباً ۹ھ ہجری مین اور دوسرا سنہ ہجری مین۔ حافظ ابن حجر کی کتاب المغازی مین بعینہ یہی تحقیق ہے۔

وفد تجیب

قبیلہ تجیب کے تیرہ آدمی حاضر ہوئے۔ یہ لوگ اپنی قوم کے مال مویشی کی زکوٰۃ لیکر آئے تھے۔ ابوبکر صدیق نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ص ان سے بہتر کوئی وفد اسوقت تک نہین آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہدایت خدائے عزوجل کے ہاتھ مین ہے۔ خدا جسکی بہبودی چاہتا ہے۔ اوسکے سینہ کو کھولدیتا ہے۔ ان لوگون نے رسول اللہ صلعم سے چند باتون کا سوال کیا۔ آنحضرت صلعم نے اونکے جوابات لکھوا دیئے۔ یہ لوگ قرآن اور سنن ہدی سیکھنے کے بہت ہی شائق تھے اسلیئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال کو ان کی تواضع کے لیئے خاص طور پر معین کیا تھا یہ لوگ واپسی کے لیئے بہت ہی اضطراب ظاہر کرتے تھے اور بار بار خدمت نبوی سے اجازت طلب کرتے تھے۔ صحابہ نے پوچھا تملوگ یہان سے جانے کے لیئے کیون اسقدر گھبراتے ہو۔ کہا دل مین یہ خوشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے جو انوار ہم نے حاصل کیئے آپکی گفتار سے جو فیوض ہم نے پائے۔ جو فوائد اور برکات ایمان یہان آکر ہمکو حاصل ہوئے اون سب کی اطلاع اپنی قوم کو جلد از جلد پہونچا دین۔ آنحضرت صلعم نے اون کو عطیات سے سرفراز فرمایا۔ اور رخصت کیا تو پوچھا کوئی شخص تم مین سے باقی تو نہین رہ گیا ہے۔ اوتھون نے کہا ہان۔ ایک جوان لڑکا ہے جسے اسباب کے پاس چھوڑ آئے ہین۔ فرمایا اوسے بھیجدینا۔ وہ حاضر ہوا۔ تو اوس نے کہا یا رسول اللہ ص میرا مدعا میری قوم کے مدعا سے الگ ہے۔ اگرچہ مین جانتا ہون کہ وہ یہان محبت اسلام سے آئے تھے۔ اور صدقات کا مال بھی لائے تھے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ تم کیا چاہتے ہو یہ بھی تو کہو۔ کہا۔ مین تو اپنے گھر سے صرف اسلیئے آیا تھا کہ حضور میرے لیئے دعا فرمائین کہ خدا مجھے بخشدے مجھپر رحم کرے۔ اور میرے دل کو غنی کردے۔ نبی صلعم نے اوسکے لیئے دعا فرمائی۔

حجۃ الوداع (سنہ ھ) مین یہ لوگ پھر آپ سے ملے۔ نبی صلعم نے پوچھا کہو اوس نوجوان کی کیا خبر ہے لوگون نے کہا یا رسول اللہ ص اوس جیسا شخص کبھی دیکھنے ہی مین نہین آیا۔ اور اوس جیسا قانع شخص سنا ہی نہین گیا۔ اگر دنیا بھر کی دولت اوسکے سامنے تقسیم ہو رہی ہو تو وہ نظر اوٹھا کر بھی نہین دیکھتا۔

بحوالہ زاد المعاد۔ رحمۃ صفحہ ۲۵۳ جلد ۱

وفد بنو سعد ہذیم

یہ قبیلہ بنو قضاعہ کی ایک شاخ تھا۔ جس وقت مسجد نبوی مین پہونچے تو دیکھا نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے ہین۔ انھون نے آپس مین یہ طے کرلیا تھا کہ بعیت سے پہلے ہمکو کوئی کام نہین کرنا چاہیئے۔ اسلیئے یہ لوگ ایک طرف ہوکر بیٹھے رہے۔ جب آنحضرت صلعم اودھر سے فارغ ہوے ان کو بلایا پوچھا تم کیا مسلمان ہو۔ انھون نے کہا۔ ہان۔ فرمایا تم اپنے بھائی کے لیے دعا مین کیون نہ شریک ہوئے۔ عرض کی ہم سمجھتے تھے کہ بعیت رسول اللہؐ سے پہلے ہم کسی کام کے مجاز نہین۔ فرمایا جس وقت تم نے اسلام قبول کیا تم مسلمان ہوگئے۔ اس اثنا مین وہ لڑکا آگیا جسے یہ لوگ اپنی سواریون کے پاس بٹھلا آئے تھے۔ وفد نے کہا یا رسول اللہؐ یہ ہم سے چھوٹا ہے اسلیئے ہمارا خادم ہے فرمایا ہان اصغر القوم خادمھم۔ چھوٹا اپنے بزرگون کا خادم ہوتا ہے۔ خدا اسے برکت دے۔ اس دعا کی یہ برکت ہوئی کہ وہی قوم کا امام اور قرآن مجید کا سب سے اچھا جاننےوالا ہوگیا۔ جب یہ وفد لوٹ کے گھر گیا تو تمام قبیلہ مین اسلام پھیل گیا۔

وفد بہراء یہ لوگ مدینہ مین آئے۔ حضرت مقداد رضؓ کے گھر کے سامنے انھون نے اپنے اونٹ باندھے۔ مقداد نے گھر والون سے کہا کہ ان کے لیئے کچھ تیار کرو اور خود انکے پاس گئے۔ اور خوش آمدید کہکر اپنے گھر لے گئے انکے سامنے حیس (ایک کھانا ہے جو کھجور اور ستو ملا کر گھی مین تیار کیا جاتا ہے اور کبھی گھی کی جگہ چربی بھی ڈالدیا کرتے ہین) رکھا گیا۔ اس کھانے مین سے کچھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیئے بھی مقداد نے بھیجدیا۔ نبی صلعم نے اوس مین سے کچھ کھایا اور برتن واپس دیا اب مقداد دونون وقت وہی پیالہ ان مہمانون کے سامنے رکھدیتے وہ مزے لےلیکر کھایا کرتے۔ خوب کھایا کرتے۔ مگر کھانا کم نہ ہوتا۔ ان لوگون کو یہ دیکھکر بڑی حیرت ہوئی۔ آخر ایک روز اپنے میزبان سے پوچھا کہ مقداد۔ ہم نے تو سنا تھا کہ مدینہ والون کی خوراک ستو جو وغیرہ ہین۔ تم تو ہمین ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو جو ہمارے ہان بہت ہی عمدہ سمجھا جاتا ہے اور جو ہر روز ہمکو میسر بھی نہین ہوتا۔ اور پھر ایسا لذیذ کہ ہم نے کبھی ایسا کھایا بھی نہین تھا۔ مقداد نے کہا صاحبو۔ یہ سب کچھ آنحضرت صلعم کی برکت ہے کیونکہ آپکی انگشت مبارک لگ چکی ہین۔ یہ سنتے ہی سب نے بالاتفاق کہا کہ وہ بیشک رسولؐ برحق ہین اور اپنا ایمان تازہ کیا۔ یہ لوگ کچھ عرصہ تک مدینہ مین رہے۔ قرآن اور احکام اسلام سیکھے اور اپنے گھر واپس چلے گئے۔

وفد خولان سنہ ہجری یہ دس شخص تھے جو ماہ شعبان سنہ ہجری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت مین حاضر ہوئے تھے۔ انھون نے آکر عرض کی کہ ہم اپنے پسماندگان قوم کی طرف سے

وکیل ہوکر آئے ہین ۔ خدا اور رسول پر ہمارا ایمان ہے ہم حضور کی خدمت مین لمبا سفر طے کرکے آئے ہین اور ہم اقرار کرتے ہین کہ خدا اور رسول کا ہم پر احسان ہے ۔ ہم یہان محض زیارت کے لیے حاضر ہوے ہین ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من زارنی فی المدینۃ کان فی جواری یوم القیامۃ ۔ جس نے مدینہ مین آکر میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا پھر آنحضرت صلعم نے پوچھا عم انس (انس کا کیا حال ہوا ۔ (یہ ایک بت کا نام ہے جو اس قوم کا بت تھا) وفد نے عرض کی ۔ ہزار شکر ہے کہ خدا نے حضور کی تعلیم کو ہمارے لیے اوس کا بدل بنادیا ہے اب بعض بعض بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتین رہ گئی ہین جو اوسکی پوجا کیے جاتی ہین ۔ اب انشاء اللہ ہم اوسے جاکر گرادینگے ۔ ہم مدتون اس دھوکہ اور فتنہ مین مبتلا رہے ۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کسی دن کا ذکر سناؤ تو ۔ وفد نے عرض کی یا رسول اللہ ۔ ایک دفعہ ہم نے سو نر گاؤ (بیل) جمع کیے اور وہ سب کے سب ایک ہی دن عم انس کے لیے قربانی کیے گئے ۔ اور درندون کے لئے چھوڑ دیئے گئے ۔ حالانکہ ہمکو گوشت اور جانورون کی بہت ضرورت تھی ۔ اونھون نے یہ بھی عرض کی کہ چوپاؤن اور زراعت مین سے برابر عم انس کا حصہ نکالا جاتا تھا جب کوئی زراعت کرتا تو اوس کا وسطی حصہ عم انس کے لیے مقرر کرتا ۔ اور ایک کنارہ خدا کے نام پر مقرر کرتا ۔ اگر کھیتی کو ہوا مار جاتی تو خدا کا حصہ تو عم انس کے نام کردیتے مگر عم انس کا حصہ خدا کے نام پر نکرتے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھین عقائد اسلام سکھلائے ۔ فرائض دین بتلائے اور خصوصیت سے مفصلہ ذیل باتون کی نصیحت فرمائی ۔

(۱) اپنے عہد کو پورا کرنا ۔ (۲) امانت کو ادا کرنا ۔ (۳) ہمسایہ لوگون سے اچھے برتاؤ کرنا ۔ (۴) کسی شخص پر ظلم نہ کرنا ۔ (۵) یہ بھی فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی کی صورت نظر آئیگا ۔

وفد محارب یہ دس شخص تھے ۔ جو قوم کے وکیل بنکر سنہ ۱۰ ہجری مین آئے ۔ بلال انکی خدمت کیلیے مامور تھے ۔ صبح وشام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے ۔ ایک دن ظہر سے لیکر عصر تک کا پورا وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھین کو دیا ۔ ان مین سے ایک شخص کو پہچان کرکہا کہ مین نے تمکو کہین دیکھا ہے ۔ یہ شخص بولا ۔ ہان ۔ خدا کی قسم حضور نے مجھے دیکھا بھی تھا مجھسے بات بھی کی تھی اور مین نے بدترین کلام سے حضور کو جواب بھی دیا تھا اور بہت بری طرح حضور کے کلام کا رد کیا تھا ۔ یہ بازار عکاظ کا ذکر ہے ۔ جہان حضور لوگون کو موعظت فرماتے تھے ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ۔ ہان ٹھیک ہے ۔

اُس شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ اوس روز میرے دوستون مین مجھ سے بڑھکر کوئی بھی حضور کی مخالفت کرنے والا اور اسلام سے دور دور رہنے والا نہین تھا۔ وہ سب تو اپنے آبائی مذہب پر مر گئے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اوس نے مجھے آجتک باقی رکھا اور حضور پر مجھے ایمان لانا نصیب ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب کے دل خدائے عز وجل کے ہاتھ مین ہین۔ اوس شخص نے کہا میری پہلی حالت کی معافی کے لیئے دعا فرمایئے۔ آپنے فرمایا۔ اسلام اون سب باتون کو مٹا دیتا ہے جو کفر مین ہوئی ہین۔

وفد غسان قبیلہ غسان کے تین آدمی سنلہ ہجری مین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آئے تھے اسلام لانے کے بعد اپنی قوم کی ہدایت کا ارادہ کرکے واپس گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انکو اشاعت اسلام مین کامیابی نہین ہوئی اون مین سے دو وفات پاچکے تھے اور ایک اوس وقت زندہ تھا جبکہ ابو عبیدہ جراح نے شام کو فتح کیا۔

وفد بنی عبس یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے تھے۔ انھون نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم ہم نے منادیان اسلام سے سُنا ہے کہ حضور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ لا اسلام لمن لا ھجرۃ لہ۔ جس نے ہجرت نہین کی اوس کا اسلام نہین۔ ہمارے پاس نقد مال بھی ہے اور مویشی بھی۔ جن پر ہماری گذران ہے۔ پس اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہین۔ مال و متاع ہمارے کیا کام آئینگے۔ اور مویشی ہمین کیا فائدہ دینگے۔ بہتر ہے کہ ہم سب کچھ فروخت کرکے سب کے سب خدمت عالی مین حاضر ہو جائین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اتقوا اللہ حیث کنتم فلن یلتکم من اعمالکم شیئا۔ تم جہان آباد ہو وہین رہکر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو تمھارے اعمال مین ذرا بھی کمی نہین آئیگی۔

وفد بنی عائذ یہ وفد سنلہ ہجری مین آیا۔ اس مین دس آدمی تھے۔ یہ مدینہ سے باہر اترے ایک لڑکے کو بٹھلا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر آئے۔ نبی صلعم نے پوچھا تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ آئے ہو۔ لوگون نے کہا ایک لڑکے کو۔ فرمایا تمھارے بعد وہ سو گیا۔ ایک شخص آیا خرجی چرالے گیا۔ ایک شخص بولا یا رسول اللہ وہ خرجی تو میری تھی۔ فرمایا ہان۔ گھبراؤ نہین۔ وہ لڑکا اوٹھا۔ چور کے پیچھے دوڑا۔ اوسکو جا پکڑا۔ سب اسباب صحیح و سالم مل گیا۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سے واپس ہوئے تو لڑکے سے معلوم ہوا۔ کہ ٹھیک اوسی طرح ماجرا ہوا تھا۔ یہ لوگ اسی امر پر مسلمان ہو گئے۔ نبی صلعم نے ابی بن کعب کو مقرر فرمایا کہ انھین قرآن یاد کرائین اور شرائع اسلام

سکھلائیں - جب وہ گھروں کو واپس جانے لگے تو اونھیں شرائع اسلام ایک کاغذ میں لکھوا کر دیدیئے گئے - بحوالہ زاد المعاد ص۳۵ رحمۃ ۱۹۷

وفد سلامان یہ سترہ شخص تھے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شوال ۱۰ھ ہجری میں حاضر ہوئے اسلام سے مشرف ہوئے - ان میں حبیب بن عمرو بھی تھا - اس نے سوال کیا سب اعمال سے افضل کیا چیز ہے - رسول اللہ صلعم نے فرمایا - وقت پر نماز پڑھنا - ان لوگوں نے عرض کی کہ ہمارے یہاں بارش نہیں ہوئی - دعا فرمایئے - آنحضرت صلعم نے زبان مبارک سے فرمایا اللّٰھمّ اسقھم الغیث فی دارھم - پروردگار انکے گھروں میں پانی برسا - حبیب نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم ان مبارک ہاتھوں کو بھی اوٹھا کر دعا فرمایئے - آنحضرت صلعم مسکرا دیئے اور دعا میں ہاتھ اوٹھا دیئے - جب وفد اپنے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اوسی روز بارش ہوئی تھی جس دن نبی صلعم نے دعا فرمائی تھی -

وفد بنی حنیفہ ۹ھ بنی حنیفہ کا وفد نبی صلعم کی خدمت میں ۹ھ ہجری میں حاضر ہوا - ثمامہ ابن آثال کی کوشش سے اس اطراف میں اسلام کی اشاعت ہوئی - یہ وفد مدینہ میں آکر مسلمان نہیں ہوا تھا اسی وفد کے ساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا - وہ مدینہ آکر لوگوں سے کہنے لگا کہ اگر محمدؐ صاحب یہ اقرار کریں کہ اون کا جانشین مجھے بنایا جاویگا تو میں بیعت کرونگا - نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو حضور کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی فرمایا میں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا - مسیلمہ کذاب نے اگرچہ رسالت کا دعویٰ کیا تھا مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی رسول تسلیم کرتا تھا - اس سے مدعا اُس کا غالباً یہ تھا کہ اس علاقہ کے مسلمان مخالف نہوں ۱۰ھ ہجری میں مسیلمہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین یہ خط وکتابت ہوئی تھی -

مسیلمہ کا خط آنحضرت صلعم کے نام

من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمدؐ رسول اللہ اما بعد فان لنا نصف الارض ولقریش نصفھا ولکن قریش لا ینصفون والسلام -	خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمد صلعم کے نام واضح ہو کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی ہے مگر قریش انصاف نہیں کرتے - والسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں یہ تحریر فرمایا -

آنحضرت صلعم کا جواب صاف

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمدؐ النبیؐ الی مسیلمۃ الکذاب اما بعد	اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور بڑا رحم والا ہے - خدا کے نبی محمد صلعم کی طرف سے مسیلمہ دروغگو کے نام

فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ۔ واضح ہوکہ زمین خدا کی ہے وہ اپنے بندون سے جسے جاہتا ہے وارث بناتا ہے اور عاقبت خدا ترس لوگون کیلئے ہو سلام اونپر ہو جو سیدھی راہ پر چلتے ہیں۔ محررہ ابی بن کعب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خط لیکر حبیب ابن زید بن عاصم گئے تھے مسیلمہ کذاب نے اُنکے دونون ہاتھ اور دونون پاؤن کٹوا ڈالے۔ رحمۃ ۱۸۳

وفد ارد سات شخصون کا یہ وفد تھا۔ نبی صلعم کی خدمت حاضر ہوا تو آپنے ان لوگون کی وضع وقطع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ پوچھا تم کون ہو۔ انھون نے جوابدیا ہم مومن ہین آپنے ارشادکیا ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے بتلاؤ کہ تمھارے قول اور ایمان کی حقیقت کیا ہے اُنھون نے عرض کی ہم پندرہ ۱۵ خصلتین رکھتے ہین۔ پانچ وہ ہین جن پر اعتقاد رکھنے کا اور پانچ وہ ہین جنپر عمل کرنے کا حکم آپکے مبلغین نے ہمکو دیا ہے اور پانچ وہ چیزین ہین جن پر ہم پہلے سے پابند ہین۔ پانچ چیزین جن پر حضور کے مبلغین نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ یہ ہین۔ خدا پر۔ فرشتون پر۔ خدا کی کتابون پر۔ خدا کے رسولون پر۔ مرنے کے بعد جی اوٹھنے پر ایمان لانا۔ پانچ چیزین عمل کرنے کی یہ بتلائی گئین ہین۔ لاالہ الااللہ کہنا۔ پانچ وقتون کی نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینا۔ روزے رکھنا۔ بیت الحرام کا حج کرنا۔ جسے راہ کی استطاعت ہو۔ پانچ چیزین جو ہمکو پہلے سے معلوم تھین۔ آسودگی کے وقت شکر کرنا۔ مصیبت کے وقت صبر کرنا قضاء الٰہی پر رضا مند رہنا۔ امتحان کے مقامات مین راستبازی پر قائم رہنا۔ اعدا کی بھی شماتت نہ کرنا یہ سنکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنھون نے تمھین ان باتون کی تعلیم دی وہ حکیم وعالم تھے۔ اور اون کی دانشمندی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انبیا تھے۔ پانچ چیزین اور تمھین بتائے دیتا ہون تاکہ تم مین پوری پوری بتیس خصلتین جمع ہوجائین (۱) وہ چیز جمع نکرو۔ جسے کھانا نہو۔ (۲) وہ مکان نہ بناؤ جسمین رہنا نہو۔ (۳) ایسی باتون کیلئے مقابلہ نکرو جنھین کل چھوڑ دینا ہو۔ (۴) خدا سے تقویٰ کرو۔ جسکی طرف لوٹ جانا اور جسکے سامنے پیش ہونا ہے (۵) اون چیزون کی طرف رغبت کرو جو آخرت مین تمھارے کام آئین۔ اسلیئے کہ تمھین وہین ہمیشہ رہنا ہے۔ ان لوگون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ رحمۃ صفحہ ۱۸۵

تبلیغ اسلام اور تاسیس نظام مقبوضات اسلام

(آغاز سال دہم ہجرت)

تبلیغ اسلام اور تاسیس نظام مقبوضات اسلام

فتح مکہ سے لیکر احکام عشرہ کے اعلان تک یعنی کامل دو برس (۸ھ و ۹ھ) مین علاقہ حجاز مین اسلام کا پورا تسلط ہوگیا۔ اور تمام صوبہ کے گوشہ گوشہ مین امن و امان قائم ہوگیا۔ عرب کے تمام قبائل و اقوام نے اسلام کی متابعت اختیار کرلی۔ اسلام کے یہ فیوض علاقہ حجاز ہی تک محدود نہیں رہے بلکہ علاقجات یمن۔ حضرموت سے ایک طرف بڑھتے ہوے دوسری طرف حدود شام اور علاقہ بحرین تک پہونچ گئے۔ ان علاقون مین قبولیت اسلام کے دو باعث قرار پائے ہین۔ ایک تو وہی جو تمہید مین بیان ہو چکا ہے کہ عرب کے قبائل و اقوام سالہاسال کے تصادم و تحارب سے یقین کر چکے تھے کہ اسلام کے زیر حمایت آئے بغیر اونکے دینی اور دنیاوی مطالب و مقاصد پُرامن طریقہ سے حاصل نہین ہوسکتے۔ اسلیئے وہ بطیب خاطر بارگاہ نبوت مین آکر مشرف با سلام ہوتے گئے۔ باقی رہے وہ لوگ جو فاصلہ و مسافت کی وجہ سے حاضری سے مجبور تھے۔ اون کے پاس مبلغین بھیجے گئے۔ اور وہ اونکی پند و موعظت سے اثر پذیر ہوکر دعوت اسلام سے مشرف ہوئے ان علاقون مین سب سے بڑا علاقہ یمن کا تھا۔

علاقہ یمن مین اشاعت اسلام

علاقہ یمن باعتبار رقبہ۔ آبادی۔ پیداوار۔ تمدن۔ معاشرت۔ تہذیب۔ تجارت۔ صنعت و حرفت غرض تمام ملکی اور مالی اوصاف و اصناف مین عرب کے تمام علاقون سے بڑھا ہوا تھا۔ شبلی صاحب نے تفصیل سے اس علاقہ کے اسلام لانے کے حالات قلمبند فرمائے ہین۔ ہم اوسی کی نقل اپنے مدعا کے لیئے کافی سمجھتے ہین۔

یمن ملک عرب کے تمام صوبون مین سب سے زیادہ زرخیز ہے اور نہایت قدیم زمانہ سے تمدن و تجارت کا مرکز ہے۔ سبا اور حمیر کی عظیم الشان حکومتین یہین قائم ہوئی تھین۔ ولادت نبوی سے تقریبًا پچاس برس پہلے ۵۲۵ء مین حبشی عیسائیون نے یمن پر قبضہ کرلیا تھا اور ولادت نبوی کے چند سال بعد اہل ایران یہان کے مالک بن گئے تھے۔ اون کی طرف سے یہان ایک گورنر ہوتا تھا۔ جو یمن پر حکومت کرتا تھا۔ یمن مین اسلام کی تحریک کے لیئے متعدد دعوائی[۱] موجود تھے۔ مثلًا اختلاف جنسیت

---

[۱] نقل لفظ ہے ۱۲

کہ یمنی قحطانی تھے اور داعی اسلام اسمٰعیلی اہل یمن کو اپنے قدیم جاہ و جلال اور حکومت و تمدن پر ناز تھا۔ اور تمام عرب خاص طور پر اُنکی پیروی کو تسلیم کرتا تھا اور تمام عرب مین یہی حکومت کے مستحق تسلیم کیئے جاتے تھے۔ ملک یمن مین جہان کوئی باقاعدہ حکومت تھی وہ اصلاً اسی خاندان مین شمار ہوتی تھی۔ چنانچہ جب یمن سے قبیلہ کندہ کا وفد آیا ہے جو یمن کا ملکی خاندان تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایک عرب کا فرمانروا سمجھکر رئیس وفد نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ اور ہم ہم خاندان نہیں ہیں؟ آپنے فرمایا ہم کنانہ بن نضر کے خاندان سے ہین نہ اپنی ماں پر تہمت رکھ سکتے ہین اور نہ اپنے باپ سے انکار کر سکتے ہین یمن میں سب سے بڑا عائق یہ ہو سکتا تھا کہ وہ پولیٹکل حیثیت سے ایرانیون کے ماتحت تھا۔ اور باشندے مذہباً علی العموم یہودی تھے یا عیسائی تھے۔ لیکن قبول حق کے لیئے کوئی چیز ان مین سے مانع نہ آئی۔ یمن مین اسلام کی دعوت ہجرت سے بہت پہلے پہونچ چکی تھی یمن مین دوس کا ایک ممتاز قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کا رئیس طفیل ابن عمر اتفاق سے مکہ آیا اور مسلمان ہو گیا اسی زمانہ مین کندہ کا قبیلہ حج کے لئے مکہ آیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے اون کو دعوت دی۔ لیکن اونھون نے انکار کیا۔ سنہ ہجری مین آنحضرت صلعم خیبر مِین تشریف فرما تھے۔ دوس کا قبیلہ مسلمان ہو کر دار الاسلام مین منتقل ہو گیا۔ یمن کا ایک اور مشہور قبیلہ اشعر تھا۔ وہ بھی مہاجرین حبشہ کی معیت مین اوس زمانہ مین بلاتحریک خود بخود اسلام لایا اور آستانہ نبوت پر حاضر ہوا۔ ابوہریرہ دوسی اور ابوموسیٰ الاشعری انھین قبائل کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے۔

یمن مین ہمدان سب سے بڑا کثیر التعداد اور صاحب اثر خاندان تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سنہ ہجری مین اون کو دعوت اسلام دینے کے لیئے خالد بن ولید کو بھیجا۔ خالد چھ مہینہ تک انکو دعوت دیتے رہے لیکن ان لوگون نے قبول نہین کیا بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خالد کو بلا بھیجا۔ حضرت علیؑ نے ان لوگون کو جمع کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نامہ مبارک پڑھکر سُنایا اور ساتھ ہی سارے کا سارا قبیلہ مسلمان تھا۔ حضرت علیؑ نے جب اس واقعہ کی اطلاع بارگاہ رسالت مین پہونچا دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سجدہ کیا اور سر اوٹھاکر دو دفعہ فرمایا۔ السلام علی الہمدان السلام علی الہمدان۔ بحوالہ زرقانی۔

حضرت علیؑ اور یمن مین دوسری بار ماموری

بعض روایتون مین ہے کہ ہمدان نے جب اسلام کا غلغلہ سنا تو عامر بن شہر کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین روانہ کیا کہ یہ مذہب اگر تمکو پسند آئے تو ہم سب اسی مذہب کے

قبول کرنے پر تیار ہین اور اگر نا پسند ہو تب بھی ہم تمھارے ساتھ ہین عامر بن شہر جب دربار رسالت سے واپس آیا تو اوس کا دل نور اسلام سے معمور تھا اور ساتھ ہی ساتھ سارا قبیلہ بھی مسلمان تھا۔ ممکن ہے کہ یہ دونون دو واقعے ہون اور دونون مین کامیابی ہوئی ہو۔

شبلی صاحب کی دلی کوشش تو یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی کوئی خصوصیت بے داغ نہ چھوٹے۔ اپنی اس کوشش مین کیسے ہی مجہول۔ غیر معروف موضوع اور مصنوع کسی قسم کا کوئی واقعہ آپ کو ملنا چاہیئے۔ وہ فوراً درج کتاب ہے۔ اب نہ اس وقت آپکو اصول روایت کی تحقیق کی ضرورت ہے اور نہ خود اپنے سیاق عبارت درست کرنیکی احتیاج۔ دیکھیئے قبیلہ ہمدان کے اسلام لانے کا واقعہ جو مشہور۔ متواتر اور متفقہ جمہور ہے وہ زرقانی کے حوالہ سے کم و بیش اوسی طرح آپ لکھ چکے جس طرح چھوٹی بڑی تمام اسلامی کتابون مین قلمبند ہین۔ اب اوسکے بعد بلا سند نہ حوالہ یہ لکھکر کہ بعض روایتون مین آیا ہے اپنے تحریر کردہ واقعہ کے مخالف واقعہ۔ جو غالباً حالات وفود مین۔ کسی کتاب مین آپنے دیکھا ہو۔ لکھدینا۔ خصوصاً اوس متفقہ اور مسلّم واقعہ کے مقابل کسقدر مضحکہ انگیز ہے۔ اور جسکی وجہ سوائے استخفاف خصوصیت حضرت علیؓ کے اور کوئی دوسری وجہ نہین ہوسکتی۔ خلاف محدثین مولفانہ آپ نہ روایت کا حوالہ دیتے ہین اور نہ راوی کا نام بتلاتے ہین اور نہ کتاب کا نام و نشان لکھتے ہین۔

اسکے آگے شبلی صاحب لکھتے ہین۔

یمن مین لوگ حضرت علیؓ سے مانوس ہو گئے تھے۔ ربیع الاول سنہ ۱۰ ہجری مین تین سو سوارون کی حفاظت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اون کو یمن کے قبیلہ مذحج مین تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا اور ساتھ ہی تاکید فرما دی کہ جبتک وہ حملہ آور نہون پیش دستی نہ کرنا۔ حضرت علیؓ جب مذحج کی سرزمین مین پہونچے تو مالگذاری وصول کرنے کے لیئے ادھر ادھر لوگون کو متعین کیا۔ اس اثنا مین قبیلہ مذحج کی ایک جمعیت نظر آئی۔ حضرت علیؓ نے اُنکے سامنے دعوت پیش کی لیکن اودھر سے اس احسان کا جواب تیر اور پتھرون سے ملا۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے بھی اپنے ساتھیون کی صف آرائی کی۔ مذحج اپنے بیس آدمی مقتول چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانون نے اون کا تعاقب کیا کہ اون کا مقصود صرف مدافعت تھا۔ اسکے بعد رؤسائے قبائل خود حاضر ہوئے اور اونھون نے اسلام قبول کیا۔ اور دوسرون کی طرف سے بھی نیابتاً اسلام کا اعلان کیا۔ ہم ان واقعات کی تفصیل عنقریب لکھین گے۔

یمن مین فارس کے جو امرا قیام پذیر ہوگئے تھے اون کو ابنا کہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

نے سنہ ۱۰ھ مین وبر بن یحنس کو انکے پاس دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ وہ نعمان بن بزریح (بزرگ) کے گھر اونکے بیٹون کے مہمان ہوے اور فیروز دیلمی۔ مرکبود۔ وہب بن منبہ کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ سب نے اسلام قبول کیا۔ صنعا مین جس نے پہلے اسلام قبول کیا وہ مرکبود کے صاحبزادے عطا اور وہب منبہ تھے عام یمن مین تبلیغ اسلام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ الاشعری کو نامزد کیا۔ دونون صاحب یمن کے ایک ایک ضلع مین بھیجے گئے۔ چلتے وقت آپنے اون لوگون کو جو باتین تعلیم فرمائین وہ درحقیقت تبلیغ اسلام کے اصول ہین۔ آپنے فرمایا۔ (۱) سہولت سے کام لینا۔ (۲) سخت گیری نہ کرنا۔ (۳) لوگون کو خوشخبری سُنانا۔ (۴) نفرت نہ دلانا۔ (۵) اور دونون ملکر کام کرنا۔ تمکو ایسے لوگ ملینگے جو پہلے سے کوئی مذہب رکھتے ہین وہان پہونچنا تو پہلے اونکو توحید و رسالت کی تعلیم و دعوت دینا جب وہ اسے تسلیم کرلین تو کہنا خدا نے تم پر روز و شب مین پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے جب یہ بھی مان لین تو اون کو سمجھانا کہ تم پر زکوۃ بھی واجب ہے۔ تم مین جو امیر ہون اون سے لیکر جو غریب ہین اون کو دیدی جائیگی۔ دیکھو جب وہ زکوۃ دینا قبول کرلین تو چن چن کر اچھی اچھی چیزین نہ لینا۔ مظلومون کی دعائے بد سے ڈرتے رہنا۔ کہ اوسکے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہین۔ حضرت ابو موسیٰ نے پوچھا یا رسول اللہ۔ ہمارے ملک مین (یمن مین) جَو اور شہد کی شراب بنتی ہے۔ کیا یہ بھی حرام ہے؟ آپنے فرمایا ہر شے جو نشہ پیدا کرے حرام ہے۔

نجران مین اشاعت اسلام

یمن کے پاس ہی نجران کا ضلع ہے۔ نجران عرب مین عیسائیت کا خاص مرکز تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغیرہ بن شعبہ کو جو صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ مین چلے آئے تھے۔ اہل نجران کے نام دعوت اسلام کا خط دیکر بھیجا۔ جس مین تحریر تھا کہ اگر اسلام قبول نہو تو اسلام کی سیاسی اطاعت قبول کرو اور جزیہ دو۔ اہل نجران نے راہبون اور مذہبی پیشواؤن کی ایک جماعت کو دریافت حال کی غرض سے مدینہ مین بھیجا۔ اس وفد کا حال اوپر بیان ہوچکا ہے۔

نصاریٰ کے علاوہ نجران مین مشرکین کی بھی آبادی تھی۔ ان مین ایک قبیلہ تھا جو بنو حرث بن زیاد کے نام سے مشہور تھا وہ مدان نامی ایک بت کو پوجتا تھا اور اسلیئے عبد المدان کہلاتا تھا۔ ربیع الآخر سنہ ۱۰ ہجری مین آنحضرت صلعم نے خالد بن ولید کو وہان دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ حضرت خالد وہان پہونچے تو تین دن مین سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ حضرت خالد نے تھوڑے دن یہان قیام کیا اور قرآن و احکام اسلام کی تعلیم دی۔ اہل یمن کا بغیر کسی ترغیب و ترہیب کے خلوص دل سے قبول اسلام کوئی ایسا واقعہ نہین تھا

جو خاص رحمت الٰہی کا مستوجب ہو۔ جب اشعریون کی آمد کی خبر ہوئی تو آنحضرت صلعم نے مسلمانون کو بشارت دی کہ کل اہل یمن آرہے ہین جو رقیق القلب اور نرم دل ہین۔ جب ہمدان مسلمان ہوا تو آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اون کو غائبانہ سلامتی کی دعا دی۔ حمیر اور تمیم کا وفد آیا تو آپ نے سب سے پہلے تمیم کی طرف خطاب کیا۔ تمیم۔ بشارت قبول کرو۔ بنو تمیم نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہم نے بشارت تو قبول کی۔ کچھ عطا بھی فرمایئے۔ آپ نے منہ پھیر لیا کہ بشارت سے بڑھکر کون چیز ہو سکتی ہے۔ پھر اہل یمن (حمیر) کی طرف رخ کرکے کہا۔ بشارت قبول کرو۔ بنو تمیم نے قبول نہ کی۔ تم قبول کر لو۔ اہل یمن بے اختیار بول اوٹھے سلے خدا کے رسول ہمنے قبول کی۔ پھر آپ نے عام طور سے فرمایا۔ ایمان یمن کا ایمان ہے اور دانائی یمن کی دانائی ہے۔ مبلغین یمن حضرت علیؓ اور معاذ ابن جبل اور ابو موسیٰ الاشعری حجۃ الوداع کے موقع پر یمن سے واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔ چنانچہ یمن کے بہت سے نومسلم بھی حج وزیارت کو آئے تھے۔

بحرین مین اسلام

بحرین ایران کے حدود حکومت مین داخل تھا۔ عرب کے قبائل وادیون مین آباد تھے جن مین مشہور اور با اثر خاندان عبد القیس۔ بنی بکر بن وائل اور تمیم تھے۔ ان مین سے عبد القیس کے قبیلہ مین منقذ بن حبان تجارت کے لیئے نکلے۔ راہ مین مدینہ پڑتا تھا۔ وہان ٹھہرے آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو اونکے پاس تشریف لے گئے۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ اونھون نے اسلام قبول کیا۔ اور سورۂ فاتحہ واقرا سیکھا آنحضرت صلعم نے اون کو ایک فرمان عنایت کیا۔ وہ سفر سے واپس گئے تو چند روز تک کسی سے اس کا اظہار نہ کیا۔ لیکن اون کی بیوی نے اوٹھین نماز پڑھتے دیکھا تو اپنے باپ منذر بن عائذ سے شکایت کی اونھون نے منقذ سے دریافت کیا بحث ومباحثہ کے بعد منذر بھی مسلمان ہوگیا۔ اور آنحضرت صلعم کا نامۂ مبارک اون کو دکھایا۔ سب نے اسلام قبول کرلیا۔ صحیح بخاری کتاب الجمعہ مین روایت ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ جس مسجد مین ادا کیا گیا وہ بحرین کی مسجد تھی۔ جو جواثی مین واقع ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بحرین مین ابتدائی زمانہ مین اسلام کی اشاعت ہو چکی تھی اسلام قبول کرنے کے بعد ان لوگون نے چودہ اشخاص کی ایک سفارت آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجی۔ جسکے افسر منذر بن الحرث تھے۔ ان کا قافلہ شانہ نبوت کے قریب آیا۔ تو یہ لوگ اسقدر بیتاب ہوئے کہ سواریون سے کود پڑے اور آنحضرت صلعم کے ہاتھ چومے۔ لیکن منذر کو پاس ادب محفوظ تھا۔ اونھون نے قیام گاہ پر جاکر کپڑے بدلے۔ پھر خدمت مین حاضر ہو کر دست بوسی کی

سنہ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علاء حضرمی کو تبلیغ اسلامی کے لیے بھیجا۔ بحرین میں اُن دنون ایران کی طرف سے منذر بن ساوی گورنر تھا۔ اس نے اسلام قبول کیا۔ اور اسکے ساتھ تمام عرب اور کچھ عجم جو مقیم تھے مسلمان ہوگئے۔ بحرین کے علاقہ مین ہجر ایک مقام ہے یہان ایران کی طرف سے سیبخت حاکم تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے نام بھی خط بھیجا اور وہ بھی مسلمان ہوگیا۔

عمان۔ اس شہر پر ازد کا قبضہ تھا۔ اور عبید و جعفر یہان کے رئیس تھے۔ سنہ ہجری مین آنحضرت صلعم نے ابو زید انصاری کو جو حافظ قرآن تھے اور عمر بن عاص کو دعوت اسلام کا خط دیکر بھیجا۔ دونون رئیسون نے اسلام کو قبول کیا اور اونکے بعد وہان کے تمام عرب اونکی ترغیب سے اسلام لائے۔

عرب شام مین اشاعت اسلام

شام کے اطراف مین جو عرب آباد تھے۔ اون مین متعدد ریاستین تھین۔ انھین سے معان اور اوسکے اضلاع فروہ بن عمر کے زیر فرمان تھے۔ لیکن خود فروہ رومی سلطنت کی طرف سے گویا گورنر تھا۔ اس نے اسلام کی طرف سے واقفیت پیدا کی تو مسلمان ہوگیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین اظہار اسلام کے ساتھ ایک خچر ہدیہ کے طور پر بھیجا۔ عیسائی رومیون کو اون کے اسلام لانے کا حال معلوم ہوا تو ان کو گرفتار کرکے سولی دیدی۔ اوسوقت یہ شعر انکی زبان پر تھا ؎

بلغ سراۃ المسلمین بانی	سلم لربی اعظمی ومقامی
مسلمان سردارون کو میرا پیغام پہونچا دو	کہ میرا جسم اور میری عزت سب پروردگار کے نام پر نثار ہے

شام اور عرب کے درمیان۔ عذرہ۔ بلی۔ اور جذام وغیرہ قبائل آباد تھے۔ قبیلہ بلی مین عمر عاص کا ننھال تھا۔ اسلیئے یہ ایک جماعت کے ساتھ اون اطراف مین بھیجے گئے جب وہ جذام کے تالاب پر پہونچے تو اون کو حملہ کا خوف ہوا۔ دربار نبوت مین اطلاع کی۔ وہان سے حضرت ابو عبیدہ کی ماتحتی مین لغرض حمایت کچھ فوج بھیجی گئی۔ اسکو اہل السیر کی اصطلاح مین غزوۂ ذات السلاسل کہتے ہین۔

مرقومۂ بالا عبارات سے مفصل طور پر اسلامی توسیعات کے حالات معلوم ہوگئے۔ اور ثابت ہوگیا کہ صرف دو ہی تین برسون کی مدت مین اسلام نے اپنی تبلیغ وتعلیم کے فیوض پہونچا کر قریب قریب تمام جزیرہ نمائے عرب کو اپنا مطیع وفرمانبردار بنالیا ان توسیعات اسلامی کے واقعات وحالات مین جو بہت بڑی خوبی قابل غور ولحاظ ہے وہ یہ ہے کہ سوائے علاقہ حجاز اور وہان کے خاص قوم وقبائل قریش و یہود کے۔ تمام عرب کے اتنے متعدد اور مختلف قبائل واقوام مین کسی ایک کے ساتھ بھی اسلام کو دست بقبضہ ہونیکی نوبت نہین آئی۔ قریش اور یہود کے ساتھ جو معرکے پیش آئے۔ وہ بالکل دفاعی تھے

۔اون مین اسلام نے حفاظت خود اختیاری اور استحکام امن عام کے طریقے اختیار کیئے جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

اسلام نے جب حجاز کے ایسے سرکش علاقہ کو زیر کر لیا تھا تو اوسکو علاقہ یمن پر فوج لیکر چڑھ جانے اور اوسکو مطیع بنانے مین کون سی دشواری حاصل تھی۔ اسلام کا مدّعا اگر صرف فتوحات ملکی ہوتا یا اسکی تبلیغ و تعلیم صرف سیاسی نقطۂ نظر پر منحصر ہوتی۔ تو فتح مکہ کے بعد، دارالاسلام مدینہ مین فتح یمن کے انتظام کیئے جاتے۔ اسی طرح فتح یمن کے بعد۔ بحرین۔ ہجر اور عمّان پر فوجون کی چڑھائی ہوتی۔ اور اسی طرح یہ تمام علاقے بالتدریج نوک شمشیر سے مطیع و منقاد بنا لیے جاتے۔ لیکن اسلام کا مدعا۔ اوسکی تبلیغ و تعلیم کا منشا ان تمام آلائشون سے پاک و صاف تھا۔ اوسکا اصلی مقصد دینیات کی تعلیم تھی۔ اور اس ضرورت سے ملک و قوم مین امن و امان کی تعیین۔ جاہل قریش نے اور اونکے دیکھا دیکھی ظالم یہود اوسکی تعلیم و تبلیغ کے راستے مین سدّراہ ہوئے۔ اور اسکے استیصال کی فکرون مین خون کے دریا بہا دیئے۔ لیکن اتنی کاوش و کوشش کے بعد جب وہ اُسکے اصلی محاسن کو سمجھے تو سارا حجاز اسلام سے بہرہ اندوز تھا۔ بخلاف حجاز کے۔ علاقہ یمن اور دیگر مقامات مرقومۂ بالا علاقجات مین اسلام کے تعلیمی فیوض قبل سے پہونچ گئے تھے۔ وہان کے اکثر سنجیدہ لوگون نے اسکی خوبیون کو ذہن نشین کر لیا تھا اور خود مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ اکثر بارگاہ نبوی مین حاضر ہو کر احکام قرآن اور واجبات اسلام کو سُنکر اور سیکھ کر مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ جیسا کہ وفود کے حالات سے معلوم ہو چکا ہے۔ اس بنا پر ان علاقون کے تمام لوگون نے اہلاً و سہلاً کہکر دعوت اسلام کو قبول کر لیا۔ اور اس صورت و واقعیت کے متعلق آنحضرت صلعم کی یہ پیشین گوئی جو عدی بن حاتم الطائی سے خاص طور پر ارشاد فرمائی گئی تھی کہ عنقریب تم دیکھ لوگے کہ ترکستان سے ایک عورت تن تنہا حج کے لیئے روانہ ہوگی اور اپنا فرض ادا کرکے بیخوف و خطر اپنے وطن کو واپس جائیگی۔ ہر طریقہ سے پوری ہو گئی۔ عیسائی معترضین اور یورپ کے سیاسی مدّعین آنکھین کھول کر ان واقعات کو پڑھین اور اسلام (ولتھ سورڈس) (اسلام بالصمصام) کے غلط الزام کو شرم و غیرت کی نگاہون سے ملاحظہ فرمائین۔

یمن مین حضرت علیؑ کی تبلیغی خدمات

شبلی صاحب نے اپنی قدیم عادت و مجبوری کی وجہ سے اس واقعہ کو احذافات استخفافات اور اختصارات کے خاص انداز سے تحریر فرمایا ہے۔ عادت و مجبوری بھی وہی؛ فضائل علیؑ کے اظہار کا خوف دامنگیر ہے۔ حالانکہ اسی واقعہ کی حقیقت جب حدیث و تاریخ کے

ماخذوں میں تلاش کی جاتی ہے تو آپکے مرقومات سے بالکل مخالف پائی جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپنے بہت سی اون مفید تفصیلات و توجیہات کی نقل کو اپنے مدعا کے خلاف سمجھکر قلمزد فرمادیا ہے۔ ہم آپکے ان قلمی مصنوعات کی حقیقت کا انکشاف محدث شیرازی کی حسب ذیل عبارت سے نقل کرتے ہیں

و در ین سال سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہت علیؑ مرتضی کرم اللہ وجہہ لوائے عقد فرمودہ و دستار بدست مبارک خود بر وے پیچید و گویند آن دستار سہ پیچ بود و دو علاقت گذاشت یکے از جانب پیش و دیگرے از جانب قفا و سہ صد سوار ہمراہ وے گردانیدہ بجانب یمن فرستاد و گفت یا علیؑ۔ برو تا بساحت ایشاں و باید کہ مقابلہ نہ کنی تا ایشان با تو مقاتلہ نکنند۔ پس علی علیہ السلام بموجب فرمودہ نبی صلعم روان شد و در روایتے آنکہ آن اول خیلے بود از اہل اسلام کہ در آن بلاد آمد و در روایتے آنکہ علیؑ گفت مرا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجانب یمن فرستاد گفتم یا رسول مرا بدیار جماعتے از اہل کتاب میفرستی و حالانکہ من جوانم و علم قضایا نیکو نمیدانم حضرت دست مبارک بر سینہ من نہاد و فرمود اللّٰهُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَهٗ وَاهْدِ قَلْبَهٗ و در روایتے آن کہ فرمود کہ زود باشد کہ اللہ تعالی ترا ہدایت کند و زبان ترا براستی ثابت گرداند و فرمود اے علیؑ چون دو خصم بنزد تو آیند و مدعی دعوی کند میان ایشان حکم مکن تا ز ما نیکہ سخن آن خصم دیگر نشنوی کہ این طریقہ سزاوار تر است تا آنکہ بر تو روشن گردد کہ حکم چیست۔ علیؑ گوید کہ بعد از ین دیگر ہرگز

اس سال جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کیلئے ایک علم ترتیب دیا اور اونکے سر پر اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا۔ عمامہ تین پیچ کا تھا اُسکے دو سرے آگے پیچھے چھوٹتے ہوئے تھے اور آپکی ہمراہی میں تین سو سوار دیکر یمن کی طرف روانہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ جاؤ اور جب اون کی زمین میں پہونچو تو اون کے ساتھ مقابلہ نہ کرنا جب تک کہ وہ تم سے خود مقابلہ نہ کریں۔ حضرت علیؑ حسب الحکم روانہ ہوئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ پہلی جماعت تھی جو یمن کی طرف روانہ فرمائی گئی اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے خدمت نبوی میں گذارش کی کہ آپ مجھ سے نوجوان شخص کو اون لوگوں کی طرف بھیجتے ہیں حالانکہ مجھے حکم قضایا اچھی طرح معلوم نہیں حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ یہ سنکر جناب رسولخدا صلعم نے اپنا دست مطہر میرے سینہ پر رکھدیا اور فرمایا خدایا تو اسکی زبان کو ثابت رکھ اور اسکے قلب کو ہدایت فرما۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہو کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ بہت جلد خدا تعالی تمکو کمال ہدایت عنایت فرمائیگا اور تمھاری زبان کو مستقل اور ثابت بصداقت رکھے گا اور یہ بھی فرمایا کہ یا علیؑ جب دو مدعی اپنے تصفیہ کے لیے تمھارے پاس آئیں تو تم اونکے بارے میں کوئی حکم نہ کرنا جبتک دونوں کا بیان نہ سن لینا تاکہ حقیقت حال تمپر ظاہر ہو جائے۔ اور یہی طریقہ اجرائے احکام کا بہترین ہے۔

در ہیچ قضیہ مراشک واقع نشد اجرم در علم قضایا
چنان ماہر گشت کہ زبان معجز بیان محمدی در وصف او
فرمود۔ اَقْضَاکُمْ عَلِیّا۔[1] علی قاضی ترین امت اسلام
است　　　روضۃ الاحباب صفحہ ۵۲۹

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ اسی کے بعد پھر کسی امر کے تصفیہ میں مجھکو
کبھی تامل نہیں ہوا اور بالآخر آپکی قوت فیصلہ کی شہرت اتنی مشہور ہوئی
کہ زبان رسالت نے بھی آپکے فیصلوں کی تعریف میں فرمایا کہ
"سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں"

---

[1] یمن میں جو تنازع فیہ مسلات کے فیصلے حضرت علیؑ نے صادر فرمائے وہ ہر طریقہ اور اعتبار سے ایسے ہی کامل تھے کہ زبان رسالت سے اونکی تنہا تصدیق ہی نہیں بلکہ بیحد تعریف بھی فرمائی ہے سراج المبین جلد دوم میں آپکے ان تمام فیصلوں کو پوری تفصیل سے نقل کر دیا ہے مناسبت مقام کی ضرورت سے ان میں سے کل دو فیصلے جو یمن کے خاص زمانہ قیام میں نافذ فرمائے گئے تھے نمونہ کے طور پر نقل ہوتے ہیں جن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ زبان رسالت سے اقضاکم علیا کی تصدیق محبت یا قرابت پر مبنی نہیں تھی بلکہ حقیقت اور واقعیت کے معیار پر۔ امام احمد بن حنبل مسند میں لکھتے ہیں۔

عن علیؑ ان رسول اللہ صلعم بعثہ الی یمن
فوجد اربعۃ وقعوا فی حفرۃ ایصطاد فیہ
الاسد سقط اول فتعلق باخر و تعلق الاخر
باخر حتی تساقط الاربعۃ فجرحہم الاسد
وماتوا من جراحتہ فتنازع اولیاءہم حتی
کادوا یقتتلون فقال علیؑ انا اقضی بینکم
فان رضیتم فہو القضاء والا حجزت بعضکم
عن بعض حتی تاتوا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ والہ وسلم لیقضی بینکم قال اجمعوا
من قبائل الذین حفروا البیر ربع الدیۃ
والثلث ونصفہا ودیۃ کاملۃ فللاول ربع
دیۃ لانہ اہلک من فوقہ وللثانی ثلثہا
لانہ اہلک من فوقہ وللثالث النصف
لانہ اہلک من فوقہ وللرابع دیۃ کاملۃ

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُن کو یمن کی طرف
بھیجا وہان پر چار آدمی ایک گڑھے میں گر پڑے تھے جو شیر کے
شکار کرنیکے واسطے کھودا گیا تھا اور پہلے سے اس میں شیر گرا ہوا تھا
جب ایک آدمی اس میں گرنے لگا تو اوس نے دوسرے کو پکڑ لیا
جب دوسرا اسمین گرنے لگا تو اوسنے تیسرے کو پکڑ لیا اور تیسرے نے
چوتھے کو اسطرح چارون اسمین گر گئے شیر نے ان چارون کو زخمی
کرکے مار ڈالا۔ اُنکے وارثون میں تنازع پیدا ہوا قریب تھا کہ آپسمین
جنگ کی نوبت پہونچ جائے جناب امیر نے فرمایا میں اس قصہ کو
فیصل کیے دیتا ہون اگر تم راضی ہو جاؤ ورنہ چند آدمی تم میں سے
آنحضرت کی خدمت میں چلے جاؤ حضرت آپ تمہارا جھگڑا فیصل
کر دینگے جناب امیر نے فرمایا جن لوگون نے یہ گڑھا کھودا ہے ان سے
دیت اسطرح وصول کر لو کہ ایک چوتھا حصہ دیت کا ہو ایک تیسرا
حصہ اور ایک نصف حصہ اور ایک پوری دیت ہو پہلے آدمی کی
چوتھائی ہو۔ دوسرے کی تہائی تیسرے کی نصف اور چوتھے کیلئے پوری دیت

حقیقت یہ ہے کہ یمن میں حضرت علیؑ دو بار بھیجے گئے تھے۔ ایک بار تبلیغ کی ضرورت سے اور دوسری بار خالد بن ولید سے رقم خمس وصول کرنیکے لیئے۔ لیکن اکثر محدثین و مورخین نے آپکی دونو خدمتون کو ایک ہی تفصیل مین بیان کردیا ہے۔ لیکن ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات مین اسکی تفریق کردی ہے اور محدث شیرازی نے بھی روضۃ الاحباب ص۵۲۷ مین تصحیح فرمادی ہے۔

قبیلہ ہمدان مین تبلیغ کا تو وہی واقعہ ہے جو شبلی صاحب نے اوپر نقل کیا ہے۔ لیکن طبری کی عبارت سے اوس مین اتنے اضافہ کی ضرورت ہے کہ یمن مین جو جماعت اسلامی خدمات تبلیغی کے لیئے بھیجی گئی تھی۔ اوس مین متفرق لوگ مختلف قبائل یمن مین تبلیغ کے لیئے مامور ہوئے تھے چنانچہ خالد بن ولید پہلے قبیلہ ہمدان کی طرف بھیجے گئے تھے۔ لیکن وہ لوگ مسلمان نہین ہوئے۔ جب اسکی خبر بارگاہ نبوت مین پہونچی تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو قبیلہ ہمدان کی طرف بھیجا۔ تاریخ طبری کی عبارت یہ ہے۔

فی ھذہ السنۃ بعث رسول اللہ صلعم	اس سال جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو یمن
علیًّا الی الیمن وقد کان ارسل قبلہ خالد	کی طرف روانہ کیا۔ اور ان سے پہلے خالد بن ولید کو روانہ

بقیہ نوٹ ص۳۵۴ فابوا ان یرضوا فاتوا رسول اللہ ان لوگون نے اس سے انکار کیا اور راضی ہوئے آنحضرت کی

اللہ صلعم فلقوہ عند مقام ابراھیم فقصوا	خدمت میں آئے۔ آپ مقام ابراہیم مین ملے انھون نے تمام
علیہ القصۃ فقال رجل قضا بیننا علی	قصہ بیان کیا۔ ایک آدمی نے کہا کہ علیؑ نے اس کا فیصلہ کردیا ہے
فلما قصوا علیہ القصۃ اجازہ۔	پھر وہ فیصلہ سنا دیا آپنے اوسی فیصلہ کو بحال رکھا۔

(۳) عن زید بن ارقم قال کنت عند زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ مین جناب سرور عالم کی خدمت مین

النبی صلعم اذ جاء کتاب من علی فیہ	حاضر تھا کہ یمن سے علیؑ کا خط آیا اوسمین لکھا تھا کہ میرے پاس تین
ان ثلثۃ نفرا توی یختصمون فی غلام	شخص ایک لڑکے کی نسبت اپنا جھگڑا لیکر آئے تھے کہ زمانہ جاہلیت مین
وطئوا امہ فی الجاھلیۃ فی طھر	اوس لڑکے کی ماں کے ساتھ اون تینون نے ایک ہی طہر مین جماع
واحد کلھم یدعیہ انہ ابنہ فقضیت بینہم	کیا تھا ان تینون مین سے ہر ایک شخص اس لڑکے کو اپنا بیٹا بیان کرتا تھا
ان اقرعت بینہم وجعلتہ للقارع منھم	مین نے اسکے فیصلہ کیلئے قرعہ ڈالا۔ جسکے نام قرعہ نکلا مینے اوس لڑکے
علی ان یغرم للآخرین ثلثی الدیۃ فضحک	کو اوسی کا فرزند قرار دیکر یہ شرط کردی کہ یہ شخص باقی دو شخصونکو دیت کی

بن ولید الیھم یدعوھم الی الاسلام فلم یجیبوہ وارسل علیًا وامرہ ان یعزل خالدا ومن شاء من اصحابہ

کر چکے تھے کہ اہل یمن کو اسلام کی دعوت دیں لیکن اُن لوگوں نے اسلام میں قبول کیا تو آپ نے حضرت علیؑ کو بھیجا اور حکم دیا کہ خالد اور اون کے ساتھیوں میں جسکو چاہیں معزول کر دیں ۔

شبلی صاحب نے تبلیغ سورۂ برأت میں حضرت ابو بکر کے عزل رسالت کی طرح اس واقعہ میں بھی خالد بن ولید کے معزولی کو مرفوع القلم فرما دیا ہے۔ کیونکہ دونوں حضرات ایک ہی خانوادہ کے چشم و چراغ تھے اور آپکو دونوں بزرگوں سے عقیدت کا شرف خاص حاصل تھا۔ ترک ادب سے ترک قلم بہتر سمجھا گیا ۔

اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت علیؑ جمعیت اسلامی کے امیر با اختیار بنا کر بھیجے گئے تھے۔ خالد جس طبیعت کے آدمی تھے وہ ظاہر ہے۔ اونکو حضرت علیؑ کی یہ ترجیح و تفضیل سخت ناگوار گذری۔ لیکن بارگاہ نبوت کا حکم تھا، چپ رہ گئے۔ مگر مخفی طور پر اکثر اہالیان لشکر کو حضرت علیؑ کے طرز عمل پر خواہ مخواہ شکایت پر برانگیختہ کرنے لگے۔ اہل اسلام میں بریدہ اپنی سادہ لوحی سے خالد کے اس حیلہ میں آ گئے۔ اور کنیز والے مشہور و معروف واقعہ کی شکایت آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش کی۔ امام بخاری نے صرف خالد کی حمایت میں اس واقعہ کو جس مبہم طریقہ سے بیان کیا ہے اوسکی تصریح و تنقید ہم جلد اول میں پوری تفصیل سے کر چکے ہیں۔ ہم ذیل میں پھر اس واقعہ کو امام نسائی اور امام احمد بن حنبل کی عبارت سے نقل کرتے ہیں ۔

عن عبد اللہ بن بریدۃ قال حدثنی ابی قال لم یکن من الناس ابغض الیّ من علیٍ حتی احببت رجلًا ولا احببتہ الا علی بغض علی فبعث ذلک الرجل علی خیل فصحبتہ وما صحبتہ الا علی بغض علی فاصابنا سبیًا فکتب الی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان یبعث الیہ من یخمسہ فبعث الینا علیًا وفی السبی وصیفۃ افضل من

عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے لوگوں میں سے کسی کا اتنا بغض نہیں تھا جسقدر کہ جناب امیرؑ کا یہانتک کہ میں ایک آدمی کو اس وجہ سے عزیز رکھتا تھا کہ وہ جناب امیرؑ سے بغض رکھتا تھا وہ آدمی ایک گروہ کے ساتھ بھیجا گیا میں نے جناب امیرؑ کے بغض کی وجہ سے اوسکی رفاقت اختیار کی۔ اس نے آکر اوس گروہ کو گرفتار کر لیا۔ اور حضرت صلعم کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ کوئی آدمی بھیجا جاوے تاکہ خمس کا مال اوسکے حوالہ کیا جاوے حضرتؐ نے جناب امیرؑ کو خمس لینے کے لئے بھیجا۔ قیدیوں میں

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵۵ ۔ النبی صلعم حتی بدت ۔

دو تہائیاں ادا کیجئے سرور دنیا و دین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سنکر ہنس پڑے یہانتک کہ آپکے دندان مبارک نظر آنے لگے پھر آپنے فرمایا کہ علی کے فیصلے کے سوا ہمیں اسکا کوئی دوسرا فیصلہ معلوم نہیں۔ ارجح المطالب ص ۱۴۲

السبی حین خمس صارت فی الخمس ثم صارت فی اهل بیت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ثم صارت فی اٰل علیؑ فاتانا وراسہ یقطر فقلنا ما ھذا فقال اما تروا الوصیفۃ صارت فی الخمس ثم صارت فی اھل بیت النبی صلعم مصدقاً ثم صارت فی اٰل علی فوقعت علیھا فکتب وبعثنی مصدقاً لکتابۃ الی النبی صلعم مصدقاً لما قال فی علی فلما اتیت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم وقرء کتابہ فجعلت اقول علیہ صدق فامسک بیدی وقال اتبغض علیاً فقلت نعم فقال لی لا تبغضہ وان کنت تحبہ فازدد لہ حباً فوالذی نفسی بیدہ لنصیب اٰل علیؑ فی الخمس افضل من وصیفۃ فما کان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم احب الیّ من علیؑ قال عبد اللہ ھو ابن بریدہ واللہ ما کان فی الحدیث بینی وبین النبی صلعم غیر ابی۔

(اخرجہ الاحمد والنسائیؒ)

ایک کنیز تھی۔ جو سب قیدیوں میں افضل تھی جب پانچواں حصہ چھانٹا گیا تو وہ کنیز خمس میں آگئی اور خمس سے اہلبیت نبوی کے حصہ میں آگئی۔ اور اہل بیت کے حصہ سے علی کی آل کے حصہ میں آگئی۔ ایک روز جناب امیرؑ ہمارے پاس تشریف لائے۔ انکے سر کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے ہمنے پوچھا آپکے غسل فرمانیکی کیا وجہ ہے فرمانے لگے تمنے نہیں دیکھا وہ کنیز خمس میں آگئی۔ اور خمس سے اہلبیت کے حصہ میں آئی اور اہل بیت کے حصہ سے علیؑ کی آل کے حصہ میں آئی۔ میں نے اوس سے صحبت کی ہے لیس ا(س) شخص نے یہ تمام واقعہ لکھکر مجھے تصدیق کرنے کے لئے حضرت کے پاس بھیجا۔ جب میں حضرت کے پاس پہونچا اور خط حضور کو دیا اور آپنے اوس خط کو پڑھا میں نے لفظاً لفظاً اوسکی تصدیق کی آپنے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کیا تو علیؑ سے بغض رکھتا ہے میں نے کہا ہاں۔ فرمایا اوس سے بغض نہ رکھ۔ بلکہ اگر تو اوسکو دوست رکھتا ہے تو اب اور زیادہ دوست رکھ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ خمس میں علیؑ کی آل کا حصہ کنیز سے بدرجہا افضل ہے۔ بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسکے بعد جناب رسول اللہ صلعم کے بعد مجھے جناب امیرؑ سے کوئی زیادہ عزیز نہیں تھا عبد اللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں میرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان بجز میرے والد کے اور کوئی دوسرا واسطہ نہیں تھا۔

یہ واقعات ہیں جو شبلی صاحب نے اپنی مصلحت خاص سے ناقابل ذکر سمجھکر مرفوع القلم فرما دیئے ہیں لیکن آپ سے پہلے تمام چھوٹے بڑے مولفین نے اپنے اپنے تالیفات میں بلا تامل مندرج فرمائے ہیں۔ لیکن آپ ان مجبوریوں سے کہ ان واقعات سے آپکے حضرت خالد کی حضرت علی مرتضیٰ سے خواہ مخواہ بغض و عداوت۔ اغوا و غوایت اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کے فضائل و مراتب ظاہر ہوتے تھے اسلئے یمن کے واقعات میں ایسے مشہور و معروف

واقعہ کو۔ جو تنہا مورخین ہی کا نہین بلکہ تمام محدثین معتقدین کا مختار قرار پا چکا ہے۔ مرفوع القلم فرما دیا۔

شبلی صاحب کی نئی ترتیب تالیف

شبلی صاحب نے ان مضامین کو لکھکر ترتیب تالیف کو بدل دیا ہے۔ اور واقعہ نگاری اور سانحہ نویسی کے تسلسل سے بالکل الگ ہوکر عملیات رسالت کے محاسن کی تفصیل شروع کردی ہے اور قریب قریب تین چار حصہ مین تبلیغ تعلیم دینیات اور تدوین و تنظیم ملک و اقوام کے تمام حالات و واقعات گذشتہ و موجودہ بلا خیال سنین، و سال جمع کردیئے ہین۔ ان تمام واقعات و حالات کی نقل و تحریر تفصیل و تصریح کے بعد۔ پھر ملیٹ کر تاریخ نویسی کی چھوڑی ہوئی راہ پر آگئے ہین اور حجۃ الوداع سنہ ہجری سے سیرۃ النبی صلعم کے واقعات کا پھر سلسلہ اوٹھایا گیا ہے۔ اور وفات سنہ ہجری کے حالات تک پہونچاکر ختم فرمایا گیا ہے۔

دنیا بھر کی سیرۃ و تاریخ کے اصول تالیف سے علیحدہ ہوکر۔ یہ کاہے چنین گاہے چنان "کا خاص طرز تحریر اور انداز بیان اختیار فرمایا گیا ہے۔ یہ آخر کیون؟ صرف اسلیئے کہ تنظیم و سیاسیات کے بیانات سے خلافت کا سنگ بنیاد رکھنا ہے۔ اور سیاسیات رسالت کے رنگ خلافت آیندہ کے خاکے مین بھرنا ہے جبھی تو اس باب خاص کا عنوان ان الفاظ مین قائم کیا گیا ہے "تاسیس حکومت الٰہی اور استخلاف فی الارض" اور اس عنوان کے نیچے آیہ استخلاف کو نقل کیا ہے۔

اگر شبلی صاحب کا مدعا یہ ہے کہ حکومت الٰہی اور استخلاف فی الارض۔ جسکی بشارت سورہ نور جزو ۱۸ مین موجود ہین۔ جیسا آپ کے سیاق تحریر اور ترکیب ترتیب سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ زمانہ رسالت ہی مین تمام ہوگئی۔ تو ہمکو آپ سے پورا اتفاق ہے۔ اور اگر آپ اسکو کھینچ تان کر خلافت راشدہ تک لیجاتے ہین اور فتوحات شام۔ مصر اور فارس وغیرہ کو اس کا مفہوم اصلی بتلاتے ہین تو۔ جناب والا۔ خلفائے امویہ و بنی عباسیہ نے کیا قصور کیا ہے۔ ان کی فتوحات و توسیعات ملکی کو بھی اسی کے اندر کیون نہین لاتے۔ اسلیئے کہ وہ بھی تو خلفائے رسول اللہ تھے اور امیر المومنین کہے جاتے تھے۔ سعدی شیرازی نے آخر خلیفہ عباسیہ مستعصم باللہ کا جو مرثیہ لکھا ہے اوس مین برابر امیر المومنین کے لقب مخصوص سے اوسکو یاد کیا ہے۔ کیا اس امیر المومنین اور خلافت راشدہ کے امیر المومنین مین آپ کوئی فرق بتلا سکتے ہین۔

ابھی اور آگے چلیئے۔ اسی سلسلۂ خلفائے رسول صلعم مین۔ بنی فاطمیین خلفائے مصر۔ انکے بعد خلفائے سلسلۂ ایوبیہ فاتحین شام و بیت المقدس۔ پھر اون کے بعد خلفائے سلسلۂ عثمانیہ قسطنطنیہ بھی۔ جو قریب قریب چارسو برس تک مسند نشین خلافت رہے۔ اور ابھی چند سال پیشتر تک تمام ملکی و قومی اور مذہبی جرائد و صحائف مین اونکے خلیفۃ المسلمین مطلق اور امیر المومنین برحق ہونے پر بڑی بڑی معرکۃ الآرا انجمنین گئین

بڑی بڑی پرزور تحریرین لکھی گئین - اسی تعریف و توصیف مین کیون نہ داخل کیے جائین گے - تو گویا اس وقت تک اس بشارت ایزدی کا سلسلہ پورا ہونا تسلیم کرنا ہوگا اور اس بشارت کے سلسلہ مین ہر خلیفہ مسند نشین کے بعد "باقی دارد" کی یاد دہانی کا اضافہ کرنا ہوگا - خیریت ہوئی کہ مصطفےٰ کمال پاشا غازی نے اس سلسلہ کو تمام کردیا اور خلافت کے نام ہی کو جریدہ سیاست سے محو کردیا - اب نہ کہین خلافت ہی اور نہ کوئی خلیفہ - نہین معلوم کہ خاتمۂ خلافت کے ساتھ یہ بشارت بھی تمام ہوگئی یا نہین - العلم عند اللہ -

بہر حال یہ تحریر تو شبلی صاحب کی تمہید حفظ ماتقدم کے جواب مین ایک مختصر سا جملہ معترضہ تھا جو ضرورتاً حائل ہوگیا - اس کا منقدانہ انکشاف حال کرکے پھر شبلی صاحب کی اس ترتیب خاص کے اندازِ نوایجاد کو دکھلاتے ہین - ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ تمام سیر و تاریخ کی ترتیب سے علیحدہ آپنے اپنی کتاب مین یہ ترتیب اختیار فرمائی ہے - جتنی اسلامی تاریخ و سیرت کی کتابین میرے پیش نظر ہین کم و بیش یا قریب قریب اوتنی ہی کتابین آپکے مطالعہ و ملاحظہ مین بھی آئی ہونگی کیا آپ بتا سکتے ہین کہ [illegible] ایک مین بھی یہ ترتیب اختیار کی گئی ہے - علم تاریخ کے بیان مین آپنے تاریخ ابن خلدون کا مقدمہ تو ضرور پڑھا ہوگا جیسے یاد آتا ہے کہ آپنے اپنی کسی تالیف مین اوسکی بڑی تعریف کی ہے - اوس مقدمہ کو بار دگر مطالعہ فرمایا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ موجدین علم تاریخ اور محققین فن سیرت نے تدوین واقعات تاریخ و سوانحات سیرت کے کیا اصول مدوّن فرمائے ہین - شاید ابن خلدون کا کوئی نسخہ (جیساکہ مین خود دیکھ آیا ہون) آپکے کتبخانہ دار المصنفین اعظم گڈھ مین نہین ہے - اسی وجہ و مجبوری سے سیرۃ النبیؐ کے مجلدات مین اوسکے حوالے کم پائے جاتے ہین - بہتر وہ نہین تو صرف خاوندشاہ ہروی سمرقندی کی تاریخ روضۃ الصفا کا مقدمہ یا دیباچہ بھی آپکی اطلاع کے لئے کافی ہوگا - اوسی کو ملاحظہ کیا جائیگا تو معلوم ہوجائیگا کہ تدوین مضامین تاریخ و سیرت کے یہ خاص اصول مقرر کیئے گئے ہین کہ پہلے صاحب کتاب (ہیرو) کے تمام و کمال حالات و واقعات و سوانحات حیات جو مدعائے تاریخ و سیرت کی تعریف خاص کے اندر آتے ہون ولادت کے روز سے لیکر وفات کے دن تک مفصل اور مسلسل طریقہ سے قلمبند کرلیئے جاتے ہین - ان کے بعد اوسکے عملیات - جن مین دینیات - سیاسیات - اخلاقیات غرض تمام محاسنات شامل ہین مفصل اور مسلسل طریقہ سے یکے بادیگرے سلسلہ تحریر مین بیان کیئے جاتے ہین - یہی جمہور مورخین اور ارباب سیرت کا طریقہ تالیف ہے - جسپر متقدمین سے لیکر متاخرین تک کا برابر عملدرآمد ثابت ہے - شبلی صاحب نے یورپین مصنفین کی تقلید مین اور اپنی سیرت کو فلسفہ تاریخ کی صورت مین لانے کی تمنائے شدید مین اس ترتیب و ترکیب خاص کا

نسخہ تیار کیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بہت سے واقعات قبل از وقوع قلمبند ہوگئے اور بہت سے ایسے
حالات جو پہلے بیان ہونے چاہیئے تھے ۔سب سے پیچھے بیان کیئے گئے ہین ۔مثلاً وہ احکام حلال وحرام
جو حجۃ الوداع مین نازل ہوے ہین وہ ابھی سے احکام دینیات مین مندرج فرمادیے گئے ہین حالانکہ
واقعیت کے اعتبار سے ۔سلسلۂ بیان مین حجۃ الوداع کا ابھی نام ونشان بھی نہین ہے تکمیل اسلام
اور اتمام نعمت ایمان کی کل بشارتین بیان فرمادی گئی ہین ۔حالانکہ اون کا موقع نزول ابھی آگے
آنے والا ہے ۔

اسی طرح سے بہت سے احکام دینی اور نظام قومی جو بہت قبل نفاذ پاچکے تھے اونکے بیان سے
اصل موقع اور مقام تو خالی چھوڑ دیئے گئے ہین اور اون سب کو بلا لحاظ وخیال ایام وسال اسی تفصیل
مین اکٹھا کر دیا گیا ہے ۔مثلاً حرمت خمر کا بالتدریج حکم نزول جسکی ابتدا غزوہ احد سنہ ہجری سے بتلائی گئی
ہے ... سے قبل اوسکی قطعی ممانعت بتلائی گئی ہے ۔سنہ ہجری سے لیکر سنہ ہجری تک اوسکی بالتدریج
حرمت وامتناع کی اصل کتاب مین کہین کوئی تفصیل موجود نہین ہے ۔یہ مواد جلد دوم کی اس تفصیل
مین خلط مبحث بنا کر اکٹھا کر دیا گیا ہے گویا سنہ ہجری کے واقعہ حرمت خمر کو سنہ ہجری سے بعد کے واقعات
کی تفصیل مین بیان کیا گیا ہے ۔

اسی تفصیل مین حضرت علیؓ کی شراب خواری والی ناپاک روایت بھی ہے ۔جسکو ابو داؤد کی گندہ دماغی
نے اپنے پراگندہ سلسلہ سے لکھا ہے اور آپکے مجنس قلم نے اوسکو نقل بھی کر دیا ہے ۔اس بنا پر گویا سنہ ہجری
کے واقعہ کو ۹ھ ہجری کے مابعد کے سلسلہ حالات مین بیان کیا ہے ۔ہمارا موجودہ سلسلۂ تنقید تو اس ناپاک
روایت کی تردید وتکذیب کے لیئے اسی وقت اور موقع پر مصر تھا لیکن ہم اوسکو دو وجہون سے آئندہ
مضامین کی تفصیل تک اوٹھا رکھتے ہین ۔اوّل تو وہی کہ پھر میرے ترتیب واقعات مین بھی آپ ہی کے
ایسی بے ترتیبی اور بے ربطی پیدا ہوجائیگی ۔کیونکہ یہ واقعات احکام دینیات کے ذیل مین عملیات سے تعلق
رکھتے ہین اور عملیات کا بیان جیسا کہ ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین سوانحات کے بیانات کے بعد ہوتا ہے ۔اس
بنا پر وفات کے بعد انشاء اللہ سلسلۂ بیان مین اسکے تنقیدی انکشافات مندرج کیئے جاوینگے ۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شبلی صاحب کی کتاب چھپتے ہی اس جھوٹی اور فتنہ انگیز روایت کی ملک و
قوم مین اتنی دھجیان اوڑ چکی ہین کہ اوسکی موضوعیت ومصنوعیت کا بال تک باقی نہین چھوڑا گیا ۔فتنۂ
شبلی کی دو تیار جلدین ملک وقوم کے ہاتھون ہاتھ پہونچ چکین ۔اسلیئے اوسکی تنقید وتردید کی اتنی

عجلت ضروری بھی نہین تھی آپ کی انھین بدترتیبیوں کو مدنظر کرکے ہم اپنے سلسلہ بیان مین اوس ترکیب و تفصیل سے علیحدہ ہونا کسی طرح پسند نہین کرتے جسکو ہم چالیس برسون سے اپنے سوانحات کی ترتیب و تالیف مین قائم رکھ چکے ہین اسلیئے کہ ہمنے سیرت کو منطق اور تاریخ کو فلسفہ بنانے کی اولٹی منطق نہین پڑھی ہے۔ ان ھذا لشئی عجاب۔

حجۃ الوداع سنہ ہجری

شبلی صاحب اسکی تفصیلی کیفیت حسب ذیل قلمبند فرماتے ہین۔

سال آخر۔ حجۃ الوداع۔ اختتام فرض نبوت۔ ذی الحجہ سنہ ہجری مطابق فروری ۶۳۲ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہون جو مہربان اور رحیم ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ — جب خدا کی فتح آگئی اور مکہ فتح ہوچکا اور تونے دیکھ لیا کہ لوگ خدا

يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ — کے دین مین فوج کی فوج داخل ہورہے ہین تو خدا کی تسبیح پڑھ

رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا — اور استغفار کر۔ خدا توبہ قبول کرنیوالا ہے۔

بظاہر خیال ہوتا ہے کہ نصرت و فتح کے مقابلہ مین شکر کی ہدایت ہونی چاہیئے۔ تسبیح و استغفار سے فتح کو کیا مناسبت ہے۔ اس بنا پر ایک صحبت مین حضرت عمر نے صحابہ سے اس آیت کے معنی پوچھے تو لوگون نے مختلف معنی بتلائے۔ حضرت عمر نے عبداللہ بن عباس کی طرف دیکھا وہ کمسن تھے۔ جواب دیتے جھجکتے تھے جب حضرت عمر نے ڈھارس بندھائی۔ تو اونھون نے کہا کہ یہ آیت آنحضرت صلعم کی قربت وفات کا اعلان ہے کہ استغفار کے لیئے مخصوص ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی توجیہ اور آپکی تفصیل کے تسلیم کر لینے مین ہمین کوئی عذر نہین ہے مگر تاہم اتنا انکشاف حقیقت ضروری ہے کہ آیا حقیقتاً پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے لیئے استغفار کی ضرورت تھی یا نہین اسلیئے کہ آپ اسلام کے عقائد مسلمہ کے موافق معصوم تھے۔ پھر جب ارتکاب معصیت آپ سے ممکن نہین تو استغفار کی کیا ضرورت تھی شبلی صاحب نے توجیہ بھی لکھدی۔ تفصیل بھی کردی۔ مگر مسئلہ کے اس پہلو پر نظر نہ ڈالی معلوم ہوتا ہے کہ عصمت رسول کے متعلق آپ اوس گروہ کے ہمخیال ہین جو رسول کو جائز الخطا قرار دیتا ہے۔ غالباً اسکے انکشاف حقیقت سے آپ کا سکوت اسی خیال خاص پر مبنی ہے۔ اسلیئے ہمکو اسکی نسبت یہ لکھکر بتلا دینا ضروری ہے کہ اگر حقیقتاً آپ کا ایسا خیال ہے تو اسلام کے عقیدہ مسلّمہ کے سراسر خلاف ہے۔

اس آیہ وافی ہدایہ مین حکم استغفار بغرض تمثیل تعمیم اور بطریق تعمیل تعلیم آیا ہے۔ بالکل اُسی طرح جس طرح
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔ سورۂ فتح جزو ۲۶　ہمنے تجھکو (اے پیغمبر) کھلی کھلی فتح عنایت کی۔ تیرے قبل و آخر کے تمام گناہوں کو بخشدیا۔
مین۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے صدور معصیت قطعی ممنوع ہے۔ ان آیات مین جو ذکر استغفار ہے وہ محض عام لوگون کی تعلیم و تلقین کی خاص ضرورت سے بتلایا گیا ہے کہ باوجود معصوم ہونے کے بھی تم خود طریقہ استغفار دکھلا کر اور بتلا کر گنہگاران امت کو آمرزش معاصی کے لیئے بارگاہ ایزدی سے طلب استغفار کی تعلیم کرو کہ اون کے یہ طرز عمل اور ترکیب توبہ و انابت تمھارے ارشاد و ہدایت کے مطابق اون کی نجات اور عفو جرائم کا ذریعہ و وسیلہ قائم ہون۔ انھین دو مقامات پر منحصر نہین۔ قرآن مجید مین جہان جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حکم استغفار آیا ہے۔ اوس سے یہی مراد ہے۔ اور اسکے سوا کوئی دوسرے معنی نہین۔ فافہم فتدبر۔

اسکے بعد شبلی صاحب اپنے سلسلۂ بیان مین لکھتے ہین۔

اس سورہ کے نازل ہونے کے بعد آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ رحلت کا زمانہ قریب آگیا اسلیئے اب ضرورت تھی کہ تمام دنیا کے سامنے شریعت اور اخلاق کے تمام اصول سیاسی کا مجمع عام مین اعلان کر دیا جاے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہجرت کے زمانہ سے ابتک فریضۂ حج ادا نہین فرمایا تھا۔ ایک مدت تک تو قریش سدّراہ رہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد موقع ملا لیکن مصالح ملکی اسکے مقتضی تھے کہ یہ فرض سب سے آخر مین ادا کیا جاوے۔ بہر حال۔ ذیقعدہ مین اعلان ہوا کہ آنحضرت صلعم بارادۂ حج مکہ تشریف لیئے جا رہے ہین۔ یہ خبر دفعتہً پھیل گئی اور شرف ہمرکابی کے لیئے تمام عرب اومنڈ آیا۔ سنیچر کے دن۔ ذیقعدہ کی ۲۶ تاریخ کو آپنے غسل فرمایا اور چادر۔ تہمد باندھی۔ نماز ظہر کے بعد مدینہ سے باہر نکلے تمام ازواج مطہرات کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ اور مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر۔ ذوالحلیفہ ایک مقام ہے۔ جو مدینہ کی مضافات ہے یہان پہونچکر شب بھر اقامت فرمائی۔ دوسرے دن دوبارہ غسل فرمایا۔ حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے آپکے جسم مبارک مین عطر لگایا۔ اسکے بعد آپنے دو رکعت نماز ادا کی پھر ناقہ قصوا پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے یہ الفاظ کہے۔

لبیك لبیك اللّٰھم لبیك لا شریك لك لبیك　اے خدا ہم تیرے سامنے حاضر ہین تیرا کوئی شریک نہین ہم حاضر ہین تعریف
ان الحمد والنعمة لك والملك لك لا شریك لك　و نعمت سب تیرے ہی ہے۔ ملک و سلطنت تیری ہی ہے کوئی تیرا شریک نہین۔

حضرت جابرؓ جو اس حدیث کے راوی ہین اون کا بیان ہے کہ مین نے نظر اوٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے دائین بائین جہانتک نظر کام کرتی تھی آدمی کا جنگل نظر آتا تھا۔ آنحضرت صلعم لبیک فرماتے تھے تو ہر طرف سے صدائے غلغلہ انگیز کی آواز بازگشت آتی تھی۔ اور تمام دشت وجبل گونج اوٹھتے تھے۔

فتح مکہ مین آپنے جن منازل مین نماز ادا کی تھی۔ وہان برکت کے خیال سے لوگون نے مسجدین بنائی تھین۔ آنحضرت صلعم اُن مساجد مین نماز ادا کرتے جاتے تھے سَرِف مین پہونچکر غسل فرمایا۔ دوسرے دن۔ اتوار کے روز۔ ذی الحجہ کی ۴ تاریخ کو۔ صبح کے وقت مکہ معظمہ مین داخل ہوئے۔ مدینہ سے مکہ تک کا یہ سفر۔ نو دن مین طے ہوا خاندان ہاشم کے لڑکون نے آمد آمد کی خبر سنی تو خوشی سے باہر نکل آئے۔ آپنے فرط محبت سے اونٹ پر کسیکو آگے کسیکو پیچھے بٹھا لیا۔ کعبہ پر نظر پڑی تو فرمایا کہ اے خدا اس گھر کو اور عزت وشرف دے پھر کعبہ کا طواف کیا طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم مین دوگانہ ادا کیا اور یہ آیت پڑھی۔

لا اله الا الله وحده لاشريك له له الملك و — خدا کے سوا کوئی معبود نہین۔ اوسکا کوئی شریک نہین۔ اُسکے لیے

له الحمد يحيي ويميت وهو على كل شئ قدير — سلطنت ملک اور حمد ہے اور وہ تمام چیزون پر قادر ہے۔ کوئی خدا

لا اله الا الله وحده انجز وعده ونصر — نہین۔ مگر وہ اکیلا خدا ہے اوسنے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اور

سلہ حاشیہ مین حدیث جابرؓ کی نسبت مرقوم ہے۔ ابوداؤد اور مسلم مین حجۃ الوداع کا واقعہ نہایت تفصیل سے مذکور ہے جس کا کی شان نزول یہ ہے کہ حضرت امام باقرؑ نے حضرت جابرؓ سے جب وہ نابینا ہو گئے تھے آنحضرت صلعم کے حج آخر کا حال پوچھا۔ حضرت جابرؓ نے آل رسول کی محبت سے امام باقرؑ کے گریبان کے تکمے کھولے اور اونکے سینہ پر محبت سے ہاتھ رکھکر کہا۔ بھتیجے پوچھو تو کیا پوچھتا ہے؟ پھر نہایت تفصیل سے حج نبویؐ کے تمام حالات بیان کیے۔

حافظ ابن حجر نے امام محمد باقر علیہ السلام اور جابر بن عبد اللہ انصاری سے ملاقات کی یہ تفصیلی کیفیت لکھی ہے عن جابر انه قال له وهو صغير رسول الله صلعم يسلم عليك فقيل له وكيف ذلك قال وكنت جالسا وعنده الحسين في حجره ويلاعبه فقال يا جابرؓ يولد له مولود اسمه علي اذا كان يوم القيمة ينادي منادي ليقم سيد العابدين فيقوم ولده ثم يولد له ولد اسمه محمدؐ فان ادركته يا جابر فاقرأه مني السلام۔ جابر رضی اللہ عنہ امام باقر علیہ السلام سے کہنے لگے درآنحالیکہ وہ بھی نہایت صغیر السن تھے کہ جناب سرور عالم صلعم نے آپکو سلام کہا ہے۔ حاضرین نے پوچھا یہ کیونکر ہو سکتا ہے جابر بولے کہ مین ایک روز آپکی خدمت مین بیٹھا تھا اور امام حسینؑ علیہ السلام آپکی گود مین کھیل رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جابرؓ حسینؑ کے ایک لڑکا ہوگا جس کا نام علی رکھا جائیگا قیامت کے دن منادی ندا کریگا کہ سید العابدین اُٹھین اوسوقت امام حسینؑ کا یہ بیٹا اُٹھے گا پھر اسکا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام محمدؐ ہوگا۔ اے جابرؓ اگر تم اوسوقت تک زندہ رہو تو اوس سے میرا سلام کہنا۔ ۱۲ مولف عفی عنہ

عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔ اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے تمام قبائل کو شکست دی۔

صفا سے اوتر کر مروہ پر تشریف لائے۔ یہان بھی دعا و تہلیل کی۔ اہل عرب ایام حج مین عمرہ ناجائز سمجھتے تھے صفا و مروہ کی سعی سے فارغ ہو کر آپنے اون لوگون کو جنکے ساتھ قربانی کے جانور نہین تھے۔ عمرہ تمام کر کے احرام اوتار دینے کا حکم دیدیا۔ بعض صحابہ نے گزشتہ رسوم بالوفہ کی بنا پر اس حکم کی بجا آوری مین معذرت کی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر میرے ساتھ قربانی کے اونٹ نہوتے تو مین بھی ایسا ہی کرتا۔

حضرت علیؑ حجۃ الوداع سے کچھ پہلے بھیجے گئے تھے۔ اوسیوقت وہ یمنی حاجیون کا قافلہ لیکر یہ مین وارد ہوئے چونکہ اُن کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اسلئے اُنھون نے احرام نہین اوتارا۔

مرقومۂ بالا عبارت۔ حضرت علیؑ کے ذکر تک۔ تو آپنے حدیث و تاریخ کے ماخذون کا صحیح نقل و ترجمہ کیا۔ حضرت علیؑ کا ذکر آیا۔ اور آپکا قلم حقیقت نگاری سے گھوم گیا۔ آپکے یہ الفاظ کہ "چونکہ ان کے (حضرت علیؑ کے) ساتھ قربانی کے جانور تھے۔ اسلئے انھون نے احرام نہین اوتارا" بالکل۔ واقعیت۔ اصلیت حقیقت کے خلاف ہے حالانکہ حضرت علیؑ کا اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ لانا کسی حدیث و تاریخ مین نہین ہے اور نہ آپنے اپنی اس عبارت پر کسی حوالہ کا نشان دیا ہے۔ نسائی اور ابوداؤد کے دو نو حوالے جو حاشیہ مین درج ہین وہ اوپر کی عبارتون کے متعلق ہین۔ اس سے کوئی واسطہ نہین۔ یہ امور صاف بتلا رہے ہین کہ یہ فقرہ آپکی مخترعات سے ہے۔ جو آپنے اپنی قدیم عادت استخفاف خصائص و فضائل علیؑ کی خاص ضرورت سے لکھا ہے۔ اب اسکے خلاف پہلے تاریخ ابن ہشام کی عبارت مین اسکی حقیقت ملاحظہ ہو۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کان بعث علیًا الی نجران فلقیہ مکۃ وقد احرم فدخل علی فاطمۃ ع فوجدھا قد حلت وتھیّات فقال مالک یابنت رسول اللہ صلعم قالت امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان نحل العمرۃ فحللنا قال ثم اتی رسول اللہ ص فلما فرغ من الخبر عن سفرہ قال لہ رسول اللہ ص انطلق فطف بالبیت وحل کما حل اصحابک قال یا رسول اللہ ص انی قلت حین احرمت اللھم انی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو نجران (یمن) کی طرف بھیجا تھا جب وہ وہان سے لوٹ کر آئے تو احرام باندھے ہوئے حضرت سے مکہ مین ملاقات کی اور جناب سیدہ کو دیکھا کہ احرام سے نکلنے کی تیاری کر رہی ہین۔ جناب امیر نے کہا اے رسول اللہ ص کی بیٹی تمنے کیون احرام کھولدیا ہے جناب سیدہ نے فرمایا کہ ہمکو حضرت نے عمرہ کے احرام کے کھولنے کا حکمدیا ہے اسلئے ہمنے احرام کھولدیا ہے جناب امیر حضرت صلعم کے پاس گئے جب سفر کی حالت حضرت سے عرض کر چکے تو حضرت نے فرمایا جاؤ طواف کر کے اپنے دوستون کیطرح تم بھی احرام کھولڈالو جناب امیر نے گذارش کی کہ ہمنے احرام باندھنے کے وقت

احل بما احل بہ نبیّک وعبدک ورسولک قال فھل معک من ھدی قال لا فاشرکہ رسول اللہ ص فی ھدیہ وثبت علی احرامہ مع رسول اللہ ص حتی فرغ من الحج ونحر رسول اللہ صلعم عنہ ۔

دعا کی تھی کہ اے پروردگار جس طرح تیرا نبیؐ۔ تیرا بندہ اور تیرا رسولؐ احرام کھولیگا اُسیطرح مین بھی اپنا احرام کھولونگا آنحضرت صلعم نے پوچھا تمھارے پاس قربانی کی کوئی چیز ہے کہا نہین پس حضرت نے جناب امیرؑ کو بھی اپنی قربانی مین شریک کر لیا اور جناب امیرؑ بدستور جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے رہے یہانتک کہ آنحضرت صلعم حج سے فارغ ہو کر جناب امیرؑ کی طرف سے بھی قربانی کی"۔

مرقومۂ بالا شاہد تاریخی سے جناب علیؑ مرتضیٰ کا قربانی کے اونٹ اپنے ہمراہ نہ لانا پورے طور سے ثابت ہو گیا۔ قیامت انگیز تعجب تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ تو بذات خاص جناب رسولخدا صلعم کے سامنے انکار فرماتے ہین کہ میرے پاس قربانی کے لیئے کوئی چیز نہین۔ لیکن شبلی صاحب اقرار کرتے ہین اور چودہ سو برسون کے بعد بتلاتے ہین کہ قربانی کی اشیاء یعنی اونٹ وہ اپنے ہمراہ لائے تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سے ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ یہ ہے شبلی صاحب کی حقیقت نویسی۔

مرقومۂ بالا عبارت سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ مرتضیٰ کو اپنی قربانی کے اونٹون مین شریک کر لیا۔ اب اس مشارکت کی تفصیل بھی صحیح مسلم کی حسب ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔

عن جابر قال نحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ثلاثا وستین بدنۃ واعطا علیًا المنحر فنحر ما غیر منھا واشرکہ فی ھدیہ ثم امر من کل بدنۃ ببضعۃ فجعلت فی قدر رطبخت فاکلا من لحمھا وشربا من عرقھا

جابرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ترسٹھ ۶۳ اونٹ قربانی کیئے۔ انکے علاوہ جسقدر کہ قربانی کیلیے اونٹ لے گئے تھے۔ انکی قربانی کیلیے حکم دیا اور رہنے دیا اور انکو اپنی قربانی مین شریک کیا پھر ہر ایک اونٹ مین سے تھوڑا سا گوشت کاٹ لینے کا حکم دیا پس وہ ایک ہنڈیا مین پکوا کر دونو صاحبون نے کھایا اور اوس کا شوربا پیا۔

پھر اوسی صحیح مسلم مین ایک دوسری حدیث یہ ہے۔

عن علیؑ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان اقوم علی بدنہ وان اصدق بلحمھا وجلودھا وان لا اعطی الجزار منھا شیئاً۔

جناب امیر علیہ السّلام کہتے ہین کہ سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے اونٹ کی قربانی کیلیے حکم دیا اور فرمایا کہ اس کا تمام گوشت اور پوست خیرات کردو اور قصاب کو اسمین سے کوئی چیز نہ دی جاوے جناب امیرؑ فرماتے ہین کہ ہم قصاب کو اپنی گرہ سے دیتے ہین۔

اب کتاب کے ناظرین کو عموماً اور معتقدین شبلی صاحب کو خصوصاً یہ بھی دکھلا دینا چاہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضی نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس استحسان کی یاد کو اپنی تمام عمر تک زندہ اور قائم رکھا مسند امام احمد بن حنبل اور صحیح ترمذی مین ہے۔

عن علیؑ امرنی رسول اللہ صلعم ان اضحی عنہ ابدا فکان یضحی عنہ الی ان استشہد بکبشین املحین۔

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ مجھے جناب رسول اکرم صلعم نے اپنی طرف سے ہمیشہ قربانی کرنیکا حکم دیا تھا پس جناب امیرؑ اپنی شہادت تک آنحضرت صلعم کی طرف سے دو چتلے مینڈھے ہمیشہ قربانی کیا کرتے تھے۔

یہ نکتہ بھی ضرور ملحوظ خاطر رہے۔ اس حدیث کے تحت مین محمد ابن شہاب الزہری۔ جنھون نے سب سے اول بحکم عمر بن عبدالعزیز حدیث کو مدون کیا ہے۔ لکھتے ہین۔

انما خص علیاً بذلک دون اقاربہ واھلہ لقربۃ فکانہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فعل بنفسہ

جناب رسولخدا صلعم نے اپنے تمام اقارب اور ازواج کے سوا جناب علیؑ مرتضی کو اس قربانی کیلئے بوجہ انکی قرابت قریبہ کے مخصوص فرمایا ہو اسلئے کہ جناب امیرؑ کا قربانی کرنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قربانی فرمانا تھا

یہ سب تفصیل کتاب ارجح المطالب صـ۵۳۱ ـ صـ۵۳۳ مین مندرج ہے کبھی ممکن تھا کہ شبلی صاحب ان مرویات حدیث وتاریخ کی تصریح فرماتے۔ جس سے حضرت علی کے فضائل مخصوص معلوم ہوتے۔ ان ھذا منہ ابعد الابعاد آپنے تو اپنی تحریر مین واقعیت ہی کو بالکل معکوس فرما دیا تھا۔ مگر ہم پھر وہی عرض کرینگے۔ وہی حقیقت تھی۔ جو نہ چھپ سکی۔ اور آخر ظاہر ہو گئی۔

اسکے آگے شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

جمعرات کے روز آٹھوین تاریخ کو آپنے تمام مسلمانون کے ساتھ منی مین قیام فرمایا دوسرے دن نوین ذی الحجہ جمعہ کے روز نماز پڑھکر منی سے روانہ ہوئے۔ قریش کا معمول تھا کہ جب مکہ سے حج کیلئے نکلتے تھے تو عرفات کے بدلے مزدلفہ مین مقام کرتے تھے جو حرم کے حدود مین تھا۔ ان کا خیال تھا کہ قریش نے اگر حرم کے سوا کسی اور مقام مین مناسک حج ادا کیئے تو ونکی شان یکتائی مین فرق آجائیگا۔ لیکن اسلام کو جو مساوات عام قائم کرنی تھی۔ اوسکے لحاظ سے یہ تخصیص روا نہین رکھی جا سکتی تھی۔ اسلیئے خدا نے حکم دیا۔

ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔ آپ بھی عام مسلمانون کی طرح عرفات مین آئے اور یہ اعلان کر دیا۔

قفوا علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابیکم ابراھیم

آپنے مقدس مقامات مین ٹھہرے رہو کہ تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی وراثت پر ہو۔

یعنی عرفات مین حاجیون کا قیام حضرت ابراہیمؑ کی یادگار ہے اور اونھین نے اس مقام کو اس غرض خاص کے لیئے مقرر فرمایا ہے۔ عرفات مین ایک مقام نمرہ ہے۔ وہان آپنے ایک کمل کے خیمہ مین قیام فرمایا دوپہر ڈھل گئی تو ناقہ پر (جس کا نام قصوا تھا) سوار ہوکر میدان مین آئے اور ناقہ کے اوپر ہی سے خطبہ دیا۔ آج پہلا دن تھا کہ اسلام اپنے جاہ و جلال کے ساتھ نمودار ہوا اور جاہلیت کے تمام بیہودہ مراسم کو مٹا دیا اسلیئے آپنے فرمایا۔

الا کل شیئ من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع — ہان۔ آج جاہلیت کے تمام دستور میرے ان دونون پاؤن

صحیح بخاری و مسلم و ابوداؤد باب الاشہر الحرام وحجۃ النبی — کے نیچے ہین۔

تکمیل انسان کی منزل مین سب سے بڑا سنگ راہ امتیاز مراتب تھا۔ جو دنیا کی قومون نے تمام مذاہب نے تمام ممالک نے مختلف صورتون مین قائم رکھا تھا۔ سلاطین سایہ یزدانی تھے جنکے آگے کسی کو چون و چرا کی مجال نہین تھی۔ اور مذہب کے ساتھ کوئی شخص مسائل مذہبی مین گفتگو کا مجاز نہ تھا۔ شرفا رذیلون سے ایک بالاتر مخلوق تھی۔ غلام آقا کے ہمسر نہین ہوسکتے تھے۔ آج یہ تمام تفرقے یہ تمام امتیازات۔ یہ تمام حدبندیان دفعۃً ٹوٹ گئین۔

لیس للعربی فضل علی العجمی ولا للعجمی فضل علی العربی کلکم ابناء آدم وآدم من تراب۔ عقد الفرید خطب نبوی — عرب کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہین۔ تم سب آدم کی اولاد ہو۔ اور آدم خاک سے بنے ہین۔

ان کل مسلم اخو المسلم وان المسلمین اخوۃ ارقائکم ارقائکم اطعموھم مما تاکلون واکسوھم مما تلبسون (ابن سعد) — مسلمان مسلمان بھائی ہین (طبری وابن اسحاق) تمہارے غلام تمہارے غلام ہین جو خود کھاؤ وہ انہین کھلاؤ جو خود پہنو وہی انہین پہناؤ

خون جاہلیت کی معافی

عرب مین کسی خاندان کا کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے قتل ہوجاتا تھا تو اوس کا انتقام لینا خاندانی فرض ہوجاتا تھا یہانتک کہ سیکڑون برس گذر جانیکے بعد بھی یہ فرض باقی رہتا تھا۔ اور اس بنا پر لڑائیون کا ایک غیر منقطع سلسلہ قائم ہوجاتا تھا۔ اور عرب کی زمین ہمیشہ خون سے رنگین رہتی تھی۔ یہ سب سے قدیم رسم عرب کا مقدم فخر خاندان کا پُرفخر مشغلہ برباد کیا جاتا ہے اور اوسکے لیے ثبوت کا منادی سب سے پہلے اپنا نمونہ آپ پیش کرتا ہے۔

ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربیعۃ بن الحرث[1]۔ (بخاری و مسلم و ابوداؤد) — جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقام خون) باطل کردیئے گئے۔ اور سب سے پہلے مین اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن حرث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہون

[1] ربیعہ بن حارث ابن عبد المطلب کا ایک بیٹا ایاس نام تھا وہ قبیلہ بنی سعد مین پرورش پا رہا تھا کہ ہذیل نے اسکو قتل کرڈالا بحوالہ مسلم بخاری و ابوداؤد

سود کی قطعی ممانعت عرب مین سودی کاروبار کا ایک جال پھیلا ہوا تھا جس سے غربا کا ریشہ ریشہ جکڑا تھا اور ہمیشہ کے لیے وہ اپنے قرضخواہون کے غلام بن گئے تھے۔ آج وہ دن ہے کہ اس کا تار تار الگ کر دیا گیا۔ اس فرض کی تکمیل کے لیے بھی معلم برحق سب سے پہلے اپنے ہی خاندان کو پیش کرتا ہے۔

وربا الجاھلیۃ موضوع واوّل ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب — جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیے گئے۔ اور مین سب سے پہلے اپنے خاندان مین عباس ابن عبد المطلب کا سود باطل کرتا ہون۔ (مسلم وابوداؤد)

حقوق نسوانی کی مراعات آج تک عورتین مردون کی جائداد منقولہ تھین جو قمار بازیون مین داؤن پر چڑھا دی جاسکتی تھین آج پہلا دن ہے کہ یہ گروہ مظلوم۔ یہ صنف لطیف اور یہ جوہر نازک قدردانی کا تاج پہنتا ہے۔

فاتقوا اللہ فی النساء (مسلم وبخاری) ان لکم نسائکم حقًا ولھنّ علیکم حقا (طبری وابن ہشام) — عورتون کے معاملہ مین خدا سے ڈرو تمھارا عورتون پر اور عورتون کا تم پر حق ہے۔

قتل وخونریزی کی ممانعت عرب مین جان ومال کی کچھ حقیقت نہین تھی۔ اور نہ کوئی قیمت۔ جو شخص جسکو چاہتا تھا قتل کر دیتا تھا اور جس کا مال چاہتا تھا چھین لیتا تھا۔ آج امن وسلامتی کا بادشاہ تمام دنیا کو صلح کا پیغام سناتا ہے۔

ان دمائکم واموالکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا الی یوم تلقون ربکم (بخاری مسلم وابوداؤد) — آج سے تمھارے خون اور اموال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہوئے جس طرح آج کے دن کی حرمت اور وہ لقائے خدا کے وقت تک حرام رہین گے۔

اسلام سے پہلے بڑے بڑے مذہب دنیا مین پیدا ہوئے لیکن اونکی بنیاد خود صاحب شریعت کے تحریری اصول پر نہ تھی۔ اونکو خدا کی طرف سے جو ہدایتین ملی تھین۔ بندون کی ہوس پرستیون نے اُن کی حقیقت گم کر دی تھی۔ ابدی مذہب کا پیغمبر اپنی زندگی کے بعد آیات ربّانی کا مجموعہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی امت کو سپرد کرتا ہے اور تاکید کرتا ہے۔

وانی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ۔ (صحاح) — مین تم مین ایک چیز چھوڑ جاتا ہون اگر تمنے اوسکو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہوگے۔ وہ چیز کیا ہے۔ کتاب اللہ

اسکے بعد آپنے چند اصولی احکام کا اعلان فرمایا۔

ان اللہ عزوجل قد اعطی کل ذی حق حقہ — خدا نے ہر حقدار کو (از روے وراثت) اس کا حق دیدیا۔

فلا وصیۃ لوارث[1] — اب کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔

الولد للفراش وللعاہر الحجر وحسابہم علی اللہ۔ — لڑکا اوسی کا ہے جسکے بستر پر پیدا ہو۔ زناکار کے لیے پتھر ہے اور اون کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔

من ادعی الی غیر ابیہ وانتمی الی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ۔ — جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونیکا دعوی کرتا ہو اور جو غلام اپنے مولا کے سوا کسی اور طرف اپنی نسبت کرے اوس پر خدا کی لعنت ہے۔

الا لا یحل لامراۃ ان تعطی من مال زوجہا شیئاً الا باذنہ۔ — ہاں عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اوسکی اجازت بغیر کچھ دینا جائز نہیں۔

الدین مقضی والعاریۃ مؤداۃ والزعیم غارم۔ — قرض ادا کیا جائے۔ عاریت واپس کی جائے۔ عطیہ لوٹا دیا جائے۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔

یہ فرماکر آپ نے مجمع کی طرف خطاب کیا۔

انتم مسئولون عنی فما انتم قائلون (مسلم وابوداؤد) — تم سے خدا کے یہاں میری نسبت پوچھا جائیگا۔ تم کیا جواب دوگے؟

صحابہ نے عرض کی۔ ہم کہیں گے آپنے خدا کا پیغام پہونچایا۔ اپنا فرض ادا فرمایا۔ (یہ سنکر) آپنے آسمان کی طرف اونگلی اوٹھائی اور تین بار فرمایا۔

اللّٰھمّ اشھد اللّٰھم اشھد اللّٰھم اشھد (مسلم وابوداؤد) — خدایا تو گواہ رہنا۔ خدایا تو گواہ رہنا۔ خدایا تو گواہ رہنا۔

عین اوس وقت جب آپ فرض نبوت ادا کر رہے تھے۔ یہ آیت اوتری۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (بخاری، مسلم وابوداؤد) — آج میں نے تمھارے لیے دین کو مکمل کردیا اور اپنی نعمت تمام کردی اور تمھارے لیے مذہب اسلام کو انتخاب کرلیا۔

شبلی صاحب۔ آپ بخاری، مسلم اور ابوداؤد کے حوالے سے۔ نزول آیہ اکملت لکم کا یہ موقع بتلاتے ہیں لیکن حافظ ابونعیم۔ امام سیوطی۔ ابن مردویہ۔ دیلمی۔ حموینی۔ ابن مغازلی۔ نظیری۔ صالحانی وغیرہم اس کا کوئی اور موقع بتلاتے ہیں۔ جو عنقریب سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگا۔ ابھی ہم آپکی عبارت کے سلسلہ نقل کو منتشر کرنا نہیں چاہتے اسکے آگے تحریر ہوتا ہے۔

---

[1] نعوذ باللہ رسول اللہ صلعم کا یہ حکم فاطمہ کی وراثت کے لیے نہیں تھا۔ اور نحن معاشر الانبیاء والی وصیت جسکے سننے والے اور بیان کرنیوالے اکیلے حضرت ابوبکر تھے شاید اس حکم سے مستثنیٰ تھی۔ فافہم وتدبر۔ مولف عفی عنہ

نہایت عبرت انگیز اور حسرت خیز یہ منظر تھا کہ شہنشاہ عالم جس وقت لاکھوں آدمیوں کے مجمع میں فرمان الٰہی کا اعلان کر رہا تھا اوسکے تخت شاہی کی مسند و قالین (کجاوہ اور عرقگیر) ایک روپیہ کی قیمت سے زیادہ کا نہیں تھا خطبہ سے فارغ ہوکر آپنے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا اور ظہر و عصر کی نماز ایک ساتھ ادا کی۔ پھر سوار ہوکر موقف میں تشریف لائے اور وہان کھڑے ہوکر دیر تک قبلہ رو دعا میں مصروف ہوئے جب آفتاب ڈوبنے لگا تو آپنے وہان سے چلنے کی تیاری کی حضرت اُسامہ بن زید کو اونٹ پر پیچھے بٹھالیا۔ آپ ناقہ کی زمام کھینچے ہوئے تھے۔ یہانتک کہ اُسکی گردن کجاوے میں آکر لگتی تھی لوگون کے ہجوم سے ایک اضطراب سا پیدا ہوگیا تھا۔ لوگون کو دست راست سے اور بخاری میں ہے کہ کوڑے سے آپ اشارہ کرتے جاتے تھے کہ آہستہ آہستہ۔

السکینۃ ایھا الناس السکینۃ ایھا الناس لوگو آہستہ۔ لوگو آہستہ (بخاری و مسلم و ابوداؤد)

اثنائے راہ میں ایک جگہ اوترکر طہارت کی۔ اُسامہ نے کہا۔ یارسول اللہ نماز کا وقت تنگ ہورہا ہے۔ فرمایا نماز کا موقع آگے آتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ تمام قافلہ کے ساتھ مزدلفہ پہونچے۔ یہان پہلے مغرب کی نماز پڑھی اسکے بعد لوگون نے اپنے اپنے پڑاؤ پر جاکر سواریون کو بٹھایا ابھی سامان کھولنے بھی نہین پائے تھے کہ فوراً نماز عشا کی تکبیر ہوئی۔ نماز سے فارغ ہوکر آپ لیٹ گئے اور صبح تک آپنے آرام فرمایا۔ بیچ میں روزانہ دستور کے خلاف عبادت شبانہ کیلیئے بیدار نہوئے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ یہی ایک شب ہے جس میں آپنے تہجد کی نماز ادا نہین کی۔ کفار قریش مزدلفہ سے اُس وقت کوچ کرتے تھے جب آفتاب پورا نکل آتا تھا اور آس پاس کے پہاڑون کی چوٹیون پر دھوپ چمکنے لگتی تھی۔ اوس وقت بآواز بلند کہتے تھے۔ کوہ ثبیر۔ دھوپ سے چمک جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رسم کے ابطال کے لیئے سورج نکلنے سے پہلے ہی یہان سے کوچ کردیا یہ ذی حجہ کی دسوین تاریخ اور سنیچر کا دن تھا۔ فضل ابن عباس آپکے برادر عم زاد آپکے ساتھ ناقہ پر سوار تھے اہل حاجت دائین بائین حج کے مسائل دریافت کرنے کے لیئے آرہے تھے۔ آپ جواب دیتے جاتے تھے۔ اور زور زور سے مناسک حج کی تعلیم دیتے جاتے تھے

مسائل و احکام متفرقہ کی تعلیم

وادی محسر کے راستہ سے آپ جمرہ کے پاس آئے ابن عباس سے جو اُسوقت تک کمسن تھے فرمایا مجھے کنکریاں چُن کر دو۔ آپنے کنکریاں پھینکین اور لوگون کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا۔

ایاکم و الغلو فی الدین فانما اھلک : مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچو کیونکہ تمسے پہلی قومین اسی سے برباد ہوگئیں۔

اسی اثنا میں آپ یہ بھی فرماتے جاتے تھے۔

لتاخذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ھذا۔ حج کے مسائل سیکھ لو میں نہین جانتا شاید کہ اسکے بعد مجھے دوسرے حج کی بھی نوبت آئے۔ (مسلم و ابوداؤد)

یہان سے فارغ ہو کر منی کے میدان مین تشریف لائے - داہنے بائین آگے پیچھے تقریباً ایک لاکھ مسلمانون کا مجمع تھا مہاجرین داہنے انصار بائین اور بیچ مین عام مسلمانون کی صفین تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقہ پر سوار تھے - حضرت بلال ؓ کے ہاتھ مین ناقہ کی مہار تھی - حضرت اسامہ بن زید پیچھے بیٹھے تھے - اور کپڑا تان کر سایہ کئے ہوئے تھے - آپنے نظر اوٹھا کر اوس عظیم الشان مجمع کی طرف دیکھا تو فرائض نبوت کے ۲۳ سالہ نتائج نگاہون کے سامنے تھے - زمین سے آسمان تک قبول و اعتراف حق کا نور ضو فشان تھا - دیوان قضا مین انبیائے سابقین کے فرائض تبلیغ کے کارنامون پر ختم رسالت کی مہر ثبت ہو رہی تھی اور دنیا اپنی تخلیق کے لاکھون برس کے بعد دین فطرت کی تکمیل کا مژدہ کائنات کے ذرّہ ذرہ کی زبان سے سُن رہی تھی - عین اسی عالم مین زبان حق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام و دہن مین زمزمہ پرداز ہوئی - اب ایک نئی شریعت ایک نئے نظام اور ایک نئے عالم کا آغاز تھا - اس بنا پر ارشاد فرمایا -

ان الزمن قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السّموات والارض (بروایت ابوبکرہ)

اب زمین خدا نے جب زمین و آسمان کو پیدا کر دیا زمانہ پھر پھرا کر اوسی نقطہ پر آگیا -

ابراہیم خلیل اللہ کا طریق عبادت (حج کا موسم) اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا - اس کا سبب یہ ہے کہ اس زمانہ مین کسی قسم کی خونریزی جائز نہین تھی - اسلیئے عربون کے خون آشام جذبات حیلہ جنگ کے لیئے اسکو کبھی گھٹا کبھی بڑھا دیتے تھے آج وہ دن آیا کہ اس اجتماع عظیم کے لیئے اشہر حرم کی تعیین کر دی جائے - آپنے فرمایا -

السنۃ اثنا عشر شہرا منھا اربعۃ حرم ثلاثۃ متوالیات ذوالقعدہ وذوالحجۃ ومحرم ورجب شہر مضر الذی بین جمادی وشعبان -

سال کے بارہ مہینے ہین جنمین چار مہینے قابل احترام ہین تین تو متواتر مہینے ہین - ذیقعدہ ذی حجہ محرم اور چوتھا رجب مضر کا مہینہ جو جمادی اور شعبان کے بیچ مین ہے -

آپس کی خونریزی سے اجتناب کا حکم

دنیا مین عدل و انصاف اور جور و ستم کا محور صرف تین چیزین ہین - جان - مال اور آبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کُل خطبہ ہین - گو انکے متعلق ارشاد فرما چکے تھے لیکن عرب کے صدیون کے زنگ دور کرنے کے لیئے مکرّر تاکید کی ضرورت تھی - آج آپنے اسکے لیئے عجیب انداز تبلیغ اختیار کیا - لوگون سے پوچھا آج کون سا دن ہے - لوگون نے عرض کی خدا اور اوسکے رسول ؐ کو زیادہ علم ہے آپ دیر تک چُپ رہے - لوگ سمجھے کہ شاید آپ اس دن کا کوئی اور نام لینگے - دیر تک سکوت فرمانے کے بعد فرمایا - آج قربانی کا دن ہے - لوگون نے کہا - ہان بیشک ہے - پھر پوچھا یہ کون شہر ہے ؟ تو لوگون نے بدستور جواب دیا - آپنے اوسی طرح دیر تک سکوت فرمایا پھر کہا کہ ذی الحجہ نہین ہے ؟ لوگون نے عرض کی ہان بیشک ہے

پھر پوچھا یہ کون شہر ہے؟ لوگوں نے بدستور جواب دیا آپنے اوسی طرح دیر تک سکوت کے بعد فرمایا کیا یہ بلدۃ الحرام نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کی ہاں بیشک ہے جب سامعین کے دل میں یہ خیال پورے طور سے جاگزین ہو چکا کہ آج کا دن بھی۔ مہینہ بھی اور خود شہر بھی محترم ہے یعنی اس دن اس مہینہ اور اس مقام میں جنگ اور خونریزی جائز نہیں تو فرمایا۔

فان دمائکم و اموالکم و اعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا و فی بلدکم ھذا

تمھارا خون۔ تمھارا مال اور تمھاری آبرو تا قیامت اسیطرح محترم ہے جس طرح یہ دن۔ یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہے (بروایت ابوبکرہ)

قوموں کی بربادی ہمیشہ آپس کی جنگ وجدال اور باہمی خونریزیوں کا نتیجہ رہی ہے۔ وہ پیغمبر جو ایک لازوال قومیت کا بانی بنکر آیا ہے اوس نے اپنے پیرووں سے بآواز بلند کہا۔

الا لا ترجعوا بعدی ضلالا یضرب بعضکم رقاب بعض وستلقون ربکم فیسئلکم عن اعمالکم (بروایت ابوبکرہ)

ہاں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو تمکو خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تم سے تمھارے اعمال کی بازپرس کریگا۔

ظلم وستم کا ایک عالمگیر پہلو یہ تھا کہ اگر خاندان میں کسی ایک شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تو اس خاندان کا ہر شخص اوس جرم کا مجرم قانونی۔۔ سمجھا جاتا تھا اور اکثر اصلی مجرم کے روپوش یا فرار ہو جانیکی صورت میں بادشاہ کا اوس خاندان سے جس پر قابو چلتا تھا اوسکو سزا دیتا تھا۔ باپ کے جرم کے بدلے بیٹے کو سولی دی جاتی تھی اور بیٹے کے جرم کا خمیازہ باپ کو اوٹھانا پڑتا تھا یہ سخت ظالمانہ قانون تھا جو مدت سے دنیا پر حکمران تھا اگرچہ قرآن مجید نے

لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِزْرَ اُخْرٰی

ایک دوسرے کے بار کا ذمہ دار نہیں ہے۔

کے وسیع قانون کے رُو سے اس ظلم کی ہمیشہ کے لیے بیخکنی کر دی تھی۔ لیکن اسوقت جب دنیا کا آخری پیغمبر ایک نیا نظم سیاست ترتیب دیرہا تھا۔ اس اصول کو فراموش نہیں کرسکتا تھا۔ آپنے فرمایا۔

الا لا یجنی جانٍ الا علی نفسہ الا لا یجنی جان علی ولدہ ولا مولود علی والدہ۔ (ابن ماجہ و ترمذی)

ہاں مجرم صرف اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے۔ ہاں باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں اور بیٹے کے جرم کا جوابدہ باپ نہیں ہے۔

عرب کی بدامنی اور نظام ملکی کی بدترتیبی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ ہر شخص اپنی خداوندی کا آپ مدعی تھا اور دوسرے کی ماتحتی اور فرمانبرداری کو اپنے لیے ننگ وعار جانتا تھا ارشاد ہوا۔

ان امر علیکم عبد مجدع اسود یقودکم بکتاب اللہ

اگر کوئی حبشی بینی بریدہ نکٹا غلام بھی تمھارا امیر ہو اور وہ تمکو خدا کی کتاب

فاسمعوا لہ واطیعوا (مسلم) کے مطابق لے چلے تو اُسکی اطاعت وفرمانبرداری کرو۔

ریگستان عرب کا ذرہ ذرہ اسوقت اسلام کے نور سے منور ہو چکا تھا اور خانہ کعبہ ہمیشہ کے لئے ملت ابراہیمی کا مرکز بن چکا تھا اور فتنہ پرداز قوتیں پامال ہو چکی تھیں۔ اس بنا پر آپنے ارشاد فرمایا۔

الا ان الشیطان قد ایئس ان یعبد فی بلدکم ھذا ابدا ولکن ستکون لہ طاعۃ فیما تحتقرون من اعمالکم فیرضی بہ۔ (ابن ماجہ و ترمذی) ہاں شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا کہ اب تمہارے شہر میں اسکی پرستش نہیں کی جائیگی۔ لیکن البتہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں تم اسکی پیروی کروگے۔

سب سے آخر میں آپنے اسلام کے فرض اولین یاد دلائے۔

اعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شھرکم واطیعوا اذا امرکم تدخلوا الجنۃ ربکم۔ (زاد المعاد) اپنے پروردگار کو پوجو۔ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھو مہینہ بھر کا روزہ رکھو اور میرے احکام کی متابعت کرو۔ خدا کی جنت میں داخل ہو جاؤگے۔

مکہ معظمہ سے روانگی

۱۳ ذی الحجہ شنبہ کے دن زوال کے بعد آپنے یہاں سے نکلکر وادی محصب میں قیام کیا اور اسی مقام پر آرام فرمایا پچھلے پہر اٹھکر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور خانہ کعبہ کا آخری طواف کرکے وہیں صبح کی نماز ادا کی اسکے بعد قافلہ اُسیوقت اپنے اپنے مقام کو روانہ ہو گیا اور آپنے مہاجرین و انصار کے ساتھ مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

مقام خم (غدیر) میں قیام

شبلی صاحب کی سریع القلمی کا یہ خاص الخاص مقام ہے۔ غدیر خم کا خاص موقع اور اس موقع خاص کا معرکۃ الآرا واقعہ اور اوس کا ذکر و مذکور اشارۃً وکنایۃً بھی بالکل نامطبوع خاطر ہے کیا ہوا کیسے ہوا۔ کچھ بھی نہیں۔ گویا یہ نہ کوئی موقع تھا اور نہ یہ کوئی واقعہ تقلید اسلاف اور تعلیم خلاف کی غرض و غایت کے لیے اسکی تفصیل بیحد مضر۔ اس بنا پر شبلی صاحب نے اس خار زار وادی کو بڑی پھرتی سے طے کر دیا ہے اور اس موقع کے اون تمام واقعات کو جن پر آیات قرآنی کے نصوص شاہد ہیں اپنی خود غرضی کی رو اروی میں مرفوع القلم فرماتے چلے گئے ہیں۔ کوتہ قلمی اور استخفاف رقمی اتنی اختیار کی گئی ہے کہ خم غدیر کے قیام کو علیحدہ نہیں لکھا۔ سلسلہ کے معمولی واقعات کے ساتھ مخلوط و مستور کر دیا ہے اور یوں اس واقعہ خاص کی اہمیت اور عظمت مخصوصہ پر اپنی تحریری تعمیم کی چادر ڈالدی ہے کہ حقیقت حال نہ ظاہر ہونے پائے۔ لیکن پھر وہی سوال پیش ہوتا ہے کہ کیا حقیقت چھپ سکتی ہے۔ لا و اللہ۔ خود شبلی صاحب نے اس سے قبل کثیر التعداد موقعوں پر ایسی کوشش کی۔ لیکن کیا ہوا۔ تمام کوششیں بیکار گئیں

تدبیرین ضائع ہوئین اور جو حقیقت حال تھی دنیا پر کھل گئی اس عظیم الشان واقعہ مین جسقدر اسقاط و استخفاف واقعات سے کام لیا گیا ہے اور تفصیلات و تصریحات مین جتنی اور جیسی کوتاہی اور قصیر القلمی اختیار کی گئی ہے وہ بہت جلد ہمارے سلسلہ بیان سے ظاہر ہو گی۔ ہم اپنی تنقیدی عبارت سے پہلے شبلی صاحب کی اوسی عبارت کو ذیل مین نقل کرتے ہین جو مختلف اقسام کی قلمکاریون کے ساتھ آپنے اس واقعہ کے متعلق تحریر فرمائی ہے۔

شبلی صاحب کا واقعہ غدیر خم

راہ مین ایک مقام خم پڑا۔ جو جحفہ سے تین میل پر ہے۔ یہان ایک تالاب ہے۔ عربی مین تالاب کو غدیر کہتے ہین اور اسلیئے اس مقام کا نام عام روایتون مین غدیر خُم آتا ہے۔ آپنے یہان تمام صحابہ کو جمع کر کے ایک مختصر سا خطبہ دیا۔

امّا بعد الا ایّھا الناس فانّما انا بشر یوشك	حمد و ثنا کے بعد۔ اے لوگو۔ مین بھی بشر ہون ممکن ہے کہ خدا کا
ان یاتی رسول ربّی فاجیب وانا تارك	فرشتہ جلد آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے (یعنی موت) مین
فیكم الثقلین اوّلھما كتاب اللہ فیہ	تمھارے درمیان دو بھاری چیزین چھوڑتا ہون اون مین
الھدی والنور فخذوا كتاب اللہ و	پہلے خدا کی کتاب ہے جس مین ہدایت اور روشنی ہے۔ خدا
استمسكوا بہ واھل بیتی اذكركم اللہ	کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑلو۔ اور دوسری چیز میرے اہلبیت
فی اھل بیتی۔	ہین۔ مین اپنے اہلبیت کے بارے مین تمھین خدا کو یاد دلاتا ہون۔

آخری جملہ کو آپنے تین بار مکرر فرمایا (مسلم) یہ صحیح مسلم (مناقب حضرت علیؑ) کی روایت ہے نسائی، مسند امام بن حنبل۔ ترمذی۔ طبرانی۔ طبری اور حاکم وغیرہ مین کچھ اور فقرے بھی ہین جن مین حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے۔ ان روایتون مین ایک فقرہ اکثر مشترک ہے۔

من كنت مولاہ فعلیؑ مولاہ اللّٰھم وال	جسکا مین محبوب[1] ہون اسکا علی محبوب ہونا چاہیئے الٰہی جو علی سے محبت
من والاہ وعاد من عاداہ	رکھے اُس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے اُس سے تو بھی عداوت رکھ

[1] سبحان اللہ شمس العلما مولوی شبلی صاحب ہم بھی آپکی اس شان تجاہل عارفانہ اور تساہل خود غرضانہ کی داد دیتے ہین۔ آپکو عربی کی لغت مین سوائے محبوب کے جو مفہوم مجاز کی اشارت و رعایت بتلاتا ہے مولا کے اور کوئی معنی نہین ملے۔ نہ السید المطاع کے معنی پر نظر پڑی اور نہ اَولیٰ بالتصرف پر نظر گئی۔ اور نہ حاکم۔ آقا اور مولا کے معنی دکھلائی دیئے۔ فرمایئے یہ مترجمانہ ترجمہ ہوا۔ پھر ہونا چاہیئے۔ یہ کس صیغہ کا ترجمہ ہے۔ وہان تو حروف رابطہ کا نام ہی نہین فائے اتصالی جو امثال عینی کا فائدہ دیتی ہے موجود ہے۔ پھر ترجمہ مین مماثلت عینی کو صورت احتمالیہ و شکل اختیاریہ مین بدل دینا کس دیانتدار مترجم اور مولف کا کام ہو سکتا ہے۔ المولف عفی عنہ

احادیث مین یہ خاص تصریح نہین کہ ان الفاظ کے کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ بخاری مین ہے کہ اس زمانہ مین حضرت علیؑ یمن بھیجے گئے تھے جہان سے واپس آکر وہ حج مین شامل ہوئے تھے یمن مین انھون نے اپنے اختیار سے ایک ایسا واقعہ کیا تھا جسکو انکے بعض ہمراہیون نے پسند نہین کیا تھا۔ ان مین سے ایک صاحب نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی۔ آپنے فرمایا علیؑ کو اس سے زیادہ کا حق تھا عجب نہین کہ اسی قسم کے شکوک رفع کرنے کے لیئے اس موقع پر یہ الفاظ فرمائے گئے۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول

غدیر خم کے ایسے عظیم الشان اور معرکۃ الآرا واقعہ کو شبلی صاحب نے کل گیارہ سطرون مین لکھکر تمام کردیا یہ فن مختصر معانی مین آپکے کمال کا بین ثبوت ہے۔ بہت ہی غنیمت ہے کہ آپنے غدیر خم کے نام سے تاریخ اسلام مین ایک واقعہ کا وجود تو تسلیم کیا۔ ورنہ اگر سرے سے اسکا انکار ہی کردیا ہوتا تو کوئی آپکا کیا کرلیتا۔

آپ تحریر فرماتے ہین کہ یہان تمام صحابہ کو جمع کرکے ایک مختصر سا خطبہ دیا شبلی صاحب۔ یہ مختصر سا خطبہ نہین ہے بلکہ نہایت ہی طویل و پر تفصیل ارشاد ہدایت بنیاد ہے۔ جسے آپ بھی خود جانتے ہین اور عنقریب میرے سلسلۂ بیان سے بھی جان لینگے۔ بہر حال آپنے جو عبارت خطبہ خم غدیر کے نام سے عام مسلمانون کی مغالطہ دہی کی غرض خاص سے لکھی ہے اوسکو تو سوائے آپکے کوئی پڑھا لکھا آدمی خطبہ نہین کہہ سکتا کیونکہ اوس مین نہ کلام ارشاد و ہدایت ہین اور نہ احکام شریعت۔ بظاہر تو وہ ایک معمولی روایت ہے یا حدیث وصیت جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وفات فرمانے کا یقین کرکے قرآن کی اتباع و اہلبیت کے ساتھ محاسن سلوک قائم رکھنے کی وصیت فرمائی ہے۔ اگرچہ آپنے بڑی جانکاہی سے۔ بڑی دیدہ ریزی اور کمال دماغ سوزی سے۔ بڑے حفظ تقدم کے ساتھ۔ حدیث ثقلین کی مرویات کثیرہ مین سے مسلم کی یہ دم بریدہ روایت چن لی ہے۔ جس مین قرآن کے اتباع کے ساتھ اہلبیت کی اتباع کی مساوات نہ قائم ہو سکے۔ اور الفاظ روایت مین فاستمسکوا (قرآن کے لیئے) اور اُذکروا (اہلبیت کے لیئے) کے فرق مابہ الامتیاز کو دکھلا کر گویا مسلمانون کو یہ سمجھانا چاہا ہے کہ تمسک کا حکم صرف قرآن کے لیئے آیا ہے۔ اہلبیت کے ساتھ صرف ذکر کرنیکی شرط ہے یعنی انھین بھی یاد کرلیا کرو۔ گویا حضرت عمر کے قول حسبنا کتاب اللہ کی تصدیق کا مقدمہ قائم کیا گیا ہے۔

مگر دیکھیئے شبلی صاحب ہم آپکو یہین پر ٹوک بتلائے دیتے ہین کہ آخر حقیقت نہ چھپ سکی۔ ظاہر ہو ہی گئی۔ وہ اس طرح کہ آپ ہون یا آپکے امام مسلم صاحب۔ دونون نے اس روایت سے قرآن کے ساتھ اہلبیت کی مساوات فی المنزلت کو چھپانا چاہا تھا۔ وہ نہ چھپی۔ آپنے مسلم کی جو حدیث لکھی ہے اوس مین خود مسلم صاحب گویا جناب رسولخدا صلعم کے یہ خاص الفاظ انی تارك فیكم الثقلین یعنی تم مین دو بھاری چیزین چھوڑتا ہون۔

لکھ چکے ہیں۔ جو ان دونوں کے باہم مساوی و مقابل ہونے پر دال ہیں کیونکہ تثنیہ کے صیغہ میں آیا ہے کوئی ان کا تیسرا مقابل نہیں ہو سکتا جب سوائے ان دو اشیائے عظیم کے کوئی تیسرا ان کا مقابل نہیں تو عقلاً اور نقلاً یہ دونوں اشیاء باہمی مقابل و مماثل اور مساوی و مرادف ضرور ہونگے۔ اس بنا پر آپ ہی کے نقل و اعتراف سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی انکی باہمی تقابل، مساوات اور ترادف تو ضرور ثابت ہو گیا۔ اب الفاظ تفصیلی ہیں آپ اور آپکے رواۃ اپنے استحفاظ عقائد اور تقلید اسلاف کی خود غرضیوں سے جو افراط و تفریط اور اختلاف و تفریق نہ پیدا کریں وہ آپ کا کام ہے۔ نعوذ باللہ۔ رسول اللہ کا کلام خاص نہیں۔

اسکے بعد آپکی آئندہ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث مسلم کی نقل کے وقت آپکو تنقید کا خوف لگا ہوا تھا۔ اس بنا پر اسکے بعد فوراً ہی لکھ دیا گیا کہ نسائی۔ مسند امام ابن حنبل۔ ترمذی۔ طبرانی۔ طبری اور حاکم وغیرہم میں کچھ اور فقرے بھی ہیں جن میں حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے۔

شبلی صاحب۔ ایمان سے کہیے کہ اتنے اکابر علما و محدثین کی مرویات حدیث کے ہوتے ہوئے۔ جن میں دو بزرگوار تو۔ اصحاب صحاح ہونیکی حیثیت سے مسلم کے ہموزن و ہمپایہ ہیں۔ آپنے پھر مسلم کی روایت کو کیوں ترجیح دی اور صرف اونھیں کی روایت کو کیوں لکھا؟ اس سوال کا آپ صرف یہی جواب دینگے کہ طائفہ محدثین میں مسلم کا اعتبار اور لوگوں سے بڑھا ہے جسکی تصریح دیباچہ میں ہو چکی ہے۔ ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ آپکا یہ جواب حقیقت پر مبنی ہے اور نہ اصلیت کا مقتضی۔ یہ ترجیح و تفضیل آپکی اور آپکے علما کی بیش بندیاں ہیں جو انھیں واقعات کے استخفاف و احذاف کی غرض خاص سے ایجاد کی گئی ہیں جس کا منقدانہ انکشاف آپکے دیباچہ کے تبصرہ میں ہم کامل طور سے کر چکے ہیں۔ یہ بالکل سچ ہے کہ انھیں مقامات اور واقعات خاص کے چھپانے گھٹانے اور مٹانے کے لیے۔ ارباب صحاح میں بخاری و مسلم کی ترجیح کا مسئلہ ایجاد کیا گیا ہے کیونکہ ان حضرات کو ان واقعات کے استخفاف و احذاف میں بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ مگر کیا؟ وہی حقیقت تھی۔ سچی اور اصلی۔ بالآخر نہ چھپ سکی۔ امام حاکم کو مستدرک میں اس کا ادراک ہوا۔ تو چھلا کر لکھدیا۔

ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم و لم یخرجاہ — یہ حدیث شرط مسلم کے رو سے صحیح ہے اگرچہ مسلم و بخاری نے اسکو نہیں لکھا ہے کہیے مسلم و بخاری کے استخفاف حقیقت سے کیا ہوا۔ اتنے علمانے اصل عبارت و حقیقت لکھکر صحیحین بخاری و مسلم کی قلمکاریوں کے چھلکے اوتار دیے۔ ہم آپکے مولفانہ تدین کی اوسوقت تعریف کرتے جب مسلم کی صرف مرقومہ بالا حدیث کی نقل پر اکتفا نہ فرمائی گئی ہوتی۔ اور اسکے ساتھ نامبردہ محدثین کی حدیثیں بھی لکھدی گئیں ہوتیں اور اسی کے ساتھ ٹھنڈے دل سے اون فقرات کو بھی لکھدیا ہوتا۔ جو مسلم کی روایت سے ان روایتوں میں زیادہ تھے۔ اور جن سے۔

بقول آپکے حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر ہوتی تھی نہیں معلوم کہ مولفانہ تدینؑ کے خلاف آپنے محدثین کی نقل مرویات سے کیوں احتیاط فرمائی۔ سوائے دو وجہوں کے تیسری کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ ایک تو یہ کہ اتنے اقوال متواترہ سے مسلم کے قول منفردہ کی تردید وتکذیب لازم آجائیگی۔ دوسری وجہ آپکی وہی قدیم عادت اور عظیم مجبوری ہے کہ حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر ہوجائیگی۔ بہرحال آپ مجبور تھے بحمداللہ ہم تو مجبور نہیں۔ ان تمام علماء کے قول ہم ایک ایک کرکے (واقعہ غدیر میں حدیث ثقلین کے تفصیلی الفاظ کے ساتھ) ہم ذیل میں لکھے دیتے ہیں۔

غدیر خم میں حدیث ثقلین

سب سے پہلے آپ نسائی کا نام لکھتے ہیں۔ نسائی لکھتے ہیں۔

عن زید بن ارقم قال لما حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع وعاد قاصد المدینۃ قام بغدیر خم وھو ما بین مکۃ ومدینۃ وذلک فی الیوم الثالث عشر من ذی الحجۃ فقال یا ایھا الناس انی مسئول وانتم مسئولون ھل بلغت قالوا نشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ وقال وانا اشھد مثل ما شھدتم ثم قال ایھا الناس قد خلفت علیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللہ واھلبیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض وسعۃ حوضی ما بین بصرۃ وصنعا عدد انیۃ عدد النجوم ان اللہ اسئلکم کیف خلفتمونی فی کتاب اللہ واھلبیتی۔ الی اخر الحدیث۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج الوداع سے بقصد مدینہ منورہ واپس ہوئے تو غدیر خم پر قیام کیا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے اُس وقت ماہ ذی الحجہ کی تیرھویں تاریخ تھی۔ لوگوں سے حضرتؐ نے فرمایا۔ اے لوگو مجھسے پوچھا جائیگا اور تمسے بھی پوچھا جائیگا کہ آیا میں نے تمکو خدا کا پیغام پہونچا دیا ہے۔ تمام لوگوں نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپنے خدا کا پیغام پہونچا دیا ہے اور نصیحت کرنیکا حق ادا فرما دیا ہے۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور آپ خدا کے رسول برحق ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا میں تمھاری گواہی پر گواہی دیتا ہوں پھر فرمایا اے لوگو میں تم میں اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑتا ہوں اگر تمنے ان دونوں سے تمسک کیا تو تم میرے بعد ہرگز گمراہ نہوگے۔ وہ خدا کی کتاب اور میرے اہلبیت ہیں خدائے مہربان خبر دینے والے نے مجھے خبر دی ہے کہ جبتک وہ دونوں حوض پر وارد نہوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہونگے میرے حوض کی وسعت اتنی ہے جتنی بصرہ سے صنعاء یمن تک اسکے پیالے تاروں کی گنتی کے برابر ہیں تحقیق کہ خدا تم سے پوچھنے والا ہے کہ تمنے میرے بعد خدا کی کتاب اور میرے اہلبیت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

اگرچہ مسلم کی حدیث سے بھی قرآن واہلبیتؑ کی مساوات ثابت ہوتی تھی مگر چونکہ اسمیں تمسکو یعنی اتباع کا حکم صرف قرآن کے ساتھ تھا اور اہلبیتؑ کے ساتھ واذکروا کا لفظ آیا تھا اس بنا پر مذبذبین اور مشککین فی العقاید کو اسکے باہمنہ

اتباع کے اتحاد مین شک کرنیکی کسیقدر گنجایش رہ جاتی تھی۔چنانچہ اسی خیال سے آپنے بھی اس سے بیجا فائدہ اُٹھانا چاہا ہے کہ حقیقت جہانتک چھپی رہے اور مناقب علیؑ و اہلبیت کے الفاظ جہانتک کم رہین وہین تک بہتر ہے۔

اب مرقومہ بالا عبارت امام نسائی کی پیش نظر کر دی گئی ہے اسکے الفاظ صاف بتلارہے ہین کہ جس طرح قرآن واہلبیت منزلت مین برابر ہین اوسی طرح شرط اتباع ومتابعت مین بھی مساوی ہین اور تمسکو اکا تنہا لفظ دونون کے تمسک کا حکم دیتا ہے۔اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ ان کا یہ اتحاد و اتصال باہمی بھی ابدی ہے اور دائمی۔یہ ایک دوسرے سے تا یوم الورود علی الحوض یعنی قیامت تک جدا نہین ہوسکتے۔ان کا عدم تمسک اور انکار متابعت ضلالت کا یقینی باعث ہے پھر اپنی اسی آخری موعظت علی الامت مین بطور وصیت ذات رسالت علیہ وآلہ السلام والتحیہ نے اس تمسک کی عظمت واہمیت کو ان الفاظ مین تاکید وتہدید دونون طریقون سے بتلادیا ہے کہ "انہین تمھاری آزمائش کی جائیگی اور دیکھا جائیگا کہ تم ان دونون اشیائے عظیم کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہو۔

اب محققین خود دیکھ لین گے کہ مسلم کی حدیث کے الفاظ مساوات واتباع اہلبیت بالقرآن کی نسبت کیسے مبہم تھے اور اس حدیث نسائی کی عبارت کسقدر صاف اور مفصل ہے شبلی صاحب سے ہم کیا پوچھین ؟ خدا پوچھے یا وہ جسکی کتاب لکھی گئی ہے (صلوٰۃ علیہ وآلہ) کہ ایسی صاف اور روشن حدیث کے ہوتے ہوئے۔ویسی ہی مبہم اور مجمل روایت کیون لکھی گئی۔ہمین خوف ہے کہ کہین شبلی صاحب عادتاً وہان بھی جواب مین یہ نہ فرمادین کہ نسائی جھوٹا تھا۔اور مسلم سچا تو اور بن جائے۔فافہم فتدبر۔

نسائی کے بعد شبلی صاحب نے اپنی ترتیب مین امام ابن حنبل کا نام لکھا ہے۔مسند امام احمد بن حنبل مین بھی بعینہ وبلفظہٖ یہی الفاظ حدیث درج ہین جو نسائی کی حدیث مین ہے۔اسلیے اوس کا نقل کرنا بیکار ہے۔

احمد بن حنبل کے بعد آپنے ترمذی شریف کا حوالہ دیا ہے۔اونکی عبارت ملاحظہ ہو۔

عن حذیفۃ عن ابن اسید الغفاری ان رسول اللہ صلعم قال انی اسئلکم حین تردون علیّ عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیھما فھما الثقل الاکبر کتاب اللہ عزوجل سبب طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم واستمسکوا بہ لا تضلوا ولا تبدلوا وعترتی واہلبیتی وانہ قد نبانی اللطیف

حذیفہ ابن اسید غفاری سے روایت کرتے ہین کہ تحقیق جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مین تم سے دو بھاری چیزونکی نسبت پوچھنے والا ہون دیکھو تم میرے بعد ان دونون کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔پہلی بڑی چیز تو خدا تعالیٰ کی کتاب ہے جسکی رسّی کا ایک سرا تمھارے خدا کے ہاتھ مین ہے اور دوسرا تمھارے ہاتھون مین ہے تم اسکو مضبوط پکڑ لو تو گمراہ نہوگے۔اور نہ تم بدلوگے۔اور یہ میرے قریبی اہل بیت ہین مجھے خدائے لطیف وخبیر نے خبر دی ہے کہ وہ

الخبیر انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ۔ — دونون تبتک کہ میرے پاس حوض پر وارد ہون ایک دوسرے سے علیحدہ نہین ہوسکتے ۔

اسکے بعد آپنے طبرانی اور طبری کی مرویات کا حوالہ دیا ہے۔ اون دونون کتابون مین یہ روایت نسائی کے الفاظ روایت کیساتھ مرقوم ہے تفصیل کے لئے ارجح المطالب مطبوعہ لاہور صفحہ ۹۴ تا ۱۰۹ ملاحظہ ہو۔

حدیث ثقلین کی نسبت جو شبلی صاحب نے تلخیص کی تھی اور قطع وبرید فرمائی تھی صرف اوسی کی تنقید کی گئی ہے اور آپ کے اقرار و اعتراف کے موافق صحیح مسلم کی حدیث سے ان مین جو فقرے زائد تھے۔ اور آپ نے ضرورتاً اونکو نہین لکھا تھا۔ وہ ایک ایک کر کے اون تمام محدثین نے لکھدیئے ہین اور بتلا دیئے ہین۔ وہ فقرات یہ ہین۔

(۱) ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی — اگر تم ان سے تمسک کروگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہوگے۔

(۲) انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ۔ — اور تا وقتیکہ دونو لوٹ کر میرے پاس حوض کوثر پر نہ آئین ایک دوسرے سے جدا نہین ہوسکتے۔

(۳) ان اللہ لسائلکم کیف خلفتمونی فی کتاب اللہ واھل بیتی ۔ — اور تحقیق کہ خدا تعالی تمسے پوچھیگا کہ تم لوگون نے میرے بعد کتاب خدا اور میرے اہلبیت کے ساتھ کیا سلوک کیے۔

ان فقرات حدیث سے اہلبیت علیہم السّلام کی قرآن مجید کے ساتھ مطابقت۔ مقابلت اور مرادفت پورے طور سے ثابت ہے اور انھین مرافقت و موافقت کے ساتھ اتباع باہمی بھی متحد ہے یعنی وجوب اتباع مین قرآن مجید کا بھی وہی مرتبہ ہے جو اہل بیت کا۔ اور اہلبیت رسول اللہ صلعم بھی ویسے ہی مطاع المومنین ہین جیسے کلام اللہ۔

مسلم والی حدیث مین جسکو شبلی صاحب نے چنگر قلمبند فرمایا ہے۔ اہلبیت علیہم السّلام کے یہ خصوصیات ایک بھی مذکور نہین۔ صرف لفظ ثقلین کا بصیغہ تثنیہ ہونا اونکی مرادفت بالقرآن کی طرف اشارہ کن ہے جیسا کہ تمہید مین بیان ہوچکا ہے۔ مسلم صاحب کا اندراج اور آپکا تمام حدیثون مین سے اسی حدیث کا خاص انتخاب صرف اہلبیت رسول علیہم السّلام کے استخفاف عظمت و منزلت کی ضرورت کی غرض سے تھا اور آپ کی تمام تالیفات مین یہ موضوع خاص طور پر آپکو مطبوع ہے۔ چنانچہ آپکی ان کوتہ قلمیون کے تمام مقامات مین ہم اپنے منقدانہ انکشافات سے حقیقت حال دکھلاتے آئے ہین۔ آپ اپنی ضرورت اور عادت سے مجبور تھے۔ اس مقام پر بھی آپنے ضرورتاً وہی طریقہ اختیار کیا جو تمام ایسے مقام پر اختیار فرما چکے تھے۔ مگر کیا آپکی ان کوششون سے بھی حقیقت حال چھپ سکی ؟ اور کیا قرآن اور اہلبیت اپنی باہمی مساوات۔ منزلت اور حکم متابعت مین ایک

دوسرے سے علیحدہ ثابت ہو گئے ۔ مرزا اوج مرحوم سے

قرآن مٹے کسی کے مٹائے سے تو ہم مٹیں

حدیث من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ

حدیث ثقلین کے متعلق ہم اپنے منتقدانہ انکشافات کو لکھکر حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ (جس کا میں مولا ہوں اوس کا علیؑ مولا ہے) کی تفصیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ آپنے تنہا یہ فقرہ لکھدیا ہے ۔ اور وہ حدیث نہیں لکھی جس میں یہ فقرہ داخل ہے جس سے ایسے متواتر مشہور اور معرکۃ الآرا واقعہ کی تفصیلی حقیقت کے کسی پہلو پر کوئی روشنی نہیں پڑتی اور آپ بھی اسکی حقیقت حال پر کسی طرح روشنی ڈالنا نہیں چاہتے ۔ اسلیے کہ یہی ایک حقیقت نگاری خلافت کی تمام مصنوعی قلمکاریوں کو بیکار و مستاصل کر دیتی ۔ اگرچہ چودہ سو برس کے بعد خلافت کا ز اہدانہ طرز طلسم غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے ہاتھ سے ٹوٹ گیا ۔ اور اب اس خلافت مصنوعی کا دنیائے اسلام میں کہیں نام و نشان نہیں ۔ یہانتک تک تو نوبت پہونچ گئی کہ دنیاوی سلطنتوں اور ملکی حکومتوں کے معمولی اور عام اسلامی سلاطین بھی اپنے نام کے ساتھ اس لقب کا اختیار کرنا پسند نہیں کرتے ۔ اسکی مصنوعی عظمت اور موضوعی اہمیت کا پردہ ایسا فاش ہو چکا ہے کہ اب اس موضوع پر قلم اوٹھانا ہی بیکار ہے ۔ حقیقتاً ابتدا ہی سے اس واقعہ خاص کی حقیقت چھپائی گئی ۔ اور پھر اس شدومد اس زور و شور اور اس نظم و اہتمام کے ساتھ کہ اسکے اسقاط و استخفاف کی ضرورتوں کے آگے نہ نص الٰہی مانی گئی اور نہ احادیث رسالت پناہی ۔ صرف اپنے مصنوعات منفردہ اور موضوعات غیر مقیدہ کے جال دجال تمام دنیا میں حکومت کی شمشیر اور حکمت عملی کی تدبیر و تزویر سے پھیلائے گئے ۔ حالانکہ حقیقت حال اور صورت واقعہ تمام کتابوں میں موجود تھی ۔ اصلیت اور واقعیت تماتر مرویات میں مرقوم تھی ۔ واقعیت خود اونکے علم و یقین میں محفوظ تھی لیکن وہی خود غرضی ۔ حفظ عقائد ۔ تقلید اسلاف اور تعصب نہ حق کہنے دیتا تھا اور نہ حق سننے دیتا تھا اور نہ حق بتلانے دیتا تھا ۔ لطف تو یہ ہے کہ خلافت تو رخصت ہو گئی ۔ لیکن اوسکی مصنوعی حقیقت اور جعلی ترکیب حیثیت پر ابتک اصرار باقی ہے ؎ نکل کے سانپ گیا ہے لکیر پیٹا کر۔

چونکہ شبلی صاحب نے اپنی خود غرضی سے اس لتنے بڑے مشہور و معروف اور عظیم الشان تاریخی واقعہ کو اپنے سلسلہ بیان سے قلمزد فرما دیا ہے بلکہ اسکے متعلق تمام نصوص قرآنی اور احادیث و احکام رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چھپایا ہے اور اتنے بڑے واقعہ تاریخی اور خطبہ نبویؐ کو بالکل نسیاً منسیاً کر دیا ہے اسلیے ہمکو ایک تاریخ نویس اور سیرت نگار ہونے کے اعتبار سے اسکی حقیقت حال کو پوری تفصیل سے لکھکر دکھلا دینا نہایت

ضروری ہے۔

حدیث من کنت مولاہ اور خطبہ غدیر خم

شبلی صاحب۔ غنیمت ہے کہ حدیث من کنت مولاہ کو نسائی۔ ابن حنبل۔ ترمذی۔ طبرانی طبری اور حاکم وغیرہم۔ اتنے محدثین و مورخین کی مرویات کا کلمہ مشترک بتلاتے ہیں۔ اور متفق لکھنے سے احتیاط فرماتے ہیں۔ آپ سے مشترک اور متفق کی تفریق و مساوات پر کون اوب کھیے۔ شبلی صاحب آپ جسکو فقرہ مشترک بتلاتے ہیں وہ بہت بڑی طولانی۔ بہت بڑی مستند معتبر اور متواتر حدیث غدیر ہے۔ جسکے معتبر۔ مستند اور متواتر ہونے پر آپ اپنے علمائے محدثین کے پہلے حسب ذیل اقوال ملاحظہ فرمالیں۔ اسکے بعد اسکے اسباب وقوع اور مفصل حقیقت واقعیت کو ملاحظہ فرمائینگے۔

علامہ جزری اسنی المطالب میں لکھتے ہیں۔

قال شمس الدین محمد بن محمد الجزری صاحب الحصن الحصین فی اسنی المطالب فی ذکر حدیث الغدیر ولا عبرۃ بمن حاول تضعیفہ ممن لا اطلاع لہ فی ھذا العلم

شمس الدین محمد بن محمد الجزری صاحب کتاب حصن الحصین اپنی کتاب اسنی المطالب میں بذیل ذکر حدیث غدیر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے تضعیف کرنیوالے کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ اوسکو اس علم حدیث میں کچھ خبر نہیں۔

(۲) مرزا محمد معتمد خان بدخشی۔ نزل الابرار میں لکھتے ہیں۔

ھذا حدیث صحیح مشھور لم یتکلم فی صحتہ الا متعصب جاھد لا اعتبار بقولہ

یہ حدیث صحیح ہے اور مشہور ہے۔ اسکی صحت میں منکر متعصب کے اور کسی نے عذر و کلام نہیں کیا۔ اور ایسے شخص کی بات کا اعتبار نہیں

(۳) امام ذہبی تحریر فرماتے ہیں۔

واما حدیث من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ فلہ طریق جیدۃ وقد افردت ذلک ایضا۔

حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے بہت سے طریقے کھرے ہیں میں نے ایک مستقل رسالہ میں اسکی تفرید کی ہے۔

ذہبی کی یہ عبارت بذیل ترجمہ عبداللہ الحاکم صاحب مستدرک۔ تذکرۃ الحفاظ میں موجود ہے۔

(۴) ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔

ان ھذا حدیث صحیح لا مریۃ فیہ بل بعض الحفاظ عدہ متواترا

بیشک حدیث صحیح ہے جس میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے بلکہ بعض حفاظ حدیث نے اوسکو متواترات میں شمار کیا ہے۔

(۵) محدث شیرازی کتاب اربعین میں لکھتے ہیں۔

هذا الحديث متواتر عن النبي صلعم رواه جم غفير من النبي صلعم

یہ حدیث آنحضرت صلعم سے متواتر روایت ہوئی ہے ایک جماعت کثیر اور بڑے گروہ نے اوسکو روایت کیا ہے

(۶) علامہ مقبلی تحریر کرتے ہیں۔

قال العلامة ضياء الدين صالح بن مهدي المقبلي في كتابه المسمى بابحاث المسددة في فنون المتعددة ومن شواهد ذلك ما ورد في حق علي في الجنة وهو على حديثه متواتر معنى واشهر رواية حديث من كنت مولاه فعلي مولاه۔

علامہ ضیاء الدین صالح بن مہدی المقبلی کتاب ابحاث مسددہ فی فنون المتعددۃ میں لکھتے ہیں کہ انھیں اقسام حدیث میں سے وہ حدیثیں ہیں جو حضرت علی کے قطعی جنتی ہونے کی نسبت وارد ہوئی ہیں۔ جو اپنی حدین بمعنی متواتر ہیں اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ انھیں احادیث میں سے ہے۔

(۷) امام عبدالروف مناوی کتاب تیسیر میں لکھتے ہیں۔

من كنت مولاه فعلي مولاه اخرجه احمد وغيره رجال له ثقاة بل قال المولف حديث متواتر وهذا ذكره علي بن احمد نور الدين محمد بن ابراهيم العزيزي في سراج المنير شرح جامع الصغير۔

عبدالروف مناوی کتاب التیسیر شرح جامع صغیر سیوطی میں لکھتے ہیں حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو امام احمد بن حنبل وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے اور امام احمد کے تمام راوی ثقہ ہیں مولف جامع صغیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے اور علی بن احمد بن نور الدین محمد بن ابراہیم العزیزی نے بھی سراج المنیر شرح جامع صغیر میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(۸) علامہ ابراہیم عزیزی لکھتے ہیں۔

وهذا الحديث اخرجه السيوطي في الفوائد المتكاثرة في الاخبار المتواترة وفي الازهار المتناثرة في الاخبار المتواترة وعلي المتقي في مختصر قطف الازهار۔

اس حدیث کو حافظ جلال الدین سیوطی نے فوائد متکاثرہ اور ازہار متناثرہ میں لکھا ہے اور علی متقی نے مختصر قطف الازہار میں لکھا ہے اور ان کتابوں میں ان دونوں صاحبوں نے احادیث متواترہ کے جمع کرنے کا التزام کیا ہے۔

(۹) علامہ حلبی انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون میں لکھتے ہیں۔

هذا احديث صحيح ورد باسانيد صحاح وحسان ولا التفات عن قدح في صحته كابي داؤد

یہ حدیث صحیح ہے اور اسانید صحیحہ و حسن سے مروی ہے ابو داؤد اور ابو حاتم رازی کے اقوال جنھوں نے اس حدیث

وابی حاتم الرازی ۔

مین قدح کی ہے ۔ التفات کے قابل نہین ۔

(۱۰) امام عاصمی زین الفتیٰ مین لکھتے ہین ۔

هذا الحدیث تلقته الامة بالقبول وهو موافق الاصول ۔

اس حدیث کو امت نے قبول کیا ہے اور یہ حدیث بالکل مطابق اصول کے ہے ۔

(۱۱) حافظ محمود بن محمد بن علی الشیخانی کتاب صراط السوی مین لکھتے ہین ۔

قال الذهبی هذا حدیث حسن اتفق علی ما ذکرنا جمهور اهل السنة والجماعة ۔

حافظ ذہبی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور جیسا کہ ہمنے ذکر کیا ہے اسپر جمہور اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے ۔

(۱۲) فقیہ ابن المغازلی کتاب مناقب مین لکھتے ہین ۔

قال الحافظ ابو القاسم الفضل بن محمد هذا حدیث صحیح عن رسول الله صلی الله علیه واله وسلم وقد روی عنه نحو مائة نفس منهم العشرة وهو ثابت لا اعرف له علة تفرد علی رضی الله عنه بهذا الفضیلة لم یشرکه احد ۔

ابو القاسم فضل بن محمدؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث آنحضرت صلعم سے نہایت صحت کے ساتھ روایت ہوئی ہے اور سو آدمیون نے اس حدیث کو حضور سے روایت کیا ہے ۔ مین کوئی سقم اس حدیث مین نہین پاتا ۔ حضرت علیؑ اس فضیلت مین یکتا ہین کوئی صحابی آپکا اس مین شریک نہین ہے ۔

(۱۳) حافظ ابن حجر صواعق محرقہ مین لکھتے ہین ۔

قال الحافظ ابن حجر حدیث من کنت مولاه فعلی مولاه اخرج الترمذی والنسائی وهو کثیر الطرق جدا وقد استوعبها ابن عقدة فی کتاب مفرد وکثیر من اسانیدها صحاح وحسان

خاتم المحدثین ابن حجر صواعق محرقہ مین لکھتے ہین کہ حدیث من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ کو ترمذی اور نسائی نے لکھا ہے اور اس حدیث کے طریقے کثرت سے ہین ۔ ابن عقدہ نے ایک مستقل کتاب مین انکو جمع کیا ہے اور اسکی اکثر سندین صحیح اور حسن ہین ۔

(۱۴) شاہ عبد الحق صاحب لمعات شرح مشکوٰۃ مین لکھتے ہین ۔

قال الشیخ عبد الحق فی اللمعات شرح مشکوٰة هذا حدیث صحیح لا مریة فیه وقد اخرجه جماعة کالترمذی والنسائی واحمد وطرقه کثیرة جدا ورواه ستة عشر صحابیا وفی روایة احمد انه سمعه من النبی

شیخ عبد الحق محدث لمعات شرح مشکوٰۃ مین لکھتے ہین یہ حدیث صحیح ہے اسمین کسی طرح کا شبہ نہین ہے ۔ محدثین کی ایک جماعت نے مثل ترمذی ۔ نسائی ۔ اور امام احمد بن حنبل کے اسکی تخریج کی اور اس حدیث کے بہت طریقے ہین ۔ سولہ صحابیون نے اسکو روایت کیا ہے امام احمد بن حنبل کی ایک روایت مین ہے کہ اس

صلعم ثلثون صحابیا وشهدوا به لعلی لما نوزع فی ایام خلافته وکثیر من اسانیده صحاح وحسان ولا التفات لمن قدح فی صحته۔

حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تیس صحابیوں نے سنا ہے اور جبکہ ایسے ایام خلافت میں حضرت علی نے تنازع کیا تو ان لوگوں نے گواہی دی۔ اور اسکی اکثر سندیں صحیح اور حسن ہیں اور جس شخص نے کہ اسکی صحت میں کلام کیا ہے اوسکے قول کا اعتبار نہیں۔

(۱۵) علامہ محمد بن اسمعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی کتاب روضۃ الندیہ میں لکھتے ہیں۔

قال محمد بن اسماعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی فی کتاب روضۃ الندیہ وحدیث غدیر متواتر عند اکثر ائمۃ۔

محمد بن اسماعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی کتاب روضۃ الندیہ میں لکھتے ہیں کہ حدیث غدیر اکثر ائمہ حدیث کے آگے متواترات سے ہے۔

(۱۶) حافظ محمد صدر عالم کتاب معارج العلی میں لکھتے ہیں۔

ثم اعلم ان حدیث الموالاۃ متواتر عند السیوطی کما ذکره فی قطف الازهار فاردت ان اسوق طرقه لیتضح التواتر فاقول اخرجه احمد والحاکم عن ابن عباس وابن ابی شیبه واحمد عنه وعن بریدة واحمد وابن ماجه عن البراء والطبرانی وابن جریر وابو نعیم عن جندب الانصاری وابن قانع عن حبشی بن جناده والترمذی عنه وقال حسن غریب والنسائی والطبرانی وضیاء المقدسی عن ابی الطفیل وعن زید بن ارقم وحذیفه بن اسید الغفاری وابن ابی شیبه والطبرانی عن ابو ایوب وابن ابی شیبه و ابن ابی عاصم والضیاء عن سعد بن ابی وقاص والشیرازی فی الالقاب عن عمر بن الخطاب

آگاہ ہو کہ حدیث موالاۃ حافظ سیوطی کے نزدیک متواترات سے ہے جیسا کہ حافظ موصوف قطف الازہار میں لکھتے ہیں میں اس حدیث کے طریقوں کو شمار کر کے دکھاتا ہوں تاکہ اس کا متواتر ہونا واضح ہو جائے پس میں کہتا ہوں کہ امام احمد اور حاکم نے ابن عباس سے اور ابن ابی شیبہ اور احمد نے بریدہ سے اور احمد اور ابن ماجہ نے براء بن عازب سے اور طبرانی ابن جریر اور ابونعیم نے جندب الانصاری سے اور ابن قانع نے حبشی بن جنادہ سے اور ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اقسام حسن اور غریب میں سے ہے اور نسائی اور طبرانی اور ضیاء مقدسی ابو الطفیل سے اور زید بن ارقم اور حذیفہ بن اسید الغفاری سے اور ابن ابی شیبہ اور احمد ان سے اور بریدہ سے اور ابن ابی شیبہ اور طبرانی ابو ایوب سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی العاصم اور ضیاء سعد بن ابی وقاص سے اور شیرازی القاب میں عمر بن الخطاب سے

والطبرانی عن مالک بن الحویرث وابو نعیم فی فضائل الصحابۃ عن یحیی بن جعدۃ وعن زید بن ارقم وابن عقدۃ فی کتاب الموالاۃ عن حبیب بن بدیل بن ورقاء وقیس بن ثابت وزید بن شراحیل الانصاری واحمد عن علی و ثلثۃ عشر رجلا وابن ابی شیبہ عن جابر قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ۔

اور طبرانی مالک ابن الحویرث سے اور ابو نعیم فضائل الصحابہ میں یحیی بن جعدہ سے اور وہ زید بن ارقم سے اور ابن عقدہ کتاب الموالاۃ میں حبیب بن بدیل بن ورقاء اور قیس بن ثابت سے اور زید بن شراحیل انصاری سے اور احمد حضرت علی مرتضیٰؑ اور دیگر تیرہ صحابیون سے اور ابن شیبہ جابرؓ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا مین مولا ہون اوسکا علیؑ مولا ہے۔

(۱۷) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی سیف مسلول مین لکھتے ہین۔

این حدیث (غدیر) بدرجہ تواتر رسیدہ واز سی کس از اصحاب ازانہا علیؑ وابو ایوب وزید بن ارقم و براء بن عازب و عمر ابن مرہ وابو ہریرہ وابن عباس وعمارہ بن بریدہ وسعد بن ابی وقاص وابن عمرو انس وجریر ابن عبد اللہ البجلی ومالک بن الحویرث وابو سعید الخدری وطلحہ وابو الطفیل وحذیفہ بن اسید وغیرہ مروی گشتہ وجمہور محدثین این حدیث را در صحاح وسنن ومسانید روایت کردہ اند

یہ حدیث (غدیر) درجہ تواتر تک پہونچی ہوئی ہے اور صحابہ مین سے تیس آدمیون نے جن مین حضرت علیؑ۔ ابو ایوب زید بن ارقم براء بن عازب عمر بن مرہ ابو ہریرہ ابن عباس عمارہ بن بریدہ سعد بن ابی وقاص ابن عمر انس جریر بن عبد اللہ البجلی۔ مالک ابن الحویرث۔ ابو سعید الخدری۔ طلحہ وابو الطفیل۔ حذیفہ بن اسید وغیرہ داخل ہین مروی ہے اور جمہور محدثین نے اسکو اپنی صحاح اور سنن اور مسانید مین لکھا ہے۔

(۱۸) عبید اللہ بن عبد اللہ الحنکانی المتوفی ۴۷۰ھ نے اس حدیث کی اسناد کو بارہ جزو کے رسالہ مین مین جمع کرکے اس کا نام دعاۃ الہداۃ الی اداء حق الموالاۃ رکھا ہے۔

(۱۹) علامہ ابو سعید مسعود بن ناصر السجزی السجستانی المتوفی ۴۷۷ھ نے اس حدیث کو ایک سو بیس ۱۲۰ صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرکے سترہ ۱۷ جزو کا رسالہ لکھا ہے اور اوس کا نام درایۃ حدیث الولا رکھا ہے

(۲۰) ان علمائے محدثین سے بڑھکر بعض اہلحدیث نے اس حدیث کے طریقون کے جمع کرنے مین اہتمام کیا ہے چنانچہ ابن کثیر شامی۔ علامہ ابو المعالی جوینی سے نقل کرتے ہین۔

انہ کان یتعجب ویقول شاہدت مجلدا

ابو المعالی جوینی تعجب کیا کرتے تھے کہ مین نے بغداد

معدادفی یدصحاف فیہ روایات ھذا الخبر مکتوباً علیہ المجلدۃ الثامنۃ والعشرون من طرق من کنت مولاہ فعلی مولاہ ویتلوہ المجلد التاسع العشرون۔

میں ایک صحاف کے پاس اس حدیث کی روایتون کے متعلق ایک ضخیم جلد دیکھی اوسپر لکھا ہوا تھا کہ من کنت مولاہ کے طریقون کے متعلق یہ اٹھائیسوین جلد ہے اسکے بعد اونتیسوین جلد لکھی جائیگی۔

(یہ تمام تفصیل کتاب ارجح المطالب بحث حدیث غدیر مطبوعہ لاہور سے نقل کی گئی ہے فمن شاء فلیرجع الیہ)

اب شبلی صاحب بنظر چشم عبرت ملاحظہ فرمائین کہ آپنے جس حدیث کو چند فقرے بتلاکر عام مسلمانون کو فقرہ دیا ہے۔ وہ کتنی بڑی مہتم بالشان۔ طویل البیان۔ معتبر۔ مستند اور متواتر حدیث ثابت ہوتی ہے۔ جسکو قرن اولی سے لیکر اسوقت تک ہر زمانہ اور ہر وقت کے علما و محدثین نے برابر نقل و ماخوذ کیا ہے۔ آپکی کیا ہستی اور کیا مقدرت ہے جو آپ اسکی حقیقت کو چھپا سکین۔ لیکن آپ استحفاظ عقائد۔ تقلید اسلاف اور تعلیم اخلاف کی ضرورتون سے مجبور ہین۔

بہرحال اب اسکے اسباب ارشاد کے واقعات اور شاہدات بھی حسب ذیل ملاحظہ ہون۔

خم غدیر میں نزول آیہ بلّغ

آپنے حجۃ الوداع کے خطبات کو جستہ جستہ کرکے لکھا ہے اور کسی ایک خطبہ کو پورا نہین لکھا ہے اور حواشی مین اون کی بے ربطی۔ اختلاف بیانات اور عدم ترتیب کی معذرت تحریر فرمائی ہے مگر باوجود ان عذرات کے اگر آپ چاہتے تو ان خطبات کو مفصل اور مسلسل طور پر مختلف ماخذون سے جمع کرکے مرتب کرسکتے تھے۔ لیکن آپنے اسکی طرف توجہ نہین فرمائی۔ اسلیئے کہ آپ کو تو خطبہ غدیر کو بھی اسی قطع و برید۔ بے ربطی اور بے ترتیبی کے ساتھ لکھنا مقصود تھا کہ اسکی تفصیلی حقیقت پر کسی طرح روشنی نہ پڑنے پائے۔ اگر وہ خطبات کسی ربط و ترتیب سے لکھے جاتے تو خطبہ غدیر بھی سلسلہ بیان مین وہی تفصیل و ترتیب چاہتا بہرحال جس انداز و عنوان سے آپ چاہین بیان کرین آپ کو اختیار ہے۔ جو حقیقت ہو اور اصلیت ہے۔ وہ تو نہ کہین اور نہ کبھی چھپی ہے اور نہ چھپ سکتی ہے۔ آپ کی عبرت اور غیرت کے لیئے اتنی ہی تمہید کافی ہے۔

غدیر خم مین بقول آپکے موکب رسالت مسلمانون کی اتنی کثیر جمعیت کے ساتھ خیمہ زن ہوا تھا۔ وہ حقیقتاً کوئی مشہور و معروف مقام نہین تھا۔ نہ عرب کی وہ منزل گاہ تھا۔ اور نہ وہان کوئی آبادی تھی نہ منڈی۔ اور نہ سیر و تفریحگاہ۔ ایک چٹیل میدان تھا اور کوسون کا بے گیاہ ریگستان۔ اس بناپر وہان ایک خاص اہتمام کرکے ایسے عظیم الشان خطبہ اور واجب التعمیل ارشاد و ہدایت کی کیا ضرورت شہنشاہ

رسالت کو واقع ہوئی۔ تعلیم و ہدایت کے متعلق جتنے احکام اصولی و فروعی۔ دین و دنیا کی ضرورت کے لیئے مفید اور ضروری سمجھے گئے۔ وہ ایک ایک کرکے بقول آپکے حجۃ الوداع کے دوران قیام اور مکہ سے لیکر منیٰ۔ جحفہ تک کے میدان میں اور مختلف مقامات میں متعدد خطبات و ارشادات کی صورتوں میں تعلیم کردیئے گئے۔ سُنا دیئے گئے اور بتلا دیئے گئے۔ پھر اب وہ کون سا ضروری امر اور ناقابل تاخیر حکم تھا جو سلطان رسالت کو یکایک اس غیر معروف مقام میں پیش آیا۔ جسکے لیئے اتنے وسیع پیمانہ پر انتظام فرمایا گیا۔ وہ یکایک آیہ مبارکہ

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہونچا دو اوسکو جو اُمّت پر جو تم پر نازل کیا گیا ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے اور اگر تم نے نہیں کیا پس تم نے رسالت ہی نہیں پہونچائی اور خدا تمکو لوگوں کے شر سے بچانیوالا ہے

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ یہاں کوئی منزل نہیں تھی لیکن اس سفر میں جناب رسالتمآب صلعم درگاہ احدیت کا یہ حکم تاکیدی اور فرمان تہدیدی سنکر اور تڑپے اور اسکی تعمیل و تبلیغ میں نہایت بلیغ کوشش فرمائی جس پہلو سے غور کیا جائے اور جس قرینہ سے دیکھا جائے یہ آیہ وافی ہدایہ ایک ایسے ہی ضروری امر کی تعمیل پر مبنی تھا۔ جس پر تکمیل اسلام کے ایسا سخت اور ضروری مسئلہ رُکا ہوا تھا۔

ہمنے اس آیہ کو ایک سخت تاکیدی حکم لکھا ہے چنانچہ یہ امر غور طلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شروع رسالت سے کہ شعب ابی طالب میں بھی محصور رہے مکہ سے مدینہ کو بھی ہجرت فرمائی۔ غزوات بدر و احد اور خندق وغیرہ جو قبل فتح مکہ واقع ہوئے اور جو خوف و اندیشے۔ دقتیں اور مشکلیں ان مقامات پر پیش آئیں۔ وہ سب کے پیش نظر ہیں لیکن ایسی سختی سے حکم کرنیوالی اور پھر خوف سے اطمینان دلانے والی آیت ابتک نازل نہیں ہوئی تھی۔ جب ہم اس آیت کے ہر جملہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو کسی امر خاص کی تعمیل کا پہلے سے آچکا تھا۔ اور الفاظ اِن لَّمْ تَفْعَلْ بتلا رہے ہیں کہ وہ حکم کسی واقعہ اندرونی سے متعلق ہے۔ اور فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ سے ثابت ہے کہ وہ حکم ایسا ہی واجب التعمیل تھا کہ اوس پر رسالت کی جملہ تبلیغ منحصر و موقوف تھی سب سے آخر فقرہ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اس بات کا شاہد ہے کہ اس کام کے کرنے میں آنحضرت صلعم کو ضرور کوئی اندیشہ یا کھٹکا تھا اور یہی ابتک تاخیر کا باعث تھا اور خوف و اندیشہ بھی گردوپیش کی اندرونی مخالفت تھی اور اندرونی مخالفت ہمیشہ سخت امر اور نازک معاملہ ہوا کرتی ہے۔

اتنا تمہیداً عرض کرکے ہم شبلی صاحب کے علمائے محدثین و مفسرین کے اقوال سے اس آیہ وافی ہدایہ کی شان نزول کو مفصلہ ذیل عبارتوں میں علیحدہ علیحدہ لکھکر اپنے بیان کردہ دعوی کے ثبوت کا ل پہونچاتے ہیں ۔

امام واحدی اسباب النزول میں حافظ محمد بن یوسف کفایۃ الطالب میں امام نووی اپنی شرح میں امام ابی حاتم رازی اور حافظ ابو نعیم - کتاب ما نزل من القرآن فی علیؑ میں لکھتے ہیں ۔

عن ابوسعید الخدری قال نزلت ھذہ الآیۃ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک یوم غدیر۔

ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت کہ اے رسول پہونچا دے اوس چیز کو جو نازل ہوئی ہے تجھپر تیرے رب کی طرف سے غدیر خم کے روز نازل ہوئی ہے ۔

حافظ ابو عبداللہ محمد یوسف الکنجی الشافعی کفایۃ الطالب میں لکھتے ہیں ۔

ھکذا ذکرہ شیخ محی الدین النووی فقال ابوبکر النقاش انھا نزلت فی بیان ولایۃ علیؑ

ایسے ہی شیخ محی الدین نووی نے لکھا ہے اور ابوبکر نقاش کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی ولایت میں نازل ہوتی ہے ۔

(۲) امام واحدی تفسیر میں امام رازی تفسیر کبیر میں ۔ نظام اعرج تفسیر نیشاپوری میں ۔ حافظ ابن کثیر شامی اپنی تفسیر میں ۔ حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیا میں ۔ علامہ عینی شرح صحیح البخاری میں ۔ ابن مردویہ مناقب میں اور امام سیوطی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں ۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال کنا نقرء علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیاً مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ۔

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ہم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے کہ اے رسول پہونچادے اوس چیز کو کہ تیرے رب کی طرف سے تیری طرف اوتاری گئی یعنی یہ کہ علیؑ مومنین کا مولا ہے ۔ اگر تو نے نہیں کیا تو تیری رسالت ہی کو نہیں پہونچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے رکھیگا ۔

(۳) امام واحدی تفسیر اسباب النزول میں اور امام ثعلبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔

عن البراء ابن عازب قال فی قولہ تعالی یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ای بلغ من فضائل علی نزلت فی غدیر خم فخطب رسول اللہ صلعم ثم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ

براء ابن عازب سے آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک کے متعلق روایت ہے کہ اے رسول علیؑ کے فضائل کو پہونچا دے جب یہ غدیر خم کے روز نازل ہوئی تو حضرت صلعم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا جس کا میں مولا ہوں اوس کا علیؑ مولا ہے حضرت عمر کہنے لگے مبارک ہو

فقال عمر بخ بخ لک یا علی اصبحت مولائی و مولی کل مومن و مومنۃ ۔

مبارک ہو تمھیں اے علی تم آج سے میرے اور کل مومن اور مومنہ کے مولا بنائے گئے ہو ۔

(۴) امام شوکانی فتح القدیر میں تحریر کرتے ہیں ۔

نزلت ھذہ الآیۃ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک علی رسول اللہ یوم غدیر خم فی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۔

یہ آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک روز غدیر خم جناب رسولخدا صلعم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوا ہے ۔

(۵) علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں ۔

معناہ بلغ ما انزل الیک فی فضل علی ابن ابی طالب فلما نزلت ھذہ الآیۃ اخذ بید علی و قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ ۔

آیہ یا ایھا الناس بلغ ما انزل الیک کے یہ معنی مذکور ہیں کہ اے رسول اوس حکم کو پہونچا دو جو تمھارے رب نے علی ابن ابیطالب کی فضیلت میں نازل کیا ہی پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا جس کا میں مولا ہوں اوسکا علی مولا ہے

(۶) علامہ نیشاپوری تفسیر غرائب القرآن میں لکھتے ہیں ۔

ان ھذہ الآیۃ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک نزلت فی فضل علی بن ابیطالب یوم غدیر خم فاخذ رسول اللہ صلعم بیدہ و قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ ۔

ابو سعید کہتے ہیں کہ جب آیہ یا ایھا الرسول نازل ہوا تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا جس کا میں مولا ہوں اوس کا علی مولا ہے الہی تو اُسکو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور تو اوسکو دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھے ۔

(۷) مسند امام احمد بن حنبل میں ہے ۔

عن البراء بن عازب قال کنا مع رسول اللہ فی سفر فنزلنا بغدیر خم فنودی منادی الصلوٰۃ جامعۃ و کسح لرسول اللہ صلعم تحت شجرتین فصلی الظھر و اخذ بید علی رضی اللہ تعالی عنہ فقال الستم تعلمون انی اولی بالمومنین من انفسھم قالوا بلی قال الستم تعلمون انی

براء ابن عازب سے مروی ہے کہ ہم لوگ جناب رسولخدا صلعم کے ہمراہ سفر میں تھے جب غدیر خم میں وارد ہوئے تو منادی نے ندا کی کہ الصلوٰۃ جامعۃ اور پیغمبر صاحب کے لیے درختوں کے نیچے زمین صاف کی گئی پس آنحضرت صلعم نے بعد نماز ظہر علی بن ابیطالب کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے ارشاد کیا ایھا الناس کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنوں کیلیے اونکے نفوس سے اولی ہوں سب نے کہا بیشک

اولی لکل مومن من نفسہ قالوا بلی فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھمّ وال من والاہ وعاد من عاداہ قال فلقیہ عمر بن الخطاب بعد ذالک فقال لہ ھنیئاً لک یا ابن ابی طالب صبحت وامسیت مولا کل مومن ومومنۃ۔

پھر آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کیلئے اوسکے نفس سے اولی ہوں۔ سب نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ہر مومن کے لیے اوسکے نفس سے اولی ہیں تب آپ نے ارشاد کیا۔ کہ جس کا میں مولا ہوں اوس کا علی مولا ہے الٰہی دوست رکھ اوسکو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن کھ اسکو جو علی کو دشمن رکھے اسکے بعد حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے ملکر کہا کہ مبارک ہو تمکو اے فرزند ابی طالبؑ کہ آج تم ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوئے۔

حضرت علیؑ کے سر پر دستار امامت

اس واقعہ کے بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے سر پر دستار امامت باندھی۔ اصابہ میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

اخرج البغوی وقال فی کنزالعمال اخرج ابن ابی شیبہ وابوداؤد الطیالسی والبیہقی عن علی قال عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یوم غدیرخم بعمامۃ سوداء اطرق طرفہا علی منکبی۔

ابن حجر اصابہ میں بروایت بغوی اور کنزالعمال میں بروایت ابن ابی شیبہ وابوداؤد طیالسی و بیہقی حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بروز غدیر خم میرے سر پر ایک عمامہ سیاہ باندھا اور اوسکے دونوں کنارے میرے کاندھوں پر ڈالدیئے۔

خطیب بغدادی۔ علامہ دیلمی۔ ابوداؤد طیالسی۔ ملا علی متقی۔ ابن ابی شیبہ۔ محب الطبری اور ابن صباغ مالکی پھر اس روایت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

عن علی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان اللہ عزوجلّ امدنی یوم بدر ویوم حنین بملئکۃ متعممین ھذہ العمامۃ والعمامۃ حاجزۃ بین المسلمین والمشرکین قال لعلی لما عممہ یوم غدیرخم وسدل طرفہا علی منکبیہ

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ سرور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ بدر و حنین کے روز ہماری مدد رب العزت نے ایسے فرشتوں کی جو عمامہ پوش تھے اور عمامہ مسلمین و مشرکین کے درمیان فرق بتلانیوالا ہے۔ یہ حدیث آنحضرت صلعم نے مجھے غدیرخم کے روز ارشاد فرمائی جبکہ آنحضرت صلعم نے میرے سر پر اپنے دست مبارک سے عمامہ باندھا اور اوسکے دونوں سرے میرے کندھے پر لٹکا دیئے۔

اس دستار مبارک کی عظمت

اب یہ بھی ملاحظہ فرمایا جاوے کہ یہ عمامہ مبارک کون تھا؟ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو کسقدر عزیز رکھتے تھے۔ علامہ علی بن برہان الدین شافعی لسان العیون

فی سیرۃ الامین والمامون مین لکھتے ہین۔

وکان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم عمامہ تسمّی السحاب کساھا علی بن ابی طالب بغدیر خم فکان ربّما طلع علیہ علی فیقول صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم اتاکم علی فی السحاب یعنی عمامۃ التی وھب لہ

منقول از ارجح المطالب جلد دوم مطبوعہ لاہور ۲۲۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ایک عمامہ تھا جس کا نام سحاب تھا حضرت صلعم نے وہ عمامہ بروز غدیر خم جناب امیر علیہ السلام کے سر پر باندھا تھا جب کبھی جناب امیر اوس عمامہ کو باندھے ہوئے حضرت کے حضور مین حاضر ہوتے تھے تو سرور عالم لوگون سے ارشاد فرماتے تھے کہ دیکھو علیؑ سحاب مین تمھارے پاس آرہے ہین یعنی اوسی عمامہ کو باندھے ہوئے جو انھین خلعت ہوا تھا۔

خطبہ خم غدیر

اب ہم اوس خطبہ کو اپنے سلسلہ بیان مین تحریر کرتے ہین جو خم غدیر کے موقع پر زبان رسالت سے ارشاد فرمایا گیا تھا اور جسکے جستہ جستہ فقرات آپکے علما نے اپنی اپنی مرویات مین مندرج کیے ہین لیکن اوسکی پوری نقل کرنے کی کسی کو بھی توفیق نہین ہوئی۔

علامہ شہاب الدین احمد نے اپنی مشہور کتاب توضیح الدلائل مین اس خطبہ کو تمام وکمال لکھا ہے ہم اوسی کتاب سے اسکو ذیل مین نقل کرتے ہین۔

الحمد للہ علی آلاءہ فی نفسی وبلائہ فی عترتی واھلبیتی استعینہ علی نکبات الدنیا و موبقات الآخرۃ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ الواحد الاحد الفرد الصمد لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا ولا شریکا ولا عدیلا وانی عبد من عبیدہ ارسلنی برسالتہ الی جمیع خلقہ لیھلک من ھلک عن بیّنۃ ویحییٰ من حی عن بیّنۃ واصطفانی علی العالمین من الاوّلین والآخرین واعطانی مفاتیح خزآئنہ وکلنا علی بعز ائمہ واستودعنی سرہ و امدّ نی فابصرت لہ فانا الفاتح وانا الخاتم ولا قوۃ الا باللہ اتقوا اللہ

مین خدا کی حمد اون نعمتون کیلئے ادا کرتا ہون جو میری ذات مین اوسکی طرف سے ودیعت ہوئی ہین اور اون امتحان وبلا کیلئے بھی منت گذار ہون جو میری عترت اور اہلبیت پر نازل ہونیوالی ہین۔ اور دنیا کی ناگوار مصیبتون اور روز آخرت کی مہلک زحمتون پر اوس سے مدد مانگتا ہون پھر مین گواہی دیتا ہون کہ سوائے خدائے واحد واحد کے اور کوئی خدا نہین ہے وہ بالکل یکتا ہے اور بڑی عظمت والا ہے اوسنے اپنے لیئے کوئی زوجہ یا فرزند یا مددگار نہین قرار دیا ہے اور اوسکے بندون مین سے مین بھی ایک بندہ ہون لیکن اوس نے اپنی پیغمبری کیلئے مجھکو تمام خلق کے اوپر بھیجا ہے تاکہ وہ لوگ جو ہلاک ہونیوالے ہین وہ ایک حجت کے ساتھ ہلاک ہون اور جو نجات پانیوالے ہین وہ ایک حجت کے ساتھ نجات پائین مجھے خدا نے تمام عالم مین کیا حقین اولین و آخرین بھی شامل ہین

ایها الناس حق تقاته ولا تموتن
الا وانتم مسلمون واعلموا ان الله
بكل شئ محيط وانه ستكون
من بعدی اقوام يكذبون
علی فيقبل منهم ومعاذ الله ان
اقول علی الله الا الحق اوانطق
بامره الا بالصدق وما امركم
الا ما امرنی به ولا ادعوكم الا
الی الله وسيعلمون الذين ظلموا
ای منقلب ينقلبون فقام اليه
عبادة بن الصامت فقال و
متی ذالك يا رسول الله ص ومن
هولاء عرفناهم لنحذرهم
قال اقوام قد استعدوا لنا من
يومهم وسيظهرون لكم اذا بلغت
النفس منی ههنا واشار صلی الله
عليه واله وسلم الی حلقه فقال
عبادة اذا كان ذلك فالی من
رسول الله صلعم فقال عليكم بالسمع والطاعة
للسابقين من عترتی وللاخذين
من نبوتی فانهم يصدونكم
عن الغی ويدعونكم الی الخير
وهم اهل الحق ومعادن الصدق
يحيون فيكم الكتاب والسنة ويجنبونكم

ہیں برگزیدہ فرمایا ہے اور کنجیاں خزانے کی مجھے عطا فرمائی ہیں اور
جو عہد کہ مجھسے فرمائے ہین اُن کا مجھسے استحکام فرمایا ہے اور
اپنا راز میرے سپرد فرمایا ہے اور میری امداد کی ہے اسوجہ سے
مجھے اوسکی بصیرت حاصل ہوئی ہے پس مین آغاز کرنیوالا ہون
اور مین ہی انتہا پر پہونچانیوالا ہون۔ سوائے ذات اقدس الٰہی
کے اور کسی ذریعہ سے قوت حاصل نہین ہوسکتی۔ اے لوگو
خدا سے اتنا ڈرو جتنا ڈرنے کا حق ہے اور نہ جنگ کرو مگر
دین اسلام پر اور یاد رکھو خدا تمام چیزون پر احاطہ کیے ہوے
ہے قریب ہے کہ میرے بعد کچھ قومین ہونگی وہ مجھپر تہمتین باندھینگی
اور لوگ اونکے جھوٹ کو قبول کرینگے۔ مگر خدا کی پناہ۔ اگر مین
خدا کی طرف سے سوائے امر حق کے اور کچھ زبان سے نکالون
اور سوائے سچ کے اوسکے حکم سے خلاف کچھ اور بات کرون
اور سوائے اوس حکم کے جو خدا نے مجھے دیا ہے مین تمھین
کوئی اور حکم کرون اور سوائے اللہ کے اور چیزون کی طرف
تمھاری دعوت کرون اور جو لوگ کہ ظالم ہین۔ وہ بہت
جلد جان لینگے کہ کیسی بازگشت اونکی ہونے والی ہے۔
(خطبہ کے اس مقام تک آپ پہونچے تھے کہ) عبادۃ بن صامت
کھڑے ہوگئے اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یہ کب ہوگا اور وہ کون لوگ ہین ہمین بتا دیجیے اور پہچنوا دیجیے
تاکہ ہم اون سے پرہیز کرین آنحضرتؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ
ہین جو ابتدا سے ہماری دشمنی کیلیے آمادہ ہین اور جب میری
جان یہان تک۔ (حلق مبارک کی طرف اشارہ کرکے) پہونچیگی
اوسوقت ظاہر ہونگے عبادۃ نے کہا پھر ہم ایسے وقت مین
کسکی طرف رجوع کرین۔ فرمایا کہ تم اون لوگون کی پیروی

الالحاد والبدعة ويقمعون
بالحق اهل الباطل لايميلون
مع الجاهل ايها الناس خلقني و
خلق اهلبيتي من طينة لم يخلق
منها غيرها كنا اوّل من ابتداء
من خلقه فلمّا خلقنا نوربنورنا
كل ظلمة واحيى بنا كل طينة
ثم قال صلى الله عليه واله وسلم
هولاء خيارا متى وحملة علمى و
خزانة سرى وسادة اهل
الارض الداعون الى الحق المخبرون
بالصدق غير شاكين ولا مرتابين
ولا ناكصين ولا ناكثين
هولاء الهداة المهتدون
والائمة الراشدون المهتدى
من جاءنى بطاعتهم
وولايتهم والضال من
من عدل منهم وجاءني
عدا وتهم حبهم ايمان
وبغضهم نفاق هم الائمة
الهادية وعرى الاحكام
والثقة بهم يتم الاعمال الصالحة
وهم وصية الله فى الاوّلين
والاخرين والارحام التى

اور اطاعت کرو جو میری عترت میں سب سے زیادہ پیش قدم ہیں
میری پیغمبری کے علم کے لینے والے ہیں - وہی تمکو گمراہی سے باز
رکھینگے اور نیکی کی طرف دعوت کرینگے یہی اہلبیت اہل حق
ہیں - صدق و راستی کے معدن ہیں - کتاب و سنت کو تم
لوگوں میں زندہ رکھینگے اور الحاد و بدعت سے تمکو بچائینگے -
حق کے ذریعہ سے باطل کو پست کرینگے اور کسی جاہل کی طرف
میلان نہ کرینگے - اے لوگو - خدا نے مجھے اور میرے اہلبیت
کو ایک مٹی سے بنایا اور اوس سے سوائے میرے اور میرے
اہلبیت کے کسی اور کو نہیں بنایا - ہم اوّل وہ لوگ ہیں کہ
جنکی سب سے اوّل خلقت ہوئی اور جب خدا ہمکو پیدا کر چکا تو
ہمارے نور سے تاریکی کو روشن کر دیا اور پھر ایک طینت کو
ہمارے سبب سے زندہ کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ بہترین امت سے
ہیں - میرے علم کے حامل ہیں - میرے اسرار کے خازن ہیں
سرداران اہل زمین اور حق کی طرف دعوت کرنیوالے
ہیں اور راستی کے ساتھ خبر دینے والے ہیں - اون کو کبھی
شک نہیں ہوتا - کوئی ریب اونکو عارض نہیں ہوتا - یہ کبھی راہ
خدا سے پیچھے ہٹنے کے نہیں کبھی خدا کے عہد کو توڑتے
نہیں - یہ وہ ہادی ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں - ائمہ راشدین
ہیں - جو انکی ولایت و اطاعت کو لیے میرے پاس آئے
وہی ہدایت یافتہ ہے اور جو انکی عداوت لیکر آئیگا وہی گمراہ ہے
ان کی محبت ایمان ہے - ان کا بغض نفاق ہے - یہی ائمہ ہدایت
کرنیوالے اور احکام خدا کی مضبوط رسیاں ہیں - انھیں کے
ذریعہ سے اعمال صالح تمام ہوتے ہیں اور انھیں کی محبت
کا ہمیشہ اولین اور آخرین سے عہد لیا گیا ہے اور یہی وہ ارحام ہیں

اقسم کم الله بها اذ یقول
وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ
إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ثُمَّ يَدْعُوكُمْ
بحبهم فقال قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا
الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى هُمُ الَّذِينَ أَذْهَبَ اللهُ عَنْهُمُ
الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيرًا الصَّادِقُونَ اِذَا
نطقوا والعلمون اذا سئلوا الحفظون لما
استودعوا جمعت فيهم الخصال العشر لا تجمع الا
في عترتي واهلبيتي الحلم والعلم
والنبوة والميل والسماحة والشجاعة
والصدق والطهارة والعفاف والحكم فهم
كلمة التقوى ووسيلة الهدى والحجة
العظمى والعروة الوثقى هم اولياء كم عن قول فوق
دبکم وعن قول ربي ما امرتكم الا من كنت مولاه فعلى
مولاه اللهم وال من والاه
وعاد من عاداه وانصر من
نصره واخذل من خذله اوحى
الله ربي فيه ثلثا انه سيد
المسلمين وامام الخيرة المتقين و
قائد الغر المحجلين وقد بلغت
عن ربي ما امرت واستودعهم
الله فيكم واستغفر الله
لي ولكم۔

جنکو قسم خدا نے اپنے کلام مجید میں یاد دلائی ہے اور فرمایا ہے
کہ ڈرو اس خدا سے جسکے متعلق تمسے سوال کیا جائیگا اور ارحام سے خدا
تمہارا نگہبان ہے پھر دعوت دی تمکو انکی محبت کی طرف اور فرمایا کہ کہدے
محمدؐ میں تمسے اجر رسالت سوائے اسکے کچھ اور نہیں چاہتا کہ میرے اقربا
سے محبت کرو یہی وہ لوگ ہیں جن سے خدا نے ہر عیب و نجاست کو
دور کرکے طیب و طاہر کیا ہے یہی لوگ ہیں جب گویا ہوتے ہیں تب نہایت
راستگو ہوتے ہیں اور جب اُن سے کوئی بات پوچھی جاتی ہے اُس وقت
بڑے جاننے والے ثابت ہوتے ہیں اور جو چیز انکے پاس امانت رکھوائی
جاتی ہے اُسکی حفاظت کرتے ہیں اور میرے اہلبیت میں دس خصلتیں ایسی
ہیں کہ سوائے انکے اور کسی میں وہ جمع نہیں ہوسکتیں حلم علم نبوت نرمی
شجاعت راستگوئی پاکیزگی عفت یہی لوگ کلمہ تقویٰ ہیں یہی وسیلہ
ہدایت ہیں۔ حجت عظمیٰ ہیں۔ عروۃ الوثقیٰ (مضبوط رسیاں) ہیں یہ لوگ
بموجب ارشاد خدا تمہارے سید و سردار ہیں اور جو کچھ میں تمسے کہتا ہوں
وہ میرے خدا کا حکم ہے حاضرین آگاہ ہو (حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑکر) ارشاد
فرمایا کہ جسکا میں مولا ہوں اُسکا علیؑ مولا ہے۔ خدایا دوست رکھ اوسکو جو
اسے دوست رکھے اور دشمن رکھ اوسکو جو اسے دشمن رکھے اور مدد کر اُسکی
جو مدد کرے اُسکی اور اُسکی مدد کرے اور ذلیل کر اسکو جو ذلیل کرے اس کو
حاضرین۔ علیؑ کے بارے میں خدا نے وحی فرمائی ہے
کہ وہ سید المسلمین ہے پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کا امام ہے
اور ان لوگوں کا پیشوا ہے جنکی پیشانیاں نورانی ہیں۔
جو کچھ خدائے سبحانہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا تھا وہ میں نے
تمھیں پہونچا دیا اب میں علیؑ کو تمھارے سپرد کرتا ہوں اور
اپنے لئے اور تمھارے لئے مغفرت کا خواستگار ہوں۔

یہ خطبہ کتب صحاح میں بضرورت خاص مفصل اور مسلسل طریقہ سے درج نہیں ہے مگر اسکے تمام فقرات

کو جو متعدد احادیث مندرجہ صحاح ستہ کے مختلف اور متفرق مقامات مین پائے جاتے ہین اول سب کو مرحوم سید العلما جناب سید محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ نے اپنے ایک رسالہ خاص مین کتب صحاح سے چنکر جمع کیا ہے۔ اسی خطبہ کے بعض بعض مقامات کا ترجمہ مسٹر جان ڈیونپورٹ (Mr. John Davenport) نے اپنی کتاب اپالوجی فار محمد اینڈ ہز قرآن Appology for Mohammad and his Quran مین بھی کیا ہے۔

تکمیل اسلام اور نزول آیہ اکملت لکم دینکم

اس خطبہ کے ارشاد اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے اعلان عام کے بعد ہی تکمیل اسلام اور تحصیل نعمت اسلام اور تنزیل رضائے خدائے انام کی بشارت بیکبار آیہ وافی ہدایہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا کے الفاظ مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوسی وقت پہونچائی گئی چنانچہ فقیہ ابن المغازلی مناقب مین علامہ ابراہیم النطنزی کتاب خصائص العلویہ مین علامہ صالحانی اپنی کتاب المناقب مین اور علامہ شہاب الدین احمد توضیح الدلائل مین مجاہد کے اسناد سے لکھتے ہین۔

عن مجاهد عن ابو هريرة قال صام ثمانية عشر من ذالحجة كتب له صيام ستين شهرا وهو يوم غدير خم لما اخذ النبي صلى الله عليه وآله وسلم بيد علي ابن ابي طالب فقال الست اولى بالمؤمنين من انفسهم قالوا بلى يا رسول اللهؐ قال من كنت مولاه فعليؑ مولاه فقال عمر بن الخطاب بخ بخ لك يا ابن ابيطالب اصبحت مولاي ومولى كل مومن و مومنة فانزل الله تعالى اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

مجاہد ابوہریرہ سے روایت کرتے ہین کہ جو شخص اٹھارویں ذی الحجہ کو روزہ رکھے اوسکے نامہ اعمال مین ساٹھ مہینون کے روزون کا ثواب لکھا جائیگا۔ وہ غدیر خم کا دن ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑکر فرمایا کیا مین مومنون کے لیے اونکے نفسون سے اولی نہین ہون حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ آپ بیشک اولی ہین ہمارے نفسون سے۔ آپنے ارشاد کیا جسکا مین مولا ہون اوسکے علیؑ مولا ہین عمر ابن الخطاب کہنے لگے مبارک ہو تمکو اے علی ابن ابی طالبؑ تم آج سے میرے اور کل مومنین و مومنات کے آقا قرار دیے گئے پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی آج کے دن مین نے تمھارے دین کو کامل کردیا اور اپنی نعمتون کو تم پر تمام کردیا اور تمھارے دین اسلام سے راضی و خوشنود ہوا۔

علامہ ابن واضح اپنی تاریخ یعقوبی مین تحریر فرماتے ہین۔

فقد قیل انہ آخر ما نزل علیہ الیوم اکملت لکم دینکم و — بروایت صحیحہ ثابتہ وصریحہ آیہ اکملت لکم دینکم واتممت اتممت علیکم نعمتی وھی الروایۃ الصحیحۃ الثابتۃ — علیکم نعمتی قرآن مجید کی آخری آیت ہے اور اوس کا الصریحۃ وکان نزولھا بغدیر خم — نزول غدیر خم میں ہوا ہے۔

ان محدثین کے علاوہ حافظ ابونعیم۔ امام سیوطی۔ ابن مردویہ۔ دیلمی اور حموینی وغیر امثالہم نے بالاتفاق نزول آیہ اکملت لکم دینکم کو خاص خم غدیر کے موقع پر بتلایا ہے۔ اب غریب شبلی صاحب اس وقت کہاں ہیں جن سے استفسار کیا جائے کہ ان اسناد متواترہ اور متکاثرہ کے مقابلہ میں اس آیہ کے موقع تنزیل میں خواہ مخواہ آپ کا ان خود غرضانہ تحریف وتبدیل سے کیا فائدہ ہوا محققین وناظرین کتاب نے دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ آپ کو نصوص الٰہی اور احادیث رسالت پناہی کے موقع اور شان نزول وغیرہ کے بدل دینے اور ادھر سے اودھر کر دینے میں ذرا بھی خوف نہیں ہوتا۔

بہرحال تاریخ وحدیث کے تمام ماخذوں سے ثابت ہو گیا کہ آیہ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ کے حکم تنزیل کی حسن تعمیل حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی صورت میں واقع ہوئی اور اس حکم خداوندی کی ادا کاری کے صلہ میں خدائے سبحانہ تعالیٰ کی درگاہ سے تکمیل دین۔ اتمام نعمت اور قبولیت مذہب اسلام کی بشارت آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے الفاظ مقدسہ میں نازل فرمائی گئی۔ ہم اس واقعہ کے متعلق جو اہتمام خاص کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف سے کیا گیا تھا اوپر بیان کر چکے ہیں اور حضرت عمر کی ادائے تہنیت تک کے حالات لکھ چکے ہیں۔ ملا معین لاہوری معارج النبوۃ میں لکھتے ہیں۔

تہنیت امہات مومنین

گوئیند کہ بیشتر اصحاب حتی کہ امہات مومنین امیر المومنین علی بن ابی طالب را تہنیت بجا آوردند۔ — کہتے ہیں کہ اکثر اصحاب یہاں تک کہ امہات مومنین نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی خدمت میں مبارکباد عرض کی۔

حسان بن ثابت کا قصیدۂ غدیر

جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام کی اس تقریب ولیعہدی کے موقع پر دربار رسالت کے ملک الشعراء حضرت حسان بن ثابت نے ذیل کا قصیدہ انشا فرمایا۔ جسکو امام ابوبکر ابن مردویہ نے مناقب میں۔ حافظ ابونعیم نے ما نزل فی القرآن فی العلی میں۔ اخطب خوارزمی نے مناقب میں۔ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الائمہ میں۔ امام سیوطی نے اپنی کتاب ما زانہا فیما عقدہ الشعراء من الاشعار میں اور محمد بن یوسف الگنجی الشافعی نے کفایۃ الطالب میں۔ امام حموینی نے فرائد السمطین میں اور علامہ ابراہیم النظنزی میں خصائص العلویہ میں تحریر فرمایا ہے۔

عن ابو سعید الخدری قال لما قال رسول اللہ صلعم من کنت مولاہ فعلی مولاہ بغدیر خم قال حسان بن ثابت ائذن یا رسول اللہ صلعم ان اقول ابیاتا فقال رسول اللہ صلعم قل علی برکۃ اللہ فقال حسّان یا معشر القریش اسمعوا شہادۃ رسول اللہ صلعم فقال ؎

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے مقام میں ارشاد کیا کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے حضرت حسّان بن ثابت عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صؐ مجھے چند اشعار کے پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ خدا کی برکت سے بیان کرو۔ حسّان بن ثابت نے کہا کہ اے قریش کے لوگو جناب رسولخدا صلعم کی گواہی کو سُن رکھو۔ پھر یہ اشعار پڑھے

ینادیھم یوم الغدیر نبیّھم	غدیر خم کے دن اون کے پیغمبرؐ نے خم کے مقام پر پکارا
بخمّ و اسمع بالرّسول منادیاً	اور جناب رسولخدا صلعم نے کیا اچھی منادی کی
وقال فمن مولاکم و ولیّکم	ارشاد فرمایا کہ تمھارا کون مولا اور ولی ہے
فقالوا ولم یبدوا ھناک التعامیا	اون لوگون نے جو اس مقام پر سرکشی نہین کرتے تھے عرض کیا
الٰھک مولانا وانت ولینا	تیرا خدا ہمارا مولیٰ ہے اور تو ہمارا ولی ہے
ولن تجدنّ فی ذلک الیوم عاصیًا	اور آج کے روز سے تو ہمین نافرمان نہین پائے گا
فقال لہ قم یا علیؑ فاننی	پس حضرت نے فرمایا اے علیؑ اوٹھ کھڑا ہو
رضیتک من بعدی اماماً وھادیا	بے شبہ مین نے تجھکو اپنے بعد امام اور ہادی پسند کیا ہے
فمن کنت مولاہ فھذا ولیّہ	پس جس کا کہ مین مولا ہون اوس کا یہ مولا ہے
فکونوا لہ انصار صدق موالیا	تم لوگ اس کے سچے مددگار بن جاؤ
ھناک دعا اللّٰھمّ وال ولیّہ	وہین آپنے دعا کی کہ بار الٰہا علیؑ کے دوست کو دوست رکھ
وکن للّذی عادیٰ علیًا معادیا	اور علیؑ کے دشمن کو دشمن رکھ
فخص بھا دون البریّۃ کلھا	تمام لوگون مین علیؑ کو اس خصوصیت کے ساتھ مخصوص کیا
وسماہ الوزیر المواخیا	اور اون کا نام وزیر اور بھائی رکھا

ارجح المطالب جلد اوّل صفحہ ۲۰۶ مطبوعہ لاہور

اسباب نزول آیہ سأل سائل بعذاب واقع

جس حُسن انتظام اور اہتمام خاص سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم خداوندی کی تعمیل فرمائی اور اہل اسلام کے اتنے بڑے مجمع کثیر مین کر شاید

دنیائے اسلام میں اتنے بڑے کثیر مجمع کی کسی موقع پر کوئی مثال یا نظیر بتلائی جا سکے۔ ولایت و امامت حضرت علیؑ کا اعلان عام فرمایا گیا اور تمام حاضرین و مجتمعین نے اس کا جناب رسولخدا صلعم کے سامنے اقرار و اعتراف کیا۔ وہ مرقومہ بالا تاریخ و احادیث کے مشاہدات متواترات سے بالتفصیل بیان ہو چکا ہے۔ اس موقع پر اہل اسلام کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے لیکر ایک لاکھ چالیس ہزار تک بتلائی گئی ہے۔ علامہ ابن اثیر تاریخ کامل میں ایک لاکھ چالیس ہزار کی تعداد پر اپنا مختار قائم کرتے ہیں۔ خصائص میں امام نسائی لکھتے ہیں۔

عن سعد بن ابی وقاص قال کنا مع رسول اللہ صلعم بطریق مکۃ فلما بلغ غدیر خم وقف للناس ثم ردّ من تبعہ ولحقہ من تخلّف۔

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ ہم لوگ جناب رسولخدا صلعم کے ساتھ ہمسفر تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غدیر خم میں پہونچے تو آپ نے لوگوں کو ٹھہرنے کا حکم دیا چنانچہ جو لوگ آگے نکل گئے تھے۔ واپس آئے جو پیچھے رہ گئے تھے ملحق ہو گئے

یہ مہتم بالشان واقعہ من احسن الوجوہ تمام ہو گیا۔ تو بالکل خلاف توقع۔ باوجودیکہ اسکی قبولیت اس کا اعتراف و اقرار اہل اسلام کے اتنے بڑے مجمع میں ہو چکا تھا۔ اسکی مخالفت بھی ہو گئی۔ اور بارگاہ ایزدی سے مخالف کو فوراً ببرکت دعائے رسالت عاد من عاداہ سزا و عقوبت بھی مل گئی جس طرح ابتدا ہی سے اس واقعہ کے ہر شعبہ کی خبر نص قرآنی سے دی گئی ہے اوسی طرح اسکے اس شعبۂ آخر کی بھی نص قرآنی سے خبر پہونچائی گئی۔

ہم اسکی پوری تفصیل علامہ سبط ابن جوزی کی کتاب تذکرہ خواص الائمہ۔ علامہ محمد بن یوسف الزرندی کی کتاب معارج الوصول۔ ملک العلمائے دولت آبادی کی مناقب السادات۔ علامہ سمہودی کی جواہر العقدین محدث شیرازی کی روضۃ الاحباب۔ علامہ عبدالرؤف مناوی کی فیض القدیر۔ اور علامہ محمود بن محمد القادری کی صراط السوی۔ اور حلبی کی انسان العیون۔ علامہ احمد بن فضل بن محمد کثیر کی وسیلۃ الآمال اور علامہ محمد بن اسمعیل الامیر کی روضۃ الندیہ اور حافظ محمد بن یوسف الگنجی کی کفایۃ الطالب اور امام ابو اسحاق ثعلبی کی تفسیر سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

قال الامام ابو اسحاق الثعلبی رحمۃ اللہ علیہ فی تفسیرہ ان سفیان بن عیینہ سئل عن قولہ تعالیٰ سأل سائل بعذاب واقع فیمن نزلت فقال للسائل لقد سئلتنی عن مسئلۃ ما سئلنی احد عنہا

امام ابو اسحاق ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آیہ سأل سائل بعذاب واقع کس کے حق میں نازل ہوا ہے سفیان بن عیینہ سائل سے کہنے لگے تو مجھ سے ایک ایسا مسئلہ پوچھتا ہے

قیلک حدثنی ابو جعفر محمد
عن ابائه علیهم السلام ان رسول الله
صلی الله علیه واله وسلم لما کان
بغدیر خم نادی الناس فاجتمعوا فاخذ بید
علیؑ وقال من کنت مولاه فعلیؑ مولاه
فشاع ذلک فطار فی البلاد وبلغ ذلک
بحارث بن النعمان الفهری اتی رسول
الله صلی الله علیه واله وسلم علی
ناقة له فاناخ راحلته ونزل عنها
وقال یا محمد امرتنا .... ان نشهد
ان لا اله الا الله وانک رسول الله
فقبلناه منک وامرتنا ان نصلی
خمسا فقبلناه منک وامرتنا
بالزکوۃ فقبلناه منک وامرتنا
بصوم فقبلناه وامرتنا بالحج
فقبلناه منک ثم لم ترض
بهذا حتی رفعت بضبعی ابن
عمک تفضله علینا فقلت
من کنت مولاه فعلی مولاه
فهذا شئ منک ام من الله
عزوجل فقال النبی صلعم
والذی لا اله الا هو ان هذا من
عند الله فتولی الحارث یرید
راحلته وهو یقول اللهم ان کان مایقول

کہ تجھ سے پہلے مجھ سے کسی نے بھی نہیں پوچھا تھا۔ مجھ سے
جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے روایتاً اپنے آبائے کرام سے
بیان فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر خم
کے مقام پر پہونچے تو لوگوں کو جمع کرکے سب کے سامنے جناب
امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں۔ اوس کا علیؑ مولا
ہے اور یہ بات اور لوگوں میں تمام جگہ مشہور ہو گئی تو یہ خبر نعمان
ابن حارث فہری کو بھی معلوم ہوئی تو وہ اپنے ناقہ پر سوار ہوکر
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوا اور اپنے ناقہ کو بٹھا کر اور اوس سے اوتر کر آپ کے
قریب پہونچا اور کہنے لگا یا محمدؐ آپنے ہمکو حکم دیا کہ ہم اس بات کی
گواہی دیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور بیشک
آپ اوسکے رسول برحق ہیں۔ ہم نے آپکا یہ حکم مان لیا پھر آپنے
ہمکو پانچ وقتوں کی نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ وہ بھی ہمنے قبول کر لیا پھر
آپنے ہمکو زکوۃ دینے کا حکم دیا۔ ہمنے وہ بھی قبول کر لیا۔ پھر
آپنے ہمکو روزہ رکھنے کے لیئے کہا ہمنے وہ بھی قبول کر لیا۔
پھر آپنے ہمکو حج کرنے کے لیئے حکم دیا ہمنے وہ بھی قبول کر لیا
پھر اس پر بھی آپ راضی نہ ہوئے اور
اپنے ابن عم کا بازو تھام کر اوٹھایا
اور اون کو ہم لوگوں پر فضیلت دی اور فرمایا جس کا
میں مولا ہوں اوسکا علیؑ مولا ہے۔ یہ بات حضور اپنی طرف سے
فرماتے ہیں یا خدا کی طرف سے حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا
قسم ہے اوس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے
یہ بات خدا کی طرف سے ہے۔ پس حارث یہ کہتا ہوا اپنے
ناقہ کی طرف لوٹا کہ اے خدا محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمدؐ احقاً فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم فلما وصل راحلتہ حتی رماہ اللہ عزو جل الحجر سقط علی ھامتہ فخرج من دبرہ فقتلہ فانزل اللہ تعالیٰ عزو جل سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۔	جو کچھ بیان فرماتے ہین اگر سچ ہے تو (معاذ اللہ) ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمین عذاب دردناک مین مبتلا فرما جب وہ اپنے ناقہ کی طرف لوٹا اور ابھی اوس تک پہونچا بھی نہین تھا کہ خدا تعالیٰ نے اوس پر پتھر پھینکا جو اوسکے سر پر گرا اور پشت سے نکل گیا اور وہ ہلاک ہوگیا پس خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب کو کہ کافرون کے لیے ہونیوالا ہے ۔ عذاب اللہ کی طرف سے ہے جو مالک ہے سیڑھیون کا" ارجح المطالب مطبوعہ لاہور جلد دوم ص ۲۰۵

استخفاف واقعات غدیر اور اوسکے انکشافات

شبلی صاحب نے جب اس واقعہ کو اتنے اختصار و استخفاف کے طریقہ سے لکھنا شروع کیا ہے تو وہ اسکی تفصیلات کو لکھنا کب گوارا کرسکتے ہین اور کیسے لکھ سکتے ہین جب یہ تفصیلات و تصریحات ابتدا ہی سے شبلی صاحب کو استحفاظ عقائد اور تقلید اسلاف و تعلیم اخلاف کے استقرار کے مقابلہ مین نہ آیات قرآنی پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی حدیث کے خبر رکھنے کی حاجت ہے ۔ عام اس سے کہ نصوص الٰہی اور احادیث حضرت رسالت پناہی سے اس واقعہ کی نسبت کیسی ہی تفصیل و تصریح نہ ثابت ہوتی ہو ۔ کوئی پرواہ نہین ہے آپکے نزدیک سبکے سب مرفوع القلم ہین اور ایک بھی قابل الذکر نہین ۔ دیکھئے اس واقعہ کی نسبت ایک نہین تین تین نصوص قرآنی ہم آپکے متعدد علمائے معتبرین کے اقوال و مختارسے باسناد متواترہ لکھ آئے ہین ۔ اور یہ بالکل ناممکن ہے کہ ان مین سے ایک قول بھی شبلی صاحب کے ملاحظہ سے نہ گذرا ہو ۔ لیکن ان مین سے ایک کو بھی آپنے نہ لکھا اور لکھنا کیسا اشارتاً اوسکا ذکر بھی نہین کیا ۔ ممکن تھا کہ ذکر و نقل کے بعد اپنے مفید مطلب کوئی تاویل ہی فرما دی جاتی ۔ جیسا کہ اکثر مقامات پر تاویلات زبانی سے کام لیا گیا ہے ۔ لیکن شبلی صاحب بہت ہی ہوشیار اور محتاط ہین وہ خوب جانتے ہین کہ سیرۃ النبی صلعم مین یہی ایک واقعہ اونکے قلم کے لیے سب سے بڑا دشوار اور اہم ہے ۔ اس بنا پر اوسکے لفظ لفظ پر آپکو اپنا قلم روک روک کر اور سنبھل سنبھل کر نہایت احتیاط سے اوٹھانا پڑا ہے ۔ چونکہ ان واقعات صحیحہ اور مشاہدات صریحہ کے لیئے آپ سے کوئی تاویل ممکن نہین ہوئی ۔ اس ضرورت سے آپنے ان تمام نصوص الٰہی اور احادیث حضرت رسالت پناہی سے قطعی انکار ہی کو مفید کار سمجھا ۔

اور عام اس سے کہ نصوص الٰہی ہوں یا احادیث نبوی ہوں سب کو بقلم نسیاً منسیاً فرما دیا۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ لیکن اگر اسکے ساتھ آپنے اپنے تمام قدیم ماخذوں کو بھی نذر آتش کر تا ہوتا تو گویا ہمیشہ کے لئے یہ قصہ ہی ختم ہوجاتا۔ نہ وہ قدیم ماخذ باقی رہتے۔ نہ آپ کی تحریر کے خلاف شہود و ثبوت پیش کیئے جاتے مگر جبتک یہ ماخذ دنیائے اسلام میں قائم ہیں آپ کی سیرۃ النبیؐ کی نقل و تحریر پر برابر تنقید و تردید ہوتی رہے گی اور کوئی پڑھا لکھا عقل و تمیز والا مسلمان آپکی اس یک طرفہ قلمکاریوں پر اعتبار نہ کریگا۔

حقیقت میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس سوانح میں کوئی واقعہ اس شہرت و اعلان اور تفصیل و بیان کے ساتھ وقوع پذیر نہیں ہوا اور غالباً جناب رسولخداصلعم کے زمانہ میں کسی واقعہ کے متعلق اتنے نصوص متواترہ کا نزول بھی نہیں ہوا۔ کوئی مفسر کوئی محدث اور کوئی مورخ دنیائے اسلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جو ان نصوص و احادیث کے اسباب نزول کو اس واقعہ کے سوا کسی دوسرے واقعہ سے متعلق بتلاتا ہو۔ جیساکہ آیہ بلّغ سے لیکر آیہ سال سائلؐ تک اور حدیث ثقلین سے لیکر حدیث من کنت مولاہ کے ارشاد تک اقوال معتبرہ و متواترہ سے اوپر ثابت کردیا گیا ہے۔ اب اتنے شہود و ثبوت کے مقابلہ میں شبلی صاحب کا سکوت کیسا مہمل اور مضحکہ خیز ہے۔ سکوت سے تو بدرجہا یہ بہتر تھا کہ آپ ان اقوال و اخبار کو لکھکر ان کا سبب نزول اور باعث ارشاد واقعہ غدیر کے سوا اور کسی دوسرے واقعہ کے متعلق ثابت فرماتے یا کم سے کم لکھکر بتلا ہی دیتے تو یہ واقعہ اختلافی تو ہوجاتا۔ یوں تو ویسا کا ویسا ہی ثابت رہ گیا۔ لیکن چونکہ اس واقعہ پر اتنے شواہد متواترہ و متکاثر جمع تھے اور ایک سے لیکر ایک لاکھ چالیس ہزار تک اسکے دیکھنے والے اور اقرار کرنے والے موجود تھے کہ آپ اس میں کسی تبدیل و تاویل پر جرأت نہ کرسکے۔

لیکن اس واقعہ کی مرقومۂ بالا تمام خصوصیات کے ساتھ اسکی اس خصوصیت کا بھی ذکر کردینا نہایت ضروری ہے کہ اسکے وقوع اور اعلان عام کے کل دو ہی برس بعد جب طمع دنیاوی اور حرص مال و دولت کی ضرورت سامنے آگئی تو پھر جس طرح اس عظیم الشان واقعہ کی نقل و یاد بھلا دی گئی۔ اور اسکی حقیقت۔ اصلیت اور واقعیت چھپائی گئی۔ گھٹائی گئی اور دنیائے اسلام سے مٹائی گئی اور اسکے خلاف خلافت کی چار دیواری بنائی گئی۔ ویسی کسی واقعہ اسلامی کی نہیں چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی سے ضبط نہو سکا تو انھوں نے اپنی کتاب سر العالمین میں اہل اسلام کے اس کتمان حقیقت پر عبرت و حسرت کے آنسو بہا کر حسب ذیل عبارت لکھدی۔

اجمعت الجماھیر علی المتن الحدیث فی یوم غدیر — جمہور نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع کرلیا ہے اور سب کا

باتفاق الجمیع وھو یقول من کنت مولاہ — اس پر اتفاق ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں

فعلی مولاہ فقال عمر بن الخطاب بخ بخ لک یا ابا الحسن اصبحت مولائی ومولا کل مومن ومومنۃ فھذا تسلیم ورضی وتحکیم ثم بعد ذلک غلب الھوی لحب الریاسۃ وحمل عمود الخلافۃ وعقود البنود وخفقان الھواء فی قعقعۃ الرایات واشتباک ازدحام الخیول وفتح الامصار وسقاھم کاس الھوی فعادوا الی الخلاف الاول فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس مایشترون۔	اوس کا علی مولا ہے پس عمر بن خطاب نے کہا مبارک ہو مبارک ہو آپکو ابوالحسن درآنحالیکہ آپکو صبح ہوئی اور آپ ہمارے اور کل مومن ومومنہ کے مولا ہوئے۔ بعد اسکے امام غزالی کہتے ہین کہ ایسا کہنا حضرت عمر کا خلافت علیؑ کو تسلیم کر لینا ہے اور اون کے استخلاف پر راضی ہو جانا ہے اور حضرت علیؑ کو حاکم سمجھ لینا ہے مگر بعد اس سمجھنے کے خواہش نفسانی نے واسطے حاصل کرنے ریاست اور حکومت ثانی کے غلبہ کیا۔ ایک ریاست عظیمہ کا ہاتھ آنا۔ اور خلافت کے نشان کا ہر دیار وامصار مین گڑھانا اور علمہ کے پھریرون کا ہوا مین اوڑتا اور ہوا کا بیرقون سے لپٹنا اور سوارون کا دونوں طرف جلوس مین چلنا اور گھوڑون کی ٹاپون کا مثل جال کے معلوم ہونا اور ملکون اور شہرون کا فتح ہونا۔ ان سب خیالات نے اُن لوگون کو خواہش نفسانی کا جام پلا کر مخمور کر دیا اور اسی مدہوشی نے اُنکو خلیفہ کر دیا اور جیسے اسلام کے قبل تھے پھر ویسے کے ویسے ہی ہو گئے۔ اور اُس عہد کو اُنھون نے پیچھے ڈال دیا اور اس عہد شکنی کے ساتھ ادنی چیز کو خرید کر لیا۔ پس کیا بُری چیز ان لوگون نے خرید کی۔

امام غزالی کے اس قول کو خلاصہ کر کے علامہ سبط ابن جوزی نے بھی تذکرۃ خواص الائمہ مین لکھا ہے۔
اس واقعہ کے نزول بشارت اور حصول قبولیت کے ساتھ ہی مخالفت اور معارضت شروع ہو گئی۔ اور حارث بن نعمان فہری کی کافرانہ تعریض پر عذاب الیم کی جبارانہ تنزیل نے اوسی وقت اوس کی حقانیت کے مشاہدات امت اسلام کی نگاہون کے سامنے پیش کر دیے گویا اس کا جوہر حقیقت تعلم الاشیاء باضدادہا کے اصول مسلمہ کے معیار کے اوپر کامل اوترگیا اور اسکی صداقت وصحت مدارج آزمائش اور معارج امتحان مین پوری ثابت ہو گئی ؎ خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان تا سیہ روے شود ہر کہ درو غش باشد۔

اسکی تصدیق وتوثیق کا سلسلہ کچھ زمانہ رسول اللہ صلعم ہی تک محدود وموقوف نہین رہا بلکہ خلافت کے نظم جدید کے وقت حضرت علی مرتضیٰ نے بطور احتجاج امت اسلام کے سامنے استدلالاً پیش کیا ہے۔ لیکن بقول امام غزالی جب خود غرضی نفسانیت حصول سلطنت وریاست جمع مال ودولت کے غیر متحمل اشتیاق و

تمنائیں سامنے آگئیں تو پھر خدا کی کون سنتا ہے اور رسول کی کون مانتا ہے۔ چنانچہ ابتدائے اجماع اور آغاز انعقاد خلافت اور تعیین خلیفہ کے وقت خود جناب صدیقہ کبریٰ حضرت فاطمۃ الزہراؑ علیہا السّلام نے اپنے طولانی خطبہ میں بطور استدلال احتجاجیہ اس واقعہ کی بشارتوں کو پیش کر کے حضرت علی مرتضیٰ کی حقیقت خلافت ثابت فرمائی تھی۔ چنانچہ علامہ جزری صاحب حصن حصین اسنی المطالب میں اور حافظ عبداللہ بن احمد بن ابراہیم بن احمد المقدسی الصالحی الحنبلی مناقب میں لکھتے ہیں۔

عن بکر بن احمدؒ القصری قال حدثتنا فاطمۃ بنت علی بن موسیٰ الرّضا قالت حدثتنی فاطمۃ و زینب و ام کلثوم بنات موسیٰ بن جعفر الکاظم قلن حدثتنا فاطمۃ بنت جعفر بن محمدؑ الصّادق قالت حدثتنی فاطمۃ بنت علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ قال حدثتنی فاطمۃ و سکینۃ ابنتا الحسینؑ بن علی عن ام کلثوم بنت فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم عن فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ صلعم و رضی اللہ عنہا قال انسیتم قول رسول اللہ صلعم یوم غدیر من کنت مولاہ۔ اخرجہ الحافظ ابو موسیٰ المدینی فی کتابہ المسلسل بالاسماء وقال ھذا الحدیث المسلسل من وجہ وھو انّ کل واحدۃ من الفواطم تروی عمۃ لھا فھو روایۃ خمس بنات اخ کل واحدۃ منھن عن عمتھا۔

بکر بن احمد قصری ناقل ہیں کہ ہم سے فاطمہ بنت علی بن موسیٰ الرضا نے بیان کیا کہ مجھ سے میری پھوپھیوں۔ فاطمہؑ۔ زینبؑ اور ام کلثوم موسیٰ بن جعفر الکاظم کی صاحبزادیوں نے بیان کیا کہ ان سے فاطمہ بنت جعفر بن محمدؑ الصادقؑ ذکر کرتی تھیں کہ ان سے اون کی پھوپھی فاطمہ بنت علی بن الحسینؑ زین العابدین فرماتی تھیں کہ مجھ سے میری پھوپھی فاطمہ اور سکینہ جناب امام حسین علیہ السّلام کی صاحبزادیاں ارشاد کرتی تھیں کہ ان سے اون کی پھوپھی ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا کہ میری والدہ ماجدہ جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؑ نے لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد کیا کہ کیا تم لوگ جناب رسول خدا صلعم کے اس ارشاد کو بھول گئے جو غدیر خم میں فرمایا تھا۔ کہ جس کا میں مولا ہوں اوس کا علیؑ مولا ہے۔ حافظ ابو موسیٰ المدینی نے اس حدیث کو اپنی کتاب مسلسل بالاسماء میں روایت کیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ایک وجہ سے یہ حدیث خود بھی مسلسل ہے کیونکہ ہر ایک فاطمہ نام رکھنے والی مخدومۂ اس حدیث کو اپنی پھوپھی سے روایت کیا ہے اور یہ ایسی پانچ بھتیجیوں کی روایت ہے کہ ہر ایک اپنی پھوپھی سے روایت کرتی ہے۔

ابن عساکر اپنی تاریخ میں امام حاکم مستدرک میں اور ملّا علی متقی کنز العمال میں لکھتے ہیں۔

عن رفاعۃ بن ایاس الضّبی عن ابیہ عن جدہٖ

رفاعہ بن ایاس الضّبی اپنے والد سے اور وہ اسکے دادا سے

قال كنت مع علي في الجمل فبعث الى طلحة ان القني فلقيه فقال انشدك الله اسمعت رسول الله يقول من كنت مولاه فعلي مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه قال نعم فقال فلم تقاتلني قال فانصرف طلحة بن عبيد الله - ارجح المطالب ۵۸۳ جلد

ناقل ہیں کہ میں جنگ جمل میں حضرت علیؑ کے ہمراہیوں میں تھا جناب امیر نے طلحہ کو بلا بھیجا کہ مجھ سے ملاقات کریں۔ طلحہ آپ کے پاس حاضر ہوئے جناب امیر علیہ السلام نے اون سے فرمایا کہ میں تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تمنے جناب رسالتمآب صلعم کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اوس کا علی مولا ہے اے میرے پروردگار اوسکو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور تو اوسکو دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ طلحہ نے کہا ہاں سنا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا پھر تم کیوں میرے ساتھ جنگ کرتے ہو۔ طلحہ اوسی وقت جنگ کرنے سے لوٹ گئے۔

علامہ ابن عقدہ - حافظ محمد بن حبان بستی - علامہ محب الدین طبری - ابن عساکر اور امام سمہودی جواہر العقدین میں لکھتے ہیں -

عن ابى الطفيل ان عليا قام فحمد الله ثم قال انشد بالله من شهد يوم غدير ان يقوم ولا يقم رجل يقول نبئت او بلغني الا رجل سمعت اذناه ووعاه قلبه فقام سبعة عشر رجلا منهم خزيمة بن ثابت وسهل بن سعد وعدي بن حاتم وعقبة بن عامر وابو ايوب الانصاري وابو ليلى والهيثم بن التيهان وابو سعيد الخدري وشريح الخزاعي و ابو قدامة الانصاري ورجال من قريش فقال علي هاتوا ما سمعتم فقالوا نشهد انا اقبلنا مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من حجة الوداع حتى اذا كان الظهر خرج رسول الله صلعم فامر بشجرات فشذبن والقي عليهن ثوب ثم نادى بالصلوة

ابو الطفیل سے مروی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خطبہ میں خدا کی حمد کے بعد فرمایا ہے خدا کی قسم دیکر اوس شخص کو جو غدیر خم کے روز حاضر ہوا ہے کھڑا ہو جائے اور وہ شخص نہ کھڑا ہو جو یہ کہے کہ مجھے خبر لگی ہے یا خبر دی گئی ہے بلکہ وہ شخص بیان کرے کہ جسکے کانوں نے سنا ہو اور دل نے یاد رکھا ہو۔ پس سترہ آدمی اوٹھ کھڑے ہوئے۔ انمیں خزیمہ بن ثابت۔ سہل بن سعد۔ عدی بن حاتم۔ عقبہ بن عامر۔ ابو ایوب انصاری۔ ابو لیلی۔ ابو الہیثم بن تیہان۔ ابو سعید خدری۔ شریح: ابو قدامۃ الانصاری رضی اللہ عنہم اور نیز قریش کے اور آدمی موجود تھے۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ بیان کرو تم نے کیا سنا ہے وہ کہنے لگے ہم حجۃ الوداع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رکاب با سعادت میں مکہ سے واپس آرہے تھے کہ ظہر کے وقت حضرت باہر تشریف لائے اور درختوں کی کاٹ چھانٹ کا حکم دیا اور اون پر کپڑا ڈالدیا گیا پھر نماز کے لیے منادی کرائی گئی

فخرجنا وصلینا ثم قام فحمد اللّٰہ واثنی علیہ ثم قال ایھا النّاس ما انتم قائلون قالوا قد بلغت قال اللّٰھم اشھد ثلاث مرّات وقال انی اوشک ان ادعی فاجیب وانی مسئول وانتم مسئولون ثم قال الا ان اموالکم ودمائکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا وحرمۃ شھرکم ھذا اوصیکم بالنساء واوصیکم بالجار واوصیکم بالمالیک واوصیکم بالعدل والاحسان ثم قال یا ایھا الناس انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی اھلبیتی فانھما لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض نبأنی بذلک اللطیف الخبیر ثم اخذ بید علیؑ فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال علی صدقتم وانا علی ذلک من الشاھدین

ہم لوگ اپنے اپنے خیموں سے نماز کے لیئے باہر نکلے۔ آنحضرت صلعم نے کھڑے ہو کر خطبہ میں خدا کی صفت وثنا کے بعد بیان کیا اے لوگو تم کیا کہو ہو حاضرین نے عرض کی آپ نے خدا کا پیغام پہونچا یا اس بات کو تین مرتبہ فرما کر آپ نے کہا اے خدا گواہ رہیو۔ پھر ارشاد کیا میرا گمان ہے کہ مین بلایا جاؤنگا۔ اور تم بھی پوچھے جاؤگے بے شبہہ تمھارا خون تمھارا مال ایک دوسرے پر حرام ہوگیا ہے جیسا کہ یہ تمھارا آج کا دن اور یہ تمھارا مہینہ حرمت والا ہے تمکو وصیت کرتا ہون تمھاری عورتون کے لیئے تمھارے ہمسایون کیلئے اور تمھاری لونڈی غلاموں کیلئے اور تمکو وصیت کرتا ہون عدل واحسان کی پھر فرمایا یا ایھا الناس مین تم مین دو چیزین بزرگ چھوڑے جاتا ہون خدا کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہلبیت یہ دونو جدا نہ ہونگے یہانتک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہون یہ مجھے خبر دی ہیر خدائے لطیف وخبیر نے پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑا پس فرمایا جس کا مین مولا ہون پس یہ علیؑ اسکے مولی ہین پس حضرت علیؑ نے فرمایا تم لوگ سچ کہتے ہو اور مین بھی اسکی گواہی دیتا ہون۔

اس مناشدہ مقدسہ کی فوری حقانیت کے ثبوت بھی مفصلۂ ذیل عبارات احادیث مین ملاحظہ فرمائے جائین۔

صحابہ اور حالات غدیر کی شہادت سے خاموشی۔ اوسکی پاداش

امام ابوالحسن احمد بن یحیی البلاذری۔ کتاب انساب الاشراف مین تحریر فرماتے ہین۔

عن عمیر بن سعد قال قال علیؑ علی منبر انشد رجلا سمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم یوم غدیر خم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ ان یقوم ویشھد وتحت المنبر انس بن مالک وبراء بن عازب وجریر بن عبد اللّٰہ البجلی فاعادھا فلم یجبہ احد فقال اللّٰھم من کتم ھذہ الشھادۃ وھو یعرفھا فلا تخرجہ من الدنیا حتی تجعل بہ آیۃ یعرف بھا قال

عمیر بن سعد ناقل ہین کہ حضرت علیؑ نے منبر پر چڑھکر لوگون کو قسم دی کہ جس شخص نے غدیر خم کے روز آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو سنا ہو وہ کھڑا ہو کر بیان کرے پس لوگوں نے گواہی دی اور منبر کے نیچے انس بن مالک وبراء بن عازب اور جریر بن عبد اللّٰہ البجلی بھی بیٹھے ہوئے تھے جناب امیرؑ نے ان لوگون سے کرر فرمایا مگر انمین سے کسی ایک نے بھی کچھ نہ کہا جناب امیرؑ نے فرمایا۔ بارالٰہا جس شخص نے اس شہادت کو چھپایا ہے باوجود اسکے کہ وہ جانتا ہے اوس شخص کو اوسوقت تک نہ اٹھا جب تک کہ تو اسکے لیئے کوئی نشان نہ مقرر کردے کہ وہ اس سے دنیا مین

فبرص انس وعمی البراء ورجع جریرا عرابیا بعد هجرته فاتی الشراة فمات فی بیت امه۔

پہچان لیے جاویں۔ عمیر بن سعد کہتے ہیں کہ انس تو مبروص ہو گئے براء بن عازب اندھے ہو گئے۔ اور جریر بوڑھے ہو کر واپس آ گئے اور بکواس کرنے لگے یہاں تک کہ اپنی ماں کے گھر میں (بند رہکر) دنیا سے انتقال کر گئے۔

اسی روایت کو حافظ ابو نعیم اور علامہ ابن مردویہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

عن طلحة بن عمر قال شهدت علیاً علی المنبر ناشدا اصحاب رسول الله صلعم وفیهم ابو سعید وابو هریرة وانس وهم حول المنبر وعلی علی المنبر وحوله اثنا عشر بدریاً من الانصار والمهاجرین فقال علیؑ انشدكم هل سمعتم رسول الله ص یقول من كنت مولاه فعلیؑ مولاه فقاموا كلهم وانس بن مالك فی القوم ما شهد فقال له امیر المومنین ما منعك یا انس ان تشهد وقد سمعت ما سمعوا قال یا امیر المومنین كبرت ونسیت فقال امیر المومنین اللهم ان كان كاذباً فاضربه ببیاض او بوضح لا تواریه العمامة فقال طلحة بن عمر فاشهد بالله لقد رایته بیضاً بین عینیه۔

طلحہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب امیر علیہ السلام کو منبر پر دیکھا کہ جناب پیغمبر خدا صلعم کے اصحاب کو قسم دے رہے تھے۔ ان میں ابو سعید۔ ابو ہریرہ اور انس بن مالک بھی منبر کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور جناب امیرؑ منبر پر تشریف رکھتے تھے اور منبر کے اردگرد مہاجرین و انصار بیٹھے تھے جن میں بارہ بدری تھے۔ جناب امیرؑ نے ان سے کہا کہ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے ارشاد کو سنا ہے پس جب سب لوگ کھڑے ہو گئے انس بن مالک بھی ان لوگوں میں موجود تھے اونھوں نے گواہی نہیں دی جناب امیرؑ نے ان سے فرمایا کہ تم کو شہادت دینے سے کس امر نے روکا ہے باوجودیکہ تم نے بھی سنا تھا جو کچھ کہ ان لوگوں نے سنا ہے۔ انس کہنے لگے۔ امیر المومنین میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے یہ بات بھول گئی۔ جناب امیرؑ نے دعا کی اے پروردگار اگر یہ شخص جھوٹ بولتا ہے تو اسے برص کے مرض میں مبتلا کر دے کہ اوسے یہ اپنے عمامہ سے چھپا نہ سکے۔ طلحہ بن عمر کہتا ہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے انس بن مالک کی پیشانی پر وہ سفید دھبا اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

حافظ جمال الدین فضل اللہ شیرازی المدعو بہ محدث شیرازی کتاب اربعین میں لکھتے ہیں

عن ذر بن جیش قال خرج علی من القصر

ذر بن جیش ناقل ہیں کہ ایک روز جناب امیر علیہ السلام قصر سے

ثا ستقبله ركبان متقلدي السيوف عليهم
العمائم جدثي عهد بسفر فقالوا
السلام عليك يا مولانا فقال
على بعد ما رد السلام عليهم من
ههنا من اصحاب رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم فقال اثنا عشر رجلا
منهم خالد بن زيد وابو ايوب الانصارى
وخزيمة بن ثابت ذو الشهادتين وثابت بن
قيس بن شماس وعمار بن ياسر وابو الهيثم بن
التيهان وهاشم بن عتبه وسعد بن وقاص و
حبيب بن بديل بن ورقاء فشهدوا انهم
سمعوا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوم
غدير خم من كنت مولاه فعلى مولاه فقال على
لانس بن مالك والبراء بن عازب ما منعكما
ان تقوما فتشهدا فقد سمعتما كما سمع القوم فقال
اللهم ان كتماها معاندة فابلهما فاما البراء فعمى
فكان يسئل عن منزله فيقول كيف
يرشد من ادركته الدعوة و
اما انس فقد برصت قدماه وقيل
لما استشهد على قول النبي صلى
الله عليه وآله وسلم من كنت مولاه
فعلى مولاه اعتذر بالنسيان فقال على اللهم
ان كان كاذبا فاضربه ببياض
او بوضح لا تواريه العمامة فبرص وجهه

برآمد ہوئے اونکے سامنے عمامہ پوش سوار تلوارین لٹکائے
ہوئے آئے جنکے چہرون سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی سفر سے آئے
ہین اونھون نے جناب امیرؑ سے کہا کہ السلام علیک یا مولانا۔
جناب امیرؑ نے اونکو جواب سلام دیکر فرمایا جناب رسولخدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ مین سے کون کون اس مقام پر موجود
ہین۔ بارہ آدمی حاضر تھے۔ جن مین خالد بن زید۔ ابو ایوب
انصاری۔ خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین ثابت بن قیس بن
شماس۔ عمار بن یاسر۔ ابوالہیثم بن التیہان ہاشم بن عتبہ۔
سعد بن وقاص اور حبیب بن بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہم
بھی تھے۔ اوٹھکر گواہی دینے لگے کہ ہمنے جناب رسولخدا صلعم
سے سُنا ہے کہ جس کا مین مولا ہون اوس کا علیؑ مولا ہے جناب
امیرؑ نے انس بن مالک اور براء بن عازب سے کہا تمھین اوٹھکر
گواہی دینے سے کس نے منع کیا ہے۔ تمنے بھی وہی سُنا تھا جو
کچھ کہ لوگون نے سُنا تھا پس جناب امیر علیہ السلام نے دعا کی کہ
پروردگارا اگر انھون نے گواہی کو عناد کی وجہ سے چھپایا ہے
تو انکو ناگہانی بلا مین مبتلا کر پس براء ابن عازب اندھے ہوگئے
یہان تک کہ اپنے گھر کا راستہ پوچھا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے
بھلا وہ شخص کیونکر راستہ دیکھ سکتا ہے جسکو بد دعا لگ گئی ہو
اور انس بن مالک کا یہ حال ہوا کہ انکے پاؤن پر برص پیدا ہوگیا
اور یہ بھی روایت ہے کہ جب جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ پر لوگون سے
گواہی طلب کی۔ اس پر انس ابن مالک نے نسیان کا عذر پیش کیا
جناب امیرؑ نے دعا کی کہ اگر یہ شخص جھوٹ کہتا ہے تو اسے برص کے
مرض مین مبتلا کردے کہ عمامہ سے نہ چھپ سکے پس انس اپنے

فلم يقدر بعد ذلك برقعا على وجهه — منھ کے برص کو برقع میں چھپائے رکھتے تھے ارجح المطالب ص ۵۷۱

حافظ ابن کثیر شامی اور امام دار قطنی لکھتے ہیں۔

عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال خطب علی فقال انشد الله امرا نشدة الاسلام مع رسول الله صلعم یوم غدیر خم اخذ بید علی یقول الست اولی بکم یا معشر المسلمین من انفسکم قالوا بلی یا رسول الله قال من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله ان یقوم ویشهد فقام بضعة عشر رجلا فشهدوا وکتم قوم فما خرجوا من الدنیا حتی عموا وبرصوا۔

عبدالرحمن بن ابی لیلی سے مروی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ میں اوس مرد خدا کو جس نے اسلام قبول کیا ہے قسم دیتا ہوں اور آنحضرت صلعم کے اس ارشاد سے کہ علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر غدیر خم کے روز کہا تھا پوچھتا ہوں کہ جس شخص نے آنحضرت صلعم سے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ کی حدیث کو سنا ہے وہ اوٹھ کر اوسکی شہادت بیان کرے پس دس آدمیوں سے چند زاید آدمیوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی اور ایک گروہ صحابہ نے اس شہادت کو چھپایا پس وہ لوگ اوس وقت تک دنیا سے عالم آخرت کو نہیں گئے جب تک کہ وہ لوگ اندھے اور مبروص نہیں ہو گئے۔

حافظ ابو موسیٰ اور علامہ ابن اثیر اسد الغابہ میں لکھتے ہیں۔

عن ابن اسحق قال حدثنی من لا احصی ان علیا نشد الناس فی الرحبۃ من سمع رسول الله ص من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه فقام نفر فشهدوا انهم سمعوا ذلك من رسول الله صلی الله علیه واله وسلم وکتم قوم فما خرجوا من الدنیا حتی عموا وبرصوا واصابتهم آفة منهم یزید بن ودیعه وعبد الرحمن بن مدلج۔

ابن اسحاق ناقل ہیں کہ مجھ سے بہت سے آدمیوں نے بیان کیا جن کا شمار مشکل ہے کہ جناب امیرؑ نے رحبہ میں لوگوں کو قسم دیکر پوچھا کہ جس کسی نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ کی حدیث کو آنحضرت صلعم سے سنا ہو بیان کرے پس چند آدمیوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ انھوں نے اس حدیث کو آنحضرت صلعم کی زبانی سنا ہو اور ایک گروہ نے اس حدیث کو چھپایا وہ لوگ جبتک اندھے یا مبروص نہ ہوئے کسی اور بلا میں مبتلا نہ ہوئے دنیا سے آخرت کو نہ سدھارے چنانچہ یزید بن ودیعہ اور عبدالرحمن بن مدلج بھی انھیں میں تھے۔

اتنے طول وطویل اور پر تفصیل مشاہدات ثبوت کے بعد بھی کیا کوئی صحیح الدماغ شخص کہہ سکتا ہے کہ اس واقعہ کی شہرت قبولیت اور تصدیق و توثیق میں خیر القرون کا کوئی زمانہ خالی گذرا ہے۔ خلفائے راشدین حضرات

عشرہ مبشرہ۔ اصحاب حل وعقد اور صحابہ سابقین کے ممتاز طبقات مین ممتازین ومعززین صحابہ نے اس واقعہ کا صاف صاف اقرار واعتراف فرمایا ہے اور اسکی حقیقت کو حلفاً بیان کیا ہے اور حارث بن نعمان فہری کی طرح ان مین سے انکار کرنیوالون نے عذاب ومصیبت کی سزا بھی پائی ہے۔ لیکن باینہمہ۔ پھر کیا ہوا؟ دنیا پرستی اور زر پرستی ایسی بری بلا ہے کہ وہ نہ خدا کی سننے دیتی ہے اور نہ رسولؐ کی۔ اسی پیش آنے والے منظر کو مدنظر رکھکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متواتر تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا تھا۔

لا ادری ما تحدثون بعدی — نہین معلوم تم لوگ میرے بعد کیا احداث کروگے۔ (موطا امام مالک)

فرمود بلی شما اصحاب من اید لیکن ندانم کہ شما بعد از من چہ کنید۔ (مدارج النبوۃ محدث دہلوی) — ارشاد ہوا تم میرے اصحاب تو ہو مگر مجھے معلوم نہین کہ میرے بعد تم لوگ کیا کیا کروگے۔

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا گیا تھا۔

مجھکو تمھارے مشرک یا کافر ہو جانے کا اندیشہ نہین ہے۔ لیکن خوف ہے تو یہ کہ تم کہین دنیا مین نہ پھنس جاؤ" وہی ہوکر رہا۔ صدقت یا رسول اللہ بابی انت وامی فداہ۔

اس واقعہ مین حکم خدا ورسولؐ کے تفصیلی حالات۔ وقت وقوع سے لیکر وفات رسول مقبولؐ تک اسناد صحیحہ ومتواترہ سے مستنبط کر کے لکھدیئے گئے ہین۔ ان تمام واقعات کو ان حالات سے مقابل کیا جائے جو وفات رسولؐ کے بعد اس حکم الٰہی اور ارشاد حضرت رسالت پناہی کے خلاف عمل مین لائے گئے تو جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورہ بالا پیشین گوئیون کی جو اسکی خلاف ورزی کے متعلق ارشاد فرمائی گئی تھین۔ پوری اور کامل تصدیق ہوجاتی ہے۔

جب دینداری دنیاداری سے بدل گئی اور اوامر واحکام دین ملکی آئین اور سیاسی قوانین کے محکوم اور زیر اثر آگئے تو استحفاظ حکم وحکومت اور استقرار خلیفہ وخلافت کی غرض وغایت سے ان احکام الٰہی کے مقاصد اور فرمان رسالت پناہی کے مطالب بدل دیئے گئے۔ انکی حقیقت اور واقعیت کچھ سے کچھ کردی گئی۔ اصلی معانی ومطالب تو ذکر ونقل سے متروک وممنوع کردیئے گئے۔ قیاسی اور موہوم تاویلات مہملہ اُن کی جگہون پر قائم کردی گئین۔

انھین ضرورتون کو مدنظر رکھکر آغاز خلافت سے لیکر آخر خلافت راشدہ تک جناب علی مرتضی علیہ السلام نے تمام صحابہ کبار سے متواتر موقعون اور مختلف مقامون پر اسکے اعتراف کرائے اور کھڑے کھڑے اقرار لیئے حالانکہ چالیس برسون سے اسکے خلاف مسلمانون کا عملدرآمد چلا آتا تھا۔ لیکن جناب

علی مرتضیٰ علیہ السّلام کا استحقاق فی الخلافت کسی وقت و زمانہ مین مسلمانون کی خلاف ورزی سے یا سوء عملی اور بدعہدی سے زائل یا باطل ہونیوالا نہین تھا یہ وہ ابدی نعمت تھی اور ازلی دولت جو خدا کے لازوال کی بارگاہ سے مخبر صادق علیہ السّلام کی معرفت آپ کو مرحمت ہوئی تھی۔ اور جسکو سقیفہ بنی ساعدہ کے بعد آپ نے ان الفاظ مین تمام ارباب اسلام اور اصحاب حل وعقد کے سامنے ارشاد فرمایا تھا۔ علامہ ابن اثیر اسد الغابہ مین لکھتے ہین۔

عن علی قال قال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و والہٖ وسلم انت بمنزلۃ الکعبۃ توتی ولا تاتی فان اتاک ھولاء القوم وسلّموھا الیک یعنی الخلافۃ فاقبل منھم وان لم یاتوک فلا تاتھم حتی یاتوک

حضرت علی مرتضیٰ نے کہا کہ جناب رسولخدا صلعم نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اے علیؑ تو بمنزلہ کعبہ کے ہو کہ اوسکے حضور مین سب حاضر ہوتے ہین اور وہ کسی کے پاس نہین جاتا۔ پس اگر یہ قوم تیرے پاس آکر بیعت خلافت کرے تو تم قبول کر لینا ورنہ تم خود اس غرض سے اون کے پاس نہ جانا۔ ارجح المطالب ج۲ ص۲۱۲

خلافت راشدہ تک اگرچہ اس حدیث پر عملدرآمد نہوا۔ مگر اسکی حقیقت اور واقعیت سے کسی کو انکار کی جرأت بھی نہین ہوئی اور ہر مناشدہ و مستفسرہ کے موقع پر اسکی شہادت دی گئی۔ اور اقرار کیا گیا۔ اسلیے کہ بدیہیات سے انکار نا ممکن تھا۔ اور اس وقت اسکے دیکھنے والے سیکڑون سے لیکر ہزارون اور لاکھون کی تعداد مین موجود تھے۔ اب رہا عملدرآمد۔ وہ حصول سلطنت۔ وصول مال و دولت کے سیاسی اصول اور ملکی مزدرتون پر مبنی تھا۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ منتظمین خلافت اور اہل حل وعقد نے خدا و رسولؐ کے نصوص متعددہ و متواترہ کو اپنے احکام مجوزہ کے مقابلہ مین کالعدم کر دیا تھا۔ خیر القرون یا خلافت راشدہ کے زمانہ تک تو یہ کیفیت رہی خلافت راشدہ کی مدت تمام ہونے کے بعد جب مملکت عضوضہ کا زمانہ آیا اور حکومت امویہ و عباسیہ کا دور شروع ہوا جس مین بقول شبلی صاحب سیکڑون ہزارون حدیثین امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل مین بن گئیں۔ عباسیون کے زمانہ مین تو ایک ایک خلیفہ کی نام بنام پیشین گوئیان حدیثون مین داخل ہوئین (سیرۃ النبی ج اول ص۵۷ دیباچہ) تو حدیث غدیر کے متعلق سلطنت کے محدثین وظیفہ خوار اور حکومت کے مفسرین فرمانبردار نے۔ جب انکار کی صورت نہین دیکھی تو اس حدیث صحیحہ و متواترہ کے معنون مین نزاع لفظی پیدا کی اور لفظ مولا کے مختلف المعنی ہونیکی وجہ سے غیر موقع اور محض بیجا فائدہ اٹھانا چاہا

لفظ مولا پر نزاع لفظی بعض نے ولایت جناب علی مرتضیٰ علیہ السّلام سے انکار کر کے بریدہ کی رفع شکایت اور حضرت علیؑ کے اظہار منقبت کو اس حدیث کے ارشاد کا باعث بتلایا۔ یہ دونون تاویلین جیسی حل ہین

وہ عقل سلیم اور شعور کامل رکھنے والے حضرات پر ظاہر ہیں - اسی طرح مولا کے کسی معنی کی طرف رجوع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں - جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف اور کھلے الفاظ میں پہلے اپنی نسبت من کنت مولاہ فرماکر پھر حضرت علیؑ کی نسبت وہی الفاظ فعلی مولاہ بتلاکر مساوات و مماثلت بالمعنی خود دکھلا دی ہے - اسی سے سمجھ لینا چاہیئے کہ مولا کے جس معنی میں خود جناب رسول اللہؐ سمجھے جائیں گے بعینہ اوسی معنی میں حضرت علی مرتضیٰ بھی - تو پھر اب اسکے معنی میں نزاع کیسی اور اختلاف کیا -

بریدہ والی شکایت کی مہمل تاویل اور مولوی شبلی صاحب

اب رہا بریدہ والی شکایت کا معاملہ - شبلی صاحب لکھتے ہیں -

احادیث میں یہ تصریح نہیں کہ ان الفاظ کے (من کنت مولاہ) کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی - بخاری میں ہے کہ حضرت علیؑ اس زمانہ میں یمن بھیجے گئے تھے - جہاں سے واپس آکر وہ حج میں شامل ہوئے تھے یمن میں انھوں نے اپنے اختیار سے ایک ایسا واقعہ کیا تھا جسکو انکے بعض ہمراہیوں نے پسند نہیں کیا - ان میں سے ایک صاحب نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی آپنے فرمایا علیؑ کو اس سے زیادہ حق تھا - عجب نہیں کہ اسی قسم کے شکوک رفع کرنے کے لیئے اس موقع پر آپ نے یہ الفاظ ارشاد فرمایے ہے - سیرۃ النبی جلد اول ص۱۳۱

قاضی محمد سلیمان صاحب صاحب رحمۃ العلمین

صاحب رحمۃ العلمین بھی شبلی صاحب کے ہم آہنگ ہیں - اونکی عبارت حسب ذیل ہے -

راہ میں بریدہ اسلمی نے حضرت علیؑ مرتضیٰ کی شکایت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سمع مبارک تک پہونچائی - شکایات کا تعلق حضرت علیؑ کے چند افعال سے تھا جو حکومت یمن میں جناب علی مرتضیٰ سے تقسیم غنیمت وغیرہ کے متعلق صادر ہوئے تھے - درحقیقت شکایت کی بنیاد بریدہ کے قصور کا فہم تھا - اسلیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر پر ایک فصیح خطبہ پڑھا اور اسی خطبہ میں اہلبیت رضوان اللہ علیہم کی شان منزلت کا اظہار فرمایا اور علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ جس کا میں مولا ہوں اوس کا علی مولا ہے - اسی خطبہ کے بعد حضرت عمر فاروق نے حضرت علیؑ مرتضیٰ کو اس شرف کی مبارکباد دی اور بریدہ نے بقیۃ العمر علی مرتضیٰ کی محبت و متابعت کو پورا کیا بالآخر یہ بزرگوار جنگ جمل میں شہید ہوئے[۱] - رحمۃ مطبوعہ امرتسر ص۲۹۳

مولوی عبید اللہ صاحب صاحب ارجح المطالب

صاحب ارجح المطالب بھی انھیں دونوں صاحبوں کے ہمرنگ ہیں -

---

[۱] جب جنگ جمل میں بریدہ کا فائز بدرجۂ شہادت ہونا آپکو تسلیم ہے تو طرف مخالف کو انکے ناحق شہید کرنیکے جرم میں کیا فرمایا جائیگا فافہم فتدبر - (المولف)

آپ مولیٰ کے معنی اولی بالنفس قرار دیتے ہین اور اپنی استدلال کی طولانی بحث کے آخر مین تحریر فرماتے ہین۔

یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔ اسکے بعد حضرت صلعم نے حج نہین کیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت اسی یا نوے روز بقید حیات رہے۔ تمام اہل سیر متفق ہین کہ اس واقعہ سے پہلے حضرت نے جناب امیرؑ کو ایک لشکر کا سردار بناکر یمن کی طرف روانہ کیا تھا اور خالد بن ولید کو بھی دوسرے لشکر کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا تھا اور وقت روانہ کرنے دونون لشکر ون کے فرمادیا تھا کہ جناب امیر علیہ السّلام ہی امیر سمجھے جائینگے اور خالد بن ولید آپکی ماتحتی مین کارروائی کرینگے۔ چنانچہ دونون لشکرین مین مقام زبید پر جا ملے اور بنی زبید سے لڑائی ہوئی اور لشکر اسلام ظفریاب ہوا۔ اور کفار کے زن و بچہ اسیر ہوئے۔ ان مین ایک لونڈی نہایت خوبصورت تھی۔ جناب امیرؑ اُسکو اپنے تصرف مین لائے۔ یہ امر بعض لوگون کو شاق گذرا جب دونون لشکر حضرت کی خدمت مین پہونچے اور حجۃ الوداع مین شریک ہوئے۔ چند آدمیون نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جناب امیرؑ کی شکایت کی۔ حضرت صلعم نے بعض لوگون کو اُسی وقت جواب دیا کہ تم علیؑ کے پیچھے نہ پڑو علیؑ میرا ہے اور مین علیؑ کا ہون اور وہ میرے بعد تمھارا ولی ہے پھر جب حضرتؐ حجۃ الوداع سے فارغ ہوکر مقام جحفہ مین پہونچے تو حضرت نے باقی لوگون کے شکوک رفع کرنے کے لیئے خطبہ مین جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑکر ارشاد کیا جس کا مین مولا ہون اوس کا علیؑ مولا ہے۔ یعنی تم لوگ جو اس کنیز مین تصرف کرنیکی نسبت شکایت کرتے ہو۔ وہ تو میری طرح مومنون کے ہر ایک امر مین اولی بالتصرف ہے کتب سیر و رجال اور تاریخ و احادیث مین اس واقعہ کی شہادت ملتی ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کی ہے۔ علامہ ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ مین اس حدیث کے ارشاد کی یہی وجہ بتلائی ہے چنانچہ وہ کہتے ہین۔

فسبب ذلك كما نقله الحافظ شمس الدين محمد بن محمد الجزري عن ابن اسحق ان عليًا تكلم فيه بعض من كان معه في اليمن فلمّا قضى صلى الله عليه وآله وسلم حجة خطبها تنبيهًا على قدره وردًّا على من تكلم فيه كبريدة

اس حدیث کے ارشاد ہونیکا سبب یہ ہے کہ جس کا ذکر حافظ شمس الدین محمد بن محمد الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے اسنی المطالب مین سیرۃ ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ بعض لوگون نے جو جناب امیر علیہ السّلام کے ساتھ یمن مین گئے ہوئے تھے واپس آکر جناب امیرؑ کی شکایت کی جب آنحضرت صلعم حج سے فارغ ہوکر واپس آئے تو لوگون کو جناب امیرؑ علیہ السّلام کی شان اور منزلت پر مطلع کرنیکیلئے اور ان سب کے رد کرنیکیلئے آپنے خطبہ ارشاد کیا اور جو لوگ شکایت کرتے تھے مثل بریدہ وغیرہ کے

كما في البخاري ان كان يبغضه فسبب ذالك ما صححه الذهبي انه خرج معه الى اليمن فرأى منه جفوة فقصه للنبي صلى الله عليه وآله وسلم فجعل وجهه يتغير ويقول يا بريدة الست اولى بالمومنين من انفسهم قال بلى يا رسول الله صلعم قال من كنت مولاه فعلیؑ مولاه

جن کا ذکر امام بخاری نے بھی کیا ہے کہ بریدہ رضؓ ابتدا مین جناب امیر سے بغض رکھا کرتے تھے اور بغض کی وجہ یہ ہے کہ جسکی صحت حافظ ذہبی نے کی ہے کہ بریدہ رضؓ جناب امیر کے ساتھ یمن کو گئے تھے۔ راہ مین باہم کچھ شکر رنجی ہوگئی تھی اس وجہ سے بریدہ جناب رسولخدا صلعم کے حضور مین جناب امیر علیہ السّلام کی شکایت کرنے لگے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک غصہ سے سرخ ہوگیا۔ اور آپنے فرمایا بریدہ کیا مین مومنون کے لیے اونکی جان سے اولی نہین ہون۔ بریدہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم حضور بیشک اولی ہین۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کا مین مولا ہون اوس کا علیؑ مولا ہے۔

بعض محدثین نے اس حدیث کا سبب ارشاد یہ بیان کیا ہے۔

كان سبب ذالك ان اسامة بن زيد قال لعلي لست مولائ انما مولائ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال رسول الله صلعم من كنت مولاه فعلي مولاه (نقله شمس الدين مظفر الخلخالي في المفاتيح شرح المصابيح)

اس کا سبب یہ تھا کہ ایک دفعہ اسامہ بن زید رضؓ نے جناب امیرؑ سے کہا تھا کہ آپ میرے مولا نہین ہین میرے مولا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین جب یہ بات آنحضرت صلعم کو معلوم ہوئی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ جس کا مین مولا ہون اوس کا علیؑ مولا ہے (اسکو شمس الدین مظفر الخلخالی نے مفاتیح شرح مصابیح مین نقل کیا ہے)

لیکن وجہ اوّل زیادہ تر صحیح معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد دو دفعہ کیا ہو ایک دفعہ اس ارشاد کے محرک اسامہ بن زید ہوے ہون اور دوبارہ بریدہ اسلمیؓ کی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد علی رؤس الاشہاد بیان کیا ہو۔

بہر حال یہ کہنا کہ حضرت امیر علیہ السّلام حجۃ الوداع مین شریک ہی نہین تھے۔ یا یہ حدیث متواتر نہین ہے یا مولی کے معنی متعین کرنے مین چون وچرا کرنا بالکل سفسطہ اور جنون ہے جو اکثر تعصب کے بڑھ جانیسے

پیدا ہوجاتا ہے - واولوالارحام بعضہم اولی ببعض میں لفظ اولیٰ بمعنی مومن کے مستعمل ہوا ہے - اس تسویلات سے لوگوں کو فریفتہ کرکے راہ حق سے بے راہ کرنا چاہیئے۔ ارجح المطالب جلد دوم ص

ہم نے زمانۂ حال کے تینوں مصنفین کی جدا جدا رائیں لکھدی ہیں - ان تاویلات مہملات کے موجد اوّل وہی بخاری صاحب جن سے پہلے کسی کے دماغ میں اس تاویل اور بے عقلی کی تخئیل کا خیال بھی نہیں تھا - یہ تاویلات ایسی مہمل ہیں جو کسی طرح نہ معیار نقل کے موافق اترتی ہیں اور نہ شعار عقل کے مطابق -

معیار نقل کے مخالف و معارض تو یوں ہیں کہ ان تینوں مصنفین میں سے کوئی صاحب بریدہ کے واقعہ کو اسکے سبب ارشاد قرار دینے میں یقین کامل نہیں رکھتے - صرف احتمال ہی کی حد تک بتلاتے ہیں شبلی صاحب کے الفاظ یہ ہیں -

"عجب نہیں کہ اس قسم کے شکوک رفع کرنے کے لیے اس موقع پر آپنے یہ الفاظ ارشاد فرمائے"

قاضی محمد سلیمان صاحب - صاحب رحمۃ العالمین کے بھی یہی الفاظ بیان ہیں -

خواجہ عبید اللہ صاحب مصنف کتاب ارجح المطالب نے بریدہ کے ساتھ اسامہ بن زید کا واقعہ بھی لکھا ہے اور دونوں واقعات کو لکھکر تحریر فرمایا ہے -

لیکن وجہ اوّل صحیح تر ہے - ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد دو دفعہ کیا ہو - ایک دفعہ اس ارشاد کے محرک اسامہ بن زید ہوں - دوسری دفعہ بریدہ اسلمی کی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ ارشاد علیٰ رؤس الاشہاد فرمایا ہو -

یہ بیان بھی شکوک - ناستحکم اور بالکل مبہم ہے - ان دونوں توجیہوں میں - وجہ اوّل صحیح تر بتلائی جاتی ہے - لیکن وجہ دوم کی تردید و تکذیب پر جرأت بھی نہیں کی جاتی - اسلیئے محض وہم و قیاس کی بنا پر دونوں روایتوں میں تجمیع کی ترکیب بھی داخل کی جاتی ہے - نقل و بیان کی یہ شان بالکل خلاف تحقیق ہے - مخالف نقل ہونے کی یہ صورت ہے - اب اسکی عقلی حیثیت ملاحظہ ہو - تو کوئی محدث - کوئی مفسر - کوئی مورخ - یہاں تک کہ خود بخاری صاحب بھی واقعہ غدیر اور اس ارشاد حدیث کی ذیل میں بریدہ اسلمی کے واقعہ شکایت کو یاد نہیں کرتے اور نہ خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوس طولانی خطبہ سے جسکو ہم نے توضیح الدلائل سے نقل کیا ہے - یا ان تمام خطبہائے مبارک کے کسی لفظ لفظ و حرف سے - جس کا شبلی صاحب نے حجۃ الوداع کے ذکر میں مکہ معظمہ کے مختلف مقامات میں ارشاد دینا

نقل فرمایا ہے اور اون کو تمام کتب صحاح سے بڑی دیدہ ریزی کے ساتھ چن چنکر لکھا ہے۔ اون مین بھی کہین بریدہ والی شکایت کا کوئی ذکر نہین ہے۔ ہم ان تمام خطبات کو اونکے خاص خاص مقامات پر نقل کر چکے ہین۔ اون سب مین زیادہ تر دینیات و اخلاقیات کے احکام ہین۔ یا اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ محاسن سلوک قائم رکھنے کی تاکیدین فرمائی ہین۔ مکہ معظمہ سے لیکر جحفہ کے قیام تک۔ حرمت خون مسلمین۔ احترام شہرہائے حرام۔ عظمت بیت الحرم۔ ادائے حقوق نسوان وغیرہ وغیرہ کے ساتھ ساتھ حدیث ثقلین۔ اوصیکم فی اھلبیتی۔ اذکروا فی اھلبیتی۔ فانظروا کیف تخلفونی فیھما کتاب اللہ و عترتی اھلبیتی۔ وغیر ذالک الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہین۔ جن سے خاص طور پر جناب علی مرتضیٰ کی خاص منقبت کا نہ کوئی اعلان پایا جاتا ہے اور نہ بریدہ اسلمی والی شکایت کا کوئی نام و نشان۔

اب استنے شواہد صحیحہ و صریحہ کے مخالف ایک بے سروپا اور محض خبر بے بتدائی تاویل کو اس ارشاد کا باعث بتلایا گیا ہے۔ جسکو نہ عین موقع پر ارشاد فرمانیوالے نے اپنے کسی خطبہ مین اشارتاً و کنایتاً بتلایا اور نہ ایک لاکھ چالیس ہزار سننے والون مین سے کسی فرد واحد نے اسکی سماعت کا اظہار کیا۔ ہان۔ وقت وقوع سے تقریباً سو دو سو برس بعد جب بدقسمتی اسلام کے اخبار و آثار تمام سیاسی نقطہ نظر سے قلبند اور اصول عقائد بھی حکومت کی ضرورت استحکام کو مدنظر رکھکر مرتب ہونے لگے۔ اور احکام دینیات فرامین سیاسیات مین جذب کر لیئے گئے اور علمائے شکم پرور نے السُّنۃ قاضیۃ علی الکتاب (سنت قرآن پر حاکم ہے) کے اصول موضوعہ تمام معتقدات و مسلمات اسلامیہ مین قائم کر آئے تو اوس وقت ان تمام شاہدات اسلامی کی حقیقت اور اصلیت بدل گئی۔ اون کے حقیقی مدعا و مقاصد پر انواع و اقسام کے مصنوعات سے نقاب پوشی کی گئی اصل واقعات حقیقت مٹائے گئے۔ گھٹائے گئے اور چھپائے گئے۔ اور جب یہ کوئی صورتین ممکن نہ ہوسکین تو اون کے مفہوم بدلے گئے۔ اصل مطالب کچھ سے کچھ کر دیئے گئے۔ یہ بھی امکان سے باہر دیکھا گیا تو تاویلات رکیکہ سے کام لیا گیا۔ انھین موضوعات کثیرہ مین سے بریدہ اسلمی کے واقعہ شکایت کو حدیث غدیر کے ارشاد کا باعث بتلانا بھی داخل ہے۔

ہم نے واقعات غدیر کی ابتدائی تفصیل مین پہلے قرآن مجید کی نص صریح کو متعدد محدثین و مفسرین کے اقوال متواترہ سے لکھدیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ ان نصوص اور آیات مخصوص کا نزول خم غدیر کے خاص موقع پر ہوا ہے۔ پھر ہمنے ان احکامات الٰہیہ مین نصوص احادیث درج کئے ہین۔ اس تفصیل و تصریح کے ساتھ کہ حکم خدا پاتے ہی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہتمام خاص سے ایک لاکھ چالیس ہزار

مسلمانون کو جمع فرماکر (آگے چلے جانے والون کو واپس بلواکر اور پیچھے رہ جانیوالون کے پہونچ جانے تک کا انتظار کرکے) ایک طولانی خطبہ مین حدیث غدیر ارشاد فرمائی۔ اسکے بعد محدثین۔ مفسرین و مورخین کے متعدد اقوال و آرا سے اس واقعہ کا متواتر ہونا ثابت کردیا ہے۔ اور بتلا دیا ہے کہ حکم قدرت کے مطابق شہنشاہ رسالت کے اس اہتمام انتظام کا مدعائے خاص جناب علی مرتضیٰ کی ولایت و امامت کا اعلان تھا۔

اب انصاف پسند اور حقیقت بین ناظرین ولایت و امامت کی اہمیت و ضرورت کو ایک طرف رکھین اور بریدہ اسلمی کی شکایت والے معمولی واقعہ کی مقدار حیثیت کو ایک طرف۔ دونون کے معائنہ کے بعد خود تجویز فرمالین اور تصفیہ کرلین کہ آنحضرت صلعم کا اتنا بڑا عظیم الشان اہتمام۔ مقام خم کے ایسے ویران ریگستان اور محض غیر معروف بیابان مین دفعتہً آپ کا قیام۔ ایک معمولی شخص کی رفع شکایت کی غرض و غایت کے ساتھ منطبق ہوتا ہے یا اپنے بعد اپنے مقرب ترین عزیز کو اپنا قائمقام اور جانشین مقرر فرمانے کی ضرورت و اشاعت کے ساتھ موزون ہوتا ہے۔ پھر اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی تصفیہ کرلین کہ حضرت عمر بن الخطاب کا خطاب تہنیت م بخ لک یا ابا الحسن اصبحت مولائی و مولا کل مومن و مومنۃ بریدہ کے واقعہ شکایت کے ساتھ چسپان ہوتا ہے۔ یا جناب امیر علیہ السّلام کی امامت و امارت کے ساتھ موزون ہوتا ہے۔

تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ تنہا اسی تاویل قیاسی پر اکتفا نہین کی گئی ہے بلکہ اس واقعہ کی حقیقت چھپانے اور مٹانے مین کوئی امکانی قوت اوٹھا نہین رکھی گئی۔ بعض تہی مغزون نے سرے سے اس واقعہ کے وجود ہی سے یہ کہکر انکار کردیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ تو حجۃ الوداع مین شریک ہی نہین تھے پھر امامت اور امارت کیسی؟ بعض نافہمون نے صورت واقعہ اور مقام وقوع ہی کو بدلدیا ہے۔ اور بریدہ اسلمی کے واقعات شکایت کی مقدار سے بھی گھٹاکر۔ اسامہ بن زید کی نزاع لفظی کو اس کا باعث ٹھہرایا ہے۔ بعض کج بحثون نے مولا کے معنی بتلانے مین ذہن و دماغ خالی کرکے عربی ادب کو بھی بدنام کردیا ہے۔ بعض کوتہ بینون نے من کنت مولاہ مین حرف مَنْ کے استعمال کو قرآن مجید کی ترکیب زبان کے خلاف ٹھہرایا ہے اور آیہ اولا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض کو استدلالاً پیش فرمایا ؎ تو کار زمین را نکو ساختی + کہ بر آسمان نیز پرداختی۔ گویا۔ افصح العرب والعجم کے ادبی کمال کو ناقص بتلایا ہے۔ اعوذ باللہ من ہذہ الھفوات۔

لیکن خیریت تھی کہ صاحب ارجح المطالب نے خود ان تمام توہمات باطلہ کی ایسی تردید کردی ہے کہ مجھکو مزید تنقید کی ضرورت نہین رہی۔ اون کی عبارت حسب ذیل ہے۔

بہرحال یہ کہنا کہ جناب امیر علیہ السّلام حجۃ الوداع مین شریک ہی نہین تھے یا یہ حدیث متواتر نہین ہے۔

یا مولیٰ کے معنی میں چون و چرا کرنا بالکل سفسطہ اور جنون ہے جو اکثر تعصب کے بڑھ جانے سے پیدا ہوتا ہے یا اولوالارحام بعضکم اولیٰ ببعض میں اولیٰ بمعنی من کے استعمال ہے۔ ایسی تسویلات سے لوگوں کو فریفتہ کرکے راہ حق سے بے راہ نہ کرنا چاہیئے۔ ؎

کر گئے احمد غدیر خم میں حیدر کو امام
لوگ مانیں یا نہ مانیں بات ہے مانی ہوئی (مولف عفی عنہ)

وفات جناب سرور کائنات علیہ وآلہ الصلوات

۲۸ صفر یا ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری
(آغاز سال یازدہم ہجری)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

(تمام چیزیں فنا ہو جانے والی ہیں صرف ذات اقدس ذوالجلال والاکرام باقی رہجانے والی ہے)

وفات جناب سرور کائنات
۲۸ صفر یا ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ

اسلام نے جس طرح ذات الٰہی کی توحید و تفرید کے شعبوں کو تمام داخلی اور خارجی۔ آمیزشوں اور آلائشوں سے پاک و صاف کر دیا تھا اوسی طرح مسئلہ فنا و بقا کے متعلق بھی حدوث و قدم اور ازلیت و عارضیت کی حقیقت کا بھی انکشاف فرما دیا تھا اور بتلا دیا تھا کہ قدم و ازلیت ذات الوہیت کے ساتھ مخصوص ہیں اور حدوث و عارضیت نفوس مخلوقات کے ساتھ ضروری اور لازمی۔ اسی بنا پر انک میت وانھم میتون۔ (تم بھی مرنیوالے ہو اور وہ بھی) کے حکم محکم۔ کل شیٔ ھالک الا وجھہ (سوائے ذات خدا کے سب ہلاک ہونیوالے ہیں) کے امر مسلم (کل من علیھا فان (سب فانی ہونے والے ہیں) کے لازمی فرمان بطور عام بھیجکر حاکم قضا و قدر نے خاص طور پر بتلا دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس اور سراپا نورانی ہستی بھی ایک دن ضرور فانی ہونے والی ہے۔ وہ دن آ گئے تھے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے ہی اس امر ناگزیر کی خبر ہو چکی تھی اسی امر کی تعمیل و بجا آوری کی غرض سے حجۃ الوداع کے مہتم بالشان انتظامات مرتب و مکمل فرمائے گئے تھے۔ اور اس حج کو خاص کر حج آخر بتلا کر اسکے تمام مناسکات میں دینیات و اخلاقیات کی تفصیل و تصریح کے متعلق مختلف اور متعدد مقامات میں خطبات ارشاد فرمائے گئے تھے اور اون کے بیانات میں دنیا سے مفارقت فرمانے کی طرف کھلے الفاظ میں تلمیح و اشارت فرما دی گئی تھی اور خم غدیر کے مشہور موقع تک پہونچکر دینیات

واخلاقیات کی تعلیمی ضروریات کو پورا فرما کر سیاسیات اور نظم بلاد ورعایائے اسلامی کی نسبت تمام وہ تمام لوازم ومراسم بتلا دیئے گئے اور خود عملی طور سے ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمانوں کے مجمع عام کی دونوں آنکھوں کے سامنے دکھلا دیئے گئے۔ جو ایک ناشر شریعت اور حاکم حکومت اپنے بعد اپنے نظم ونسق کی کے آئندہ انتظام وقیام کی نسبت اختیار کرتا ہے۔ اعلان وفات کی ان ضرورتوں کے ساتھ بہت بڑا حقیقی اور اصلی مدعا اس امر کی تعلیم دینا اور اس بات کا یقین کرانا تھا کہ باوجود مرتبۂ رسالت کے۔ ذات نبوت بھی ایک فانی ہونے والی ہستی تھی۔ نہ عیسائیوں کے گمراہانہ اور کافرانہ یقین واعتماد کی طرح الوہیت میں شامل اور دائمیت میں داخل ہونے والی۔

ان ضرورتوں کے علاوہ۔ فرائض منصبی جو قدرت کی طرف سے اس متمم رسالت کو خاص طور پر سپرد فرمائے گئے تھے وہ من احسن الوجوہ تعمیل وتکمیل پا چکے تھے۔ توحید خالص کی تعلیم کامل ہو چکی تھی۔ خدا پرستی۔ خوف الٰہی۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کے دستور جاری ہو چکے تھے۔ اخلاق۔ تمدن اور معاشرت کی ترتیب ودرستی۔ کردار واطوار کی شائستگی کے احکام وقوانین مرتب ہو چکے تھے۔ ملک وقوم میں امن وامان اور آرام واطمینان قائم ہو چکے تھے۔ ہر قرینہ اور ہر طریقہ سے اس آخر رسالت اور خاتم نبوت سے جو مدعائے قدرت تھا اور منشائے مشیت۔ وہ بھی پورا ہو چکا تھا۔ اب رضائے الٰہی کو زیادہ تکلیف دہی منظور نہیں تھی۔ بلکہ اپنی محنت وریاضت شاقہ کے بعد اپنے رسولؐ کو بار فرائض سے سبکدوش کر کے نعمہائے قدس سے بہرہ اندوز فرمانا مقصود تھا۔

سورۂ فتح میں اس تقدیر الٰہی کی طرف اشارت ہو چکی تھی اور فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ کے صاف الفاظ میں اس کا حکم صریح نازل ہو چکا تھا (بخاری باب التفسیر۔ طبری۔ ابن خزیمہ۔ ابن مردویہ) اس بناء پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر وعبادت معمول سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔ ہر سال رمضان المبارک کے آخر عشرہ میں اعتکاف کیا جاتا تھا۔ امسال دس روز کی جگہ بیس روز تک مسجد میں اعتکاف فرمایا گیا۔ ہر سال ماہ صیام میں ایک بار پورا قرآن روح الامین کی زبانی سُن لیا جاتا تھا۔ اِس سال دوبار قرآن مجید کی سماعت روح القدس سے فرمائی گئی پھر آخر سال میں حجۃ الوداع کے موقع پر تو آنحضرت صلعم نے اس ارادۂ الٰہی کو۔ آپ نے ان الفاظ میں صاف صاف بیان کر دیا کہ۔

مجھے امید نہیں ہے کہ آئندہ سال پھر میں (اس مقام پر) تم لوگوں سے مل سکوں۔

بعض روایتوں میں آپکے الفاظ اطلاعی یہ تھے۔

شاید مین اس سال کے بعد حج نہ کرسکون ۔

زیارت شہدائے احد

حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ مین تشریف لائے ۔ تو جنت البقیع مین ۔ شہدائے احد کے مزارون پر تشریف لے گئے یہ مصیبت نصیب غریب وہی مظلوم تھے جو ابتک نماز جنازہ سے محروم تھے ۔ اور اسلامی غزوات مین ایک یہی معرکہ جنگ ایسا ثابت ہوتا ہے ۔ جس مین مسلمانون نے بڑی مصیبت اور غربت سے اپنی جانین خدا کی نذر کردی تھین اونکے رفقاء مددگار بھی اوسی بلا و مصیبت مین ایسے گرفتار تھے کہ اون کی اس آخری خدمتون کو بھی انجام نہ دیسکے ۔ اسکی یاد ۔ اسکی حسرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل دردمند مین ہر وقت نشتر زن تھی ۔ مدینہ مین آکر خاطر قدسی مآثر مین یہ آیا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر تو قریب قریب تمام اہل اسلام کو آخری بار دیکھ لیا ۔ اور الوداعی ملاقات کرلی شہدائے احد وہان کہان تھے ۔ کہ ان سے بھی لقائے ظاہری کئے جاتے ۔ لیکن چونکہ شہدائے احد بحکم بَلْ هُمْ اَحْيَاۤءٌ (لیکن وہ تو زندہ ہین) زندہ جاوید ہین اسلیئے اون سے مل لینا بھی ضروری ہے ۔ اس لقائے روحانی کے اشارے سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعیت صحابہ کے ساتھ جنت البقیع کا قصد فرمایا ۔ شبلی صاحب لکھتے ہین ۔

چنانچہ اسی زمانہ مین آپ اُن کی (شہدائے احد) قبر پر تشریف لے گئے ۔ اور اون کے لیئے دعائے خیر فرمائی اور اس رقت انگیز طریقہ سے اون کو رخصت کیا جس طرح ایک مرنیوالا اپنے زندہ عزیزون کو وداع کرتا ہے ۔ اسکے بعد ایک خطبہ دیا جس مین فرمایا ۔ مین تم سے پہلے حوض پر جارہا ہون ۔ اوسکی وسعت اتنی ہے ۔ جتنی ایلہ سے جحفہ تک مجھکو تمام دنیا کے خزانون کی کنجی دی گئی ہے ۔ مجھے یہ خوف نہین ہے کہ میرے بعد تم شرک کروگے ۔ لیکن مین اس سے ڈرتا ہون کہ تم دنیا مین نہ مبتلا ہو جاؤ ۔ اور اسلیئے آپس مین کشت و خون نہ کرو تو پھر اوسی طرح تم بھی ہلاک ہو جاؤ ۔ جس طرح تم سے پہلے قومین ہلاک ہوئین ۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ آخری دفعہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سُنا ہے ۔

سیرۃ النبی صفحہ ۱۳۴ جلد دوم

اکثر روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ شہدائے احد کی یہ خدمت کچھ ایک ہی بار پر موقوف نہین رکھی گئی بلکہ اس وقت سے لیکر زمانۂ وفات تک کئی بار جنت البقیع مین تشریف لیجاکر شہدائے احد کی یاد فرمائی اور عزت افزائی کی گئی ۔

جیش اسامہ کا حکم اول

سنہ ۱۱ ہجری کا محرم تمام ہو کر صفر کا مہینہ بھی نصف سے زائد گذر چکا تھا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے اُون غدارا ور خونخوار عربون کی سزادہی اور گوشمالی کا قصد فرمایا - جنھون نے زید بن حارثہ کو حدود شام مین محض بیقصور و بیگناہ قتل کرڈالا تھا - فرامین ومکتوبات رسالت کے باب مین حدود شام کی سفارت اور زید کی شہادت کے تفصیلی حالات قلمبند ہوچکے ہین - شبلی صاحب اس موقع پر صرف اتناہی لکھتے ہین -

آغاز علالت سے ایک روز پہلے آپنے اسامہ بن زید کو مامور کیاکہ وہ فوج لیکر (اہل شام کی طرف) جائین اور اون شریرون سے اپنے باپ کا انتقام لین - ۱۸ یا ۱۹ صفر ۱۱ھ مین آدھی رات کو آپ جنت البقیع (جو عام مسلمانون کا قبرستان تھا) تشریف لائے - وہان سے واپس آئے تو مزاج ناساز ہوا - سیرۃ النبی جلد اول ص۱۵۳

افسوس ہے کہ شبلی صاحب ایسا اختصار فرمادیتے ہین کہ اون کے اصلی موضوع تالیف مین ابہام پیدا ہوجاتا ہے ابھی ابھی شہدائے احد کے حالات مین اخلاق نبویہ کے مفصّل بیان خود تحریر فرماچکے ہین - اس بنا پر ضرور تھا کہ مومنین مدفونین جنت البقیع کے لیے دعا ومناجات مین جو کلمات ارشاد فرمائے گئے تھے وہ لکھدیئے جاتے کہ اون کے شرف ووقار خاص اور اون کے ساتھ آپکے اشفاق واخلاق مزید کا کامل اظہار ہوجاتا بہرحال ہم اسکی تفصیل کو محدث شیرازی کی عبارت سے ذیل مین نقل کرتے ہین -

از عائشہ مروی ست کہ گفت شبے از خواب برآمدم ورسول صلعم را درجامہ خواب نیافتم از عقب آن سرور بیرون رفتم دیدم کہ در بقیع درآمد وگفت السلام علیکم دار قوم مومنین انتم لنا فرط وانا بکم لاحقون اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد - ودر روایتے آنکہ عائشہ گفت در اول شبے بود کہ آنحضرت صلعم از جامہ خواب برجست دروان شد گفتم پدر ومادرم فدائے تو باد کجا می روی گفت مامور گشتیم باستغفار برائے اہل گورستان بقیع - و

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک رات کو میری آنکھ کھلی تو مین نے جناب رسولخدا صلعم کو فرش خواب پر نہ پایا مین اوٹھی اور آپکی تلاش مین باہر نکلی - یہانتک کہ مین نے دیکھا کہ آپ جنت البقیع مین تشریف رکھتے ہین اور فرماتے ہین - سلام ہو تمپر مومنین کے گھرون - تم اس وقت ہم سے جدا ہو - لیکن ہم تم سے بہت جلد آکر ملنے والے ہین پروردگار تو ان کے ثوابون سے ہمکو محروم نہ رکھنا - پروردگار بقیع غرقد کے مدفونین کی آمرزش کرنا - اور ایک روایت مین حضرت عائشہ بیان کرتی ہین کہ ایک رات کو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دفعتہً فرش خواب سے اوٹھکر باہر جانے لگے تو مین نے عرض کی میرے ماں باپ آپکے قربان ہون حضور اسوقت کہان تشریف لیئے جاتے ہین ارشاد ہوا کہ بقیع غرقد کے مدفونین کی طلب آمرزش کے لیے خدا کی

ابو رافع و بروایتے ابو موہبہ و بروایتے
ہر دو کہ آزاد کردہ وے بودند با خود
ببرد ابو موہبہ گوید آمد بہ بقیع
و بجہت اہل آن مقبرہ زمانے طویل
استغفار نمود و چندان دعائے خیر
کرد برایشان کہ آرزو کردم کہ کاشکے من
ہم از اہل آن گورستان بودمے تا شرف
آن دعا را یافتمے۔ آنگاہ فرمود گوارا باد
تا آن نعیم کہ در آید۔ و دور آید از آن
فتنہا کہ مردم در آنند۔ نجات دادہ است
خداوند تعالی شما را از آنکہ رو بمردم دارد
و فتنہا ہمچون قطعہائے شب تاریک اند
آخر آن باول ان متصل است۔
آخر آن فتنہا بدتر است از اول۔ بعد از ان
رو بمن کرد۔ و گفت اے ابو موہبہ۔ خزائن دنیا
را بر من عرض کردند و مرا مخیر ساختند
میان آنکہ در دنیا باقی باشم و بعد از آن
بہشت را اختیار کنم میان لقائے پروردگار
خود و بعد ازان بہ بہشت گفتم یا رسول اللہ پدر و
مادرم فدائے تو با خزائن دنیا و بقائے آن
و بعد ازان بہشت را اختیار کن فرمود نہ بتحقیق کہ لقائے
پروردگار خویش و بہشت را اختیار کردم۔ و چون از انجا باز
گشت مریض شد۔ و منقولست از عطاء بن یسار کہ گفت
رسول اللہ را شبے گفتند بروید بقیع و جہت اہل آن مقبرہ

طرف سے مجھے حکم ہوا ہے اسکے بعد ایک روایت کے مطابق ابو رافع
یا ابو موہبہ اور دوسری روایت کے موافق دونوں کو جو آپکے
غلام تھے آزاد کردہ ہمراہ لیکر بقیع کی طرف روانہ ہوئے۔ ابو موہبہ
کا بیان ہے کہ آپ بقیع مین تشریف لاکر بڑی دیر تک وہان کے مدفونین
کے لیے استغفار و طلب آمرزش فرماتے رہے اور اونکے لیے اتنی دعائے
خیر کرتے رہے کہ مجھکو بڑی حسرت آئی کہ کاش مین بھی ان مرنیوالون
مین ہوتا تو اسوقت آپکی اس دعا و مناجات کی سرفرازی کا مستحق
ہوتا۔ دعا کے بعد آپنے مدفونین جنت البقیع سے خطاب کرکے کہا
خوشا حال تمھارا کہ تم لوگ خدا کی نعمتون پر فائز ہوا اور اون تمام فتنہ
و فساد سے دور اور علیحدہ ہو جس مین اہل دنیا مبتلا اور گرفتار ہین
تملوگ وہ ہو خدا نجات دیچکا ہے اور اب تمکو کسی سے امید لگانے
کی کوئی ضرورت نہین ہے۔ دنیا کے فتنہ و فسادات کی تاریکی کی
مثل ہین اول حصہ آخر حصہ سے ملا ہوا ہے اور آخر حصہ اون کا
اول سے بھی بدتر ہے ابو موہبہ کا بیان ہے کہ یہ ارشاد فرماکر آنحضرت
صلعم مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے اے ابو موہبہ۔ خداوند عالم
نے مجھے دولت دنیا پر فائز ہو کر داخل بہشت ہونے اور لقائے
پروردگار پر فائز ہو کر داخل ہونیکی حالتہائے مشروطہ مین اختیار
دیا ہے اور استفسار کیا ہے کہ مین جس شرط کو چاہون اختیار کرون
ابو موہبہ کہتے ہین مین نے عرض کی کہ آپ دولت دنیا پر فائز
ہو کر داخل بہشت ہونے والی شرط کو اختیار فرمائین۔ آپنے
فرمایا۔ نہین۔ مین تو حاضری بارگاہ الٰہی کی شرط کو قبول کرچکا
اور عطاء بن یسار سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم کو رات کے وقت حکم آیا کہ جنت البقیع کے مردون
کے لیے دعا کرو۔ چنانچہ آنحضرت صلعم وہان تشریف لے گئے

استغفار کن. حضرت رفت و استغفار نمود و بازگشت و در خواب شد باز باوے گفتند برو برائے اہل بقیع استغفار کن. از رفت و طلب آمرزش نمود و بازگشت و باستراحت مشغول شد باز باوی گفتند برو برائے شہدائے احد دعائے خیر بتقدیم رسان حضرت صلعم بکوہ احد رفت و در شان شہدائے احد دعائے خیر بتقدیم رسانید و ازآن حضرت را صداع گشتہ و سر خود را بعصابہ بربستہ بود۔

اور حسب الحکم ان کے لیئے طلب آمرزش اور دعائے استغفار فرمائی۔ اور واپس آکر سو رہے پھر حکم آیا کہ بار دیگر جاؤ اور اہل بقیع کے لیئے دعائے آمرزش کرو۔ حسب الحکم آپ پھر اٹھے اور دعائے مغفرت کی اور واپس ہوئے۔ اور استراحت فرمائی پھر حکم آیا کہ جاؤ کوہ احد پر اور شہدائے احد کو دعائے خیر دو۔ پھر کوہ احد پر تشریف لیگئے اور شہدائے احد کیلیئے دعائے خیر اور طلب آمرزش فرماکر واپس تشریف لائے۔ واپس اوسی وقت سے درد سر میں مبتلا ہوئے۔ [1]

روضۃ الاحباب۔

صفحہ ۵۴۵

> ابتدائے مرض اور حضرت عائشہ سے اظہار مرض

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس دعا و مناجات سے مدعا کیا تھا۔ وہی جو ہم اوپر بتلا آئے ہیں۔ ان بزرگوارون کے احوال اور محاسن خدمات پر مزید اشفاق و اخلاق کا اظہار۔ ان کی قدر و عظمت کا اعلان۔ اور بالکل زندون کی طرح ان مردون (رضی اللہ عنہم) سے سلام الوداع اور پیام الفراق۔

تمام محدثین و مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ اس واقعہ کے بعد ہی سے آپ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ رات کو یہ واقعہ گذرا۔ صبح کو اوٹھے تو سر میں شدید درد تھا۔ شدت درد سے آپ نے رومال سے سر باندھ لیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ خود بیان فرماتی ہین۔

ابتدائے مرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در خانہ میمونہ بود و در روز نوبت او از خانہ من آمد و از اتفاق مرا نیز صداع طاری گشتہ بود و می گفتم وا راساہ. فرمود چہ ضرر بود ترا اے حمیرا کہ پیش من از دنیا بروی و من تجہیز و تکفین تو نمائم و بر تو نماز گزارم عائشہ گوید اندر وے غیرت

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض کی ابتدا میمونہ کے گھر سے ہوئی وہ اونھین کی باری کا دن تھا حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ آپ اوس دن میمونہ کے گھر سے ہوکر میرے گھر مین آئے۔ اتفاق سے مجھے بھی اوس دن درد سر تھا اور مین بھی سر پکڑے بیٹھی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ہائے میرا سر آپ بھی درد سر کی اوسی حالت مین تشریف لائے۔ بیٹھے اور مجھ سے فرمانے لگے اے عائشہ کیا اچھا ہوتا کہ تم میرے سامنے دنیا سے گذر جاتین

[1] نجدی تو دور ہین لیکن ہندوستان مین نجدیون کے ہمنوا وہم ہوا پھیلے ہوئے ہین۔ اس واقعہ مین جو تمام محدثین و مورخین کا مختار و متفق ہے۔ حکم خدا اور عمل جناب رسول خدا صلعم ملاحظہ فرمائیں یہی بقیع اور یہی بقیع کے مظلوم مدفونین جنکی زیارت۔ جنکے لیئے دعائے آمرزش اور طلب مغفرت کی غرض سے آنحضرت بار بار جنگلے جاتے ہین اور اوس مقبرے مین بھجوائے جاتے ہین۔ خدا کا سچا رسول انکے فضائل و مناقب بیان کرتا ہو نجات و مغفرت کی بشارت دیتا ہے حکم خدا کے مطابق انکی آمرزش کی دعا کرتا ہو اور چلا آتا ہو چودہ سو برسون کے بعد عرب کا اسلام نما خود اس مقبرہ کو مسمار کرتا ہو اور اپنے مسلمان ہونے کا دم بھرتا ہو فاعتبروا ۱۲ مولف عفی عنہ

گفتم یا رسول اللہ تو این معنی را میخواہی و گمان من	تو میں تمھاری تجہیز و تکفین کرکے تم پر نماز پڑھتا۔ عائشہ کا بیان ہے
اینست کہ در ہمان روز کہ از دفن من فارغ بشوی	کہ مین نے از راہ غیرت کہا کہ یا رسول اللہ شاید اس سے آپکی
با زن دیگر در خانۂ من عروسی بکنی۔ حضرت صلی اللہ علیہ	یہ خواہش ہے اور میرا یہ گمان ہے کہ آپ مجھے دفن کرکے اسی
وآلہ وسلم متبسم شد و فرمود بل انا وا رأساہ یعنی اے	روز ایک نئی عورت میرے ہی گھر میں بیاہ کر لینگے۔ یہ سنکر آپ
عائشہ درد سر تو بہ(ی) شود ولکن درد سر من دردیست	متبسم ہوئے اور فرمایا۔ لیکن افسوس ہے میرے سر کا درد وہ
کہ خلاصی ازان مشکل است۔ و دران سخن اشارتے	درد ہے جس سے نجات مشکل ہے۔ آپ کے اس کلمہ مین صاف اشارہ
بود برآنکہ در آن مرض از عالم خواہد رفت۔	تھا کہ آپ اسی مرض میں انتقال فرمائینگے۔ روضۃ الاحباب ص۲۶۹

تاریخ ابوالفدا مین اس واقعہ کے یہ الفاظ ہین۔

عن عائشہ قالت جآء رسول اللہ صلعم	حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ (بعد ازان) جناب رسولخدا صلعم میرے
وبی صداع وانا اقول وا راساہ وقال	یہان تشریف لائے اوسوقت مین درد سر کی شدت سے واہ راساہ
بل انا واللہ ، اعائشہ ثم قال ما ضرک	کہکر کراہتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے میری یہ حالت دیکھکر
لو مت قبلی فقمت علیک وکفنتک	فرمایا واللہ اے عائشہ مین خود درد سر مین مبتلا ہون اسکے بعد حضرت
وصلیت علیک ودفنتک	نے فرمایا اے عائشہ اگر تم مجھ سے پہلے مرجاؤ تو تمکو کیا ضرر ہے مین
فقالت کانی بک واللہ لو	تمھاری تجہیز و تکفین کا کفیل ہون گا۔ کفن دیکر اور نماز پڑھاکر تمکو دفن
فعلت ذلک فرجعت الی	کردون گا۔ یہ سنکر مین نے کہا واللہ میرا گمان تو یہ ہے کہ میری تجہیز و
بیتی فعرست ببعض	تکفین سے فارغ ہوتے ہی آپ میرے ہی گھر مین کسی دوسری
نسآئک۔	بی بی سے ہم صحبت ہونگے۔ احمدی ص۹۲

بیماری اور حضرت عائشہ کے گھر تیمارداری

شبلی صاحب کی تحقیق مین یہ صفر سنہ ۱۱ھ کی اونیسوین تاریخ تھی اور چہارشنبہ کا دن۔

مورخ ابوالفدا کہتے ہین۔

وابتدأ برسول اللہ صلعم مرضہ فی اواخر	جناب رسولخدا صلعم کے مرض کا آغاز صفر کی اخیر تاریخون
الصفر	مین ہوا۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین۔

حضرت عائشہ سے مرقومہ بالا گفتگو ہونے کے بعد پھر آپ حضرت میمونہ کے گھر واپس گئے اسلیئے کہ وہ دن اونھین کی باری کا تھا۔ شبلی صاحب لکھتے ہین۔

آپ اسی حالت (مرض) میں بھی از راہ عدل و کرم باری باری ایک ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے جاتے رہے۔ دوشنبہ کے دن (۲۴ صفر) مرض میں شدت ہوئی۔ ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ حضرت عائشہ کے گھر میں قیام فرمائیں۔ خلق عظیم کی بناپر اجازت بھی صاف اور علانیہ نہیں تھی بلکہ پوچھا کہ کل میں کسکے گھر رہونگا۔ دوسرا دن دوشنبہ حضرت عائشہ کے یہاں قیام فرمانے کا تھا۔ ازواج مطہرات نے مرضی اقدس سمجھ کر عرض کی آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ ضعف اسقدر ہوگیا تھا کہ چلا نہیں جاتا تھا حضرت علیؓ اور عباس دونوں بازو تھامکر بمشکل حضرت عائشہ کے حجرہ میں لائے۔ سیرۃ النبی جلد دوم

شبلی صاحب کی بڑی مہربانی کہ آپ نے آزادی سے اس واقعہ میں حضرت علی کا ذکر کردیا ورنہ حضرت عائشہ تو اس واقعہ میں حضرت علی کا نام لینا بھی نہیں چاہتی تھیں۔ ملاحظہ ہوں طبری کے الفاظ۔

عن عبید اللہ بن عباس عن عائشہ قالت	عبید اللہ بن عباس سے حضرت عائشہ کی زبانی مروی ہے کہ
فخرج رسول اللہ صلعم بین رجلین من احدهما	جناب رسولخدا صلعم اوسی حالت (مرض) میں فضل بن عباس
الفضل بن عباس ورجل آخر تخط قدماه	اور ایک دوسرے مرد کے سہارے سے بایں صورت میرے
الارض عاصبا راسه حتی دخل بیتی	گھر میں تشریف لائے کہ سر مبارک رومال سے بندھا ہوا تھا اور
قال عبید اللہ حدثت هذا	چلنے میں دونوں پاؤں کی رگڑ کا نشان زمین پر پڑتا جاتا تھا۔
الحدیث عبد اللہ ابن عباس	عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا ذکر عبد اللہ بن عباس
فقال هل تدری من الرجل	سے کیا تو اونھوں نے کہا تم جانتے ہو وہ دوسرا مرد کون تھا
قلت لا قال علی ابن ابی	جس کا نام عائشہ نے نہیں لیا میں نے کہا نہیں۔ ابن عباس
طالب ولکنها لا تقدر علی	بولے کہ وہ علی ابن ابی طالب تھے۔ لیکن عائشہ اسپر قادر نہیں
ان تذکرہ بخیرہ۔	تھیں کہ علیؓ کا ذکر خیر کے ساتھ کریں۔

بہرحال شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

آمد و رفت کی قوت جبتک رہی آپ مسجد میں نماز پڑھانے کی غرض سے تشریف لاتے رہے آخری نماز جو پڑھائی وہ مغرب کی تھی۔ ج ۲ صفحہ ۱۳۶

شبلی صاحب کے سلسلہ بیان میں بے ربطی

یہاں سے شبلی صاحب کے سلسلہ بیان میں بے ربطی پیدا ہوگئی ہے۔ اسلیے کہ آپ حضرت ابوبکر کی پیشنمازی کی تصدیق کی دُھن میں اور اُسکی تعیین وقت کے خیال میں ایسے وارفتہ ہوگئے ہیں کہ تقدیم و تاخیر واقعات کی بھی خبر نہیں۔ پیشنمازی کے بعد واقعہ قرطاس کو فوراً بیان کیا ہے

اس عجلت کی غرض و غایت یہ ہے کہ جلدی سے رسالت ختم ہوجائے اور خلافت مل جائے۔ واقعہ قرطاس کے لکھدینے سے دوسری غرض خاص یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت سے یہ جمعرات کا واقعہ قرار پاتا ہے۔ اس طرح مدت پشیمانزی بھی بڑھ جاتی ہے جو آپ کا خاص مدعا ہے۔ اور محض بیکار و بیجا ہے۔ ان سے کام چلیگا اور نہ چلا ہے۔ یہ ترتیب آپ کی محض خود غرضانہ ہے اور غیر متدیانہ۔ نہ واقعات اس سلسلہ و ترتیب سے واقع ہوئے اور نہ آجتک کسی مورخ یا اہل سیر نے اس ترکیب سے اوسکو لکھا۔ اسلیے مجھکو شبلی صاحب کی تقلید خود غرضی کی ضرورت نہین۔ جو ترتیب و ترکیب متقدمین اہل سیرت و تاریخ نے قائم کی ہے مین اوسی کی نقل کو کافی سمجھتا ہون۔

شدت مرض اور صبر و سکون آنحضرت صلعم

مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ابھی تک صرف اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ کہ آپ کو صرف دردسر کی شکایت پیدا ہوئی اور رفتہ رفتہ تپ شدید مین مبدل ہوگئی چنانچہ صاحب روضۃ الاحباب حضرت ابن مسعود کی اسناد سے لکھتے ہین۔

بہ ثبوت پیوستہ کہ عبداللہ بن مسعود رض گفت در آمدم نزد آنحضرت صلعم وا وتپ شدید داشت دست بروے مالیدم بہ چنان گرم بود کہ دستم تحمل آن حرارت نہ داشت وازابو سعید خدری منقول است کہ گفت در آمدم نزد آنحضرت صلعم قطیفہ برخود پوشیدہ بود حرارت تپ ویرا از بالائے قطیفہ دمی یافتم و دست ما تحمل آن نہ داشت کہ دست بے واسطہ ببدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برسانم از روے تعجب سبحان اللہ فرمود ہیچ احدے را بلائے سخت تر از انبیا نیست و چندانکہ بلائے ایشان مضاعف است اجر ایشان نیز مضاعف است و بعضے از ایشان را حق تعالی مبتلا ساختہ بفقر و درویشی تا بحدے کہ از ملبوس قادر

بسند صحیح عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ مین ایام علالت مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت کو گیا۔ دیکھا کہ آپکو شدید بخار لاحق ہے۔ مین نے جسم مبارک پر ہاتھ رکھا تو اتنا گرم پایا کہ مجھکو اوس حرارت کی برداشت کا تحمل نہین رہا۔ ابو سعید خدری بیان کرتے ہین کہ مین جب آپکی عیادت کو گیا تو آپ لحاف اوڑھے ہوئے تھے اور بخار کی حرارت بالاپوش کے اوپر سے محسوس ہوتی تھی اور اتنی شدید حرارت تھی کہ مین بلاواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر اپنا ہاتھ نہین رکھ سکتا تھا۔ مین نے یہ حال دیکھکر استعجاباً سبحان اللہ کہا۔ فرمایا کہ بنی انسان مین کسی فرد واحد پر انبیا سے زیادہ تکلیف و بلا نہین ہوتی جتنی اونکی بلا و مصیبت زیادہ ہوتی ہے اوتنے ہی اونکے اجر و ثواب بھی زیادہ ہوتے ہین انبیا کے گروہ مین بعض حضرات انبیا کو فقر و افلاس کی ایسی حالت مین مبتلا فرمایا گیا ہے کہ فی عمر ہم اونکے پاس سوائے ایک عبا کے

نہ بودے برجز یک عبا کہ شب و روز بآن	دوسری عبا پہننے کے لیے میسر نہیں تھی۔ لیکن انبیا اس مصیبت
پوشیدے و فرح بعضے از انبیا زیادہ بود	وبلا میں اوس سے زیادہ مسرور الحال ہوتے ہیں جیسا کہ تم
از فرح شما بعطا روضۃ الاحباب ۴۲۹	حصول عطا و نعمت کے وقت مسرور ہوتے ہو۔

اشتداد مرض اور اوسکی ایذا و تکلیف کو آپ باعث اجر و ثواب ہمیشہ بتلاتے رہے اور درد و مصیبت میں صبر و سکون۔ رضا و تسلیم کی روحانی تعلیم و ہدایت فرماتے رہے چنانچہ روضۃ الاحباب میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

از عائشہ صدیقہ منقول است کہ گفت رسول اللہ	حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
صلعم در مرض موت بسیار اضطراب می نمود و بر فرش خویش	کو مرض میں سخت بیچینی تھی اور شدت مرض سے فرش علالت پر آپ
منقلب می شد گفتم یا رسول اللہ اگر مثل این حالت از کدام	برابر کروٹیں بدلا کرتے تھے میں نے خدمت مبارک میں عرض کی
ما در وجود آید ہر آئینہ کہ بر وے غضب نمائی	کہ یہ حالت اگر ہم لوگوں پر طاری ہوتی اور ہم سے ایسی بیچینی جاری
فرمود اے عائشہ مرض من بغایت صعب است	ہوتی حضور ہم پر ضرور عتاب فرماتے۔ ارشاد ہوا کہ خداوند عالم
و بدرستی کہ خدا تعالی بلا بر مومنان و صالحان بسیار	بندگان مومنین و صالحین پر سخت مصیبتیں نازل فرماتا ہے کوئی
صعب و شدید می فرستد و ہیچ مومن نباشد	بندۂ مومن ایسا نہیں ہوتا کہ اوسکو کوئی نہ کوئی ایذا نہ پہونچتی ہو۔
کہ بوے بلا و ایذا برسد حتی کہ خارے کہ در پائے وے برود الا آنکہ	یہانتک کہ اگر ایک کانٹا بھی پاؤں میں گڑ جائے تو اسکے لیے بھی
حق تعالی بآن سبب درجہ برائے آن بلند گرداند و خطیئہ او کم کند	اوسکے مدارج میں اضافہ ہوگا اور خطا و گناہ میں ازالہ۔

انصار کے متعلق مہاجرین کو اور مہاجرین کی نسبت انصار کو اتحاد و سلوک کی وصیت

مرض میں شدت ہوتی اور تکلیف روز بروز بڑھتی گئی جسم مبارک کی طاقت گھٹتی گئی۔ یہانتک کہ نشست و برخاست بھی مشکل ہوگئی۔ لیکن اس ضعف و اضمحلال شدت مرض اور نقاہت جسم کی خاص حالتوں میں بھی۔ وہ ہادی دوجہان۔ وہ رہبر عالم فرائض رسالت۔ لوازم نبوت۔ ہدایت مومنین اور وصیت مسلمین کو نہ بھولا۔ چہارشنبہ کا دن مرض کی خاص شدت میں گذرا اور پنجشنبہ صبح تک اوس میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی یہ دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات مشکون سے غسل فرمایا غسل فرمانے سے حرارت میں کسیقدر کمی آئی۔ اور طبیعت میں قدرے سکون ہوا۔ تو آپ حضرت علیؑ اور حضرت عباس کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے حافظ جمال الدین محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

جناب رسولخدا صلعم از خانہ بیرون آمد و با مردم نماز	جناب رسالتمآب صلعم قریب نصف النہار باہر تشریف لائے جماعت

گذارد و خطبه خواند بعد از حمد و ثنائے خداوند تعالیٰ
و استغفار برائے شہدائے احد فرمود - بدرستیکہ
انصار خاصۂ من و محل اسرار من اند با ایشان
ہجرت کردم و مرا جائے دادند نیکان ایشان
را گرامی دارید و از بدایشان درگزرانید
مگر حدے از حدود اللہ و روایتے آنکہ فرمود اے
گروہ مردمان بدرستیکہ شما زیادہ می گردید
و انصار کم خواہند شد بآن خدائیکہ
نفس من بید قدرت اوست کہ من
ایشان را دوست میدارم انچہ
بر ایشان بود بتقدیم رسانیدند و حق
مواساۃ و جوانمردی بجا آوردند واکنون
انچہ ایشان را بشماست باقی ماندہ پس
با نیکان ایشان نیکوئی بکنید و از بدایشان
عفو نمائید و روایتے آنکہ چون انصار
دیدند کہ مرض حضرت روز بروز زیادہ
میگردد در خانہ خویش صبر و آرام
نداشتند حیران و سراسیمہ گرد مسجد نبوی
می گشتند عباس بن عبد المطلب
در آمد و حضرت را از حال انصار اعلام
کرد و باز فضل بن عباس آمد و حال
انصار را بعرض رسانید پس علیؑ
بن ابی طالب بیامد و مثل آن
اعلام نمود و حضرت دست خود

کے ساتھ نماز پڑھی اور خطبہ ارشاد فرمایا حمد و ثنائے الٰہی کے
بعد شہداء احد کے لیے دعائے مغفرت فرماکر ارشاد کیا کہ
انصار میرے نزدیک میرے مخصوصین ہین اور میرے رازدار
ہین۔ مین نے اون کے لیے ہجرت کی اوںھون نے مجھے رہنے
کی جگہ دی۔ اون کے نیک لوگون کی قدر و منزلت کیا کرو
اور اونکے برے لوگون کو معاف کردیا کرو سوائے اون قصورون
کے جو خدا کے نزدیک واجب الحد قرار پاچکے ہین اسکے بعد
ایک روایت مین یون آیا ہے آپنے ارشاد فرمایا ایہا الناس ایک
دن وہ آنیوالا ہے کہ تملوگ زیادہ ہوجاؤگے اور انصار کم
رہ جائینگے۔ اوس خدا کی قسم جسکے قبضہ قدرت مین میری
جان ہے کہ مین انصار کو دوست رکھتا ہون جو کچھ میرا
حق اُن پر تھا وہ ان لوگون نے پورا کردیا اور رفاقت دلیری
اور ہمت کی خدمات بجالائے۔ اور اب اُن لوگون کے
حقوق تملوگون کے ذمہ باقی ہین۔ انکے نیک لوگون کے
ساتھ نیکی کرو اور ان کے بد لوگون کو معاف کردو اور ایک
دوسری روایت کے مطابق یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب انصار
نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض روز بروز بڑھتا
جاتا ہے تو وہ لوگ فرط قلق و اضطراب سے بیقرار گھرون سے
نکل پڑے اور پریشان و حیران سراسیمہ و سرگردان مسجد
نبوی کے چارون طرف پھرنے لگے حضرت عباس ابن
عبد المطلب نے اون کی یہ کیفیت خدمت رسالت مین عرض
کی پھر اونکی یہی حالت فضل ابن عباس نے بھی آکر گذارش
کی فضل کے بعد حضرت علی ابن ابی طالب بھی باہر سے
آئے تو وہی انصار کی کیفیت دُہرانے لگے حضرت نے مفصل

برداشت۔ حضرت را مدد دادند تا نشست و فرمود انصار چہ گویند علیؑ گفت می گویند می ترسیم کہ پیغمبر از دنیا نقل بکند و نمیدانیم کہ حال مابعد از وے چہ خواہد شد پس سید عالم برخاست و دستے بردوش علیؑ و دست دیگر بردوش فضل انداخت و پا یہائے او بر زمین می کشید و عباس پیش آن سرور می رفت تا مسجد درآمد و بر پایہ اوّل از منبر نشست و عصابہ بر سر مبارک بستہ بود۔ مردم بروے جمع شدند و بعد از حمد و ثنائے خداوند تعالیٰ فرمود اے گروہ مردم من رسیدہ کہ شما از موت می ترسید گویا منکر موت اید و بچہ جہت انکار موت پیغمبر خود مینمائید۔ شما را نہ خبردار کردہ اند از مرگ من و از مرگ شما۔ ہمانا این سخن اشارت نمود بآیت کریمہ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ و فرمود کہ ہیچ پیغمبر در میان قوم خود جاوید ماندہ تا من در میان جاوید بمانم۔ بدانید و آگاہ باشید کہ بازگشت من و شما بخدا است وصیت میکنم شما را کہ با مہاجرین اوّلین نیکوئی بجا آرید و وصیت میکنم مہاجرین را کہ با یکدیگر نیکی کنند حق تعالیٰ فرمود وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ تا آخر سورہ بخواند۔ آنگاہ فرمود جریان امور باذن خدا است باید کہ باعث نشود بر شمردن امرے شما را بر استعجال آن۔ زیرا کہ خداوند تعالیٰ تعجیل نمیکند در ہیچ کارے برائے

کیفیت سنکر اور ہاتھ اوٹھاکر اشارہ کیا کہ مجھے بٹھاؤ حاضرین موجود تھے اونھین کے سہارے سے آپ اوٹھکر فرش پر بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے انصار کیا کہتے ہین۔ حضرت علیؑ نے عرض کی وہ کہتے ہین کہ ہمین خوف ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کے بعد ہمارا کیا حال ہوگا۔ یہ سنکر آپ اٹھے۔ اپنا ایک ہاتھ علیؑ کے دوش پر اور دوسرا فضل کے دوش پر رکھا اور پائے اقدس کو زمین پر کھینچتے ہوئے مسجد تک تشریف لائے۔ لوگون کا ہجوم تھا حضرت عباس آپکے آگے لوگون کو ہٹاتے جاتے تھے آپ مسجد مین تشریف لاکر منبر کے اول زینہ پر بیٹھ گئے سر اقدس پر رومال باندھے تھے جب سب لوگ جمع ہوگئے تو خدا کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا ایہا الناس مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ میری موت سے ڈرتے ہو گویا میری موت کا انکار کرتے ہو نہین معلوم تم کس وجہ سے اپنے پیغمبرؐ کی موت کا انتظار کرتے ہو۔ تمکو تو میری اور تمھاری موت کی خبر پہونچ چکی ہے اور اس کلمہ سے آنحضرت صلعم کی مراد اس آیہ سے تھی کہ اے پیغمبر تم بھی مرنیوالے ہو اور یہ لوگ بھی پھر آپنے ارشاد فرمایا کہ کوئی پیغمبرؐ اپنی امت کے درمیان ہمیشہ زندہ نہین رہا اور یہ سمجھ لو کہ ہماری اور تمھاری بازگشت خدا کی طرف ہونیوالی ہے۔ مین تمھین وصیت کرتا ہون کہ مہاجرین اولین کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ۔ اسکے بعد آپنے سورۂ والعصر آخر تک پڑھا اور فرمایا کہ جملہ امور کی اجرا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اسلئے تمکو چاہیئے کہ اپنے امور کے صدور مین اپنی طرف سے جلدی نہ کرو۔ کیونکہ عادت الٰہی عجلت پسند نہین ہے اور ہر آمر اور ایسا شخص جو کسی کام مین اسلیئے جلدی کرے کہ حکم خدا پر غالب آجائیگا خراب ہوجائیگا اور وہ شخص حکم خدا سے

تعجیل احدے و ہر کس کہ در صدد آن در آید تا بر	مغلوب ہوکر رہیگا اور جو شخص حکم خدا سے مخالفت و
قضائے حق غالب بشود مغلوب بگردد و ہر کس کہ	مخاصمت کریگا وہ ضرور ہی نادم و پشیمان ہوگا پھر آپ نے
با خداوند تعالی مخادعہ نماید خود فریفتہ و منکوب شود این	یہ آیت تلاوت فرمائی جسکے معنی یہ ہین - پھر بسا اوقات تم
آیت را بخواند هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا	خدا کی راہ سے منحرف ہوگئے - اور تم نے دنیا مین فساد برپا
فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ بعد از ان فرمود	کیئے اور اپنے قریبی لوگون سے صلہ رحم قطع کرڈالے یہ فرماکر
اے گروہ مہاجران شمارا وصیت می کنم در شان	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین سے مخاطب ہوئے
انصار چہ ایشان کسانے اند کہ مستعد و آمادہ	اور ارشاد کیا کہ مین گروہ انصار کے حق مین تم سے وصیت
داشتند براے ہجرت یعنی مدینہ را براے شما	کرتا ہون اسلیئے کہ یہ وہ لوگ ہین کہ انھون نے ہجرت اور
وسبقت گرفتند با ایمان پیش از آنکہ شما ہجرت	غربت کے عالم مین خاص ہم لوگون کے لیئے مکان تیار کررکھے
با ایشان کنید و شمار میوہ ہاے بستان خود	اور قبول اسلام مین تم پر سبقت کی اور اپنے تمام نخلستان کے
را با شما مناصفہ کردند و در منازل خود شمارا	میوے اور پھل تمکو اپنی طرف سے دیدیئے اور ہجرت کے
جا دادند و با وجود آنکہ خود محتاج بودند شمارا	زمانہ مین ہم لوگون کو اپنے مکانون مین اوتارا اور آرام دیا
بر نفس خود ایثار کردند و ہر کس کہ از شما	اور باوجودیکہ وہ خود نادار تھے لیکن اونھون نے اپنے
بر ایشان حاکم شود باید کہ از محسن ایشان	نفوس پر تمھارے نفوس کو ترجیح دیکر تم پر لطف و ایثار کیا
قبول کند و از مسیئ ایشان تجاوز نماید	اسلیئے جو شخص تمسے اُن پر حکمران ہوجاے چاہیئے کہ اُنکو اپنا
و بر ایشان کسے اختیار نکند اے انصار	محسن قبول کرے اور اُن کی فروگذاشتون کو معفو فرمائے
بعد از من جماعتے را بر شما ایثار خواہند	اور کسی کو اُن پر ترجیح ندے یہ کہکر آپ انصار کی طرف
کرد و بر شما ترجیح خواہند نمود انصار گفتند	مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اے گروہ انصار میرے بعد
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با ایشان چہ	ایک قوم تم پر غالب آجائیگی اور تم پر دوسرون کو ترجیح دیگی
کنیم فرمود صبر کنید تا زمانیکہ در لب	انصار نے عرض کی یا رسول اللہ ص ہم ایسے وقت مین کیا
حوض کوثر بمن برسید عباس گفت یا رسول	کرین - جواب مین ارشاد ہوا - صبر کرنا یہان تک کہ مجھسے
اللہ ص در شان قریش نیز مردم را	حوض کوثر پر آکر مل جانا - اس اثنا مین حضرت عباس ابن
وصیت فرمائی - فرمود وصیت میکنم	عبدالمطلب نے اوٹھکر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلعم قریش کے

ف ل قریش سے مقصود بنی ہاشم ہین کیونکہ مہاجرین و انصار کی نسبت وصیت ہوچکی تھی فافہم فتدبر - المولف عفی عنہ

با ین امر یعنی خلافت مر قریش را زیرا کہ مردمان پیروان قریش اند نیکوکار ایشان تابع نیکوکار ایشان و بدکار ایشان تابع بدکار ایشان۔ اے قریش قبول کنید وصیت مرا در شان مردم بہ نیکوئی و با ایشان تا نیکی بجا آرید اے گروہ مردم بدرستیکہ گناہ سبب تغیر نعم و واسطہ تبدّل قسم است چون مردم نیکوکار باشند حاکمان و والیان ایشان با ایشان نیکی بجا آرند و چون بدکار باشند با ایشان بدی کنند و حق تعالیٰ فرمود کَذٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ و باین طریق بعضے از ظالمین ظالمان دیگر را بدخواہند گفت برائے آنکہ ایشان عمل نمودہ اند۔

حق میں بھی کچھ وصیت فرمایئے یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجمع کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم لوگو کو قریش کے حق میں وصیت کرتا ہوں اور بتلا دیتا ہوں کہ امارت و خلافت قریش میں ہے کیونکہ تمام لوگ قریش کے پیرو اور مطیع ہیں۔ نیک لوگ قریش کے قریش کے نیک لوگون کے ساتھ اور بدلوگ قریش کے بدلوگون کے ساتھ ہین اور اے قوم قریش کے لوگو میری وصیت کو سنو اور اوسکو قبول کرو اور وہ یہ ہے کہ تمام لوگون کے ساتھ بطریق مساوات نیکی کے ساتھ پیش آؤ اور نیکی کرو اور یاد رکھو کہ صرف گناہ کی وجہ سے تمام دولت و نعمت تغیر اور تبدل ہوجاتی ہے جب رعایا نیکوکار ہوگی تو اون کے حاکمان و والیان بھی اونکے ساتھ نیکی کرینگے۔ اور جب وہ بدکردار ہونگے تو اونکے حکام بھی بدکردار ہونگے کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ ’ اون میں سے بعض بعض منحرف ہوکر ظالم ہوگئے اور اب وہ اسی کی جزا پائینگے۔ ۱؎

خطبہ ہدایت عام اور ادائے مطالبات

اسکے بعد عصر کا وقت ہوگیا تو بقول محدث شیرازی ایک موعظت عام اور ہدایت اہل اسلام کا خاص اہتمام کیا گیا۔ بلال کو حکم ہوا۔ وہ مدینہ کی تمام گلی کوچون میں اعلان کر آئے اور الصّلوٰۃ جامعۃ کی ندا دے آئے۔ نبوت ختم ہورہی تھی اور دنیا کی بدقسمتی سے خاتم النبیین خود ختم ہونے والا تھا۔ اگرچہ نبوت و رسالت کے فرائض تمام شعائب و صور کے ساتھ تمام ہوچکے تھے۔ اونکی تکمیل کی تصدیق و تعلیم کی بشارت بھی خدا کی طرف سے نازل ہوچکی تھی۔ لیکن باایں ہمہ اتمام حجت بھی حضرت ختم المرسلین کی تبلیغ کا آخری مدعا تھا اوسکی تبلیغ آخر بھی رسالت کے فرائض مین داخل تھی۔ اس بنا پر بارگاہ رسالت سے اسکے نفاذ و اجرا کا خاص طور پر اہتمام فرمایا گیا۔ محدث شیرازی اسکی حسب ذیل تفصیل فرماتے ہین۔

۱؎ مویدین خلافت جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان ہدایتوں اور وصیتون کو خلافت کے طرز عمل سے ملا کر خود سمجھ لین کہ ان اخلاقی محاسن کے قائم رکھنے میں وصیت رسول صلعم کی کہانتک تعمیل و تقلید کی گئی ۱۲ المولف عفی عنہ

ہین نے فوراً دیدیئے۔ یہ سُنکر آپنے فضل بن عباس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اسے تین درم دیدو۔ اُنھون نے فوراً دیدیئے۔

اسکے بعد آپنے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح میرا حق اگر کسی کے پاس رہگیا ہو تو اوسکے لیئے بھی واجب ہے کہ وہ اپنی گردن کو اوسکے بار سے ہلکا کرلے۔ اور اپنے دل ہین یہ وہم وگمان نہ کرے کہ ایسے اقرار سے بھرے مجمع ہین میری فضیحت ہوگی کیونکہ سمجھ رکھو کہ دنیا کی فضیحت عقبیٰ کی فضیحت سے کہین زیادہ آسان ہو۔ دفعتاً ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ ہین نے مال غنیمت سے تین درم کی خیانت کرلی ہے۔ اور وہ آجتک میرے ذمہ باقی ہین۔ رحمت عالم نے پوچھا۔ خیانت کی کیا ضرورت واقع ہوئی۔ اوس نے عرض کی کہ اوس دن مجھے تین درمون کی سخت ضرورت لاحق ہوئی تھی آپنے فضل بن عباس کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا کہ ان سے تین درم لے لو۔

امت کیلئے دعائے نیکی اخلاق وسیرت

پھر آپنے لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا کہ جس شخص ہین کوئی بُری عادت پڑگئی ہو اور وہ اوسکی بُرائی اور رسوائی کا باعث ہوتی ہو تو کھڑا ہوجائے۔ مجھ سے بیان کرے تو ہین اوسکے دفعیہ کے لیئے خدا سے دعا کرون۔ یہ سُنکر ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔ ہین جھوٹا ہون اور فحش بکتا ہون اور بہت سویا کرتا ہون۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے لیئے یہ دعا فرمائی کہ پروردگار تو اسکو صدق زبانی عطا فرما۔ فحش سے اور جاگنے کی ضرورت کے وقت سونے سے اسکو محفوظ رکھ اسکے بعد ایک دوسرا شخص مجمع سے کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ ہین تو جھوٹا بھی ہون اور منافق بھی اور کوئی برائی ایسی نہین ہے جو مجھ سے وجود ہین نہ آئی ہو۔ یہ سُنکر حضرت عمر نے فرمایا تم تو عجب آدمی ہو۔ بھرے مجمع ہین خواہ مخواہ اپنے آپ کو رسوا و بدنام کررہے ہو۔ اجی چُپ بھی رہو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی فضیحت عقبیٰ کی رسوائی سے بہت ہلکی ہے۔ پھر دست مبارک اوٹھاکر اوس شخص کے حق ہین یہ دعا فرمائی۔ پروردگار تو اسکو ثبات ایمان عطا فرما۔ اسکے دل کو بُرائیون سے دُور اور نیکی کی طرف مائل کردے۔

جناب سید المرسلین حضرت رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین کی یہ ہدایتین اور وصیتین ایسی ہین جو اُمت اسلامیہ کے تمام موجودہ اور آیندہ دینی اور دنیوی فوائد پر شامل ہین اور ایسی جامع اور کامل ہین کہ پھر اونکے مقابل کسی معلم یا مبلغ کی ضرورت نہین۔ ان وصایا وہدایا سے آنحضرت صلعم کے اون جذبات قلبی کا بھی پورا پتا چلتا ہے جو آپ کو اُمت اسلامیہ کی محبت والفت کے متعلق ہمیشہ دلنشین تھے۔ گو یہ سلسلہ پند وموعظت حجۃ الوداع کے زمانہ ہی سے عموماً شروع تھا۔ لیکن یہ

مواعظ ونصائح بالخصوص عام مسلمانون کی بہی خواہی - فلاح دارین اور فوائد دین ودنیا پر حاوی ہین اس ارشاد کے الفاظ ومضامین مین دینیات واخلاقیات کی اعلیٰ تعلیم کے علاوہ مسلمانون کے آیندہ ملکی قومی اور سیاسی مصالح اور منافع بھی مشتمل ہین جن سے اونکی سبق آموزی اور غیرت پذیری مقصود تھی - باعتبار اسناد کے ان مواعظ ووصایا کو قریب قریب تمام تاریخ وسیر اور اصحاب حدیث نے بے کم وکاست نقل کیا ہے - لیکن ہمارے شبلی صاحب کا قلم ان واقعات کو نظری کیے جاتا ہے -

مرض مین بار دیگر شدت

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتمام حجت کے مرقومہ بالا فرائض تمام کرکے بیت الشرف مین تشریف لائے تو مرض پہلے سے زیادہ شدید ہوگیا - گویا چہارشنبہ کا دن تمام ہوکر پنجشنبہ کی رات تھی - معمول پسند اور ظاہر بین تو یہی کہینگے کہ خلاف معمول محنت کی گئی - جسمانی اور دماغی قوت صرف کی گئی یہی اضمحلال طبیعت اور غلبہ مرض کا باعث ہوا - لیکن حقیقت شناس اور حقیقت بین خوب جانتے ہین کہ ایک معلم ربانی - مونس عالم اور مجاہد فی سبیل اللہ اپنے فرائض منصبی کے مقابل جان ومال کی پروا نہین کرتا مقدرات کا مطیع ومنقاد ہوتا ہے مرض کی شدت اور اسکی خاص علت کی تصریح مین جو کچھ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا گیا تھا وہ اوپر حضرت عائشہ کی زبانی نقل ہوچکا ہے - اس بار شدت مرض کے خاص عالم مین بھی آپ ہمہ تن راضی برضائے الٰہی تھے - اور مقدرات پر متوکل پھر اس استقلال واستحکام اور ثبات وقرار سے کہ نہ مرض کی شکایت ہے اور نہ اوسکی شدت کا کوئی شکوہ - نہ فکر علاج تھی نہ خیال مداواسہ

اگرم خلاص گوئی اگرم ہلاک خواہی ——— سر بندگی بخدمت نہم کہ بادشاہی

ثبات علی مقدر رضا برضائے الٰہی

محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سکینہ الٰہی کے متعلق تحریر فرماتے ہین -

در صحاح احادیث آوردہ شدہ کہ عائشہ گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماران را تعویذ می کرد باین کلمات اذہب الباس برب الناس اشف انت الشافی لاشفاء الاشفاءک شفاء لایغادر سقماً وروا ستے آنکہ چون مریض شدے خود تعویذ کردے مرنفس خود را باین کلمات ودست مبارک خویش بربدن اطہر بمالیدے چون

احادیث صحیحہ مین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمارون کو ان الفاظ مین لکھکر تعویذ دیا کرتے تھے - اے انسانون کے پروردگار - خوف کو دور کر شفا عنایت فرما - اسلیے کہ تو شفا دینے والا ہے - تیری ہی شفا اصل شفا ہے - ایسی شفا عنایت فرما جو مرض کو بالکلیہ دور کردے - اور جب کبھی آپ کا مزاج خود ناساز ہوتا تھا یہی دعا پڑھکر دستہائے مبارک کو جسم اطہر پر پھیر لیتے تھے لیکن جب

مریض شد بمرض موت و ثقیل گشت من آن دعا خواندم
و خواستم که دست او را بر بالش بمالم دست
خود را برکشید از من وگفت رب اغفرلی
والحقنی بالرفیق الاعلیٰ در روایتے آنکه
فرمود اللّٰھم اجعل جنته المحلل
در روایتے آنکه فرمود این تعویذ پیش ازین مرا نفع می
رسانید اکنون اینها ہیچ سود نمی دہند ست

فغان و ناله زار و سرشک لعل چه سود
چو دادنی همه دادند و بودنی همه بود

و مروی است که پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
در همه مرضہائے خود از خداوند تعالیٰ عافیت
و شفا خواستے۔ مگر در مرض موت که دعائے شفا
نکردے وگفتے۔ اے نفس چه بوده است
ترا که پناه بهر لجا و ملاوا می جوئی و نیز از عائشه
صدیقه مروی ست که گفت در ایام صحت
از پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شنیده بودم
که ہیچ پیغمبر از دنیا نرود الا آنکه قبل ازان مخیر
گردانند او را درمیان دنیا و آخرت و چون
مریض شد بمرض موت او را سرفه گرفت می
گفت مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ
الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ
وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا آنگاه فرمود
مَعَ الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى۔

مرض الموت مین آپ مریض ہوئے اور صاحب فراش ہو گئے
تو حضرت عائشہ بیان کرتی ہین کہ مین نے یہی دعا پڑھکر چاہا کہ آپکے
دست مبارک آپکے جسم اطہر پر پھیرون۔ تو آپنے اپنا ہاتھ فوراً کھینچ
لیا۔ اور مجھکو مخاطب کرکے یہ دعا پڑھی پروردگارا تو مجھے بخشدے
اور رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ اور ایک روایت مین یون آیا ہے
کہ حضرت عائشہ سے یہ بھی فرمایا کہ یہ تعویذ مجھے پہلے نفع کرتا تھا
لیکن اب اس سے کوئی فائدہ نہین۔ (شعر فارسی کا ترجمہ)

فغان و نالہ اور اشک خونین سے اب کیا فائدہ
جو کچھ دینا تھا وہ دیدیا گیا اور جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا

ایک روایت مین منقول ہے کہ طبع مبارک کی ناسازی کے
وقت آپ ہمیشہ خدا سے شفا و صحت کی دعا فرماتے تھے لیکن
جب مرض الموت مین گرفتار ہوئے تو ایکدن بھی آپنے شافی
برحق اور حکیم مطلق سے حصول صحت کے لیئے دعا نہین مانگی
بلکہ ارشاد فرمایا کہ اے نفس تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو ادھر اودھر
مامن اور جائے پناہ ڈھونڈھتی پھرتی ہے حضرت عائشہ بیان
کرتی ہین کہ ایام صحت مین مین نے آنحضرت صلعم کی زبانی سنا
تھا کہ کوئی پیغمبر ایسا نہین گذرا ہے جس سے اوسکی حیات
و ممات اختیار کرنے کے لیئے اوس سے نہ استفسار فرمایا گیا ہو
اور اوسکو دونون مین سے ایک شے کے قبول کرنے کا اختیار
نہ دے دیا گیا ہو۔ جب مرض الموت مین آپ مبتلا ہوئے تو
آپکو کھانسی آتی تھی تو آپ فرماتے تھے اون لوگون کے ساتھ جن پر
تو نے اپنی نعمتین نازل فرمائین وہ انبیا و صدیق اور شہدا ہین اور
بندگان نیکوکار ہین۔ اور وہی رفیق ہین یہ کہکر آپ فرماتے تھے
ان سب کے ساتھ اور بدرجہ اعلیٰ رفیق کے ساتھ۔ حضرت عائشہ

کہتی ہین کہ یہ کلمات سنتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ آپنے حیات پر وفات کو اختیار فرمایا ہے۔

ان روایات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنج و بلا ۔ درد و ایذا کے موقع پر صبر و تحمل ۔ تسلیم و رضا و استقلال و استحکام بالقصی المرام ثابت ہو گیا اور اس مین بھی کوئی کلام نہین کہ سوائے فطرت صالحہ کے طبیعت عامہ سے انکا اظہار دشوار ہے اسلیئے عام طبیعت والے انکو آزار سمجھتے ہین اور فطرت صالحہ والے اسے عین راحت و آرام ۔ امراض جسمانی اون کے آگے الطاف ربّانی کا مرادف ہے ۔ اسلیئے کہ وہ امراض و آزار جسمانی کے تحمل و برداشت کو اپنے لیئے نعمتہائے الٰہی اور ثوابہائے لاتتناہی کا اصلی باعث قرار دیتے ہین ۔ اور بحکم محکم لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا (اپنے رب کی عبادت مین کسی فرد واحد کو بھی شریک نہ کرو) حالت مرض مین بھی کسی غیر کی خدمت اور ملازمت کے استحسان ظاہر کو بھی گوارا نہین فرماتے ۔ محدث شیرازی کی حسب ذیل عبارت سے اس امر پر کافی روشنی پڑتی ہے ۔

گویند ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آمد و گفت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم می خواہم کہ در ایام خستگی تیمار داری تو بجا آرم و شرط خدمت بتقدیم رسانم ۔ فرمود اے ابو بکر من در این تیمار داری و معالجہ خود را اگر بہ غیر دختران و زنان خویش بفرمایم مصیبت ایشان زیادہ عظیم گردد و تحقیقکہ اجر تو بر خدا تعالیٰ است (روضۃ صفحہ ۴۷۲)

حالت مرض مین حضرت ابو بکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کرنے لگے میری تمنا ہے کہ مین موجودہ علالت کی حالت مین آپکی خدمت مین حاضر رہکر خدمت تیمار داری بجالاؤن آپنے جواباً ارشاد فرمایا اے ابو بکر ۔ بات یہ ہے کہ اگر مین اپنی علالت مین اپنی لڑکیون اور بیبیون سے تیمار داری کی خدمت علیحدہ کر لون اور کسی غیر کے حوالہ کر دون تو اونکی مصیبت اور زیادہ عظیم ہو جائے گی ۔ لیکن تمھارا ثواب خدا پر ہے ۔

واقعۂ قرطاس پنجشنبہ ۱۱ھ

چہارشنبہ تک کی حالت اور مرض کی شدت اوپر بیان ہو چکی ہے پنجشنبہ کی صبح سے علالت اور زیادہ بڑھ گئی ۔ ضعف و نقاہت کا اسقدر غلبہ ہوا کہ فرش علالت سے نقل و حرکت دشوار ہو گئی ۔ ضعف و اضمحلال کی یہان تک نوبت پہونچی کہ بار بار غشی طاری ہونے لگی حرارت و یبوست اتنی بڑھ گئی کہ طشت مین پانی بھروا کر پاس رکھوا لیا گیا تھا پانی مین رومال تر کر کے سر اور منھ بار بار پونچھا جاتا تھا تاہم تسکین نہین ہوتی تھی ۔ دوپہر قریب تھی ۔ شدت مرض سُنکر تمام مکانات مین صحابہ کا مجمع تھا ۔ اہلبیت و ازواج مطہرین پردہ مین تھین ۔ تمام حُجرہ علالت بھرا ہوا تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہی حالت تھی ۔ صحیح مسلم مین ہے ۔

عن عبید اللہ بن عباس قال لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھلموا اکتب لکم کتابا لا تضلون بعدہ فقال عمر ان رسول اللہ صلعم قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت فاختصموا منھم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ صلعم کتابا لم تضلوا بعدہ ومنھم من یقول من قال عمر فلما اکثروا اللغو والاختلاف عند رسول اللہ قال رسول اللہ صلعم قوموا عنی قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبین ان یکتب لھم ذلک الکتاب من اختلافھم لغطھم

عبید اللہ بن عباس سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت احتضار قریب ہوا تو وہ گھر میں حضرت عمر بن الخطاب اور دیگر اصحاب جمع تھے رسول مقبول صلعم نے ارشاد فرمایا کہ آؤ میں تمھارے لیے کچھ لکھ دوں کہ جسکی وجہ سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہو حضرت عمر بولے کہ پیغمبر صاحب مرض کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں۔ قرآن ہمارے لیے کافی ہے اس بات پر حضار جلسہ میں اختلاف ہوا بعض تو یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ چاہتے ہیں ہمارے لیے تحریر فرما دیں اور بعض حضرت عمر کے ہم زبان تھے جب اس بات پر بہت شور و اختلاف ہونے لگا تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سے اوٹھ جاؤ۔ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ مصیبت اور سخت مصیبت تھی وہ چیز جو لوگوں کے شور و اختلاف کی وجہ سے رسول اللہ صلعم کے ارادہ کتابت میں حائل ہوئی اور جسکی وجہ سے آنحضرت صلعم کچھ نہ لکھ سکے۔

صحیح بخاری میں ہے۔

تاریخ احمدی ص ۳۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی خضب دمعہ الحصباء فقال اشتد برسول اللہ صلعم وجعہ یوم الخمیس فقال ایتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابداً

بروایت سعید ابن جبیر حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ روز پنجشنبہ کیسا دن تھا اور یہ کہکر ایسا روئے کہ جو سنگریزے اوس جگہ پڑے ہوئے تھے اون کے آنسوؤں سے تر ہو گئے بعد ازاں کہنے لگے کہ جب بروز پنجشنبہ رسول اللہ صلعم پر مرض کی شدت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ مجھے کتابت کا سامان دو تاکہ میں تمھارے لیے کچھ لکھ دوں جس سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ

فوٹ نوٹ متعلق واقعہ قرطاس۔ شبلی صاحب حاشیہ میں (اس واقعہ کی نسبت) لکھتے ہیں۔

یہ روایت صحیح بخاری موقع وفات کی ہے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث مختلف ابواب میں مذکور ہے اور ہر جگہ الفاظ میں کچھ نہ کچھ

فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع وقالوا ھجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

اس بات پر لوگون مین نزاع و اختلاف ہوا اور کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہذیان پر مبنی ہے حالانکہ نبی کریم کے حضور مین تنازع مناسب نہ تھا۔

علامہ طبرانی اس واقعہ کو مفصلہ ذیل الفاظ مین خاص حضرت عمر کی زبانی لکھتے ہین۔

عن عمر قال لما مرض رسول اللہ صلعم قال ادعوا الی بصحیفۃ ودواۃ اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ ابدا فقال النسوۃ من وراء الستر الا تسمعون ما یقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقلت انکن صواحبات یوسف اذا مرض رسول اللہ صلعم عصرتن اعینکن واذا صح رکبتن عنقہ فقال رسول اللہ صلعم دعوھن فانھن خیر منکم۔

حضرت عمر سے منقول ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت مرض مین ارشاد کیا کہ کاغذ اور دوات وغیرہ سامان کتابت) لاؤ تاکہ مین تمھارے لیئے ایک ایسی تحریر لکھدون جسکی وجہ سے تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہو۔ امہات المومنین نے پردہ کے اندر سے اصحاب کو مخاطب کرکے کہا کہ کیا تم لوگ رسول اللہ صلعم کا ارشاد نہین سنتے ہو۔ حضرت عمر نے ان بیبیون کو جواب دیا کہ تمھاری مثال حضرت یوسف کی بیبیون کی ہے پیغمبر صاحب کی بیماری مین تو روتی ہو اور بوقت صحت انکی گردن پر سوار ہوجاتی ہو۔ یہ سنکر آنحضرت صلعم نے فرمایا ان عورتون سے تعرض نہ کرو۔ یہ تم سے بدرجہا بہتر ہین۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۳۶ - اختلاف ہے (صحیح مسلم کتاب الوصیۃ مین یہ روایتین یکجا ہین) جن صحابی نے قلم و دوات لانے مین گفتگو کی۔ بخاری مین اونکا نام نہین لیکن حدیث کی اور کتابون مین (مثلاً صحیح مسلم) بتصریح حضرت عمر کا نام ہے ان کے الفاظ یہ ہین۔ (۱) قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن وحسبنا کتاب اللہ آپکو مرض کی شدت ہے۔ تمھارے پاس قرآن موجود ہے خدا کی کتاب ہمارے لیئے کافی ہے۔ صحیح مسلم کی دوسری روایتون کے یہ الفاظ ہین فقالوا ان رسول اللہ صلعم یھجر لوگون نے کہا یا رسول اللہ صلعم بدحواسی کی باتین کرتے ہین فقالوا ھجر استفھموہ لوگون نے کہا کیا آپ بے حواسی کی باتین کرتے ہین آپ سے خود پوچھو۔ اس بنا پر شیعہ اور سنی کا یہ روایت بڑا معرکۃ الآرا میدان بن گئی ہے۔ شیعہ کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم حضرت علیؑ کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے۔ سنی کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم کو واقعی تکلیف تھی اور یہ معلوم تھا کہ شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہین رہا۔ خود قرآن مجید آیت اکملت لکم نازل ہوچکی تھی۔ اسلیئے حضرت عمر نے آپکو تکلیف دینا مناسب نہین سمجھا۔ اگر کوئی ضروری حکم ہوتا تو آنحضرت صلعم کسی کے روکنے سے کیونکر رک سکتے تھے۔ اسوقت نہ سہی بعد کو لکھوا دیا ہوتا۔ اور یہ کیونکر معلوم ہو آپ کیا لکھوانا چاہتے تھے بخاری مین ہے آپ عبداللہ بن ابی بکر کو بلاکر حضرت

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے ۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس انہ قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم سیل دموعہ حتی رایت علی خدیہ کانھا نظام اللؤلوء قال رسول اللہ صلعم ائتونی بالکتف والدواۃ اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقالوا ان رسول اللہ صلعم یھجر ۔	سعید ابن جبیر ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا کہ روز پنجشنبہ کیا دن تھا ۔ یہ کہکر اتنا روئے کہ موتیوں کی لڑی کی طرح آنسو جاری ہوگئے ۔ بعد ازان کہا پنجشبہ وہ دن تھا کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ مجھے سامان کتابت لادو کہ میں تمھارے لیئے ایک تحریر لکھدوں کہ اوسکے بعد تم گمراہ نہو ۔ مگر افسوس لوگوں نے کہدیا کہ آنحضرت صلعم ہذیان بک رہے ہیں ۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۳۷ ابوبکر کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے ۔ پھر آپنے ضروری نہیں سمجھا اور فرمایا کہ خود خدا اور اہل اسلام ابوبکر کے سوا کسی او رکو نہ پسند کرینگے ۔ اس اختلاف کے بعد آپنے لوگوں کو زبانی وصیتیں فرمائیں جو ضروریات آپ لکھوانا چاہتے تھے ممکن ہے وہ یہی ہوں ۔ یا وہ اگر ان کے علاوہ تھیں تو آپ اونکو اون عام وصیتوں کے ساتھ زبانی بھی فرماسکتے تھے اسکے بعد مجمع عام میں جو خطبہ دیا اوس میں بھی اس کا اظہار فرماسکتے تھے ۔ (س) مجھکو احتیاط کرنا چاہیئے کہ کتاب تاریخ کی حیثیت سے نکلکر علم کلام کے دائرے میں نہ آجائے ۔ تاہم جو میری تحقیق ہے میں الفاروق میں لکھ چکا ہوں ۔

جلد دوم سیرۃ النبی صفحہ ۱۳۱

اول تو یہ عبارت صاف طور سے معلوم نہیں ہوتی کہ شبلی صاحب مولف سیرۃ النبی کے قلم کی لکھی ہوئی ہے یا سید سلیمان صاحب ندوی جامع سیرۃ النبی کی تحریر کردہ ہے ۔ میں اسکو ابتداسے ندوی صاحب کی تحریر سمجھتا تھا اسلیئے کہ خاتمہ عبارت سے دو سطر پہلے ۔ س ۔ لکھکر اپنے نام کا اشارہ فرمادیا گیا ہے ۔ لیکن پھر آخر میں یہ لکھکر کہ جو میری ذاتی رائے ہے وہ میں الفاروق میں لکھ چکا ہوں ۔ دیکھکر مجھکو شبہہ ہوتا ہے کہ وہ عبارت بھی تو شبلی صاحب کی نہیں ؟ خیر کسی صاحب کی ہو ۔ مجھکو اوسکی حقیقت کا انکشاف ضروری ہے ۔

اس عبارت میں پہلے تو یہ کوشش کی گئی ہے کہ حضرت عمر کا نام چھپ جائے اور اس بنا پر لکھا گیا ہے کہ بخاری میں ان کا نام نہیں لیکن پھر صحیح مسلم کی روایت سے تصریح ان کا نام ہونا ثابت بھی کردیا گیا ہے اور اعتراف تحریری بھی کرلیا گیا ہے تو پھر یہ کیسی مضحکہ خیز کوشش ثابت ہوتی ہے اور صرف اسی سے ثابت ہوجاتا ہے کہ حضرت عمر سے یہ ایسی خطائے فاحش عمل میں آئی ہے کہ بالآخر اون کے معتقدین و مخلصین کو بھی تحریری حیلوں سے اوسکو چھپانا پڑا ۔ اب رہا شبلی صاحب کا یہ دعویٰ کہ حضرت عمر کا نام بخاری کی کسی حدیث میں نہیں ہے ۔ صریح مغالطہ دہی ہے اور بالکل سفید جھوٹ ہے ۔ بخاری نے حدیث قرطاس

قدر دانی عالم بالا معلوم شد۔ رسالت کی زبان صداقت ترجمان۔ او ہذیان۔ سبحانہ ما اعظم شانہ۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضرین کی خلوص و عقیدت کا پورا اندازہ ہوگیا۔ بالآخر جیسا کہ الفاظ مرویات بتلا رہے ہیں۔ سب کو پاس سے ہٹوا دیا گیا اور سکوت اختیار فرمایا گیا۔ اب اس بدتمیزانہ اور گستاخانہ شور و شغب کا اثر اسلام اور اوسکے معاملات پر کیسا پڑا وہ علامہ شہرستانی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

قال الشہرستانی فی الملل والنحل اوّل تنازع فی مرضہ علیہ السّلام فیما روی محمد بن اسمعیل البخاری باسنادہ عن عبداللہ بن عباس قال لمّا اشتدا برسول اللہ صلعم مرضہ الّذی

علامہ شہرستانی کتاب ملل ونحل میں لکھتے ہیں کہ پہلا تنازع اور اختلاف جو رسول مقبول صلعم کے زمانۂ مرض میں واقع ہوا وہ تھا کہ جسکو بخاری نے کتاب صحیح میں اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عباس سے یوں روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض میں زیادتی ہوئی تو آنحضرت صلعم نے

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۳۴ کو اسی صحیح کے سات مختلف مقامات پر لکھا ہے تفصیل یہ ہے کہ۔ (۱) کتاب العلم (باب کتابت العلم) میں (۲) کتاب الجہاد (باب ہل یستشفع الی اہل الذمہ ومعاملتہم وجوائز الوفد) میں۔ (۳) کتاب الخمس (باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب) میں (۴) باب مرض النبیؐ ووفاتہ (۵) باب الصّاد (۶) کتاب المرضی (باب قول المریض قوموا عنّی) (۷) کتاب الاعتصام باب الاعتصام بالکتابہ والسنتہ (باب الکراہتہ بالخلافت) میں۔ پہلی روایت کتاب العلم باب کتابت العلم کی یہ ہے اور اوسکے الفاظ یہ ہیں۔ حدّثنا یحیی بن سلیمان قال حدثنی ابن وھب قال اخبرنی یونس عن شہاب عن عبید اللہ بن عبد اللہ ابن عباس قال لمّا اشتد بالنبیؐ وجعہ قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ قال عمر ان النبی قد غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا وکثر اللغط قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع فخرج ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ماحال بین رسول اللہ صلعم وبین کتابہ۔ یحیی ابن سلیمان ابن وہب سے ابن وہب یونس سے یونس شہاب سے شہاب عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم پر مرض اور اوسکی تکلیف کی شدت ہوئی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ مجھے قلم دکاغذ دو کہ میں تمھارے لیئے ایک تحریر لکھدوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہو حضرت عمر نے کہا کہ حضرت پر مرض کی شدت ہے ہمارے پاس خدا کی کتاب ہے اور وہی ہمارے لیے کافی ہے۔ اس امر پر اختلاف اور شور ہونے لگا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے پاس سے اوٹھ جاؤ اور میرے پاس اختلاف و تنازع نہ کرو پس سب لوگ اوٹھکر چلے گئے حضرت ابن عباس فرماتے تھے سب سے بڑی مصیبت وہ مصیبت تھی جو رسول اللہ صلعم اور آپکی کتابت کے درمیان حائل ہوئی۔ دوسری روایت کتاب المرضی باب قول المریض قوموا عنی میں ہے اوسکے الفاظ یہ ہیں

مات فيه قال ائتونی بدواة وقرطاس
اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدی فقال
عمران رسول اللہ ص قد غلبہ الوجع حسبنا
کتاب اللہ وکثروا اللغط فقال
النبی صلعم قوموا عنی لا
ینبغی عندی التنازع قال
ابن عباس رض الرزیۃ کل
الرزیۃ ما حال بیننا وبین کتاب
رسول اللہ صلعم۔

فرمایا مجھے سامان کتابت لادو تاکہ میں تمہارے لیے کچھ
لکھدوں جسکی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہو۔ یہ سنکر حضرت عمر
نے کہا کہ پیغمبر صاحب علیہ مرض کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں ہمارے
لیے کتاب خدا کافی ہے چنانچہ اس بات پر شور وغل ہوا تو آنحضرت
نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ تم لوگوں کو لازم نہیں
ہے کہ میرے سامنے تنازع اور اختلاف کرو۔ اسی پر عبد اللہ بن
عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مصیبت اور عظیم مصیبت تھا وہ
اختلاف جس نے ہمارے اور پیغمبر صاحب کی تحریر میں حائل ہو کر
آنحضرت صلعم کو کتاب سراپا ہدایت سے باز رکھا۔

بقیہ عبارت حاشیہ ص ۴۳۹ عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ
صلعم وفی البیت رجال فیہم عمر بن الخطاب قال النبی صلعم هلم اکتب لکم کتاباً لا تضلوا
بعدہ فقال عمر ان النبی قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ واختلف
اھل البیت فاختصموا فمنہم من یقول قربوا یکتب لکم النبی کتاباً لن تضلوا بعدہ
ومنہم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغو والاختلاف عند النبی قال صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم قوموا عنی قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین
رسول اللہ صلعم وبین ان یکتب لہم ذلک الکتاب من اختلافہم ولغطہم۔ عبید اللہ بن
عبد اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب جناب رسولخدا صلعم پر حالت احتضار طاری ہوئی تو لوگ آپکے پاس گھر میں
موجود تھے جن میں حضرت عمر بن خطاب بھی تھے۔ آپنے ارشاد فرمایا مجھے قلم دوات دو کہ میں تملوگوں کو ایک تحریر لکھدوں کہ پھر
تم لوگ میرے بعد گمراہ نہو۔ حضرت عمر نے کہا کہ آپکے اوپر مرض کی شدت ہے اس وجہ سے ایسا کہتے ہیں ہملوگوں کے پاس
قرآن موجود ہے اور ہمارے لیے خدا کی کتاب کافی ہے پس موجودہ لوگوں میں اختلاف ہوا بعض کہتے تھے کہ جناب رسولخدا
صلعم کو سامان کتابت دیدیا جائے کہ وہ ہملوگوں کے لئے ایک تحریر لکھدیں کہ ہم لوگ گمراہ نہوں اور بعض وہی کہتے تھے جو
حضرت عمر کہہ چکے تھے پس جب لوگوں میں شور و اختلاف کثیر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم سب کے سب میرے
پاس سے اوٹھ جاؤ۔ عبید اللہ کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن عباس کہا کرتے تھے کہ سب سے بڑی مصیبت وہ مصیبت تھی جو
رسول اللہ صلعم کے کتابت لکھنے میں لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے اور شور مچانے کے باعث سے حائل ہوئی تیسری

حضرت علیؑ کی طلبی

آنحضرت صلعم کے پاس سے سب لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ تخلیہ ہو گیا۔ تو آپ نے سر اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ علیؑ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ تاریخ طبری میں ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ابعثوا الی علیا فادعوہ فقالت عائشۃ لو بعثت الی ابو بکر و قالت حفصہ لو بعثت الی عمر فاجتمعوا عندہ جمیعاً فقال رسول اللہ صلعم انصرفوا فان تک لی حاجۃ ابعث الیکم انصرفوا۔

ابن عباس نے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے اوسی بیماری کی حالت میں ارشاد فرمایا کہ علیؑ کو میرے پاس بلا لاؤ حضرت عائشہ نے کہا کاش ابو بکر کو بلایا ہوتا حضرت حفصہ نے کہا کاش عمر کو بلایا ہوتا اتنے میں یہ حضرت وہاں جمع ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ واپس جاؤ۔ اگر تمھاری ضرورت ہوگی تو میں خود تم لوگوں کو بلا لونگا۔ یہ سنکر وہ لوگ چلے گئے۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۰ روایت کتاب الاعتصام کے باب کراہتہ باختلافتہ میں ہے اوسکے الفاظ یہ ہیں۔ عن ابن عباس قال حضر النبی صلعم و فی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب فقال ھلم اکتب لکم کتاباً لن تضلوا بعدہ فقال عمر ان النبی صلعم علیہ الوجع و عندکم القرآن فحسبنا کتاب اللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ جب جناب رسولخدا صلعم پر حالت احتضار طاری ہوئی تو بہت سے لوگ آپکے پاس گھر میں حاضر تھے آپ نے ارشاد فرمایا مجھے سامان کتابت لا دو کہ میں تمھارے لیئے ایک تحریر لکھدوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہو۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم پر مرض نے غلبہ کیا ہے ہم لوگوں کے پاس قرآن موجود ہے اور ہمارے لیئے خدا کی کتاب کافی ہے۔ (ماخوذ از کتاب تشئید المطاعن جلد دوم صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ لودھیانہ)

اب شبلی صاحب بخاری کے ان الفاظ کو اپنے ان خاص الفاظ سے کہ بخاری میں ان کا حضرت عمر کا نام نہیں ہے ملا کر اور سمجھلیں کہ کھلی کھلی مغالطہ دہی۔ صاف صاف سفید جھوٹ اور فریب دہی کہلاتی ہے۔ ناحق کوشی حق فراموشی اور حقیقت پوشی اسی کا نام ہے۔ انصاف پسند محققین جانتے ہیں کہ اصول استدلالیہ اور ثبوت کلامیہ کے مطابق جب عنوان استدلال ہی غلط ٹھہرا تو اس جرم و الزام سے حضرت عمر کی برأت کا وہم و خیال کب صحیح ٹھہر سکتا ہے۔ یہ ناحق جنبہ داری کا نتیجہ ہے۔ تمہید استدلال تو یوں پامال ہوئی۔ اب آپ کی آیندہ عبارت استدلالیہ یہ ہے۔

اس بنا پر یہ روایت شیعہ و سنی کا بڑا معرکۃ الآرا میدان بن گئی ہے شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم حضرت علیؑ کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے۔

اسلیئے کہ حجۃ الوداع کے واقعہ کی زبانی حکم و تاکید کا صحابہ کی موجودہ رفتار و کردار سے جو نتیجہ ہونیوالا تھا۔

حضرت علیؑ کو بلا کر اس وقت پر کیا ارشاد کیا گیا۔ اس کی تفصیل محدث شیرازی کے الفاظ میں حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

فرمود بخوانید برادر من علیؑ را۔ علیؑ بیامد و بربالین وے نشست حضرت سر خود را از بستر برداشت۔ امیر در شیب بغل وے در آمد و سر مبارکش را بازوے خویش بنہاد۔ آن سرور فرمود اے علیؑ فلان یہودی پیش من چندین مبلغ دارد کہ از وے براے تجہیز لشکر اسامہ قرض گرفتہ بودم زنہار کہ وے را از ذمہ من ادا کنی و اے علیؑ تو اول کسے خواہی بود کہ برلب حوض کوثر بمن رسی و بعد از من بسیے امور مکروہ بتو خواہند رسید باید کہ تنگدل نشوی و طریق مصابرت پیش گیری و چون بینی کہ مردم دنیا را اختیار کردند تو باید کہ آخرت را اختیار کنی

فرمایا کہ میرے بھائی علیؑ کو بلاؤ حضرت علیؑ آگئے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرھانے بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلعم نے اپنا سر اوٹھا کر اونکے بازو پر رکھدیا اور حضرت امیر کو اپنی بغل میں لے لیا اور ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ فلان یہودی سے میں نے لشکر اسامہ کے سامان کے لیے اسقدر قرض لیا ہے۔ خبردار اوسکو میری طرف سے ادا کر دینا اور اے علیؑ تم وہ شخص ہو جو سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوگے اور میرے بعد تم کو بہت سے مکروہات امور پیش آئینگے۔ اونکو بطریق صبر برداشت کرنا اور جب دیکھنا کہ لوگون نے دنیا اختیار کی تو تم آخرت کو اختیار کرنا۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۱ وہ آپ کے پیش نظر تھا۔ اس بنا پر اوس زبانی حکم کو تحریری فرمان میں لانیکی ضرورت تھی۔ اسکے بعد کی عبارت یہ ہے۔

سنی کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعی تکلیف تھی اور یہ معلوم تھا کہ شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہین رہا خود قرآن مجید میں آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہو چکی تھی۔ اسلیئے حضرت عمر نے آپکو تکلیف دینا مناسب نہین سمجھا۔

سبحان اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو لن تضلوا بعدہ فرما کر امت کے لیئے ابتک ارشاد و ہدایت کی ضرورت سمجھین اور امت کے لوگ رسول اللہ سے بھی عقل و فہم اور ادراک و احساس مین بڑھ گئے کہ اونکو اسکی ضرورت نہین معلوم ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جو معنی شبلی صاحب اسوقت بغرض تاویل نکالتے ہین وہ تو ناسمجھ سے ناسمجھ آدمی بھی سمجھ نہین سکتا۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد حضرت عمر کے خودغرضانہ مقاصد و مطالب کے بالکل خلاف تھا اسلیئے کہ اگر یہ کتابت لکھدی جاتی تو تیئیس سال چوبیس برسون کی لگی ہوئی تمناؤن کا خون ہو جاتا۔ واقعات غدیر کی زبانی تاکیدین پتھر کی لکیر ہو جاتین پھر مٹائے نہ مٹتین۔ اسی لیئے رسول اللہ صلعم پر غلبہ مرض۔ ہذیان اور بدحواسی کی باتون کا مغالطہ دیکر تعمیل تحریر کو روکدیا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اگر معمولی مریضون کی طرح آپکی یہ ہذیانی تقریر ہوتی تو آپ بھی اسکے بعد مطابق عرضا کے اصول معمول کے موافق خاموش یا بیہوش ہوجاتے یا پھر انہی ہذیانی کیفیت مین کسی غیر مربوط سلسلہ سے تقریر فرماتے۔ نہین صحابہ کے منکرانہ شور و غل کو سنکر آپنے فوراً ارشاد فرمایا قوموا عنی۔ میرے پاس سے اٹھ جاؤ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم ابتدائے تقریر سے اس وقت تک صحیح ہوش و حواس اور سالم عقل و ادراک سے کام فرماتے تھے

حضرت ابوبکر کی پیشنمازی کی مقدار حقیقت

جمعہ اور سنیچر کے دن بھی مرض کی اوسی شدت مین گذر گئے۔ اشتداد مرض کے ساتھ ضعف و اضمحلال بھی زیادہ ہوتا جاتا تھا پے درپے بیہوشی اور غشی طاری ہوتی جاتی تھی۔ اتوار کے دن تو صبح سے اس قیامت کی ناتوانی تھی کہ بستر سے سر اوٹھانا اور پہلو بدلنا مشکل تھا۔ آپ اسی حالت مین تھے کہ بلال نے حاضر خدمت ہوکر عرض کی کہ نماز کا وقت ہے۔ سیرۃ الحلبیہ مین ہے۔

فقال علیہ السلام لا استطیع الصلوۃ خارجاً ومر عمر بن الخطاب فلیصل بالناس فخرج بلال وهو یبکی فقال له المسلمون ما وراءك فقال ان رسول الله صلی الله علیه واله وسلم لا یستطیع الصلوۃ خارجاً فبکوا وقال لعمر ان

بلال نے خدمت نبوی مین آکر عرض کی یا رسول اللہ صلعم نماز کا وقت آگیا آنحضرت صلعم نے ارشاد کیا کہ اسوقت مجھ مین اتنی قوت نہین ہے کہ نماز کے لیئے باہر نکل سکون۔ تم عمر ابن الخطاب کے پاس جاکر کہو کہ وہ لوگون کو جاکر نماز پڑھائین۔ بلال روتے ہوئے باہر نکلے لوگون نے رونے کا سبب دریافت کیا تو بلال نے کہا آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیئے باہر تشریف نہین لا سکتے یہ سنکر سب رونے لگے بلال نے جاکر حضرت عمر سے کہا کہ رسول

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۲ اور صحابہ کی رفتار و کردار کے جا و بیجا طریقہ کو پورے طور سے مفہوم فرمارہے تھے۔ تو پھر حضرت عمر کا غلبہ مرض کا حکم صریح اتہام تھا یا نہین"

اب شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہین رہا۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ تبلیغ و تعلیم شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہین تھا۔ لیکن شریعت مین احداثات و مخترعات کا شوشہ تو ضرور باقی رہگیا تھا جسکی نسبت اکثر موقعون پر فرمایا جاتا تھا لا یعلم ما احدثوا بعدی۔ نہین معلوم تم لوگ میرے بعد کیا احداث کروگے۔ آیت اکملت لکم تکمیل شریعت کی بشارت تو ضرور ہے۔ لیکن صحابہ تو ابھی سے اسکی شان نزول کے اصلی مقصود ہی کو غائب کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس تحریر مین اسی کے اصل مقصود کو لکھکر بتلا دینا منظور رسالت تھا۔ اسکے آگے لکھا جاتا ہے۔

اس واقعہ کے بعد آپ چار دن تک زندہ رہے۔ اسوقت نہ سہی بعد کو لکھوا دیا ہوتا"

سیرۃ النبی کے موضوع مین جلدون کی جلدین سیاہ کرڈالی گئین۔ لیکن شبلی صاحب کو ابتک سیرت نبوی کی معرفت نہ ہوئی جس طرح حضرت عمر آنحضرت صلعم کے اصلی مقصود کو سمجھ گئے تھے اوسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرت عمر اور تمام صحابہ کے مقصود ذہنی کو بخوبی سمجھ گئے تھے۔ اسیلئے اصرار بیکار تھا۔ کیونکہ صحابہ کی خود غرضی اور دنیا پرستی سے جو نتیجہ نکلنے والا تھا وہ آپکے پیش نظر تھا۔ اس بنا پر اخلاق مصطفوی اور غیرت نبوی سے یہ کبھی ممکن نہین تھا کہ مخاطب کے اقرار یقینی کو ملاحظہ فرمانے کے بعد بھی اپنے ارشاد پر اصرار فرمائین۔ اسلیئے قوموا عنی کہکر مجمع کے مجمع کو برخاست کردیا۔ اور ایسا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا مرک ان تصلی بالناس فقال عمر رضی اللہ عنہ ما کنت لاتقدم بین یدی ابابکر ایدا فادخل علی نبی اللہ صلعم فاخبرہ ان ابا بکر علی الباب فدخل علیہ صلعم بلال فاخبرہ بذالک فقال نعم انا دای مرابا بکر فلیصل بالناس فخرج الی ابابکر فامرہ ان یصلی بالناس فصلی بالناس۔

صلعم نے آپکو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عمر بولے حضرت ابوبکر کے ہوتے ہوئے مین ہرگز نماز نہین پڑھا سکتا۔ تم جاکر رسول صلعم سے کہو کہ ابوبکر یہان موجود ہین بلال نے واپس آکر آنحضرت صلعم سے یہ حال بیان کیا آنحضرت صلعم نے کہا کہ عمر کی رائے بہتر ہے۔ تم ابوبکر کے پاس جاکر کہو کہ لوگون کو نماز پڑھائین۔ بلال نے حضرت ابوبکر کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کی کہ آپکو نماز پڑھانے کا حکم ہوا ہے۔ پس حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی

دوسری روایت رفتہ الاحباب مین ان الفاظ کے ساتھ مرقوم ہے۔

عائشہ صدیقہ گفت چون مرض پیغمبر خدا صلعم سنگین شد یاران نماز خفتن بودکہ در مسجد منتظر آن سرور بودند فرمود آیا مردم نماز گذاردند گفتم اے یا رسول اللہ صلعم

عائشہ صدیقہ کہتی ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض سنگین ہوگیا اور وہ وقت نماز عشا کا تھا لوگ مسجد مین بیٹھے ہوئے آنحضرت صلعم کا انتظار کر رہے تھے۔ آپنے پوچھا کیا لوگ

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۳ صحابہ کی طرف سے پورے طور سے مایوس ہوکر آپ حضرت علیؑ کو صبر وتحمل کی وصیت فرما گئے جو اوپر نقل ہوچکی ہے۔ آپ کا یہ فقرہ کہ کسی کے روکنے سے آپ کب رُک سکتے تھے عجیب مضحکہ انگیز ہے جوابًا عرض ہے کہ جس طرح رسول کسی دوسرے کے روکنے سے کب رُک سکتے تھے بالکل اوسی طرح آپ اپنی خود غرضی کے سامنے رسول صؐ کے کہنے سے کب مان سکتے تھے۔ حجۃ الوداع کا وہ حکم جو ایک لاکھ سے زائد صحابہ کے سامنے بالاعلان نافذ فرمایا گیا تھا کب مانا گیا جو بستر علالت کی ہدایت پر اسوقت خیال کیا جاتا۔ ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر تحریر وصیت پر رسالت کا اصرار باقی رہتا تو ہم نہین کہہ سکتے ہین کہ صاحبان اخلاق وآداب آج اوسکے کمال عقل ودانائی پر کہان تک عیوب ونقائص کے الزام لگاتے۔ اسکے بعد لکھا گیا ہے۔

اور یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آپ کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ بخاری میں ہے کہ آپ عبداللہ بن ابوبکر سے حضرت ابوبکر کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے۔ یہ لکھنا تو پہلے سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ اس کا جواب صرف یہی ہے کہ جس طرح آپکو اور آپکے امام بخاری کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن ابوبکر سے خلافت ابوبکر کی سند لکھوانا چاہتے تھے اوسی طرح شیعون کو بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے آپ حضرت علیؑ کی خلافت وامامت کا فرمان تحریر کرانا چاہتے تھے۔ پھر اس مین استبعاد کیا ہے۔ لیکن گذارش یہ ہے کہ حضرت علیؑ کی امارت وخلافت کے متعلق تو نصوص الٰہی اور احادیث رسالت پناہی کی متعدد اور متواتر اسناد کثیر موجود ہین۔ لیکن خلافت حضرت ابوبکر کی تحریر کی نسبت تو سوائے اس روایت موضوعہ کے جسکے راوی خود اوسکے

انتظار تو می کشند گفت آبے برائے من در مخضب نمائید۔ چنان کردیم۔ آن سرور آن آب را بر خود ریخت و بدن خود را بشست آنگاہ خواست کہ برخیزد۔ بیہوش شد۔ تا سہ نوبت آن صورت متحقق گشت و ہربار کہ بہوش می آمدمی پرسید کہ مردم نماز گذاردند می گفتیم نہ۔ انتظار تو می کشند و در کرت سوم کسے را فرستاد بہ نزد ابوبکر کہ با مردم نماز گذارد و فرستادہ آنحضرت صلعم رفت و پیغام با ابوبکر رسانید۔ ابوبکر مردے بود رقیق القلب گفت یا عمر تو با مردم نماز گذار

نماز پڑھ چکے۔ عرض کی گئی نہیں۔ سب لوگ آپکا انتظار کر رہے ہین۔ آپنے فرمایا میرے لیئے طشت مین پانی بھر دو۔ چنانچہ پانی بھر اگیا آپنے جسم مطہر کو دھو کر چاہا کہ اوٹھین مگر بیہوشی طاری ہوگئی جب ہوش آیا تو پوچھا لوگ نماز پڑھ چکے۔ عرض کی گئی نہین بلکہ سب آپ کا انتظار کر رہے ہین فرمایا طشت مین پانی بھر دو۔ پانی بھر اگیا۔ آپنے پھر تمام بدن پر پانی ڈالا اور جسم مطہر کو دھویا مگر پھر غش آگیا تین بار پے در پے یہی صورت ہوئی۔ ہر بار جب ہوش آتا تھا تو آپ پوچھتے تھے نماز ہوگئی۔ کہا جاتا تھا نہین سب آپ کا انتظار کر رہے ہین۔ تیسری بار آپ نے کسی کو بھیجکر حضرت ابوبکر کے پاس کہلا بھیجا کہ نماز پڑھا دو۔ اوس آدمی نے آکر حضرت ابوبکر کو آنحضرت صلعم کا حکم سنایا۔ حضرت ابوبکر

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۴ صاحبزادے عبداللہ ہین۔ اور کوئی معلوم نہین ہوتی۔ اب نہین معلوم کہ اصول شہادت کے مطابق باپ کے لیئے بیٹے کی گواہی یہان بھی قابل اعتماد سمجھی جائیگی یا نہین کیونکہ واقعہ فدک مین حضرت ابوبکر خود اسی اصول کی بنا پر حضرت فاطمہؑ کے حق مین حضرات حسنین علیہم السلام کی شہادتین مسترد فرما چکے ہین جب حقیقت حال یہ ہے تو شبلی صاحب یا اون کے تلمیذ رشید سید سلیمان صاحب ندوی ایسی مجہول اور خلاف اصول سند والی روایت سے اپنا استدلال کیسے قائم کر سکتے ہین۔ اب آپ کا یہ لکھنا کہ

اس اختلاف کے بعد آپنے تین وصیتین فرمائین۔ جو ضروری بات آپ کاغذ پر لکھوانا چاہتے تھے۔ ممکن ہے کہ یہی ہون۔ یا اگر وہ ان کے علاوہ تھین تو آپ اونکو ان عام وصیتون کے ساتھ بھی بیان فرما سکتے تھے۔ اسکے بعد مجمع عام مین جو خطبہ دیا اس مین بھی اوس کا اظہار فرما سکتے تھے۔ (سیرۃ النبی جلد دوم صفحہ ۱۳۱۔ حاشیہ)

آپ کا یہ بیان بھی مغویانہ ہے۔ اوّل تو ان واقعات کے اوقات خاص طور پر کسی روایت مین معین نہین ہین۔ سب نے قیاس ہی قیاس سے کام لیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اسکی صحت۔ اس کا وقت اور موقع خاص بھی تسلیم کر لیا جاوے تاہم ہم کہینگے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے اخلاق و آداب اور حفظ مراتب کے خیال سے خاموش ہو گئے اور آزمودہ را آزمودن کے اصول اخلاق پر عمل پیرا ہوئے اور اسی وجہ سے آپنے اوس کا ذکر نہ فرمایا۔ مگر آپنے اس روایت مین بھی تحریف صریح کی ہے۔ حالانکہ اصل الفاظ روایت مین ہے کہ اصل راوی حدیث کو تیسری وصیت

عمر با وے گفت تو احق از من درین امر۔ پس ابو بکر نماز با مردم بگذارد و بعد از آن پیغمبر خدا صلعم را خفتے از مرض حاصل شد روز دیگر ابو بکر با مردم نماز پیشین میگذارد کہ آن سرور درمیان دو مرد یکے ازان عباس بود بیرون رفت و با ایشان گفت مرا بہ پہلوے ابو بکر بنشانید چنان کردند چون ابو بکر دانست کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد خواست کہ متاخر شود حضرت اشارت نمود کہ در مقام خویش باش آنسرور دانشستہ نماز گذارد و ابو بکر مقتدی شد بوے و مردمان مقتدی با ابو بکر بودند یعنی بواسطہ تکبیر وا سے بر افعال و انتقالات پیغمبر وقوف می یافتند۔

چونکہ رقیق القلب بزرگ تھے حضرت عمر سے کہنے لگے آپ نماز پڑھا دین حضرت عمر بولے آپ اس امر کے لیے مجھسے زیادہ مستحق ہین۔ دوسرے دن آنحضرت صلعم کے مرض مین کچھ تخفیف ہوئی۔ دوسرے دن حضرت ابوبکر نماز ظہر پڑھا رہے تھے کہ آنحضرت صلعم دو آدمیون کے سہارے جن مین ایک عباس تھے مسجد مین تشریف لائے اور ہمراہیون سے کہا کہ مجھکو ابوبکر کے پاس بٹھلا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم آگئے تو انھون نے پیچھے ہوجانے کا قصد کیا۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر رہو۔ آپنے بیٹھے بیٹھے نماز پڑھی۔ حضرت ابوبکر نے آنحضرت صلعم کی اقتدا کی اور لوگون نے حضرت ابوبکر کی اقتدا کی۔ اس طرح کہ حضرت ابوبکر کی آواز تکبیر سنکر صحابہ آنحضرت صلعم کے ارکان و سکنات نماز سے واقف و مطلع ہوتے تھے۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۵ یاد ہی نہین رہی۔ صحیح مسلم مین حدیث قرطاس کے آخر حصہ مین ہے عن ابن عباس قال دعونی فالذی انا فیہ خیرا و صیکم بثلث اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب و اجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزھم قال وسکت عن الثالثۃ او قالھا فانسیتھا ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھ سے اون وصیتون کو سُن لو کہ تمھارے حق مین بہتر ہوگا وہ تین وصیتین یہ تھین۔ ایک تو مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ اور وفود جس طرح ہم بھیجا کرتے تھے اوسی طرح تم بھی بھیجتے رہو۔ پھر تیسری وصیت کے متعلق آپ خموش ہوگئے۔ یا راوی کا بیان ہے کہ آپنے اوسکو بھی کہا لیکن مین بھول گیا مشکوۃ شریف مین بھی یہ روایت باب الکرامات کے بعد باب مناقب الصحابہ مین بیک لفظ مندرج ہے (تشئید المطاعن ۳۶۹) اب اس راوی کے بیان سے ظاہر ہوا کہ وہ تیسری وصیت بھول گیا اور وہ عجب نہین کہ وہ ولایت و خلافت علیؑ کے متعلق ہو جسے وہ حقیقتاً بھول گیا۔ یا مظالم خلافت کے خوف سے جسکی وجہ سے علیؑ کا نام لینا۔ علیؑ کے نام پر نام رکھنا اور علیؑ کا ذکر کرنا۔ ناقابل عفو جرم تھا۔ راوی مذکور نہ بیان کرسکا ہو۔

آخر مین آپکی یہ تاویل کہ اسکے بعد جو خطبہ دیا اوس مین اس کا اظہار فرما سکتے تھے۔ صریح مغالطہ دہی ہے کیونکہ الفاظ

اسی روضۃ الاحباب مین تیسری روایت یون مرقوم ہے۔

چون موذن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را اعلام کرد از وقت نماز عصر عبداللہ بن زمعہ پیش آن سرور بود بارسے گفت بگو مردم راکہ نماز بگذارند عبداللہ بن زمعہ بیرون آمد وبعمر رسید وگفت با مردم نماز گذار عمر پیش رفت و نماز گذارد وقرأت بجہر کرد۔ سید عالم از حجرہ خود آواز قرأت عمر شنید گفت آیا این آواز عمر نیست گفتند آرے۔ فرمود تابی اللہ ولاتی والمومنین وسر از دریچہ خانہ بیرون کرد وگفت نے نے باید کہ ابوبکر با مردم نماز بگذارد۔ عمر منصرف شد وبا عبداللہ

جب موذن نے نماز کا اعلان کیا تو عبداللہ بن زمعہ اوس وقت آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھے تھے۔ آپنے اون سے ارشاد کیا کہ جاکر لوگون سے کہدو کہ نماز پڑھلین۔ عبداللہ بن زمعہ باہر آئے تو اونھین حضرت عمر مل گئے۔ عبداللہ نے کہا آپ لوگون کو نماز پڑھادین۔ حضرت عمر آگے کھڑے ہوگئے اور نماز پڑھانے لگے اور نماز مین زور زور سے قرأت کرنے لگے جناب سرور کائنات صلعم نے اپنے حجرہ مین اُن کی آواز سنی تو پوچھا کیا عمر کی آواز نہین ہے۔ لوگون نے عرض کی جی ہان آپنے ارشاد فرمایا۔ نہ یہ خدا ہی کو پسند ہے اور نہ مومنین کو آپنے اپنا سر دریچے سے باہر نکالا اور فرمایا نہین نہین۔ ابوبکر لوگون کو نماز پڑھائین چنانچہ عمر وہان سے چلے آئے اور عبداللہ بن زمعہ

بقیہ عبارت حاشیہ صلہ ۴۴۶ حدیث پر بھی نظر رہا کرے۔ اصل حدیث مین لفظ حضار آیا ہے جسکے معنی حالت احتضار کے ہین۔ توجب الفاظ حدیث اس بیان کے موقع کو حالت احتضار کے ساتھ مخصوص بتلا رہے ہین تو پھر کون کھوئی ہوئی عقل والا اور بگڑا ہوا دماغ والا ایسا ہوگا جو یقین کریگا کہ اس حالت احتضار کے بعد بھی آنحضرت صلعم نے مجمع عام مین کوئی خطبہ دیا۔ ع

بریں عقل ودانش بباید گریست

اب ہم ناظرین کے اطمینان اور اپنی حقیقت بیان کے ثبوت مین علامہ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ کے فارسی ترجمہ سے وہ واقعات خاص حضرت عمر کی زبانی نقل کرتے ہین جن سے حضرت عمر کے مقصود دلی کا خود اونکی زبان سے اظہار واقرار ہوجاتا ہے وہ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہین۔

از ابن عباس منقول است کہ گفت من در راہ شام با عمر بودم روزے دیدم کہ بر شتر خود سوار است وتنہا میرود ومن از پئے او رفتم گفت اے پسر عباس من شکایت میکنم بتو از پسر عمت یعنی علی۔ سوال کردم از او کہ با من بیاید قبول نکرد وہمیشہ او را با خود غضبناک می یابم تو

ابن عباس سے منقول ہے کہ مین شام کی راہ مین حضرت عمر کے ہمراہ تھا ایکدن مین نے اونکو دیکھا کہ اپنے اونٹ پر اکیلے سوار ہین اور چلے جاتے ہین مین اونکے پیچھے ہولیا۔ مجھ سے کہنے لگے اے پسر عباس مین تم سے تمھارے ابن عم یعنی علی کی شکایت کرتا ہون مین نے اُن سے درخواست کی کہ وہ میرے ہمراہ چلین مگر اونھون نے قبول نہ کیا۔

بن زمعہ گفت حضرت ترا نگفتہ بود کہ با مردم نماز بگذارد عبد اللہ جواب داد ہیچکس را معین نکردہ بود لیکن چون ابوبکر را در میان مردم اصحاب ندیدم ترا گفتم کہ با مردم نماز گذار چہ نزد من کسے از حاضران اولے از تو نہ بود۔ عمر گفت من ندانستم کہ چنین است والا امام مردم نمی شدم۔

سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے نہیں کہدیا تھا کہ کون شخص نماز پڑھائیگا عبد اللہ نے کہا مجھ سے تو کسی شخص خاص کا تعین نہیں کیا تھا لیکن چونکہ میں نے اُس وقت لوگوں میں حضرت ابوبکر کو نہ پایا میں نے تمکو نماز پڑھانے کے لئے کہا اسلئے کہ حاضرین میں میرے نزدیک تم سے بہتر کوئی شخص اوس وقت موجود نہیں تھا حضرت عمر بولے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا تو میں کبھی لوگوں کا امام نہ بنتا۔

اسی روایت کو امام عبد البر نے استیعاب میں، بذیل ذکر مناقب ابوبکر ان الفاظ میں لکھا ہے۔

روی الزھری عن عبد الملک بن ابی بکر بن عبد الرحمن بن امیۃ عن ابیہ عن عبد اللہ بن زمعۃ بن الاسود قال کنت عند رسول اللہ ص وھو

زہری عبد الملک بن ابی بکر بن عبد الرحمن بن امیہ سے اور وہ اپنے باپ سے اور اوسکا باپ عبد اللہ بن زمعہ بن اسود کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن زمعہ کا بیان ہے کہ میں جناب رسالتمآب صلعم

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۷ چہ گمان داری غضب و خشم او از چیست گفتم تو ہم سببش را میدانی گمان می کنم کہ غضب او برائے فوت خلافت است از و۔ گفت بیش ہمین است او چنین می داند کہ جناب رسولخدا صلعم خلافت را از برائے او میخواست ہرگاہ خدا نخواست کہ با و برسد خواستہ جناب پیغمبر ص چہ فائدہ کرد۔ رسول ص امرے خواست و خدا غیر آن خواست مگر نہ پیغمبر ص میخواست نمی شد حضرت رسولخدا ص خواست کہ عم او ابی طالب مسلمان بشود چون خدا نخواست نشد۔

اور میں تو ہمیشہ انکو اپنے اوپر غضبناک پاتا ہوں۔ تم کیا خیال کرتے ہو مجھسے اونکے غضبناک رہنے کا کیا باعث ہے میں نے کہا اوسکے سبب کو تو آپ بھی جانتے ہیں۔ اُنکا عتاب خلافت نہ ملنے کی وجہ سے ہے۔ حضرت عمر بولے۔ ہان زیادہ یہی باعث ہے کیونکہ اونکا خیال ہے کہ جناب رسولخدا صلعم اونکے لئے خلافت چاہتے تھے جب خدا کی یہ خواہش نہیں تھی کہ خلافت اونکو پہونچے تو پیغمبر ص کی خواہش سے کیا فائدہ ہوا۔ رسول ص جو چاہیں وہ ہوتا بھی نہیں تھا کیونکہ رسول اللہ صلعم نے چاہا کہ اونکے چچا ابو طالب مسلمان ہو جائیں۔ مگر چونکہ خدا نہیں چاہتا تھا وہ نہیں ہوئے۔

دوسری نقل ابن ابی الحدید نے یہ لکھی ہے۔

در روایت دیگر چنین است کہ عمر گفت کہ حضرت رسولخدا صلعم خواست کہ در مرض موت خود از برائے خلافت او ذکر کند پس مانع شدم او را از ترس فتنہ و از خوف آنکہ

دوسری روایت میں یوں منقول ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ رسولخدا صلعم نے چاہا کہ اپنے مرض موت میں اونکی خلافت کا ذکر کریں لیکن میں نے منع کیا اس خوف سے کہ فتنہ برپا ہو جائیگا اور اسلام

علیل فدعاه بلال الی الصلوٰۃ فقال لمّا مرّوا من یصلی الناس فقال فخرجت فاذا عمر فی الناس وکان ابوبکر غائبا فقال قم یا عمر فصل بالناس فقام عمر فلمّا کبّر سمع رسول اللہ صلعم صوته وکان مجهرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم این ابوبکر یابی اللہ ذلک والمسلمون فبعث الی ابی بکر فجاء بعد ان صلی عمر تلک الصلوٰۃ فصلی بالناس طول علته حتی قبض رسول اللہ صلعم۔

کی خدمت میں اونکی علالت کے زمانہ میں حاضر تھا کہ بلال نے نماز کیلئے اذان دی آپ نے مجھسے ارشاد کیا کہ لوگوں سے کہدو کہ نماز پڑھلیں پس میں باہر آیا اور میں نے حضرت عمر کو لوگوں میں پایا۔ حضرت ابوبکر اسوقت وہاں نہیں تھے میں نے حضرت عمر سے کہا آپ نماز پڑھاؤ حضرت عمر کھڑے ہوگئے اور تکبیر کہی آنحضرت صلعم نے انکی تکبیر بلند کی آواز سنی تو پوچھا ابوبکر کہاں ہیں۔ یہ خدا اور مسلمانوں کو ناپسند ہے لوگ حضرت ابوبکر کو بلالائے لیکن وہ اوسوقت آئے جب وہ نماز پڑھا چکے تھے پھر ابوبکر آپکی وفات کے وقت تک نماز پڑھاتے رہے۔

(تشیید المطاعن صــ۲۶۳-۲۶۴)

بقیہ عبارت حاشیہ صــ۴۴۸ اسلام پراگندہ شود پس حضرت رسولخدا دانست آنچہ در نفس من بود و نگفت و خدا آنچہ مقدر کردہ بود شد۔ ونیز روایت کردہ اند از ابن عباس کہ گفت کہ من داخل شدم بر عمر در اوّل خلافتش و از برائے او یک صاع خرما بر حصیرے ریختہ بودند و میخورد و مرا تکلیف کرد۔ یک دانہ برداشتم۔ ہمہ را خورد و سبوے آبے پیش او گذاشتہ بود برداشت و بیاشامید و تکیہ کرد بر بالش و حمد خدا بجا آورد پس گفت از کجا می آئی اے عبداللہ گفتم از مسجد گفت پسر عمت را بچہ حال گذاشتی۔ گمان کردم کہ عبداللہ بن جعفر را می گوید گفتم کہ با ہمسالان خود بازی میکند گفت او را نمی گویم بزرگ شما اہلبیت را میگویم گفتم او در بستان مشغول آب کشیدن بود و تلاوت قرآن می نمود گفت اے عبداللہ ترا سوگند میدہم کہ خونہائے شتر بر تو لازم باشد کہ کتمان کنی کہ آیا

پراگندہ ہوجائیگا پس رسولخدا میرے نفس مطلب کو سمجھ گئے اور پھر اسکا ذکر نہیں کیا۔ اور خدا جو کچھ مقدر کرچکا تھا وہی ہوا۔ اور ایک دوسری روایت میں ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے کہ میں عمر کی اوائل خلافت میں اونکے پاس گیا۔ اونکے سامنے چٹائی پر ایک صاع (۲۰۔ بار) خرمے رکھے ہوئے تھے اور وہ کھاتے جاتے تھے۔ مجھے بھی کھانے کیلئے کہا میں نے صرف ایک دانہ اٹھایا تھا کہ اس اثنا میں وہ سب کھجوریں کھاگئے ایک پانی کا گھڑا رکھا تھا اوسے اوٹھاکر پی گئے۔ پھر تکیہ لگاکر بیٹھ گئے اور خدا کا حمد وشکر بجالائے پھر مجھسے پوچھنے لگے اے عبداللہ اسوقت کہاں سے آتے ہو میں نے کہا مسجد سے۔ پوچھا اپنے ابن عم کو کس حال میں چھوڑا میں سمجھا کہ عبداللہ بن جعفر کو پوچھتے ہیں جواب دیا وہ اپنے ہمسنوں کے ساتھ کھیلتے ہیں کہا نہیں ہم تمہارے بزرگ اہلبیت کو دریافت کرتے ہیں میں نے کہا کہ اپنے باغ کو سیراب کرتے ہیں اور قرآن کی تلاوت فرمارہے ہیں۔ کہنے لگے اے عبداللہ میں تمہیں قسم دیکر پوچھتا ہوں اب بھی اونکے دل میں خلافت کی

امامت حضرتِ ابوبکر کی نسبت اتنا اختلاف ہے جس کا تصفیہ دشوار ہے۔ ہمنے صرف تین روایتین مختلف بیانات کے ساتھ لکھدی ہین جن سے اُسکے اختلاف بیانات پر کافی روشنی پڑتی ہے شبلی صاحب نے اوّل روایت کو بیان کیا ہے اور باقی دو روایتون کا ذرا بھی ذکر نہین کیا ہے۔ حاشیہ کی عبارت مین کسیقدر ان اختلافات کا ذکر کیا ہو جو حسب ذیل نقل کیا جاتا ہے۔

کسی روایت مین یہ مذکور نہین ہے کہ حضرت ابوبکر نے آپکی زندگی مین کے دن تک نماز پڑھائی ابن سعد نے واقدی سے دو روایتین نقل کی ہین۔ ایک یہ ہے کہ ۱۷ وقتونکی نماز پڑھائی دوسری یہ کہ تین دن تک امامت کی شب جمعہ کی عشا سے دوشنبہ کی صبح تک۔ جسدن آپنے وفات پائی۔ حساب لگایا جاوے تو ۱۷ نمازین ہوتی ہین اور جمعہ سنیچر۔ اتوار تین دن ہوتے ہین۔ لیکن اصولاً یہ دونو روایتین نہایت کمزور ہین۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے اس اختلاف کو بہت چھپا کر اور گھٹا کر دکھلایا ہے۔ اور صرف تعداد نماز کے اختلاف پر روشنی ڈالی ہے۔ حالانکہ اسمین اور بھی کثیر اختلافات موجود ہین جنکو آپ بالکل مرفوع القلم فرما گئے ہین۔ ہم انکو فتح الباری شرح صحیح بخاری کے مفصل ذیل الفاظ مین نقل کرتے ہین۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۹ درنفس آوازا دعائے خلافت چیزے ماندہ است گفتم بلے وزیادہ براین گویم از پدرم پرسیدند ازانچہ او دعویٰ میکند پدرم گفت راست می گوید عمر گفت از حضرت رسولخدا صلعم شنیدم کہ درامراو گاہے سخنے چند صادر می شد کہ اثبات نمی کرد وقطع عذرے نمی نمود یعنی صریح بنود وگاہے از جہت محبتے کہ با او داشت میخواست کہ میل از حق بسوے باطل درباب او بکند ودر مرض موت خواست کہ تصریح اسم او بکند من منع کردم او را از این معنی از برائے شفقت بر امت ومحبت اسلام وبحق خانہ کعبہ سوگند کہ قریش ہرگز بر او اتفاق نخواہند کرد واگر خلافت راگیرد قریش بر او در اطراف زمین شورش خواہند کرد پس رسولخدا دانست

کوئی ہوس باقی ہے۔ مین نے کہا ہان۔ بلکہ اوس پر مین اتنا زیادہ کرتا ہون کہ لوگون نے اونکے اس دعوی کی نسبت میرے باپ (عباس ابن عبدالمطلب) سے پوچھا تو اوںھون نے کہا کہ وہ جو دعوی کرتے ہین سچ ہے حضرت عمر نے کہا کہ حضرت رسولخدا صلعم سے اکثر اونکی نسبت ایسی باتین صادر ہوتی تھین جو ثبوت یقین نہین ہوتی تھین اور تمام عذرون کی قاطع نہین تھین یعنی حکم صریح نہین تھین اور کبھی کبھی آپ اپنی غایت محبت والفت کی وجہ سے جو آپ کو اونکے ساتھ تھی۔ چاہتے تھے کہ امر حق کو باطل کی طرف پھیر دین (نعوذ باللہ) چنانچہ اپنی بیماری مین آپنے چاہا کہ اونکے خاص نام کی تصریح فرما دین لیکن مین نے آپکو محبت اسلام اور شفقت امت یاد دلا کر منع کر دیا۔ خانہ کعبہ کی قسم کہ قریش کبھی اون پر اتفاق نکرینگے اور اگر خلافت اونھین مل بھی جائے تو قریش چارون طرف ملک مین شورش پھیلا دینگے پس آنحضرت صلعم میرے مدعا کو سمجھ گئے

و روایتہ ھذہ وصلہا البزار قال حدثنا ابو موسیٰ محمد بن المثنی حدثنا داؤد بہ ولفظہ کان رسول صلعم المقدم بین یدی ابوبکر کذا رواہ مختصراً وھو موافق القصۃ حدیث الباب لکن رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ من محمد بن بشار عن ابی داود بسندہ ھذا عن عائشۃ قالت من الناس من یقول کان ابوبکر المقدم بین یدی رسول اللہ من الصف ومنھم من یقول کان النبی المقدم ورواہ مسلم بن ابراہیم عن شعبہ بلفظ ان النبی صلی اللہ خلف ابوبکر اخرجہ ابن المنذر وھذا عکس روایۃ ابو موسیٰ وھو اختلاف شدید و وقع فی روایۃ مسروق عنہا ایضاً اختلاف فاخرجہ ابن حبان من روایۃ عاصم عن شقیق عنہ بلفظ ان النبی صلی اللہ

اس روایت کے متعلق بزار کی یہ روایت ہے کہ ابوموسیٰ محمد بن مثنی نے اور راون سے ابوداؤد نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم حضرت ابوبکر سے مقدم تھے۔ جیساکہ مختصراً روایت ہوا اور یہ اس حدیث کے قصہ مندرجہ باب کے موافق ہے لیکن ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں محمد بن بشار سے۔ اور اس نے ابوداؤد سے حضرت عائشہ کے اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صف نماز میں آنحضرت صلعم سے مقدم تھے یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر سے مقدم تھے۔ اور مسلم ابن ابراہیم نے شعبہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ابن منذر نے لکھا ہے اور یہ روایت ابوموسیٰ کے برعکس ہے اور یہ اختلاف شدید ہے اور مسروق کی روایت میں بھی جو حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ سخت اختلاف ہے۔ اور ابن حبان نے عاصم بن شقیق کی اسناد سے جو روایت لکھی ہے اس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ابوبکر آنحضرت

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۵۰ کہ من ہانم کہ او چہ در خاطر داشت شد و تصریح باسم او جاری نکرد و قضا جاری کرد آنچہ مقدر شدہ بود

کہ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اسکو یہ جان گئے۔ یہ سمجھکر آپ خاموش رہ گئے۔ اور خدا نے جو مقدر کیا تھا وہ ہوگیا۔

اب اس سے بڑھکر حدیث قرطاس کے تمام جزئیات کی اور کیا انکشافات تنقیدی ہوسکتے ہیں اب اس تفصیل پر بھی کسی کا اطمینان نہو تو پھر عیون لا یبصرون بھا وقلوب لا یفقھون بھا کی تلاوت کرنا چاہیئے۔

ابن ابی الحدید نے ان واقعات کو تاریخ بغداد مصنفہ علامہ احمد بن ابی طاہر سے نقل کیا ہے۔ اونکی توثیق کشف الظنون کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

قیل اول من صنف لھا ریغداد تاریخا احمد بن ابی طاھر البغدادی و تلاہ الامام الحافظ ابوبکر احمد بن علی المعروف بالخطیب البغدادی المتوفی سنتہ (جلد اول مطبوعہ مصر باب الثانی صفحہ ۱۰) ثلث وستین واربع مائتہ (ماخوذ از کتاب تشئید المطاعن) (۴۶۳ھ)

خلف ابی بکر وظاهر روایة محمد
بن بشار ان عائشة لم
تشاهد الهیئة المذکورة
لکن تظاهرت الروایات
عنها بالجزم بما یدل ان النبی
کان هو الامام فی تلک
الصلوٰة منها روایة موسی
ابن ابی عائشة التی
اشرنا الیها ففیها فجعل ابوبکر
یصلی الصلوٰة النبی والناس لصلوٰة
ابوبکر وهذا روایة زایدة بن قدامه
عن موسی وخالفه شعبه ایضاً فرواه
عن موسی بلفظ ان ابابکر صلی بالناس
ورسول الله صلعم فی الصف
خلفه ومن العلماء من سلک
الترجیح فقدم الروایة التی
فیها ان ابوبکر کان ماموماً
للجزم بها ولانّ ابامعاویة احفظ
فی حدیث الاعمش من غیره ومنهم
من عکس ذلک ورجح انه کان اماماً
وتمسک بقول ابوبکر الآتی فی باب
من دخل لیؤم الناس حیث قال ما
کان لابن ابی قحافه ان یتقدم بین یدی
رسول الله صلی علیه وآله وسلم۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی اقتدا کرتے تھے اور ترمذی
نسائی اور ابن خزیمہ نے شعبہ عن نعیم بن ابی بکر عن زید عن شقیق
کے سلسلہ سے جو روایت لکھی ہے اوسکے یہ لفظ ہیں کہ آنحضرت صلعم
نے ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی اور محمد بن بشار کی روایت سے
بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ نے اس واقعہ کو حقیقتاً
اپنی آنکھون سے اس صورت مین نہین دیکھا تھا لیکن ان تمام
روایات کی تجمیع سے علی الظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز
مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے جیسا کہ ہم نے
موسیٰ بن ابی عائشہ کی روایت لکھکر اشارہ کیا ہے اور اسمین
یہ مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر آنحضرت صلعم کی تقلید کرتے تھے اور
تمام لوگ حضرت ابوبکر کی تقلید کرتے تھے یہ وہ روایت ہے جو زائدہ بن قدامہ نے
موسیٰ بن ابی عائشہ نے نقل کی اسکی مخالف شعبہ کی روایت ہے جسمین
ان الفاظ سے مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر لوگون کو نماز پڑھاتے
تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صف مین اُن
سے پیچھے تھے۔ اور ان علماء سے جو ترجیح کے قائل ہین اونھون
نے اون روایات کو ترجیح دی ہے جس مین تحقیق کے ساتھ
یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر ماموم تھے لیکن ابامعاویہ
نے اعمش سے اسکی نسبت جو کچھ سنا ہے وہ اسکے خلاف ہے
اور بالکل برعکس۔ اوس مین بیان
مرجح ہے کہ حضرت ابوبکر امام تھے اور اسکے ثبوت مین خود
ابوبکر کا قول نقل کیا ہے جو باب امامت بالناس مین مفصل
مذکور ہے اور اس وجہ سے وہ لکھتے ہین کہ کون شخص ابن
ابو قحافہ کے برابر ہو سکتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کے
آگے کھڑے ہوئے تھے۔ (نعوذ باللہ)

یہ واقعہ پیشنمازی کی حالت ہے جسکے ہر جزئیات میں اختلافات واقع ہے۔ اوقات نماز۔ تعداد نماز اذان نماز اور سب سے آخر میں امام نماز کی شخصیت کی نسبت بھی اختلافات کی کثرت ہے۔ کوئی کہتا ہے رسول امام تھے کوئی کہتا ہے ابوبکر۔ اس پر جو طول وطویل بحث علماء نے کی ہیں اور انھیں اختلافات کی بنا پر ان علما میں جو فرقہ بندیاں ہوئیں اور جیسے جیسے موضوعات مصنوعات مرویات لپنے اپنے استدلال کے استحکام میں طرفین سے پیش ہوئے وہ ابن حجر کے الفاظ سے ظاہر ہوئے۔ بڑا افسوس تو ان علمائے اسلام کی ذہانت اور قوت حافظہ پر یہ ہے کہ اپنے اپنے ان اقوال وآراء کے استحکام میں ان لوگوں نے اتنا شور وغل مچایا لیکن اپنے اس شور و شغف میں کسی کے منھ سے اتنی آواز نہ ہوئی کہ رسول تبع اور امام ماموم اور رفقائے فضول ہوا جاتا ہے جو عقلاً اور نقلاً قطعاً محال ہے۔ یہ صحابیت کی مجنونانہ وارفتگی کا نتیجہ ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

پیشنمازی سے خلافت کا خواب غلط

انھیں روایت موضوعہ کی بنا پر اسی امامت نماز سے حضرت ابوبکر کی خلافت کا مضمون ترشا گیا ہے۔ اوّل تو اصول حدیث کے روسے جب ان مرویات امامت نماز میں لاتنے اختلافات کثیر واقع ہیں تو اصولاً وہ ساقط از اعتبار اور ناقابل الاستناد ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر اسکو استخلاف کی نص صریح مان بھی لی جائے تو حضرت عمر کی یہ متفق اور مسلّم مفصلہ ذیل حدیث متواتر بالکل غلط اور جھوٹ ثابت ہو جائیگی صحیح بخاری ومسلم میں ہے۔

قال عمر ان لم استخلف فان رسول اللہ صلعم لم یستخلف وان استخلف فان ابابکر استخلف وھذا تصریح منہ بعدم استخلاف النبی صلعم۔

حضرت عمر نے کہا کہ اگر میں نے کسی کو اپنے بعد وصی نہیں کیا تو رسول اللہ صلعم نے بھی کسیکو وصی نہیں کیا اور اگر میں وصی مقرر کر جاؤں تو ابوبکر بھی وصی مقرر کر چکے ہیں اور یہ آنحضرت صلعم کے کسیکو نہ وصی کرنے پر دلیل صریح ہے۔

قاضی عبد الجبار کتاب مغنی میں لکھتے ہیں۔

ان ابابکر نص علی عمر و ترک التاسی بالرسول لانہ لم یستخلف۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر پر نص کیا اور یہ اتباع وتقلید رسول صلعم کے بالکل خلاف تھا اسلئے کہ رسول نے کسیکو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔

ابن حجر بھی صواعق محرقہ کے پہلے باب چوتھی فصل کی اسی بحث میں کہ خلافت کیلئے کسی پر نص نہیں فرمائی گئی تحریر کرتے ہیں۔

اخرجہ الشیخان عن عمر انہ قال حین طعن ان استخلف فقد استخلف من

شیخین بخاری ومسلم نے حضرت عمر کا یہ قول نقل کیا ہے جب ان پر طعن کی گئی کہ میں نے اگر استخلاف کیا تو مجھ سے پہلے وہ شخص استخلاف

هو خير مني يعني ابوبكر وان اترككم فقد — کرچکا ہے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی ابوبکر اور اگر مین نے ترک استخلاف
تركهم من هو خير مني يعني — کیا تب بھی اوس شخص نے ترک استخلاف کیا ہے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی
رسول الله صلعم۔ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ تفضیل الشیخین مین حضرت عمر کے ان اقوال کو لکھکر تحریر فرماتے ہین

فعرف الناس ان رسول الله صلى الله عليه وآله — معلوم ہونا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو خلیفہ
سلم لم يستخلف احدا وكان عمر متهم على ابوبكر — نہین مقرر کیا اسلیئے حضرت عمر پر حضرت ابوبکر کی مخالفت کا الزام عاید نہین ہوسکتا

یہان رسول اللہ صلعم کا اصل امر استخلاف ہی ثابت نہین ہوتا تو پشیمانی کو دلیل استخلاف بناکر پیش کرنا کسقدر حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔

جیش اسامہ سے تخلف کرنیوالون پر عتاب

بیش نمازی کی بحث تنقیدی کو تمام کرکے ہم پھر اپنے گزشتہ سلسلہ بیان پر آجاتے ہین۔ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ آغاز علالت سے ایک دن پہلے جیش اُسامہ کی تیاری اور تمام صحابہ کو باستثنائے حضرت علی مرتضیٰ ہمراہی لشکر کا حکم دیدیا گیا تھا شبلی صاحب بھی اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھ چکے ہین۔

آغاز علالت سے ایک روز پہلے آپنے اسامہ بن زید کو حکم دیا کہ وہ فوج لیکر جائین اور اون شریرون سے جنھون نے اونکے باپ حضرت زید بن حارثہ کو حدود شام مین قتل کرڈالا تھا اپنے باپ کا انتقام لین۔ صحابہ مین اسکے متعلق چہ میگوئیان ہوتی رہین۔

اور انھین چہ میگوئیون مین تقریباً ایک ہفتہ گذر گیا۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکی اطلاع ہوئی تو حالت علالت مین اور ملالت خاطر بڑھ گئی۔ شبلی صاحب پھر لکھتے ہین۔

اوپر گذرچکا ہے کہ رومیون کی طرف جس فوج کا بھیجنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز کیا تھا اوسکی سرداری اسامہ بن زید کو تفویض فرمائی تھی اوسپر بعض لوگون نے (ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ وہ منافقین تھے) شکایت کی کہ بڑون کے ہوتے ہوئے نوجوانون کو یہ منصب کیون عطا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسئلہ کی نسبت ارشاد کیا کہ اگر اسکی یعنی اسامہ کی سرداری پر تمھین اعتراض ہے تو اسکے باپ (زید) کی سرداری پر بھی تم معترض تھے۔ خدا کی قسم وہ اس منصب کا مستحق تھا۔ اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اور اب اوسکے بعد یہ سب سے زیادہ محبوب ہے۔

شبلی صاحب تو ایسے ایسے موقع پر واقعات کو بس وہین تک لکھینگے جہان تک اونکے مفید مطلب ہوگا اسکے بعد چاہے وہ کیسا ہی ناتمکمل غیر مفصل مبہم اور مہمل ہی کیون نہ ہوجائے پھر اوسکا ایک حرف نہین لکھنے کے۔ اگرچہ

آپنے اپنے ان مختصرات کو بڑے حزم و احتیاط کے ساتھ لکھا ہے اور جب کچھ نہیں چلی ہے۔ تو صحابہ کی تعریض خاص ابن سعد کی سند منفردہ سے منافقین کے سر باندھی ہے لیکن با اینہمہ بیان ویسا ہی کا ویسا مبہم اور ابتدا ویسا ہی کا ویسا بے خبر رہگیا ہے۔ یہ کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ آنحضرت صلعم کی اس تاکید و تہدید کے بعد صحابہ کرام لشکر اسامہ کے ساتھ گئے بھی یا نہیں۔ اگر گئے تو کوئی عذر و کلام نہیں۔ نہیں گئے تو پھر کیا ہوا؟ شبلی صاحب نے سطحی طور پر واقعہ کا خلاصہ تو لکھدیا نتیجہ کچھ نہ نکالا۔ اسلیئے کہ آپکے مدعا کے خلاف تھا۔

اب ہم اس واقعہ کی شروع سے آخر تک پوری تفصیل ابن حجر کی زبانی مفصلہ ذیل لفظوں میں نقل کرتے ہیں

بعث النبی صلعم اسامہ بن زید فی مرضہ الذی توفی فیہ اتما اخر الملص (کتاب الغزوات) ھذہ الترجمۃ لما جاء انہ کان تجھیز اسامہ یوم السبت قبل موت النبی بیومین وکان ابتداء ذالک قبل مرض النبی صلعم فندب الناس لغزو الروم فی اٰخر صفر ودعا اسامہ فقال سر الی موضع مقتل ابیک فاوطئھم الخیل فقد ولیتک ھذا الجیش واغد صباحا وحرق علیھم واسرع السیر تسبق الخبر فان ظفرک اللہ بھم فاقلل اللبث فیھم فبدی برسول اللہ وجعہ فی الیوم الثالث فعقد لاسامہ لواء بیدہ سامیا فاخذہ اسامہ ودفعہ الی بریدۃ وعسکر بجرف وکان انتدب مع اسامہ کبار المھاجرین والانصار منھم ابوبکر وعمر وابو عبیدۃ وسعد (بن ابی وقاص) وسعید (بن العاص) وقتادۃ بن النعمان وسلمۃ بن اسلم فتکلم قوم فی ذلک منھم عیاش بن ربیعہ المخزومی فردّ علیہ عمر واخبر النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم فخطب ثم ذکر فی ھذا الحدیث ثم اشتد برسول اللہ وجعہ فقال نفذوا بعث اسامہ فجھزہ ابوبکر بعد

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اوس مرض کی حالت میں جس میں آپکا انتقال ہوا آپنے اسامہ کو لشکر کے ساتھ جانے کا حکم دیا اور آپکے اس حکم و ارادہ کی ابتدا آغاز مرض کے قبل سے ہو چکی تھی۔ اور آپنے تمام لوگوں کو غزوہ روم کا حکم آخر ماہ صفر میں دیدیا تھا اس طرح کہ اُسامہ بن زید کو اپنی خدمت میں بلاکر ارشاد فرمایا کہ اپنے باپ کی قتل گاہ کی طرف جاؤ۔ لشکر کو جمع کرو ہمنے تمکو اس لشکر کا امیر مقرر کیا۔ جلد چلا جانا خیر کا باعث ہوتا ہے۔ خداوند عالم تمکو اون پر فتحیاب فرما دے اور اونکی جماعت کو قلیل کرے پھر تیسرے دن آپ پر مرض کی شدت ہوئی تو آپنے اسامہ کیلئے اپنے ہاتھ سے ایک علم آراستہ کیا۔ اُسامہ نے اوسے اوٹھا لیا اور بریدہ کو دیدیا مقام جُرف کو اپنی لشکر گاہ بنایا۔ اور تمام اکابر مہاجرین و انصار کو اُسامہ کی ہمراہی کا حکم دیا۔ جن میں ابوبکر۔ عمر ابو عبیدہ سعد (ابن ابی وقاص) سعید (بن العاص) قتادہ بن نعمان اور سلمہ بن اسلم شامل تھے اس امر میں لوگوں نے کلام کیا جن میں عیاش بن ربیعہ مخزومی بھی تھے۔ حضرت عمر نے عیاش کے اس اعتراض کی تردید کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکی خبر کردی اس پر آپنے تمام لوگوں کو بلاکر خطبہ دیا جو اس حدیث میں مذکور ہے اسکے بعد آنحضرت صلعم کے مرض میں اشتد

ان استقلت فی الجهة التی امرها فسار عشرین لیلة وقتل قاتل ابیه ورجع بالجیش سالمًا وقد غنموا وقد قص اصحاب المغازی قصتها المطولة ملخصها وکانت آخر سریة جهزها النبی صلی الله علیه وآله وسلم واول شیء جهزه ابوبکر وقد انکر ابن تیمیه فی کتاب الرد علی ابن المطهر ان یکون ابوبکر وعمر کانا فی بعث اسامه و مستند من ذکره اخرجه الواقدی باسناده فی المغازی وذکره ابن سعد فی اواخر الترجمة النبویة بغیر اسناد و ذکره ابن اسحاق فی سیرة الصغری المشهورة ولفظه بدیٔ برسول الله صلعم وجعه یوم الاربعاء فاصبح الخمیس فعقد لاسامه وقال اغز فی سبیل الله وسر الی موضع مقتل ابیك فقد ولیتك علی هذا الجیش فذکر القصة وفیها لم یبق احد من المهاجرین والانصار الا انتدب فی تلك الغزوة منهم ابوبکر وعمر ولما جهزه ابوبکر ان یاذن له باقامته فاذن ذکر ذلك فی المنتظم جاز بابه۔

ہو گئی اور اسامہ کی روانگی رک گئی پھر حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہونے کے بعد ابوبکر نے اسامہ کو اوسطرف بھیجا اور وہ بیس شبانہ روز مین پہنچے اور اپنے باپ کے قاتلون کو قتل کیا اور صحیح سالم لشکر کے ہمراہ واپس آئے اور مال غنیمت لائے اصحاب مغازی نے اس قصہ کو طولانی طریقہ سے لکھا ہے ہمنے صرف اس کا خلاصہ درج کیا ہے اور یہ آنحضرت کا آخر سریہ تھا جسکو جناب رسالتمآب صلعم نے روانہ فرمایا تھا پہلی لشکر کشی جسکی تیاری حضرت ابوبکر نے اپنی خلافت کے زمانہ مین کی۔ اور ابن تیمیہ نے ابن مطہر (علامہ حلی علیہ الرحمہ) پر اس مسئلہ مین اعتراض کیا ہے کہ ابوبکر و عمر جیش اسامہ کے ساتھ کیسے جا سکتے تھے لیکن مستند وہی امر ہے جو ذکر اوپر ہو چکا ہے اور جسکو واقدی نے اپنے اسناد کے ساتھ لکھا ہے اور ابن سعد نے بغیر سند کے لکھا ہے آنحضرت صلعم کے آخر حال مین۔ اور ابن اسحق نے سیرۃ صغریٰ مین لکھا ہے اور اونکے الفاظ یہ ہین کہ بدھ کے روز آنحضرت صلعم پر مرض کی شدت ہوئی۔ اور صبح ہوئی تو جمعرات کے دن اپنے اسامہ بن زید کے لیے لشکر کشی کا انتظام کیا اور ارشاد فرمایا جاؤ خدا کی راہ مین جہاد کرو اور اپنے باپ کے مقتل کی طرف جاؤ ہمنے تمکو اس لشکر پر امیر کیا پھر اسکے بعد تمام قصہ کا ذکر کیا ہے یہان تک کہ مہاجرین و انصار کے طبقہ مین کوئی متنفس ایسا نہین بچا جو اس لشکر کے ہمراہ نہ بھیجا گیا ہو۔ انھین مین حضرت ابوبکر و حضرت عمر بھی تھے۔ اور جب حضرت ابوبکر نے اپنے وقت مین اس لشکر کو بھیجا تو اسامہ سے اپنے رہ جانے کی اجازت چاہی اور اونھون نے اجازت دیدی ان تمام باتون کو ابن جوزی نے کتاب منتظم کے ایک علحدہ باب مین لکھا ہے

اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوگیا کہ معترضین خاص منافقین نہین تھے بلکہ مہاجرین ہی کی ایک جماعت تھی جسکے نمائندے عیاش تھے۔ اور اسی لیے حضرت عمر نے اون پر اعتراض بھی کیا تھا۔ اور اونکے اس اعتراض کی خبر آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہونچادی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر بڑے شوق و ذوق سے اُسامہ اور اونکے باپ کی امارت کو تسلیم کرتے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ آپکا یہ شوق و جوش۔ آپکی یہ پُرجوشی اور حلقہ بگوشی صرف آنحضرت صلعم کے سامنے ہی تک تھی جب آپکی آنکھین بند ہوگئین تو یہ اطاعت و متابعت صریح مخالفت و منافرت سے تبدیل ہوگئی۔ جیسا کہ بہت جلد تفصیل سے بیان ہوتا ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت ابوبکر و عمر کی جانبداری مین ابن تیمیہ نے جو ان حضرات کی عدم شرکت کی تاویل کی تھی وہ کیسی بے اصل اور مہمل تھی جسکی تفصیل ہم اور وضاحت سے آئندہ کرینگے۔ بااین ہمہ اس عبارت سے بھی اصل واقعہ کا نتیجہ نہین معلوم ہوا۔ اسلیے ہم محدث دہلوی شاہ عبدالحق صاحب کی اصل عبارت جو اونکی کتاب مدارج النبوۃ مین مندرج ہے حسب ذیل نقل کرتے ہین۔

حکم عالی چنان صادر شد کہ اعیان مہاجر و انصار مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذوالنورین و سعد بن ابی وقاص و ابوعبیدۃ الجراح وغیرہم الا علی مرتضیٰ کہ ہمراہ نگردد۔ در آن لشکر اُسامہ ہمراہ باشند و در مجالس سخنان ازین جماعت درین باب بظہور می آمد و رقی و می یافت این اخبار چون بسمع شریف رسید خاطر مبارکش رنجیدہ شد و بغضب در آمد و باوجود تپ و درد سر از خانہ سر مبارک بعصابہ بستہ بیرون آمد و بر سر منبر رفت و خطبہ خواند و گفت اے معشر الناس این چہ سخن است کہ در باب امیر ساختن من اسامہ را از شما سر می زند و در باب امارت پدرش در غزوہ موتہ نیز سخن میکردید بخدا سوگند کہ سزاوار امارت است و پدرش نیز سزاوار امارت بود و اسامہ از دوست ترین مردم است نزد من بعد از پدر وے و ہر دو مظنہ خیر اند۔ اکنون وصیت من در شان وے

حکم عالی یون صادر ہوا کہ تمام اکابر مہاجرین و انصار مثل ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان ذوالنورین۔ سعد ابن ابی وقاص ابوعبیدہ جراح وغیرہم سوائے علی مرتضیٰ کے کہ وہ ہمراہ نہ جائین۔ بسب لشکر اسامہ بن زید کے ساتھ جائین تو لوگون نے اُسامہ کی امارت لشکر کے باب مین گفتگو شروع کی۔ جب یہ خبرین آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہونچین تو باوجود بخار اور دردسر کے سر مبارک کو رومال سے باندھ کر آپ باہر تشریف لائے۔ منبر پر گئے اور ارشاد فرمایا لوگو۔ یہ کیا باتین ہین جو تم اُسامہ کے امیر بنانے کی نسبت کہا کرتے ہو۔ ایسے ہی لوگ غزوہ موتہ کے موقع پر بھی اوسکے باپ زید کی امارت کے متعلق باتین کیا کرتے تھے۔ خدا کی قسم۔ اُسامہ بھی امارت کے قابل ہے اور اوسکا باپ بھی امارت کے قابل تھا اور میرے نزدیک دونون خیر سے ذکر کیے جانے کے قابل ہین اب اونکے بارے مین میری وصیت نیکی کے ساتھ

بہ نیکی قبول کنید کہ وے از جملہ اخیار شماست پس از منبر فرود آمد و بخانہ درون رفت و اسامہ بنا بر فرمودۂ حضرت صلعم بہ لشکرگاہ معاودت نمود و فرمان داد تا لشکر کوچ کنند و چون خواست کہ خود سوار شود مادرش ام ایمن پیغام فرستاد کہ رسول خدا صلعم در نزاع است اسامہ بازگشت و اشراف صحابہ نیز مراجعت نمودند۔

قبول کرتے جاؤ کیونکہ یہ تمھارے اخیار لوگون مین ہے۔ یہ کہکر آپ منبر سے نیچے اوتر آئے اور دولتسرا مین تشریف لیگئے اور اسامہ حسب الحکم لشکرگاہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہان جاکر اونھون نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور خود چاہتے تھے کہ سوار ہون کہ اتنے مین اونکی مان ام ایمن نے اونکے پاس کہلا بھیجا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حالت نزع طاری ہے۔ یہ سنکر اسامہ واپس آئے اور ممیزین صحابہ بھی واپس آئے۔

مرقومۂ بالا عبارت سے ثابت ہو گیا کہ باستثنائے حضرت علی مرتضیٰؑ تمام مہاجرین و انصار کو معیت لشکر اور تبعیت اسامہ کا حکم تھا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین جناب شاہ صاحب نے واقعہ کو نتیجہ تک تو ضرور پہونچا دیا لیکن شرف صحابیت کی رعایت سے جیش اسامہ سے تخلف کرنیوالے حضرات اور اون پر آنحضرت صلعم کے عتابانہ خطابات کو بالکل مرفوع القلم فرما دیا۔ لیکن ع۔ کجا باشد نہان رازے کزو سازند محفلہا۔ اب باقی تفصیل بھی محدث شیرازی کی مفصلہ ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔ روضۃ الاحباب مین آنحضرت صلعم کی آخر امامت نماز کے بعد مرقوم ہے۔

آنحضرت صلعم ابوبکر و عمر و جماعتے از مسلمانان را طلبید و فرمود کہ نہ گفتم با لشکر اسامہ بیرون روید گفتند بلے یا رسول اللہ ص گفتی۔ فرمود پس چرا امر مرا اطاعت نکردید ابوبکر گفت من بیرون رفتم و برگشتم برائے آنکہ عہد ترا تازہ کنم و عمر گفت یا رسول اللہ ص من بیرون رفتم و برگشتم برائے آنکہ نخواستم کہ خبر بیماری ترا از دیگران پرسم پس حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ روان کنید لشکر اسامہ را و بیرون روید با لشکر اسامہ۔ خدا لعنت کند کسے را

ابوبکر و عمر اور مسلمانون کی ایک جماعت کو آنحضرت صلعم نے بلایا اور فرمایا کیا مین نے تملوگون سے نہین کہا تھا کہ لشکر اسامہ کے ساتھ باہر چلے جاؤ۔ سب نے کہا ہان آپنے کہا تھا فرمایا پھر تملوگون نے میرے حکم کی کیون تعمیل نہین کی حضرت ابوبکر نے کہا کہ مین باہر گیا اور پھر واپس چلا آیا اسلیئے کہ آپکے ساتھ عہد و پیمان کو پھر تازہ کرلون حضرت عمر نے عرض کی مین باہر گیا اور پھر لوٹ آیا اسلیئے کہ مین نے نہین چاہا کہ آپکی بیماری کی خبر دوسرون کی زبانی سنون یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے ارشاد فرمایا کہ اسامہ کا لشکر روانہ کردو اور سب کے سب اوسکے ساتھ چلے جاؤ۔ خدا اون لوگون پر

کہ تخلّف نماید از لشکر اسامہ سہ مرتبہ این سخن را فرمود و مدہوش شد ۔ لعنت کرے جو اُسامہ کے لشکر سے تخلف کریں یہ فرماکر آپ پھر بیہوش ہو گئے ۔

حافظ جمال الدین فضل اللہ شیرازی صاحب روضۃ الاحباب کے الفاظ سے معلوم ہو گیا کہ نہایت سخت و شدید الفاظ مین معیت و شرکت لشکر اُسامہ کی تاکید فرمائی گئی اور لشکر سے پیچھے رہجانیوالے نفرین الٰہی کے مستحق ٹھہرائے گئے ۔ جب موئیدین صحابہ اور معتقدین خلافت سے عموماً اور امام المتکلمین ملت جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی سے اس واقعہ کی تردید مین کچھ نہ چلی تو آپنے حافظ جمال الدین محدث شیرازی کے ایسے معتبر اور مستند بزرگ کو جنکو وہ خود اور اونکے والد بزرگوار اپنے سلسلہ اجازت مین داخل ہونیکا اقرار فرماچکے ہین ۔ فارسی نویس لکھکر غیر ثقہ اور غیر معتبر قرار دیدیا ہے ۔ افسوس ہے کہ امام ملت حضرت ابو حنیفہ تو ارکان نماز مین عبارات قرآنی کو زبان فارسی مین ترجمہ کرکے پڑھنے کی عام طور سے اجازت دین اور آپ ترجمہ و معانی حدیث کو فارسی مین ترجمہ ہونیکے باعث غیر معتبر اور ناقابل الاستناد قرار دین ۔ سبحان اللہ وبحمدہ ۔

بہتر ۔ اگر عربی عبارت ہی کے ثبوت پر اصرار ہے تو وہ بھی تیار ہے ۔ علّامہ ابوبکر جوہری لکھتے ہین ۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم امر فی مرض موتہ اسامۃ بن زید بن حارثۃ علی جیش فیہ اجلۃ المہاجرین والانصار منہم ابوبکر و عمر و ابو عبیدۃ بن الجراح و عبد الرحمان بن عوف و طلحۃ و الزبیر و امرہ ان یغزوا علی موتۃ حیث قتل ابوہ زید وان یغزوا وادی فلسطین فتثاقل اسامۃ وتثاقل الجیش بتثاقلہ وجعل رسول اللہ صلعم فی مرضہ یثقل و یخف و یوکد القول فی تنفیذ ذلک البعث حتی قال لہ اسامۃ بابی انت و امی اتاذن لی ان امکث ایاما حتی یشفیک اللہ قال اخرج و سر علی برکۃ اللہ فقال یارسول اللہ ان اخرجت وانت علی ھذہ الحال خرجت وفی قلبی قرحۃ منک فقال سر علی النصر والعافیۃ فقال یارسول اللہ انی اکرہ ان اسأل عنک الرکبان

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت مرض موت مین اسامہ بن زید بن حارثہ کو لشکر کے ساتھ جانیکا حکم فرمایا جسمین اکابر مہاجرین و انصار شل حضرت ابوبکر و عمر ۔ ابو عبیدہ جرّاح ۔ عبد الرحمٰن ابن عوف طلحہ زبیر داخل تھے اور اُسامہ کو حکم دیا کہ لشکر لیکر جاؤ اور مقام موتہ مین پہونچکر جہاد کرو جس طرح کہ اونھون نے تمھارے باپ کو وہان قتل کر ڈالا ہے اور وادی فلسطین تک جہاد کرو ۔ آپنے اوس لشکر پر اُسامہ کو امیر بنایا اور لشکر سنگین جمع ہو گیا لیکن آنحضرت صلعم کا مرض بھی سنگین اور گرانبار ہو گیا آپنے اوسی شدت مرض مین لشکر اُسامہ کی روانگی کی نسبت تاکید فرمائی اُسامہ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے لتنے دن یہان رہجانیکی اور اجازت دی جائے کہ خداوند عالم حضور کو اس مرض سے شفا دیدے ۔ ارشاد فرمایا جاؤ اور خدا کی برکت پر روانہ ہو اُسامہ نے بار دیگر عرض کی کہ اگر مین آپکو اس حالت مین چھوڑکر باہر چلا گیا تو آپکی علالت کی وجہ سے میرا دل ہمیشہ دو نیم رہا کریگا ارشاد ہوا کہ خدا کی اعانت و سلامتی پر یقین کرکے چلے جاؤ اُسامہ نے پھر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین اہل لشکر کی موجودہ حالت عرض کرنے سے

فقال انفذ لما امرتك ثم اغمی علی رسول الله صلعم وقام اسامة فتجهز للخروج فلما افاق رسول الله صلعم سأل عن اسامة والبعث فاخبر انهم يتجهزون فجعل يقول انفذ وابعث اسامة لعن الله من تخلف عنه ويكرر ذلك فخرج اسامة واللواء علی راسه والصحابة بين يديه حتی اذا كان بالجرف نزل ومعه ابوبكر وعمر واكثر المهاجرين ومن الانصار اسيد بن خضير وبشير بن سعد وغيرهما من الوجوه فجاءه رسول ام ايمن يقول له ادخل فان رسول الله صلعم يموت فقام من فوره فدخل المدينة واللواء علی راسه فجاء به حتی ركزه في باب رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم وقد مات في تلك الساعة قال ثم كان ابوبكر وعمر يخاطبان اسامة الی ان ماتا الا بالامير

کراہت کرتا ہوں فرمایا جاؤ جیسا میں حکم دیتا ہوں۔ اسکے بعد آپ پر غشی طاری ہوگئی اور اُسامہ تہیہ سفر کرنے لگے جب آپکو بیہوشی سے افاقہ ہوا تو آپنے اُسامہ اور اونکے لشکر کی روانگی کی نسبت استفسار فرمایا تو کہا گیا کہ لوگ تہیہ سفر کرتے ہیں ارشاد ہوا سب کہدو کہ اُسامہ کے ساتھ چلے جائیں خدا لعنت کرے اوس پر جو لشکر اُسامہ سے پیچھے رہجاوے اور اس کلمہ کو آپنے دوبارہ ارشاد فرمایا۔ اُسامہ نکلے اونکے سر پر علم لشکر سایہ فگن تھا اور صحابہ ساتھ ساتھ تھے۔ یہانتک کہ وہ مقام جُرف میں پہونچکر منزل گزین ہوئے اون کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر وغیرہم تھے مہاجرین سے اور انصار سے اُسید بن حُضیر اور بشیر بن سعد وغیرہم ہمرکاب تھے اس اثنا میں اُم ایمن اسامہ کی ماں نے آدمی بھیجکر کہلا بھیجا کہ واپس چلے آؤ رسول اللہ صلعم نے قضا کی یہ سُنکر اسامہ واپس ہوکر داخل مدینہ ہوئے اس طرح کہ اونکے سر پر علم تھا۔ اُسامہ نے رسول صلعم کے دروازے پر علم کو گاڑ دیا آنحضرت صلعم نے اوسی وقت انتقال فرمایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جبتک حضرت ابوبکر و عمر زندہ رہے اسامہ کو یا امیر کہکر خطاب فرماتے رہے۔

علامہ ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالمنعم الشافعی تاریخ مظفری میں لکھتے ہیں۔

ثم دخلت سنة احدی عشر وفيها ضرب صلی الله عليه وآله وسلم بعث الی الشام وامر عليهم اسامة بن زيد وامره ان يوطی الخيل تخوم البلقاء والداروم فبينما هم يتهيئون للسفر ويدابر رسول الله صلعم الوجع فاشتغلوا به فقال لهم رسول الله صلعم جهزوا جيش اسامة لعن الله من تخلف عنها فوقع بينهما الخلاف فقال بعضهم بمثل قول النبي صلعم والسير للغزو وقال بعضهم الا تطيب قلوبنا الفرقة وهو مريض فنصبر حتی نبصر ما يكون

پھر سنہ ۱۱ ہجری داخل ہوا۔ امسال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر شام کی طرف بھیجنے کا حکم کیا اور اُسامہ بن زید کو اوس کا امیر مقرر کیا اور اوسکو حکم دیا کہ جا بلقا اور داروم تک چلے جاؤ۔ لوگ تہیہ سفر کر رہے تھے کہ آنحضرت کی تکلیف مرض بڑھ گئی۔ اور تمام لوگ اوسمیں مشغول ہوگئے یہ دیکھکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اون پر جو لشکر اُسامہ سے تخلف اختیار کریں۔ لوگوں میں اختلاف کثیر واقع ہوا بعض حکم رسول صلعم کی تعمیل کرنا چاہتے تھے اور بعض جہاد پر روانہ ہونے پر اصرار کرتے بعض کہتے تھے ہمارے قلوب اس وقت آپ سے جدائی کی حالت کو برداشت نہیں کر سکتے کیونکہ آپ مریض ہیں اسلئے ہمکو اوس وقت تک

من الامر۔ توقف کرنا چاہیئے کہ آپکے مرض کا نتیجہ دیکھیں [1]۔

---

[1] توثیق علامہ ابراہیم الشافعی صاحب تاریخ مظفری۔ علامہ تقی الدین ابوبکر بن احمد بن شہبۃ الاسدی الدمشقی اپنی کتاب طبقات الفقہاء الشافعیہ میں لکھتے ہیں۔

ابراهیم بن عبد الله بن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شهاب الدین ابو اسحق الهمدانی باسکان المیم الحموی المعروف بابن الدم ولد بحماة سنة ثلث وثلاثين وخمسمائة ووصل الى بغداد فتفقه بها وسمع وحدث بالقاهرة وكثير من بلاد الشام وولي قضاء بلده وكان اماما في المذهب وعالما بالتاريخ وله نظم ونثر توفى بحماة شهر جمادى الاخرى سنه اثنين واربعين وستمائة ومن تصانيفه شرح مشكل الوسيط وهو نحو الوسيط مرتين فيه اعمال كثيرة وفوائد غريبة وادب القضاء له مجلد فيه فوائد وكتاب في التاريخ في الفرق الاسلامية وقال الذهبى له التاريخ الكبير المظفرى۔ ابراہیم بن عبد اللہ بن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شہاب الدین ابو اسحق الہمدانی (بسکون میم) الحموی المعروف بابن الدم ۵۸۳ھ میں بمقام حماۃ پیدا ہوئے اور بغداد میں آکر علم فقہ کی تحصیل کی اور شہر قاہرہ میں علم حدیث کی سماعت کی اور نیز ملک شام کے بہت سے شہروں میں استماع حدیث کی پھر اپنے شہر حماۃ میں قاضی ہوگئے۔ وہ اپنے مذہب کے امام تھے اور تاریخ کے عالم تھے اور نظم و نثر کے مصنف تھے۔ جمادی الآخر ۶۴۲ھ میں قضا کر گئے۔ اونکی تصانیف سے شرح مشکل الوسیط ہے یہ شرح دو جلدوں میں ہے جسمیں اعمال کثیرہ اور فوائد غریبہ شامل ہیں اور ادب قضا میں بھی اونکی ایک جلد خاص ہے اور اوسمیں بھی فوائد داخل ہیں اور تاریخ میں بھی ایک کتاب ہے جسمیں تمام فرقہائے اسلامیہ کا ذکر ہے اور علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ اونکی تصانیف سے تاریخ کبیر مظفری مشہور ہے۔

صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی تاریخ وافی بالوفیات میں لکھتے ہیں۔

ابراهيم بن عبد الله بن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شهاب الدين ابو اسحق الهمدانی الحموی الشافعی المعروف بابن الدم قاضی حماة ولد بها سنة ثلث وثمانين وخمسمائة ورحل وسمع ببغداد وحدث بحماة وقاهرة وحلب وله نظم ونثر وله تاريخ الكبير المظفرى فى الفرق الاسلامية توفى سنة اثنين واربعين وستمائة ابراہیم بن عبد اللہ ابن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شہاب الدین ابو اسحق الہمدانی الحموی الشافعی المعروف بابن الدم ۵۸۳ھ میں بمقام حماۃ پیدا ہوئے۔ بغداد جاکر استماع حدیث کیا اور شہر حماۃ۔ قاہرہ اور حلب میں علم حدیث کی تعلیم و تدریس کی نظم و نثر کے مصنف تھے۔ فرقہائے اسلام کے بیان میں اونکی تاریخ کبیر مظفری مشہور ہے ۶۴۲ھ میں وفات پائی۔

کشف الظنون میں ہے

التاريخ المظفرى للقاضى شهاب الدين ابراهيم بن عبد الله ابى الدم الحموى المتوفى سنة ۶۴۲ وهو تاريخ يختص بالملة الاسلامية فى خمس مجلدات۔ تاریخ مظفری قاضی شہاب الدین ابراہیم بن عبد اللہ ابی الدم الحموی متوفی ۶۴۲ھ کی تصنیف ہے اوسمیں مخصوص فرقہائے اسلامیہ کا بیان ہے اور وہ پانچ جلدوں میں ہے۔ المؤلف عفی عنہ

علامہ اسدی اپنی شرح کی فصل رابع قاعدہ سابعہ مین تحریر فرماتے ہین۔

واختلافهم بعد ذلك فی التخلف عن جیش اسامہ وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لجیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنہ قال قوم بوجوب الاتباع وقال قوم بالتخلف انتظارا لما یکون رسول اللہ فی مرضہ

پھر اختلاف جیش اسامہ کی نسبت واقع ہوا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے متعلق فرما چکے تھے۔ اوس پر خدا کی لعنت ہو جو جیش اسامہ سے تخلف کرے اس حکم کے متعلق لوگون مین اختلاف ہوا بعض اسکو واجب الاتباع سمجھتے تھے بعض اسکے خلاف تھے۔ کہتے تھے کہ ہمکو مرض رسول اللہ صلعم کے نتیجہ تک ضرور انتظار کرنا چاہیئے۔

علامہ عبدالرحمن بن عبدالرسول بن قاسم کتاب مرآۃ الاسرار[۱] مین لکھتے ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہ روز پیش از وفات نماز بامامت ابوبکر صدیق امر فرمودہ واسامہ بن زید بن حارثہ را کہ بیشتر امیر کردہ نامزد شام ساختہ بود و در روز پیش از وفات کہ روز شنبہ دہم ربیع الاول بود باوجود مرض بدست مبارک خود لوائے عقد نمودہ باسامہ سپرد فرمودہ و دعائے خیر در شان او کردہ رخصت فرمودہ اسامہ لوائے گرفتہ بیرون رفت و در جرف منزل ساخت تا لشکر جمع شود پس اعیان انصار و مہاجر مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان بن عفان وسعد بن ابی وقاص و ابوعبیدہ جراح وغیرہم مامور گشتند تا آنکہ در لشکر ہمراہ اسامہ باشند آن صورت بر بعضی از مردم دشوار نمود بسبیل طعن گفتند کہ این غلام را آنحضرت صلعم بر مہاجرین امیر گردانید این مقالہ بسمع آنحضرت صلعم رسید بسیار بغضب رفتہ فرمود من تخلف جیش اسامۃ فہو ملعون پس لاچار جملہ صحابہ ہمراہی اسامہ اختیار کردند و غیر از بنی ہاشم و اہلبیتؑ کسے دیگر ہیچکس نزد آنحضرت صلعم نماندہ بود و جمیع صحابہ ہمراہ اسامہ بجرف بودند و سے امر فرمود بکوچ و میخواستند

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے تین روز پہلے حضرت ابوبکر کو نماز کی امامت عنایت فرمائی اور اسامہ بن زید کو غزوہ شام کی طرف نامزد فرما چکے تھے وہ روز وفات سے پہلے کہ دسوین ربیع الاول روز شنبہ تھا باوجود مرض شدید کے ایک علم خاص آراستہ فرما کر اوسکے حق مین دعائے خیر کی اور اسامہ کو شام کی طرف رخصت فرمایا۔ اسامہ علم لیکر باہر نکلے و مقام جرف مین منزل کی اسلیئے کہ لشکر وہان جمع ہو جاوے پس تمام مہاجر و انصار مثل ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان بن عفان سعد بن ابی وقاص اور ابوعبیدہ جراح وغیرہم کے لشکر اسامہ کی ہمراہی پر مامور ہوئے یہ صورت بعض لوگون کو ناگوار معلوم ہوئی وہ طعن کی راہ سے کہنے لگے کہ آنحضرت صلعم نے اس غلام کو ہمارے اوپر امیر مقرر کیا۔ اون لوگون کے یہ کلام آنحضرت صلعم کو معلوم ہوئے تو آنحضرت صلعم کو سخت غصہ آیا اور ارشاد فرمایا جس نے لشکر اسامہ سے تخلف اختیار کیا وہ ملعون ہے پس تمام مہاجر و انصار نے مجبور ہو کر اسامہ کی ہمراہی اختیار کی اور سوائے بنی ہاشم اور اہلبیتؑ کے کوئی دوسرا شخص آنحضرت صلعم کے پاس باقی نہ رہا کیونکہ تمام صحابہ ہمراہی لشکر اسامہ مقام جرف مین

۱؎ توثیق علامہ عبدالرحمن صاحب مرآۃ الاسرار شیخ احمد شاہ ولی اللہ صاحب اپنے رسالہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مین لکھتے ہین کہ در مرآۃ الاسرار مذکور است کہ حضرت گنج شکر در راحۃ القلوب میفرماید کہ من می خواستم کہ نعمت سجادہ ملک ہندوستان را بکسے دیگر دہم ہاتف غیب آواز داد کہ شیخ نظام الدین در راہ است بدادن او بے برسد کما فی تشئید ص ۲-۴۱) المولف عفی عنہ

تا سوار شوند کہ ام ایمن مادر وے کسے را فرستاد کہ آنحضرت صلعم در نزاع است اُسامہ بازگشت واکابر صحابہ کہ بیرون رفتہ بودند بنابرین خبر ایشان نیز مراجعت نمودند۔

چلے گئے تھے۔ اُسامہ نے کوچ کا حکم دیدیا تھا اور لوگ سوار ہو کر چلنے کو تھے کہ اُسامہ کی ماں ام ایمن نے کسی کو بھیجکر کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلعم حالت نزع میں ہیں اُسامہ لوٹ آئے اور تمام صحابہ بھی واپس چلے آئے۔

جیش اُسامہ کے متعلق صحابہ کے تساہل اور تامل کے باعث سے جو نتیجہ آخرین ظاہر ہوا وہ معتبر اور متواتر اسناد سے اوپر مذکور ہو چکا صحابہ کرام کا یہ طرز عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رنجیدگی اور سخت کبیدگی خاطر کا باعث ہوا ویسا ہی جیسا قرطاس والا واقعہ۔ ان دونوں واقعات کی مذکورۂ بالا تفصیل پڑھکر تحقیق کے مشتاق ناظرین پورے طور سے صحابہ کرام کے طرز عمل کے موجودہ تغیرات کو سمجھ جائینگے بلکہ تعجب کرینگے کہ ایسے اخلاص منداپسے عقیدت کیش اور فرمانبردار اصحاب اور حکم رسالت۔ فرمان نبوت میں اتنا تامل۔ ایسا تساہل اور اس درجہ کا مفرط تغافل سے خموشی معنیٔ دارد کہ در گفتن نمی آید۔ اس واقعہ میں حضرت عمر کے تلون کی زندہ مثال نہایت تعجب خیز ہے۔ یہ وہی بزرگوار ہیں جو بقول شبلی صاحب واقعہ ایلا میں اجازت باریابی نہ ملنے کے باعث حضرت حفصہ۔ اپنی صاحبزادی کے سر کاٹنے پر تیار تھے اور پھر اسی واقعہ جیش اُسامہ میں منتظرین کی انتظار کرنیوالی رائے کے سخت مخالف اور خدمت نبوی میں امارت اُسامہ پر معترضین کی تعریض کی خبر پہونچانے والے بھی یہی تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے جب جیش اُسامہ کو بھیجنا چاہا تو آپ نے سخت مخالفت کی کنز العمال میں اس واقعہ کی مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائی جاوے۔

سیف ابن عمر نے ابی حمزہ اور ابو عمر وغیرہ سے اور انھوں نے

عن سیف بن عمر عن ابی حمزۃ وابو عمرو غیرھما عن الحسن بن الحسن قال ضرب رسول اللہ صلعم بعثا قبل وفاتہ علی اھل المدینۃ من حولھم وفیھم عمر بن خطاب وامر علیھم اسامۃ بن زید فلم یجاوز اخرھم الخندق حتی قبض رسول اللہ صلعم فوقف اسامۃ بن زید بالناس ثم قال لعمر ارجع الی خلیفۃ رسول اللہ صلعم فاستاذنہ لی فارجع بالناس فان معی وجوہ الناس فلا امن علی خلیفۃ رسول اللہ واثقال المسلمین ان یتخطفھم المشرکون وقالت الانصار فان ابی الا ان تمضی فابلغہ عنا واطلب الیہ

حسن بن حسن کی اسناد سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ اور حوالی مدینہ کا ایک لشکر تیار کیا جسمیں عمر بن خطاب بھی داخل تھے اور اُسامہ بن زید کو اوس لشکر کا امیر مقرر کیا یہ لوگ مقام خندق سے آگے نہیں بڑھے تھے کہ جناب رسالتماب صلعم نے قضا کی۔ اُسامہ لشکر کے ساتھ رک گئے اور حضرت عمر کو بلا کر کہا کہ خلیفۂ رسول سے جا کر میرے لیے لشکر کے ساتھ جانیکی اجازت مانگئے کیونکہ میرے ہمراہی ایسے بھی لوگ ہیں جو خلیفۂ رسول پر اور مقاصد رسول و مسلمین پر کہ مشرکین مستاصل کر دیے جائیں اعتبار نہیں کرتے اور انصار نے کہا کہ آپ ہماری طرف سے اون سے جا کر کہدیجیے کہ ہمارے اوپر

ان یولی امرنا رجلا اقدم سنا من اسامہ فخرج عمر بامر اسامہ فاتی ابوبکر فاخبرہ بما قال اسامہ فقال ابوبکر لو اختطفتنی الکلاب والذئاب لم ارد قضاء قضاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال فان الانصار امرونی ان ابلغک انھم یطلبون الیک ان تولی امرھم رجلا اقدم سنا من اسامہ فوثب ابوبکر وکان جالسا فاخذ بلحیۃ عمر وقال ثکلتک امک وعدمتک یا ابن الخطاب استعملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتامرنی ان انزعہ فخرج عمر الی الناس فقالوا لہ ما صنعت فقال امضوا ثکلتکم امھاتکم ما لقیت من سببکم الیوم من خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ

ایسے شخص کو امیر لشکر بنائیں جو اسامہ سے سن میں زیادہ ہو۔ حضرت عمر وہاں سے چلے اور حضرت ابوبکر کی خدمت میں آئے اور پہلے جو کچھ اسامہ نے کہلا بھیجا تھا ان سے کہدیا حضرت ابوبکر نے کہا خدا کی قسم اگر کتے اور بھیڑیے بھی مجھے کھا جائیں تب بھی میں حکم رسول سے عدول نہیں کر سکتا۔ اسکے بعد حضرت عمر نے کہا کہ انصار نے آپکو پیام دیا ہے کہ آپ اسامہ سے زیادہ سن والے کسی شخص کو ان پر امیر مقرر فرمائیں۔ یہ سننا تھا کہ حضرت ابوبکر بیٹھے سے اٹھ کھڑے ہو گئے اور حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑ کر کہنے لگے کہ تیری ماں تیرے سوگ میں روئے اور تو تمام ہو جائے۔ اے ابن خطاب تم جانتے ہو کہ انکو رسول اللہ صلعم نے امیر مقرر کیا ہے یہ حاکم تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں اسے معزول کردوں۔ یہ سنکر حضرت عمر لشکر میں واپس آئے اور جو کچھ گذرا تھا بیان کر دیا اور ان سے کہا کہ تمہاری مائیں تمہارے سوگ میں روئیں کہ میں نے تمہارے باعث خلیفہ رسول ؐ کے ہاتھوں یہ سب کچھ اٹھایا۔

(تشئید المطاعن ص۔۔)

یہ واقعہ حضرت عمر کے طرز عمل میں انکے تغیر وتبدل رائے کا کافی ثبوت ہے۔ اور سیاسی نقطہ خیال کے اعتبار سے ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامی دارد کی عملی تدابیر پر مبنی ہے۔ آنحضرت صلعم کی حیات میں اسکی کچھ اور مصلحت تھی اور وفات کے بعد اب اسکی صورت و ضرورت کچھ اور ہو گئی۔ جدھر ہوا کا رخ ہوا ادھر تنکے اڑے۔

قریب وفات کے حالات　مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام میں واقعہ قرطاس۔ تجہیز جیش اسامہ پیشنمازی حضرت ابوبکر کے تمام جزوی وکلی حالات وواقعات کے کامل انکشافات کرکے ہم اب آپکے قریب وفات کے حالات مفصل اور مسلسل قلمبند کرتے ہیں۔

مرقومہ بالا حالات وواقعات صاف صاف ثابت کر رہے ہیں کہ مرض رسول اللہ صلعم کی شدت اور روز بروز آپکی حالت نازک دیکھکر آنحضرت صلعم کے کسی حکم وفرمان کی آپکے مدعا وایما کے موافق تعمیل نہیں کی گئی اور قریب قریب تمام گروہ مسلمین کے خیالات وجذبات میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا۔ اور حکم رسول ؐ کی تعمیل واجرا میں ہر فرد واحد

اطاعت خلوص اور متابعت کی جگہ اپنی جگہ قوت اجتہادیہ سے کام لینے لگا۔ اور جیسے جیسے اوس نفس قدسی برکت کے فیوض روحانی کم ہوتے گئے۔ اسلام مین خود غرضی اور خواہشات نفسانی بڑھتی گئین۔ اس عالم ناشنوائی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سوائے خاموشی کے اور چارہ ہی کیا تھا۔

یکشنبہ کی دوپہر سے آپکی حالت بالکل تغیر ہوگئی تھی۔ آجتک مریض رسالت کو کوئی دوا نہین دی گئی تھی یکشنبہ کے دن حالت خراب دیکھکر امہات مومنین نے بیہوشی کی حالت مین آپکو دوا پلادی جب افاقہ ہوا تو آپکو دوا کا ذائقہ محسوس ہوا۔ چونکہ آپ اس مرض کو مرض الموت یقین کر چکے تھے۔ کسی مداوا کو ضروری نہین سمجھتے تھے اس بنا پر دوا کا پلایا جانا کسیقدر ناگوار طبع ہوا۔ شبلی صاحب لکھتے ہین۔

وفات سے ایکدن پہلے (اتوار کو) لوگون نے دوا پلانی چاہی چونکہ گوارا نہ تھا آپنے انکار کیا۔ اس حالت مین غشی طاری ہوگئی۔ لوگون نے منہ کھول کر پلادی افاقہ کے بعد آپکو احساس ہوا۔ تو فرمایا سب کو دوا پلوائی جائے معلوم ہوا جن لوگون نے زبردستی دوا پلائی تھی ان مین حضرت عباس شامل نہ تھے۔ اسلیے وہ اس حکم سے مستثنی رہے محدثین اس واقعہ کو لکھکر کہتے ہین کہ یہ بشریت کا اقتضا تھا۔ یعنی جس طرح بیمارون مین نازک مزاجی آجاتی ہے آپنے بھی اوسی طرح یہ حکم دیا تھا۔ لیکن ہمارے نزدیک تو یہ تنک مزاجی نہین۔ بلکہ لطف طبع تھا۔

ہمکو نہ شبلی صاحب کی رائے سے اتفاق ہے اور نہ اونکے محدثین کے تحت رسے۔ اسلیے کہ شدت مرض کا موجودہ عالم اضطراب ہرگز نزاکت یا لطافت طبع کا مقتضی نہین تھا۔ بلکہ اون لوگون کو دوا پلوانیکی ترکیب مین اس حکیم الٰہی کو اس امر کی تنبیہ وتعلیم منظور تھی جسکو ہم ترک مداوا کے ذکر مین لکھ آئے ہین۔ یعنی دوا پلوانے والون کو دوا پلوا کر بتلادیا گیا کہ جس طرح اس دوا پینے سے تملوگون کو کوئی نفع وضرر نہین ہوگا اوسی طرح مجھکو بھی اس سے کوئی نقصان یا فائدہ نہوگا اسلیے کہ یہ مرض میرا مرض الموت قرار پاچکا ہے۔ اور موت کا مرض کسی دوا سے نہین جاسکتا۔ اسلیے دوا کی کوشش بیکار ہے۔

اشرفیون کا تصدق شبلی صاحب لکھتے ہین۔

مرض کی کرب وبے چینی مین ایکدن یاد آیا کہ حضرت عائشہ کے پاس کچھ اشرفیان رکھوائی تھین دریافت فرمایا۔ عائشہ وہ اشرفیان کہان ہین محمد خدا سے بدگمان ہوکر ملیگا۔ جاؤ اونکو خدا کی راہ مین خیرات کردو۔

لیکن محدث شیرازی اس واقعہ کو ان الفاظ مین تحریر فرماتے ہین۔

روایت صحیح مین مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس کہین سے اشرفیان آئی تھین وہ سب مستحقین پر تقسیم کردی گئین انمین سے چھ

بصحت پیوستہ کہ برائے آن سرور صلعم چند دینار زر سرخ از جائے آوردہ بودند ہمہ را بالفقرا قسمت فرمودہ الا شش

یا ہفت دینار کہ بعائشہ سپرد بعد ازان ویرا در مرض اغمائے حاصل شد سر بر سینہ عائشہ نہادہ بود۔ چون بہوش آمد فرمود اے عائشہ آن دنانیر را چہ کردی گفت پیش من است فرمود بر فقرا تصدق کن و بیہوش شد چون بہوش باز آمد فرمود اے عائشہ انفاق کردی آن را یا نہ۔ گفت نہ یا رسول اللہ صلعم۔ وہمانا کہ تاخیر در انفاق آن بہ سبب آن واقع شدہ بود کہ عائشہ بہ تیمارداری وخدمت آن سرور مشغول بود فرمود تا آن را بیا ورد۔ او آورد وحضرت آن دنانیر را بر کف دست مبارک بنہاد و بشمرد وآنگاہ فرمود چہ گمان بود محمدؐ را بہ پروردگار خود اگر بجناب رسد و این دنانیر نزد وے باشد پس آنہا را بہ پیش علی ابن ابی طالبؑ فرستاد تا بر فقرا قسمت کرد و فرمود این وقت استراحت یافتم۔

یا سات بچ گئیں تھیں۔ آپنے حضرت عائشہ کے پاس رکھوا دی تھیں ایکبار بیماری کی اوس حالت بیہوشی مین کہ آپکا سر حضرت عائشہ کے سینہ پر رکھا ہوا تھا۔ ہوش آیا تو آپ کو وہ اشرفیاں یاد آئین۔ فوراً عائشہ سے پوچھا کہ تمنے وہ اشرفیاں کیا کین۔ فرمایا رکھی ہوئی ہین ارشاد ہوا وہ تھیں فوراً تصدق کردو۔ یہ کہکر آپ پھر بیہوش ہوگئے۔ ہوش آیا تو پوچھا وہ اشرفیاں تصدق کردین۔ حضرت عائشہ نے کہا نہیں تاخیر انفاق کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عائشہ آپکی تیمارداری مین مصروف تھین۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ اون اشرفیون کو لے آؤ۔ وہ لے آئین۔ آپنے اون کو ہتھیلی پر رکھکر شمار کیا پھر فرمایا کہ محمدؐ کی نسبت پروردگار کا کیا گمان ہوتا ایسی حالت مین کہ وہ اوسکے دربار مین حاضر ہو اور اوسکے پاس یہ اشرفیاں باقی اور موجود ہون۔ یہ فرماکر آپنے اون اشرفیون کو حضرت علی ابن ابی طالب کے پاس بھجوا دیا کہ فقرا پر تقسیم کردی جائین وہ تقسیم کردی گئین جب یہ خبر آپکو ملی تو فرمایا اب مجھے اطمینان ہوگیا۔ روضۃ الاحباب ص۵۵۶

حضرت عباسؓ اور حضرت علیؑ سے گفتگو

دوشنبہ کا دن غضب کا روز اور قیامت کی صبح تھی۔ وہ دن تھا کہ خاتم نبوت گھنٹہ دو گھنٹوں مین ختم اور متمم رسالت مرض الموت کے ۱۳ یا چودہ دن پورے کرکے تمام ہونیوالا تھا آفتاب ہدایت وارشاد لب بام تھا اور کفر واسلام ونفاق واخلاص کا قصہ تمام۔ شمع ارشاد واتحاد خاموش ہونیوالی تھی ظلمت کفر والحاد فضائے عالم مین چھانیوالی تھی۔ وحی الٰہی اور برکات لاتناہی مسدود ہورہی تھی اور اسلام کے پیکر روحانیت مین۔ خود غرضی۔ نفسانیت اور تباہی موجود ہونیوالی تھی۔ صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو طبیعت مین بخلاف اور دنون کے سکون تھا۔ مگر یہ سکون وقفۃ الموت تھا جو بشریت کا لازمہ فطرت ہے۔ اسی عالم سکون مین اپنے دست مبارک سے حجرۂ مبارک کا پردہ اوٹھایا۔ مسجد مین نماز صبح کی جماعت دیکھکر اظہار مسرت فرمایا اور پھر حجاب گرادیا۔ گویا مسجد وجماعت کا یہ آخری معائنہ اور رخصتی مواجہہ تھا۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

عبداللہ بن عباس روایت میکند کہ علی ابن ابی طالب از نزد آنحضرت صلعم بیرون آمد مردم گفتند اے ابو الحسن رسول امروز چون است فرمود الحمد للہ نیکو است و افاقہ ویرا حاصل شد عباس دست ویرا گرفتہ وبطریق خفیہ از وے گفت کہ رسول بعد از سہ روز دیگر از دنیا نقل میکند و تو مامور امر دیگرے خواہی شد ومن علامتی در روے فرزندان عبدالمطلب میدانم کہ در حین حاصل میشود وآن علامت امروز در سیمائے آن سرور مشاہدہ کردم بیا تا نزد وے رویم وپرسیم کہ امر خلافت بعد از وے از آن کیست اگر از آن ماست بدانیم واگر از آن غیر ماست معلوم کنیم کہ کیست واز وے التماس نمائیم تا برائے ما وصیت فرماید علیؑ در جواب گفت بخدا سوگند کہ اگر سوال کنیم از وے خلافت را وما را از وے منع نہ کند۔ مردم بعد از وے بما نخواہند داد۔ واللہ کہ من از رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم این سوال نکنم و دنیا نطلبم۔ روضۃ الاحباب ۵۵۵

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب آپکی خدمت سے اوٹھکر باہر آئے تو لوگون نے پوچھا کہ آج رسول صلعم کا مزاج کیسا ہے۔ بولے الحمدللہ آج کچھ افاقہ ہے۔ حضرت عباس نے اون کا ہاتھ تھامکر بطور خفیہ اون سے کہا کہ رسول اللہ صلعم تین روز کے بعد انتقال کرجائینگے۔ اور تم دوسرون کے محکوم ہوجاؤگے اور مین اولاد عبدالمطلب کی اون علامتون کو خوب پہچانتا ہون جو وقت موت اون پر طاری ہوتی آؤ ہملوگ اونکے پاس چلین اور دریافت کرین کہ آپکے بعد خلافت کسکو ہونیوالی ہے۔ اگر ہملوگون کو ہونیوالی ہے تو ہمین معلوم ہوجائے اور اگر دوسرون کو ملنے والی ہے تو ہملوگ پھر آپ سے درخواست کرین کہ اون سے ہمارے حق مین وصیت فرمادی جائے حضرت علی مرتضیٰ نے جواب مین ارشاد کیا خدا کی قسم اگر خلافت کے لیے ہم آپ سے درخواست بھی کرین اور آپ ہمکو اوس سے منع بھی کرین یعنی دے بھی دین تاہم لوگ بعد آپکے اوسکو ہمکو نہ دینگے اور واللہ مین جناب رسولخدا صلعم سے ایسا سوال کبھی نہ کرونگا اور دنیا نہ مانگونگا۔

عام اس سے کہ یہ روایت اصولاً قابل اعتبار و احتجاج ہو یا نہو لیکن اس سے حقیقت کے متلاشی اصلیت کے متدعی حضرت عباس کی عمومیت اور حضرت علیؑ کی خصوصیت طبع کو کامل طور سے اندازہ کرلینگے کہ دنیاوی امارت وثروت کی طرف مائل و راغب کون تھا اور ان خواہشات وتعلقات سے تائب کون فیضی مرحوم ؎

اما مے کہ روز وفات پیمبرؐ خلافت گذارد بماتم نشیند

حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ علیہم السلام سے الوداع

جون جون دن چڑھتا جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیہوشی خاموشی اور پے در پے غشی بڑھتی جاتی تھی ہوش آتا تھا تو چشم مبارک کھولدیتے تھے پھر بند کرلیتے تھے اسی عالم مین ایک بار آنکھ کھلی تو جناب سیدہ کو سرھانے روتا دیکھا۔ ارشاد ہوا فاطمہؑ بچون کو بلاؤ محدث شیرازی لکھتے ہین۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در وقت احتضار
با فاطمہؑ فرمود پسران خود را پیش آر فاطمہ حسن وحسین را علیہم
التحیۃ والرضوان بہ نزدیک آنحضرت صلعم آورد ۔ وے سلام
کردند و در برابر جد بزرگوار نشستند وچون اوریا آن حال
دیدند گریہ آغاز نہادند وچنان زار زار بگریستند کہ از گریہ ایشان ہر کہ
در آن خانہ بود بگریست حسنؑ روے خویش را برروے مبارک
آنحضرت وحسینؑ سر را بسینہ پر سکینہ آن سرور نہاد آنحضرت
صلعم چشمان نرگسین کشاد ودر ایشان از سر لطف وشفقت
نظر کرد ۔ ایشان را بوسید وبوئید ودر باب تعظیم واحترام
ومحبت ایشان وصیت فرمود ودر روایتے آنکہ
بعضے از خواص اصحاب بر در حجرہ حضرت
حاضر بودند واز گریہ حسنؑ وحسینؑ بگریستند
چنانکہ آواز گریہ ایشان بگوش
پر ہوش آن سرور رسید وے نیز دراین
حالت بگریست ۔

عالم احتضار میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت
فاطمہ سے فرمایا کہ اپنے بچوں کو بلا لا ۔ حضرت فاطمہ حسنین علیہما السلام
کو خدمت مبارک میں لے آئیں ۔ انھوں نے سلام کیے اور اپنے جد
بزرگوار کی پاس بیٹھ گئے ۔ اور دونوں آپکی یہ حالت زار دیکھکر پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگے اُن کے رونے سے تمام حاضرین رونے لگے
حسن علیہ السلام نے بے اختیار ہوکر اپنا منہ آنحضرت صلعم کے روئے مبارک
پر رکھدیا اور حسین علیہ السلام نے اپنا سر سینہ اقدس پر آنحضرت صلعم
نے آنکھیں کھول کر دونوں بچوں کے منہ کو حسرت کی نگاہ سے
دیکھا ۔ دونوں کے بوسے لیے ۔ دونوں کے گیسو سونگھے اور
پھر تمام حاضرین کو ان دونوں کی تعظیم ۔ احترام اور محبت کے
متعلق وصیت فرمائی اور ایک روایت میں یوں منقول ہے
کہ بعض خواص صحابہ کی جماعت باہر دروازے پہ جمع تھی وہ
لوگ بھی ان بچوں کی گریہ وزاری سنکر ڈاڑھیں مار کر رونے
لگے یہاں تک کہ ان لوگوں کی صدائے گریہ سنکر آنحضرت صلعم
بھی رونے لگے ۔

حضرت علی سے آخری رخصت اور وصیت

امام فخر الدین رازی اور امام دار قطنی لکھتے ہیں ۔

عن ام المومنین عائشۃ رض قالت لما حضر
رسول اللہ الموت قال ادعوالی حبیبی فدعوت
لہ ابابکر فنظر الیہ ثم وضع راسہ فقال
ادعوالی حبیبی فدعوت لہ عمر
فنظر الیہ ثم وضع راسہ فقال
ادعوالی حبیبی فقلت ویلکم ادعوا
لہ علی ابن ابی طالب فواللہ مایرید غیرہ
فلما راٰہ اخرجہ الثوب الذی کان علیہ

ام المومنین حضرت عائشہ رض سے منقول ہے کہ جب جناب سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آگیا ۔ فرمایا میرے
حبیب کو بلاؤ میں نے حضرت ابوبکر کو بلا بھیجا وہ جب آئے تو حضرت نے
سر اوٹھا کر انکو دیکھا اور پھر تکیہ پر سر رکھ لیا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ
میں نے جناب عمر کو بلا بھیجا آپ نے سر اوٹھا کر انکو بھی دیکھا اور تکیہ پہ
سر رکھ لیا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ تب میں نے لوگوں سے
کہا افسوس ہے تم پر حضرت علی ابن ابی طالب کو بلاؤ جب
حضرت صلعم نے علی ابن ابی طالب کو دیکھا تو وہ کپڑا جو آپ اوڑھے

ہوئے تھے۔ آپنے اوٹھایا اور علیؑ کو ادسمین لے لیا اور علیؑ سے بغلگیر رہے یہان تک کہ حضرت کا انتقال ہوگیا سلہ

ثم ادخله فيه فلم يزل يحتضنه حتى قبض ويده عليه ۔ ارجح المطالب ص۳۳۲ ج ۲

مرقومۂ بالا روایت سے ثابت ہوگیا کہ ایام مرض مین شدت مرض کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجبوریان دقتین مشکلین اتنی سخت اور دشوار ہوگئی تھین کہ سوائے اخلاق رسول صؐ کے عام طبائع انسانی اونکی تحمل و برداشت کی قوت نہین رکھتی تھین۔ تجویز رسالت اور صحابہ کی قوت اجتہاد دو متضاد صورتین متصادم تھین۔ رسول اللہ صلعم کی موجودہ حالت۔ مرض کی شدت۔ ضعف و اضمحلال۔ بیکسی و مجبوری بیماری و بےیاری جیساکہ ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین

سلہ تعصب و نفسانیت نے اس خلوص کی خلوت و قربت کو بھی بیداغ نہ چھوڑا اور تمام ایسے ایسے دوسرے واقعات وحالات کی طرح دار الصناعت خلافت سے اس معاملہ مین بھی حضرت علیؑ کا مقابل کھڑا کر دیا۔ وہ کون حضرت عائشہ۔ کیسے ہ۔ اس طرح کہ آنحضرت صلعم نے ان کے دو سینون کے درمیان انتقال فرمایا۔ حضرت علیؑ کے زانو یا آغوش مین آپ نے انتقال نہین فرمایا۔ یہ بحث بھی دوسری بحثون کی طرح ایک معرکۃ الآرا بحث بن گئی ہے۔ شیعہ تو ابھی کنارے ہین خود سواد اعظم اہلسنت مین دو فرقے بن گئے ہین۔ ایک حضرت عائشہ کے موید ہین۔ دوسرے حضرت علیؑ کے ممد و معاون۔ امام رازی اور امام دار قطنی خود حضرت عائشہ کی راوی حضرت علیؑ سے بغلگیر ہونیکی حالت ہی مین آپکے انتقال فرمانیکو لکھتے ہین جیساکہ اوپر بیان ہوچکا ہے لیکن شبلی صاحب باوجودیکہ امام دار قطنی کے پایہ استناد کو اسمعیلی وغیرہ ارباب حدیث سے کہین مرجح و مرتفع بتلاچکے ہین مگر اسوقت اونکی مرویات پر اعتبار نہین فرماتے اور حضرت عائشہ والی روایت کی تقلید و تائید مین لکھتے ہین۔

وفات سے ذرا پہلے حضرت ابوبکر کے صاحبزادے عبدالرحمن خدمت اقدس مین آئے۔ آپ حضرت عائشہ کے سینہ پر ٹیک کر لیٹے تھے عبدالرحمن کے ہاتھ مین مسواک تھی۔ مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا حضرت عائشہ سمجھین کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہین۔ عبدالرحمن سے مسواک لیکر دانتون سے نرم کی اور خدمت اقدس مین پیش کی۔ آپنے بالکل تندرستون کی طرح مسواک کی۔ آپکا وقت وفات قریب آیا تھا۔ سپہر تھی سینہ مین گھرگھراہٹ محسوس ہوتی تھی۔ اتنے مین لب مبارک ہلے تو لوگون نے یہ الفاظ سنے۔ الصّلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ پاس پانی کی لگن تھی۔ اسمین بار بار ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرے پر ملتے تھے۔ چادر کبھی منھ پر ڈال لیتے اور کبھی ہٹا دیتے اتنے مین ہاتھ اوٹھا کر اونگلی سے اشارہ کیا اور تین دفعہ فرمایا بل الرفیق الاعلیٰ "اب کوئی نہین بلکہ وہ بڑا رفیق درکار ہے" یہی کہتے تھے ہاتھ لٹک آئے۔ آنکھین پھٹ کر چھت سے لگ گئین اور روح پاک عالم قدس مین پہونچ گئی اللّٰھم صلّ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ صلوٰۃ کثیرا کثیرا۔

اگرچہ شبلی صاحب کا بیان مجمل اور مبہم ہے لیکن تاہم آپکے ابتدائے بیان ہی مین اس لکھدینے سے کہ آپ حضرت عائشہ کے سینہ پر ٹیک کر لیٹے تھے۔ صاف طور سے مترشح ہوتا ہے کہ اسی حالت و عالم مین آپنے انتقال فرمایا۔ قرن اولیٰ اور خیر القرون ہی کے وقت سے

سوائے سکوت اور خاموشی کے اور کیا کر سکتی تھی۔ رسول ثقلین ص بستر مرگ پر وصیّت نہین کر سکتا۔ شہنشاہ کونین اپنے خاص عزیز سے مرتے دم رخصت نہین ہو سکتا۔ وہ آخری وصیت کے لیئے اپنے حبیب خاص اپنے قریب مخصوص کو بلاتا ہے پیش کیئے جاتے ہین دوسرے لوگ۔ وہ صورت دیکھتا ہے اور مدّعا کے خلاف پا کر خموشی سے پھر بالش علالت پر سر رکھ دیتا ہے اور آنکھین بند لیتا ہے۔ کہین جا کر تیسری مرتبہ اوسکی خواہش پوری کی جاتی ہے وہ اپنے حبیب اور قریب خاص کو دیکھکر اپنے ہاتھ اوسکی گردن مین ڈالدیتا ہے جو عموماً ہر ملک و قوم مین رخصت ہونے کا دستور ہے۔ ردائے مبارک اُٹھا کر اوسکو اپنی ردا مین لے لیتا ہے اور مرتے وقت جو کچھ وصیّت آخری کی صورت مین کہنا ہوتا ہے۔ کہدیتا ہے۔ اسی خلوت خاص کے عالم مین

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ اسکی بحث صحابہ مین چھڑ گئی۔ ابن سعد طبقات مین لکھتے ہین عن علی بن الحسین ع قال قبض رسول اللہ صلعم و راسہ فی حجر علی وفیہ ایضاً عن ابی غطفان قال سئلت ابن عباس ارایت رسول اللہ م توفی و راسہ فی حجر احد قال توفی رسول اللہ صلعم وھو المستند الی صدر علی قلت فان عروۃ حدثنی عن عائشہ انھا قالت توفی رسول اللہ صلعم بین سحری و نحری فقال ابن عباس اتعقل واللہ لتوفی رسول اللہ م وھو مستند الی صدر علی وھو الذی غسلہ حضرت علی بن الحسین ع سے منقول ہے کہ جس وقت جناب رسولخدا صلعم نے انتقال کیا تو آنحضرت صلعم کا سر علی ع کی گود مین تھا اور راوی کتاب مین ابو غطفان سے مروی ہے کہ مین نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ آیا آپنے دیکھا تھا کہ وقت وفات آنحضرت صلعم کا سر کسکی گود مین تھا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلعم نے انتقال فرمایا تو آنحضرت کا سر مبارک علی ابن ابیطالب کے سینہ سے لگا ہوا تھا۔ مین نے کہا عروہ تو مجھسے حضرت عائشہ کی یہ حدیث بیان کرتا ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے انتقال فرمایا تو آنحضرت صلعم انکی گود مین تھے عبداللہ بن عباس نے کہا کہ کچھ سمجھتے بھی ہو۔ خدا کی قسم جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی تو وہ علی کے سینہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اور علی ہی نے انھین غسل دیا امام نسائی خصائص مین لکھتے ہین عن ام سلمۃ قالت والذی تحلف بہ ام سلمۃ ان اقرب الناس عھداً برسول اللہ م علی ع قالت لما کان غداۃ قبض رسول اللہ م فارسل الیہ رسول اللہ صلعم قالت واظنہ کان بعثہ فی حاجۃ فجعل یقول جاء علی (ثلاث مرات) فجاء قبل طلوع الشمس فلما ان جاء عرفنا انہ الیہ حاجۃ فخرجنا من البیت وکنا عند رسول اللہ صلعم یومئذ فی بیت عائشۃ وکنت فی اخر من خرج من البیت ثم جلست من وراء الباب فکنت ادناھم الی الباب فاکب علیہ علی فکان اٰخر الناس بہ عھداً فجعل یسارہ ویناجیہ واللفظ حدیث للمستدرک فجعل یسارہ ویناجیہ ثم قبض صلعم حضرت ام سلمہ رض سے مروی ہے کہ قسم خدا کی قریب ترین مردم بوقت وفات سرور کائنات علی ابن ابی طالب ع ہین یعنی جس دن آنحضرت صلعم کا انتقال ہوا اوسکی صبح کو آپنے فرمایا کہ علی ع کو بلاؤ۔ جنھین شاید کسی کام کے لیئے باہر بھیجا تھا اور جبتک وہ نہین آئے کئی بار دریافت کیا کہ علی آئے یا نہین اتنے مین علی ع آگئے آپس مین ہم لوگ یہ گمان کر کے کہ غالباً علی ع سے رسول اللہ صلعم کو کوئی خاص حاجت ہے، خانہ عائشہ سے باہر نکل آئے اور مین سب کے بعد نکل کر دوسری عورتون کی نسبت دروازے سے بالکل قریب بیٹھی چنانچہ مین نے دیکھا کہ علی ع نے اپنا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب جھکا دیا اور آنحضرت صلعم

بحکم وقت پورا ہو جاتا ہے۔ خدا کی بارگاہ سے طلبی آجاتی ہے اور وہ بکمال سکون و اطمینان الرفیق الاعلی کہتا ہوا الصلوۃ وماملکت ایمانکم کی آخری وصیت فرماتا ہوا خارستان دنیا سے چمنستان عقبی کی طرف تشریف لے جاتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون انک میت وانھم میتون اللھم صل وبارک وسلم علی محمد سید المرسلین والہ الطیبین صلوۃ وسلاما کثیراً کثیراً۔

وفات رسول پر گریہ و بکا شبلی صاحب نے ذکر وفات کے بعد اہلبیت اور ازواج مطہرات کے حزن و ملال اور گریہ و زاری کے حالات جو لازمہ فطرت انسانی ہیں۔ غالباً اس وجہ سے نہیں لکھے ہیں کہ انکو تاریخی واقعات سے تعلق نہیں یا۔ اس سے جواز گریہ کی ایک خواہ مخواہ صورت قائم ہو جائیگی۔ جو آگے چلکر امتناع بکا رعلی الحسین کی مخالف ثابت ہوگی ہے۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اون سے بطور سرگوشی رازکی باتیں کرتے رہے پس علی ہی وہ شخص ہیں جو رسول مقبول کے پاس آخر وقت تک رہے۔ نیز مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ صلعم وقت وفات تک حضرت علیؑ سے راز کے امور ارشاد کرتے رہے۔

حضرت عمر کو بھی اسکا اقرار ہے۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں از جابر بن عبداللہ انصاری منقول است کہ گفت در زمان خلافت عمر بن الخطاب کعب الاحبار بنزد وے آمد و گفت یا امیر المومنین آخر کلمہ کہ رسول اللہ صلعم بآن تکلم نمود چہ بود عمر گفت از علی بپرسید امیر فرمود الصلوۃ الصلوۃ۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر کے ایام خلافت میں کعب الاحبار نے اون سے پوچھا کہ رسول اللہ صلعم نے وقت وفات سب سے آخری کونسا کلام ارشاد فرمایا تھا حضرت عمر نے کہا حضرت علیؑ سے پوچھو۔ علی بیٹھے تھے کہنے لگے الصلوۃ (نماز) الصلوۃ (نماز) بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ خود جناب علی مرتضی نے اپنے اس امر خاص سے احتجاج فرمایا ہے۔ راس المحدثین امام عقیلی لکھتے ہیں عن ابی الطفیل قال کنت علی الباب یوم الشوری فارتفعت الاصوات فسمعت علیاً یقول بایع الناس ابوبکر فانا واللہ اولی منہ واحق بہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفارا و فیکم احد اخر عھدہ برسول اللہ حین وضعتہ فی حفرتہ غیری ابوالطفیلؓ سے مروی ہے کہ میں شوری کے دن دروازے پر بیٹھا تھا پس لوگوں میں شور برپا ہوا میں نے حضرت علیؑ کو فرماتے ہوئے سنا لوگوں نے حضرت ابوبکر سے بیعت کرلی حالانکہ میں واللہ امر خلافت میں اون سے اولی اور احق تھا۔ پس میں نے سنا اور تسلیم کرلیا کہ مبادا لوگ کافر ہو جائیں کیا تم میں میرے سوا کوئی ایسا ہے جو سب کے بعد حضرت سے جدا ہوا ہو اور جس نے آپکو قبر میں اوتارا ہو۔

شبلی صاحب اور تاریخ وفات رسول کی تحقیق

شبلی صاحب نے بڑی جانکاہی سے وفات رسول کی اصل تاریخ جو تحقیق فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے۔ آپ لکھتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائے مرض کے دن۔ مدت علالت اور تاریخ وفات کے تعین میں روایات مختلف ہیں امر مختلف فیہ سے پہلے اون امور کو بتلا دینا چاہیئے جن پر تمام روایات کا اتفاق ہے اور جن پر گویا تمام محدثین اور ارباب سیر کا اجماع عام ہے اور وہ یہ ہیں (۱) سال وفات سلہ ہجری ہے (۲) مہینہ ربیع الاول کا تھا (۳) یکم سے بارہ تک کوئی تاریخ تھی۔ (۴) دوشنبہ کا دن تھا (صحیح بخاری ذکر وفات کتاب الجنائز) زیادہ تر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کل ۱۳ دن بیمار رہے۔ اس بنا پر

شبلی صاحب کی مآل اندیشی نتیجہ شناسی اور باریک بینی کی ہم ہمیشہ داد دیتے آئے ہیں۔ اور اس وقت بھی ہم آپکی اس حزم و احتیاط کی ضرور داد دینگے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اس مقام پر آپکی تائید نہیں کر سکتے اسلیئے کہ لازمۂ فطرت اور خاصۂ طبیعت انسانی سے علیحدہ ہو جانا پڑیگا۔ اس ضرورت سے آپکی ترتیب خاص کے خلاف ہم اپنے سلسلۂ بیان میں وہی سلسلۂ تفصیل ضرور قائم رکھینگے جو تمام حدیث و تاریخ کے مؤلفین متقدمین و متاخرین نے قائم رکھا ہے۔

(بقیہ عبارت حاشیہ صفحۂ گذشتہ) اگر یہ تحقیقی طور سے متعین ہو جائے کہ آپنے کس تاریخ کو وفات فرمائی تو تاریخ آغاز مرض بھی متعین کی جا سکتی ہے۔ حضرت عائشہ کے گھر بروایت صحیح، روز ایک دو شنبہ سے دوسرے دو شنبہ تک بیمار رہے اور یہیں وفات فرمائی اسلیئے ایام علالت کی مدت آٹھ روز تو یقینی ہے۔ عام روایت کے رو سے پانچ دن اور چاہئیں۔ اور یہ قرائن سے بھی صحیح معلوم ہوتا ہے اسلیئے ۱۳ دن مدت علالت صحیح ہے۔ علالت کے پانچ دن آپنے دوسری ازواج کے حجروں میں بسر فرمائے۔ اس حساب سے علالت کا آغاز چہار شنبہ سے ہوتا ہے۔ تاریخ وفات کی تعیین میں راویوں کا اختلاف ہے۔ کتب حدیث کا تمام دفتر چھان ڈالنے کے بعد بھی تاریخ وفات کی کوئی روایت مجھکو حدیث میں نہیں مل سکی۔ (یہیں سے شبلی صاحب سمجھ جائیں کہ سیرت نگاری کی تالیفی ضرورت میں حدیث کو سیر و تاریخ پر ترجیح دینا کیسا مضحکہ خیز خیال ہے۔ مؤلف) ارباب سیر کے ہاں تین روایتیں ہیں۔ یکم ربیع الاول۔ دوم ربیع الاول اور ۱۲ (دوازدہم) ربیع الاول ان روایتوں میں ترجیح دینے کے لیئے روایت و درایت سے کام لینا ہے۔ روایتاً دوم ربیع الاول کی روایت ہشام بن محمد بن سائب کلبی اور ابو مخنف کے واسطے سے مروی ہے (طبری ص۱۸۱۵) اس روایت کو اکثر قدیم مورخوں نے (مثلاً یعقوبی و مسعودی وغیرہ نے) قبول کیا ہے لیکن محدثین کے نزدیک یہ دونوں مشہور دروغگو اور غیر معتبر ہیں۔ یہ روایت واقدی سے طبری اور ابن سعد نے نقل کی ہے (ذکر وفات) لیکن واقدی کی مشہور ترین روایت جسکو اوسنے متعدد اشخاص سے نقل کیا ہے وہ ۱۲ ربیع الاول ہے البتہ بیہقی نے دلائل میں بسند صحیح سلیمان التیمی سے دوسری ربیع الاول کی روایت نقل کی ہے دلوز النبراس) لیکن یکم ربیع الاول کی روایت ثقہ ترین ارباب سیر موسیٰ بن عقبہ سے اور مشہور محدث امام لیث مصری سے مروی ہے (فتح الباری) امام سہیلی نے روض الانف میں اس روایت کو اقرب الی الحق لکھا ہے (جلد دوم ذکر وفات) اور سب سے پہلے امام مذکور ہی نے اس نکتہ کو درایۃً دریافت کیا کہ ۱۲ ربیع الاول کی روایت قطعاً ناقابل تسلیم ہے کیونکہ دو باتیں یقینی طور پر ثابت ہیں۔ روز وفات دو شنبہ کا دن تھا (صحیح بخاری ذکر وفات و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ) اس سے تقریباً تین مہینے پہلے ذی الحجہ ۱۰ھ کی نویں تاریخ کو جمعہ کا دن تھا۔ (صحاح قصہ حجۃ الوداع صحیح بخاری تفسیر الیوم اکملت لکم دینکم) ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ روز جمعہ سے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ تک حساب لگاؤ۔ ذی الحجہ۔ محرم۔ صفر۔ ان تین مہینوں کو، خواہ ۲۹-۲۹-۲۹ لو۔ خواہ ۳۰-۳۰-۳۰۔ خواہ بعض ۲۹ بعض ۳۰۔ کسی حالت اور شکل سے ۱۲ ربیع الاول کو دو شنبہ کا دن نہیں پڑ سکتا۔ اسلیئے درایۃً بھی یہ تاریخ قطعاً غلط ہے۔ دوم ربیع الاول کو حساب سے اوسوقت دو شنبہ ہو سکتا ہے جب تینوں مہینے ۲۹ کے ہوں جب پہلی دونوں صورتیں صحیح نہیں ہیں تو اب صرف تیسری صورت رہگئی جو کثیر الوقوع ہے یعنی ۲ مہینے ۲۹ کے اور ایک مہینہ ۳۰ کا لیا جاوے

محدث دہلوی شاہ عبد الحق صاحب مدارج النبوت مین ان کلمات کے ساتھ اتنا اضافہ اور فرماتے ہین۔

وا ابتاہ۔ بعد از تو وحی بر کہ فرود آید خداوندا، روح فاطمہ را بروح او رسان بار خدایا مرا برسول خویش قرین گردان۔ بار خدایا مرا از ثواب حبیب خویش بے نصیب مدار و در روز قیامت از شفاعت او محروم مگذار۔

اے پدر نامدار۔ بعد آپکے وحی اب کس پر نازل ہوگی خدایا تو فاطمہ کی روح کو اوسکی روح کے پاس پہونچا دے۔ بار خدایا مجھکو اپنے رسول سے قریب کردے۔ بار خدایا۔ مجھے اپنے حبیب کے ثواب سے محروم نہ رکھ۔ اور قیامت مین اوسکی شفاعت سے محروم نہ چھوڑیو

حضرت عائشہ کی گریہ وزاری

حضرت عائشہ کی اوسی کتاب مین یہ گریہ وزاری منقول ہے۔

مرویست کہ عائشہ صدیقہ زاری میکرد و میگفت دریغ پیغمبرے کہ فقر بر غنا اختیار کرد و آن دین پرورے کہ از غم گناہان امت ہیچ شب تمام در بستر راحت باستراحت مشغول نشد و ہرگز از میدان صبر و تحمل از محاربۂ نفس فرار ننمودہ و چشمان او ہرگز بمنہیات التفات نفرمودہ و با وجود کثرت ایذا و احتراز کفار و اہل ضلال گرد بر روے با اقبال وے ننشست و در انعام و افضال بروے ہیچ فقیر نوال نبست و دندان دُر مثال وے بضرب سنگ دشمن شکستہ و سر وے بعصابہ حوادث روزگار بستہ شد و شکم وے در روز متتابع از نان جو سیر نشد۔

حضرت عائشہ رو رو کر کہنے لگین آہ۔ وہ پیغمبر جس نے ناداری مالداری پر اختیار کی۔ وہ دین پرور جو امت کے گناہون کے غم سے کبھی رات بھر آرام نہ سویا اور نفس کے مقابلہ مین میدان صبر و تحمل سے کبھی نہ ہٹا اور ضروریات دنیا کی طرف کبھی اوسکی آنکھین ملوث نہوئین اور باوجود اتنی ایذا و جبر کفار کے کبھی آپکے روئے مبارک پر گرد ملال نہ بیٹھی جسکے عطا و جود کا دروازہ کبھی فقیر بینوا کے لیے کبھی بند نہوا۔ اوسکے موتی کے ایسے دانت توڑے گئے۔ اوسکے سر پر درد مصائب کی وجہ سے رومال باندھے اور جس کا شکم مطہر کبھی علی الاتصال دو دن بھی نان جو سے سیر نہوا۔

اس حساب مین فقط رویت ہلال کا اعتبار کیا گیا ہے جس پر اسلامی قمری مہینون کی بنیاد ہے۔ اصول فلکی سے ممکن ہے کہ اس پر خدشات وارد ہو سکتے ہون۔ کتب تفسیر مین تحت آیت الیوم اکملت لکم دینکم حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت کے یوم نزول (۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ) سے روز وفات تک ۸۱ دن ہوتے ہین (دیکھو ابن جریر، ابن کثیر اور بغوی وغیرہ) ہمارے حساب سے ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری سے لیکر یکم ربیع الاول دو ۲۹ اور ایک مہینہ ۳۰ کا لیکر جو ہماری مفروضہ صورت ہے پورے ۸۱ دن ہو جانا چاہیے ہیں۔ ابو نعیم نے بھی دلائل مین بسند صحیح یکم ربیع الاول تاریخ وفات نقل کی ہے۔ ج دوم صفحہ ۱۲۶ س

شبلی صاحب کی موجودہ تحقیق اپنی ایک حد تک ضرور قابل قدر و تعریف ہے اور تاریخ ولادت کی تحقیق سے زیادہ معتبر لیکن اتنی جانکاہ کوشش کے بعد آپ یکم ربیع الاول کو تاریخ ولادت قرار دیتے ہین۔ یہ آپکی سہو النظری ہے یا تقلید اسلاف کی ذوانثری یکم ربیع الاول وفات کی تاریخ نہین ہے بلکہ دفن کی تاریخ ہے۔ وفات کی اصلی تاریخ وہی ہے جو علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم سے مروی ہے اور وہ ۲۸ صفر ہے

تعزیت اہلبیت اسکے آگے صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں۔

چون آن واقعہ ہائلہ رو نمود مردان اہل بیت درآمدند و پردہ درمیان زنان و مردان بستند و از ناحیہ خانہ آواز شنیدند و ہیچ گوئندہ را نمی دیدند کہ می گفت السلام علیکم یا اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کُلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت وانّما توفّون اجورکم یوم القیامۃ بدانید کہ ہر مصیبتے را نزد خداوند تعالیٰ تسلیہ و ہر فوت شدہ را خلفی است پس بخداوند تعالیٰ واثق باشید و باو بازگردید و جزع نہ نمائید کہ بحقیقت مصیبت رسیدہ کسے است کہ از صواب محروم باشد والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ علی کرم اللہ وجہہ

جب یہ واقعہ عظیم رونما ہوا تو اہلبیت کے مردوں نے گھر میں آکر فوراً مردوں اور عورتوں کے درمیان پردہ کھینچ دیا اور اطراف خانہ سے یہ آواز سنائی دی مگر آواز دینے والا نہ دکھلائی دیا۔ وہ ندا یہ تھی کہ اے اہل بیت سلام ہو تم پر اور خدا کی رحمت و برکت۔ ہر جاندار شے موت سے لذت پذیر ہونیوالی ہے اور تم لوگ بروز قیامت اپنے اجر پانیوالے ہو۔ یہ سمجھ لو کہ ہر مصیبت کے لیئے ایک تسکین و تسلی ہے اور ہر مصیبت رسیدہ کے واسطے ایک عالم خاص ہے۔ خداوند عالم کے وعدہ و اقرار کے ساتھ سچے رہو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔ آہ و نالہ نہ کرو حقیقتاً مصیبت زدہ تو وہ شخص ہے جو صواب سے محروم رہجاوے۔ سلام ہو اوپر تمہارے اور خدا کی رحمت و برکت ہو۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ آپ اپنی کتاب میں برابر اور تمام تر اپنی سُناتے چلے آئے۔ کبھی کبھی دوسروں کی بھی سُن لیا کیجئے۔

آپ خود آغاز حالات مرض میں لکھ چکے ہیں۔ ۱۸یا ۱۹ صفر ۱۱ہجری میں آدھی رات کو آپ جنۃ البقیع میں (جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا) تشریف لیگئے وہان سے تشریف لائے تو مزاج ناساز ہوا۔ یہ حضرت میمونہ کی باری کا دن تھا اور روز چہارشنبہ تھا۔ پانچ دن تک آپ اسی حالت میں رہے اور از راہ عدل و کرم ایک ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لیجاتے رہے۔ سیرۃ صفحہ ۱۳۳۔ پھر اسی عبارت کے زیر حاشیہ مرقوم ہے۔ زیادہ تر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کل ۱۳ دن بیمار رہے اس بنا پر اگر یہ تحقیقی طور سے متعین ہو جائے کہ آپنے کس تاریخ کو وفات پائی تو تاریخ آغاز مرض بھی متعین کیجاسکتی ہے۔ حضرت عائشہ کے گھر بروایت صحیح ۸ روز تک (ایک دوشنبہ سے دوسرے دوشنبہ تک) بیمار رہے اور یہین وفات فرمائی۔ علالت کی مدت آٹھ روز تو یقینی ہے۔ عام روایت کی رو سے پانچ دن اور چاہئیں اور یہ قرائن سے بھی معلوم ہوتا ہے اسلیئے مدت علالت ۱۳ دن صحیح ہے۔ علالت کے پانچ دن آپنے دوسری ازواج کے حجروں میں بسر کیئے۔ اس حساب سے علالت کا آغاز چہارشنبہ سے ہوتا ہے

(حاشیہ صفحہ ۱۳۵)

لیکن اصل کتاب کی اصل عبارت میں آپنے مدت علالت کل ۹ دن کی ویسی کی ویسی ہی چھوڑ دی۔ کیونکہ جیسا کہ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں صفحہ ۱۳۴ کی آخر سطر میں ۱۸ یا ۱۹ صفر کی آدھی رات کو آپکا جنۃ البقیع میں تشریف لیجانا اور وہان سے واپسی پر آغاز علالت بتلایا گیا ہے تو اگر ۱۸ کا اعتبار کر کے ۱۹ سے آغاز علالت کا حساب کیا جائے تو یکم ربیع الاول تک۔ گیارہ دن تمام ہو کر بارہواں دن یوم وفات قرار پاتا ہے۔ اور اگر ۱۹ صفر سے ایام علالت قرار دیئے جاتے ہیں تو ۱۰ دن ختم ہو کر گیارہواں دن یوم الوصال ثابت ہوتا ہے۔ غرض دونوں

فرمود ہیچ می دانید کہ این کہ بود گفتند نہ فرمود کہ خضر بود کہ تعزیت بما رسانیدہ ۔ روضۃ صفحہ ۵۶۲
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ کچھ جانتے ہو کہ یہ ندا کرنیوالا کون شخص تھا۔ لوگون نے کہا نہین۔ فرمایا۔ یہ خضر تھے۔ جو ہمکو تعزیت دینے آئے تھے۔

شبلی صاحب تجہیز و تکفین کی نسبت تحریر فرماتے ہین۔

تجہیز و تکفین کا کام دوسرے دن سہ شنبہ ۲ ربیع الاول کو شروع ہوا اس تاخیر کے متعدد اسباب تھے (۱) عقیدتمندون کو یقین نہ آتا تھا کہ حضور نے اس دنیا کو الوداع کیا (کہ) چنانچہ حضرت عمر نے تلوار کھینچ لی کہ جو کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی اوسکا سر اوڑا دونگا لیکن جب حضرت ابوبکر آئے اور اونھون نے تمام صحابہ کے سامنے خطبہ دیا کہ حضور کا اس خیال سے تشریف لیجانا یقینی تھا اور قرآن مجید کی چند آیتین پڑھین تو لوگون کی آنکھین کھلین اور اس ناگزیر واقعہ کا یقین آیا۔ (۲) اسکے بعد اتنا وقت نہین رہا تھا کہ غروب آفتاب سے پہلے تجہیز و تکفین سے فراغت ہو سکے (۳) قبر کنی کا کام غسل و کفن کے بعد شروع ہوا اسلیئے دیر تک انتظار کرنا پڑا (۴) جس حجرے مین آپنے وفات پائی تھی وہین لوگ علی الترتیب تھوڑے تھوڑے کرکے جاتے اور نماز جنازہ ادا کرتے تھے۔ پہلے بھی دیر لگی اور سہ شنبہ کا دن تمام ہو کر رات کو فراغت ملی۔

شبلی صاحب کے رقم کردہ وجوہات تاخیر تدفین کے انکشافات

حقیقت حال پر شبلی صاحب کی نقاب افگنی کا تو یہ خاص الخاص مقام ہے۔ اور ہمارے انکشافات کا بھی خاص موقع۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ حساب سے کسی طرح تیرھوان دن آپکے انتقال کا روز نہین پایا جاتا ۱۳ دن علالت کے صحیح ہین لیکن یہ حساب اوسوقت صحیح ہوگا جب علالت کی ابتداء ۱۵ صفر سے قرار دیجائیگی اور مطابق مرویات اہلبیت علیہم السلام بالاتفاق ۲۸ صفر روز انتقال ٹھہرایا جائیگا تو اول سے آخر تک تمام مرویات کے بیانات صحیح اور ٹھیک ٹھیک اوترجائینگے اس طرح کہ ۱۵ صفر سے لیکر ۲۸ صفر تک ۱۳ دن علالت کے بھی صحیح اوترجائینگے اور ۲۸ اور ۲۹ صفر دو دن (روایت ۲۹ کی جیسا کہ آپ خود صورت مفروضہ نمبر ۵ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۷۵ مین لکھ چکے ہین بقول آپکے تجہیز و تکفین کے اہتمام یا انتظام سقیفہ سے صحابہ کی واپسی کے انتظار مین صرف ہوکر آنحضرت صلعم یکم ربیع الاول کو مدفون ہوئے۔ ہم اوپر لکھ کر بتلا چکے ہین کہ یکم ربیع الاول یوم انتقال اور روز وصال نہین ہے۔ بلکہ یوم الدفن ہے۔

اسلیئے جبتک کہ مرویات اہل بیت علیہم السلام کی متابعت نکیجائیگی۔ اصل تاریخ و روز وفات نہ آجتک معلوم ہوا ہے اور نہ قیامت تک معلوم ہو سکتا ہے۔ آپ ایک حساب کیا ہزارون حساب بنایئے۔ زائچون پر زائچے کھچوایئے۔ بلکہ آسمان و زمین کے قلابے ملایئے۔ کوئی حساب نہ ٹھیک اوترا ہے اور نہ اوتریگا۔ ولادت کی تعیین روز و تاریخ مین بھی شبلی صاحب نے اپنی تحقیق کی ایسی ہی جدت دکھلائی ہے اور آسمان سے لیکر زمین تک کی خبر لے ڈالی ہے مگر سب مشکوک مظنون اور غیر موزون۔ وہان بھی ہم لکھکر بتلا آئے ہین کہ ۱۷ تاریخ یوم ولادت قرار دینے سے۔ جو خاص مرویات اہلبیت علیہم السلام اور جسکو صاحب تاریخ الخمیس وغیرہم نے بالآخر مجبور ہوکر نقل کیا ہو سب حساب ٹھیک ہوجاتے ہین۔ ورنہ تمام قیاسی شمار اور مفروضہ طومار۔ ایک سے ہزار تک بالکل بیکار ہین۔ فافہم فتدبر۔ المؤلف عفی عنہ

ہاں شبلی صاحب جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کی تاخیر سے متعلق جتنے اسباب خارجی و ظاہری تھے وہ آپ نے لکھ کر دکھلا دیئے۔ مسلمانوں کو عموماً اور حضرت عمر کو خصوصاً آپ کی وفات کا یقین نہ آتا تھا حضرت ابوبکر آئے حضرت عمر کو سمجھایا۔ اسی سمجھوتے میں دیر لگی۔ شبلی صاحب۔ آپ بیکار کیوں تمام مسلمانوں کو سمیٹتے ہیں۔ اس واہمہ وقیاس کے پھیلانے والے۔ اس مخالف فطرت انسانی معارض احکام ربانی عقیدے کے بتلانے والے تو حضرت عمر ہی ثابت ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تاریخ طبری کی مفصلہ ذیل عبارت

توفی رسول اللہ وابوبکر بالسنح وعمر حاضر فلما توفی رسول اللہ ص قام عمر ابن الخطاب فقال ان رجالا من المنافقین یزعمون ان رسول اللہ توفی وان رسول اللہ صلعم ما مات۔

رسول مقبول صلعم کی وفات کے وقت حضرت عمر موجود تھے مگر حضرت ابوبکر موضع سُنح میں تھے جب آنحضرت صلعم کا انتقال ہوگیا تو حضرت عمر نے کہا کہ منافقین کو گمان ہے کہ رسول اللہ صلعم فوت ہو گئے۔ مگر خدا کی قسم آنحضرت صلعم فوت نہیں ہوئے۔

علامہ شہرستانی۔ کتاب ملل و نحل میں تحریر فرماتے ہیں۔

قال عمر ابن الخطاب من قال ان محمداً مات قتلتہ بسیفی ھذا۔

حضرت عمر ابن الخطاب نے کہا کہ جو شخص کہیگا کہ رسولؐ کا انتقال ہوگیا۔ میں اوسکو اپنی اس تلوار سے قتل کر ڈالوں گا۔

محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

مردم بواسطہ سخن عمر در شک افتادند در موت آنحضرت صلعم و دراں ساعت ابوبکر صدیق در منزل خویش در محلہ سخ بود کسے را فرستادند تا وے را خبردار گردانیدند پس ابوبکر بتعجیل سوار شد و میگفت واہ محمداہ و میگریست تا بہ مسجد رسول ص درآمد و دید کہ مردم متفرق الحال اند۔

حضرت عمر کے اس قول کو سُنکر لوگ شک میں پڑ گئے کہ آنحضرت صلعم کا انتقال ہوا یا نہیں۔ اوسوقت حضرت ابوبکر اپنے مکان واقعہ محلہ سُنح میں تھے اونکو رسول اللہ کے انتقال کی خبر دی گئی تو فوراً سوار ہو کر روتے ہوئے اور وامحمداہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے اور مسجد نبوی میں آکر دیکھا کہ لوگ مختلف الحال ہو رہے ہیں۔

تصور کریں حضرت عمر پکڑے جائیں سب مسلمان۔ اب تو شبلی صاحب اور اونکے مویدین کو معلوم ہوگیا کہ حضرت عمر ہی اس خیال کے بانی اور موجد تھے۔ سیدھے سادھے مسلمان انہیں کی شخصیت سے مرعوب ہو گئے۔ کہ اب اسکی تمام کیفیت اوسی روضۃ الاحباب کی باقی عبارت سے حسب ذیل ملاحظہ کی جائے جس سے ثابت ہوجائیگا کہ آپ کے اسباب اربعہ میں سے ایک بھی تاخیر تکفین و تدفین آنحضرت صلعم کا اصلی سبب نہیں تھا بلکہ جو حقیقی وجہ تاخیر تھی وہ اس عبارت سے بکمال وضاحت معلوم ہو جائیگی۔

پس ابوبکر صدیق از خانہ بیروں آمد و عمر درمیان غلاز مردم

حضرت ابوبکر جسد رسول کی زیارت سے مشرف ہوکر باہر نکلے تو لوگوں کے

سخن میکرد و می گفت پیغمبر صلعم وفات نیافته
صدیق سه نوبت باوے گفت بنشین و هربار عمر
ابا نمود پس ابوبکر گفت ایها الرجل بدرستیکه
رسول خدا وفات یافته۔ نشنیدهٔ که حق
تعالیٰ در کتاب خویش باوے این خطاب
فرمود انک میت و انهم میتون
و فرمود وما جعلنا لبشر من
قبلک الخلد فان مت هم
الخالدون۔ آنگاه بر منبر رسول ؐ برآمده۔
مردم همه عمر را گذاشتند و بابوبکر متوجه شدند
صدیق خطبهٔ خواند مشتمل بر حمد و ثنائے خداوند
تعالیٰ و درود بر محمد مصطفیٰ ؐ و گفت من کان
یعبد محمدا فان محمداً قد فات و
من کان یعبد الله فان الله حی
لا یموت و آیت وما محمدٌ الا
رسول قد خلت من قبله
الرسل افائن مات او قتل
انقلبتم علی اعقابکم تا آخر آیه خواند عمر گوید
پائے من لرزید و بیفتادم و گوئیا من این
آیت را نه شنیده بودم و همه
مردم آن دو آیت را از ابوبکر فرا گرفتند
و می خواندند و ابن عمر گوید گوئیا
بر روئے ما پرده بود و بواسطه
ابوبکر برداشته شد پس اہالی مدینہ

ہجوم میں حضرت عمر کو لوگون سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ پیغمبر خدا نے
وفات نہیں پائی ہے حضرت صدیق نے تین بار پکار کر اون سے کہا کہ
بیٹھ جاؤ۔ لیکن ہر بار حضرت عمر نے بیٹھنے سے انکار کیا تب تو حضرت صدیق
نے (ڈانٹ کر) اون سے کہا کہ مرد خدا رسول اللہ صلعم نے یقیناً وفات
پائی۔ کیا تمنے آجتک نہین سنا ہے کہ خدائے سبحانہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید
میں اون سے خطاب کر کے کہا ہے تم بھی مرنیوالے ہو اور تم سے پہلے
بھی لوگ (انبیائے متقدمین) مر چکے ہیں پھر ارشاد باری یہ بھی ہے
کہ ہمنے کسیکو ابدی زندگانی نہین دی ہے ہاں جب وہ مر جائینگے تب
ابدی زندگانی پائین گے یہ فرما کر حضرت ابوبکر منبر کی طرف بڑھے
تمام لوگ اوسی وقت حضرت عمر کا ساتھ چھوڑ کر حضرت ابوبکر کی طرف
متوجہ ہو گئے حضرت ابوبکر منبر پر تشریف لیگئے اور حمد و ثنائے الٰہی بیت
ایک خطبہ پڑھا اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود
بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ جو محمدؐ کی (نعوذ باللہ معبود سمجھکر) عبادت کرتا ہے
وہ سمجھ لے کہ محمدؐ نے انتقال کیا اور جو شخص کہ خالص خدائے واحد
کی عبادت کرتا ہے وہ یقین کر لے کہ خدائے بزرگ و واحد ہمیشہ
زندہ رہنے والا ہے اور کبھی مرنیوالا نہین۔ اسکے بعد یہ آیت تلاوت
فرمائی کہ محمد صلعم ایک رسول ہیں۔ اگر وہ مر جائین یا قتل ہو جائین
تو کیا تم دین سے اولٹے پاؤن پھر جاؤ گے۔ اس آیہ کو آخر فقرہ۔
تم بھی مرنیوالے ہو اور وہ بھی مرنیوالے تھے۔ تک تلاوت فرمایا۔
حضرت عمر کا بیان ہے کہ یہ سنکر میرے پاؤن کانپنے لگے اور مین کھڑے
کھڑے گر پڑا۔ گویا کہ مین نے ابتک اس آیت کو سنا ہی نہین تھا۔
تمام لوگون نے اس آیت کو حضرت ابوبکر سے سنکر یاد کر لیا اور پڑھنے
لگے۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہین کہ گویا اسوقت تک ہماری آنکھون
پر پردہ پڑا تھا اور حضرت ابوبکر کے وسیلے سے وہ حجاب اس وقت

و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دل بر فوت آنحضرت صلعم نہادند انا للہ و انا الیہ راجعون گفتند ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تعزیت و تسلیۃ اہلبیت بجا آورد و گفت مہم غسل و تجہیز و تکفین آنحضرت تعلق بشما دارد و خود با اکابر مہاجر و انصار بسقیفہ بنی ساعدہ رفت تا امر خلافت قرار دہند۔ ص ۵۶۳

سامنے سے اوٹھ گیا پس باشندگان مدینہ و نیز تمامی صحابہ رسول مقبول صلعم کو اسوقت سے آنحضرت صلعم کی وفات کا یقین ہوگیا۔ تب سب لوگوں نے آیہ ترجیع انا للہ و انا الیہ راجعون کو پڑھا۔ اسکے بعد حضرت ابو بکر صدیق اہلبیت علیہم السلام کی خدمت مین جا کر رسم تعزیت اور تسلیہ بجا لائے اور فرمایا آپ حضرات سے جناب سالتمآب صلعم کے غسل و تجہیز و تکفین کی مرویات متعلق ہین۔ آپ انھین انجام دین اور خود تمام بزرگان مہاجرین و انصار کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ مین تشریف لے گئے کہ امر خلافت کو قرار دین۔

مرقومہ بالا عبارت سے اصل وجہ تاخیر کا راز سربستہ کھل گیا کہ اس تمام التوا و تاخیر کا اصلی باعث اور حقیقی سبب سقیفہ کی پنچایت اور خلافت کا دنگل تھا جب یہ پنچایت اوٹھ گئی اور یہ دنگل برخاست ہو گیا۔ تو رسول اللہ ص کی نعش مبارک دفن کی گئی صحابہ کرام کے اس خاص طرز عمل مین آجتک یہ شعر زبان زد خاص و عام ہے ؎

چون صحابہ حب دنیا داشتند مصطفےٰ ص را بے کفن بگذاشتند

فاضل عباسی گورکھپوری نے اس موقع کی روئداد حاضرہ کی نسبت اپنی کتاب تاریخ الاسلام مین نہایت معقول اور پُر واقع رائے قائم کی ہے اور وہ یہ ہے کہ سلاطین کے مردے دفن نہین کیئے جاتے ہین جبتک کہ ولیعہد کی تخت نشینی کا مسئلہ طے نہین پالیتا ہے۔ افسوس ہے کہ خانۂ رسالت بھی اس دستور سے خالی نہ رہ سکا جبتک کہ خلافت کا مسئلہ طے نہ پالیا رسول اللہ صلعم کی نعش مبارک دفن نہین کی گئی۔

فاضل مورخ کا استعجاب نہایت صحیح ہے لیکن اس استعجاب سے پہلے ہمارے فاضل محقق کو سمجھ لینا چاہیئے کہ رسول اللہ صلعم کی آنکھ بند ہوتے ہی احکام شریعت اور قوانین رسالت سب رخصت ہو گئے۔ اور انکی جگہ نظام حکومت و سیاست قائم ہو گئے زمانۂ رسالت مین سیاست شریعت کی تبیع تھی اور اب شریعت سیاست کا ایک ماتحتی شعبہ قرار دیدی گئی جسکے نزدیک رسول اللہ صلعم کی مقدار ذات ایک ملکی حاکم اور قومی سردار سے زیادہ نہین بڑھتی۔ اس بنا پر وفات رسول ص کے بعد بھی عموماً وہی کیا گیا جو عام حاکمان ملکی اور سرداران قومی کے مرنیکے بعد ملک و قوم مین کیا جاتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر بنی ہاشم کو تاخیر کرنیکی کیا مجبوری تھی۔ اول ان مین سے تو ایک شخص بھی سقیفہ بنی ساعدہ مین شریک نہ تھا جواب یہ ہے کہ اول تو بنی ہاشم مین اسوقت تک کل چھ آدمی مرد تو تھے ہی۔ اور باقی سب بچے اگر یہ کل چھ آدمی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی لاش مطہر کو بلا انتظار مہاجر و انصار دفن فرما دیتے تو جو فساد اور

مصیبتیں اونکو وفات رسول ص کے بعد معرکہائے جمل و صفین سے لیکر واقعہ کربلا تک پیش آئیں۔ وہ اسی وقت فوراً سامنے آجائیں اسکے علاوہ ازواج مطہرات خصوصاً امہات المومنین حضرت عائشہ و حفصہ و دیگر خواتین جنکے اعزا و اقارب ارباب سقیفہ اور اصحاب حل و عقد تھے۔ کب بلا مشارکت اپنے عزیزوں کے لاش رسول ص کو دفن ہوتے دیتیں۔ اسلیے حضرات اہلبیت علیہم السلام اور بزرگان بنی ہاشم مراسم تجہیز و تکفین سے فراغت کرکے لاش مطہر رسول اللہ صلعم کو لیے بیٹھے رہے اور اسلام کی نئی دنیا کے انقلاب کو بہ زار چشم حسرت و عبرت مشاہدہ فرماتے رہے۔

یہ سب شبلی صاحب اور اونکے اسلاف کی موضوعہ تاویلیں ہیں کہ اس وجہ سے دفن میں دیر ہوئی اس باعث سے قبر کنی میں تاخیر ہوئی۔ اور اس سبب سے آپس میں اختلاف رائے ہوا۔ اختلاف ہوا تو کیسے۔ اختلاف تو جب ہوتا ہے جب متعدد آدمی ہوتے ہیں۔ وہاں سب لوگ تو سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع تھے۔ یہاں سوائے بنی ہاشم کے تھا ہی کون جس سے اختلاف رائے ہوتا۔ حقیقت اتنی ہے کہ قبر مطہر کھدگئی۔ غسل و کفن بھی ہوگیا۔ نعش مبارک بھی تیار ہوگئی۔ یہ صاحب آلیں وہ بزرگ تشریف لالیں۔ اسی انتظار نے ایک دن کا دو دن کردیا۔ بات تھی تو اتنی ہی۔ اب جتنا جی چاہے بڑھا لیجیے۔

روضۃ الاحباب کے مرقومہ بالا روایت سے علاوہ حقیقت حال کے مفصلہ ذیل حالات پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔

اول یہ (۱) تمام صحابہ کرام کو عموماً اور حضرت عمر بن الخطاب کو خصوصاً ان آیات قرآنیہ کا جنکو حضرت ابوبکر نے تلاوت فرمایا ابتک کوئی علم و اطلاع نہیں تھی۔ اس بناپر یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ صحابہ کرام میں سے کسیکو بھی پورا قرآن یاد نہیں تھا اور ان میں سر نمبر حضرت عمر قرار پاتے ہیں۔

(۲) یہ بھی ثابت ہوگیا کہ باوجود انا بشر مثلکم کے یقین کامل کے تمام صحابہ کرام علی الخصوص حضرت عمر بن الخطاب جناب رسالتمآب کے وجود ذیجود کو آجتک فنا پذیر نہیں سمجھتے تھے۔ اسی بناپر وہ رسول اللہ صلعم کی موت سے انکار فرماتے تھے اور اس امر میں اپنی پوری قوت اجتہادیہ سے کام لیتے تھے چنانچہ کنز العمال میں ہے۔

عن عباس ان عمر بن الخطاب ذکر لہ ما حملہ علی مقالتہ التی قال حین توفی رسول اللہ ص قال کنت اتامل ہذہ الایۃ وکذلک جعلنکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس فواللہ ان کنت لاظن انہ سیبقی فی امتہ حتی یشہد علیہا باخر اعمالہا وانما الذی حملنی ان قلت ما قلت	ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت عمر نے اون سے ذکر کیا کہ مجھکو جناب رسول خدا صلعم کی وفات میں اس آیت نے تامل دلادیا تھا۔ وہ آیت یہ ہے کہ میں نے تمکو امت وسطیٰ (درمیان) قرار دیا ہے تاکہ تم لوگوں کا مشاہدہ حالات کیا کرو۔ اسوجہ سے میں نے خیال کیا کہ آپ اپنی امت میں باقی رہکر اونکے آخر اعمال تک کا مشاہدہ فرمائینگے اور یہی وجہ تھی کہ میں نے اوسوقت جو کہنے کی بات تھی کہدی تھی۔
(اخرجہ البیہقی فی دلائل النبوۃ) (بیہقی فی الدلائل)	(منقول از کنز العمال)

حضرت عمر کا یہ اجتہاد کسقدر معارض اصول توحید تھا اور مخالف قرآن مجید وہ محققین کے فیصلہ پر موقوف ہے۔

(۳) جب اتنے مسلمان ایک خاص شخص کو جیا ہے وہ ارتقائے فطرت کے نقطہ انتہا تک کیون نہ پہونچا ہو۔ فانی نہین سمجھتے تھے۔ بلکہ اپنے خیال مین باقی اور ابدی سمجھتے تھے۔ تو وہ کیسے اصول اسلام کے موافق کامل الاسلام اور خالص الایمان کہے جائینگے کیونکہ۔ ہم دیکھتے ہین عموم صحابہ کے علاوہ خود حضرت عبداللہ بن عمر سا متشرع بزرگ بھی یہ اقرار کرتا ہے کہ ہماری آنکھون پر ایک پردے پڑے ہوے تھے۔ جو حضرت ابوبکر کی تصریحات آیات نے سامنے سے اوٹھا دیے۔ انکے اقرار کے علاوہ۔ خاص حضرت عمر کا اعتراف ہے جو حضرت ابوبکر کے استدلال آیات قرآنیہ سے آپ پر مستولی ہوا تھا شاہد صادق ہے۔

(۴) اتنی مدت تک یہ حضرات جو اس عقیدہ پر قائم رہے وہ اصولاً عقائد اسلامی کے متمسک تھے یا نہین۔

(۵) تدفین رسول صلعم اور تعیین خلیفہ کی اہمیت اور فرق مابہ الامتیاز بھی پوری طور سے ثابت ہوگیا۔

(۶) اسی کے ساتھ بنی ہاشم اور اہلبیت رسول صلعم کے ساتھ تمام اہل اسلام کے موجودہ اور آئندہ طرز عمل بھی معلوم ہوگئے اور اسی وقت سے معلوم ہوگیا کہ ملکی تنظیم یا سیاسیات مین بنی ہاشم اور اہلبیت علیہم السلام کا ان تمام لوگون کے نزدیک کوئی حق و حصہ نہین تھا۔ اور نہ ان مین اسکی کوئی صلاحیت و قابلیت تھی۔ اسی بنا پر حضرت ابوبکر نے ان بزرگوارون کو تجہیز و تدفین رسول صلعم کے موجودہ کامون کے لیے مخصوص طور پر علٰحدہ کردیا اور خود تمام مہاجر و انصار کے ساتھ نظام حکومت اور استحکام امارت کے لیے سقیفہ مین تشریف لے گئے۔ بقول لبیک سے از صحن خانہ تا لب بام اذان من + وز سقف خانہ تا بہ ثریا اذان تو۔ یا سمجھنے والے یون سمجھ لین کہ۔ جس کا مردہ ہو وہ گاڑے۔ ہم کیون ہاتھ لگانے جائین۔

تجہیز و تکفین آنحضرت صلعم

شبلی صاحب اسکی تفصیل مین لکھتے ہین۔

تجہیز و تکفین کی خدمت خاص اعزا و اقارب نے انجام دی فضل ابن عباس اور اسامہ نے پردہ کیا اور حضرت علیؑ نے غسل دیا۔ حضرت عباس بھی موقع پر حاضر تھے اور بعض روایتون مین ہے کہ انھین نے پردہ کیا تھا چونکہ اس شرف مین ہر شخص شریک ہونا چاہتا تھا۔ اسلیے حضرت علیؑ نے اندر سے کنواڑ بند کرلیے تھے۔ انصار نے دروازے پر آواز دی کہ خدا کے لیے ہمارے حقوق کا بھی خیال رکھیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمتگذاری مین ہمارا بھی حصہ ہے۔ حضرت ابوبکر نے جیسا کہ واقدی کا بیان ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلعم مین کسی کا حق نہین ہے اسلیے اگر سب کو اجازت دی گئی تو کام بیجا ہوگا۔ لیکن انصار کے اصرار پر حضرت علیؑ نے اوس بن خولی انصاری کو۔ جو اصحاب بدر مین تھے اندر بلالیا وہ پانی کا گھڑا بھر بھر کر لاتے تھے۔ حضرت علیؑ نے جسم مبارک کو سینہ سے لگا رکھا تھا۔ حضرت عباس اور اونکے دونون صاحبزادے قثم اور فضل جسم مبارک کی کروٹین بدلتے تھے اور اسامہ بن زید اوپر سے

پانی ڈالتے تھے۔

شبلی صاحب نے حقیقت حال تو لکھدی۔ لیکن عادت اور ضرورت سے مجبور تھے۔ حضرت ابوبکر کی شرکت کو داخل ہی کر دیا۔ حالانکہ روضۃ الاحباب کی مرقومہ بالا عبارت سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکر خود تجہیز و تکفین رسولؐ کی خدمت بنی ہاشم اور اہل بیت علیہم السّلام کو سپرد فرما کر سقیفہ میں تشریف لے گئے تھے۔ پھر آپ موجود کہاں تھے جن سے انصار شمول خدمت کی اجازت لیتے۔ یہ تو بالکل خلاف واقع ہے۔ تجہیز و تکفین رسول اللہ صلعم سے حضرت ابوبکر وغیرہم کی غیر حاضری محدثین و مورخین اور جملہ اسلامی مولفین کا اتفاقی مسئلہ۔ آپ خود بھی لکھکر اقرار کر چکے ہیں کہ تجہیز و تکفین کی خدمت خاص اعزا و اقارب نے انجام دی۔ بڑی تلاش اور سخت کد و کاوش کے بعد آپکو واقدی کے ایک قول سے تجہیز و تکفین رسول اللہ صلعم میں حضرت ابوبکر کی شرکت معلوم ہوئی اور آپنے اوسکو لکھ مارا۔ چونکہ اسوقت اپنے مطلب کی ہے اسلیئے واقدی کی تحریر پر نقد و تبصرہ کی کوئی ضرورت نہیں اور نیز اوسکی مجہولیت و موضوعیت کی شہرت خاص سے کوئی بحث نہیں۔ وہ تو اسوقت امام بخاری و مسلم کے برابر قوی الاسناد ہیں۔ لیکن ہم آپکو بتلائے دیتے ہیں کہ واقدی وہی بزرگ ہیں جنکی نسبت آپ خود لکھ چکے ہیں کہ واقدی کی مجہولیت کا مسئلہ عام ہے۔ پھر ایسے مجہول خاص بھی نہیں مجہول عام سے آپ حضرت ابوبکر کی خصوصیت کی سند پیش کریں تو سوائے آپکی خوش فہمی کے اور کیا کہا جائے۔

بہرحال۔ اب تجہیز و تکفین رسول اللہ صلعم میں حضرت ابوبکر کی شارکت کے واقعہ کو حسب ذیل محدثین و مورخین کی عبارت میں ملاحظہ فرما کر بتلایا جاوے کہ ان حضرات کی مرویات میں حضرت ابوبکر کی شارکت کا کہیں ذکر و مذکور بھی ہے۔

محدث شیرازی لکھتے ہیں۔

عباس و علیؑ و فضل و قثم پسران عباس و اسامہ بن زید و صالح حبشی کہ آزاد کردہ رسولؐ بود و شقران لقب داشت آن سرور را برداشتہ در اندرون حجرہ در آوردند و بغسل مشغول شدند و عباس فرمود تا در را بر روے مردم بستند و در غسل آن سرور بغیر از آن شش مرد کہ مذکور شد ہیچکس در نیامد در روایتے آنکہ انصار بیرون فریاد بر آوردند کہ اے اہلبیت ما اخوان آنحضرت ایم و حق قرابت و خدمت ما با وے ہمہ را معلوم است و صدق و اخلاص ما در اسلام بر ہمہ روشن است۔ یک کس باید کہ از ما پیش شما باشد

حضرت عباس حضرت علیؑ۔ فضل و قثم پسران عباس اسامہ بن زید صالح حبشی جو آنحضرت صلعم کا آزاد کردہ غلام تھا اور جس کا لقب شقران تھا۔ آپکو اوٹھا کر حجرہ میں لے آئے اور غسل میں مصروف ہوئے حضرت عباس نے کہا کنواڑے بند کر دو اور غسل میں سوائے ان چھ آدمیوں کے اور کوئی دوسرا موجود نہیں تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ باہر سے انصار نے فریاد کی کہ اے اہلبیت رسولؐ ہم بھی جناب رسول خدا صلعم کے بھائی ہیں اور ہماری قربت و خدمت آنحضرت صلعم کے ساتھ سب کو معلوم ہے اور اسلام میں ہمارا اخلاص اور صداقت بھی سب پر روشن ہے۔ اس بنا پر

تا مارا شرفے حاصل شود واز دولت تعہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محروم نہ مانیم در روایتے آنکہ اوس بن خولی خزرجی انصاری گفت اے علی بن ابی طالب سوگند میدہم ترا بخدا کہ مرا اجازت دہ تا در آیم امیرؑ ویرا دستوری داد کہ آمد فاما در غسل ہیچ مدخل نداشت و روایتے ہست کہ از چاہ سعد بن خیثمہ آب می کشید و می آورد و اہل بیت غسل میدادند۔ اسامہ وشقران آب می ریختند وفضل پیراہن را از بدن وے جدا نگاہ می داشت تا علیؑ علیہ السلام باسانی جسد اطہر آن سرور را می شست وعباس وقثم در گرد انیدن ویرا از طرفے بطرفے اعانت و امداد حضرت علی می نمودند سہ نوبت بہ آب ورق کنار و آب خالص آنحضرت صلعم را شستند۔ صـ ۵۶۴

لازم ہے کہ ہملوگون مین سے بھی ایک آدمی آپ کی خدمت غسل مین شریک کرلیا جاوے کہ ہمکو بھی شرف حاصل ہو اور ہم بھی خدمت رسول سے محروم نہ رہجائیں۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ اوس بن خولی خزرجی انصاری نے چلاّ کر کہا اے علی ابن ابی طالب۔ آپ کو مین خدا کی قسم دیتا ہون کہ مجھے اندر آنے کی اجازت دی جائے حضرت امیرؑ نے اوسکو اندر آنے کی اجازت عنایت فرمادی اور وہ اندر آیا لیکن اوس نے غسل مین کوئی مداخلت نہین کی ایک روایت مین ہے کہ اوس چاہ سعد بن خیثمہ سے صرف پانی لاتے تھے اور آپکے اہلبیت آپکو غسل دیتے تھے حضرت علیؑ قبلہ رو آپکی میت کو غسل دیتے تھے اور عباس وقثم آپکے جسم مطہر کو ایک طرف سے دوسری طرف بدلتے تھے فضل آپکے کپڑون کی حفاظت کرتے تھے۔ اور اسامہ وشقران پانی ڈالتے تھے حضرت علیؑ آپکو باہستگی اور بجمیع خاطر آپکو غسل دیتے تھے تین مرتبہ بیری کی پتیون سے اوبٹائے ہوئے پانی سے اور اتنی ہی مرتبہ آب خالص سے آپکو غسل دیا گیا اور اس طرح غسل کا کام انجام پایا۔

کہین حضرت ابوبکر کی شرکت یا موجودگی وقت غسل کا ذکر نہین ہے۔

مورخ ابن الوردی اپنی تاریخ مین لکھتے ہین۔

تولی غسلہ علی والعباس والفضل وقثم ابنا العباس واسامہ بن زید وشقران مولی النبی صلعم فکان العباس وابناءہ یقلبونہ واسامہ وشقران یصبان الماء وعلی یغسلہ۔

رسول اللہ صلعم کے غسل کے متولی حضرت عباس علی فضل قثم ابنائے عباس اسامہ بن زید وشقران مولی رسول اللہ صلعم تھے عباس اور اونکے صاحبزادے میت مبارک کو اس طرف اوس طرف پھیرتے تھے۔ اسامہ وشقران پانی ڈالتے تھے اور حضرت علی غسل دیتے تھے۔

اس مین بھی حضرت ابوبکر کی موجودگی کا ذکر نہین۔

تاریخ خمیس دیاربکری مین ہے۔

کان العباس والفضل یقلبونه وکان اسامه و شقران یصب الماء واعینہم معصوبۃ ۔

عباس اور فضل آپکے جسد اطہر کو ادھر اودھر پلٹتے جاتے تھے اسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے اور سب کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی تھین

اس مین بھی حضرت ابوبکر کی حاضری کا نام نہین ۔

حضرت علیؑ کی غسل رسول کیلئے خصوصیت

ابن سعد طبقات مین لکھتے ہین ۔

عن علی قال اوصانی النبی صلعم ان لا یغسلہ احد غیری فانّہ لا یری عورتی احد الا طمیت عیناہ ۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میرے سوا کوئی دوسرا شخص آپکو غسل نہ دے اسلیئے کہ جو کوئی آپکی عورتین کو دیکھے گا وہ اندھا ہوجائیگا

سوائے حضرت علیؑ مرتضی کے اور سب کی آنکھون پر پٹی بندھنے کی یہ وجہ تھی ۔

تاریخ ابن ہشام مین یہ عبارت مرقوم ہے ۔

حدثنی عبد اللہ بن ابوبکر وحسین بن عبد اللہ وغیرھما من اصحابنا ان علی بن ابیطالب والعباس بن عبد المطلب والفضل بن العباس وقثم بن العباس و اسامہ بن زید وشقران مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ھم الذی ولوا غسلہ وان اوس بن خولی احد بنی عوف بن الخزرج قال لعلی بن ابی طالب انشدک اللہ یا علیؑ وحظنا من رسول اللہ صلعم وکان اوس من اصحاب رسول اللہ صلعم واھل بدر قال ادخل فدخل مجلس وحضر غسل رسول اللہ صلعم فاسندہ علی ابن ابی طالب علی صدرہ وکان العباس والفضل وقثم یقلبونہ معہ وکان اسامہ بن زید وشقران مولاہ ھما اللذان یصبان الماء علیہ وعلی یغسلہ ۔

عبد اللہ بن ابوبکر اور حسین بن عبد اللہ وغیرہما ہمارے اصحاب رواۃ نے بیان کیا ہے کہ علی بن ابی طالب ۔ عباس بن عبد المطلب اور فضل بن عباس اور قثم بن عباس ۔ اسامہ بن زید اور شقران آنحضرت صلعم کے غلام تھے ۔ یہ وہ بزرگوار تھے جو غسل و کفن رسول اللہ صلعم کے مہتمم خاص تھے اور اوس بن خولی نے جو بنی عوف بن خزرج کے قبیلہ انصار مین سے رسول اللہ صلعم کے صحابی اور شرکاء بدر مین تھے ۔ چلا کر کہا اے علی بن ابی طالب مین آپکو خدا کی قسم دیتا ہون کہ ہمکو بھی خدمت رسولؐ سے سرفراز فرمایئے ۔ آپنے انھین اجازت دیدی اور وہ اندر آکر حاضر خدمت غسل ہوئے ۔ عباس ۔ فضل اور قثم آپکو غسل دینے مین اس کروٹ سے اوس کروٹ کرتے تھے ۔ حضرت علیؑ سینہ سے لگائے تھے ۔ اسامہ بن زید اور شقران آپکے غلام آپ پر پانی ڈالتے تھے ۔ اور علی بن ابی طالبؑ میت مبارک کو غسل دیتے تھے ۔ جلد سوم صـ۶۰۳ مصر

اب شبلی صاحب اور اونکے مویدین سمجھین کہ آپکے واقدی ایسے مجہول السند شخص کا قول موضوعہ و منفردہ بمقابلہ علمائے محدثین و مورخین کے اقوال متواترہ و متکاثرہ کے مقابلہ مین کیسے قابل تسلیم سمجھا جائیگا آپنے حضرت ابوبکر کی

ہوا خواہی ہیں یہ خبر اوڑادی جو سراپا خلاف واقعیت اور معارض اصلیت ہے پہلے آپ اسوقت حضرت ابوبکر کی وہاں موجودگی ثابت کریں۔ پھر اوس بن خولی کو اجازت دینا نہ دینا بیان کرینگے۔ آپکے امام واقدی کی ایک روایت مجہول و موضوع کے مقابلہ میں حدیث و تاریخ کے اتنے اسناد قوی الاعتماد والاستناد لکھدیئے گئے ہیں جو پوری طور سے ثابت کر رہے ہیں کہ حضرت ابوبکر نہ اوسوقت موجود تھے۔ نہ اوس نے آپ سے اجازت مانگی اور نہ آپنے دی بلکہ اوس بزرگ محترم نے اوس بن خولی کی استدعا پر اوسے خدمت غسل میں صرف حاضر باشی کا شرف خاص عنایت فرمایا۔ جو منجانب الرسول ص آپکے غسل و تکفین کے لیے قبل سے مامور ہوچکا تھا ھذا فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ان اللہ ذو الفضل العظیم

غسل کے بعد تکفین کی تفصیل یوں فرمائی گئی ہے۔

کفن کے لیے جو کپڑا تجویز کیا گیا تھا وہ حضرت ابوبکر کے صاحبزادے عبداللہ کی ہیں کی لائی ہوئی چادر تھی لیکن بعد کو اتار لی گئی۔ اور تین سوتی سفید کپڑے جو سحول کے بنے ہوئے تھے۔ کفن میں دیئے گئے۔ ان میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا۔ سیرۃ النبی ج ۲ ص ۱۴۴

جب آپ لکھکر خود اقرار کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابوبکر کی لائی ہوئی چادر یا پارچہ کفن میں استعمال نہیں ہوئی بلکہ اتار لی گئی۔ تو پھر اسکے بیان و نقل کی کیا ضرورت تھی۔ وہی حضرت ابوبکر کی ہوا خواہی۔ اگرچہ بالکل واہی اور خوا مخواہی سہی۔ ایک تو امام مسلم صاحب ہی کی خوش فہمی ہے۔ جنھوں نے خود اپنے مستزاد و انکاری واقعہ کو لکھا دوسرا آپکا طریقہ تخریج و استنباط اور مستزاد ہے کہ آپنے ایسے ناقابل الذکر واقعہ کو سمجھکر بھی نقل کر دیا لیکن آپ یا مسلم صاحب کیا کریں مطلب دونوں کا ایک مدعا مساوی اور غرض مشترک۔

افسوس تو اس پر ہے کہ حضرت ابوبکر کے ساتھ تو خلوص عقیدت کی یہ پرجوشی تھی لیکن جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و منزلت کی طرف سے بالکل بیخبری اور گران گوشی۔ اتنا بھی خیال نہ آیا کہ آخر وہ عبداللہ کی چادر کیوں اتار لی گئی۔ اسلیئے کہ عموماً تمام مستطیع مسلمان مردوں کے لیے مکان غسل۔ آب غسالہ۔ ملبوس کفن اور مقام قبر اوسکی ملکیت خاص ہونا چاہیئے۔ ان میں سے کسی شے کے لیے اوسکو دوسروں کا زیر بار احسان نہیں ہونا چاہیئے جب عام مردوں کے لیے خدا و رسول ص نے شرائط قائم فرمادیئے ہیں تو پھر رسول اللہ ص کی میت کیونکر مال غیر کے احسان کی زیر بار کی جاتی اسلیئے حضرات اہلبیت اور بزرگان بنی ہاشم نے ایک منٹ کے لیے بھی اسے گوارا نہ کیا اور عبداللہ کی دی ہوئی چادر فوراً اُتار لی۔

اگر شبلی صاحب اس واقعہ کے ساتھ یہ توجیہ بھی قلمبند فرمادیتے تو اصل حقیقت بھی معلوم ہوجاتی اور بنی ہاشم کی غیرت و حمیت۔ مگر آپ کیسے لکھتے یہ تو اوصاف بنی ہاشم کی تفضیل ہوجاتی جو ہمیشہ سے ناگوار طبع لطیف ہے جتنی تاریخ و حدیث کی کتابیں میرے پیش نظر ہیں۔ اُن میں عبداللہ کی چادر کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اسلیئے کہ جب وہ پارچہ کفن

سے خارج کر دی گئی تو پھر اوسکے نقل کی ضرورت ہی کیا تھی یہ سمجھکر کسی نے بھی اوسے نہ لکھا۔ ابن ہشام تکفین کے متعلق صرف اتنی عبارت لکھکر تمام کر دیتے ہین۔

قال ابن اسحٰق فلما فرغ من غسل رسول اللہ صلعم کفن فی ثلاثۃ اثواب ثوبین صحاریین وبردۃ حبرۃ۔

جب آنحضرت صلعم کے غسل سے فراغت ہو گئی۔ تو تین پارچون مین آپ کو کفن دیا گیا۔ جس مین دو موٹے کپڑے تھے اور ایک حبرہ کی چادر تھی۔

روضۃ الاحباب مین یہ تصریح ہے۔

آنگاہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را در سہ جامہ سفید سحولی کہ در ہیچ کدام از آنہا قمیص و عمامہ نبود۔ کفن کردند۔

پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین پارچہائے سحولی جن مین عمامہ اور قمیص نہ تھی۔ کفن پہنایا۔

کوئی شخص عبد اللہ کی چادر کا حال نہین لکھتا۔ مگر شبلی صاحب لکھتے ہین۔ اور پھر لکھنے کے بعد یہ بھی لکھتے ہین کہ وہ چادر اوتار لی گئی۔ پھر لکھنے سے فائدہ؟ اس راز کو صرف شبلی صاحب بتلا سکینگے؟

اسکے آگے صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین۔

و در روایتے آنکہ کفن وے دو جامہ سفید و یک بردیمانی بود و مشک و حنوط بر کفن و سجدہ گاہ وے پاشیدند وچون ازین امور فارغ گشتند ویرا بر سریرے خوابانیدند چنانکہ وصیت فرمودہ بود۔ صفحہ ۵۶۴

اور ایک روایت مین منقول ہے کہ دو جامہ سفید اور ایک بردیمانی کا آپکو کفن دیا گیا اور مشک و حنوط کفن مبارک اور سجدہ کی جگہون پر مل دیا گیا۔ جب ان امور سے فراغت ہو گئی تو آپ کے جنازے کو چارپائی پر آپکی وصیت کے مطابق رکھدیا۔

تدفین رسول صلعم تدفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

مدینہ مین دو صاحب قبر کھودنے مین ماہر تھے حضرت ابو عبیدہ جراح اور ابو طلحہ انصاری۔ حضرت ابو عبیدہ اہل مکہ کے دستور کے مطابق لغلی قبر کھودتے تھے۔ اور ابو طلحہ مدینہ کے رواج کے مطابق لحدی۔ لوگون مین اختلاف پیش آیا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے۔ حضرت عمر نے کہا اختلاف مناسب نہین۔ دونو آدمیون کو بلا بھیجنا چاہیئے۔ جو پہلے آجائے۔ لوگون نے اس رائے کو پسند کیا چنانچہ حضرت عباس نے دونو صاحبون کے پاس آدمی بھیجے۔ اتفاق یہ کہ ابو عبیدہ گھر موجود نہ تھے ابو طلحہ آئے اور انہی نے مدینہ کی رواج کے مطابق قبر کھودی جو لحدی تھی یعنی لغلی نہین تھی۔ زمین چونکہ نم تھی اسلئے جس بستر پر آپنے وفات پائی تھی وہ قبر مین بچھادیا گیا"

شبلی صاحب کی موقع شناسی کبھی چوکنے والی نہین۔ وفات کے حالات مین آپ کن کن قلابازیون سے شیخین کی متفقہ اور مسلمہ غیر حاضری اور عدم موجودگی کے خلاف ہر واقعہ مین خوامخواہ اینچ تان کر اونکی مشارکت اور مداخلت تو کہان تک ثابت

حاضری اور موجودگی ثابت کرنا چاہتے ہیں ہم ان حالات کے آغاز ہی میں لکھ آئے ہیں اور اقوال متواترہ سے ثابت کر آئے ہیں کہ حضرات شیخین غسل و کفن و دفن رسول اللہؐ میں شریک نہیں تھے پھر اُن میں سے کسی صاحب کی اسکی طرف نسبت یا اشارت کرنا کسقدر خلاف واقعیت اور معارض حقیقت ہے۔ مگر ہمیں شبلی صاحب کے اکثر سلف صالحین نے اس داغ کے مٹانیکی کوشش کی ہے۔ شبلی صاحب بھی اُنھیں کی تقلید میں اپنے حسن عقیدت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں اور ابن ماجہ کے اس موضوعہ اضافہ کی اسناد سے جو محض حضرت عمر کی خیر خواہی کے لئے تیار کیا گیا ہے لکھتے ہیں۔

"لوگوں میں (بغلی اور لحدی کھودی جانے کے متعلق) اختلاف پیش آیا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اختلاف مناسب نہیں۔ دونوں آدمیوں کے پاس آدمی بھیجا جاوے۔ جو پہلے آجا وے۔"

جب یہ مسلم ہو چکا ہے کہ حضرات شیخین وفات رسولؐ کے بعد تجہیز و تکفین وغیرہ کا اہتمام حضرات اہلبیت اور بزرگان بنی ہاشم سے متعلق کر کے خود مہاجر و انصار کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف نظم خلافت کی غرض سے تشریف لیگئے جیسا کہ محدث شیرازی خود حضرت ابو بکر کی زبانی نقل فرماتے ہیں۔

ابو بکر صدیق تعزیت و تسلیہ اہلبیت بجا آورد و گفت مہم غسل و تجہیز و تکفین آں سرور تعلق بشما دارد و خود با اکابر مہاجر و انصار بسقیفہ بنی ساعدہ رفت تا امر خلافت را قرار دہد و اہلبیت کارسازی غسل می کردند۔	حضرت ابو بکر آئے اور رسم تعزیت و تسلی بجا لا کر اہلبیتؑ سے کہنے لگے کہ غسل و تجہیز و تکفین رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا انتظام آپ لوگ کریں۔ یہ فرما کر خود اکابر مہاجر و انصار کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہو گئے کہ امر خلافت کو قرار دیں۔ صـ ۵۶۳

حضرات اہل بیتؑ آنحضرت صلعم کے غسل و کفن میں مصروف ہو گئے۔ حضرت ابو بکر نے غسل و تکفین وغیرہ کی خدمت اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ کیوں مخصوص کر دی تھی۔ اس میں بھی خاص مجبوری تھی۔ اسلئے کہ خود مخبر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث انکے پیش نظر تھی۔

عن علی قال اوصانی النبی صلعم ان لا یغسله احد غیری فانه لا یری عورتی احد الا طمست عیناه	حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میرے سوا کوئی دوسرا شخص آنحضرت صلعم کو غسل نہ دے جو آپکی عورتین کو دیکھیگا وہ اندھا ہو جائیگا

بہر حال جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تجہیز و تکفین کے آغاز ہی سے حضرات شیخین تنہا ہی نہیں بلکہ تمام اکابر مہاجر و انصار کو لیکر سقیفۂ بنی ساعدہ کی طرف تشریف لیگئے تھے تو پھر ان امور کی انجام دہی کیوقت یہ حضرات یا ان میں سے کوئی حضرت عمر کے ایسا فرد واحد موجود کہاں تھا جو ان کو مشورہ دیتا یا ہدایت کرتا۔ کسی حدیث و تاریخ کے عنوان بیان سے یہ بھی تو ظاہر نہیں ہوا کہ یہ حضرات بیکوقت دونوں کام انجام دیتے تھے سقیفہ میں امور امارت و خلافت بھی سنبھالتے تھے اور وہاں سے بار بار آکر جسد رسول پر پانی بھی ڈالتے تھے اور کفن بھی پہناتے تھے۔ اور اگر کوئی صاحب اپنی خدمت کے اظہار سے اپنی قیاس کا

اعتبار فرمائین۔ تو مسلمہ جمہور کے مخالف ہونے کے علاوہ خود حضرت ابو بکر صدیق کے اوس قول و حکم کے معارض ثابت ہوگا جو خاص طور پر ان امور کی نسبت حضرات اہل بیت و سائر بنی ہاشم کو دیے چکے تھے۔ شبلی صاحب تو اپنے مفید مطلب ذرا سا شوشہ بھی پاکر بلا خیال پس و پیش لکھ مارتے ہین اور ذرا بھی خیال نہین فرماتے ع کین راہ کہ میروی بترکان است۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ایسے موقعون کے لیے آپ کی سیر صحاح کے مجلدات مین۔ جو پہلی تو آپ کے عقاید کی کتابین ہین۔ پھر اوسکے بعد ہر قسم کے موضوعات و غیر موضوعات مرویات کے ذخیرے۔ اگر وہ قابل تسلیم ہونگی تو آپ کے نزدیک دوسرے فرقہائے اسلامی اوسپر کیون اعتبار کرنے لگے۔ آپ نے اپنے دیباچہ کتاب مین ترجیح حدیث علی التاریخ کا جو طلسم باندھا تھا اور جس کا تار تار تبصرہ اسوۃ الرسول جلد اول مین جدا جدا کر دیا گیا ہے۔ وہ اسی غرض و غایت سے تو تھا ہی اب محققین ناظرین خود تصفیہ فرمالین کہ ان واقعات کی تفصیل و تصریح علم حدیث کا موضوع صحیح قرار پاتی ہے۔ یا علم سیر و تاریخ کا اصلی مقصود۔ اگر اونکی عقل سلیم ہے اور سیر و تاریخ کی سیر کا مذاق صحیح ہے تو وہ ان واقعات کی تفصیل و تشریح کو کبھی احادیث کا موضوع نہین بتلا سکتے۔ بلکہ صرف سیر و تاریخ ہی کو ان کا ماخذ خاص قرار دینگے۔ جب ان واقعات کی حقیقی ماخذ کتب تاریخ ہی قرار پائینگی تو اب یہ دیکھنا ہے کہ عرب کی سب سے قدیم کتاب تاریخ ابن ہشام کی کیا صورت حال پائی جاتی ہے۔ تاریخ ابن ہشام مین مرقوم ہے۔

حدثنی حسین بن عبد اللہ عن عکرمہ عن ابن عباس قال لما ارادوا ان یحفروا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وکان ابو عبیدہ بن جراح یحفر لحفر اہل المکۃ وکان ابو طلحہ زید بن سہل ھو الذی یحفر لاہل المدینۃ فکان یلحد فدعا العباس رجلین فقال لاحدھما اذھب الی ابی عبیدۃ بن الجراح وللآخر اذھب الی ابو طلحہ اللھم خر لرسول اللہ صلعم فوجد صاحب ابو طلحہ فجاء بہ فلحد رسول اللہ صلعم	حسین بن عبد اللہ نے عکرمہ سے عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلعم کی قبر کھودنے کا انتظام ہونے لگا تو ابو عبیدہ بن جراح اہل مکہ کے دستور کے مطابق قبر کھودتے تھے اور ابو طلحہ جن کا نام زید بن سہل تھا وہ اہل مدینہ کے رواج کے موافق قبر کھودتے تھے اور وہ لحدی ہوتی تھی۔ حضرت عباس نے دو آدمی بلائے اور اون مین سے ایک کو ابو عبیدہ بن جراح کے پاس بھیجا اور دوسرے کو ابو طلحہ کے پاس اور فرمایا خدایا اپنے رسول صلعم کے لیے ان مین سے کسی کو بھیج۔ سے اتفاق سے ابو طلحہ کے پاس فرستادہ آدمی ابو طلحہ کو مل گیا اور وہ اُس کے ساتھ چلے آئے اور انھین نے آنحضرت صلعم کی قبر کھود دی۔
ص ۱۰۲ ج ۳ مطبوعہ مصر	

لیجیے اس مین بھی نہ معارضہ ہے اور نہ حضرت عمر کا محاکمہ۔ نہ سوا ئے مخصوصین بنی ہاشم کے لوگون کا اجماع ہے اور نہ آپس مین نزاع۔ کچھ بھی نہین۔ یہ سب سامان تو صرف حضرت عمر کی حاضری اور موجودگی ظاہر کرنے کے لیے

مُہیا کئے گئے تھے۔ سب سے سوا اس سراپا موضوع واقعہ کی خوبی تو یہ ہے کہ ابتدائی حالات تو دونوں عبارتوں مین لفظاً لفظاً ایک ہی پائے جاتے ہین حضرت عمر کے ذکر سے جو اصل جوڑ لگا یا گیا ہے اوس کے الفاظ صاف صاف مصنوعی ہونے کا فرق تبلا رہے ہین۔ چنانچہ شبلی صاحب بھی اپنی عبارت مین حضرت عمر کا محاکمہ لکھکر اصل و موضوع کا یون منھ ملاتے ہین کہ "چنانچہ" کے لفظ کو خطوط ہلالی (برائیکٹ) کے اندر رکھکر لکھتے ہین۔ حضرت عباس نے دونو صاحب کے پاس آدمی بھیجے حضرت عباس کون بھیجنے والے۔ خود صاحب محاکمہ نے کیون نہ بھیجے۔ کیا حضرت عباس صرف آدمیون پر حکم چلانے والے تھے۔ اونکے تنازعات کے تصفیہ فرمانے پر قادر نہین تھے۔ جو حضرت عمر کو سقیفہ سے۔ اتنی دور سے اس معمولی بات کے تصفیہ و محاکمہ کے لیے زحمت دی گئی۔ حقیقت حال یہی ہے جو تاریخ ابن ہشام کی عبارت سے ثابت ہوئی اور اسکے قبل اور علمائے محدثین و مورخین کے اقوال سے ثابت ہو چکی کہ اس اختلاف رائے کا تصفیہ خود حضرت عباس نے اوسی صورت مین فرمالیا جس طرح تاریخ و حدیث کی متعدد کتابون سے نقل کرکے دکھلا دیا گیا ہے۔ شبلی صاحب انھین موضوعہ اضافات کو تحقیقات واقعات اور انھین جوڑ بندیون کو اپنی قلمکاری اور کمال واقعہ نگاری سمجھتے ہین جسکے نقل کرنے یا لکھنے سے کیا۔ اوسکے ذکر کرنے تک سے صاحبان تحقیق احتیاط و احتراز کرتے ہین۔

اسکے بعد شبلی صاحب لکھتے ہین۔

زمین چونکہ نم تھی۔ اسلیئے جس بستر پر آپنے وفات پائی تھی۔ وہ قبر مین بچھا دیا گیا۔

قبر مین فرش پر میت کا دفن کرنا تمام اہل اسلام کے دستور عام کے خلاف ہے۔ اور خیر القرون کے زمانہ سے لیکر اس وقت تک امت اسلامیہ کے کسی اعلیٰ یا ادنیٰ طبقہ کی میت کے ساتھ یہ طرز عمل نہ کبھی پایا گیا۔ نہ سُنا گیا۔ شبلی صاحب کو تو اسکی توجیہ و تصریح کی ضرورت نہین اور نہ آپ اوسکے ذمہ دار ہین۔ ہان اگر صحابہ کرام یا حضرات شیخین کی نسبت اس کا تعلق ہوتا تو آپ اسکی توجیہ و تصریح کا انبار لگا دیتے۔ حالانکہ اصلی ماخذون مین اسکی توجیہ بھی موجود ہے اور تصریح بھی لکھکر تبلا دیا گیا ہے کہ یہ جسد مطہر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسی خصوصیت ہے۔ جو بعد آپکے پھر کسی مسلم میت کے ساتھ جائز نہین ہو سکتی۔ ملاحظہ ہو۔ ابن ہشام کی مفصلہ ذیل عبارت۔

قد کان مولاہ شقران حین وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حفرتہ وبنی علیہ قد اخذ قطیفۃ قد کان رسول اللہ صلعم یلبسہا ویفترشہا فدفنہا

آپ کے غلام شقران نے جب جسد مطہر کو قبر کے پاس لاکر رکھا تو وہ چادر جو آپ اوڑھے ہوئے تھے اوتار کر قبر مین بچھا دی اور کہا آپکے بعد کوئی دوسرا قیامت تک اسے نہین اوڑھ سکتا۔ پس وہ چادر بھی

فی القبر و قال واللہ لا یلبسہا احد بعدک ابدا　　قبر منورہ میں جسد مطہر رسول اللہ صلعم کے ساتھ مدفون کردی گئی۔
فدفنت مع رسول اللہ صلعم　　صفحہ ۱۰۶۔ جلد سوم مصر

اصل ماخذ کی عبارت میں تو نمی۔ رطوبت یا کسی خارجی وجہ ضرورت کا نام تک نہیں۔ پھر آپکا یہ قیاس نہیں تو کیا اگر آپکے قیاس کے موافق۔ زمین قبر کے نم ہونیکی وجہ سے قبر مطہر میں فرش کردیا گیا تھا تو اسوقت بھی قبروں میں نمی کیا اکثر پانی نکل آتا ہے۔ مگر فرش تو نہیں کیا جاتا اور مردہ فرش پر تو نہیں لٹایا جاتا۔ اس بنا پر آپکا یہ قیاس بالکل غلط ہے حقیقت اور واقعیت وہی ہے جو ابن ہشام نے لکھی ہے۔ یہ صرف جسد مطہر کی خصوصیت اور ردائے مبارک کے استحفاظ عظمت کی ضرورت تھی۔ اور کچھ نہیں۔ چنانچہ محدث شیرازی نے روضۃ الاحباب میں اسکو لکھ کر بتلا دیا ہے۔

علماء گفتہ اند کہ این از جملہ خصوصیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است　　صفحہ ۵۱۵　　علماء نے بتلایا ہے کہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔

رسول کی نماز جنازہ

اسکے بعد نماز جنازہ کے متعلق لکھا جاتا ہے۔

جنازہ تیار ہوگیا۔ تو لوگ نماز کو ٹوٹے۔ جنازہ حجرے کے اندر رکھا۔ باری باری سے لوگ تھوڑے تھوڑے کرکے جاتے تھے پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے۔ پھر بچوں نے نماز پڑھی لیکن کوئی امام نہیں تھا۔

کب جنازہ تیار ہوا کسوقت لوگ نماز جنازہ کے لیے ٹوٹے۔ کون کون آیا کب اور کس وقت آیا۔ کوئی تصریح نہیں۔ کوئی تفصیل نہیں۔ اور تو اور۔ ذرا خاص طور پر اپنے حضرات شیخین اور اصحاب عشرہ مبشرہ کی نسبت جو امارت اور انعقاد خلافت کے ارباب حل و عقد تھے۔ دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شرکت آپ ثابت کریں اور بحث امامت میں اپنی معتمد کتاب عقائد نسفی کی یہ عبارت دیکھ لیں۔ تو آگے بڑھیں۔

ولان الائمۃ قد جعلوا اھم المھمات بعد وفات النبی صلعم نصب الامام حتی قدموہ علی الدفن　　مقتدایان دین نے بعد وفات رسول اللہ صلعم نصب امام کو اہم ترین مسائل تجویز کیا یہاں تک کہ اوسکو دفن رسول پر مقدم فرمایا۔

اور صواعق محرقہ ابن حجر کی یہ عبارت۔

بل جعلوا اھم الواجبات حیث اشتغلوا بہ عن دفن رسول اللہ ص　　نصب امام کو صحابہ کرام نے واجبات سے بھی زیادہ اہم قرار دیا اسی لیے دفن رسول ص کو چھوڑکر اوس میں مشغول ہوئے۔

اور شرح مواقف کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائی جائے۔

وترکوا لہ اھم الاشیاء وھو دفن رسول اللہ ص　　نصب امام کیلئے اونھوں نے سب سے ضروری اشیا کو چھوڑ دیا اور وہ دفن رسول صلعم تھا۔

اب شبلی صاحب وراونکے مؤیدین یا شائقین محققین اور ناظرین کتاب خود تصفیہ فرمالین کہ مرقومۂ بالا عبارات سے جو اونکے محدثین معتبرین او رعلمائے متبحرین کے اقوال استدلالیہ اور ارشاد احتجاجیہ سے ماخوذ و مستنبط ہین۔ دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین اونکی حاضری۔ موجودگی اور شارکت تو ثابت ہوتی ہی ہین۔ جنازہ مطہر پر بقصد نماز اونکا ٹوٹنا آپ کیسے ثابت کرسکین گے۔ اگر ثابت کرینگے تو اسی طرح کہ پہلے ان کتابون کو پانی مین دھوکر۔ اتباع عقاید اور تبعیت اسلاف سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھولینا ہوگا۔ والا فلا۔

ہان۔ ہم بھی ایک حد تک شبلی صاحب کے اس لکھنے کو صحیح مانتے ہین کہ لوگ طیاری جنازہ کے بعد نماز کے لئے ٹوٹے جن مین بوڑھے۔ جوان۔ بچے اور عورتین تھین۔ جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہین۔ مگر وہ کون لوگ تھے۔ غربا اور مساکین مدینہ اور قرب وجوار کی مسلم قومین جو وفات رسول صلعم کی خبر سنکر حاضر ہوئین تھین۔ وہی باری باری سے آکر جنازۂ رسول صلعم پر نماز پڑھنے کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئین۔

امامت نماز کا مسئلہ بھی خواہ مخواہ حضرت ابو بکر کا فیصلہ بتلایا جاتا ہے۔ محدث شیرازی کی عبارت سے یہ بھی حضرت علی کا خاص حکم وہدایت معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو روضۃ الاحباب کی مفصلۂ ذیل عبارت۔

ترتیبے کہ درخبر ابن مسعود رضی اللہ عنہ مقرر فرمود بود فوج فوج در آمدند وہریک نماز علحدہ گذاردند وعلیؑ گفت ہیچکس امامت نکند براو کہ وے امام شماست هم درحیات وہم درممات	اورمرویات مین جو ترتیب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ لوگ فوج فوج آتے گئے اور علحدہ علحدہ نماز پڑھتے گئے حضرت علیؑ نے فرمایا کوئی شخص امامت نکرے اس لیے کہ پیغمبر بحالت حیات وممات دونون مین تمھارا امام ہے۔

سب سے پہلے حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔

روضۃ الاحباب مین ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ مفصلۂ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

علی مرتضی کرم اللہ وجہہ برطرف سر جنازہ ایستاد وگفت اے پیغمبر گرامی ودین پرور نامی۔ سلام ورحمت وبرکات حق تعالی بر تو باد۔ بار خدایا ما گواہی میدہیم کہ وے رسانید انچہ بروے نازل شدہ وشرط نصیحت وموعظت بجا آوردہ ودرراہ خدا اجہاد کردہ تا عزیز گردانید حق تعالی دین خود را بار خدایا مارا از آن جملہ گردان کہ پیرو آن باشیم	حضرت علی مرتضی جنازہ مطہر کے سرمبارک کے قریب کھڑے ہوے اور فرمایا۔ یارسول گرامی منزلت۔ ونامی مرتبت خدائے بزرگ وبرتر کا سلام اوسکی رحمت اوراوسکی برکت آپ پر نازل ہو۔ بارالٰہا ہم گواہی دیتے ہین کہ آپنے امور رسالت جو آپ پر نازل ہوے تھے ہمکو باحسن الوجوہ پہنچادئے اور جو شرائط نصیحت وموعظت رسالت تھے اونکو پورا پورا بجالائے اور خدا کی راہ مین جہاد کیئے یہانتک کہ خدائے سبحانہ تعالی نے اپنے دین کو عزیز اور غالب بنایا پروردگار۔ تو ہم سب کو اُن امور کا پیرو ٹھہرا جو تونے انپر

کہ بروے نازل شدہ ومیان ما و در روز قیامت جمع کن مردم آمین گفتند ص ۵۶۵ — نازل فرمایا ہے اور ہم مین اور اون مین بروز قیامت یکجائی اور اتحاد عطا فرما۔ سب لوگون نے آمین کہی۔

اس کے بعد جیسا کہ مرویات مرقومہ بالا مین تصریح ہے۔ لوگ آتے گئے۔ نماز پڑھتے گئے۔ اور واپس جاتے گئے غرض جو آسے۔ وہ آسے جو نہ آسے وہ نہ آسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدفون ہو گئے دفن کے بعد آنے والون نے قبر مبارک پر نماز پڑھ دی۔

لاش مطہر کو لیکر قبر منور مین اوترنے والے حضرات

شبلی صاحب دفن کی یہ کیفیت لکھتے ہین۔

جسم مبارک کو حضرت علی فضل بن عباس۔ اسامہ بن زید اور حضرت عبد الرحمن ابن عوف نے قبر مین اوتارا۔

پھر اس عبارت پر نمبر لگا کر لکھا جاتا ہے۔ ابو داود کتاب الجنائز۔ ابن ماجہ اور ابن سعد مین اسامہ بن زید اور عبد الرحمن بن عوف کے بجائے قثم بن عباس اور شقران (غلام خاص) کے نام ہین۔ ارباب نظر جانتے ہین کہ اندونون روایتون مین کس کو ترجیح ہے۔

اس عبارت حاشیہ لکھنے پر بھی شبلی صاحب نے اپنے بیان کو مبہم ہی رکھا۔ اور کھُل کر یہ نہ لکھا کہ آخر دونون روایات مین صحیح اور قابل ترجیح کون ہے جب تصفیہ منظوری نہین تھا۔ تو نظریہ ما حاشیہ چڑھانے کی ضرورت کیا تھی اور جب ناظرین ہی کے تصفیہ پر چھوڑ دینا تھا تو اصل عبارت کتاب ہی۔ ابن ماجہ اور ابن سعد والی روایتون کو بھی لکھد یا ہوتا۔ کھُل کر لکھتے تو آپ مین جرأت کہان۔ مگر ہان حاشیہ کی عبارت سے آپ کی چھپے ڈھنکے مراد یہ ہے کہ ابو داود والی روایت جس مین حضرت سعد بن ابی وقاص کی شرکت دفن ثابت ہوتی ہے۔ قابل ترجیح ہے۔ اسلیے کہ حضرت سعد سقیفہ کے رکن ممتاز تھے اور اصحاب حل وعقد مین سب سے پیش پیش۔ پھر وہ کیسے پیچھے رہجاتین گے۔ حالانکہ یہ دلیل خلاف واقع ہونیکے علاوہ شبلی صاحب کے اصول مقرر کردہ کے مخالف بھی ثابت ہوتی ہے اسلیے کہ کتب صحاح مین جو پایہ سنن ابو داود کا ہے وہی سُنن ابی ماجہ۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ابن ماجہ پر مرویات ابی داؤد کو ترجیح دی جاے گی۔ اس کے علاوہ۔ ابو داؤد منفرد ہین۔ اونکی تائید مین آپ کسی دوسرے کا قول لکھتے نہین۔ ابن ماجہ کی تائید مین آپ ابن سعد کا قول مؤید خود لکھ رہے ہین جب دونون روایتون مین یہ فرق ما بہ الامتیاز معلوم ہوتا ہے تو ہم بھی شبلی صاحب کے الفاظ مین لکھنے کے مجاز ہین کہ ارباب نظر جانتے ہین کہ اندونون روایتون مین صحیح اور قابل ترجیح کون ہے لیکن ہمارے اس لکھدینے سے بھی وہی شبلی صاحب کی طرح ابہام رہجاتا ہے اور فیصلہ نہین ہوتا۔ اس لیے ابو داؤد۔ ابن ماجہ اور ابن سعد سے قدیم تر ماخذ کی طرف رجوع کیا جاے اور دیکھا جاے

اس مین کیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ابن ہشام سے زیادہ قدیم ماخذ تاریخی مسلمانون کے پاس نہین ہے۔ اوس مین دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت صاف صاف تحریر ہے۔

قال ابن اسحق وکان الذین نزلوا فی قبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم علی بن ابی طالب و الفضل بن عباس وقثم بن عباس وشقران مولی رسول اللہ صلعم۔

ابن اسحاق کہتے ہین۔ وہ لوگ جو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مین اوترے وہ علی ابن ابی طالب فضل بن عباس۔ قثم بن عباس اور شقران آنحضرت صلعم کے غلام تھے۔

شبلی صاحب کی غرض خاص تو بنی ہاشم اور اہلبیت کے خصائص کا استخفاف ہے جو آپ کی تمام تالیف کا موضوع خاص ہے اس لیے آپ ایسے موقعون پر اپنے ان ذخائر موضوعات سے کام لیتے ہین۔ جو محدثین کے صرف جوش عقیدگی اور خود غرضی کے اضافات ہین اور کچھ بھی نہین۔ نہ واقعیت سے ان مرویات کو کوئی واسطہ ہے اور نہ اصلیت سے کوئی سروکار۔ ہم تجہیز و تکفین کے وقت ہی سے لیکر اسوقت تک برابر اور مسلسل طور پر اقوال متواتر سے لکھتے اور ثابت کرتے آئے ہین کہ حضرت ابوبکر کے حکم کے موافق گویا جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان تمام آخری خدمات کو انجام دینے والے اور شروع سے آخر تک تمام کرنے والے حضرات بنی ہاشم اور بزرگان اہلبیت علیہم السلام تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ خدمات جو انجام دینے والے اور شروع سے آخر تک تمام کرنے والے حضرات بنی ہاشم اور بزرگان اہلبیت علیہم السلام تھے۔ من اولہا الی آخرہا بلا مشارکت احدے و مداخلت غیرے انھین افراد مبارکہ نے انجام دیئے۔ پھر ان اخبار متواترہ اور مختار متکاثرہ کے مقابلہ مین کسی شخص خاص کی مداخلت و مشارکت کا اظہار اور پھر اوس اظہار پر اصرار تو بدیہیات سے انکار ہے اور بالکل خلاف اصول روایت و درایت ہے فافہم فتدبر

حقیقت دفن وہی ہے جسے خود شبلی صاحب گویا حاشیہ مین لکھ بھی چکے ہین کہ علی ابن ابیطالب فضل ابن عباس قثم ابن عباس اور شقران نے قبر مین اوتارا۔ اور یہی حقیقت حال تمام قدیم ماخذون کا مختار ہے۔ انکے دغرضی نفسانیت اور تقلید اسلاف جتنے چاہے حاشیے چڑھائے اور جیسے چاہے اضافات بڑھائے۔ وہ سب مشتے بعد از جنگ کا فایدہ دین گے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ جذبات بھی حضرت علی مرتضی کے محض خلوص و عقیدت کی بنا پر مبنی نہین تھے بلکہ آپ ان تمام خدمات کی انجام دہی اور بجاآوری پر منجانب رسولؐ اونکی وصیت کے موافق پہلے سے مامور ہو چکے تھے۔ اور غالبًا یہ وہی رازداری کے امور خاص تھے۔ جو قریب وفات آنحضرت صلعم نے باصرار تمام

حضرت علی کو بلوا کر اور اپنی ردائے خاص مین لیکر۔ اون سے ارشاد فرمائے تھے ۔ جیسا کہ حالات وفات مین پوری تفصیل سے بیان ہو چکا ہے اور ضرورتاً پھر ایک سند نقل کردی جاتی ہے۔ علامہ دیلمی لکھتے ہین ۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلعم یاعلی انت تغسل جثتی و تؤدی دینی وتوارینی فی حفرتی وتفی بذمتی وانت صاحب لوائی فی الدنیا والاخرۃ۔

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم فرماتے تھے یا علی تم مجھے غسل دوگے ۔ میرے قرض کو ادا کروگے اور جو کچھ میرے ذمے ہے اوسے ادا کروگے ۔ مجھے میری قبر مین اوتاروگے اور دنیا و آخرت مین میرے علمبردار ہوگے ۔

بہر حال ۔ ان تمام تفصیلات و توجیہات کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تمام آخر خدمات حضرت علی مرتضیٰ نے بالنفس النفیس بہمراہی بزرگان بنی ہاشم اس احتیاط و اہتمام خاص سے انجام دین کہ اوسکی لطافت ۔ پاکیزگی اور نظافت کو کوئی غیر بنی ہاشم ہاتھ نہ لگا سکا اور یہ خدمات حقیقت مین ۔ اون یقینیات کے موافق اور بدیہیات کے مطابق تھے حضرت علی مرتضیٰ نے ۔ رفاقت و حمایت اور نصرت و خدمت رسالت کے اون وعدون کی طرح ۔ جو آپ نے سولہ برس کے سن مین ۔ دعوت قریش کی معرکۃ الآرا مجلس مین فرمایا تھا ۔ آغاز نبوت سے لیکر انتہائے خدمت رسالت تک تمام فرمادیا و ان ہذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء انہ ذوالفضل العظیم۔

دفن سے فراغت ہو چکی تو محدث شیرازی لکھتے ہین ۔

آنگاہ خاک بر قبر آن سرور ریختند و صورت قبر او را مسطح و بروایتے مسنم برآوردند و بمقدار یک شبر از زمین بلند گردانیدند و آب بران پاشیدند ۔ (روضۃ الاحباب ص ۵۱۵)

اسکے بعد آپ کی قبر مطہر پر مٹی ڈالدی ۔ اور صورت قبر کو سطح اور ایک روایت کے موافق ماہی پشت بنایا اور زمین سے ایک بالشت اونچا کیا اور اوس پر پانی چھڑک دیا ۔

اس کے آگے لکھتے ہین ۔

چون از دفن فارغ گشتند اول بدر خانۂ فاطمہ زہرا علیہا السلام آمدند و تعزیت و تسلیۂ وے بتقدیم رسانیدند پرسید کہ پیغمبر خود را دفن کردید گفتند آرے ۔ فرمود شما را چون از دل برآمدہ کہ خاک بر آن سرور پاشیدید آخر او نبی الرحمۃ نہ بود جواب دادند یا بنت رسول اللہ

جب دفن سے فراغت ہو گئی ۔ تو سب سے پہلے لوگ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے دروازے پر ماتم پرسی اور تسلی کے لیے آئے تو جناب سیدہؑ نے لوگون سے پوچھا کہ اپنے پیغمبرؐ کو دفن کر آئے ۔ سب نے عرض کی ۔ ہان ۔ فرمایا تم سے یہ کیسے ہوا کہ تم نے جسد مطہر پر مٹی ڈالی کیا وہ نبی رحمت نہین تھے عرض کی کہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاطر ما بجہت این معنی خود اندوہناک بود سہ

یہ امر خود ہم پر نہایت شاق تھا ہم اوس پیکر کو کیسے خاک کے اندر دیکھ سکتے تھے جس نے زمین سے اوٹھا کر ہمکو اونچا کیا تھا۔

درخاک فتادہ چون توانم دیدن
آنکس کہ مرا زخاک برداشتہ بود

لیکن از حکم ربانی چارۂ نیست۔

لیکن حکم ربانی سے کوئی چارہ نہین ہے۔

مرثیہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

اس کے بعد جناب سیدہ نے یہ اشعار پڑھے۔ جو اسلام کی تمام تاریخ وحدیث کی کتابون مین مرقوم ہین۔

ماذا علی مشمّ تربۃ احمد	جس نے خاک پاک مرقد احمدی کو ایک بار سونگھ لیا؟
ان لا یشم مدی الزمان غوالیا	پھر مدت تک کسی خوشبو سونگھنے کی ضرورت نہین ہے کیا
صُبّت علی مصائب لو انہا	ہم پر ایسی مصیبتین پڑی ہین کہ اگر وہ دن پر پڑی
صبت علی الایام صرن لیالیا	ہوتین۔ تو دن رات ہوگیا ہوتا۔

تمت بالخیر والعافیۃ

اولاد امجاد آنحضرت صلعم

جناب سیدہ نساء العلمین حضرت فاطمۃ الزہراء

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نو بی بیون مین سوائے جناب صدیقہ کبریٰ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے اور کسی سے آپ کی اولاد نہین ہوئی۔ مرویات اہل بیتؑ کے اعتبار سے صلب رسالت سے جناب خدیجہؑ کی صرف تین اولادین ہوئین۔ دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی دونون صاحبزادے۔ قاسم اور طاہر صغر سنی ہی مین انتقال فرما گئے۔ صرف حضرت فاطمۃ الزہراء جو اصغر اولاد تھین باقی رہین۔

ماریہ قبطیہ کے بطن سے ۸ھ ہجری مین حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ لیکن چھ مہینون کے بعد وہ بھی انتقال فرما گئے۔

علمائے اہلسنت کے اعتبار سے۔ آنحضرت صلعم کے۔ دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیان پیدا ہوئین دونو صاحبزادے تو بچپن ہی مین انتقال کر گئے اور چار صاحبزادیان حضرت فاطمۃ الزہراء (۲) حضرت زینب (۳) حضرت رقیہ (۴) حضرت ام کلثوم۔ (سیرۃ النبی جلد ۲)

شبلی صاحب نے صاحبزادیون کی یہ ترتیب باعتبار عظمت و اعزاز کے فرمائی ہے۔ اس لیئے اصغر اولاد جناب سیدہ کو سب سے اول لکھا ہے۔ ورنہ آپ کا نام نامی تو سب سے آخر مین ہونا چاہیئے۔ شبلی صاحب سے اتنا ہی حفظ مراتب غنیمت ہے۔ ؟

ازواج مطہرات

جناب صدیقہ کبریٰ حضرت خدیجہؑ

ازواج مطہرات مین سابقیت اور اولیت کا شرف آپ ہی کی خوش قسمتی کا سہرا تھا اور پھر اس استقرار و استمرار کے ساتھ کہ آپ کی حیات تک مشکوئے رسالت مین کوئی دوسری معظمہ اور محترمہ آپکی پہلو نشینی کا شرف نہ پا سکین۔

آپ کے والد کا نام خویلد۔ اور والدہ کا نام فاطمہ بنت زایدہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب چوتھی پشت مین قصی بن کلاب پر پہونچکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ مشکوئے رسالت مین حضرت خدیجہ کے آنے اور زوجیت رسولؐ کے شرف و اعزاز پانے کے مفصل حالات جلد دوم مین بیان ہو چکے ہین اعادہ کی ضرورت نہین۔

جناب خدیجہ کی ایک بہن تھین - ہالہ - دونون بہنون مین بڑی محبت تھی - دونون بہنین قد وقامت شکل و صورت اور آواز و انداز مین قریب قریب مساوی تھین - حضرت خدیجہ کے بعد ہالہ مدت تک زندہ رہین بہن کے انتقال کے بعد مدینہ مین ایکبار ہالہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین ملنے آئین - آستانہ مبارک پر پہونچکر دستور آداب کے موافق اجازت چاہی - آواز کی مشابہت کی وجہ سے آواز سنتے ہی جناب رسولخدا فوراً جھجھک اٹھے حضرت عائشہ موجود تھین - اون سے فرمایا - ہالہ آئی ہین - دروازہ کھولدو - مجھے انکے پکارنے پر خدیجہ بیساختہ یاد آگئین دونون بہنون کی آواز قدرتی طور پر کسقدر یکسان ہین - شبلی صاحب لکھتے ہین -

حضرت عائشہ کو رشک ہوا - بولین کہ آپ ایک بڑھیا کی کیا ہمیشہ یاد کیا کرتے ہین - جو مرچکین اور خدا نے اون سے اچھی بیویان آپ کو دین - صحیح بخاری مین یہ روایت یہین تک ہے - لیکن استیعاب مین ہے کہ اسکے جواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا - ہرگز نہین جب لوگون نے میری تکذیب کی تو اونھون (خدیجہؑ) نے تصدیق کی جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائین - جب میرا کوئی معین نہین تھا تو اونھون نے میری مدد کی - (سیرۃ جلد ۲)

شبلی صاحب نے آداب عقیدتمندی کے لحاظ سے حضرت عائشہ کے الفاظ تعریض کو بہت نرم کرکے لکھا ہے - حدیث وتاریخ کے ماخذ مین انکے اصلی الفاظ یہ مرقوم ہین -

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ماغرت علی خدیجۃ ولقد ھلکت قبل ان یتزوجنی رسول اللہ صلعم فقلت لہ صلعم یوما قد مدح خدیجۃ ماتذکر عجوزا حمراء الشدق قد بدلک اللہ خیرا منھا فغضب رسول اللہ صلعم وقال ما ابدلنی اللہ خیرا منھا امنت بی حین کذب بی الناس ورزقت منھا الولد -

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ مین نے کبھی کسی پر ایسا رشک نہین کیا - جیسا خدیجہ پر کیا باوجودیکہ جب میری تزویج رسول اللہ صلعم سے ہوئی اوس سے پہلے ہی حضرت خدیجہ کا انتقال ہوچکا تھا چنانچہ ایک روز جناب رسالتمآب صلعم حضرت خدیجہ کی تعریف کررہے تھے مین نے کہا کیا آپ ایک پوپلی بڑھیا کا ذکر کررہے ہین حالانکہ اللہ نے اون سے بہتر بی بیان آپ کو دین ہین - آنحضرت صلعم نے غضبناک ہوکر ارشاد فرمایا کہ قسم خدا کی - خدیجہ سے بہتر بی بی مجھے ہرگز نہین ملی - وہ مجھپر اوس وقت ایمان لائین - جب لوگ میری تکذیب کرتے تھے - اور خداتعالی نے اونھین سے مجھے اولاد عطا فرمائی

حضرت عائشہ کی یہ تعریض گو وہ کسی خاص وجہ پر مبنی ہو - خلاف آداب واخلاق تھی - اسی وجہ سے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رنجیدگی اور آزردگی خاطر کا باعث ہوئی -

محمد صادق علیہ وآلہ السلام کی زبان صداقت ترجمان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جناب خدیجہ کبریٰ ازدواج مطہرات کے طبقہ مین۔ باعتبار مراتب ومدارج۔ اخلاق وآداب کے سب سے۔ اول۔ افضل اور اعلیٰ ترین محترمہ تھین سلام اللہ علیہا بنوت کے دسوین برس۔ رمضان کے مہینہ مین پینسٹھ برس کی عمر مین حضرت خدیجہؑ نے مکہ معظمہ مین انتقال فرمایا اور مقام حجون مین مدفون ہوئین۔ جناب سالتمآب صلعم اونکی لاش مبارک لے کر خود قبر مین اوترے۔ اونکے لیئے دعائے خیر کی اور مدفون فرمادیا۔

حضرت سودہ بنت زمعہ

جناب خدیجہؑ کے بعد یہی بی بی اپنی خوش نصیبی سے پہلے رسول اللہ صلعم کے شرف زوجیت پر فائز ہوئین۔ یہ پہلے سکران بن عمر کے نکاح مین تھین۔ یہ دونون میاں بی بی سابق الاسلام تھے۔ دوسرے بار جو مسلمانون کی جماعت حبشہ مین ہجرت کرکے گئی تھی اوس مین یہ دونون بزرگوار داخل تھے۔ حبشہ سے مکہ مین واپس آکر سکران نے انتقال کیا حضرت سودہ کا سکران سے ایک لڑکا عبدالرحمن تھا۔ جو جنگ جلولاء مین (حدود فارس) بزمانہ خلافت ثانیہ مارا گیا۔

سکران کے انتقال کے بعد خولہ بنت حکیم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت سودہ کے ساتھ تزویج کا پیام دیا۔ شبلی صاحب لکھتے ہین۔

آپ کا ایما پاکر خولہ حضرت سودہ کے والد کے پاس گئین اور جاہلیت کے طریقہ پر سلام کیا انعم صباحاً[۱] پھر نکاح کا پیام دیا۔ اونھون نے جواب دیا۔ ہان محمدؐ کفو شریف ہین۔ لیکن سودہ سے بھی تو دریافت کرو غرض سب مراتب طے ہو گئے۔ تو آنحضرت صلعم خود تشریف لے گئے۔ سودہ کے والد نے نکاح پڑھا۔ چارسو درم مہر قرار پایا۔ نکاح کے بعد عبداللہ بن زمعہ (حضرت سودہ کے بھائی) جو اوسوقت کافر تھے۔ آئے اور اون کو یہ معلوم ہوا تو سر پر خاک ڈالی کہ کیا غضب ہو گیا۔ چنانچہ اسلام لانے کے بعد اپنی اس حماقت شعاری پر ہمیشہ اون کو افسوس آتا تھا۔

---

[۱] شبلی صاحب کے اس واقعہ سے گڈ مارننگ (good morning) کی قدامت استعمال اور عرب مین اسکا قدیم رواج معلوم ہو گیا۔ انگریزی تہذیب تمدن کے شیدائی آپ کے اس انکشاف کی بڑی قدر کرینگے لیکن افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ شبلی صاحب نے اوس ترمیم کو نہ لکھا جو اسلام نے اپنے اصول شریعت کے موافق اس مین قائم کر دی تھی۔ آپ تو ماشاءاللہ مقصرو روم اکثر بلاد اسلامی کی سیر کر چکے ہین کیا آپنے وہان کے مسلمانون کی زبان سے صبحکم اللہ بالخیر نہین سنا؟　المؤلف عفی عنہ

حضرت سودہ بلند بالا اور فربہ اندام تھین۔ اس وجہ سے تیزی کے ساتھ چل پھر نہین سکتی تھین حجۃ الوداع مین جب مزدلفہ سے روانہ ہونے لگے تو اُنھون نے آنحضرت صلعم سے اس بنا پر سب سے پہلے چلنے کی اجازت مانگی کہ ان کو بھیڑ بھاڑ مین چلنے سے تکلیف ہوگی۔

آیت حجاب سے پہلے عرب کے قدیم طرز پر ازواج مطہرات قضائے حاجت کے لیے صحرا کو جایا کرتی تھین حضرت عمر کو یہ ناگوار ہوتا تھا۔ اس بنا پر آنحضرت صلعم کی خدمت مین پردے کی تحریک کرتے رہتے تھے۔ لیکن ابھی انکی استدعا قبول نہین ہوئی تھی کہ حضرت سودہ رات کے وقت قضائے حاجت کے لیے نکلین چونکہ انکا قد نمایان تھا حضرت عمر نے کہا سودہ۔ تمکو ہم نے پہچان لیا۔ اسی واقعہ کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی۔ (سیرۃ النبی جلد ۲)

شبلی صاحب حضرت عمر کی طرف سے جو چاہین جتنی قبل از وقت تحریک پردہ کی پیش بندیان باندھین بفرض محال اونکے مان لینے کے بعد بھی حضرت عمر سے حضرت سودہ کو اس موقع خاص پر ٹوک دینے کی نہایت نافرانہ شرمناک اور حد درجہ کی خلاف تہذیب و اخلاق حرکت سرزد ہوئی۔ جسے کوئی شریف اور مہذب آدمی کبھی پسند نہین کرسکتا۔

شبلی صاحب حضرت سودہ کے اوصاف مین تحریر فرماتے ہین۔

حضرت سودہ عادات و اخلاق رسالت کا نمونہ تھین۔ اس لیئے کہ مُدت سے شرف ملازمت و خدمت پر ممتاز تھین اور معارف نبوت کی خلوت و جلوت مین ہمراز و دمساز۔

لیکن اتنا لکھکر بھی۔ شبلی صاحب۔ ان اوصاف مین حضرت سودہ پر حضرت عائشہ کو ترجیح دیتے ہین ہمکو سوائے حسن عقیدت کے اور کوئی وجہ ترجیح نہین معلوم ہوتی۔ اسکے آگے شبلی صاحب لکھتے ہین۔

حضرت عمر نے ایکبار ان کے وظیفہ کی رقم تھیلی مین رکھکر ان کے پاس بھیجدی۔ لانے والا جب وہ تھیلی اُنکے پاس لایا تو حضرت سودہ نے استفسار فرمایا اس مین کیا ہے۔ اوس نے کہا۔ روپے ہین۔ فرمایا۔ کہ اب تھیلیون مین بھر بھر کر روپیہ بھیجا جانے لگا۔ یہ فرمایا اور وہ تمام روپیہ مستحقین کو دیدیا۔

حضرت سودہ سے بہت کم روایتین نقل کی گئی ہین۔ محدثین نے ان سے صرف پانچ حدیثین نقل کی ہین۔ بخاری صاحب نے انکی ایک ہی روایت پر اکتفا فرمائی ہے یہ ہی ہم غنیمت است۔ صحابہ مین صرف دو حضرات عبداللہ بن عباس اور یحیی ابن عبد الرحمن نے روایت کی ہے۔ حضرت سودہ کے سال وفات مین اختلاف ہے۔ واقدی حکومت معویہ کے زمانہ مین ۵۵ھ مین انکی وفات بتلاتے ہین اور تعجب ہے کہ ابن حجر بھی اسی کو اپنا مختار بناتے ہین لیکن امام بخاری اپنی تاریخ اور علامہ ذہبی تاریخ کبیر مین ۲۳ھ مین بزمانہ خلافت

حضرت عمرؓ انکی وفات کو لکھتے ہین۔ امام ذہبی نے تو یہان تک تصریح کردی ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخر ایام تھے۔ حضرت عمرؓ کی وفات ۲۳ھ مین ہوئی ہے۔ اس بنا پر حضرت سودہ کا انتقال ۲۲ھ مین واقع ہوا۔ علامہ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس مین لکھتے ہین کہ یہی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے

حضرت عائشہ

اسم مبارک عائشہ تھا۔ صاحب اولاد نہین تھین۔ مگر عبداللہ بن زبیر اپنے بھانجے کی رعایت سے جنھین آپنے پالا تھا ام عبداللہ کی کنیت سے مشہور تھین۔ انکی ماں کا نام زینب تھا اور اُم رومان کنیت۔ انکی ولادت بعثت رسول سے چار برس بعد واقع ہوئی والدین نے پہلے جبیر ابن مطعم کے ہان بات لگائی تھی۔ اس لیے جب خولہ بنت حکیم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ انکی بات لیکر آئین تو پہلے حضرت ابوبکر نے اسی بنا پر انکار کیا۔ مگر جب خولہ نے کہا کہ اُن کے اسلام کی وجہ سے تمھارے ساتھ پیوند نہین کرینگے۔ تو حضرت ابوبکر جیسا کہ روضتہ الاحباب مین کتب نساب سے بیان کیا گیا ہے دریافت حال کی غرض سے خود جبیر کے ہان گئے جبیر سے تو ملاقات نہین ہوئی۔ مگر اونکی بیوی نے انکو دیکھتے ہی کہا کہ تم اپنی بیٹی بیاہ کر میرے ہان اسلام کے قدم جمانا چاہتے ہو۔ مین تمھین ایسا نہین کرنے دونگی۔ حضرت ابوبکر وہان سے براہ راست واپس آئے اور بلا ذریعہ د واسطہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین معروضہ پیش کیا۔ فوراً قبول فرما لیا گیا اور شوال کی بارھوین تاریخ کو حضرت عائشہ سے نکاح کر لیا گیا۔ اوسوقت حضرت عائشہ کی عمر کل چھ سال کی تھی۔

ہجرت کے تیسرے سال مدینہ منورہ مین عروسی ہوئی وہ بھی شوال ہی کا مہینہ تھا۔ احادیث کی مرویات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسم عروسی کی تحریک بھی حضرت ابوبکر ہی کی طرف سے پیش ہوئی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تنگدستی کی مجبوری دکھلائی تو حضرت ابوبکر نے پچاس درم قرضِ حسنہ دیکر عرض کی کہ اس سے سامان عروسی کر لیا جاوے بات طے ہو گئی۔ سامان عروسی شروع ہو گئے۔ شبلی صاحب عروسی اور رسم رخصتی کے متعلق لکھتے ہین۔

مدینہ مین آکر حضرت عائشہ سخت بخار مین مبتلا ہو گئین۔ اشتداد مرض سے سر کے بال تک جھڑ گئے صحت ہوئی تو اُم رومان کو رسم عروسی کے ادا کرنے کا خیال آیا۔ اوسوقت اونکی عمر ۹ سال تھی سہیلیون کے ساتھ جھولا جھول رہی تھین ام رومان نے حضرت عائشہ کو آواز دی۔ اونکو اس واقعہ کی خبر تک نہ تھی۔ ماں کے پاس آئین اونھون نے مونھ دھویا۔ بال درست کیے۔ گھر مین لے گئین۔ انصار کی عورتین انتظار مین تھین۔ یہ گھر مین داخل ہوئین تو سب نے مبارکباد دی۔ چاشت کے وقت آنحضرت صلعم تشریف لائے اور رسم عروسی ادا ہوئی شوال ہی مین نکاح ہوا اور شوال ہی مین یہ رسم بھی ادا کی گئی۔ جلد دوم حالات ازواج ص ۳۲۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تمام تقریبات نکاح کے موقع پر بڑے بڑے ولیمے دیئے سوائے حضرت عائشہ کے ساتھ نکاح کے موقع پر اس لئے کہ وہ زمانہ آپ کے لیے شدت سے تنگی کا تھا۔ چنانچہ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

از حضرت عائشہ منقول است حضرت با من زفاف کرد و ہیچ شتر و گوسفندے نکشتند و طعام عروسی ما کاسۂ شیرے بود کہ از خانہ سعد بن عبادہ فرستادہ بود و من در آنروز نُہ سالہ بودم و از اسماء بنت عمیس مروی است کہ من در زفاف عائشہ حاضر بودم و اللہ کہ در آنروز ہیچ طعام ولیمہ نبود الا قدحے از شیر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقدارے ازان شیر تناول نمودہ بعد ازان بعائشہ دادہ وے شرم میداشت کہ بگیرد من گفتم دست پیغمبر را رد مکن و بستان از وے پس بشرم تمام آنرا بگرفت و مقدارے ازان آشامید بعد ازان حضرت فرمود تا بمن دہ۔ ما گفتم رغبت نداریم آنسرورؐ گفت گرسنگی و دروغ با ہم جمع مکنید۔ من گفتم یا رسول اللہؐ اگر یکے از ما رغبت چیزے داشتہ باشد و گوید رغبت ندارم آنرا بدروغ می شمرند فرمود آرے ان الکذب یکتب کذبا حتے یکتب الکذیبۃ کذیبۃ

روضۃ الاحباب

صفحہ ۲۰۵

حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ میری رخصتی کے دن کوئی بھیڑی ذبح نہین کی گئی ہمارا ولیمہ عروسی صرف ایک دودھ کا پیالہ تھا جو سعد بن عبادہ کے گھر سے آیا تھا میرا سن اوسوقت نو برس کا تھا اور اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ مین حضرت عائشہ کی تقریب رخصتی مین حاضر تھی۔ خدا کی قسم اوسدن ولیمہ کے لیے کسی قسم کا کوئی طعام تیار نہین تھا سوائے ایک جام شیر کے۔ جسمین سے تھوڑا جناب رسولخدا صلعم نے نوش فرماکر پیالہ کو حضرت عائشہ کی طرف بڑھا دیا اور انھون فرط حجاب سے اوس پیالہ کے لینے مین تامل کیا۔ تو مین نے اون سے کہا کہ پیغمبر کے دست (عنایت) کو رد نہین کرتے پیالہ لے لو۔ یہ سنکر حضرت عائشہ نے نہایت حجاب کے ساتھ وہ پیالہ لے لیا اور اوسمین سے تھوڑا سا پی لیا پھر آنحضرت صلعم نے اون سے ارشاد کیا کہ مجھے (اسماء بنت عمیس کو) دیدو۔ مین نے عرض کی مجھے تو اسوقت اشتہا نہین ہے آپ نے ارشاد فرمایا بھوک اور جھوٹ ایک جا جمع نکرو مین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلعم اگر ہم مین سے کسی کو اشتہا ہو۔ اور وہ کہے کہ مجھے اشتہا نہین ہے تو کیا یہ بھی جھوٹ ہی مین شمار ہوگا۔ ارشاد ہوا جھوٹ جھوٹ ہی لکھا جائیگا اگرچہ جھوٹ لکھنے والے نے جھوٹ ہی لکھا ہو۔

شبلی صاحب لکھتے ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ سے بڑی محبت تھی۔ اسی محبت سے آپنے مرض الموت مین

آپ نے تمام ازواج مطہرات سے اجازت لی اور اپنی زندگی کے آخری دن حضرت عائشہ کے حجرے میں بسر کیے۔ اس محبت کا اظہار جن طریقون سے ہوتا تھا اون کے متعلق احادیث و سیر مین نہایت کثرت سے واقعات درج ہین"۔

آنحضرت صلعم کا حضرت عائشہ سے یہ محبت کرنا تعجب انگیز نہین اسلیے کہ فطرتاً ہر شوہر اپنی بی بی سے محبت کرتا ہے پھر اسمین حضرت عائشہ کیلیے شرف خصوصیت کیا ہے۔ پھر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ آنحضرت صلعم سے حضرت عائشہ کو محبت نہین تھی۔ اگر ہوتی تو آپ آنحضرت صلعم کے ساتھ انکی محبت کا بھی اظہار فرمادیتے۔ وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تو فرط محبت سے انکے ساتھ یہ کیا انھون نے اپنی شدت محبت کے تقاضے سے آپ کے ساتھ کیا کیا گیا۔ مگر شبلی صاحب نے اسے نہین لکھا۔ اس بناپر اوسکا وجود ہی نہین تھا۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ انکا ذرا ذرا سی بات پر روٹھنا۔ جزوی شکایتون پر منھ بنانا۔ نان و نفقہ و دیگر اخراجات خاص کیلیے رسول اللہ صلعم کو تنگ کرنا۔ آیت تخییر کا نازل ہونا۔ پھر سال ہی بھر کے بعد قصہ تحریم مین دیگر ازواج مطہرات کو اپنی ہم آہنگ بناکر رسول اللہ صلعم کے خلاف مظاہرہ کرنا۔ جسکے نسبت آپ خود یہ الفاظ تحریر فرماتے ہین کہ مظاہرہ کی ارکان اعظم حضرت عائشہ و حضرت حفصہ تھین۔ (سیرۃ جلد ۱ صفحہ ۳۹۰) آپ غریب کس شمار مین ہین۔ خدائے تبارک و تعالی اس مظاہرہ کے متعلق اور ان دونون خواتین کی نسبت۔ صغت قلوبکما۔ (دل اون دونون کے ٹیڑھے ہوگئے ہین) کی صورت حال اور صواحب لوط و یوسف کی مثال قرآن مجید مین دے چکا ہے۔ تو کیسے کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان محترمہ کو اپنے مقدس شوہر کے ساتھ محبت تھی۔

اب رہا مرض الموت مین انکے حجرہ مین تشریف رکھنے سے افراط محبت کے جو معنی نکالے گئے ہین۔ اوسکی نسبت گذارش ہے کہ واقعات پر نظر رکھنے والے اور حقیقت کے جاننے والے اسکو منتہائے اخلاق رسول کی مراعات یقین کرتے ہین۔ آپ کی محبت مخصوصہ کی مضمون تراشی اوسوقت صحیح ہوتی جب حجرۂ علالت حضرت عائشہ کی جلوت و خلوت کے لیے مخصوص محدود کر دیا جاتا واقعات تبلارہے ہین کہ ایام علالت مین حجرہ حضرت عائشہ عام مسلمانون کی گذرگاہ بنا ہوا تھا۔ تمام ازواج اور اہلبیت طاہرین بھی وہین اوٹھ آئی تھین۔ اسلیے اوس محبت کی خصوصیت جسپر آپکا استدلال قائم ہوتا ہے۔ عین عمومیت ثابت ہوتی ہے اور اوس کا کوئی اثر ظاہر نہین ہوتا۔

اب رہا خلاف اور ازواج مطہرات کے انکے حجرۂ خاص مین اوٹھ آنیکی مصلحت یہ تھی کہ موصوفہ کو شکایت کا موقع نہ ملے اور پھر کسی تازہ مظاہرہ کا اندیشہ نہونے پائے اور خاصکر انکی اور انکے مؤیدین کی خاص اطلاع کے لیے اہلبیت طاہرین اور دیگر مومنین کے لیے جو وصیتین فرمائی گئین اور اون کے ساتھ مرتے دم تک جو محاسن سلوک قائم کیے گئے وہ سب انکی آنکھون کے سامنے گذر جائین۔ یہ خود مشاہدہ فرمالین۔ پھر اختیار رہے۔ چاہین اُن پر عمل فرمائین یا نفرمائین اسکے بعد شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین "حضرت عائشہ کی علمی زندگی بھی نمایاں حیثیت رکھتی تھی حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کے وقت مین فتوی دیتی تھین"

نہین معلوم حضرت علیؑ کا دورِ حکومت۔ انکے اجراے فتوے سے کیون محروم رکھا گیا۔ شبلی صاحب خوامخواہ حقیقت کو کیون چھپاتے ہین۔ وہ تو چھُپنے والی نہین۔ حضرت علیؑ کے وقت مین بھی اُنھون نے فتوے دیے۔ انکا سب سے بڑا موثر فتویٰ وہ عظیم الشان اور واجب الاذعان اعلان تھا۔ جس نے جنگ جمل قائم کرادی اور عراق عرب سے لیکر حجاز۔ شام مصر اور تمام ممالک اسلامیہ مین آگ لگادی۔ اور خاص سرزمین بصرہ پر ہزارون مسلمانون کے خون بہوادیے۔ ہان۔ بصرے مین شکست کھاکر گھر مین واپس آئین تو کفّ لسان فرمائین۔ اس کے بعد شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

حضرت عائشہ نے صحابہ پر دقیق اعتراض کیے ہین۔ جنکو علامہ سیوطی نے ایک رسالہ مین جمع کردیا ہے۔"

ہمکو اسکی تفصیل و تحقیق کی ضرورت نہین کہ ان اعتراضات مین اصابت راے کس طرف تھی صحابہ کی راے صحیح تھی یا حضرت عائشہ کی۔ اسے صحابہ جانین اور حضرت عائشہ۔ ہان اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ حضرت عائشہ کے اعتراضات اور آپکے اعترافات سے ثابت ہوگیا کہ صحابہ کی اصابت راے کے متعلق آپ کا اصول کلھم عدول قابل قبول نہین۔ اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ اصول موضوعہ صحابہ کے زمانہ سے بہت پیچھے وضع کیا گیا ہے۔

اب رہا حضرت عائشہ کا تبحّرِ علمی۔ وہ تو ذیل کے واقعہ سے بخوبی ثابت ہے۔ امام حاکم مستدرک مین تحریر فرماتے ہین۔

عن عائشة دعت ابو هريرة فقالت يا
ابا هريرة ما هذه الاحاديث التي يبلغنا انك
تحدث بها عن النبي صلعم هل سمعت
الا ما سمعنا وهل رأيت ما رأينا قال
يا أمّاه انه كان يشغلك عن رسول الله
صلعم المرءة والمكحلة والتصنيفة
لرسول الله صلعم واني والله ما كان عنه شئ
وهذا حديث صحيح لم يخرجاه الشيخان۔

حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ مین نے ابوہریرہ کو بلاکر پوچھا کہ اے
ابوہریرہ یہ کیسی حدیثین ہین جو ہمکو پہنچی ہین کہ تم انکو رسول اللہ صلعم کا
قول بیان کرتے ہو۔ حالانکہ تم نے بھی وہی سُنا جو ہم لوگون نے سُنا اور
تم نے بھی وہی دیکھا جو ہملوگون نے دیکھا۔ ابوہریرہ نے کہا۔ اماجان آپکو
آئینہ، سرمہ دانی اور بناؤ سنگھار (احادیث رسول سننے سے) سے باز رکھتا
تھا جو تم رسول اللہ صلعم کے لیئے کیا کرتی تھین۔ اور خدا کی قسم ہمکو ان مین سے
کوئی چیز بھی مانع نہین تھی۔ امام حاکم کا بیان ہے کہ یہ روایت مکالمہ
حضرت عائشہ و ابوہریرہ صحیح ہے۔ گو اسکو شیخین بخاری و مسلم نے نہین لکھا ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس نے جناب موصوفہ کی تفسیر یا اخت ھارون کو (ہارون سے مراد برادر حضرت موسیٰ ہین)۔ بدیہتاً غلط بتلایا۔ یہی دو مثالین آپ کے تبحّر علمی۔ ابطال دعوی کے لیئے کافی ہین۔

ہر امر کے لیے ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک شہرت عقیدت۔ اہل تحقیق کو انکشاف و اکتساب حقیقت مدنظر رہتا ہے نہ ثواب عقیدت۔ اس لیے کتب احادیث مین فضل و کمال علمی حضرت عائشہ کی نسبت جو کچھ مذکور ہے وہ جناب موصوفہ کی علمی تجلیات نہین ہین۔ بلکہ خوش عقیدہ مولفین کی تعلیات۔

حضرت عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نو برس تک زندگی بسر کی۔ نو برس کی عمر مین وہ آپکی خدمت مین آئین جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو انکی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ آنحضرت صلعم کے بعد حضرت عائشہ قریباً ۴۸ برس تک زندہ رہین ۵۸ھ مین وفات پائی۔ اوس وقت انکی عمر ۶۶ سال کی تھی وصیت کے مطابق جنۃ البقیع مین رات کے وقت دفن ہوئین

شبلی صاحب کے قلم عقیدت رقم نے جناب موصوفہ کی وفات کے متعلق تو یہ گہر افشانی فرمائی ہے جو مندرجہ بالا عبارت مین لکھکر دکھلائی گئی۔ اور طرفہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی اس قلمی عقیدت کو قید اسناد وغیرہ سے بالکل آزاد رکھا ہے۔ جس پر آپ کی عقیدتمندانہ طباعی کا بھی گمان ہو سکتا ہے لیکن مین آپکی خدمت مین اس دیدہ دلیری کی نسبت نہین کر سکتا۔ اور قرینہ یہ ہے کہ آپ نے ان مرقومات کو بھی کسی عقیدتمندانہ تحریر سے نقل فرمایا ہے۔

بہرحال وائل السیوطی کی مفصلہ ذیل عبارت۔ آپکی تحریر کے خلاف حضرت عائشہ کی وفات کا واقعہ اس تفصیل سے بتلاتی ہے۔

وکان معویۃ علی المنبر رسول اللہ صلعم	معویہ منبر رسول اللہ صلعم پر بیٹھے ہوے یزید کیلئے بیعت لے رہے تھے کہ
یاخذ البیعۃ لیزید فاخرجت عائشۃ راسھا	حضرت عائشہ نے حجرہ سے سر نکالا۔ اور کہا کہ چپ ہو چپ ہو اے معاویہ۔
من الحجرۃ وقالت صہ صہ ھل استدعی الشیوخ	آیا شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر) نے بھی اپنے بیٹون کے لیے بیعت لی تھی
لابنا ھم البیعۃ قال لا قالت فمن یقتدی	معویہ نے کہا نہین۔ عائشہ نے کہا پھر تو کس کی تقلید کرتا ہے۔ پس معویہ
انت فخجل و نزل عن المنبر و بنی لھا حفر	شرمندہ ہو کر منبر سے نیچے اوتر آے اور ام المومنین عائشہ کے لیے اسطرح
فوقعت فیھا و ماتت	ایک غار کھدوایا کہ وہ اوس مین گر کر انتقال فرما گئین۔

حکیم سنائی غزنوی۔ جو بقول شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اولیائے کبار سے ہین۔ اپنے حدیقہ مین اس واقعہ کی طرف ان دو اشعار مین اشارت فرماتے ہین۔

عاقبت ہم بدست آن طاغی	آخرکار اوس گمراہ کے ہاتھون سے
شد شہید و بکشت آن باغی	وہ شہید ہوئین اور اوسی باغی نے اونھین مارا
آنکہ با جفت مصطفےؐ زینسان	جو شخص زوجہ مصطفےؐ کے ساتھ ایسی برائی
بدکند مرد را تو مرد مخوان	کرے تو اوس مرد کو مرد نکہنا چاہیے۔

ان کے علاوہ اور محدثین نے بھی یہی تفصیل وفات لکھی ہے۔ جسکی تصریح کا یہ موقع نہین ہے اگر جنت البقیع کی دفن والی روایت پر اعتبار کیا جاوے تب بھی حالت بالکل دگرگون معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ معارف ابن قتیبہ کی حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔

توفیت عائشۃ رضی اللہ عنھا سنۃ ثمان خمسین	یعنی ۵۸ھ مین حضرت عائشہ کا انتقال ہوا۔ وقت وفات جب

فقیل لہا فندفنک عند رسول اللہ صلعم فقالت انی قد احدثت بعد فادفنونی مع اخواتی فدفنت بالبقیع۔	لوگون نے اون سے پوچھا کہ ہم تمکو رسول اللہ صلعم کے پاس دفن کرین تو حضرت عائشہ نے کہا کہ چونکہ حضرت رسول اللہ صلعم کے بعد مجھسے ایسی باتین سرزد ہوی ہین جو مناسب نہین تھین لہذا مجھے آنحضرت صلعم کے قریب دفن نکرنا بلکہ میری بہنون کے پاس بقیع مین دفن کرنا۔

علامہ عبد ربہ بھی عقد الفرید مین یہی عبارت لکھتے ہین۔

حضرت حفصہ

حضرت عمر ابن الخطاب کی صاحبزادی تھین جس سال قریش کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اوسی سال انکی ولادت واقع ہوئی خنیس بن خذافہ سے انکی شادی ہوئی خنیس نے مسلمان ہو کر مدینہ مین ہجرت کی۔ بدر مین شریک ہو کر زخمی ہوے گھر آکر انھین زخمون کے باعث انتقال کر گئے لیکن اصابہ مین غزوہ احد مین انکا شہید ہونا بتلاتے ہین شبلی صاحب اونکی تنقید قول مین لکھتے ہین۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین لکھا ہے کہ حضرت عمر نے رقیہ کے انتقال کے بعد حضرت عثمان سے اونکے نکاح کی خواہش کی تھی اور یہ مسلم ہے کہ حضرت رقیہ کا انتقال غزوہ بدر کے بعد ہوا اور اسی وجہہ سے حضرت عثمان شریک بدر نہو سکے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خنیس نے غزوہ بدر کے بعد وفات پائی۔ دوسری روایت مین ہے کہ حضرت عثمان بیٹھے تھے۔ حضرت عمر اودھر سے گذرے اور پوچھا کہ حفصہ سے نکاح کرتے ہو۔ اونکی عدت گذر گئی"۔ اگر خنیس نے احد مین شہادت پائی ہوتی تو اونکی عدت کا زمانہ ۴ھ ہوتا۔ حالانکہ انکا نکاح ۳ھ مین ہوا۔ (بحوالہ فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۵۲،۵۲)

ہمکو خنیس کی وفات کے متعلق جو اختلاف قول ہے یا شبلی صاحب نے اپنی منتقدانہ تحقیق کے بعد جو اپنا مختار قائم کیا ہے اوسکی نسبت کوئی عذر دکلام نہین ہے صرف حضرت عمر کے اظہار صاف اور موجودہ زمانہ کے اور سابق زمانے کے اسلامی تمدن کے باہمی اختلاف کو اس واقعہ مین دکھلا دینا ضروری ہے کہ حضرت عمر راہ چلتے صاحبزادی کے نکاح کا پیام دیتے تھے اور تاہم کوئی شنوائی نہین ہوتا تھا چنانچہ شبلی صاحب پھر اسکی تفصیل حسب ذیل الفاظ مین لکھتے ہین۔

حضرت حفصہ کے بیوہ ہو جانے کے بعد حضرت عمر نے اونکے نکاح کی خواہش حضرت عثمان سے کی۔ اونھون نے کہا کہ اس معاملہ مین مین غور کرون گا حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے ذکر کیا اونھون نے خاموشی اختیار کی حضرت عمر کو انکی بے التفاتی سے رنج ہوا۔ اسکے بعد خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ سے نکاح کی خواہش کی۔ نکاح ہو گیا تو حضرت ابوبکر حضرت عمر سے ملے اور کہا کہ جب تم نے مجھسے حفصہ کے نکاح کی درخواست کی اور مین خاموش رہا تو تمکو ناگوار گذرا لیکن مین نے اس بنا پر کچھ جواب نہین دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکا ذکر کیا تھا اور مین آپکا

راز فاش کرنا نہین چاہتا تھا۔ اگر رسول اللہ صلعم نے اون سے نکاح کو نہ کہا ہوتا تو مین اوسکے لیے آمادہ تھا۔ (سیرۃ النبی جلد ۲ صفحہ ۴۳۱)

حضرت ابوبکر کی خاموشی تک تو آپ کی نقل و تحریر مین واقعہ نگاری ہے۔ اوسکے بعد محض عقیدت شعاری جو حضرت عمر اور حضرت حفصہ کی حفظ مراتب کی ضرورت خاص سے اختیار فرمائی گئی ہے صحیح بخاری مین حضرت ابوبکر کا یہ جواب ضرور ہے لیکن اوسمین یہ کہان لکھا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خود اپنی طرف سے حضرت حفصہ کا پیام دیا۔ واقعہ یہ ہے۔

حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت ابوبکر کی خاموشی سے رنجیدہ ہو کر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوے۔ اور ان دونون حضرات کی بے التفاتی عرض کی۔ آپ نے انکی اشمالت اور مصلحت وقتی کے لحاظ سے حضرت حفصہ کو اپنی زوجیت مین لے لینے کے لیے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی۔ انکی مایوسانہ شکایت کے جواب مین جو الفاظ زبان مبارک سے نکلے تھے۔ وہ یہ تھے۔ کہ اچھا کوئی شخص حفصہ سے جب نکاح کے لیے راضی نہین ہوتا تو مین سب سے اچھا شخص اون کیلئے تجویز کرتا ہون۔ اور وہ مین ہون۔ حفصہ اوسوقت ۲۵ برس کی ہو چکی تھین شبلی صاحب حقیقت کو توڑ مروڑ کر چھپانا چاہتے ہین اور وہ چھپتی نہین۔ اسکے آگے لکھا جاتا ہے۔

حضرت حفصہ آخر حضرت عمر کی بیٹی تھین۔ اس لیے مزاج مین ذرا تیزی تھی۔ صحیح بخاری مین ہے کہ واقعہ ایلاء کے متعلق خود حضرت عمر کا بیان ہے کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت مین عورتون کو کوئی چیز نہین سمجھتے تھے۔ مین ایکدن کسی معاملہ مین غور کر رہا تھا اتفاق سے میری بی بی نے مجھے مشورہ دیا۔ مین نے کہا تمکو ان معاملات مین کیا دخل ہے۔ بولین کہ تم میری بات پسند نہین کرتے۔ حالانکہ میری بیٹی رسول اللہ صلعم کو برابر کا جواب دیتی ہے مین اوٹھا اور حفصہ کے پاس آیا۔ مین نے کہا بیٹی تم رسول اللہ صلعم کو جواب دیتی ہو۔ یہانتک کہ آپ دن بھر رنجیدہ رہتے ہین۔ بولین۔ ہان ہم ایسا کرتے ہین۔ مین نے کہا خبردار مین تمھین غضب الٰہی سے ڈراتا ہون۔ تم اوسکے گھمنڈ مین نہ آجانا جسکے حسن نے رسول اللہ صلعم کو فریفتہ کر لیا ہے۔ یعنی عائشہ۔ سیرۃ النبی جلد دوم صفحہ ۳۲۷

شبلی صاحب کی موقع شناسی اسی واقعہ کو اپنے خاص مقام پر ان الفاظ مین لکھتی ہے۔

حضرت عمر کا بیان ہے کہ قریش لوگ عورتون پر قابو رکھتے تھے اور اون پر غالب رہتے تھے لیکن جب مدینہ مین آے تو یہان انصار کی عورتین مردون پر غالب تھین۔ اون کا انداز دیکھکر ہماری عورتون نے بھی انکی تقلید شروع کی۔ ایکدن کسی بات پر اپنی بیوی کو ڈانٹا۔ اونھون نے اولٹ کر جواب دیا۔ مین نے کہا میری بات کا تم جواب دیتی ہو۔ بولین تم کیا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویان اونکو برابر کا جواب دیتی ہین۔ یہانتک کہ دن بھر آنحضرت صلعم سے روٹھی رہتی ہین مین نے دل مین کہا غضب ہو گیا۔ اوٹھکر حفصہ کے پاس آیا اور پوچھا کیا واقعی تو رسول اللہ صلعم سے رات بھر روٹھی رہتی ہے۔ حفصہ نے اقرار کیا۔ مین نے کہا تجھکو یہ خیال نہین کہ رسول اللہ صلعم کی ناراضی خدا کی

ناراضی ہے بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرا خیال کرتے ہین۔ ورنہ تجھکو طلاق دے چکے ہوتے (سیرۃ النبی جلد اول ص۴۰۱)
محققین دونون عبارتون کے فرق مابہ الامتیاز کو پڑھکر خود سمجھ لینگے۔ جب جیسا۔ تب تیسا۔

افسوس ہے۔ شبلی صاحب نے جناب موصوفہ کی نسبت نہ محبت رسول صلعم کا کوئی دعوی کیا اور نہ انکی استعداد علمی اور اجتہاد فقہی کا کوئی اظہار فرمایا۔ کم سے کم محافظین قرآن ہی مین انکا نام لکھدیا ہوتا۔ جیساکہ باتفاق جمہور ثابت ہوتا ہے کہ اوسوقت تک حضرت حفصہ ہی کے پاس مجموعہ قرآن کا ایک نسخہ تھا جو حضرت عثمان کے زمانہ خلافت مین ان سے لیکر ضائع کرادیا گیا جسکا افسوس موصوفہ کو تمام عمر باقی رہا۔

حقیقتًا حضرت حفصہ کی ذات اون تمام کمزوریون کا مجموعہ تھی جو فطرت نسوانی کی خصوصیات ہین تیز مزاجی اور درشت طبعی تو بقول شبلی صاحب موروثی تھی۔ اسی وجہ سے جناب رسولخدا صلعم نے انھین طلاق دیدی تھی مگر نظر بمصالح چند پھر رجعت فرمالی مسند امام حنبل مین ہے۔

عن عاصم بن عمران رسول الله صلعم طلق حفصه بنت عمر بن الخطاب ثم ارتجعها (بحوالہ احمدی ص۳۷)

عاصم بن عمر سے منقول ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے حفصہ بنت عمر بن الخطاب کو طلاق دیدی تھی لیکن پھر رجعت فرمالی۔

موصوفہ کی اخلاقی کمزوریون کی تفصیل مین شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

ترمذی مین ہے کہ ایکدفعہ حضرت صفیہ رو رہی تھین۔ آنحضرت صلعم تشریف لائے اور رونے کی وجہ پوچھی اونھون نے کہا مجھے حضرت حفصہ نے کہا ہے کہ تم یہودی کی بیٹی ہو۔ آپنے فرمایا کہ تم نبی کی بیٹی ہو۔ تمھارا چچا پیغمبر ہے اور تم پیغمبر کے نکاح مین ہو۔ حفصہ تم پر کس بات مین فخر کرسکتی ہین۔

ایک بار حضرت عائشہ اور حفصہ نے صفیہ سے کہا کہ ہم رسول اللہ صلعم کے نزدیک تم سے زیادہ عزیز ہین ہم آپکی بیوی بھی ہین اور آپ کی چچازاد بہن بھی حضرت صفیہ کو ناگوار گذرا اونھون نے آنحضرت صلعم سے شکایت کی آپنے فرمایا کہ تم نے اُن سے یہ کیون نہ کہا کہ تم مجھسے زیادہ معزز کیونکر ہوسکتی ہو۔ میرے شوہر محمدؐ میرے باپ ہارونؑ اور میرے چچا موسیٰؑ
حضرت عائشہ اور حفصہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی بیٹی تھین۔ جو تقرب نبوی مین دوش بدوش تھے۔
اس بنا پر حضرت عائشہ اور حفصہ بھی دیگر ازواج کے مقابلہ مین ایک تھین۔ لیکن کبھی کبھی خود بھی باہم رشک و رقابت کا اظہار ہوجایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ اور حفصہ دونون آنحضرت صلعم کے ساتھ ہمسفر تھین۔ رسول اللہ صلعم راتون کو حضرت عائشہ کے اونٹون پر چلتے تھے اور اُنسے باتین کرتے تھے ایکدن حضرت حفصہ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آج رات کو تم میرے اونٹ پر اور مین تمھارے اونٹ پر سوار ہون تاکہ مختلف مناظر دیکھنے مین آئین حضرت عائشہ راضی ہوگئین آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت عائشہ کے اونٹ کے پاس آئے جسپر حضرت حفصہ سوار تھین جب منزل پر پہونچے اور حضرت عائشہ نے آپکو نہین پایا تو اپنے پاؤن کو ادھر ایک گھاس ہوتی ہے جسمین سانپ بچھو رہتے ہین

کے درمیان لٹکا کر کہنے لگیں۔ خداوندا کسی سانپ بچھو کو متعین کر جو مجھے ڈس جائے۔ سیرۃ النبیؐ جلد دوم صفحہ ۳۲۸۔

یہ روایت خواتین موصوفین کے اخلاقی کمزوریوں کو اس طرح عام اور طشت از بام کر رہی ہے کہ بالآخر شبلی صاحب کو بھی اس پر نظریہ کی ضرورت لاحق ہوئی۔ نظریۂ زیر حاشیہ کی عبارت یہ ہے۔

اس امر کا خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہیے کہ ازواج مطہرات میں اس قسم کی روایتیں صرف حضرت عائشہ اور حفصہ کے متعلق مذکور ہیں۔ اس لئے اسکے اسباب تلاش کرنا چاہیے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے ساتھ منافقین کو جو عداوت تھی وہ قابل لحاظ ہے۔ عبارت زیرین حاشیہ صفحہ ۳۲۸

شبلی صاحب۔ عبارت آرائی سے کام نہیں چلتا۔ کہاں کہاں منافقین کو یاد کیجیے گا۔ دل ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم کیجیے۔ مان لیا منافقین نے یہ باتیں جھوٹ موٹ مشہور کر دیں۔ تو خیریت سے علماء کرام آپکے ایسے سادہ لوح کیوں ہونے لگے کہ مومن و منافق کے اقوال کی تمیز نہ کر سکے اور علما سے آگے چلئے تو خود حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام نے اس غفلت شعاری اور بد احتیاطی سے کیوں کام لیا کہ اپنے سلسلہ اسناد میں منافقین اور مومنین سب کی بھرتی کر لی۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

حضرت حفصہ نے ۴۵ھ میں وفات پائی۔ اوسوقت انکی عمر ۶۳ برس کی تھی۔ مروان الحکم (طرید رسول اللہؐ) نے نماز جنازہ پڑھائی اور ابناء حضرت عمر نے قبر میں اوتارا۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت زینب ام المساکین

زینب نام تھا۔ چونکہ فقراء مساکین کے ساتھ خاص طور پر مسلوک ہوا کرتی تھیں۔ اسلیے ام المساکین کے خاص لقب و کنیت سے مشہور تھیں۔ پہلے حضرت عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ وہ جنگ احد میں شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبالہ نکاح میں آئیں۔ لیکن انھیں صرف دو یا تین مہینے اس شرف کو حاصل کیئے۔ ہوئے تھے کہ داعی حق کو لبیک فرماگئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے جنازہ کی نماز پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ وقت وفات انکی عمر ۳۰ برس کی تھی۔

حضرت ام سلمہؓ

نام ہند تھا کنیت ام سلمہ۔ ماں کا نام عاتکہ بنت حضرت عبدالمطلب۔ پہلے عبداللہ بن عبدالاسد کے نکاح میں آئیں اونکے صلب سے سلمہ نامی لڑکا پیدا ہوا جسکی رعایت سے ان کی کنیت ام سلمہ اور باپ کی کنیت ابو سلمہ مشہور ہوئی عبداللہ بن عبدالاسد سابق الاسلام بزرگواروں میں شامل ہیں۔ اسی طرح حضرت ام سلمہ بھی۔ یہ دونوں بزرگوار

یکبار جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت اسلام سے مشرف ہوئے حضرت ام سلمہ نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ مین ہجرت کی چنانچہ سلمہ انکے صاحبزادے کی پیدائش وہین ہوئی۔ پھر حبشہ سے مکہ مین آئین اور مکہ سے مدینہ مین ہجرت فرماہوئین۔ مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمانے کی وقت انکے قبیلہ کے مشرکین کفار نے ان سے سخت مزاحمت کی بڑے ظلم وستم کئے۔ یہان تک کہ انکی گود سے سلمہ کو چھین کرے گئے۔ سوچے کہ شاید اس تدبیر سے مدینہ جانے سے باز آئین لیکن انکی عقیدت اور رفاقت اسلام مین ذرا فرق نہ آیا۔ آخر کار مشرکین نے بھی پیچھا چھوڑ دیا اور یہ مدینہ منورہ مین چلی آئین

ان کے شوہر ابو سلمہ بہت بڑے شجاع تھے اور مشہور شہسوار۔ غزوات بدر و احد مین انکی نمو داریان اور جان نثاریان اسلام کی تاریخون مین یادگار مین غزوۂ احد مین یہ زخمی ہو گئے تھے۔ اور زخم بھی کچھ ایسے کاری نکلے کہ تقریب جان بر نہو سکے اور قضا فرما کر شہدائے احد کے حسنات و درجات پر فائز ہوگئے انکی شہادت جمادی الثانی سنہ ۴ھ مین واقع ہوئی۔ ان کے جنازہ کی نماز بڑے اہتمام سے پڑھی گئی۔ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخلاف معمول انکی جنازہ کی نماز ۹ تکبیرون سے پڑھائی۔ نماز کے بعد لوگون نے عرض کی۔ یا رسول اللہ حضور کو شمار تکبیر مین کمین سہو تو نہین ہو گیا ہے۔ ارشاد ہوا۔ تو تکبیرین کیا یہ تو ہزار تکبیرون کے مستحق تھے۔ سیرۃ النبی ج ۲ صہ ۳۲۹۔

عدت گذر جانے کے بعد حضرت ام سلمہ کے پاس آنحضرت صلعم نے پیام عقد بھیجا تو بقول شبلی صاحب ام سلمہ نے ذیل کے چند عذر پیش کیے۔

(۱) مین سخت غیور عورت ہون۔

(۲) صاحب عیال ہون۔

(۳) میرا سن زیادہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب زحمتون کو گوارا کر لیا۔ اور عقد فرما لیا۔

حضرت ام سلمہؓ کے فضل وکمال اور علم وآداب کے متعلق شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

ازواج مطہرات مین حضرت عائشہ کے بعد فضل وکمال مین انھین کا درجہ تھا۔ ابن سعد نے طبقات مین اسکی تصریح کی ہے۔ روایت حدیث اور نقل احکام مین حضرت عائشہ کے سوا اور تمام بیبیون پر انکو فضیلت حاصل ہے۔ صلح حدیبیہ مین جب مکہ سے باہر حلق (سر منڈوانا) اور قربانی مین تامل تھا تو حضرت ام سلمہ ہی کی تدبیر سے یہ مشکل حل ہوئی اور یہ آپکی دانشمندی اور عقل وذہانت کی سب سے بہتر مثال ہے۔ یہ واقعہ صحیح بخاری مین بتفصیل موجود ہے۔ سیرۃ النبی ج ۲۔

علم وکمال مین حضرت ام سلمہ کا حضرت عائشہ سے کم پایہ ہونا صرف شبلی صاحب کی عقیدتمندانہ باریک بینی ہے

اور کچھ بھی نہین ۔ واقعہ ایلاء مین حضرت عمر کے سوال وجواب مین حضرت ام سلمہ کا یہ فرمانا کہ تم بڑھتے بڑھتے اتنا بڑھ گئے کہ اب سول ؐ اور اونکی بیبیون کے امور خاص مین بھی دخل دینے لگے ۔ انکی ذاتی عظمت وجلالت اور حیا وغیرت کی کامل مثال ہے ۔

اسی طرح خدمت رسالت مین ایک صحابی جو رشتہ مین حضرت ام سلمہ کے عزیز تھے مسائل النسوانی کے متعلق کسی قدر بیباکی سے استفسار کرنے لگے حضرت ام سلمہ سنتی تھین ۔ وہین سے انھین ڈانٹ کر کہنے لگین کہ تم مسائل شرعیہ اور احکام الٰہیہ پوچھنے آئے ہو ۔ یا عورتون کو رسوا کرنے ۔

حضرت ام سلمہ نے انت علی الخیر کی پیشینگوئی پوری کردی اور قرن فی بیوتکن کے مطابق جس گھر مین آئین اوسی گھر مین اپنی زندگی تمام کردی ۔ اور تمام عمر اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی رفاقت مین جسکی تمنا وآرزو انھون نے نزول تطہیر کے موقع پر کی تھی خداے سبحانہ تعالی نے اوسے اونکی خواہش کے موافق پورا کردیا ۔ آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو گویا اپنی تبنیت مین لیا تھا ۔ اور اونکی ولادت کے وقت ہی سے ۔ اونکی پرورش اور آرام رسانی آپ ہی سے متعلق تھی ۔ اسی بنا پر واقعہ شہادت کی احادیث آپ ہی سے زیادہ ترمروی ہین ۔ جن کو ہم بالتفصیل کتاب ذبح عظیم مین بیان کرچکے ہین ۔

انکے صاحبزادے سلمہ جنگ صفین مین حضرت علی کے ہمراہ تھے ۔ لڑکر شہید ہوگئے ۔ حسن بصری انھین کے خرید کردہ غلام تھے جنکو کمسنی مین خدمت کے لیے خرید فرمایا تھا ۔ اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر وغیرہ کے ساتھ حضرت علی مرتضی علیہ السلام سے تعلیم دلوائی تھی ۔ لیکن جنگ جمل کے موقع پر ۔ بقولیکہ ؎

کس نیاموخت علم تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد حضرت علی کی خدمت ورفاقت سے انکی دست برداری جناب ام سلمہ کی ایسی سخت ناراضی کا باعث ٹھری کہ پھر آپ نے عمر بھر حسن کا مُنھ نہ دیکھا اور نہ اپنے دروازے پر چڑھنے دیا ۔

انکی وفات کے متعلق شبلی صاحب یہ تمطراز ہین ۔

اہل سیر متفق ہین کہ ازواج مطہرات مین سب کے بعد حضرت ام سلمہ نے وفات پائی ۔ لیکن ان کے سن وفات مین نہایت اختلاف ہے ۔ واقدی نے ۵۹ھ بتلایا ہے ۔ ابراہیم حربی کے نزدیک ۶۲ھ ہے اور تقریب مین اسی کو صحیح کہا ہے ۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر مین لکھا ہے کہ ۵۸ھ مین وفات پائی ۔ بعض روایتون مین ہے کہ ۶۱ھ مین جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر آئی تو اوسوقت اونکا انتقال ہوا ہے ۔ ابن عبداللہ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے ۔ اس اختلاف روایت کی حالت مین سن وفات کی تعیین مشکل ہے ۔ تاہم یقینی یہ ہے کہ

واقعۂ حرا تک زندہ تھین مسلم مین ہے کہ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان حضرت ام سلمہ کی خدمت مین حاضر ہوے اور اوس لشکر کا حال پوچھا جو زمین مین دھنس جائیگا۔ یہ سوال اوسوقت کیا گیا تھا جب یزید نے مسلم ابن عقبہ کو لشکر شام دے کر مدینہ کی طرف بھیجا تھا اور واقعہ حرا پیش آیا تھا۔ واقعہ حرا ۶۳ھ مین پیش آیا ہے اس لیے اس سے پہلے انکی وفات کی تمام تاریخین صحیح نہین۔

شبلی صاحب کی تحقیق درست ہے لیکن اتنے اضافہ کے ساتھ کہ جناب موصوفہ کی وفات یقینی طور پر ۶۴ھ کے اواخر یا ۶۵ھ کے اوائل مین واقع ہوئی۔ اس لیے کہ قاتلان امام حسین علیہ السلام کا خاتمہ کرکے جو تاریخ سے ۶۴ھ کے واقعات معلوم ہوتے ہین جب امیر مختار بن ابو عبید ثقفی مدینہ مین آئے تو حضرت ام المومنین اُم سلمہ کی زیارت کو حاضر ہوے تو جناب موصوفہ نے اپنی کنیز خاص کے ہاتھ عطر دان باہر بھیجدیا کہ انکے سر وریش کے بالون کو معطر کردے۔ اس بنا پر یہ بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ حضرت ام سلمہ یقیناً ۶۴ھ تک زندہ تھین۔

اس کے بعد شبلی صاحب لکھتے ہین۔

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ کی وصیت کی بنا پر سعید بن زید نے نماز جنازہ پڑھائی لیکن اس روایت کی صحت مین کلام ہے اسلیے کہ سعید بن زید نے باختلاف روایات ۵۰ھ یا ۵۱ھ یا ۵۲ھ مین انتقال کیا ہے اور یہ یقینی طور پر ثابت ہے کہ اوسوقت حضرت ام سلمہ زندہ تھین۔ واقدی نے لکھا ہے کہ ابوہریرہ نے انکی نماز جنازہ پڑھائی اگر انکی وفات کے وقت سعید بن زید زندہ ہوتے تو حضرت ابوہریرہ خلاف وصیت کیونکر نماز جنازہ پڑھا سکتے تھے۔

بہر حال ازواج مطہرات مین حضرت ام سلمہ نے سب کے بعد وفات پائی۔ وفات کے وقت انکی عمر ۸۴ سال کی تھی۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب اپنی خود غرضانہ خیال تعمیم کے آگے خصوصیت اور واقعیت کے حالات خاص کو عمداً قلم انداز فرمادیتے ہین۔ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ کو حضرات اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے ساتھ ہمیشہ سے تعلق و تقربِ خاص کا شرف حاصل تھا اور کیونکر نہوتا سلسلہ ایک۔ خانوادہ ایک۔ پھر فصل و جدائی کیسے ممکن تھی۔ یہ جس گھر مین پہلے بیاہی تھین وہ بھی یہی گھر تھا۔ اور دوبارہ جس گھر مین آئین وہ بھی یہی تھا۔ پھر جناب سولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے اپنی وفات کے دن تک وسی گھر مین تشریف فرمارہین پھر ان واقعات کی موجودگی مین یہ کہنا کہ وفات کے وقت سعید بن زید کو اپنے نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت فرماگئین کسقدر لغو اور واقعیت سے خلاف ہے۔ کیا انکے اپنے گھر مین کوئی انکے وصی ہونیکی اہلیت نہین رکھتا تھا۔ اسمین شک نہین کہ یزید کے مظالم نے خاندان رسالت کو بالکل ویران کردیا تھا لیکن تاہم کاشانہ نبوت مین ابھی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا وجود ذیجود حضرت محمد بن حنفیہ حسن مثنیٰ عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ و عبیداللہ

پسران حضرت ابا الفضل عباس ابن علیؑ کی ایسی مبارک اور مقدس ہستیان موجود تھین ۔ جو ہر طریق وعنوان سے اونکے موصی لہ ہونیکی صلاحیت رکھتی تھین پھر کون مخبوط العقل اور مسلوب الحواس شخص تسلیم کرسکتا ہے کہ مرنیوالا اپنے گھر مین اتنے لائق بیٹے اور پوتے رکھکر غیرون کو اپنا وصی کرنے جائیگا ۔

یہی حالت نماز جنازہ کی بھی ہے جس کو آپنے صرف واقدی کی سند سے لکھا ہے ۔ شکر ہے کہ دیباچہ اور تبصرہ مین اتنی بے نقط سُنانے کے بعد آپ نے واقدی کو قابل الاسناد تو تسلیم کرلیا ۔ آپا سوقت اپنی غرض سے واقدی کو جیسا کچھ نہ سمجھ لیین ۔ دوسرا کیون سمجھنے لگا ۔

حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ کا اپنی میت پر نماز جنازہ پڑھانے کی سعید بن زید کو وصیت کرنا یہ سب اتہام ہے جس کا مواخذہ واضعان روایت کے ذمہ ہے حضرت ام سلمہ کا دامن بالکل پاک وصاف ہے اسی طرح ابوہریرہ کا نماز پڑھانا بھی بالکل لغو اور سراسر جھوٹ ہے ۔ کیونکہ کوئی صحیح الدماغ اور سلیم العقل مسلمان کبھی باور نہین کرسکتا کہ حضرت امام زین العابدین ۔ سید الساجدین حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کے موجود ہوتے کسی شخص غیر نے حضرت ام المومنین ام سلمہ کے جنازہ کی نماز پڑھانے پر جرأت کی ہو ۔ فافہم فتدبر ۔

حضرت ام سلمہ سے ۳۷۸ حدیثین مروی ہین ۔ جن مین سے کُل ۳ حدیثون کو بخاری نے اور ۱۳ حدیثون کو مسلم نے لکھا ہے ۔ باقی اور حدیثین دوسرے محدثین نے اپنے اپنی مصنفات وتالیفات مین نقل کی ہین ۔

حضرت زینب بنت جحش

یہ وہی محترمہ تھین جو زید بن حارثہ کے عقد نکاح مین تھین ۔ اور زید کے طلاق دینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف زوجیت پر ممتاز ہوئین ۔ آنحضرت صلعم نے جس ضرورت سے اُنکو اپنے نکاح مین لیا وہ تفصیل سے ایک علحدہ باب مین بیان ہوچکی ہے ۔ شبلی صاحب انکے اوصاف مین لکھتے ہین ۔

ازواج مطہرات مین جو لی بیان حضرت عائشہ سے ہمسری کا دعوی رکھتی تھین اون مین حضرت زینب بھی تھین ۔ خود حضرت عائشہ کہتی ہین کانت تسامینی یعنی وہ میرا مقابلہ کرتی تھین اور اونکو اس کا حق بھی تھا نسبی حیثیت سے وہ آنحضرت صلعم کی پھوپھی زاد بہن تھین ۔ جمال مین بھی ممتاز تھین ۔ عبادت مین نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ مشغول رہتی تھین ۔ جب آنحضرت صلعم نے اُنکو عقد مین لانا چاہا تو اُنھون نے کہا مین بغیر استخارہ کے کوئی راے قائم نہین کرتی ۔ ایک مرتبہ آپ مہاجرین پر کچھ مال تقسیم کررہے تھے حضرت زینب اس معاملہ مین کچھ بول اُٹھین حضرت عمر نے ڈانٹا ۔ آپ نے فرمایا ۔ ان سے درگذر کرو ۔ یہ اواہ ہین (یعنی خاشع

اور متضرع)۔ نہایت قانع اور فیاض طبع تھین۔ خود اپنے دست و بازو سے معاش پیدا کرتی تھین اور اوسکو خدا کی راہ مین لٹا دیتی تھین۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اونکا سالانہ نفقہ بھیجا انھون نے اوس پر کپڑا ڈال دیا اور برزہ بنت رافع کو حکم دیا کہ میرے خاندانی رشتہ دارون اور یتیمون کو تقسیم کر دو۔ برزہ نے کہا آخر ہمارا بھی کچھ حق ہے اونھون نے کہا کہ کپڑے کے نیچے جو کچھ ہو وہ تمھارا حق ہے دیکھا تو پچاسی درہم نکلے جب تمام مال تقسیم ہو چکا تو دعا کی کہ خدایا اس سال کے بعد مین عمرؓ کے عطیہ سے فائدہ نہ اوٹھاؤن۔ دعا مقبول ہوئی اور اوسی سال اونکا انتقال ہو گیا۔

آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات سے فرمایا تھا اسرعکن لحاقا بی اطولکن یدا تم مین سے جلد مجھسے وہ ملے گی جسکا ہاتھ لمبا ہوگا۔ یہ استعارۃً فیاضی کی طرف اشارہ تھا لیکن ازواج مطہرات اسکو حقیقت سمجھین۔ چنانچہ باہم اپنے ہاتھ ناپا کرتی تھین حضرت زینب اپنی فیاضی کی بنا پر اس پیشینگوئی کی مصداق ثابت ہوئین اور ازواج مطہرات مین سب سے پہلے انھین نے انتقال کیا۔ اپنے کفن کا خود سامان کیا تھا اور وصیت کی تھی کہ حضرت عمرؓ بھی کفن دین تو اون مین سے ایک کو صدقہ کر دینا چنانچہ یہ وصیت پوری کی گئی۔ بیت المال سے آیا ہوا کفن دیا گیا اور اُنکا اپنا تیار کردہ کفن تصدّق کر دیا گیا (روضۃ الاحباب) حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اسکے بعد ازواج مطہرات سے دریافت کیا کہ کون قبر مین داخل ہوگا۔ انھون نے کہا جو شخص اُنکے گھر مین داخل ہوتا ہو۔ چنانچہ اسامہ۔ محمد بن عبداللہ بن جحش۔ عبداللہ بن ابی احمد بن جحش نے انکو قبر مین اُوتارا۔ حضرت زینب نے ۵۳ برس کی عمر مین وفات پائی۔ جب آنحضرت صلعم سے نکاح ہوا تو ۳۵ برس کی تھین سنہ ۲۰ھ مین وفات ہے

حضرت جویریہ

قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس حارث بن ضرار کی لڑکی تھین مسافع بن صفوان سے بیاہی تھین غزوہ مریسیع مین مسافع مارا گیا۔ غزوہ مریسیع مین بہت سے مرد عورتین اسیر ہوئین۔ انھین مین جویریہ بھی تھین اور ثابت بن قیس بن شماس انصاری کے حصہ غنیمت مین آئین تھین۔ اسلام کے فیوض عام مین اسیران جنگ کے ساتھ ایک مخصوص رعایت قائم کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر اسیر اپنی حقیقت آزادی کے لیے ایک رقم خاص اپنے آقا سے طے کر لین اور وہ اوسے قبول کر لے تو وہ اسیر رقم مشروطہ ادا کرنے کے بعد بالکل آزاد ہو جائے گا۔ اصطلاح فقہا مین اسکو مکاتبت کہتے ہین حضرت جویریہ نے اسی مکاتبت کے ذریعہ سے ثابت بن قیس سے اپنی آزادی حاصل کر لی تھی جسکی تفصیل جلد دوم کے ایک علیحدہ باب مین بیان ہو چکی ہے لیکن مقامی ضرورت کے اعتبار سے اتنا لکھ دینا ضروری ہے کہ نو اوقیہ طلا زرخالص پر شرائط مکاتبت طے پائے تھے اور وہ جویریہ کے امکان سے بالکل باہر تھے۔ یہ مایوس ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت مین آئین اور رقم مشروطہ بطور امداد مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ مین تمکو اس سے بہتر ترکیب واکاری تبلا دون۔ انھون نے عرض کی تبلائی جاوے ارشاد فرمایا کہ مین اپنے پاس سے اتنی رقم ادا کر دیتا ہون اور تم مجھسے بیاہ کر لو۔ وہ راضی ہو گئین۔ آپ نے ثابت بن قیس کو وہ رقم ادا کر کے اُنکو آزادی دلوادی پھر حسب قرار اُن سے نکاح کر لیا شبلی صاحب لکھتے ہین جب انکے ساتھ آپ کے نکاح کرنے کا چرچا پھیلا تو لوگون نے قبیلہ بنی مصطلق کے تمام لونڈی غلامون کو اس بنا پر آزاد کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگون سے رشتہ مصاہرت قائم کر لیا آزاد شدہ غلامون کی تعداد ایک روایت مین سات سو بتائی گئی ہے حضرت عائشہ کہتی ہین کہ جویریہ کی برکت سے سیکڑون گھرانے آزاد ہو گئے۔ بعض روایتون مین ہے کہ آنحضرت صلعم سے خود حضرت جویریہ نے یہ خواہش ظاہر کی تھی اور آپ نے تمام قیدیون کو اون پر ہبہ کر دیا تھا حضرت جویریہ نے ۵۰ھ مین وفات پائی اور جنتہ البقیع مین دفن ہوئین اوسوقت اونکا سن ۶۵ برس کا تھا۔

حضرت اُم حبیبہ

اصلی نام رملہ تھا کنیت اُم حبیبہ۔ ابوسفیان کی لڑکی معویہ کی بہن تھین۔ بعثت سے سترہ برس پہلے پیدا ہوئین قبل بعثت انکا نکاح ابن جحش سے ہو گیا تھا اور یہ دونون میان بیوی مشرف باسلام ہو چکے تھے ہجرت حبشہ کے دوسرے دَور مین مسلمانون کے قافلہ کے ساتھ یہ میان بیوی بھی مدینہ سے چلے گئے۔ اُنکی لڑکی حبیبہ وہین حبشہ ہی مین پیدا ہوئی۔ عبد اللہ بن جحش شرائط اسلام پر قائم نرہے اور عیسائی ہو گئے۔ لیکن اُم حبیبہ اپنے اسلام پر قائم رہین۔ اس بنا پر عبد اللہ بن جحش نے ان سے مفارقت کی جب اسکی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ مین معلوم ہوئی تو آپ نے عمر بن اُمیتہ الضمیری کو نجاشی کے پاس بھیجکر اون سے نکاح کا پیغام دیا اُم حبیبہ نے بہزار مفاخرت ومسرت قبول کر لیا اور مشاطہ کو جو ابرہہ نامی نجاشی کی کنیز تھی۔ دو کنگن اور انگوٹھیان چاندی کی انعام دین۔ اور نجاشی کے پاس کہلا بھیجا کہ مین اپنی طرف سے خالد بن سعید اموی کو وکیل مقرر کرتی ہون۔ شام ہوئی تو نجاشی نے تمام مسلمانون کو جو اوسوقت حبش مین موجود تھے۔ نوید مین بلایا۔ اونکے مجمع مین جعفر ابن ابی طالب بھی تھے۔ چارسو دینار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقد نکاح پڑھا اور رقم مہر اپنی طرف سے تمام لوگون کے سامنے خالد بن سعید کو ادا کر دی۔ نکاح کے بعد لوگون نے مجلس شاہی سے رخصت ہونا چاہا تو نجاشی نے کہا کہ آپ حضرات ذرا اور توقف فرمائین۔ اس لیئے کہ دعوت تمام انبیا کی سُنّت خاص ہے اور اوس کا سامان حاضر ہے چنانچہ تمام حاضرین دعوت سلطانی سے محظوظ ہوئے اور اپنے مقام پر واپس آئے۔ خالد بن سعید نے چارسو دینار مہر کے جب اُم حبیبہ کے سامنے رکھے تو اونھون نے ابرہہ کنیز نجاشی کو جو اوسوقت موجود تھی اوس مین سے پچاس دینار دیئے لیکن اوسنے وہ روپیہ اور چاندی کے کنگن اور انگوٹھیان

واپس دین اور عرض کی بادشاہ نے سختی سے ان چیزون کے لینے کی ممانعت کر دی ہے۔ دوسرے روز ابرہہ بادشاہ کی طرف سے انکی خدمت مین عود و زعفران و عنبر اور دیگر طیبات تحفہ لیکر آئی جسکو حضرت ام حبیبہ اپنے ہمراہ لے کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین۔ نجاشی نے پھر نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ شرحبیل بن حسنہ کی ہمراہی مین ام حبیبہ کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجدیا۔

حضرت ام حبیبہ رابطہ عقیدت مین خالص اور کامل تھین۔ یہان تک کہ معاملات ایمان مین اُنکو کسی کی قرابت یا خصوصیت کا بھی کوئی لحاظ و پاس نہین ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے بعد۔ انکے باپ۔ ابو سفیان شرائط حدیبیہ کی توسیع کے لیے درخواست لے کر دربار رسالت مین آئے تو اپنی لڑکی سمجھکر انھین کے ہان فروکش ہوے لیکن یہ اپنے بستر پر بھی اون کے بیٹھنے تک کی روادار نہین ہوئین اور یہ کہکر فوراً بستر اولٹ دیا۔ کہ یہ فرش رسولؐ ہے اور ابا جان۔ آپ ابتک مشرک ہین۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے محض حضرت ابو سفیان اور معویہ صاحبان کی پاسداری اور حفظ مراتب کے خیال سے اسواقعہ کو انکے ذکر خاص مین نہین لکھا۔ حالانکہ ان کے خلوص اور رسوخ فی الایمان کی اس سے بہتر دوسری شہادت نہین ہوسکتی۔

حضرت ام حبیبہ نے ۴۴ھ مین انتقال فرمایا اور مدینہ مین مدفون ہوئین۔

حضرت میمونہ

میمونہ نام تھا۔ باپ کا نام حارث اور مان کا نام ہند تھا مسعود بن عمیر الثقفی ان کے پہلے شوہر تھے مسعود نے انھین طلاق دیدی تو ابو رہم بن عبد العزیٰ نے ان سے نکاح کر لیا۔ ابو رہم کے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے شرف زوجیت مین آئین۔ اُنکے ساتھ نکاح کر لینے کی درخواست حضرت عباس نے کی تھی اسلیے کہ حضرت عباس کی زوجہ ام الفضل کی یہ چھوٹی بہن تھین۔ عجیب اتفاق ہے کہ مقام سرف مین انکا نکاح واقع ہوا تھا اور وہین انھون نے انتقال بھی فرمایا سنہ ۵۱ھ کے آخر مین وفات ہوئی اور حضرت عبداللہ بن عباس نے نماز جنازہ پڑھائی جب جنازہ لوگ لے چلے تو عبداللہ بن عباس نے تاکید فرمائی کہ آہستہ لے چلو۔ جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو۔ باادب آہستہ لے چلو یہ رسول اللہ صلعم کی زوجہ محترمہ ہین۔

حضرت صفیہؓ

شبلی صاحب ان کے حالات مین رقمطراز ہین صفیہ اصل نام نہ تھا۔ زرقانی نے لکھا ہے کہ عرب مین مال غنیمت کا

جو بہترین حصہ امام یا بادشاہ کے لیے مخصوص ہو جاتا تھا اسکو صفیہ کہتے تھے۔ چونکہ وہ جنگ خیبر میں اس طریقہ کے موافق۔ آنحضرت صلعم کے نکاح میں آئیں تھیں۔ اسلیئے صفیہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ ورنہ اصلی نام انکا زینب تھا باپ کا نام حی بن اخطب تھا۔ اور ماں کا نام ضرۃ حضرت صفیہ کو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے سیادت حاصل تھی۔ باپ قبیلہ بنو نضیر کا سردار۔ اور ماں قریظہ کی رئیس کی بیٹی تھی سیرۃ النبی جلد دوم۔

شبلی صاحب کا یہ خیال سیادت غلط ہے۔ اوسے آپ مالداری، سرداری اور دولت و ثروت کی کثرت پر مبنی بتلاتے ہیں۔ سیادت کا شرف مال و دولت کی بہتات سے نہیں ہوتا ہے ؎

این سعادت ززور بازو نیست گر نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت صفیہ کی سیادت کا اصلی سبب خود آپ نے آخر میں حضرت عائشہ کی تعریض کے جواب میں زبان رسالت سے نقل فرمایا ہے۔ وہی اسکے انکشاف حقیقت کے لیے کافی ہے۔ اپنی عبارت ملاحظہ کیجائے۔

آنحضرت صلعم ایک بار حضرت صفیہ کے پاس گئے تو دیکھا کہ رو رہی ہیں۔ آپ نے رونے کی وجہ پوچھی تو اونھوں نے کہا کہ عائشہ اور زینب کہتی ہیں کہ ہم تمام ازواج میں افضل ہیں۔ ہم آپ کی زوجہ ہونے کے ساتھ آپ کی چچا زاد بہنیں بھی ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے یہ کیوں نکہدیا کہ میرے باپ ہارونؑ میرے چچا موسیٰؑ اور میرے شوہر محمدؐ صلعم ہیں۔ اس لیے تملوگ مجھسے کیونکر افضل ہو سکتی ہو۔

آپ کی اس عبارت سے خود آپ معلوم کرے سکتے تھے کہ سیادت کے لیے اصلاب شامخہ اور ارحام طاہرہ کی خاص ضرورت ہے۔ اور یہ وہ خصوصیت ہے جو آپ کی اختیار کردہ عمومیت میں نہیں آسکتی۔

اس کے آگے شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت صفیہ کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی مشکم نے طلاق دیدی تو کنانہ ابن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں۔ کنانہ جنگ خیبر میں مقتول ہوا حضرت صفیہ کے باپ اور بھائی بھی کام آئے اور خود بھی گرفتار ہوئیں جب خیبر کے سب قیدی جمع کیئے گئے تو دحیہ کلبی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک لونڈی کی درخواست کی آنحضرت صلعم نے انتخاب کرنیکی اجازت دی اونھوں نے حضرت صفیہ کو منتخب کیا۔ لیکن ایک صحابی نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپنے رئیسۂ بنو نضیر و قریظہ کو دحیہ کو دیدیا۔ وہ تو صرف آپ کے قابل ہے۔ آپنے حکم دیا کہ دحیہ اوس عورت کے ساتھ حاضر ہوں۔ وہ صفیہ کو لیکر آئے۔ تو آپ نے اونکو دوسری لونڈی عنایت فرمائی۔ اور صفیہ کو آزاد کرکے نکاح کرلیا جب خیبر سے روانہ ہوئے تو منزل صہبا میں رسم عروسی ادا کی اور جو کچھ سامان لوگوں کے پاس جمع تھا۔ اوسکو جمع کرکے دعوت ولیمہ فرمائی۔ سیرۃ النبی جلد دوم۔

محدث شیرازی انکے شرف زوجیت حاصل کرنے کی تفصیل مین لکھتے ہین۔

صفیہ را چون آوردند بفرمود تا بخیمہ بردندش۔ آنگاہ خود بخیمہ تشریف دادہ صفیہ چون آنحضرت را دید برخاست و فرشے کہ خود بران نشستہ بود برداشت و برائے پیغمبر صلعم بسیط کرد و خود بر زمین نشست حضرت فرمود اے صفیہ ہمیشہ پدر تو با من عداوت می نمود تا خداوند تعالی وے را ہلاک ساخت گفت خداوند تعالے ہیچ بندہ را بگناہ دیگرے نمی گیرد آنگاہ سرور عالم او را مخیر ساخت میان آنکہ آزادش کند و او بقوم خود ملحق بشود و میان آنکہ اسلام بیاورد و حضرت او را بخواہد۔ صفیہ بسیار علیمہ و عاقلہ بود گفت یا رسول اللہ صلعم بتحقیق کہ آرزوے اسلام دارم و تصدیق تو کردہ ام پیش از آنکہ مرا دعوت کنی۔ و اکنون بمنزل تو آمدہ ام و حالا مرا بہ یہودیت ہیچ حاجتے نیست۔ نہ پدرے دارم نہ برادرے در میان یہود۔ یا رسول اللہ صلعم مرا میان کفر و اسلام مخیر می گردانی۔ واللہ کہ خدا و رسولؐ وے احب اند نزد من از آزادی و لحوق بقوم خود پس حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را خوش آمد و او را برائے خود نگاہ داشت و آزادش نمود و اعتاق او را صداق او ساخت۔

روضۃ الاحباب

صفحہ ۵۹۵

حضرت صفیہ جب آپ کے پاس لائین گئین تو آپ نے اونکے احترام کے لحاظ سے حکم دیا کہ ایک علیحدہ خیمہ مین رکھی جائین پھر آپ اوس خیمہ مین تشریف لے گیے صفیہ آپ کو دیکھ کر اوٹھ کھڑی ہوئین اور جس فرش پر بیٹھی تھین وہ آپ کے لیے چھوڑ دیا اور خود زمین پر بیٹھ گئین۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا صفیہ تمھارے باپ اپنی زندگی بھر ہماری خصومت و عداوت مین سرگرم رہے یہانتک کہ خدا نے اونھین ہلاک کیا۔ صفیہ نے کہا کہ یہ اعمال کی سزا تھی خدا تعالی کسی بندے کو دوسرے کے گناہ کے لیے معذب نہین فرماتا آنحضرت صلعم نے کہا کہ مین تمھین اختیار دیتا ہون اگر تم چاہو تو مین تمھین ابھی آزاد کر دون اور تم اپنی قوم مین چلی جاؤ اور اگر یہ قبول نہین ہے تو اسلام لاؤ اور مین تمھین اپنی زوجیت مین لے لون حضرت صفیہ نے جو فطرتاً بہت ہی عقیلہ اور فہیمہ خاتون تھین۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ صلعم مجھے اسلام لانیکی خود تمنا ہے اور قبل اسکے کہ آپ مجھے دعوت دین۔ مین آپکی تصدیق کر چکی ہون۔ اب مجھے اپنی قوم مین جانے کی حاجت ہے اور نہ ملت یہود سے کوئی واسطہ۔ اور نہ قوم یہود مین میرا کوئی باپ یا بھائی خبر گیران یا پرسان حال باقی ہے تعجب ہے کہ ایسی حالت مین آپ مجھے کفر و اسلام کے درمیان مختار فرماتے ہین خدا کی قسم مجھے خدا اور اوس کا رسولؐ اپنی آزادی اور قوم و قبیلہ مین واپسی سے زیادہ عزیز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو صفیہ کی یہ عرضداشت بہت پسند آئی۔ اور آپنے اونکو اپنی زوجیت کے لیے علیحدہ کر لیا پھر آزاد کر دیا اور اونکی آزادی کو اونکا مہر قرار دیدیا۔

شبلی صاحب کے مختار کے خلاف منزل صہبا سے پہلے منزل تبار ہی مین۔ محدث شیرازی۔ رسم عروسی کا ہونا تبار ہے ہین۔ تبار خیبر سے کل چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مگر رسم عروسی ہو جانیکے بعد یہان زفاف واقع نہین ہوا اسلیے کہ

حضرت صفیہ نے کسی وجہ خاص سے معذرت کی۔ جب منزل صہبا میں قیام ہوا تو آپ نے ام سلیم کو حضرت صفیہ کے خیمہ میں بھیجا۔ محدث شیرازی لکھتے ہیں۔

ام سلیم بموجب فرمودہ او را بخیمہ برد موی وسر او را شانہ کرد و او را خوشبو ساخت۔ صفیہ جوان و غایت صاحب جمال بود دران منزل آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم با وے زفاف نمود و آن شب کہ رسول اللہ صلعم بخیمہ صفیہ بود حضرت ابو ایوب انصاری سلاح پوشیدہ بحراست آنحضرتؐ آمد و شب را زندہ داشت چون روز شد خواجہ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم از خیمہ بیرون آمد و آواز سلاح ابو ایوب شنیدہ فرمود این کیست ایوب گفت این ابو ایوب است۔ یا رسول اللہ صلعم۔ زن جوان است یہودیہ۔ و پدر و شوہر وے را نزدیک کشتہ ایم ترسیدم کہ ناگاہ حرکتے از وے بظہور آمد با خود گفتم مناسب آن است کہ امشب برسول خدا صلعم نزدیک باشم حضرت تبسمے فرمود و او را دعائے خیر کرد و گفت اللّٰھم احفظ ابا ایوب کما حفظ نبیک

روضۃ الاحباب صہ ۵۹۵

حسب الارشاد نبویؐ ام سلیم حضرت صفیہ کو ایک خیمہ میں لے گئیں اون کے سر اور بالوں میں کنگھی کی۔ اونکے کپڑوں میں خوشبو لگائی۔ حضرت صفیہ جوان خاتون تھیں اور صاحب حسن و جمال۔ اسی منزل میں اونکا زفاف واقع ہوا مروی ہے کہ جب آنحضرت صلعم رات کو حضرت صفیہ کے خیمہ میں تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاری سلاح جنگ پہن کر رات بھر اوس خیمہ کے گرد پھرتے رہے۔ صبح کو جب آپ اوٹھے تو آپ نے سلاح جنگ کی آواز سنی پوچھا کون ہے۔ جواب ملا۔ ہم ہیں ابو ایوب۔ عورت یہودیہ جوان تھی۔ اوسکے باپ اور شوہر کو ہم لوگ قریب ہی قتل کر چکے تھے ہمکو خیال ہوا کہ شاید وہ حضور کو کوئی صدمہ نہ پہونچائے اسلیے بہتر ہے کہ میں آج رات بھر حضور کے خیمہ اقدس کے پاس رہوں۔ یہ سنکر آنحضرت صلعم نے تبسم فرمایا اور ابو ایوبؓ کے لیے دعائے خیر کی اور ارشاد فرمایا۔ پروردگار ابو ایوب کی تو حفاظت کر جس طرح اوسنے تیرے نبی کی حفاظت کی ہے۔

حضرت صفیہ نے بار اول امتناع زفاف کی وجہ ان الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بیان فرمائی محدث شیرازی لکھتے ہیں۔

نقل است کہ چون پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم در خیمہ صفیہ تشریف آورد صفیہ عرض کرد کہ یا رسول اللہ صلعم ترسیدم از آنکہ یہود نزدیک بودند مبادا ایشان آسیبے رسانند آنسرور را خوش آمد و موجب زیادتی محبت شد۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفیہ کے خیمہ میں تشریف لائے تو صفیہ نے عرض کی۔ چونکہ اوس منزل سے یہود بہت قریب تھے اسلیے مجھے خوف ہوا کہ خدا نخواستہ وہ آپ کو کسی قسم کی تکلیف دین آپکو صفیہ کا یہ کہنا بہت خوش آیا اور زیادتی محبت کا باعث ہوا۔

اس کے آگے محدث شیرازی تحریر فرماتے ہیں۔

چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خیبر بمدینہ مراجعت نمود صفیہ را در خانہ از خانہای حارثہ بن نعمان فرود آورد۔ زنان انصار چون معلوم کردند کہ صفیہ کجا منزل گرفتہ و آوازۂ حسن و جمال وے شنیدہ بودند۔ بتفرج او رفتند و او را ملاحظہ می نمودند و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نیز چادرے پوشیدہ و نقابے بر روے خود فرو گذاشتہ بنا شناخت درمیان زنان آمد تا صفیہ را بیند۔ رسول اللہ صلعم او را بشناخت چون بیرون می رفت حضرت از عقب وے بیرون می رفت و او را دریافت چادر وے را بر گرفت و گفت اے حمیرا۔ صفیہ را چگونہ یافتی گفت یہودیہ را دیدم کہ درمیان یہودیات نشستہ بود فرمود اے عائشہ چنین مگو کہ وے مسلمان شدہ و حسن الاسلام گشتہ و در روایتے از ام سنان اسلمیہ این کہ درمیان زنان چہار زن از امہات مومنین ہیئت خویش را متغیر ساختہ و نقابہا بر روے خود آویختہ بتفرج صفیہ آمدہ بودند۔ عائشہ صدیقہ۔ حفصہ۔ زینب بنت جحش و جویریہ۔ شنیدم کہ زینب با جویریہ می گفت نمی بینم کہ این جاریہ الا انکہ زود باشد کہ بر ما غلبہ کند جویریہ گفت چنین نیست کہ تو میگوئی۔ وے از ان قومی است کہ زنان ایشان را نزد شوہر بخت کمی باشد و از عائشہ صدیقہ مرویست کہ وقتیکہ با پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در سفر بودیم شتر صفیہ خستہ شد و از راہ رفتن وا ماند زینب را

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر سے مدینہ میں واپس آئے تو حارثہ بن النعمان کے گھر میں حضرت صفیہ کو اوتارا زنان انصار جب صفیہ کی آمد۔ اونکے قیام کی جگہ اور اونکے حسن جمال کے شہرے سے واقف ہوئین تو انکی جماعت کثیر انکے دیکھنے کے لیے جمع ہوئین اور صفیہ کو دیکھنے آئین حضرت عائشہ صدیقہ بھی ایک چادر اوڑھکر اور اپنے منھ پر نقاب ڈال کر تاکہ پہچانی نجائین۔ اور عورتون کی جماعت مین ملکر صفیہ کو دیکھنے آئین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکین پہچان لیا۔ جب وہ اوٹھکر جانے لگین تو آپ بھی اوٹھکر اون کے پیچھے چلے یہان تک کہ آپنے اونکو پالیا۔ پھر اونکا گوشہ ردا تھامکر پوچھا اے حمیرا۔ تم نے صفیہ کو کیسا پایا۔ بولین ایک یہودیہ ہے جو بہت سی یہودیہ عورتون مین بیٹھی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ عائشہ ایسا نہ کہو۔ بخدا وہ اسلام سے مشرف ہو چکی ہے اور اوس مین اسلام کے محاسن جاگزین ہو چکے ہین۔ اور ام سنان اسلمیہ سے ایک دوسری روایت مین اس طرح منقول ہے کہ حضرت صفیہ کے دیکھنے کے لیے ازواج مطہرات مین سے چار بیبیان۔ تبدیل ہیئت کرکے اور اپنے منھ پر نقابین ڈال کر آئین تھین۔ وہ چار بیبیان حضرت عائشہ حفصہ۔ زینب بنت جحش اور جویریہ تھین۔ زینب بنت جحش نے صفیہ کے حسن وجمال کو دیکھکر جویریہ سے کہا کہ یہ عورت ہملوگون پر غالب آجائے گی۔ جویریہ بولین۔ تمھارا یہ خیال غلط ہے۔ دختران یہود شوہرون کے نزدیک ہمیشہ کم نصیب ہوا کرتی ہین۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ایکبار ہملوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ سفر مین تھے حضرت صفیہ کا اونٹ بہت لاغر تھا اور راہ نہین چل سکتا تھا۔ زینب بنت جحش کے پاس متعدد اونٹ تھے آنحضرت صلعم نے

شتر زیادہ بود حضرت ؐ با زینب گفت شتر صفیہ خستہ
چہ شود اگر شترے بوے دہی - چندانکہ بمنزل برسد -
زینب گفت من بااین یہودیہ چیزے ندہم - آن سرور صلعم
از وے بقہر رفت و دو ماہ یا سہ ماہ ترک وے نمود -

روضۃ الاحباب

صفحہ ۵۹۰

اون سے کہا کہ صفیہ کا اونٹ بالکل خستہ ہو گیا ہے اور راہ
چلنے سے بالکل مجبور ہے - اس لیے صفیہ منزل پر نہین پہونچ
سکتین - تم اپنے اونٹون مین سے ایک اونٹ اونھین دیدو
اونھون نے جواب دیا کہ مین اوس یہودیہ کو ایسی کوئی چیز نہین
دے سکتی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اونکا یہ جواب اسقدر
گران گذرا کہ دو مہینون تک آپ نے زینب کے گھر جانا
ترک فرمادیا -

شبلی صاحب خود لکھتے ہین -

آپ ایکبار حضرت صفیہ کے پاس تشریف لے گیے - دیکھا رو رہی ہین - آپ نے رونے کی وجہ پوچھی اونھون نے کہا زینب اور عائشہ کہتی ہین کہ ہم تمام ازواج مین افضل ہین - ہم آپ کی زوجہ ہونے کے علاوہ آپ کی چچازاد بہنین بھی ہین - آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیون نکہدیا کہ ہارونؑ میرے باپ - موسیٰؑ میرے چچا - اور محمدؐ میرے شوہر ہین اس لیے تم لوگ مجھسے کیسے افضل ہو سکتی ہو -

حضرت صفیہ کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھین - ایک دن اونھون نے کھانا پکا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس بھیجا آپ اُسوقت حضرت عائشہ کے گھر مین تشریف رکھتے تھے حضرت عائشہ نے خادم کے ہاتھ سے پیالہ چھین کے زمین پر دے مارا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالے کے ٹکڑے ٹکڑے چن کر یکجا کیے - اون کو جوڑا - پھر دوسرا پیالہ منگوا کر واپس کیا -

حضرت صفیہ نے ۵۰ھ ہجری مین وفات پائی اور جنت البقیع مین مدفون ہوئین -

تمت بالخیر والعافیۃ

تم المجلد الثالث من سیرۃ المصطفویۃ الموسومۃ بالاسوۃ الرسول علی صاحبہا وآلہ

صلوٰۃ وسلام من رب القلوب والعقول فی التاریخ ثامن خلون

من ربیع الآخر یوم الاربع فی سنۃ ست و اربعون و ثلثمائۃ بعد

کوآتھ ضلع آرہ — الالف من الہجرۃ المقدسۃ النبویۃ و آخر دعوٰنا — المؤلف الاحقر

شریف الطہارت — ان الحمد للہ رب العالمین — اولاد حیدر عفی عنہ

وصلی اللہ علی محمد وآلہ الطاہرین الی یوم الدین آمین آمین ۲ جمادی الاول ۱۳۴۶